سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے 29ویں فقہی سمینار مؤرخہ 1 تا 2/ اکتوبر 2021ء منعقدہ ''المعہد العالی الاسلامی'' (حیدرآباد) میں پیش کئے جانے والے علمی وتحقیقی مقالات اور مباحثات کا مجموعہ]

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول
مرتب : مولانا صفدر زبیر ندوی
کمپوزنگ: محمد خالد اعظمی
صفحات : ۷۳۰
سن اشاعت: اکتوبر ۲۰۲۳ء

ناشر
اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)
161-ایف، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر:9746
جامعہ نگر، نئی دہلی-110025
ای میل:fiqhacademyindia@gmail.com
فون:011 - 26981779,26987492

مجلس ادارت

۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی

۲- مولانا بدرالحسن قاسمی

۳- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۴- مولانا عتیق احمد بستوی

۵- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

	پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹

پہلا باب-تمہیدی امور

۱-	فقہ اکیڈمی کے فیصلے:		۱۳
۲-	سوالنامہ:		۱۵
۳-	تلخیص مقالات	ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی	۱۸
۴-	عرض مسئلہ:	۱-مفتی امانت علی قاسمی	۹۶
		۲-ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی	۱۰۶

دوسرا باب-تفصیلی مقالات

۱-	سد ذرائع-ایک اہم اصول	ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی	۱۱۵
۲-	سد ذریعہ-ایک اہم اصول	مولانا ابدر احمد مجیبی ندوی	۱۲۴
۳-	سد ذرائع	مفتی محمد عثمان بستوی	۱۳۹
۴-	سد ذریعہ-ایک اہم اصول	ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی	۱۸۷
۵-	فقہ اسلامی کی ایک اہم اصل: سد ذریعہ	مفتی امانت علی قاسمی	۲۰۹
۶-	سد ذریعہ-ایک اہم اصول	مفتی تنظیم عالم قاسمی	۲۲۹
۷-	سد ذریعہ	مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی	۲۴۸
۸-	سد ذریعہ	مولانا روح الامین داؤد مظاہری	۲۶۳
۹-	سد ذریعہ ایک اہم اصول	قاضی عبد الجبار طیب ندوی	۲۸۸
۱۰-	سد ذریعہ کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق احکام	مولانا ابو بکر قاسمی	۳۰۱
۱۱-	سد ذرائع-ایک اہم اصول	مولانا جمشید جوہر قاسمی	۳۱۴
۱۲-	سد الذرائع	مفتی محمد سعد نور القاسمی	۳۵۱
۱۳-	سد ذریعہ-ایک اہم اصول	مولانا ابو المکارم معروفی	۳۷۴
۱۴-	سد الذرائع	مولانا محمد معین الدین ندوی قاسمی	۳۹۴
۱۵-	سد ذریعہ	مولانا یحییٰ معین قاسمی	۴۱۳
۱۶-	سد ذریعہ-ایک اہم اصول	مولانا محمد سلیم الدین قاسمی	۴۲۹

۱۷-	سدذرائع	مولانا عبید اللہ ندوی	۴۴۹
۱۸-	سدذریعہ شریعت اسلامیہ میں	مولانا روح الامین قاسمی	۴۸۰
۱۹-	سدذریعہ-ایک اہم اصول	مولانا محمد زبیر ندوی	۴۹۵
۲۰-	سدذرائع	مفتی ریحان مبشر مئوی قاسمی	۵۰۹
۲۱-	سدذرائع کی حیثیت شریعت مطہرہ کی روشنی میں	مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی	۵۳۳
۲۲-	سدذریعہ-ایک اہم اصول	مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی	۵۴۷
۲۳-	سدذریعہ اسلامی شریعت کی روشنی میں	مولانا عبد الخالق ندوی مدنی	۵۶۵
۲۴-	سدذرائع وفتح الذرائع	مفتی اسرار قاسمی احمد آبادی	۵۸۳
۲۵-	سدذریعہ	مولانا محمد سالم قاسمی سریانوی	۶۰۴
۲۶-	سدذریعہ	مولانا محمد انیس ندوی	۶۲۵
۲۷-	سدذریعہ-ایک اہم فقہی اصول	مولانا محمد قمر الزماں ندوی	۶۴۹
۲۸-	سدذریعہ	مفتی رمضان علی فرقانی	۶۶۶

تیسرا باب-مختصر تحریریں

۱-	سدذرائع	مفتی حبیب اللہ قاسمی	۶۸۱
۲-	سدذرائع	مولانا عبد اللہ خالد لوناواڑہ	۶۸۹
۳-	سدذرائع	مولانا مفتی محمد صادق مبارکپوری	۶۹۸
۴-	سدذریعہ	مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی	۷۰۸
۵-	سدذریعہ	مفتی رجیب احمد قاسمی	۷۱۶

چوتھا باب-اختتامی امور

مناقشہ	۷۲۵

☆☆☆

پیش لفظ

جماعت علماء!

شریعت کے بہت سارے احکام ایسے ہیں جہاں کسی کام کے نہ کرنے کا براہ راست حکم دیا گیا ہے، جیسے زنا شریعت میں گناہ کبیرہ ہے، حدیث کی رو سے زنا کرتے وقت ایمان سلب ہوجاتا ہے؛ لیکن شریعت نے صرف زنا سے ہی منع نہیں کیا بلکہ زنا کے قریب جانے سے بھی منع کردیا، یعنی تمام ایسے اعمال جن سے زنا کی جانب رغبت ہوتی ہو، یا جو زنا تک پہنچنے کا سبب بنتے ہوں، سب سے منع کردیا، جیسے کسی اجنبی خاتون کو جان بوجھ کر دیکھنا منع کیا گیا ہے اوراس کو شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ زنا کا پہلا زینہ یہی نظر ہے، اس کے بعد گانے بجانے کو بھی منع کیا گیا اور کہا گیا کہ اس سے زنا کو تحریک ملتی ہے، اسی طرح شراب سے منع فرمایا گیا۔

قرآن وحدیث میں اس کی بہت ساری مثالیں ہیں، جیسے اللہ کے سوا معبودان باطل کو قرآن پاک میں ''جہنم کا ایندھن'' قرار دیا گیا ہے، اس کے باوجود معبودان باطل کو برا بھلا کہنے سے اس لیے منع کیا گیا ہے کہ کہیں ردعمل کے طور پر مشرکین معبود برحق کی شان میں گستاخی نہ کریں، رسول اللہ ﷺ کو اچھی طرح یہ بات معلوم تھی کہ حطیم خانۂ کعبہ میں شامل ہے اور قریش نے تعمیری مصارف کی قلت کی وجہ سے اس کو کھلا چھوڑ دیا تھا؛ لیکن نومسلم قریشیوں اور عربوں کو غلط فہمی سے بچانے کیلئے آپ ﷺ نے حطیم کو حسب سابق رہنے دیا، اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اسی لئے فقہاء کے یہاں سد ذریعہ فقہ کا ایک نہایت اہم اصول ہے؛ جس کے ذریعہ کسی جائز امر کو اس لیے منع کردیا جاتا ہے کہ اس سے کوئی بڑا مفسدہ اور ضرر پیدا ہوتا ہے؛ انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر، دور حاضر میں بہت سارے مسائل ایسے سامنے آئے ہیں جن میں سد ذریعہ کے اصول کو اختیار کرکے عوام الناس کو اس سے منع نہ کیا جائے تو معاشرہ اور سماج میں بہت بگاڑ پیدا ہوسکتا ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی خدمات محتاج تعارف نہیں ہیں، وہ فقہی سمیناروں میں اہم فقہی موضوعات زیر بحث لاتی رہی ہے، 29ویں فقہی سمینار مؤرخہ 1 تا 2/ اکتوبر 2021ء کو ''المعہد العالی الاسلامی'' (حیدرآباد) میں منعقد کئے جانے والے سمینار کے لئے سد ذریعہ پر مختلف سوالات تیار کرکے اہل علم کی خدمت میں سوالنامہ روانہ کیا گیا اوران سے تفصیلی

جواب کی خواہش کی گئی، ۳۳؍اہل علم حضرات نے قرآن وحدیث اور دیگر معتبر ومستند مصادر ومراجع سے تفصیلی جوابات مقالات کی شکل میں فراہم کیے، ظاہر سی بات ہے کہ فکر ونظر کا اختلاف یہاں بھی کارفرما ہے، نہ ہر جواب سے اتفاق ممکن ہے اور نہ ہی اختلاف، یہی فکر ونظر زندگی اور بیداری کی علامت ہے، چنانچہ سدذریعہ کے سوالنامہ پر اہل علم کے تفصیلی جوابات فقہ اکیڈمی سے شائع کئے جارہے ہیں، اور بلا مبالغہ سد ذریعہ پر ایک نہایت اہم تحقیقی دستاویز ہے، جس میں اہل علم نے اپنے مطالعہ کا نچوڑ اور اب تک اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے، اس کو اختصار سے سمیٹا گیا ہے۔ اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے ہمارے محبّ عزیز مولانا صفدر زبیر ندوی کو کہ انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے اس کتاب کی ترتیب کا کام انجام دیا ہے۔ امید ہے کہ اہل علم بالخصوص فقہ سے تعلق رکھنے والے حضرات اس کی بھرپور پذیرائی کریں گے۔ واللہ ہوالمستعان۔

خالد سیف اللہ رحمانی

(جنرل سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا)

مؤرخہ: ۲۷؍صفر المظفر ۱۴۴۴ھ

مطابق: ۲۴؍ستمبر ۲۰۲۲ء

پہلا باب

تمہیدی امور

فقہ اکیڈمی کے فیصلے:

سدِ ذریعہ — ایک اہم اُصول

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کا ۲۹ واں اور ۳۰ واں فقہی سمینار ریاست تلنگانہ کے دار السلطنت اور تاریخی، تہذیبی، علمی اور ادبی شہر حیدرآباد کے مشہور ومعروف تحقیقی ادارہ المعہد العالی الاسلامی میں مؤرخہ ۱ تا ۴/ اکتوبر ۲۰۲۱ء کو منعقد ہوئے، اکیڈمی کا ۲۹ واں فقہی سمینار ۲۰۱۹ء کے اواخر میں ہونا تھا لیکن بعض وجوہات اور رکاوٹوں کی وجہ سے منعقد نہیں ہوسکا، اور پھر کورونا کی وجہ سے ۲۰۲۰ء میں بھی سمینار کا انعقاد ممکن نہ ہوسکا، اب یہ ۲۰۲۱ء کا سال بھی اپنے اختتام کو ہے، لہذا یہ مناسب سمجھا گیا کہ دونوں سمیناروں کو ایک ساتھ منعقد کیا جائے، مختلف اداروں سے رابطہ کے بعد المعہد العالی الاسلامی کے ذمہ داروں نے ہمت کی اور اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے یہاں دونوں سمیناروں کو ایک ساتھ منعقد کرنے کی ہامی بھرلی، بلاشبہ یہ ادارہ صوری ومعنوی ہر لحاظ سے اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمینار کے لئے مناسب تھا، چنانچہ متعینہ تاریخوں میں یہ دونوں سمینار منعقد ہوئے۔

۲۹ ویں سمینار میں چار موضوعات زیر بحث آئے جن میں سے ایک ''سد ذریعہ-ایک اہم اصول'' بھی تھا، اس پر بحث ومناقشہ ہوا، اور درج ذیل تجاویز متفقہ طور پر منظور کی گئیں:

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا جدید مسائل کو موضوع بحث بنانے کے ساتھ اُصولی موضوعات کو بھی زیر بحث لاتی ہے؛ تاکہ ان کی ایسی تنقیح ہوجائے کہ نئے پیش آمدہ مسائل پر ان کی مناسب تطبیق ہوسکے، اسی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے اکیڈمی نے اپنے ۲۹ ویں فقہی سمینار منعقدہ ۲۳-۲۴/ صفر ۱۴۴۳ھ مطابق: ۱-۲/ اکتوبر ۲۰۲۱ء کا ایک موضوع ''سد ذریعہ'' بھی رکھا ہے۔ مقالہ نویس حضرات کی آراء اور بحث ومناقشہ کے بعد درج ذیل تجاویز طے کی گئیں:

۱- وہ اُمور جو بذاتِ خود مباح ہوں لیکن کسی مفسدہ کا باعث بنتے ہوں ان کو ممنوع قرار دینے کا نام ''سد ذریعہ'' ہے۔

۲- ''سد ذریعہ'' شریعت میں معتبر ہے اور شریعت کے بہت سے احکام اس پر مبنی ہیں۔

۳- جن ذرائع کا معصیت تک متعدی ہونا یقینی ہو یا ظن غالب کے درجہ میں ہو وہ ناجائز ہیں، اور ان کی ممانعت پر بھی اتفاق ہے۔

۴- جن ذرائع کا حرمت تک متعدی ہونا ظن غالب کے درجہ میں نہ ہو؛ لیکن بکثرت ہو تو ان سے بھی اجتناب کیا جائے۔

۵- جن ذرائع کا معصیت تک متعدی ہونا نادر ہو وہ شرعاً مباح ہیں۔

۶- دورِ حاضر کے بہت سے مسائل میں ''سد ذریعہ'' کا اُصول بنیادی کردار ادا کرتا ہے، علماء اور اربابِ افتاء کو چاہئے کہ آج کے عصری مسائل میں اس سے کام لیں، مثلاً:

الف : تورق منظّم کا عدم جواز۔

ب : فحش مناظر دیکھنے کے لئے اسمارٹ موبائل، ڈی وی ڈی، وی سی آر اور ایل سی ڈی وغیرہ کے استعمال کا عدم جواز۔

☆☆☆

سوالنامہ:

سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی خاتم الأنبياء والمرسلين وعلى آله وصحبه أجمعين. أما بعد!

اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کا یہ طریقۂ کار رہا ہے کہ وہ اپنے فقہی سمیناروں میں وقتاً فوقتاً بعض اصولی موضوعات بھی زیر بحث لاتی ہے، اوران پر سوالنامہ مرتب کر کے علماء واصحاب افتاء کو بحث وتحقیق کی دعوت دیتی ہے، اور کچھ بنیادی فیصلے کرتی ہے؛ کیونکہ ان اصولی موضوعات کا مطالعہ مسائل کو حل کرنے میں مدد دیتا ہے، اور مختلف نئے پیش آمدہ مسائل پر ان کی تطبیق فقہ اسلامی کے دائرے کو وسیع کرتی ہے اور صحیح رائے قائم کرنے میں مدد دیتی ہے۔

اس سے پہلے اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے مختلف سمیناروں میں جو اصولی موضوعات زیر بحث آچکے، اور ان پر فیصلہ آچکا ہے، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

۱۔ فقہی اختلاف کی شرعی حیثیت۔

۲۔ ضعیف حدیث کے احکام۔

۳۔ شریعت میں ضرورت وحاجت کی رعایت اور اس کے حدود۔

۴۔ شریعت میں عرف وعادت کا اعتبار اور اس کے اصول وقواعد۔

۵۔ احکام شرعیہ پر جہل (ناواقفیت) کے اثرات۔

انتیسویں فقہی سمینار کیلئے جو موضوعات طے کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک اصولی موضوع ’’سد ذریعہ‘‘ ہے، جس کے بارے میں درج ذیل سوالنامہ پیش خدمت ہے، امید ہے کہ آپ اس سوالنامے کو غور سے پڑھیں گے اور تفصیل وتحقیق سے سوالنامے میں اٹھائے گئے سوالات پر روشنی ڈالیں گے، خاص طور سے اس بات کی وضاحت فرمائیں گے کہ سد ذریعہ کا اصول کن نئے مسائل کے حل میں مفید اور کارگر ثابت ہوسکتا ہے؟

تمہید:

اہل علم وافتاء کے لئے یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ شریعت کے بہت سے منصوص احکام بھی سد ذریعہ پر مبنی ہیں، جو چیزیں شریعت میں اصلاً جائز ہیں، لیکن وہ کسی بڑے مفسدہ اور ضرر کا باعث بنتی ہیں، شریعت ان پر پابندی لگا دیتی ہے، اس کی ایک واضح مثال یہ ہے کہ معبودان باطل کو برا بھلا کہنا اصلاً ممنوع نہیں ہے، لیکن چونکہ انہیں سبّ وشتم کرنے میں اس کا پورا اندیشہ ہے کہ ان کے پرستار ردعمل کی نفسیات کا شکار ہوکر اللہ جل شانہ کو سبّ وشتم کرنے لگیں، اس لئے معبودان باطل کو سبّ وشتم کرنے سے قرآن شریف میں منع کیا گیا ہے۔

"ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم، كذلك زيّنا لكلّ أمة عملَهم ثمّ إلى ربّهم مرجعُهم فينبّئهم بما كانوا يَعمَلُون" (سورۃ الانعام/۱۰۸)۔

سدّ ذریعہ کی ایک دوسری مثال یہ ہوسکتی ہے کہ جب منافقین کی بعض گھناؤنی حرکتوں پر حضرت عمر فاروقؓ نے یہ اجازت چاہی کہ انہیں ہم قتل کردیں، تو رسول اکرم ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے منع کیا کہ اگر ہم انہیں قتل کریں گے تو یہ بات مشہور ہوجائے گی کہ "محمد" اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں، اس سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے منافقین کو قتل کرنے سے منع کیا، حالانکہ ان کے گھناؤنی اور سازشی اعمال انہیں قتل کا مستحق بنا چکے تھے۔

حدیث وسیرت سے سدّ ذریعہ کی ایک تیسری مثال یہ دی جاسکتی ہے کہ اہل قریش نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو مالی تنگی کی وجہ سے خانہ کعبہ کا ایک حصہ اس میں شامل نہیں کیا، جو حطیم کے نام سے معروف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمہاری قوم ابھی نئی نئی اسلام لائی ہے تو میں خانہ کعبہ کو منہدم کرکے دوبارہ اس کی تعمیر حضرت ابراہیمؑ کی بنیاد پر از سر نو کرتا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کرتا، ظاہر ہے کہ بناء ابراہیمی پر کعبہ کی تعمیر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس خیال سے اس کام کو انجام نہیں دیا کہ کہیں قریش کے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوجائے کہ ہمارے باپ دادا کی تعمیر کو منہدم کیا جارہا ہے، اور اس سے خدانخواستہ دل میں کوئی کدورت پیدا ہو جو ان کے ایمان کو متاثر کردے۔

خلاصہ یہ ہے کہ منصوص احکام میں بہت سے احکام کی بنیاد سد ذریعہ ہے، اب غور یہ کرنا ہے کہ غیر منصوص مجتہد فیہ احکام میں فقہاء نے سد ذریعہ کا استعمال کس حد تک کیا ہے، اور مصادر شریعت میں اس کا شمار کیا ہے یا نہیں؟ اصل اور قاعدے کی حیثیت سے اس کو کیا اہمیت دی ہے اور نئے مسائل کے حل میں ہم ان سے کس حد تک مدد

لے سکتے ہیں، اس پس منظر میں درج ذیل سوالات قائم کئے جاتے ہیں:

۱- ذریعہ اور سدّ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت کیا ہے؟

۲- ذریعہ اور سبب میں کیا فرق ہے؟

۳- سدّ ذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسالک اور ان کے دلائل کی نشاندہی فرمائیں؟

۴- اہل اصول اور فقہاء نے ذرائع کے جو مختلف درجات مقرر کئے ہیں ان پر روشنی ڈالیں؟ اور اس سلسلہ میں ان کے مختلف رجحانات کی تشریح کریں؟

۵- اگر ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے یہاں سدّ ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے تو ہر فقہ سے اس کی چند مثالیں بھی پیش کریں؛ تاکہ واضح ہو کہ کس طرح کے مسائل میں اس اصول کا استعمال کیا جائے گا؟ خاص طور سے فقہ حنفی میں سد ذریعہ کے استعمال پر تفصیلی گفتگو کریں۔

۶- بعض اہل اصول نے فتح ذرائع کا موضوع بھی چھیڑا ہے خاص طور سے امام قرافی مالکی نے، اس کے بارے میں بھی اپنی تحقیق اور خلاصۂ بحث لکھیں؟

۷- دور حاضر کے کن مسائل میں سد ذریعہ کا اصول فیصلہ کن یا مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے، ایسے چند نئے مسائل کی نشاندہی کریں جن میں سد ذریعہ کا قاعدہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

۸- بعض معاصر فقہاء کی رائے ہے کہ جس طرح سدّ ذریعہ کو سرے سے نظر انداز کرنا اور شرعی مسائل کے حل میں اس کا استعمال نہ کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح سدّ ذریعہ کے استعمال میں غلو بھی درست نہیں ہے، اور اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوئے ہیں، اس سلسلہ میں اپنی تحقیق اور رائے قلمبند کریں؟

☆☆☆

تلخیص مقالات:

سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول

ڈاکٹر صفدر زبیر ندوی ☆

تمہید:

اسلامی شریعت کا دائرہ پوری دنیا اور پوری انسانیت کو محیط ہے، کسی زمانہ یا کسی ملک وقوم تک محدود نہیں ہے، اس میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے رہنما ہدایات اور واضح احکامات موجود ہیں، جن کو ماننا اور جن پر عمل کرنا قیامت تک کے آنے والے مسلمانوں پر واجب اور ضروری ہے، حالات زمانہ پر نظر رکھنے والے علماء راسخین نے قرآن وحدیث سے مستنبط کرتے ہوئے اصول مرتب کئے، جن کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل حل کئے جاتے ہیں، علماء کے نزدیک ان مستنبط اصولوں کو ''اصول فقہ'' کا نام دیا جاتا ہے، اس کے بعض اصول تو بنیادی اور متفق علیہ ہیں جیسے قرآن، حدیث، اجماع، قیاس-اور بعض ضمنی اور مختلف فیہ ہیں، ان ہی میں سے ایک سد ذریعہ کا اصول ہے، جس سے فقہاء واصولیین نے مسائل کے استنباط میں استفادہ کیا ہے۔

شریعت اسلامی کی یہ خاصیت ہے کہ وہ صرف برائیوں یا حرام وناجائز چیزوں سے ہی نہیں روکتی بلکہ ان کے اسباب وذرائع سے بھی روکتی ہے جو غلط نتائج یا منکرات کی طرف پہنچانے والے ہوں، اور ہر اس جائز کام سے بھی منع کیا جو ممنوع امر کی طرف لے جانے والا ہو۔ مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں اصول سد ذریعہ کا استعمال کثرت سے ملتا ہے، حتی کہ مالکیہ کے یہاں اس کے استعمال میں غلو بھی پایا جاتا ہے، حنفیہ وشوافع نے بھی اپنے یہاں اس اصول کو برتا ہے لیکن بہت کم، یہی وجہ ہے کہ احناف نے سد ذریعہ کے اصول کو باضابطہ اصول کی حیثیت نہیں دی بلکہ استحسان کے ضمن میں اس کا استعمال کیا ہے جبکہ مالکیہ نے اس کو باضابطہ اصول کی حیثیت سے استعمال کیا ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، اور اقوال وآثار صحابہ میں بھی۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کے سمیناروں میں اس سے پہلے بھی اصولی موضوعات زیر بحث آتے رہے ہیں، چونکہ فقہ کے

☆ انچارج شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

یہ اصول مسائل کو حل کرنے میں مدد دیتے ہیں، اور نئے پیش آمدہ مسائل پر ان کی تطبیق فقہ کے دائرہ کو وسیع کرتے ہیں اور صحیح رائے قائم کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں، اسی اہمیت کے پیش نظر اکیڈمی نے اپنے انتیسویں فقہی سمینار کا ایک موضوع ''سد ذریعہ'' بھی رکھا ہے، جس میں اس کے تمام متعلقہ شقوں پر بحث کی جائے گی، اور ان مسائل کو بھی سامنے لایا جائے گا جن میں سد ذریعہ کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس موضوع پر اکیڈمی کو ۳۲ علماء کے مقالات موصول ہوئے جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد معین الدین ندوی قاسمی، مولانا محمد سلیم الدین قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی بہرائچی، مولانا عبدالخالق ندوی، مولانا محمد انیس ندوی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مفتی محمد رمضان علی فرقانی، مفتی امانت علی قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مولانا ریحان مبشر مئوی قاسمی، مولانا روح الامین قاسمی، مولانا عبداللہ خالد لوناواڑہ، مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی، قاضی عبدالجبار طیب ندوی، مولانا یحیٰ معین ثمر قاسمی، مفتی اسرار قاسمی احمد آبادی، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی رجیب احمد کیرلا، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا محمد سالم قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی۔

اب ذیل میں مذکورہ بالا مقالات کی تلخیص پیش کی جاتی ہے:

۱- ذریعہ اور سدّ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

سوال نمبر ۱: ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقیت کیا ھے؟

ذریعہ کی لغوی تعریف:

ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے یا پہنچانے والے وسیلہ یا سبب کو کہتے ہیں، اور اس میں امتداد، حرکت کرنے اور آگے کی طرف بڑھنے کا مفہوم پایا جاتا ہے، اور ذریعہ کی جمع ذرائع آتی ہے۔

''الذریعة: الوسیلة والسبب إلی شئ'' (تاج العروس ۲۱/۱۲)، **''الذال والراء والعین أصل واحد یدل علی امتداد وتحرک إلی قدم''** (معجم مقاییس اللغة ۲/۳۵۰)، **''الذریعة: الوسیلة، وقد تذرع فلان بذریعة أی توسل، والجمع الذرائع''** (لسان العرب ۹۶/۸)۔

سد کی لغوی تعریف:

سدّ کے معنی ہیں: رخنہ بند کرنا، سوراخ یا شگاف بند کرنا، اسی طرح روکنا یا روک لگانا اور دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ اور آڑ پیدا کرنا کے معنی میں آتے ہیں۔

''السدّ:إغلاق الخلل ورِدم الثّلم''(لسان العرب ۳/۲۰۷)،قرآن میں یہ لفظ آیا ہے:''حتی إذا بلغ بين السدّين''(سورۂ کہف:۹۳)،''وجعلنا من بين أيديهم سدّاً ومن خلفهم سدّاً''(سورۂ یس:۹)۔

''السدّ فی اللغة: اغلاق الخلل والذريعة الوسيلة إلى الشئ، وفی الاصطلاح هی الأشياء التی ظاهرها الجواز والاباحة ويتوصل بها إلى فعل محظور''(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۵/۲۷۶)۔

تمام مقالہ نگاروں نے الموسوعۃ الفقہیہ، اعلام الموقعین، القاموس الفقہی، القاموس الوحید، القاموس المحیط، الموافقات، مختار الصحاح، الوجیز فی اصول الفقہ، الصحاح للفارابی، المنجد، کتاب العین، الزاہر فی معانی کلمات الناس، البحر المحیط فی اصول الفقہ وغیرہ کے حوالے سے تقریباً اسی طرح کے معانی ذکر کئے ہیں۔

ذریعہ کی تعریف میں دیگر عبارتیں:

۱-''الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح، فإن الذريعة هی الوسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة، فوسيلة الواجب واجبة كالسعي للجمعة والحج''(الفروق ۲/۱۳۳)(مقالہ مولانا عبدالخالق ندوی مدنی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا روح الامین قاسمی وغیرہ)۔

۲-''الفائدة الرابعة:سدّ الذرائع، الذريعة هی المسئلة التی ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل محظور''(ارشاد الفحول للشوکانی/۲۱۷)(مقالہ مولانا خورشید احمد اعظمی، مولانا ریحان مبشر قاسمی بحوالہ موسوعہ فقہیہ ۲۴/۲۷۶، قاضی عبدالجبار ندوی)۔

۳-''الذريعة فی اللغة هی الوسيلة التی يتوصل بها إلى الشئ''(الوجیز فی اصول الفقہ للزحیلی ص۱۰۸)(مقالہ مولانا معین الدین ندوی قاسمی)۔

۴-''الذريعة هی الوسيلة والطريق إلى الشئ سواء أكان هذا الشئ مفسدة أو مصلحة، قولا أو فعلا، ولكن غلب اطلاق اسم ''الذرائع'' على الوسائل المفضية إلى المفاسد، فإذا قيل: هذا من باب سدّ الذرائع، فمعنى ذلک أنه من باب منع الوسائل المؤدية إلى المفاسد''(الوجیز فی اصول الفقہ للزیدان/۲۴۵)(مقالہ مولانا معین الدین ندوی قاسمی)۔

۵-''الذريعة: ما قد يوصل إلى الغاية ولكنه ليس قطعيا ولا ظنيا''(شرح الاصول من علم الاصول لابن عثیمین)(مقالہ مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی)۔

ذریعہ کی شرعی اصطلاحی تعریف:

ابن العربی لکھتے ہیں کہ ہر وہ عمل جو ظاہری طور پر جائز ہو اس کا ممنوع عمل کے لئے وسیلہ بننا ذریعہ کہلاتا ہے،''کل

عمل ظاهر الجواز يتوسل به إلى محظور"(احکام القرآن ۲/۱۸۵)؛ جبکہ شاطبی کی رائے ہے کہ جو شئ مصلحت ہے اس کا مفسدہ کے لئے وسیلہ ہونا ذریعہ ہے،"**التوسل بما هو مصلحة إلى ما هو مفسدة**"(الموافقات ۴/۱۱۴)، اسی طرح امام ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ فقہاء کے عرف میں ذریعہ اس شئ کا نام ہے جو فعل حرام تک پہنچا دینے والا ہو،"**الذريعة ما كان وسيلة وطريقا إلى شئ لكن صارت في عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلى فعل محرم**"، اور آگے کہتے ہیں:"**الذريعة: الفعل الذى ظاهره أنه مباح، وهو وسيلة إلى فعل المحرم**"(الفتاوی الکبری ۳/۲۲۳)، علامہ قرطبی لکھتے ہیں:"**واما المعنى الخاص للذريعة فى الاصطلاح الشرعى فقد أصبح فى عرف الفقهاء عبارة عما أفضى إلى محظور من الأفعال الجائزة–الذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه، يخاف من ارتكابه الوقوع فى ممنوع**"(الجامع لأحکام القرآن ۲/۵۷)۔

ابن العربی کا کہنا ہے:

-"**وقاعدة الذريعة التي يجب سدّها شرعا هو ما يؤدى من الأفعال المباحة إلى محظور منصوص عليه لا مطلق محظور**" (الفروق للقرافی ۳/۴۴)(مقالہ مفتی امانت علی قاسمی)۔

-"**ان الفعل المباح إذا كان ذريعة إلى محرم فالشارع يحرم هذه الذريعة وإن لم يقصد بها المحرم لكونها فى الغالب مفضية إليه**"(اعمال قاعدۃ الذرائع/۱۰)(مقالہ مفتی امانت علی قاسمی)۔

سدذریعہ کی لغوی تعریف:

لغت کی رو سے واسطہ ختم کر دینے کو سدذریعہ کہتے ہیں (مولانا شاہجہاں ندوی)، یہ دو عربی کلمات سدّ اور ذریعہ کا مرکب اضافی ہے جس کے معنی ہیں: ذریعہ کو بند کرنا، سبب کو کاٹنا، واسطہ کو روکنا (مولانا خورشید احمد اعظمی)، جبکہ مولانا معین الدین ندوی قاسمی نے یہ تعریف کی ہے کہ فساد کو دفع کرنے کے لئے اس کے وسائل کی بنیاد کو ختم کرنا جبکہ مفسدہ سے محفوظ عمل مفسدہ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے (القاموس الفقہی ۲۴/۲۷۶)۔

مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب علامہ قرافی کی کتاب "تنقیح الاصول" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ تلاش بسیار کے بعد یہ ملتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے دلائل ۱۹ ہیں: کتاب، سنت، اجماع، اجماع اہل المدینہ، قول الصحابی، المصلحۃ المرسلہ، القیاس، الاستصحاب، البراءۃ الاصلیہ، العوائد، استقراء، سدالذرائع، الاستدلال، الاستحسان، اخذ بالأخف، العصمۃ، اجماع اہل الکوفہ، اجماع العترۃ، اجماع خلفاء اربعہ (تنقیح الاصول ۱/۱۹۸)۔

اور کچھ حضرات فقہاء اس کو قواعد فقہیہ میں شمار کرتے ہیں اور کچھ حضرات اس کو کبھی مبدأ کہتے ہیں اور کبھی اصل قرار دیتے ہیں اور کبھی قاعدہ کہتے ہیں، چنانچہ علامہ شاطبی نے اس کو مصادر فقہ میں شمار کیا ہے۔

سدذریعہ کی اصلاحی تعریف:

فقہاء اصولیین کے یہاں سدذریعہ کی تعریف یکساں ہے بس الفاظ اور تعبیر میں فرق ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ شئ یا فعل بذات خود تو مباح ہو لیکن ناجائز کام کا سبب بنے یا ممنوع کام کی طرف لے جائے۔

علامہ الباجی کے الفاظ ہیں: ''**المسألة التی ظاهرها الإباحة ویتوصل بها إلی فعل المحظور**'' (الاشارۃ فی اصول الفقہ ۱/۸۰)۔

علامہ ابن رشد کہتے ہیں: ''**هی الأشیاء التی ظاهرها الاباحة ویتوصل بها إلی فعل المحظور**'' (المقدمات الممہدات ۲/۳۹)۔

علامہ ابن العربی لکھتے ہیں: ''**هی کل عمل ظاهره الجواز یتوصل به إلی محظور**'' (احکام القرآن ۲/۳۳۱)، اسی طرح وہ کہتے ہیں: ''**الذریعة التی یجب سدها هو ما یؤدی من الأفعال المباحة إلی محظور منصوص علیه لا مطلق محظور**'' (تہذیب الفروق علی حاشیۃ الفروق ۲/۳۲)۔

علامہ شاطبی اس طرح تعریف کرتے ہیں: ''**هی التوسل بما هو مصلحة إلی مفسدة**'' (الموافقات ۶/۴۴۱)۔

القرافی لکھتے ہیں: ''**سدّ الذرائع ومعناه حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها**'' (الفروق ۲/۳۲) (ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا شاہجہاں ندوی، مولانا محمد سلیم الدین قاسمی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مفتی رجیب کیرالا، مفتی اسرار قاسمی، مولانا محمد سالم قاسمی)۔

اسی طرح کی تعریف مروان محمد رشدی بھی کرتے ہیں: ''**سدّ ذرائع فهی تعبیر للحکم علی الوسائل الجائزة المفضیة إلی محظور بالمنع من توسلها ومعناها حسم مادة الفساد بقطع وسائله**'' (قاعدۃ سدالذرائع ۱۶۵) (ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔

اور ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے اس کی تعریف یہ بیان کی ہے: ''**وسد الذرائع معناه عند الاصولیین: هو منع کل ما یتوصل بها إلی الشئ الممنوع المشتمل علی مفسدة أو مضرة**'' (الوجیز فی اصول الفقہ للزحیلی ۱۰۸) (مقالہ مولانا معین الدین ندوی قاسمی، مولانا محمد سلیم الدین قاسمی، مولانا رمضان علی فرقانی، مفتی امانت علی قاسمی)۔

اس کی وضاحت کرتے ہوئے آگے لکھتے ہیں: ''**فتکون وسیلة الحرام محرمة کما أن وسیلة الواجب واجبة فالفاحشة حرام والنظر إلی عورة الاجنبیة حرام لادائها إلی الفاحشة، کما أن الحج فرض والسعی إلی البیت الحرام وأماکن المناسک فرض لأجله، لأن الشارع إذا کلف العباد أمراً فکل ما**

يتعين وسيلة مطلوب بطلبه وإذا أنهى الناس عن أمر فكل ما يؤدى إلى الوقوع فيه حرام ايضا‘‘(الوجیز فی أصول الفقه للزحیلی ر ص ۱۰۸) (مقالہ مولانا محمد سلیم الدین قاسمی، مولانا محمد معین الدین ندوی قاسمی)۔

مفتی امانت علی قاسمی لکھتے ہیں کہ: ان تمام تعریفات کا حاصل ایک ہے، تعبیرات میں فرق ضرور ہے لیکن مقصد میں اتحاد ہے کہ ذریعہ ایک مباح فعل ہے لیکن وہ مباح فعل ایک حرام شئ کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہے، اس لئے شریعت حرام سے روکنے کے لئے اس ذریعہ سے بھی روک دیتی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: سد ذریعہ یہ ہے کہ مصلحت کو مفسدہ کا سبب بنالیا جائے......یعنی مفسدہ کا ذریعہ بننے والی ظاہری مصلحت کو روک دینے کا نام سد ذریعہ ہے (قاموس الفقه ۱۴۱/۴) (مقالہ قاضی عبدالجبار ندوی، مفتی اسرار قاسمی وغیرہ)۔

فعل محظور سے مراد:

صاحب تہذیب الفروق نے امام ابن العربی کا قول نقل کیا ہے: ’’**قاعدة الذريعة التى يجب سدّها شرعا هو ما يؤدى من الأفعال المباحة إلى محظور منصوص عليه لا مطلق محظور**‘‘ یعنی قاعدہ ذریعہ جس کا روکنا شرعا واجب ہے، افعال مباحہ میں سے وہ فعل ہے جو کسی ایسے عمل ممنوع تک لے جائے (وسیلہ بنے) جس کی ممانعت پر نص وارد ہو، اس کی حرمت منصوص ہو، مطلق ممنوع مراد نہیں ہے (تہذیب الفروق ۴۴/۲) (مقالہ مولانا خورشید احمد اعظمی، نیز دیکھئے: مقالہ مولانا عبیداللہ ندوی، مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی)۔

مولانا خورشید احمد اعظمی کے بقول ان تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سد ذریعہ سے مراد اس جائز اور مباح امر سے روکنا ہے جو کسی ممنوع ومحظور فعل کے جواز کا سبب بنے، اور یہیں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہاں ذریعہ سے اس کا ایک خاص معنی مراد ہے، مطلق ذریعہ مراد نہیں ہے۔

دیگر تعریفات:

-مولانا محمد شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں کہ بظاہر فساد سے خالی امور کسی مفسدہ کا باعث بنتے ہوں ان کو ممنوع قرار دینے کا نام سد ذریعہ ہے۔

-مولانا محمد سلیم الدین قاسمی کے بقول جو بھی جائز شئ کسی فعل حرام یا مکروہ کا جب وسیلہ بن جائے تو اس جائز شئ کو بھی ناجائز کردینا سد الذریعہ کہلاتا ہے۔

-مولانا روح الامین داؤد مظاہری کے مطابق سد ذریعہ کسی ایسی چیز کو روک دینا ہے جو کسی امر کے حصول کا سبب

اور وسیلہ بن رہی ہو، خواہ وہ امر ثانی محمود ہو یا مذموم، صالح ہو یا مفسد، مضر ہو یا مفید، اس کے مقابلے میں ''فتح ذریعہ'' ہے۔

-مولانا عبدالخالق ندوی مدنی کا کہنا ہے کہ سد ذریعہ کا معنی فساد کو دفع کرنے کے لئے اسکے وسائل کی بنیاد کو ختم کرنا ہے، جبکہ مفسدہ سے محفوظ عمل مفسدہ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے (الفروق ۲/ ۳۲)، اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ ان جائز افعال کو منع کر دینا ہے جو شریعت کی منع کی ہوئی باتوں کا ذریعہ بن سکتے ہیں (آسان اصول فقہ/ ۱۵۳)۔

-مولانا ریحان مبشر قاسمی کے بقول کوئی جائز فعل جب کسی برائی کے لئے وسیلہ بن رہا ہو تو دفع فساد کے لئے ان وسائل پر روک تھام لگانا سد ذریعہ ہے، اور تقریبا یہی رائے مفتی تنظیم عالم قاسمی کی ہے۔

-مفتی محمد عثمان گورینی اور مولانا ابوالمکارم معروفی نے سد ذریعہ کی اہمیت اور خصوصیت اور ضرورت وحکمت اور اس کے معنی لغوی واصطلاحی پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور خلاصہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معنی لغوی کے اعتبار سے صلاح وفساد سے قطع نظر اسباب کی اجازت دینے کا نام فتح ذریعہ اور ممانعت کا نام سد ذریعہ ہے، اور معنی اصطلاحی عام کے اعتبار سے خیر کے اسباب کا نام فتح ذریعہ اور شر کے اسباب کا نام سد ذریعہ ہے، اور معنی اصطلاحی خاص کے اعتبار سے جائز ذرائع کو ناجائز کا سبب ہونے کی وجہ سے روک دینے کا نام سد ذریعہ ہے، اور اس کی بعض صورتوں میں مفضی الی الفساد ہونے کے باوجود نہ روکنے کا نام فتح ذریعہ ہے۔

مولانا روح الامین داؤد مظاہری کہتے ہیں: ذریعہ کے یہ معنی عام ہیں، اور اس معنی کے لحاظ سے شرعا ذریعہ ممنوع بھی ہوسکتا ہے اور مطلوب بھی؛ کیونکہ وہ مقصد وغایت کے حکم میں ہوتا ہے، لہذا نتیجہ فساد ہو تو ذریعہ ممنوع ہوگا، اور وہاں ''سد ذریعہ'' کا اصول جاری ہوگا، اور جب نتیجہ صلاح ہو تو ذریعہ بھی مطلوب ہوگا، اور وہاں ''فتح ذریعہ'' کا اصول جاری ہوگا۔

۱-علامہ شہاب الدین قرافی فرماتے ہیں: **"إعلم أن الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها، وتكره وتندب وتباح، فإن الذريعة هي الوسيلة، فكما وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة، كالسعي للجمعة والحج الخ"** (انوار البروق فی انواء الفروق ۲/ ۳۳)۔

۲-**"مايتوصل به إلى الشئ الممنوع المشتمل على مفسدة"** (الموافقات للشاطبی ۳/ ۱۹۸)۔

یہ معنی خاص ہے، اس معنی کے لحاظ سے حرام کے وسیلے کو ذریعہ کہا جائے گا، یعنی جو چیز بالذات ممنوع نہ ہو، لیکن کسی حرام تک پہنچے کا وسیلہ بنے، اسے ذریعہ کہا جائے گا۔

اس معنی خاص کے لحاظ سے وہ تمام مباح امور جو کسی مفسدہ یا محظور کو متضمن ہوں وہ شرعا ممنوع ہوں گے، جیسے بیع عینہ، شراب بنانے والے کو انگور فروخت کرنا، قلیل خمر کا استعمال کرنا خواہ وہ مسکر نہ ہو۔

سدذریعہ کا یہی مطلب ہے کہ دفع فساد کے لئے وسائل فساد پر بندش کی جائے، لہذا ایک فعل فساد سے سالم ہو، لیکن مفضی الی الفساد ہوتو اس اصول کے مطابق وہ ممنوع ہوگا۔

ابن رشد نے بھی یہی تعریف کی ہے:"**إن الذرائع هي الأشياء التي ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل المحظور**"(کتاب بیوع الآجال ۲/۳۹)۔

یہ واضح رہے کہ تہذیب الفروق میں ابن العربی سے نقل کیا گیا ہے کہ سدذریعہ اس وقت شرعا واجب ہے جبکہ وہ منصوص محظور تک پہنچنے کا وسیلہ بن رہا ہو، جبکہ عام اصولیین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، منصوص محظور ضروری نہیں، بلکہ مطلق محظور کا ذریعہ ہونا کافی ہے(تہذیب الفروق والقواعد السنیۃ فی الأسرار الفقہیۃ ۲/۴۴)۔

سدالذرائع کے نظائر کتاب وسنت اوراجماع میں:

☆ مولانا معین الدین ندوی قاسمی نے سدالذرائع کے چند نظائر پیش کئے ہیں جنہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

قرآن سے چند نظائر:

فرمان باری تعالی ہے:"**ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم**" (الانعام: ۱۰۸)۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جائے ایک امر حرام یعنی گستاخی بہ جناب باری تعالی کا تو وہ بھی منہی عنہ اور قبیح ہوجائے گا، اس سے بے تکلف یہ ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جائے تو وہ حرام ہوجاتا ہے(تفسیر ماجدی: ص/۳۴۶)۔

﴿۲﴾"**یاایھاالذین آمنوا لاتقولوا راعناوقولوا انظرنا**"(البقرۃ:۱۰۴)۔

راعنا کہنا بھی درست ہے لیکن یہودیوں نے اس لفظ سے ایک شرارت ایجاد کی، اس لئے اللہ تعالی نے اصحاب پیغمبر کو بھی اس کلمہ کے بجائے **انظرنا** کہنے کا حکم دیا، ایسے احکام کو اصول فقہ کی اصطلاح میں سدذرائع سے تعبیر کیا جاتا ہے جو سبھی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے(معارف القرآن ۱/۲۸۱)۔

﴿۳﴾"**ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين**" (البقرۃ:۳۵)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: کہ "**ولاتقربا هذه الشجرة**" اس میں اصل ہے، مشائخ محققین بعض مباحات سے اس لئے روک دیتے ہیں کہ غیر مباح کی طرف منجر نہ ہوجاوے؛ چنانچہ قریب شجرہ فی نفسہ ممنوع نہ تھا صرف اکل ممنوع تھا(بیان القرآن:۱/۲۹)۔

﴿۴﴾"فلما فصل طالوت بالجنود قال ان الله مبتليكم بنهر،فمن شرب منه فليس منى ومن لم يطعمه فانه منى "(البقرۃ/۲۴۹)۔

صاحب تفسیر قرطبی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: ہمارے علماء نے اس سے سدالذرائع کے قول پر استدلال کیا ہے؛ کیونکہ ذوق (چکھنا) وہ کم سے کم شے ہے جو لفظ طعم میں داخل ہے اور جب طعم سے نہی واقع ہے تو شرب کے وقوع کا اس سے کوئی امکان نہیں ہے جو طعم سے اجتناب کرے گا (تفسیر قرطبی، اردو ۲/۳۱۱)۔

احادیث میں سدالذرائع کے نظائر:

(۱) ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنگ کے میدان میں کسی چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں، حالانکہ چور کی سزا قطع ید ہی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:"**السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاء بما كسبا نكالا من الله** "(المائدۃ:۳۸)۔

لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے میدان جنگ میں چور کے قطع ید سے منع فرمایا، اس لئے کہ یہ امکان ہوسکتا تھا کہ وہ کافروں سے مل جائے، اور مسلمانوں کی مخبری کر کے انہیں غیر معمولی نقصان پہنچائے اور کافروں کی تقویت کا ذریعہ بن جائے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے وہاں حدود کے نافذ کرنے سے منع فرمایا، ترمذی شریف کی روایت ہے:

"**عن بسر بن أرطاة قال :سمعت النبى صلى الله عليه وسلم لاتقطع الأيدى فى الغزو** "(سنن الترمذی:۱۴۳۴)۔

(۲) سدذریعہ کے طور پر متشابہات سے بچنے کا بھی حکم حدیث نبوی میں دیا گیا ہے، حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"**الحلال بيّن والحرام بيّن، وبينهما مشتبهات، لايعلمها كثير من الناس، فمن اتقى المشتبهات استبرأ لدينه و عرضه** " (صحیح البخاری:۵۲)۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے جنگ کے موقع پر کافروں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے سے منع فرمایا (البیھقی:۵/۳۲۷)۔

حالانکہ ہتھیاروں کو فروخت کرنا ایک مباح عمل ہے، فی نفسہ اس کو فروخت کرنا جائز و درست ہے لیکن جنگ کے موقع پر کافروں کے ہاتھ فروخت کرنے سے یہ احتمال ہے کہ وہ ان اسلحوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا، جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا، اور یہی سد ذریعہ ہے۔

(۴) کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کرنا حرام ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ خلوت کی یہ ملاقات کسی حرام فعل

کے مرتکب ہونے تک پہنچادے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"لایخلون رجل بامرأة ولاتسافرن امرأة إلا ومعها محرم " (الجامع للبخاری:۳۰۰۶)۔

(۵) ایک حدیث میں ہے کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت سے خلوت میں ملاقات نہ کرے؛ کیونکہ ان دونوں کے علاوہ تیسرا شیطان بھی وہاں ہوتا ہے (کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطانی وسوسے سے کوئی نازیبا فعل کرگزریں)۔

"ألا لا یخلون رجل بامرأة إلا کان ثالثها الشیطان " (سنن الترمذی:۱۱۷۱)۔

اجماع میں سد ذرائع:

اجماع میں بھی سد ذرائع کے نظائر پائے جاتے ہیں، مثلاً قرآن کریم کا نزول سات قراءت پر ہوا تھا، لیکن جب سیدنا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ناواقفیت کی بنا پر بعض عجمی حضرات کے مابین اس تعلق سے اختلاف ہونے لگا تو لغت قریش کے مطابق قرآن کریم کے جمع وترتیب پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہوا؛ تاکہ آگے چل کر قرآن کریم اختلاف کا ذریعہ نہ بن جائے، یہ اجماع بھی محض سد ذریعہ کے طور پر تھا (فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ: ص/۳۰۵)، مفتی محمد عثمان گورینی وغیرہ نے بھی قرآن وحدیث اور اجماع سے سد ذرائع کی مثالیں پیش کی ہیں۔

۲-ذریعہ اور سبب کے درمیان فرق:

سوال نمبر۲:ذریعه اور سبب میں کیا فرق هے؟

بعض مقالہ نگاروں نے سب سے پہلے ذریعہ اور سبب کی تعریف بیان کی ہے، پھر دونوں کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے، چند تعریفات مندرجہ ذیل ہیں:

''ذریعہ'' لغت میں وسیلہ کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں کہتے ہیں کہ کسی مصلحت کو مفسدہ کا سبب بنالیا جائے، "حقیقة الذرائع: التوسل بما هو مصلحة إلی ما هو مفسدة"(الموافقات ۵/۴۴۱)، سبب لغت میں ذریعہ کو کہتے ہیں اور جو کسی مقصود کا وسیلہ بنے، "السبب فی اللغة: اسم لما یتوصل به إلی المقصود"(کتاب التعریفات/۱۳)۔

اور اصطلاح میں سبب یہ ہے کہ جو کسی حکم تک پہنچنے کا ایسا راستہ ہو جو اس میں مؤثر نہ ہو۔

"السبب فی الشریعة: عبارة عما یکون طریقا للوصول إلی الحکم غیر مؤثر فیه"(التعریفات/۱۳)۔

اسی طرح اصطلاح میں سبب کہا جاتا ہے: "ما یتوصل به إلی غیره"، یعنی جو دوسری چیز کی طرف پہنچنے کا واسطہ بنتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: "جعلت فلانا سببا إلی فلان أی وصلة وذریعة"۔

"الذريعة هو أصل يدل على الامتداد والتحرک إلى أمام وكل ما تفرع عن هذا الأصل يرجع إليه"(سدالذرائع للبرہانی ۵۲)۔

"أصل السبب فى اللغة يدل على الطول والامتداد وهوقريب جدا من التحرک والامتداد ولعل الفرق الأول وصف قائم بالشئ والثانى فعل الامتداد والتحرک"(المصدرالسابق ۵۳)۔

"السبب هو الوصف الظاهر المنضبط الذى دل عليه الدليل السمعى على كونه معرفا لحكم شرعى"(دررالحکام شرح مجلۃ الاحکام ۱/۸۶)۔

قرآن کریم میں "سبب" کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے،مثلاً راستہ کے معنی میں:"وآتيناه من كل شئ سببا فأتبع سببا"(کہف:۸۴-۸۵)، دروازہ کے معنی میں:"لعلّى أبلغ الأسباب أسباب السماوات"(غافر ۳۶-۳۷)، رسّی کے معنی میں:"فَلْيمدُدْ بسبب إلى السماء"(حج:۱۵)،یعنی کسی شئ تک پہنچنے کا راستہ سبب کہلاتا ہے۔

چند دیگر تعریفات:

علامہ فیومی تحریر فرماتے ہیں:"السبب: الحبل، وهو ما يتوصل به إلى الاستعلاء، ثم استعير لكل شئ يتوصل به إلى أمر من الأمور، فقيل: هذا سبب وهذا مسبب عن هذا"(المصباح المنیر ۱۳۸)(مقالہ مولانا شاہجہاں ندوی)۔

علامہ سرخسی نے سبب کی تعریف اس طرح کی ہے:"ما يكون طريق الوصول إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصول به ولكنه طريق الوصول إليه"(اصول سرخسی ۲/۳۰۱)(مقالہ مولانا محمد سعدنور قاسمی،مولانا محمد سلیم الدین قاسمی،مولانا ریحان مبشر قاسمی،مولانا روح الامین قاسمی،مفتی اسرار قاسمی)۔

موسوعہ فقہیہ میں ہے:"فالسبب مايكون طريقا إلى الحكم من غير تاثير أى من غير أن يضاف إليه وجوب ولا وجود ولا يعقل فيه معانى العلل لكن يتخلل بينه وبين الحكم علة" (موسوعہ فقہیہ کویتیہ ۲۴/۱۴۵)(مقالہ مولانا محمد سعدنور قاسمی،مفتی اخلاق حسین قاسمی،مولانا ابوبکر قاسمی،مولانا محمد سالم قاسمی)۔

"أما الفرق بينهما فى الاصطلاح هو أن الذريعة يراد بها التوصل إلى محظور والسبب هو ما يترتب عليه الشئ كان مقصودا أو غيرمقصود"(مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۴۳۶)(مقالہ مفتی تنظیم عالم قاسمی،مولانا محمد سالم قاسمی)۔

-"ذريعه:وهى الوسيلة والطريق إلى الشئ، سواء أكان هذا الشئ مفسدة أو مصلحة ، قولا

أو فعلا، ولكن غلب اطلاق اسم الذرائع على الوسائل المفضية إلى المفاسد"(معجم اصول الفقہ/ص۱۴۶) (مقالہ مولانا معین الدین قاسمی)۔

-"**السبب لغة: ما يتوصل به إلى غيره، أو هو الطريق إلى الشئ، والسبب اصطلاحا: ما جعله الشافع معرفا لحكم شرعى بحيث يوجد هذا الحكم عند وجوده ، وينعدم عند عدمه**"(معجم اصول الفقہ/ص۱۴۲)(مولانا معین الدین ندوی قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد زبیر ندوی، بحوالہ الوجیز فی اصول الفقہ/۴۹)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: سبب: راستہ وطریق، دروازہ اور رسی کے معنی میں آتا ہے، سبب کا ماحصل یہ ہے کہ کسی شئ تک پہنچنے کا راستہ ''سبب'' ہے، علامہ سرخسی نے سبب کی اصطلاحی تعریف اس طرح بیان کی ہے: "**ما يكون طريق الوصل إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصل به ولكنه طريق الوصول إليه**"(جو کسی حکم مطلوب تک پہنچنے کا راستہ ہو وہ سبب ہے، یعنی جس کے ذریعہ مطلوب تک نہ پہنچا جاتا ہو، لیکن وہ مطلوب تک پہنچنے کا طریق ہو(قاموس الفقہ ۴/۱۱۸)(مقالہ مولانا معین الدین ندوی قاسمی)۔

-"**السبب فى اللغة اسم لما يتوصل به إلى المقصود، وفى الشريعة عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم غيرمؤثر فيه، والسبب التام هو الذى يوجد المسبب بوجوده فقط، والسبب الغير التام هو الذى يتوقف وجود المسبب عليه لكن لا يوجد المسبب بوجوده فقط**" (قواعد الفقہ/۳۱۸) (مقالہ مفتی امانت علی قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد سالم قاسمی)۔

سبب اور ذریعہ کے درمیان فرق:

مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے ذیل میں سبب اور ذریعہ کی تعریف کرتے ہوئے دونوں کے درمیان فرق کو مثالوں سے واضح کیا ہے:

''سبب'، وہ چیز ہے جو دوسری شئ تک پہنچائے مگر اس میں مؤثر نہ ہو، جیسے زوال شمس ظہر کی نماز کے وجوب کا سبب ہے، علامہ بدوی علی بن محمد حنفی رقم طراز ہیں: "**وهو في الشريعة عبارة عما هو طريق إلى الشئ، من سلكه وصل إليه**"(أصول البزدوی/ص۳۰۹)۔

جیسے دہلی کے راستے سے آدمی دہلی چل کر پہنچے گا نہ کہ خود راستہ کی وجہ سے، لہذا راستہ مؤثر نہیں، بلکہ چلنا مؤثر ہے۔

اورعلامہ تفتازانی سعد الدین مسعود بن شافعیؒ رقم طراز ہیں:''اصطلاحا: مایکون طریقا إلی الحکم من غیر تأثیر''(شرح التلویح علی التوضیح ۲/۲۸۵)، یعنی حکم کے ثبوت میں سبب کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے، بلکہ ثبوت حکم علت سے ہوتا ہے، اسی طرح حکم کا وجود بھی علت اور شرط کے پائے جانے کے وقت ہوتا ہے، گویا سبب حقیقی کی واسطہ اور بلا واسطہ حکم میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی ہے، البتہ اگر سبب ایک گونہ علت کا بھی درجہ رکھتا ہو، تو وہ ایسی صورت میں واسطہ کے ذریعہ حکم میں مؤثر ہوتا ہے۔

اور''ذریعہ'' کی اصطلاحی اور لغوی تعریف سے جیسا کہ گذر چکی، اندازہ ہوتا ہے کہ ذریعہ اور سبب میں لطیف فرق ہے:

۱- یہ کہ ذریعہ ایسا عمل ہوتا ہے جو کوئی نتیجہ پیدا کرتا ہے، جبکہ سبب محض واسطہ ہوتا ہے، وہ بذات خود کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتا ہے۔

۲-مسبب کا وجود سبب کے وجود پر موقوف ہوتا ہے، جبکہ ذریعہ کا نتیجہ خود ذریعہ پر موقوف نہیں ہوتا ہے بلکہ دوسرے ذریعہ کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔

خیال رہے کہ ذریعہ کسی چیز کی راہ ہوتا ہے، جبکہ وسیلہ مضرت یا مفسدہ کا قطعی طور پر باعث بنتا ہے۔ یہ فرق صرف شافعیہ کے یہاں ہے جو''سد وسائل'' کے قائل ہیں نہ کہ''سد ذرائع'' کے؛ کیونکہ ذرائع وسیلہ کی طرح قطعی طور سے فساد کا باعث نہیں بنتے ہیں، جبکہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک وسیلہ اور ذریعہ میں کوئی فرق نہیں ہے (دیکھئے: المجموع للنووی ۱۰/۱۵۹)، اسی طرح طریقہ اور ذریعہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

☆ قاری ظفر الاسلام صدیقی صاحب لکھتے ہیں کہ: سبب کا کام صرف حکم تک پہنچا دینا ہے وہ حکم میں مؤثر نہیں ہوتا، اگر سبب ہوگا تو وہ حکم وجود میں آئے گا اور اگر سبب معدوم ہوگا تو حکم بھی معدوم ہوگا، اور ذریعہ میں وسیلہ تو امر جائز ومباح ہوگا اور ما یتوسل الیہ امر محظور وممنوع ہوگا، وسیلہ اور متوسل الیہ میں تلازم نہیں ہے، ہاں کبھی ہوسکتا ہے کہ بیع عنب اتخاذ خمر کا باعث اور سبب بن جائے، یعنی محرم کا وسیلہ بھی محرمہ ہوگا، مگر علامہ قرافی لکھتے ہیں:''قد تکون وسیلة المحرم غیر محرمة إذا أفضت إلی مصلحة راجحة کالتوسل إلی فداء الأساری بدفع المال إلی العدو الذی هو محرم علیهم الانتفاع به وکذلک دفع مال لرجل یأکله مجانا حتی لا یزنی بامرأة اذا عجز عن دفعه عنها إلا بذلک''(الفروق ۲/۳۳)۔

☆ مولانا خورشید احمد اعظمی لساب العرب، کتاب التعریفات، نور الانوار، اور التعریفات الفقهیه کے حوالے سے سبب کی لغوی وشرعی تعریف بیان کرنے کے بعد ذریعہ اور سبب کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذریعہ اور سبب کی لغوی اور شرعی حقیقت کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لغت میں سبب، ذریعہ اور وسیلہ ہم

معنی ومرادف استعمال ہوتے ہیں، جس کے توسط سے مقصد تک پہونچا جائے ،مگر شرعی اصطلاح میں دونوں کی حقیقت میں فرق ہے،اس لئے کہ سبب کی تعریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسبب کا وجود سبب پر موقوف ہوتا ہے،سبب تام ہونے کی صورت میں سبب کا وجود مسبب کے وجود کو مستلزم ہوتا ہے اور غیر تام ہونے کی صورت میں مستلزم نہیں ہوتا مگر مسبب کا وجود سبب کے وجود پر موقوف ہوتا ہے،اورذریعہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ذریعہ کا مباح ہونا مفسدہ کی اباحت یا اس کے وجود کو مستلزم نہیں ہے،مثلاً شراب (خمر) تیار کرنے والے کے ہاتھ شیرۂ انگور کی بیع شراب بنانے کا ذریعہ تو ہوسکتی ہے مگر اس کا سبب نہیں ہے؛ کیونکہ یہ لازم اور یقینی نہیں ہے کہ خریدار اس سے شراب ہی تیار کرے گا،مگر ظن غالب ہے،لہذا جو سد ذریعہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک ممنوع ہوگی اور جو سد ذریعہ کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک یہ بیع ممنوع نہیں ہوگی۔

☆ مولانا عبید اللہ ندوی نے مختلف حوالوں سے عدد و وصف کے اعتبار سے ذرائع کی اقسام اور اس کی صورتیں بیان کی ہیں جنہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

امام قرافی کی تقسیم:

امام قرافیؒ نے ''ذرائع'' کی اصلاً تین اقسام بیان کی ہیں، پھر اس کی ایک قسم کی دوصورتیں بیان کی ہیں،اس اعتبار سے چار اقسام ہوئیں:

۱-جس پر روک اور بندش لگانے پر امت کا اجماع ہے، جیسے مسلمانوں کے راستہ میں کنواں کھودنا؛ کیونکہ وہ ان کی ہلاکت کا ذریعہ بنے گا، اسی طرح کھانے میں زہر ملانا، نیز ایسے شخص کے سامنے کفار کے معبودوں کو برا بھلا کہنا،جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اللہ کو برا بھلا کہے گا۔

۲-جس پر بندش نہ لگانے میں امت کا اجماع ہے؛ کیونکہ وہ ایسا ذریعہ ہے جس پر بندش نہیں لگائی جاسکتی ہے،اور نہ اس کو ختم کیا جاسکتا ہے، جیسے انگور کی زراعت سے منع نہیں کیا جائے گا، اس اندیشہ سے کہ اس سے شراب بنائی جاتی ہے؛ کیونکہ علماء میں سے کسی نے اس سے منع نہیں کیا ہے، نیز زنا کے خوف سے گھروں اور محلوں میں مجاورت (پڑوس میں رہنے) سے منع نہیں کیا جائے گا۔

۳-جس کے بارے میں اختلاف ہے کہ بندش لگائی جائے گی یا نہیں؟ جیسے مالکیہ کے نزدیک بیوع آجال (جس کو حنابلہ اور شوافع کے نزدیک ''بیع عینہ'' کہا جاتا ہے) مالکیہ کے نزدیک حرام اور شوافع کے نزدیک جائز ہے، نیز عورتوں کی طرف دیکھنا حرام ہوگا یا نہیں؟ اس اندیشہ سے کہ وہ زنا کا ذریعہ ہے، نیز قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا وغیرہ (الفروق ۲/ ۳۲)۔

امام شاطبیؒ کی تقسیم:

شاطبیؒ نے مآل اوراس پر مرتب ہونے والی مصلحت اور مفسدہ کے اعتبار سے ذرائع کی چار اقسام کی ہیں:

۱-ایک قسم وہ جس کا ذریعہ مفسدہ بننا قطعی ہو، جیسے گھر کے دروازے کے پیچھے کنواں کھودنا، جس میں داخل ہونے والے کا گرنا یقینی ہے، لہذا یہ ممنوع اور ناجائز ہوگا، اور وہ شخص اپنے اس فعل میں تعدی کرنے والا مانا جائے گا، اور وہ ضامن ہوگا۔

۲-دوسری قسم جس کا ذریعہ مفسدہ بننا شاذ ونادر ہو، جیسے ایسی جگہ کنواں کھودنا جہاں کسی کے اس میں گرنے کا غالب گمان نہ ہو، نیز ایسی غذا کی فروخت جس سے اکثر وبیشتر کسی کو نقصان نہ پہنچتا ہو، تو یہ مباح ہوگا، اصل پر باقی رہے گا، کرنے کی اجازت ہوگی۔

۳-تیسری قسم جس کا ذریعہ مفسدہ بننا شاذ ونادر نہیں بلکہ زیادہ ہو، اور غالب گمان ہو کہ فساد کا ذریعہ بنے گا، جیسے حربیوں کو ہتھیار بیچنا، خمّار (شراب کشید کرنے والے) سے انگور بیچنا، یا ایسی چیز جس میں دھوکہ دیا جاسکتا ہو، ایسے آدمی کے ہاتھ بیچنا جس کی دھوکہ دہی کی عادت ہو۔

۴-چوتھی قسم جو مفسدہ کا سبب زیادہ تر بنتا ہو، نہ غالب ہو اور نہ ہی شاذ ونادر ہو، جیسے بیوع آجال، کہ یہ ربا کا ذریعہ زیادہ تر بنتا ہے، لیکن اکثر وبیشتر نہیں، کثرت مفاسد کی وجہ سے مالکیہ اور حنابلہ نے حرام مانا ہے، اور اصل بیع کی اجازت کے پیش نظر احناف وشوافع نے جائز مانا ہے۔

ابن قیمؒ کی تقسیم:

۱-جہاں ایک طرف امام شاطبیؒ نے قاعدہ ''سد ذرائع'' کی بنیاد **"النظر فی مآلات الأفعال معتبر مقصود شرعاً، کانت الافعال موافقة أو مخالفة"** (الموافقات ۴/ ۱۹۴) پر رکھی ہے، وہیں دوسری طرف ابن قیمؒ نے ''سد ذرائع'' کے بارے میں جب کلام کیا تو اس کو ان اسباب طرق میں سے مانا جو مقاصد تک پہنچاتے ہیں، اور یہ کہا کہ محرمات ومعاصی کے وسائل اپنی کراہت اور غایات وارتباط تک پہنچنے کے اعتبار سے ممانعت میں، نیز طاعات وقربات کے وسائل اس کی محبت اور غایات تک پہنچانے کے اعتبار سے اجازت میں مقاصد کے تابع ہیں، چنانچہ مقصود کا وسیلہ مقصود کے تابع ہوگا اور دونوں مطلوب ہوں گے، وہ مقصود قصد غایات ہوگا اور یہ مقصود قصد وسائل ہوگا۔

پھر انہوں نے ''ذرائع'' کی چار قسمیں کی ہیں:

۱-"**وسیلة موضوعة للإفضاء إلی المفسدة**" وہ ذریعہ جو مفسدہ تک پہنچنے کے لئے ہی وضع کیا گیا ہو، جیسے

نشہ آور اشیاء کا پینا جو مفسدہ نشہ کا ذریعہ ہے، قذف جو مفسدہ جھوٹ تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، زنا جو مفسدہ اختلاط ماء (انساب) اور فساد فراش کا ذریعہ ہے۔

۲-"**وسيلة موضوعة للمباح، لم يقصد بها التوسل إلى منفعة، ولكنها مفضية إليها غالبا، ومفسدتها أرجح من مصلحتها**" ایسا وسیلہ جو مباح کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس سے منفعت تک پہنچنے کا قصد نہ ہو، لیکن اکثر و بیشتر وہ اس تک پہنچ جاتا ہو، اور اس کا مفسدہ اس کی مصلحت سے راجح ہو، جیسے کوئی شخص اوقات منہی عنہا میں بغیر سبب نماز پڑھے، یا مشرکین کے معبودوں کو ان کے سامنے برا بھلا کہے، یا متوفی عنہا زوجہا اپنی عدت میں زیب و زینت اختیار کرے۔

۴-"**وسيلة موضوعة للمباح وقد تفضى إلى المفسدة، ومصلحتها أرجح من مفسدتها**" وہ وسیلہ جو مباح کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن کبھی کبھی مفسدہ کا ذریعہ بن جاتا ہے، حالانکہ اس کی مصلحت اس کے مفسدہ پر راجح ہو جیسے مخطوبہ، مستامہ (وہ زمین جس میں جانوروں کی خرید و فروخت ہوتی ہے) اور مشہود علیہا کو دیکھنا۔

-مولانا سلیم الدین قاسمی نے درج ذیل دو فرق بیان کی ہیں:

فرق نمبر ا: ذریعہ اور سبب میں بظاہر کوئی فرق نہیں؛ کیونکہ "ذریعہ" بھی مفسدہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے اور "سبب" بھی مطلوبہ حکم تک پہنچانے کا راستہ ہوتا ہے، لیکن علامہ شیخ وہبہ زحیلیؒ کی سبب کی تشریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبب کے وجود پر حکم کا وجود لازم ہوتا ہے، اور سبب کے عدم وجود سے حکم کا بھی عدم لازم ہوتا ہے، لیکن "ذریعہ" کے وجود و عدم پر مفسدہ کا وجود و عدم لازم نہیں ہوتا ہے، شیخ وہبہ زحیلیؒ سبب، شرط اور مانع کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**والمانع عكس السبب أيضا، لأنه يلزم من وجود السبب وجود المسبب ومن عدمه عدمه، وأما المانع فيلزم من وجوده العدم ولا يلزم من عدمه وجود ولاعدم**" (الوجیز فی اصول الفقہ ۱/۲۱۶)۔

فرق نمبر ۲: حکم کے لئے سبب اس وقت سبب بنتا ہے جب شارع اس کا سبب ہونا طے کر دے، لیکن ذریعہ بننے کے واسطے شارع کی وضاحت ضروری نہیں، شیخ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں: "**السبب عند جمهور الفقهاء هو الأمر الظاهر المضبوط الذى جعله الشارع امارة لوجود الحكم وبمقتضى هذا التعريف تثبت حقيقتان، إحداها ان السبب لاينعقد سببا إلا بجعل الشارع له سببا الخ**" (اصول الفقہ لابی زہرہ رص ۵۵) (جمہور فقہاء کے نزدیک سبب ایسا مستحکم امر ظاہر ہے جس کو خود شارع نے وجود حکم کے لئے علامت بنایا ہو، اس تعریف کے تقاضے سے دو حقیقت ثابت ہوتی ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ سبب اس وقت تک سبب نہیں بنتا جب تک کہ شارع نے اس کو سبب نہ بنایا ہو)۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ذریعہ اور شئ ہے اور سبب کوئی اور شئ ، البتہ بسا اوقات جب ذریعہ وجود حکم کے لئے یقینی ہوجاتا ہے تو اس وقت ذریعہ پر سبب کا اطلاق کردیا جاتا ہے، جیسے عام راستہ پر کنواں کھودنا چلنے والوں کے لئے ہلاکت کا ذریعہ ہے مگر اس پر ہلاکت کے سبب ہونے کا اطلاق کردیا جاتا ہے، اسی طرح کفار ومشرکین کے بتوں کو برا بھلا کہنا ذریعہ ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ کفار ومشرکین اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے مگر اس پر سبب کا اطلاق کردیا جاتا ہے، علامہ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

”واتفق العلماء على أنه لا يجوز التعاون على الإثم والعدوان مطلقا وأن مايؤدّى إلى إيذاء جماعة المسلمين ممنوع كحفر البئر فى الطرقات العامة وإلقاء السمّ فى طعامهم وانه لايجوز سبّة الأصنام أمام المشركين حتى لا يكون السبّ سبباً فى سبّ الله لقوله سبحانه: ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم“(سورۂ انعام:۱۰۸، الوجیز فی اصول الفقہ ۱/۱۱۱)۔

☆ مولانا محمد سعد نور قاسمی دونوں کے درمیان فرق اس طرح بیان کرتے ہیں:

سبب کے لغوی اور اصطلاحی معنی جاننے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ لغوی معنی کے اعتبار سے دونوں قریب قریب ہیں، البتہ اصطلاحی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ذریعہ وہ ہے جس کے ذریعہ کسی ناجائز چیز تک پہونچنے کا قصد وارادہ ہو، اور سبب کہتے ہیں کہ جس پر کوئی شئی مرتب ہو خواہ وہ مقصود ہو یا مقصود نہ ہو، گویا کہ دونوں میں اصطلاحی معنی کے اعتبار سے عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے؛ چنانچہ سبب مذکورہ معنی کے اعتبار سے عام ہے کہ ذریعہ پر بھی صادق آتا ہے، جبکہ جائز کام کرنے والے نے اس کے ذریعہ ناجائز تک پہونچنے کا ارادہ کیا ہو، اور اگر وہ عمل خود مقتضی ہوجائے لیکن کام کرنے والے نے اس کا ارادہ نہیں کیا تب بھی اس پر سبب کی تعریف صادق آئے گی؛ کیونکہ اس پر ایک امر مرتب ہوا ہے، لیکن اس کو ذریعہ نہیں کہا جائے گا؛ کیونکہ اس کے ذریعہ ناجائز چیز تک پہونچنے کا قصد نہیں کیا گیا ہے۔ تو سبب میں اس کا لحاظ ہے کہ اس پر کوئی دوسرا امر مرتب ہو اور وہ دوسرے تک پہونچائے خواہ بالقصد ہو یا بلاقصد؛ لہذا یہ عام ہوگا، اور ذریعہ میں اس کا لحاظ ہے کہ وہ پہونچائے بھی اور اس کے ذریعہ سے ناجائز تک پہونچنے کا قصد بھی ہو، اور اس اعتبار سے یہ خاص ہوگا، تو گویا دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے (کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۶ ۱۴۳۶، مقالہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ)۔

☆ مولانا روح الامین داؤد مظاہری لکھتے ہیں: ذریعہ کی تعریف یہ ہے کہ اطلاق عام کے لحاظ سے ہر وہ وسیلہ محمود یا مذموم ہے جو مقصود تک پہنچائے، خواہ مقصود خیر ہو یا شر، اور اطلاق خاص کے لحاظ سے ہر مباح جو کسی شر کا وسیلہ بنے، یہی اس کی حقیقت عرفیہ ہے، رہا سبب؛ تو لغۃً ہر وہ چیز سبب کہلاتی ہے جو دوسری چیز تک پہنچنے کا وسیلہ بنے، چنانچہ وہ رسی جو نیچے تک

پہنچائے یا اوپر چڑھائے ''سبب'' کہلاتی ہے۔

علامہ قرافی کہتے ہیں: ''أما السبب في اللغة فهو الحبل ومايتوصل به إلى غيره'' (الفروق ۲/ ۳۳)۔

کشف الاسرار علی اصول البزدوی میں ہے: ''أما السبب فإنه يذكر ويراد به الطريق، قال الله تعالى: وآتيناه مِنْ كلّ شَئٍ سَبَباً، فأَتْبَعَ سَبَباً'' (کہف: ۸۴-۸۵)، ''أسباب السّموٰات'' (غافر: ۳۶)، ''يريد به أبوابا، ويذكر ويراد به الحبل، قال الله تعالى: فَلْيَمْدُد بسَبَبٍ إلى السّماء ثمّ لْيَقْطَع'' (الحج: ۱۵)، ''أي بحبل إلى السقف، ومعنى ذلک واحد، وهوما يكون طريقاً إلى الشئ، فإن الباب موصل إلى البيت والحبل موصل إلى الماء'' (کشف الاسرار ۴/ ۱۶۹-۱۷۰)۔

اصولیین نے اس کی دو تعریفیں کی ہیں:

۱-''وهوأن يكون طريقا للوصول إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصول به'' یعنی جو حکم مطلوب تک پہنچنے کا راستہ بنے؛ البتہ یہ پہنچنا اس کے ذریعہ نہ ہو، جیسے راستہ منزل تک پہنچا تا ہے، لیکن یہ رسائی مشی کے ذریعہ ہوتی ہے، اور جیسے رسی پانی تک پہنچاتی ہے، لیکن حصول استقاء کے ذریعہ ہوتا ہے، یعنی سبب علت کی طرح حکم میں مؤثر نہیں ہوتا۔

۲-''كل وصف ظاهر منضبط دلّ الدليل السمعي على كونه معرفا لحكم شرعي'' یعنی ہر وہ واضح اور متعین وصف جو حکم شرعی کی شناخت بنے اور اس پر دلالت کرے۔

یہ تعریف عام ہے، علت کو بھی شامل ہے، جیسے: نماز کے لئے وقت، روزے کے لئے ماہ رمضان، زکوۃ کے لئے نصاب وغیرہ، ان سب پر بھی سبب کا اطلاق حقیقت کے لحاظ سے ہوگا، جبکہ اول تعریف کے مطابق مجازاً ہوگا (دیکھئے: کشف الاسرار ۴/ ۱۷۰)۔

ذریعہ اور سبب کی تشریح سے یہ معلوم ہوگیا کہ دونوں اس معنی میں مشترک ہیں کہ دونوں کسی دوسرے تک پہنچنے کا وسیلہ بنتے ہیں، البتہ اصطلاحی لحاظ سے معنی مشہور کے پیش نظر فرق یہ ہے کہ ذریعہ میں ممنوع تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے؛ جبکہ سبب وہ ہے جس پر دوسری شئ مرتب ہو، خواہ وہ مقصود ہو یا نہ ہو، گویا سبب عام ہے، ذریعہ کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے، جب کسی مکلّف کا مقصود امر مباح سے امر محظور ہو تو وہ سبب بھی ہے اور ذریعہ بھی، اور اگر مقصود نہ ہو تو وہ سبب تو ہے لیکن ذریعہ نہیں، حاصل یہ کہ سبب میں افضاء اور ترتب غیر کے معنی ملحوظ ہیں، جبکہ ذریعہ میں مکلّف کا قصد ملحوظ ہوتا ہے، ایسا ہی کچھ مفہوم علامہ ابن تیمیہؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں:

''إذا أفضت (الوسيلة) إلى فساد ليس هو فعلا كإفضاء شرب الخمر إلى السكر، وإفضاء الزنا

إلى اختلاط المياه، أو كان الشئ نفسه فساداً كالقتل والظلم، فهذا ليس من هذا الباب، فإنا نعلم أنما حرمت الأشياء لكونها في نفسها فسادا بحيث تكون هي في نفسها فيها منفعة وهي مفضية إلى ضرر أكثر منه فتحرم، فإن كان ذلك الفساد فعل محظور سميت ذريعة، وإلا سميت سببا ومقتضيا ونحو ذلك من الأسماء المشهورة'' (الفتاوی الکبری ۲۵۶/۳) (جب (وسیلہ) فساد تک پہنچائے، لیکن وہ فعل نہ ہو، جیسے شرب خمر سکر تک پہنچاتا ہے، اور زنا اختلاط ماء تک، یا وہ شئی فی نفسہ فساد ہو، جیسے قتل اور ظلم، تو اس باب (ذریعہ) سے نہیں ہے؛ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ اشیاء حرام ہیں ان کی ذات میں فساد ہونے کی وجہ سے، اس طرح کہ ان میں فی نفسہ منفعت ہونے کے ساتھ وہ اس سے بڑے ضرر تک پہنچانے والی ہیں، اس لئے حرام قرار دی گئی ہیں، اور اگر وہ فساد فعل ممنوع ہو تو اس کا نام ذریعہ ہوگا، ورنہ اس کو سبب، مقتضی وغیرہ سے موسوم کریں گے جو کہ مشہور ہیں) (نیز مقالہ مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ مکلّف تین قسم کا ہوسکتا ہے: ۱-وہ فعل بذات خود فساد ہو، جیسے: قتل اور ظلم، ۲-وہ فعل مکلّف کے اختیار کے بغیر فساد تک پہنچتا ہو، جیسے: خمر سکر کو اور زنا اختلاط کو مستلزم ہے، خواہ مکلّف نہ چاہے، ۳-وہ فعل فساد پر منتج ہو، لیکن مکلّف کے ارادے اور اختیار سے، جیسے: نکاح تحلیل، یعنی نکاح فی نفسہ جائز ہے، البتہ مکلّف کا مقصود ہی تحلیل ہے تو وہ حرام ہے (گو مسئلہ مختلف فیہ ہے، لیکن حنابلہ اور ابن تیمیہ کی رائے یہی ہے)۔

اول دو قسم ذریعہ میں داخل نہیں؛ کیونکہ ذریعہ معنی مشہور کے لحاظ سے امر محظور نہیں ہوتا، جبکہ یہ افعال بذات خود ممنوع ہیں، اول میں فی نفسہ فساد ہے اور ثانی فساد کثیر کو مستلزم ہے، ہاں! اس پر سبب کا اطلاق ہوسکتا ہے، قسم ثالث فی نفسہ شرعاً ماذون ہے، لیکن فساد کو مستلزم ہے، اب اگر وہی مقصود ہو تو یہ ممنوع ہوگا، اس پر ذریعہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

یہ واضح رہے کہ شافعیہ تحریم وسائل کے تو قائل ہیں؛ لیکن سد ذریعہ کے قائل نہیں، فرق ان کے نزدیک یہ ہے کہ وسیلہ قطعی طور پر فساد کو مستلزم ہوتا ہے، اس لئے حرام کے وسائل بھی حرام ہیں، جبکہ ذریعہ قطعی طور پر فساد کو مستلزم نہیں ہوتا ہے، اس لئے وہ ممنوع نہیں (حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع للسبکی ۳۹۹/۲)۔

دیگر آراء:

-مولانا معین الدین ندوی قاسمی ذریعہ وسبب کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ذریعہ اکثر وبیشتر مفسدہ کا ہی ہوا کرتا ہے، جبکہ سبب اس کے برخلاف ہے، سبب میں کسی بھی مطلوب تک پہنچنے کا جو راستہ وطریق ہو وہی سبب ہے۔

-مولانا عبدالخالق مدنی کے نزدیک ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ سبب کے وجود سے مسبب لازم ہوجاتا ہے، جیسے نماز کا وقت آجانے کے بعد نماز فرض ہوجاتی ہے، لیکن ذریعہ میں ایسا نہیں ہوتا کہ ایک چیز کا وجود وعدم ایک دوسرے سے مربوط ہو بلکہ وہ تو صرف مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

-مولانا محمد رمضان علی فرقانی کا کہنا ہے کہ جو فعل بظاہر جائز ہو لیکن کسی حرام فعل تک لے جائے وہ ذریعہ ہے، اور سبب وہ ہے جو چیز تک پہنچنے کا راستہ ہو کہ اس کو اختیار کرنے سے وہاں تک رسائی ہو جائے (اصول بزدوی:۳۰۹)۔

-مفتی امانت علی قاسمی دونوں میں فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شرعی اعتبار سے سبب عام ہے اور ذریعہ اصطلاحی اعتبار سے خاص ہے، یعنی حرام کے وجود میں آنے کو ہی فقہاء کے یہاں ذریعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جبکہ سبب عام ہے، اس کے ذریعہ سے ایک حکم تک پہنچا جاتا ہے، خواہ وہ حکم حرام کا ہو یا حلال کا، مفتی محمد عثمان گورینی بھی الفاظ کے فرق کے ساتھ یہی بات کہتے ہیں کہ سبب اور ذریعہ باعتبار اصطلاحی خاص کے درمیان نیز ذریعہ لغوی اور سبب کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے (دیکھئے: الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ۳/ ۲۵۷، سدالذرائع لمحمد ہشام) (نیز دیکھئے: مفتی اسرار قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی)۔

-مفتی اخلاق حسین قاسمی ان الفاظ میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سبب خود نہ اثر ڈالتا ہے اور نہ اثر قبول کرتا ہے، اور ذریعہ اثر تو نہیں ڈالتا ہے، البتہ خود اثر قبول کرتا ہے کہ مباح ہونے کے باوجود بھی حرام ہونے کا حکم قبول کر لیتا ہے۔

-مولانا محمد انیس ندوی کا کہنا ہے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ذریعہ اور سبب دونوں ایک ساتھ جمع ہو جاتے ہیں، مثلاً نشہ آور چیز کا پینا سکر اور عقل کے زائل ہونے کا ذریعہ بھی ہے اور سبب بھی ہے، اسی طرح زنا نسب کے اختلاط کا ذریعہ بھی ہے اور سبب بھی ہے۔

۳-سد ذرائع کی حجیت اور ائمہ فقہ کے مسالک:

سوال نمبر:۳-سدّ ذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمه فقه کے مسالک اور ان کے دلائل کی نشاندھی فرمائیں؟

سد ذرائع کو ''سد باب''، قطع ذرائع اور حسماً للباب وغیرہ الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، اور اصل، دلیل اور قاعدہ سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

اکثر مقالہ نگاروں کا کہنا ہے کہ سد ذریعہ ائمہ اربعہ کے نزدیک حجت ہے؛ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ اصول فقہ سے کوئی اصل ہے؟ تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں یہ اصل اور دلیل ہے اور اسے مصادر شریعت میں شمار کرتے ہیں، جبکہ حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک وہ دلیل فقہی نہیں ہے اور اسے مستقل دلیل شرعی شمار نہیں کرتے ہیں۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی وغیرہ نے لکھا ہے کہ تمام ائمہ کرام نے کسی نہ کسی درجہ میں اس کا اعتبار کیا ہے؛ البتہ امام مالک نے سب سے زیادہ اس سے استفادہ کیا ہے اور اسے مصدر اور ماخذ کے طور پر قبول کیا ہے، حتی کہ اسے امام مالک کی خصوصیات میں شمار کیا جاتا ہے، '' **حتی اعتبر بعض العلماء العمل بها من خصوصيات المذهب**'' (تاریخ التشریع

الاسلامی للقطان/ص ۳۵۶)۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل کے یہاں بھی یہ بنیادی ماخذ شمار ہوتا ہے، یہاں تک کہ حافظ ابن قیم نے سد ذرائع کو ربع دین قرار دیا ہے (اعلام الموقعین ۶۶/۵)، علامہ ابن تیمیہ اس کو حنبلی مسلک کے امتیازات میں شمار کرتے ہیں، "**فذهب المالكية والحنابلة إلى انها من أدلة الفقه**" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۷۶/۲۴)۔

علامہ وہبہ زحیلیؒ تحریر کرتے ہیں: "**لكن اتفاق المذاهب الاربعة على الأخذ بسدّ الذرائع ليس بدرجة واحدة فى مجال التطبيقات الفعلية فالمالكية فى اعلى درجة والشافعية عكسهم، والحنابلة أقرب للمالكية، والحنفية أقرب للشافعية، وهناک شواهد من فقه أئمة المذاهب الأربعة على العمل بسدّ الذرائع**" (مجلۃ مجمع الفقہ السلامی ۱۳۱۹/۹) (مقالہ محمد سعد قاسمی)۔

بعض حضرات سد ذریعہ کو دوسرے ناموں سے بھی تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اسے کبھی قاعدہ اور کبھی اصل سے تعبیر کرتے ہیں، علامہ شاطبی اسے کبھی شریعت کا ایک قطعی اصل اور کبھی قاعدہ ذکر کرتے ہیں، شیخ ابوزہرہ اس کو کبھی اصل، کبھی مبدأ اور کبھی قاعدہ کا نام دیتے ہیں، اسی طرح شیخ مصطفیٰ زرقا اسے کبھی مبدأ اور کبھی اصل سے یاد کرتے ہیں، جبکہ حقیقت میں یہ ایک قاعدہ ہے اصل نہیں، جیسا کہ ڈاکٹر ہشام البرہانی نے اسی کو ترجیح دیا ہے (مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۱۴۴۲/۹) (مقالہ مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

جوحضرات "سد ذریعہ" کو ادلۂ احکام میں سے کوئی مستقل دلیل نہیں مانتے ان کی دلیل یہ ہے: "**أن هذه الأفعال مباحة فلا تصير ممنوعة لاحتمال إفضائها إلى المفسدة**" (الوجیز:۲۴۶) کہ جب تک ایک فعل مباح ہو اور اس کے کرنے کی اجازت ہو تو محض اندیشہ واحتمال سے کہ وہ خرابی وفساد کا باعث بن سکتا ہے اس کو ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا، اس قسم کے احتمالات کبھی وقوع پذیر ہوتے ہیں اور کبھی نہیں، یہ احتمالات ظن کے قبیل سے ہیں اور ظن حق بات معلوم کرنے کے لئے مفید نہیں ہے؛ کیونکہ شریعت نے اس قسم کے افعال کی عام اجازت دی ہے جن میں ضرر کا محض احتمال ہو یقین نہ ہو، اس لئے وہ شریعت کی اس عام اجازت کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ عبد الکریم زیدان نے کہا ہے کہ "**والحق أن هذه الحجة ضعيفة**" (الوجیز:۲۴۷) سچ یہ ہے کہ یہ ایک کمزور دلیل ہے؛ کیونکہ یہاں بات ایسے "ذرائع" کی چل رہی ہے جو خرابی کی طرف پوری طرح کھینچ کر لائیں اور غالب گمان ہو کہ اس سے خرابی واقع ہوجائے گی۔

لہٰذا "سد ذریعہ" مآخذ احکام میں سے ایک شرعی ماخذ ہے، جو لوگ اس کو اصول تشریع نہیں مانتے اور ایک مستقل اصل تسلیم نہیں کرتے وہ بھی اپنے بعض اجتہادی مسائل میں اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہیں اور وہ کسی دوسری اصل یا کسی

دوسرے قاعدے میں داخل ہونے کی بنا پر اس پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ ابوزہرہؒ نے نقل کیا ہے: ''أن الذرائع أصل فی الفقه الاسلامی أخذ به الفقهاء جمیعا وأنهم اختلفوا فی مقداره ولم یختلفوا فی أنه أصل مقرر ثابت'' (اصول الفقہ لابی زہرہ: ۲۹۳) بے شک فقہ اسلامی میں ذرائع ایک اصول ہے جس کو تمام فقہاء نے اختیار کیا ہے، اس کے استعمال کی مقدار میں اگر چہ اختلاف کیا ہے لیکن اس کو ایک ثابت شدہ اصول ماننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

امام قرافی مالکیؒ نے بھی تحریر کیا ہے: ''فلیس سد الذرائع خاصا لمالکؒ بل قال بها هو أکثر من غیره وأصل سدّها مجمع علیه'' کہ مالکیہ ''سد ذرائع'' کا اصول ماننے میں تنہا نہیں ہیں، البتہ دوسرے فقہاء سے زیادہ ان کا اس پر عمل ہے اور یہ اصول متفق علیہ ہے (الفروق للقرافی ۲؍۳۳)۔

مثلاً اہل ظواہر کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو اسلحہ کی فروخت ناجائز اور باطل ہے جس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ جارحیت کرکے پرامن لوگوں کے خلاف اس کو استعمال کرے گا، اسی طرح جس شخص کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ انگور کے شیرے سے شراب بنائے گا، اس کے ہاتھ انگور فروخت کرنا ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ ارتکاب گناہ میں تعاون ہے اور قرآن کی اس آیت کے مطابق یہ ناجائز ہے: ''وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان'' (المائدہ: ۵)۔

اسی طرح حنفیہ کے بارے میں منقول ہے: ''والحنفیة أخذوا بتوریث مطلقة الفار منه باعتباره مذهبا لصحابی لم یعرف له مخالف وهکذا'' (الوجیز فی أصول الفقہ: ۲۵) جس نے اپنی بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کی نیت سے طلاق دی ہو، ایسی مطلقہ عورت کو جو وراثت دلانے کا حکم ہے، حنفیہ نے اس کو قول صحابی ہونے کی بنیاد پر اختیار کیا ہے، جس کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔

اسی طرح امام شافعیؒ بھی اپنی کتاب ''الأم'' میں فرماتے ہیں: ''وفی منع الماء لیمنع به الکلأ الذی هو من رحمة الله عام یحتمل معنیین: أحدهما أن ما کان ذریعة إلی منع ما أحل الله لم یحل، وکذلک ما کان ذریعة الی إحلال ما حرم الله'' (کتاب الأم للشافعی ۵؍۱۰۰) آپ ﷺ نے ضرورت سے زائد پانی روکنے سے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے گھاس کا اگنا بند ہو جائے گا، جس کا تعلق اللہ کی رحمت سے ہے، جس سے ذی روح جانوروں اور انسان کی ضرورت جڑی ہوئی ہے، یہ حکم عام ہے۔

مذکورہ تمام مثالوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سد ذریعہ کا اصول تمام فقہاء نے کسی نہ کسی درجہ میں اختیار کیا ہے (مستفاد از مقالہ مولانا محمد انیس ندوی، مولانا محمد زبیر ندوی، مولانا یحییٰ معین ثمر، قاضی عبدالجبار ندوی)۔

۲- مولانا یحییٰ معین ثمر ائمہ کے درمیان سد ذریعہ کے سلسلہ میں جو بنیادی فرق ہے، اس کا تذکرہ ذیل میں اس

طرح کرتے ہیں:

مالکیہ اور حنابلہ میں فرق: ان میں اور مالکیہ کے مابین دقیق فرق ہے، جس کو حافظ ابن تیمیہؒ نے واضح کیا ہے؛ فرق یہ ہے کہ حنابلہ نے مالکیہ کی طرح اس میں توسع سے کام نہیں لیا، اس کی وضاحت یوں ہے کہ ایسا ذریعہ جو مفسدہ کا وسیلہ بنے، اس کا سدّ اسی وقت کرتے ہیں جب اس ذریعہ کی حاجت نہ ہو، بالفاظ دیگر عندالحاجۃ وہ ذریعہ مسدود نہ ہوگا؛ بلکہ اس کی ممانعت ساقط ہوجائے گی اور اس پر عمل کی اجازت ہوگی بشرطیکہ حیلہ کی غرض نہ ہو۔

حنابلہ نے امام احمد بن حنبلؒ سے سدّ ذرائع کا قول نقل کیا ہے، حافظ ابن القیمؒ نے سدّ ذرائع کے موضوع پر وسیع کلام کیا ہے اور اس کی حجیت کی ۹۹ وجوہات ذکر کی ہیں، انہوں نے سدّ ذریعہ کو ربع دین قرار دیا ہے۔

شافعیہ کے یہاں سدّ ذریعہ کا استعمال کم ملتا ہے، بعض شافعیہ سے اس اصل کی تردید منقول ہے جو ان کی جانب سے تسامح ہے ورنہ فقہ شافعی کے بہت سے فروعی مسائل اس پر مبنی ہیں، خود امام شافعیؒ کی عبارت سے علامہ ابن رفعہؒ نے اس کا اثبات کیا ہے (کتاب الام، باب احیاء الموات، النہی عن بیع الماء لیمنع بہ الکلأ)۔

البتہ علامہ سبکی وغیرہ نے اس کی بھی تردید کی ہے، حنفیہ استحسان کے ضمن میں سدّ ذریعہ پر عمل کرتے ہیں، حنفیہ کے یہاں استحسان بہت ہی وسیع باب ہے، جس میں سدّ ذریعہ شامل ہے، استحسان میں بہت سی صورتیں بعینہ وہی ہیں، جو سدّ ذرائع کی ہیں بہت سارے فروعی مسائل میں حنفیہ سدّ ذرائع کے اصل پر عامل ہیں؛ البتہ ان کے یہاں سدّ ذریعہ کا ذکر مالکیہ اور حنابلہ کی طرح مستقل اصل اور قاعدہ کے طور پر نہیں ملتا۔

حجیت کے دلائل:

اکثر مقالہ نگاروں نے سدّ ذرائع کی حجیت کے دلائل قرآن وحدیث واجماع اور اقوال فقہاء سے ذکر کئے ہیں۔ مولانا محمد زبیر ندوی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی وغیرہ کے مقالات سے استفادہ کرتے ہوئے پیش کئے جاتے ہیں:

قرآن:

(۱) ''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ'' (الأنعام:108)۔

(۲) ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا'' (البقرۃ:104)۔

(۳) ''وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ'' (البقرۃ:35، الأعراف:19)۔

(۴) ''وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ'' (النور:31)۔

(۵)"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ "(الجمعۃ:9)۔

(۶)"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ "(النور:58)۔

(۷)"اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى (43) فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى"(طٰہٰ:43،44)۔

(۸)"وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ"(البقرۃ:235)۔

(۹)"وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا"(الإسراء:32)۔

(۱۰)"وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ"(البقرۃ:195)۔

(۱۱)"فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا"(النساء:3)۔

اس آیت میں:"ذلک أدنی ألا تعولوا"سدّ ذریعہ کے اثبات کی منصوص علت ہے۔

احادیث:

(۱)"عَنْ أَبِي الْحَوْرَاءِ السَّعْدِيِّ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ؟قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ"(سنن الترمذی(9/58)(2442)۔

(۲)"عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺيَقُولُ: الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنْ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمَى اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ"(صحیح البخاری(1/90)(50)۔

(۳)"عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺيَقُولُ: لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا"(صحیح مسلم(5/95)(1614)۔

(۴)"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺقَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ"(صحیح البخاری(2/216)(418)۔

(۵)"عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺنَهَی عَنْ بَیْعَتَیْنِ وَعَنْ لِبْسَتَیْنِ وَعَنْ صَلَاتَیْنِ نَهَی عَنْ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّی تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنْ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَعَنْ الِاحْتِبَاءِ فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ یُفْضِی بِفَرْجِهِ إِلَی السَّمَاءِ وَعَنْ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ"(صحیح البخاری(2/431)(549)۔

(۶)"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺنَهَی أَنْ یُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَی أَرْضِ الْعَدُوِّ"(صحیح البخاری(10/165)(2768)۔

(۷)"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺأَنَّهُ كَانَ یَنْهَی أَنْ یُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَی أَرْضِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ أَنْ یَنَالَهُ الْعَدُوُّ"(صحیح مسلم(9/438)(3475)۔

(۸)"عَنْ یَعْلَی بْنِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ أَبِیهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:خَالِفُوا الْیَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا یُصَلُّونَ فِی نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ"(سنن أبی داود(2/289)(556)۔

(۹)"عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: إِنَّ الْیَهُودَ وَالنَّصَارَی لَا یَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ"(صحیح البخاری(18/258)(5448)۔

(۱۰)"عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لا تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ ,أَوْ یَوْمَیْنِ إِلاَّ رَجُلاً كَانَ یَصُومُ صَوْماً فَلْیَصُمْهُ"(عمدۃ الأحکام من کلام خیر الأنام علیہ الصلاۃ والسلام(ص:65)(178)۔

(۱۱)"عَنْ أَبِی إِسْحَقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ عَمَّارٍ فِی الْیَوْمِ الَّذِی یُشَكُّ فِیهِ فَأُتِیَ بِشَاةٍ فَتَنَحَّی بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ هَذَا الْیَوْمَ فَقَدْ عَصَی أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ"(سنن ابن ماجہ(5/142)(1635)۔

(۱۲)"عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: لَا تَخْتَصُّوا لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِیَامٍ مِنْ بَیْنِ اللَّیَالِی وَلَا تَخُصُّوا یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِیَامٍ مِنْ بَیْنِ الْأَیَّامِ إِلَّا أَنْ یَكُونَ فِی صَوْمٍ یَصُومُهُ أَحَدُكُمْ"(صحیح مسلم(5/497)(1930)۔

(۱۳)"عَنْ عَائِشَةَؓ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺقَالَ لَهَا: یَا عَائِشَةُ !لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِیثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَیْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِیهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَیْنِ بَابًا شَرْقِیًّا وَبَابًا غَرْبِیًّا فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِیمَ(صحیح البخاری(5/496)(1483)۔

(۱۴)"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَئِنْ بَقِیتُ إِلَی قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ"(صحیح مسلم(5/480)(1917)۔

(۱۵)"عَن ابنِ عباسؓ أن النَّبیَّ ﷺ قال: لاَ تشبهوا بالأعاجم غیروا اللحی"(مسند البزار(2/205)5217)۔

(۱۶)"عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَى فَإِنَّ تَسْلِيمَ الْيَهُودِ الْإِشَارَةُ بِالْأَصَابِعِ وَتَسْلِيمَ النَّصَارَى الْإِشَارَةُ بِالْأَكُفِّ"(سنن الترمذی(9/317)2619)۔

(۱۷)"عن ابن عباسؓ أن رسول الله ﷺ نهی أن تزوج المرأة على العمة وعلى الخالة وقال: إنكم إن فعلتم ذلک قطعتم أرحامكم"(المعجم الکبیر(11/337)11931)۔

(۱۸)"عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيهَا تَصَاوِيرُ فَذَكَرَتَا لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أُولَئِکَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْکَ الصُّوَرَ فَأُولَئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"(صحیح البخاری(2/201)409)۔

(۱۹)"عَنْ عَائِشَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا قَالَتْ :وَلَوْلَا ذَلِکَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا"(صحیح البخاری(5/99)1244)۔

(۲۰)"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ"(صحیح مسلم(1/245)130)۔

(۲۱)"عن أبی أمامة عن رسول الله ﷺقال: إياكم والخلوة بالنساء والذی نفسی بيده ما خلا رجل وامرأة إلا خل الشيطان بينهما وليزحم رجل خنزيرا متلطخا بطين أو حمأة خير له من أن يزحم منكبه منكب امرأة لا تحل له" (المعجم الکبیر(8/205)7830)۔

(۲۲)"عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ"(سنن أبی داود(2/88)418)۔

(۲۳)"عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مُرُوا أَبْنَائَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ

عَلَيْهَا لِعَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ وَإِذَا أَنْكَحَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى شَيْءٍ مِنْ عَوْرَتِهِ فَإِنَّ مَا أَسْفَلَ مِنْ سُرَّتِهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ مِنْ عَوْرَتِهِ"(مسند أحمد(11/369)6756)۔

(۲۴)"عن أبی إسحاق السبيعی عن امرأته أنها دخلت على عائشةؓ فدخلت معها أم ولد زيد بن أرقم الأنصاری وامرأة أخرى فقالت أم ولد زيد بن أرقم: يا أم المؤمنين! إنی بعت غلاما من زيد بن أرقم بثمانمائة درهم نسيئة وإنی إبتعته بستمائة درهم نقدا فقالت لها عائشة: بئسما اشتريت وبئسما شريت، إن جهاده مع رسول الله ﷺ قد بطل إلا أن يتوب" (سنن الدارقطنی(3/52)212)۔

"قال أبو الوليد ابن رشد: وهذه المبايعة كانت بين أم ولد زيد بن أرقم ومولاها قبل العتق، فيُخرّج قول عائشة على تحريم الربا بين السيد وعبده .مع القول بتحريم هذه الذرائع، ولعل زيدا لا يعتقد تحريم الربا بين السيد وعبده"(إرشاد الفحول إلی تحقيق الحق من علم الأصول:2/195)۔ یہ روایت بطور خاص ذریعہ کی مختلف فیہ شکل کی واضح دلیل ہے۔

(۲۵)"عَنْ أَبِی حُمَيْدٍ السَّاعِدِیِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺقَالَ: هَدَايَا الْعُمَّالِ غُلُولٌ"(مسند أحمد(48/91)22495)۔

(۲۶)"عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِیَّ ﷺعَنْ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهُ وَأَتَاهُ آخَرُ فَسَأَلَهُ فَنَهَاهُ فَإِذَا الَّذِی رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَالَّذِی نَهَاهُ شَابٌّ"(سنن أبی داود(6/350)2039)۔

ظاہری بات ہے کہ نوجوان کو روزہ کی حالت میں مباشرت کی اجازت نہ دینا "سدّ ذریعہ" کے طور پر ہی ہے؛ تاکہ جماع تک نہ پہنچ جائے۔

(۲۷)"عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا"(صحیح البخاری(16/63)4718،صحیح مسلم(7/205)2514)۔

(۲۸)اللہ کے نبی ﷺ منافقین کو محض اس وجہ سے قتل نہیں کرواتے تھے کہ اس کی وجہ سے لوگ اسلام سے دوری اختیار کرنے لگیں گے، نیز لوگوں کو کہنے کا موقع ملے گا کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرواڈالتے ہیں، حالانکہ ان کی وجہ سے بسا اوقات مسلمانوں کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔" فَقَالَ: دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ"(صحیح مسلم(12/464)4682،صحیح البخاری(15/195)4527)۔

افعال صحابہ اوران کے اقوال سے سدّ ذرائع پر شواہد:

۱-مرض الموت میں مطلقہ مبتوتہ کو وارث قرار دینا، طلاق دینے والے کو اس کے قصد میں متہم ٹھہرایا ہے کہ یہ اس کو میراث سے محروم کرنا چاہتا ہے، اگر چہ اس کا قصد وارادہ نہ ہو۔

۲-صحابہؓ سے بیع العینہ کی تحریم منقول ہے۔

۳-صحابہؓ کا اتفاق ہے اس بات پر کہ پوری جماعت کو ایک شخص کی بنا پر قصاصاً قتل کیا جائے گا، اگر پوری جماعت نے مل کر ایک شخص کا قتل کیا ہو، سدّ اًلذریعۃ الفساد (الاستذکار ۲۵/ ۲۳۴)۔

۴-حضرت عمرؓ کا لفظ تین سے تین طلاق کے وقوع کا حکم لگانا؛ تاکہ لوگ اس سے باز رہیں (المغنی ۱۰/ ۳۳۴، بدایۃ المجتہد ۲/ ۶۲)۔

۵-حضرت عثمان غنیؓ کا قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنا، نیز تمام قرأت کو ایک ہی میں شامل کرلینا، الگ الگ مصاحف نہ بنانا، اختلاف اور فتنہ کے سدّ باب کے لئے۔

۶-حضرت عمرؓ کا بیعۃ رضوان کے درخت کو کٹوانا، سدًّ الذریعۃ البدعۃ والشرک (الاعتصام ۱/ ۳۴۶)۔

۷-کشف عورت کی حرمت۔ ۸-تبرج کی ممانعت، ''وقرن في بیوتکن......''۔

۹-اخضاع بالقول سے ممانعت، ''فلا تخضعن بالقول فیطمع......''۔

سدّ ذرائع عقل کی روشنی میں:

عقل سلیم اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ حکمت میں سے ہے کہ اگر کسی چیز کو منع کیا گیا ہے تو اس کے وسائل کو بھی منع کیا جائے، اور یہ بات حکمت کے خلاف ہے کہ کسی چیز کو منع کیا جائے اور اس کی طرف لے جانے والے جو راستے اور وسائل ہیں ان کو مباح قرار دیا جائے، جب کسی چیز کو حرام کیا ہے تو اس کے وسائل کو بھی حرام کرنا ضروری ہے؛ تاکہ وہ حرمت کے حدود تک نہ پہنچ سکے۔

ذیل میں ائمہ مسالک کے دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

مالکیہ کے دلائل:

۱-''قال الشاطبی: قاعدۃ الذرائع حکّمها مالک فی أکثر أبواب الفقه'' (الموافقات ۵/ ۱۸۲) (مقالہ مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

۲-''مذهبه مبنی علی سدّ الذرائع واتقاء الشبهات، فهو أبعد المذاهب عن الشبهات'' (مواہب

الجلیل ۱/۲۶)(مقالہ مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

۳-"هذا أصل من الأصول التى أكثر من الاعتماد عليها فى استنباطه الفقهى الامام مالك وقاربه فى ذلك الامام أحمد بن حنبل"(مالک لابی زہرۃ ص ۴۳۱)(مقالہ مولانا روح الامین مظاہری، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی)۔

۴-"وسدّ الذرائع مطلوب مشروع، وهو اصل من الاصول القطعية فى الشرع"(الموافقات ۳/۶۱) (مقالہ مولانا روح الامین مظاہری)۔

۵-"سدّ الذرائع ذهب إليه مالك وأصحابه، وخالفه اكثر الناس تأصيلا، وعملوا عليه فى اكثر فروعهم تفصيلا"(البحر المحیط ۸/۹۰)(مقالہ مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد زبیر ندوی)۔

حنابله کے دلائل:

۱-"يقول ابن النجار:(وتسدّ)بالبناء للمفعول (الذرائع) جمع ذريعة، (وهي) أى الذريعة (ما) أى شئ من الأفعال أو الأقوال (ظاهره مباح ويتوصل به إلى محرم)،ومعنى سدّها المنع من فعلها لتحريمه"(الکوکب المنیر ۴/۴۳۴)(مقالہ مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

۲-"الاصل العاشر:سدّ الذرائع وإبطال الحيل......وقد شدد شيخ الاسلام فى وجوب سدّ الذرائع وابطال الحيل إلى المحرمات، واقتفاه تلميذه ابن القيم فى إعلام الموقعين بما لايزيد عليه"(المنح الشافیات بشرح مفردات الامام احمد ۱/۳۰)(مقالہ مولانا روح الامین مظاہری)۔

۳-"فذهب المالكية والحنابلة إلى أنها من أدلة الفقه"(الموسوعہ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶)(مقالہ مولانا محمد صادق مبارکپوری)۔

۴-"اعتبر الامامان مالك وأحمد سدّ الذرائع أصلا من أصول الفقه، وقال ابن القيم: إن سدّ الذرائع ربع الدين، وأخذ به الشافعي وأبوحنيفة فى بعض الحالات وأنكر العمل به فى حالات أخرى، وكذلك الشيعة أخذوا به، وأنكره ابن حزم الظاهرى مطلقا"(اصول الفقہ الاسلامی ۲/۱۸۷)(مقالہ مفتی تنظیم عالم قاسمی، قاری ظفر الاسلام صدیقی بحوالہ الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۵۲۲، مولانا عبداللہ خالد لوناواڑہ)۔

احناف وشوافع کے انکار کے دلائل:

۱-"يقول الباجى:ذهب مالك ؒ إلى المنع من الذرائع،......وقال أبوحنيفة والشافعي: لايجوز المنع من الذرائع"(إحکام الفصول فی احکام الاصول ۲/۵۶۷)(مقالہ مولانا محمد ریحان مبشر قاسمی، مولانا روح الامین داؤد

مظاہری)۔

۲-شیخ فرج السنہوری لکھتے ہیں:"ویذکرون الاستصحاب والبراء ة الأصلیة وسدّ الذرائع والعلة والعرف وکلها قواعد فقهیة ولیست دلیلا یستند إلیه فی استنباط حکم شرعی"(مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۴۴۱)(مقالہ مفتی محمد اسعد پالنپوری، مولانا محمد سعد قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

۳-"وأنکر الشافعیة والحنفیة ذلک، وقالوا: إن سدّ الذرائع لیس من أدلة الفقه......قالوا: إن الشرع مبنی علی الحکم بالظاهر، کما قد أطلع الله رسوله علی قوم یظهرون الاسلام ویبطون الکفر، ولم یجعل له أن یحکم علیهم فی الدنیا بخلاف ما أظهروا"(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۸)(مقالہ مولانا معین الدین ندوی قاسمی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، قاری ظفر الاسلام صدیقی)۔

ابن حزم اور ظاہریہ کی تردید کے دلائل:

۱-علامہ ابن حزم سدّ ذریعہ کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جو شخص محض تہمت یا احتیاط کا سدّ ذریعہ کی وجہ سے حکم لگائے تو وہ ظن پر فیصلہ کرنے والا ہوگا، اور ظن وگمان کے مطابق باطل اور غلط فیصلہ ہوتا ہے، یہ جائز نہیں ہے،...... پھر اس مذہب میں بذات خود تناقض اور فساد ہے، اس لئے کہ ہر ایک شخص خود کو صحیح سمجھ کر دوسرے پر تہمت لگاتا ہے، اس طرح جب حرام میں وقوع کے خوف سے لوگ حلال چیزوں کو ممنوع قرار دیں تو انہیں زنا کے خوف سے لوگوں کو خصی کرنا، کفر میں داخل ہونے کے خوف سے لوگوں کو قتل کرنا، خمر کے خوف سے انگور کی کھیتی سے باز رہنا بھی ضروری ہو جائے گا، اس سرزمین پر اس سے خراب مذہب کوئی ہو ہی نہیں سکتا (الاحکام فی اصول الاحکام ۶/۱۳)(مقالہ مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

۲-"أنکر ابن حزم اصل الذرائع لانه من أبواب الاجتهاد بالرأی، وهو عدوالرأی کله، وقد خصص الصفحات الاولی من الجزء السادس فی کتابه الاحکام للرد علی القائلین بالذرائع والاحتیاط"(اصول الفقہ الاسلامی ۲/۲۰۲)(مقالہ مولانا قمر الزماں ندوی)۔

سدّ ذریعہ کی نفی میں علامہ ابن حزم یہ دلائل پیش کرتے ہیں:

۱-"وما لکم ألا تأکلوا مما ذکراسم الله علیه وقد فصل لکم ماحرم علیکم إلا ما اضطررتم إلیه وإن کثیرا لیضلّون بأهوائهم بغیر علم إن ربک هو أعلم بالمهتدین"(انعام:۱۱۹)۔

۲-"إن سدّ الذرائع فیه تحریم للمباح وحینئذ یکون المباح محظورا وهذا فاسد لایقوله إلا جاهل أو کافر؛ لأنه ینسب إلی النبی ﷺ اباحة الشئ للناس ونهیهم عنه فی وقت واحد، وهذا محال

لا يقدر عليه أحد، فدل ذلک أن الذرائع لا تسدّ" (الاحکام ۶/۱۸۲، ۱۸۹)(مقالہ مولانا سلیم الدین قاسمی)۔

۳-"ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب إن الذين يفترون على الله الكذب لايفلحون"(سورۂ نحل:۱۱۶)۔

۴-"قل أرأيتم ما أنزل الله لكم من رزق فجعلتم منه حراما وحلالا قل آلله أذن لكم أم على الله تفترون"(سورۂ یونس:۵۹)(مقالہ مولانا عبید اللہ ندوی)۔

دیگر آراء:

مفتی محمد عثمان گورینی نے علماء کے مسلک وموقف کو تین قسموں میں منقسم کیا ہے:

۱-سدّ ذریعہ کی ممانعت پر اتفاق: وہ اسباب وذرائع جو کسی مسلمان کی ایذاء وہلاکت کا سبب بنتے ہوں، گرچہ وہ فی نفسہ جائز ہوں، لیکن ایسے اسباب کو اختیار کرنے کی حرمت پر علماء کا اتفاق ہے، مثلاً کھانے میں زہر ملانا، لوگوں کی گزرگاہوں پر گڑھا کھودنا وغیرہ (اصول الفقہ الاسلامی للزحیلی ۱/۱۹۰)۔

۲-سدّ ذریعہ کی عدم ممانعت پر اتفاق: ایسے اسباب ووسائل جو منفعت ومضرت، حلت وحرمت دونوں کا سبب اور ذریعہ بن سکتے ہوں، لیکن مضرت وحرمت کی جہت غالب اور اکثری نہ ہو بلکہ امکان ہو، اور جہت منفعت غالب ہو تو ایسے وسائل کے جواز پر اتفاق ہے، صرف امکان کی وجہ سے عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جائے گا (اصول الفقہ الاسلامی للزحیلی ۱/۱۹۱)۔

۳-سدّ ذریعہ کی حلت وحرمت میں اختلاف: وہ اسباب ووسائل جو بذات خود مباح ہوں، لیکن کسی ناجائز امر تک رسائی کا قوی شبہ موجود ہو تو اس کی حلت وحرمت میں اختلاف ہے، اور اس کے تحت بیوع آجال اور بیع عینہ کی مثال ذکر کی جاتی ہے (اصول الفقہ الاسلامی للزحیلی ۱/۱۹۱)۔

اسی کے ضمن میں مفتی محمد عثمان گورینی نے بیع آجال کا یہ جدول پیش کیا ہے:

نمبر شمار	صورتیں	مقدار ثمن	مقدار مدت	حکم	علت
۱	شراء ماباع مؤجلا	بأقل الثمن السابق	بالنقد	مالکیہ کے نزدیک یہ تینوں صورتیں ناجائز ہیں	"وهوممنوع لما فيه من تهمة سلف جر نفعا" (الشرح الصغير ۳/۱۲۸) "وعلة منعها تهمة قصده سلف بمنفعة" (شرح منح الجليل ۲/۵۸۸)

۲	”	”	بأقل أجل السابق	”	
۳	”	بأكثر الثمن السابق	بأكثر أجل السابق	”	
۴	”	بالثمن المساوی	بالنقد	جائز	”فهذه اثنتا عشرة صورة يمنع منها ثلاث......ومفهوم ثلاث أن التسع الباقية من الثنتى عشرة جائزة“(شرح منح الجليل ۲/ ۵۸۸)
۵	”	”	بأجل المساوی	”	
۶	”	”	بأقل الأجل السابق	”	
۷	”	”	بأكثر الأجل السابق	”	
۸	”	بأقل الثمن السابق	بأجل المساوی	”	
۹	”	”	بأكثر الأجل السابق	”	
۱۰	”	بأكثر الثمن السابق	بالنقد	”	
۱۱	”	”	بأقل الأجل السابق	”	
۱۲	”	”	بأجل المساوی	”	

نوٹ: حنابلہ، مالکیہ کے ساتھ ہیں، اور شوافع کے نزدیک تمام شکلیں جائز ہیں، البتہ احناف کے نزدیک وہ تمام شکلیں جس میں خریداری ثمن سابق سے کم پر ہو، ناجائز ہے۔

احناف وشوافع کے نزدیک سدّ ذرائع کو بحیثیت دلیل قبول نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے نزدیک

ذرائع حقیقتاً وسائل ہیں، اور وسائل میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے، چنانچہ وسائل کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مکروہ، اور بسا اوقات مندوب و مباح ہوتے ہیں، اس اضطراب کی بنا پر اسے ''کلیہ'' کا درجہ دینا درست نہیں ہے (دیکھئے: الموسوعہ الفقہیہ ۲۷۸/۲۴) (مقالہ مولانا محمد زبیر ندوی، مولانا روح الامین مظاہری، مولانا عبیداللہ ندوی)۔

-مسالک کے دلائل پیش کرنے کے بعد مفتی محمد شاہجہاں ندوی ان کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اول وہلہ میں وہ کمزور نظر آتے ہیں؛ کیونکہ وسائل کے احکام میں فرق ہونا مصالح یا مفاسد میں تفاوت کے اعتبار سے ہے، لہذا اس کی وجہ سے وسائل میں اضطراب کو نہیں ثابت کیا جاسکتا ہے، نیز ظاہر کے مطابق حکم لگانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی حرام شئی کے ذریعہ کو نظر انداز کردیا جائے۔

سدّ ذرائع کے اصول وضوابط:

مفتی محمد عثمان بستوی نے سدّ ذرائع کے مندرجہ ذیل ضوابط بیان کئے ہیں:

۱-جن ذرائع کی حرمت منصوص ہو اس کی ممانعت مجمع علیہ و متفق ہوگی۔

۲-جن ذرائع کا معصیت اور حرمت تک متعدی ہونا یقینی اور ظن غالب ہو اس کی ممانعت بھی متفق علیہ ہوگی۔

۳-جن ذرائع کا حرمت تک متعدی ہونا ظن غالب تو نہ ہو لیکن کثیر ہو تو ظاہر کو قصد و ارادہ کے قائم مقام مان کر عدم جواز کا حکم ہوگا۔

۴-جن ذرائع کا متعدی ہونا نہ تو ظن غالب ہو اور نہ کثیر ہو تو ایسی صورت میں ذرائع کی ممانعت کا حکم بر بنائے احتیاط ہوگا (سدّ الذرائع لمحمد ہشام رص ۱۱۷)۔

مولانا ریحان مبشر قاسمی لکھتے ہیں کہ سدّ ذرائع ایک اصولی قاعدہ ہے، فقہ اسلامی کے اصول میں سے کوئی اصل نہیں ہے، جیسا کہ محمد ہاشم برہانی لکھتے ہیں:

"**الحقيقة الثالثة: إن سدّ الذرائع كقاعدة:هو أقرب الأشياء إلى حقيقته، وإنها تدخل فى سلک القواعد الأصولية دون الفقهية، فهو من مباحث علم الأصول لا من مباحث الفقه**" (سدّ الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ رص ۱۷۴) (مفتی محمد اسعد پالنپوری)۔

جبکہ امام شاطبی کہتے ہیں: "**إن سدّ الذرائع اصل شرعى قطعى متفق عليه فى الجملة، وإن اختلف العلماء فى تفاصيله، وقد عمل به السلف بناء على ما تكرر من التواتر المعنوى فى نوازل متعددة دلّت على عمومات معنوية، وإن كانت النوازل خاصة ولكنها كثيرة**" (الموافقات ۴۵/۲) (مولانا روح الامین مظاہری)۔

۴-اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک ذرائع کے درجات اوران کے رجحانات:

سوال نمبر۴:اھل اصول اور فقھاء نے ذرائع کے جو مختلف درجات مقرر کئے ھیں ان پرروشنی ڈالیں؟ اور اس سلسله میں ان کے مختلف رجحانات کی تشریح کریں؟

اکثر مقالہ نگار حضرات نے ذرائع کے درجات کی مختلف حوالوں سے چار قسمیں بیان کی ہیں اور پھراس کے ضمن میں فقہاء کے رجحانات کا بھی ذکر کیا ہے، ذیل میں اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہیں:

☆ مولانا محمد انیس ندوی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مفتی محمد عثمان گورینی وغیرہ کئی مقالہ نگاروں نے ذرائع کے مختلف درجات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس طرح تفصیل پیش کی ہے:

۱-ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے امام شاطبیؒ کے حوالے سے ذرائع کی چار قسمیں نقل کی ہیں:

قسم اول: وہ ذرائع جنکے نتیجے میں فساد کا پیدا ہونا یقینی ہو جیسے کسی کے دروازے اور گزرگاہ پر رات کے اندھیرے میں کنواں کھود دینا کہ گھر سے باہر نکلنے والے کا اس میں گرجانا یقینی ہو۔

قسم دوم: وہ ذرائع جنکے نتیجہ میں فساد کا پیدا ہونا اتفاقی امر اور نادر ہو،مثلاً کسی ایسی جگہ کنواں کھودنا جو عام گزرگاہ نہیں،لیکن کبھی اتفاقاً کوئی ناواقف شخص اندھیرے میں گزرتے ہوئے اس میں گرسکتا ہے۔

قسم سوم: وہ ذرائع جو اکثر وبیشتر کسی فساد اور بگاڑ کا ذریعہ ہیں جنکے موجب فساد ہونے کا غالب اندیشہ ہو، جیسے جنگ کے زمانہ میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار کی فروخت، غالب یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف استعمال ہوگا، یا کسی شراب ساز کے ہاتھ انگور کی بیع، کہ غالب یہی ہے کہ وہ انگور سے شراب تیار کریگا۔

قسم چہارم: وہ ذرائع جو بسا اوقات موجب فساد ہوجاتے ہیں لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا،لیکن ان کا موجب فساد ہونا بالکل نادر بھی نہیں، جیسے بیوع کی بعض صورتیں جو بسا اوقات ربا کو موجب ہوجاتی ہیں لیکن یہ صورت نہ غالب ہے اور نہ ہی بالکل نادر (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۱۶، أصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۸۸۵)۔

پہلی قسم کے ذرائع جو یقینی طور پر فساد کو موجب ہیں ان کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے،امام قرافیؒ نے لکھا ہے:"بل **الذرائع ثلاثة أقسام: قسم اجمعت الأمة على سدّه ومنعه وحسمه كحفر الآبار فى طرق المسلمين فانه وسيلة الى إهلاكهم فيها وكذلك إلقاء السمّ فى أطعمتهم،وسبّ الاصنام عند من يعلم من حاله انه يسبّ الله تعالىٰ عند سبّها**"(الفروق للقرافی:۳۲/ ۲) (ذرائع کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس پر بندش عائد کرنے،اسے روکنے اور اس کو ختم کرنے پر امت کا اجماع ہے، جیسے عام گذرگاہوں پر کنواں کھودنا،اسلئے کہ یہ لوگوں کو ہلاک

کرنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح لوگوں کے کھانے میں زہر ملا دینا یا غیر مذہب کے معبودوں کو یہ جانتے ہوئے برا کہنا کہ وہ اسکے جواب میں اللہ کو برا کہیں گے)۔

دوسری قسم: یعنی وہ ''سدّ ذرائع'' جن کے نتیجہ میں کبھی اتفاقاً فساد کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہوتو ایسے اسباب وذرائع کوممنوع نہیں قرار دیا جائیگا، امام قرافیؒ لکھتے ہیں: ''**قسم أجمعت الأمة على عدم منعه، وأنه ذريعة لا تسدّ و وسيلة لا تحسم كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر، فإنه لم يقل به أحد كالمجاورة فى البيوت خشية زنى**'' (الفروق ۲/۳۲) (وہ قسم جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے وہ ممنوع نہیں اور نہ ان ذرائع پر بندش عائد کی جاسکتی ہے، جیسے انگور کی کاشت پر اس لئے پابندی عائد نہیں کی جاسکتی کہ اس سے شراب سازی کے لئے خام موادفراہم ہوگا کہ اسکا کوئی قائل نہیں، اسی طرح پڑوس میں گھر بنانا اس لئے ممنوع نہیں ہوگا کہ بدکاری کا اندیشہ ہے)۔

تیسری قسم: یعنی وہ ذرائع جن کے بارے میں غلبہ ظن ہے کہ وہ موجب فساد ہونگے، ان کے بارے میں بھی علماء کی رائے یہی ہے کہ ایسے ذرائع کا سدّ باب ضروری ہے، اس لئے کہ عام طور پر شروع میں ظن غالب کوعلم ویقین کا درجہ دیا جاتا ہے، اور ایسے ذرائع کا ارتکاب عام طور پر ممنوعات کے ارتکاب کا ذریعہ بن جاتا ہے، امام قرافیؒ کی رائے میں جس طرح پہلی قسم کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے اسی طرح تیسری قسم کی ممانعت پر بھی اجماع ہے، وہ لکھتے ہیں: ''**وما يغلب على الظن إفضائه إلى المفسدة، أن هذا القسم قد أجمع على سدّه كالمنع من حفر الآبار فى طرق المسلمين، إذا علم وقوعهم فيها أوظن، و إلقاء السمّ فى أطعمتهم إذا علم أو ظن إنّهم يأكلونها فيهلكون**'' (الفروق للقرافی ۳/۲۶۶) (جن اعمال کے ذریعہ فساد بن جانے کا ظن غالب ہو ان کی ممانعت پر بھی اجماع ہے، جیسے عام گزرگاہوں پر کنواں کھودنا، چاہے اس میں گرنے پر یقین ہو یا ظن غالب ہو، یا کھانے میں زہر ملانا، چاہے کھا کر ہلاک ہونے کا یقین ہو یا ظن غالب ہو)۔

امام زرکشی نے اس قسم کی ممانعت کے بارے میں اجماع سے انکار کیا ہے اوراس میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے، ذرائع کی تین قسمیں لکھنے کے بعد فرمایا: ''**والثانى والثالث اختلف الأصحاب فيه فمنهم من يراعيه ومنهم من لايراعيه**'' (البحر المحیط للزرکشی الشافعی: ۶/۸۲) بعض شافعیہ اس کے مخالف ہیں، اسی طرح ابن حزم بھی اس کے اجماع کے منکر ہیں، لکھتے ہیں: ''**واذا حكم بالظن فقد حكم بالكذب و الباطل**'' (الإحکام لإبن حزم: ۶/۱۳)، اگرظن وگمان کے مطابق فیصلہ کیا گیا تو وہ جھوٹ اور باطل فیصلہ ہوگا۔

چوتھی قسم: یعنی وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں کسی فساد کا پیدا ہونا نہ اکثری ہے اور نہ نادر، لیکن بسا اوقات ایسا ہوجایا

کرتا ہے، یہی وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور ابن حزم کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ فساد اس صورت میں ظن غالب نہیں ہے اور اعتبار غلبہ کا ہے، اس لئے ایسے عقود اور اعمال جن کا غالب نتیجہ فساد نہ ہو، انہیں ممنوع نہیں قرار دیا جاسکتا، اور امام مالکؒ نیز امام احمد بن حنبلؒ اس صورت میں بھی ذرائع کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس فعل کا اصلاً ماذون اور مباح ہونا بسا اوقات موجب فساد ہونے کی وجہ سے اپنی اصلی اباحت و اذن پر باقی نہیں رہے گا، جس کی شرع میں نظیریں بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں بھی ذرائع واسباب کو ممنوع قرار دیا جانا چاہئے جیسے بیع آجال یعنی ایک مدت مقرر کرکے خرید وفرخت کرنا ہے۔

☆ اسی کو اختصار کے ساتھ علامہ شاطبی، علامہ ابن قیم، علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے مفتی محمد عثمان گورینی اس طرح بیان کرتے ہیں:

۱- ذرائع خواہ مباح ہوں یا مستحب، جب کسی مفسدہ عامہ یا خاصہ کا سبب ہونا قطعی یا اکثری ہو تو ایسے ذرائع پر شرعاً پابندی ہوگی۔

۲- وہ مباح و مستحب وسائل و ذرائع جن پر مفسدہ خاصہ کا مرتب ہونا قطعی اور ظن غالب کے درجے میں نہ ہو بلکہ اکثری ہو، تو ایسے اسباب فی نفسہ مباح ہیں، لیکن مفسدہ کا سبب ہونے کی وجہ سے ممانعت احتیاطی ہوگی، یہی صورت اختلافی ہے۔

۳- وہ مباح اور مستحب وسائل و ذرائع جن پر مفسدہ کا مرتب ہونا نادر ہو تو ایسے وسائل و ذرائع پر شرعاً کوئی پابندی نہیں ہے، اسی کو علامہ قرافی مالکی نے "**قسم أجمعت الامة علی سدّه ومنعه**"، و"**قسم أجمعت الامة علی عدم منعه**"، و"**قسم اختلف فيه العلماء**" (الفروق ۲/۳۲) سے تعبیر کیا ہے، جس میں علماء کے موقف و مسلک کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے (قاعدہ سد الذرائع ص۱۹۷)۔

☆ مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جدہ نے ذرائع کی تقسیم اس طرح کی ہے:

۱- جس کی ممانعت پر سب کا اتفاق ہو، یا قرآن وسنت میں جس کی ممانعت منصوص ہو، یا اس کا مفسدہ کی طرف پہنچنا قطعی ہو یا غالب و کثیر ہو جائے، چاہے وسیلہ مباح ہو یا مندوب ہو یا واجب، نیز وہ عقود جن میں حرام کا قصد ظاہر ہو جائے، بھی اسی قبیل سے ہے۔

۲- جس کے فتح پر سب کا اتفاق ہو، وہ ذرائع جن میں مصلحت مفسدہ پر راجح ہو۔

۳- جو مختلف فیہ ہوں، یہ وہ تصرفات ہیں جن کا ظاہر صحیح اور درست ہو، لیکن اس کے ساتھ محظور کا وسیلہ بننے کی تہمت مضمر ہو، اس کے ذریعہ کثرت سے حرام کا قصد کئے جانے کی بنا پر (موسوعۃ القضایا الفقہیہ المعاصرۃ والاقتصاد الاسلامی ص۱۷۴) (مقالہ

مولانا یحیی معین ثمر)۔

☆مفتی حبیب اللہ قاسمی صاحب وغیرہ نے فقہاء واصولیین کے یہاں ذرائع کے جومختلف درجات ہیں ان کی ایک مختصر تفصیل پیش کی ہے جنہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

۱۔ایسا ذریعہ جوکسی مصلحت کی طرف لے جانے والا ہواوروہ ذریعہ بھی جائز ہو۔

۲۔ایسا ذریعہ جوکسی فساد کی طرف لے جانے والا ہواوروہ ذریعہ بھی ناجائز ہو۔

۳۔ایسا ذریعہ جوکسی مصلحت کی طرف لے جانے والا ہواوروہ ذریعہ ناجائز ہو۔

۴۔ایسا ذریعہ جوکسی فساد کی طرف لے جانے والا ہواوروہ ذریعہ جائز ہو۔

اوراگر ذریعہ اپنے عام معنی میں ہوتواس کی بھی چار قسمیں ہیں:

۱۔ایسا جائز وسیلہ جو دوسرے کسی جائز وسیلہ تک پہنچانے والا ہو۔

۲۔ایسا ناجائز وسیلہ جوکسی ناجائز وسیلہ تک پہنچانے والا ہو۔

۳۔ایسا ناجائز وسیلہ جوجائز وسیلہ تک پہنچانے والا ہو۔

۴۔ایسا جائز وسیلہ جوکسی ناجائز وسیلہ تک پہنچانے والا ہو۔

ذرائع کے اقسام کاحکم بدلتا ہے ارکان ثلاثہ کے بدلنے سے،اورارکان ثلاثہ یہ ہیں:الوسیلۃ،المتوسل الیہ،الإفضاء۔

قواعد المقری میں مذکور ہے کہ ذریعہ کے درجات تین ہیں اور یہ حرام کے اعتبار سے ہے یعنی جوحرام کا سبب بنتا ہے:

۱۔قریب ذریعہ جس میں کوئی معارض نہ ہووہ بالاتفاق حرام ہے۔

۲۔ایسا ذریعہ جوحرام سے بہت دور ہو یہ بالاتفاق حرام نہیں ہے۔

۳۔ایسا ذریعہ جونہ حرام کے قریب ہواورنہ حرام سے دور ہواوراس میں علماء کا اختلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صاحب قواعد المقری اتفاق اوراختلاف کی علت قرب اور بعد کوقرار دیتے ہیں۔

اورصاحب احکام الفصول نے درجات کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ایسا ذریعہ جو یقین کے ساتھ حرام تک پہنچاتا ہے۔

۲۔ایسا ذریعہ جوغالباً حرام تک پہنچاتا ہے۔

۳۔ایسا ذریعہ جوحرام اورحلال تک پہنچانے میں برابر ہو۔

۴۔ایسا ذریعہ جوحرام تک بہت کم پہنچتا ہو۔

☆مولانا جمشید جوہر قاسمی لکھتے ہیں کہ علامہ قرافی نے پوری امت کا اس پر اتفاق قرار دیا ہے کہ فساد ذریعہ کی تین قسمیں ہیں:

"وأما الذرائع فقد أجمعت الأمة على أنها على ثلاثة أقسام:أحدها معتبر إجماعا كحفر الآبار فی طرق المسلمين وإلقاء السمّ فی أطعمتهم وسبّ الأصنام عند من يعلم من حاله أنه يسبّ الله تعالى حينئذ.وثانيها ملغى إجماعا كزراعة العنب فإنه لا يمنع خشية الخمر والشركة فی سكنى الآدر خشية الزنا.وثالثها مختلف فيه كبيوع الآجال اعتبرنا نحن الذريعة فيها وخالفنا غيرنا."

"فحاصل القضية أنا قلنا بسدّ الذرائع أكثر من غيرنا لا أنها خاصة بنا" (تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد 3/74)۔

ایک ضروری وضاحت:

یہاں وضاحت ضروری ہے کہ مذکورہ بالا ترتیب علامہ قرافیؒ اور دیگر فقہاء کی ہے جبکہ اس پہلی قسم کو علامہ شاطبی مالکیؒ **"ما أدى إلى المفسدة قطعا فی العادة"** سے تعبیر کرتے ہیں، اور علامہ ابن قیم حنبلیؒ اس کو ایسا مباح مانتے ہیں جس کا مفسدہ اس کی مصلحت پر راجح ہو **"وهذا القسم يسميه الشاطبی ما أدّى إلى المفسدة قطعًا فی العادة، ويدخل عند ابن القيم فی المباح الذی تكون مفسدته أرجح من مصلحته."**(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی (9/1383)۔

اور اس دوسری قسم کو علامہ ابن القیم چوتھی قسم شمار کرتے ہیں اور اس کو وہ مباح امر مانتے ہیں جس کی مصلحت اس کے مفسدہ پر راجح ہو، جبکہ علامہ شاطبیؒ اس کو ایسا مباح مانتے ہیں جو کبھی کبھار مفسدہ تک پہونچاتا ہو۔ **"ويدخل هذا القسم عند ابن القيم فيما تكون مصلحته أرجح من مفسدته وهو القسم الرابع عنده، ويدخل عند الشاطبی فيما يؤدّی إلى المفسدة نادرًا لا كثيرًا ولا غالبًا."**(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی(9/1383)۔

اور اس تیسری قسم کو علامہ شاطبی ایسا مباح کام مانتے ہیں جو اکثر و بیشتر مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو، ایسا ذریعہ بھی ممنوع ہوگا؛ جبکہ علامہ ابن قیمؒ نے اس کو دوسری قسم میں شامل کیا ہے اور اس کو ایسا مباح ذریعہ مانتے ہیں جس کے ذریعہ مفسدہ تک پہونچنے کا قصد کیا گیا ہو، لہذا یہ ذریعہ بھی ممنوع ہوگا۔

گویا مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذریعہ کی یہ تیسری صورت **(هو المباح الذی يكون أداؤه إلى المفسدة كثيرًا)** بھی ممنوع ہوگی؛ جبکہ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک ممنوع نہ ہوگی (مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۳۸۳)۔

☆مولانا روح الامین مظاہری نے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک ذرائع کی وہ قسم جو کثرت سے مفضی إلی الفساد ہو معتبر نہیں ہے، اس کی وجوہات مندرجہ ذیل بیان کی ہیں:

الف-اصل اباحت واذن ہے، اس لئے موضع اشتباہ میں حکم اصل کے مطابق ہوگا۔

ب-حکم کا مدار یقین یا ظن غالب پر ہوتا ہے، اور یہاں دونوں مفقود ہیں۔

ج-فساد کا وقوع وعدم وقوع دونوں محتمل ہیں، اور کوئی قرینہ مرجحہ بھی نہیں۔

د-مباشر نے فساد ہی کا قصد کیا ہو، یہ محض احتمال ہے، مذکورہ عوارض کی وجہ سے احتمال قصد حقیقت قصد کے قائم مقام نہیں ہوگا، نیز یہاں مکلّف کو کوتاہ اور لا پرواہ بھی شمار نہیں کیا جاسکتا؛ کیونکہ قصد بھی محتمل ہے اور فساد بھی محتمل ہے، غالب نہیں ہے، ہاں! جب فساد قطعی یا ظن غالب کے درجے میں ہو تو پھر قصد اور تقصیر ہی پر اسے محمول کیا جائے گا۔

جبکہ امام مالک واحمد نے ''سدّ ذرائع'' میں اس قسم کا بھی اعتبار کیا ہے اور ان کے پیش نظر مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

الف-کثرت وقوع حکم کی بنیاد کے لئے کافی ہے، اگرچہ وقوع یقینی یا ظن غالب کے درجے میں نہ ہو؛ بلکہ عدم وقوع کا احتمال موجود ہو، جیسے حدود کی مشروعیت زجر وتنبیہ کے لئے ہے اور اقامت حدود کی بناء پر زجر وتنبیہ کا حاصل ہونا اغلبی نہیں بلکہ کثیر ہے، اور یہ احتمال موجود ہے کہ زجر حاصل نہ ہو، پھر بھی اصل (عصمت انسان) کے خلاف اس کثرت کا اعتبار کیا گیا اور یہ حد مشروع کی گئی تو اسی طرح یہاں بھی اصل (اباحت) کے خلاف ''سدّ ذریعہ'' کی حکمت کی بناء پر اس کثرت کا اعتبار کیا جائے گا۔

ب-فساد کی کثرت کے لحاظ سے یہ قسم ثالث قسم ثانی کے ساتھ مشترک ہے؛ کیونکہ وہاں بھی فساد کا وقوع کثرت سے ہوتا ہے، اس لئے دونوں قسم کا حکم بھی مشترک ہوگا۔

ج-بہت سی نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں، جیسے خلیطین (دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا، جیسے کشمش اور کھجور) کی ممانعت، تین دن کے بعد نبیذ کو استعمال کرنے کی ممانعت، ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت جن میں یہ علم نہ ہو سکے کہ نبیذ خمر میں تبدیل ہو چکی ہے، اجنبیہ کے ساتھ خلوت کی ممانعت، بلا محرم سفر کی ممانعت، قبروں پر تعمیر مسجد کی ممانعت، نکاح میں پھوپھی اور بھتیجی کو جمع کرنے کی ممانعت وغیرہ، یہ سب ممانعت اسی لئے ہیں کہ فساد کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور کوئی اس کو فساد کا ذریعہ بنا سکتا ہے، حالانکہ فساد نہ غالب ہے اور نہ یقینی ہے۔

ذرائع سے متعلق فقہاء کے رجحانات:

-مولانا روح الامین مظاہری نے رجحانات کی تعیین کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں کی ہیں:

۱-وہ ذرائع جو بالاجماع مسدود وممنوع نہیں، جیسے خمر کے اندیشہ سے انگور کی زراعت کی ممانعت، یا زنا کے اندیشے سے پڑوس میں رہنے کی ممانعت۔

۲-وہ ذرائع جو بالاجماع مسدود وممنوع ہیں، جیسے مشرکین کے درمیان سبّ اصنام، راستہ میں کنواں کھودنا جہاں کسی کے گرنے کا یقین یا ظن غالب ہو، یا لوگوں کے کھانے میں زہر شامل کرنا، جبکہ معلوم ہے کہ لوگ اس کھانے کو استعمال کریں گے۔

۳-وہ ذرائع جن کے مسدود ہونے میں اختلاف ہے، جیسے اجنبیہ کی طرف دیکھنا یا اس کے ساتھ بات چیت کرنا کہ یہ زنا کا ذریعہ بن سکتا ہے، یا بیوع مؤجلہ کہ وہ ربا کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

-مولانا محمد زبیر ندوی نے امام ابن قیم، امام قرافی اور امام شاطبی کے اقسام کے درمیان موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قرافی اور ابن قیم نے ذرائع میں ایسی باتوں کو بھی داخل کر دیا ہے جو مقاصد میں اصلاً داخل ہیں، دوسرا فرق یہ ہے کہ ابن قیم وغیرہ نے فاعل کے قصد وارادہ کو زیادہ اہمیت دی ہے؛ جبکہ شاطبی نے فعل کے نتائج اور آثار کو ملحوظ رکھا ہے (دیکھئے: مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۳۸۲)۔

-مفتی محمد شاہجہاں ندوی نے ذرائع کے درجات سے متعلق فقہاء کے تین رجحانات کا ذکر کیا ہے:

۱-مالکیہ اور حنابلہ کا رجحان یہ ہے کہ جو ذریعہ عام طور سے مفسدہ کا باعث بنے، یا جو ذریعہ بہ کثرت مفسدہ پیدا کرے، خواہ عمومی طور سے پیدا نہ کرے، وہ بھی حرام ہے، چنانچہ ان کے نزدیک شراب نچوڑنے والے سے انگور فروخت کرنا حرام ہے، نیز مسلمانوں کے دشمن، فتنہ پروروں اور ظلم وزیادتی کرنے والوں سے ہتھیار بیچنا حرام ہے۔

۲-حنفیہ کے نزدیک جو ذریعہ بکثرت فساد کا سبب بنے اس کا حکم قصد وارادہ پر موقوف ہے، سو اگر اسے حرام کام کے لئے حیلہ بنائے تو وہ جائز نہیں ہے، ورنہ جائز ہے، جیسے بیع عینہ کہ ادھار سامان فروخت کر کے کم قیمت میں نقد خرید لے تو یہ ناجائز ہے؛ کیونکہ خرید وفروخت صوری ہے، اور اصل میں قرض سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے۔

۳-شافعیہ عام طور سے اس ذریعہ کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو بکثرت فساد تک لے جاتا ہے، چنانچہ انہوں نے بیع عینہ کو جائز ٹھہرایا ہے، جبکہ ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔

-مفتی محمد عثمان گورینی اس اصول کی تنقیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو کام مقاصد اسلامیہ میں داخل ہیں، اگر ان کے کرنے سے کچھ لوگ غلط فہمی یا غلط کاری کا شکار ہوتے ہیں تو ان کاموں کو ہرگز نہ چھوڑا جائے گا، ہاں جو کام مقاصد اسلامیہ میں داخل نہیں اور ان کے ترک کر دینے سے کوئی دینی مقصد فوت نہیں ہوتا تو ایسے کاموں کو دوسروں کی غلط فہمی یا غلط کاری کے اندیشے کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے گا (معارف القرآن ۳/ ۴۲۴)۔

۵-ائمہ اربعہ کے فقہ سے سدّ ذریعہ کی مثالیں:

سوال نمبر:۵-اگر ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے یہاں سدّ ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے تو ہر فقہ سے اس کی چند مثالیں بھی پیش کریں؛ تاکہ واضح ہو کہ کس طرح کے مسائل میں اس اصول کا استعمال کیا جائے گا؟ خاص طور سے فقہ حنفی میں سدّ ذریعہ کے استعمال پر تفصیلی گفتگو کریں۔

اکثر مقالہ نگاروں نے مذاہب ائمہ اربعہ کی فقہ سے سدّ ذریعہ کی مثالیں اور شواہد پیش کئے ہیں کہ تمام فقہاء کے یہاں سدّ ذریعہ پر عمل ہے اور کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے، چونکہ مقالہ نگاروں نے جو شواہد پیش کئے ہیں ان میں بہت حد تک یکسانیت ہے، اس لئے چند مقالوں سے اس کی تفصیلات پیش کی جاتی ہیں:

”وإن الأخذ بالذرائع كما قررنا ثابت من كل المذاهب الاسلامية وإن لم يصرح به، وقد أكثر منه الامامان مالک وأحمد، وكان دونهما فى الأخذ به الشافعي وابوحنيفة، ولكنهما لم يرفضاه جملة، ولم يعتبراه اصلا قائما بذاته بل كان داخلا فى اصول المقررة عندهما كالقياس والاستحسان الخفي الذى لايبتعد عما يقرره الشافعي إلا فى العرف “ (اصول الفقہ/۲۶۵) (مقالہ مولانا عبداللہ خالد لوناواڑہ، مفتی امانت علی قاسمی، مفتی اخلاق حسین قاسمی، مولانا محمد سالم قاسمی)۔

مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا محمد انیس ندوی، مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مولانا روح الامین قاسمی، قاضی عبدالجبار ندوی، مفتی اسرار قاسمی، مولانا محمد سالم قاسمی وغیرہ نے ائمہ فقہ سے سدّ ذریعہ کی یہ مثالیں پیش کی ہیں:

ا-مالکیہ کے نزدیک ”سدّ ذریعہ“ کی مثالیں:

(۱) بیع آجال کی وہ تمام صورتیں جو سود یا کسی ممنوع تک پہنچنے کا ذریعہ بنیں، ان تمام صورتوں سے منع کیا ہے، جن کی تعداد ایک ہزار مسائل تک پہنچتی ہے (المدونۃ الکبریٰ بروایۃ السحنون: بیع الآجال: ۹/۱۱۷)۔

(۲) ایک صحیح حدیث جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”من صام ستة أيام بعد الفطر كان كصيام السنة، من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها“ (ابن ماجہ) (کہ جو شخص رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لے وہ پورے سال روزہ رکھنے والے کی طرح ہے؛ کیونکہ جو ایک نیکی کرتا ہے اس کو دس گنا ثواب ملتا ہے)۔

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ شوال کے چھ روزے کے استحباب کے قائل ہیں، لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں:

”مارأيت أحدا من أهل العلم والفقه يصومها ولم يبلغني ذلک عن أحد من السلف وأن أهل العلم

یکرھون ذلک ویخافون بدعته"(المؤطا لمالکؒ:۹۸) کہ میں نے علماء اورفقہاء میں سے کسی کوان روزوں کورکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی سے مجھ تک یہ چیز پہنچی ہے، بلکہ اہل علم اس کومکروہ سمجھتے تھے اوراس کی بدعت سے ڈرتے تھے،لہٰذاامام مالکؒ کےنزدیک یہ روزے مکروہ ہیں اس اندیشہ سے کہ یہ بدعت کا ذریعہ نہ بن جائیں اورلوگ انہیں واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔

(۳)حضرت ابوہریرہؓ نے آپ ﷺ کامعمول نقل کیا ہے کہ: "**کان رسول اللهﷺ یقرأ یوم الجمعة فی صلاة الفجر،الٓم تنزیل السجدة وهل أتیٰ علی الإنسان**" (البخاری) آپ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں "الٓم تنزیل السجدة"اور"ھل أتی علی الانسان" پڑھا کرتے تھے،یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ان سورتوں کوفجر کی نماز میں پڑھنا مستحب ہےلیکن امام مالکؒ اس سے منع کرتے تھے اورممانعت کی وجہ بھی بیان کی ہے:"**هو خشیة اعتقاد العامة کون فریضة الفجر یوم الجمعة ثلاث رکعات**"(سدّ الذرائع فی الشریعة الاسلامیة:۶۳۲) کہ عوام الناس جمعہ کے دن فجر کی فرض نماز کوتین رکعت نہ سمجھنے لگیں،جیسا کہ صاحب مرقاۃ نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے: "**إن بعض العجم راحوا إلی بخاریٰ،فقال واحد: رأیت من العجائب فی مکة أن الشافعیة یصلون الصبح ثلاث رکعات**" (حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ۱/۸۰) (بیشک کچھ عجمی بخاریٰ واپس آئے توان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے مکہ میں عجیب وغریب چیز دیکھی کہ حضرات شافعیہ فجر کی نمازتین رکعت پڑھتے ہیں)۔

لہٰذاامام مالکؒ کےنزدیک فرض نماز میں بھی سجدہ والی آیت پڑھنا مکروہ ہے،چاہے وہ امام ہو یا منفرد،فرمایا: "**لأنها تشویش علی المأموم فکرهها للا مام ثم للمنفرد حسماً للباب**" (ایضاح المسلک:۲۱۹)؛کیونکہ مقتدی کوتشوش سے بچانامقصود ہے،لہٰذااس ذریعہ کوبالکل ختم کردیا۔

(۴)امام مالکؒ نے ائمہ مساجد کے لئے فرض نمازوں کے بعد جہراًاجتماعی دعا کرنے کومکروہ قرار دیا ہے؛کیونکہ امام کیلئے اس میں دوچیزیں ثابت ہوتی ہیں:(۱)نماز میں حق تقدّم (۲)اورلوگوں کےفوائد کےحصول کے لئے اللہ اوراس کے بندوں کے درمیان واسطہ بننے کا شرف حاصل ہونا،اوریہی دوچیزیں کراہت کا ذریعہ ہیں،امام قرافیؒ لکھتے ہیں:"**کونه سببا لتوقع فساد القلوب وحصول الکبر والخیلاء**" کہ ہوسکتا ہے وہ اس کی وجہ سے اپنے آپ کوبڑا سمجھنے لگے جس کےنتیجہ میں اس کادل بگڑ جائے اوراللہ کانافرمان ہوجائے لہٰذااس عمل کےمکروہ ہونے کا سبب فسادقلب اورغروروگھمنڈ پیداہونے کی توقع ہے(الفروق للقرافی ۴/۳۰۰)۔

حنابلہ کے یہاں سد ذریعہ کا اصول استعمال کرنے کی مثالیں:

۱- بیع آجال میں حنابلہ مالکیہ کے ساتھ ہیں سوائے چند صورتوں کے جن میں حنابلہ نے اختلاف کیا ہے۔

۲- ہر وہ چیز جو گناہ میں معاونت کا ذریعہ بنے حنابلہ نے ان تمام چیزوں سے منع کیا ہے مثلاً ایسے شخص کے ہاتھ انگور بیچنا جو اس سے شراب بنائے، اگر بائع کو معلوم ہے کہ مشتری اس سے شراب ہی بنائے گا تو یہ بیع باطل ہوگی، اسی طرح کافروں اور رہزنوں کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا اور گانے بجانے کیلئے باندی کو بیچنا یا اجرت پر دینا۔

امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کا انتقال ہو چکا تھا اور اس نے ترکہ میں مغنّیہ باندی اور ایک یتیم بچہ چھوڑا تھا، لڑکے کو اس باندی کے بیچنے کی ضرورت پیش آئی تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ بغیر بناؤ سنگار کے بیچ سکتے ہو، ان سے کہا گیا کہ بناؤ سنگار کے ساتھ بیچا گیا تو اس کی قیمت ۳۰/ ہزار درہم ملے گی اور بغیر بناؤ سنگار کے ۲۰/ دینار سے زیادہ قیمت نہیں ملے گی تو امام احمدؒ نے فرمایا: بیچا جائیگا تو اسی شرط کے ساتھ ورنہ نہیں (المغنی لابن قدامہ ۶/ ۳۱۹)۔

۳- امام احمدؒ سے منقول ہے کہ: ''**يمنع الوكيل في بيع الشيئ من إبتياعه لنفسه سداً للذريعة لأنه لايستقصي في الغالب في الثمن**'' (المغنی لابن قدامہ ۷/ ۲۲۸) وہ وکیل فی البیع کو اپنے لئے خریدنے سے منع کرتے ہیں؛ کیونکہ وہ ثمن میں اضافہ کرنے کیلئے چھان بین اور تحقیق نہیں کرے گا جسکی وجہ سے اس پر عدم احتیاط اور چھان بین نہ کرنے کا الزام لگے گا۔

۴- اگر کسی شخص کی کھانے اور پانی کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو اور وہ ایسے شخص سے یہ چیزیں مانگے جسکے پاس یہ چیزیں ضرورت سے زائد موجود ہوں، لیکن وہ نہ دے، اب اگر بھوک پیاس کی وجہ سے یہ شخص مر جائے تو ابن قدامہؒ لکھتے ہیں: ''**فأوجبوا عليه الضمان والدية لذلک ولسدّ ذريعة الشر والفساد ولبثّ روح التعاون بين الناس**'' (المغنی ۸/ ۴۲۲)، ایسے شخص پر ضمان اور دیت واجب ہوگی؛ تاکہ یہ چیز شر و فساد اور لوگوں کے درمیان باہم تعاون کی روح ختم ہونے کا ذریعہ نہ بنے۔

امام شافعیؒ نے ''سدّ ذریعہ'' کے اصول کو رد کیا ہے اور اس کا انکار کیا ہے، اس کے باوجود بہت سے فروعی مسائل میں شافعیہ نے بھی اس اصول کو استعمال کیا ہے، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱- معذورین پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ وہ جمعہ کی جگہ ظہر پڑھیں گے چاہے جماعت سے پڑھیں یا تنہا تنہا، جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے؛ لیکن شافعیہ کے یہاں جماعت کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں اخفاء (چھپانا) مستحب ہے؛ تاکہ لوگ انھیں جمعہ ترک کرنے کا الزام نہ لگائیں۔ امام شیرازیؒ لکھتے ہے: ''**قال الشافعيؒ: أحب إخفاء الجماعة لئلا**

يتهموا فى الدين'' (المھذب للشیرازی۱/۲۰۶)، امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جماعت کا اخفاء کیا جائے؛ تا کہ لوگ دین (جمعہ کی جماعت) ترک کرنے کا الزام نہ لگائیں۔امام شافعیؒ کا یہ حکم ''سدّ ذریعۃ'' ہی کے استعمال کی وجہ سے ہے۔

۲-اگر کوئی چیز کام کیلئے اُجیر مشترک کے پاس رکھی گئی اور وہ چیز اس سے ضائع ہوگئی تو اس پر ضمان واجب ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) ایک قول تو یہ ہے کہ اس پر ضمان واجب ہوگا (۲) اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا، امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں کہ ضمان واجب نہیں ہوگا، اس کے بعد امام شیرازیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا: ''ولكنه لايفتى به لفساد الناس'' (المھذب ۲/۲۶۷) لیکن لوگوں کے فساد و بگاڑ کی وجہ سے اس کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا ورنہ فاسق و فاجر لوگ اس کو لوگوں کے مال کو ناجائز طریقے پر کھانے کا ذریعہ بنالیں گے، امام شافعیؒ کا ''سدّ ذریعۃ'' کے اصول کو استعمال کرنے کی یہ سب سے واضح دلیل ہے۔

۳-ایسا مسافر جو سفر کی وجہ سے روزے سے نہ ہو اور دن میں وہ مقیم بن جائیں، یا ایسا مریض جس نے مرض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اور وہ دن میں ٹھیک ہو جائے تو دونوں کیلئے مستحب ہے کہ بقیہ دن کھانے پینے سے رکے رہیں؛ لیکن امام شیرازیؒ لکھتے ہیں: ''لايأكلان عند من لا يعرف عذرهما لخوف التهمة والعقوبة'' (المھذب ۱/۳۲۷) وہ دونوں ایسے شخص کے پاس نہ کھائیں جوان دونوں کے عذر سے واقف نہ ہو تہمت اور سزا کے ڈر سے، حالانکہ وہ معذور ہیں، کھانا جائز ہے، لیکن امام شافعیؒ نے ''سدّ ذریعۃ'' کا استعمال کرتے ہوئے کھانے سے منع کیا۔

۴-اگر وارث اپنے مورث کو قتل کردے تو اسکو وراثت سے محروم کردیا جائے گا؛ کیونکہ اس نے وراثت کے اس حق کو جلدی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جس کو شریعت نے اس کیلئے مؤخر کر رکھا تھا، لہٰذا بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اگر ایسے حق کے ساتھ اس کو قتل کیا جو قابل ضمان نہ ہو اور جس کی وجہ سے اس پر وراثت کو جلد حاصل کرنے کا الزام بھی عائد نہ ہوتا ہو تو اس کو وراثت سے محروم نہیں کیا جائیگا، مثلاً مورث نے اپنے زنا کا اقرار خود کرلیا، اس کے نتیجہ میں وارث نے اس کو قتل کردیا اور اس پر میراث کو جلد حاصل کرنے کا الزام بھی عائد نہیں ہوا تو ایسی صورت میں وہ میراث کا حقدار ہوگا، لیکن امام شافعیؒ نے فرمایا کہ: ''حتى لايجعل ذريعة الى استعجال الميراث،فوجب أن يحرم بكل حال سدً اللباب'' (المھذب ۲/۴۰۷) یعنی اگر یہ قتل میراث کو جلد حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنا ہو پھر بھی واجب ہے کہ ہر حال میں اسے میراث سے محروم کیا جائے تا کہ اس کا سدّ باب ہوسکے۔

(۵) شافعیہ ہر اس چیز پر مکروہ کا حکم لگاتے ہیں جو کسی گناہ کے کام میں معاونت کا ذریعہ بنے، لہٰذا علامہ شیرازیؒ

رقمطراز ہے:"یکرہ بیع العنب ممن یعصر الخمر، والتمر ممن یعمل النبیذ، وبیع السلاح ممن یعصی اللہ تعالیٰ بہ، لأنہ لا یأمن أن یکون ذلک معونۃ علیٰ المعصیۃ" (المہذب ۲/۲۱) یعنی انگور کی بیع کرنا ایسے شخص سے جو اس سے شراب بنائے گا اور کھجور کی بیع کرنا ایسے شخص سے جو اس سے نبیذ تیار کریگا اور ہتھیار کی بیع کرنا ایسے شخص سے جو اسکے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کرے گا مکروہ ہے؛ کیونکہ ایسا شخص گناہ میں معاونت سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

بہت سے فروعی مسائل میں حنفیہ کا عمل بھی "سدّ ذریعہ" پر ہے، اسکی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

۱- بیع آجال کی بعض صورتوں کو منع کرنے میں احناف بھی مالکیہ اور حنابلہ کے موافق ہیں۔

۲- یوم الشک (یعنی شعبان کی ۳۰/تاریخ) کو روزہ رکھنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض احناف روزہ رکھنے کی افضلیت کے قائل ہیں اور بعض افطار کی افضلیت کے قائل ہیں اور بعض نے کہا ہے:"یصام سراً ولایفتی بہ العوام لئلا یظنہ الجہال زیادۃ علی صوم رمضان" (بدائع الصنائع ۲/ ۵۶۴) امت کے خواص (علماء ومفتیان کرام وغیرہ) کیلئے یہ حکم ہے کہ سری طور پر اور چھپا کر روزہ رکھ لیا جائیگا اور عوام کو اس کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا؛ تاکہ اَن پڑھ اور جاہل لوگ یہ نہ گمان کریں کہ رمضان کے روزے میں ایک روزہ کا اضافہ ہو گیا ہے، یہ حکم احناف کے یہاں "سدّ ذریعہ" ہی کے طور پر ہے۔

۳-عوام النّاس کو ۳۰/شعبان یعنی یوم الشک میں انتظار کا حکم دیا جائیگا کہ وہ زوال شمس تک بغیر کھائے پیئے انتظار کریں اور زوال شمس تک اگر کوئی خبر نہ آئے چاند دیکھنے کی، تو پھر عوام کو افطار کا حکم دے دیا جائیگا؛ تاکہ عوام میں رمضان کے روزے میں ایک روزے کے اضافہ کا اعتقاد نہ پیدا ہونے پائے، محمد ہشام برھانی لکھتے ہیں:"ھذا تطبیق آخر یشھد لإعمال الحنفیۃ لسدّ الذرائع" کہ یہ حنفیہ کا "سدّ ذریعہ" کو عمل دلانے کی دوسری دلیل ہے جو عوام کے تعلق سے بیان کی گئی (الذرائع للاستاذ البرھانی:۶۵۲)۔

۴-احناف کے نزدیک خاص طور پر نوجوان عورتوں کیلئے باجماعت نماز پڑھنے کیلئے مسجد جانا مباح نہیں ہے، علامہ کاسانیؒ نے ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:"لأن خروجھن الی الجماعۃ سبب الفتنۃ والفتنۃ حرام وما أدی الی حرام فھو حرام"(بدائع الصنائع ۱/ ۶۶۸) کیونکہ ان کا مسجد جانا فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز حرام تک پہنچائے وہ خود بھی حرام ہوجاتی ہے، یہی ہے اصلاً "سدّ ذریعہ" جس کا استعمال حنفیہ نے کیا ہے۔

۵-علماء احناف نے معتکف کے لئے حالت اعتکاف میں بیوی کو چھونے اور بوسہ لینے کو حرام قرار دیا ہے، اللہ تعالی کے اس فرمان کی وجہ سے:"ولاتباشروھن وأنتم عاکفون فی المساجد" حالانکہ اس آیت میں مباشرت

یعنی جماع سے منع کیا گیا ہے، چونکہ یہ چیزیں دواعی وطی ہیں، ان کے ذریعہ انسان وطی تک پہنچ جاتا ہے، اس لئے احناف نے ان کو بھی حرام کیا ہے، محمد ہشام برہانیؒ فرماتے ہیں: "**ومن المقرر عند الحنفية أن الوسيلة إلى الشئ حكمها حكم ذلك الشئ**" (الذرائع فی الشریعۃ: ۶۵۳) کہ حنفیہ کا اصول ہے کہ کسی چیز کے وسیلہ اور ذریعہ کا وہی حکم ہوتا ہے جو اصل چیز کا ہے، لہٰذا "سدّ ذریعہ" کا اعتبار کرنے میں اصل چیز تو یہی ہے۔

۶- ایسی عورت جسکے شوہر کا انتقال ہوگیا (متوفٰی عنها زوجها) اور ایسی مطلقہ جس سے رجعت کا حق ختم ہو چکا ہو یعنی مطلقہ بائنہ یا ثلاثہ، انکے لئے حکم ہے کہ عدت کے زمانے میں بغیر عذر کے نہ خوشبو لگائیں نہ سرمہ لگائیں نہ خوشبودار تیل لگائیں، صاحب ہدایہ نقل فرماتے ہیں: "**فيه وجهان ماذكرناه من إظهار التأسف والثانى أن هذه الاشياء دواعى الرغبة فيها، وهى ممنوعة عن النكاح، فتجتنبها كيلا تصير ذريعة الى الوقوع فى المحرَّم**" (ہدایہ ۲/۴۲۷) اس حکم کی دو وجہیں ہیں: (۱) اول وہ جو ہم نے ذکر کیا کہ افسوس کا اظہار کرنا (۲) ایسی چیزیں اس عورت کی طرف زیادہ رغبت دلاتی ہیں؛ حالانکہ اس عورت کو عدت کے زمانے میں نکاح سے منع کیا گیا ہے، تو وہ ان چیزوں سے باز رہے؛ تاکہ یہ چیزیں حرام میں پڑ جانے کا ذریعہ نہ بن جائیں۔

۷- زندیق کی توبہ قبول کی جائیگی یا نہیں؟ جبکہ وہ مرتد ہوگیا ہو تو صحیح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائیگی، محمد ہشام برھانی نے نقل کیا ہے: "**لأن قبولها منه ذريعة إلى الاستخفاف بالدين واتخاذها جُنّة لأغراضه الخبيثة**" (کتاب الافصاح: ۳۴۸، احمد بن حنبل لابی زھرۃ: ۳۷۳، الذرائع للبرھانی: ۶۵۶)؛ کیونکہ اس کی توبہ قبول کرنا دین کو حقیر سمجھنے کا ذریعہ بن جائے جسکو وہ اپنے برے اور گندے مقاصد کیلئے بطور ڈھال کے اپنائے گا، لہٰذا احناف نے اس مسئلہ میں بھی "سدّ ذریعہ" ہی کے اصول کو استعمال کیا ہے۔

۸- حائضہ عورت سے جماع کے علاوہ گھٹنا اور ناف کے درمیان کے حصہ سے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فائدہ اٹھانا حرام ہے، اور یہی حکم امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی ہے، علامہ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: "**لأنه سبب للوقوع فى الحرام**"؛ کیونکہ یہ حرام میں پڑ جانے کا سبب اور ذریعہ ہے (فتح القدیر: ۱/۱۶۹، مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۳۸)۔

۹- حنفیہ کے نزدیک عید الفطر کے بعد متصلاً شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں، کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانیؒ نے امام ابو یوسفؒ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ: "**كانو يكرهون أن يتبعوا رمضان صوماً، خوفاً أن يلحق ذلك بالفريضة**" رمضان کے ساتھ کسی روزہ کو ملانا یہ حضرات اس لئے مکروہ سمجھتے تھے کہ کہیں اس کو فرض روزہ کے ساتھ شامل نہ کرلیا جائے (بدائع الصنائع ۲/۵۶۲)۔

۱۰-''سدّ ذریعہ'' کی فقہ حنفی میں ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک عورت اگر ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو (اپنے خاندان سے کم تر خاندان) میں نکاح کرلے تو اصل مذہب کے مطابق یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے لیکن ولی کو اس پر اعتراض کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ اس نکاح کو قاضی کے ذریعہ فسخ کرواسکتا ہے؛ لیکن اس مسئلہ میں حسن بن زیادؒ کی یہ روایت ہے کہ نکاح بالکل منعقد ہی نہیں ہوگا، متأخرین حنفیہ نے ''سدّ ذریعہ'' کے طور پر اسی روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے، درمختار میں ہے: **''ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ أصلاً وھو المختار للفتوی لفساد الزمان''** (ردالمحتار ۴/۱۵۷)۔

مفتی اخلاق حسین قاسمی نے سدّ ذریعہ کی مزید مثالیں پیش کی ہیں:

احناف کے نزدیک سدّ ذرائع کی مثالیں:

(۱) عورتوں کے لیے جمعہ اور جماعت میں حاضر ہونا اصل کے اعتبار سے جائز ہے:

''عن سالم بن عبد اللہ عن أبیہؓ عن النبی ﷺ قال: إذا استأذنت امرأۃ أحدکم فلا یمنعھا'' (صحیح بخاری ۲/۸۸۷)۔

''عن ابن عمر أن رسول اللہ ﷺ قال: لا تمنعوا إماء اللہ مساجد اللہ'' (صحیح مسلم ۱/۱۸۳)۔

لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ارشاد: **''لو ادرک رسول اللہ ﷺ ما حدث النساء لمنعھن المسجد''** سے پتہ لگتا ہے کہ سدّ ذرائع کے طور پر عورتوں کو فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لیے جمعہ اور جماعت سے روک دیا گیا ہے (دیکھئے: خواتین اسلام کی بہترین مسجد ص/۸ مصنف مولانا حبیب الرحمٰن صاحب استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)۔

(۲) احناف نے سدّ ذرائع کو قیاس کے باب میں استعمال کیا ہے جیسے بوقت اذان جمعہ خرید وفروخت کی ممانعت سدّ ذریعہ کے طور پر ہی ہے کہ نماز کی تیاری میں رکاوٹ اور اس کے فوت ہونے کا باعث ہوگا، اسی طرح بوقت اذان جمعہ نکاح، رہن، یا استئجار وغیرہ میں مشغولیت بھی منع ہے؛ کیوں کہ ان میں مشغولیت بھی نمازی کی تیاری اور نماز کے فوت ہونے کا باعث ہوگا۔

(۳) ایک بھائی کی بیع پر دوسرے کی بیع اور ایک کی منگنی پر دوسرے کی منگنی کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ دوسرے کی حق تلفی اور اس کی ایذاء رسانی اور باہمی عداوت وبغض کا سبب بنے گا، اسی طرح کسی آدمی کی اجرت پر لی ہوئی چیز کو خود اجرت پر لینا اسی بنیاد پر درست نہیں ہوگا؛ کیوں کہ کسی چیز کا اجرت پر لینا فی نفسہ جائز ہے مگر اجرت پر لی ہوئی چیز کو اگر کوئی اور شخص اجرت پر لے تو اس سے پہلے اجرت پر لینے والے کی حق تلفی ہوگی، سو حق تلفی کے دروازے کو بند کرتے ہوئے سدّ الذرائع کے پیش نظر ایسا کرنا منع ہے۔

(۴) اگر اجیر مشترک کے پاس لوگوں کا سامان ہلاک ہوجائے تو اس کو اس چیز کے ہلاک ہونے کی بنا پر ضامن ٹھہرایا جائے گا، ہاں اگر وہ ہلاکت کسی قدرتی آفت کے سبب سے ہوئی ہو جس سے بچنا ممکن نہ ہو تو ضامن نہیں ہوگا۔

یہ مثال سدّ الذرائع کے تحت بھی آسکتی ہے، وہ اس طرح کہ اگر اجیر مشترک کو ایک چیز کی ہلاکت کی بنا پر ضامن نہ ٹھہرایا جائے تو وہ لوگوں کے سامان کی حفاظت نہیں کرے گا۔

(۵) علامہ بدر الدین عینیؒ نے " **لعن الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد** " کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

"**ومما يستفاد منه أن قوله هذا من باب قطع الذريعة لئلا يعبد قبره الجهال كما فعلت اليهود والنصارى بقبور أنبيائهم**" (عمدۃ القاری: کتاب الجنائز ۸/۱۳۶)۔

اس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذریعہ کو ختم کرنے کے باب میں سے ہے؛ تاکہ ان کی قبر کی جاہل لوگ عبادت کرنا شروع نہ کردیں جیسا کہ یہود ونصاری نے اپنے انبیاء کی قبور کے ساتھ کیا۔

گویا علامہ بدر الدین عینیؒ نے حضور ﷺ کی اس حدیث کو قطع الذریعہ کے باب میں سے قرار دیا جو کہ سدّ الذرائع کا مترادف ہے۔

(٦) کتابیہ سے نکاح کی ممانعت، حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے مدائن میں ایک یہودی خاتون سے شادی کی تو عمر فاروقؓ نے انہیں اس بیوی کو چھوڑنے کا حکم دیا، اس پر انہوں نے پوچھا کہ کیا ایسا کرنا حرام ہے؟ تو اس پر آپؓ نے فرمایا: میرا خط نیچے رکھنے سے پہلے اس کو چھوڑ دو؛ کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ مسلمان آپ کی پیروی کریں گے سو وہ اہل ذمہ کی خواتین کو ان کے جمال کی وجہ سے ترجیح دیں گے اور یہ بات مسلمان خواتین کے لیے فتنہ کے اعتبار سے کافی ہے۔

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں: "**وبه نأخذ لا نراه حرام ولكنا نرى أن يختار عليهن نساء المسلمين وهو قول أبي حنيفة**"۔

اس موقف کی بنیاد بھی سدّ الذرائع ہے مگر اس کو حرام قرار نہیں دیا گیا اور ویسے بھی اس پر حکم سدّ الذرائع کے تحت حرام قرار دینا ضروری نہیں، اور جو چیزیں حرام قرار دی جاتی ہیں ان کی حرمت بھی ظنی ہوتی ہے۔

(۷) "**يدنين عليهن من جلابيبهن**" کے تحت علامہ ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ جوان عورتوں کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانا چاہئے "**لئلا يطمع أهل الريب فيهن**"؛ تاکہ آوارہ لوگوں کے دلوں میں ان کے بارے میں بری خواہش پیدا نہ ہو، یہاں بھی سدّ الذرائع کے مفہوم کے مطابق آیت کی تشریح کی گئی ہے۔

(٨) کتاب ادب القاضی میں علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:" وهو نوع من الرشوة "اور یہ تحفے رشوت کی قسم ہے یعنی جو لوگ قاضی اور والی مقرر ہوتے ہیں ان پر تحفے قبول کرنے سے احتراز ہے خاص طور پر ان لوگوں سے جو یہ سب منصب سنبھالنے سے پہلے ہدیے اور تحفے نہیں دیا کرتے تھے، حالاں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آپس میں تحفے دو اور باہم محبت رکھو، لیکن یہ فرمان عام لوگوں کے حق میں ہے اور قاضی وججز کو ہدیہ لینے سے روکنا اور ہدیہ کو رشوت کہنا سدّ الذرائع کے طور پر ہے۔

(٩) ابتدائے اسلام میں شراب کے برتنوں کو توڑنے کا حکم بطور سدّ الذرائع کے تھا جیسا کہ علامہ ابوبکر جصاصؒ غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے کے ساتھ جلاوطنی کی وجہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"**لأنه أبلغ في الزجر وأحرى بقطع العادة** "اس جلاوطنی کو اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ وہ لوگ زمانہ جاہلیت کی بری عادتوں سے تازہ تازہ الگ ہوئے تھے اس لیے ان کی عادت ختم کرنے کے لیے ایک سال جلاوطنی کا فیصلہ فرمایا گیا۔

جس طرح شراب کی حرمت کے ابتدائی زمانے میں شراب کے مٹکوں اور برتنوں کو بھی توڑنے کا حکم دیا گیا تھا، اس مقام پر امام ابوبکر جصاصؒ نے ان احکامات کی توجیہ سدّ الذرائع کے مفہوم کے مطابق کی ہے؛ تاکہ برائی کا راستہ ختم کر دیا جائے۔

(١٠) علامہ سرخسیؒ نے عورت کو عدت کے دوران اور محرم نہ ہونے کی وجہ سے سفر حج سے منع کر دیا:

"المرأة عرضة للفتنة وباجتماع النساء تزداد الفتنة ولا ترتفع انما ترفع بحافظ يحفظها ولا يطمع فيها وذلك المحرم".

علامہ سرخسیؒ دیگر خواتین کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اس کی وجہ سدّ الذرائع کے اصول کے مطابق فتنہ سے محفوظ رہنا بیان کرتے ہیں۔

(١١) علامہ بدرالدین عینیؒ زیارت قبور والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"وحاصل الكلام من هذا كله ان زيارة القبور مكروهة للنساء بل حرام في هذا الزمان ولا سيما نساء مصر لأن خروجهن على وجه فيه الفساد والفتنة "(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ٨/ ٧٠)۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کوفی فقہاء احناف کا موقف یہ ہے:"**وقال الكوفيون :لا يسلم الرجال على النساء اذا لم يكن فيهن محرم**" جب عورتوں میں کوئی محرم نہ ہو تو مرد عورتوں کو سلام نہ کریں۔

احناف کی یہ بات بھی سدّ الذرائع کے اصول کے مطابق ہے؛ کیوں کہ ایسا کرنے سے فتنہ وفساد پھیلنے کا خدشہ ہوسکتا ہے۔

(۱۲) علامہ ابن عابدین شامیؒ نے فرمایا کہ اگر عورت نے اتنا چست لباس پہنا ہو کہ وہ اس کے جسم کی ساخت کو ظاہر کرتا ہو یا اتنا باریک کہ اس سے جسم کی ساخت ظاہر ہوتی ہو تو اس صورت میں اس کے اس جسم کی طرف دیکھنا جائز نہیں؛ بلکہ اپنی نگاہ نیچے جھکانی چاہئے، اس کی بنیاد بھی سدّ الذرائع ہے کہ ایسی صورت میں عورت کی طرف دیکھنا زیادہ فتنہ کا سبب بن سکتا ہے۔

(۱۳) اسی طرح علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: صالحہ عورت کو چاہئے کہ اس کی طرف فاجرہ عورت نہ دیکھے؛ کیوں کہ وہ اس نیک خاتون کے حسن کا آدمیوں کے سامنے چرچا کرے گی، سو نیک عورت کو ایسی فاحشہ عورت کے سامنے اپنی اوڑھنی اور چادر کو بھی نہ اتارنا چاہئے "**ولا تنبغی للمرأة الصالحة أن تنظر إليها المرأة الفاجرة لأنها تصفها عند الرجال فلا تضع جلبابها ولا خمارها**" اس بات کی بنیاد انتہائی لطیف ترین سدّ الذرائع پر ہے مگر انہوں نے اس اصطلاح کا نام نہیں ذکر کیا ہے۔

(۱۴) اس مسئلہ کی بنیاد بھی سدّ الذرائع پر ہے مگر احناف اسے اس عنوان کے تحت ذکر نہیں کرتے۔

مسئلہ:

جو شخص اپنی بیوی کو اپنے میراث سے محروم کرنے کے لیے مرض الموت میں طلاق دے تو اس کو میراث میں سے حصہ دیا جائے گا؛ تاکہ یہ طلاق اس کی میراث سے محرومی کا ذریعہ نہ بنے، حالاں کہ اصولی طور پر طلاق کے بعد بیوی کو میراث میں حصہ نہیں ملنا چاہئے، "**وإذا طلق الرجل امرأته فی مرض موته طلاقا بائنا فمات وهی فی العدة ورثته والأصل فيه أن من أبان امرأته فی مرض موته بغير رضاها وهی ممن ترثه ثم مات عنها وهی فی العدة ورثته**" (فقہ اسلامی اور اس کے مآخذ/۳۲۱ تا ۳۳۳)۔

(۱۵) سدّ ذریعہ کی مثال میں سے یہ ہے کہ:

کسی شخص نے مرض الموت میں کسی کے قرض کا اقرار کیا تو یہ احتمال ہو کہ اس نے کسی کو اس کے حق سے محروم کرنے کے لیے ایسا کیا ہو، لہذا صحت کے قرضہ کی ادائیگی پہلے کی جائے گی، اسی طرح ان قرضوں کی ادائیگی پہلے ہوگی جو حالت مرض میں کسی معلوم اسباب کے تحت ہوں جیسے بیوی کا مہر وغیرہ، مرض الموت کے غیر معلوم الاسباب کے قرضہ کو مؤخر کرنا، یہ بھی سدّ ذرائع کے طور پر ہے کہ کہیں کسی کو محروم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

شوافع کے یہاں سدّ ذرائع کی مثالیں:

شوافع نے قیاس کی امثلہ میں سدّ الذرائع کے اصول کو اپنایا ہے، چند ایک امثلہ درج ذیل ہیں:

۱-قلیل نبیذ کو قلیل خمر پر قیاس کرتے ہوئے حرام قرار دینا،شوافع کے یہاں قلیل نبیذ اگر چہ وہ مسکر نہ ہو قلیل خمر کی حرمت پر قیاس کرتے ہوئے حرام ہے ، امام غزالیؒ اس کی وجہ یوں تحریر کرتے ہیں :"إن قليل النبيذ وإن لم يسكر حرام قياسا على قليل الخمر وتعليلنا قليل الخمر بان ذلک منه يدعو إلى كثيره "یہ نبیذ کی کم مقدار کثیر کی طرف دعوت دیتی ہے، یہ قیاس سدّ الذرائع کے اصول کے عین مطابق ہے۔

۲-اس کے بعد امام غزالیؒ نے جو مثال دی ہے وہ بھی سدّ الذرائع کی ہے:"إذ الخلوة لما كانت داعية إلى الزنا حرمها الشرع كتحريم الزنا"(المستصفی ۱/ ۳۱۲)خلوت جب کہ وہ زنا کی طرف لے جانے والی ہو شریعت نے اس کو زنا کی طرح حرام قرار دیا۔

۳-شوافع نے قاضی کے لیے پیاس اور زخم کی حالت میں فیصلہ کرنے کو منع کیا ہے،اور اس کو قیاس کے باب میں ذکر کیا ہے اور قیاس کی بنیاد پر پیاس اور زخمی حالت میں فیصلہ نہ کرنے کا حکم لگایا ہے،اور یہی حکم سدّ الذرائع کے اصول کے تحت بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان حالات میں فیصلہ کرنے سے ظلم کا دروازہ کھلتا ہے،سدّ الذرائع کے اصول کے پیش نظر ظلم کے اس دروازے کو بند کر دیا گیا،فرق صرف یہ ہے کہ شوافع نے مذکورہ حکم کو ثابت کرنے کے لیے سدّ الذرائع کے لفظ کا استعمال نہیں کیا ہے۔

۴-امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے قتل کے بدلے قاتلین کے گروہ کو قتل کیا جائیگا،اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس گروہ کو زندہ چھوڑ دیا جائے تو معاشرے میں لوگوں کی حفاظت ناممکن ہو جائے گی،اسی طرح اگر کوئی گروہ مل کر کسی شخص کے کسی عضو کو تلف کر دے تو اس صورت میں تمام گروہ کے اعضاء کو تلف کیا جائے گا۔

اور یہ حکم سدّ الذرائع کے اصول کے تحت ثابت ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ اگر گروہ کے اطراف کو قصاص میں نہ کاٹا جائے تو اس سے کئی لوگوں کی جانیں اور ان کے اعضاء کے تلف کرنے کا دروازہ کھل سکتا ہے،لہذا سدّ الذرائع کے اس اصول کے پیش نظر اس گروہ کے اعضاء کو قصاصاً قتل کرنے کا حکم دیا گیا(المستصفی ۱/ ۳۱۲)۔

حنابلہ کے یہاں سدّ الذرائع کی مثالیں:

۱-امام احمد بن حنبلؒ کے فتوی کے مطابق سدّ الذرائع کی ایک اہم مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانے پینے کا محتاج ہو اور دوسرے آدمی نے اس ضرورت اور احتیاج کے باوجود اس کو کھانے یا پینے کے لیے نہ دیا یہاں تک کہ وہ بھوک اور پیاس سے مر گیا تو اس پر دیت لازم ہوگی ،اور اس کی وجہ یوں ذکر کرتے ہیں:"فتجب الدية لذلک ولسدّ الذريعة الشر والفساد"۔

۲- حنابلہ کے یہاں بیع عینہ کی ممانعت ہے، اور اس بیع کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو سامان دے اور اس کی قیمت وصول کرلے پھر وہی چیز اس سے زیادہ قیمت پر ادھار خرید لے تو بیع عینہ ہوگی، اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس نے قرض لیا تاکہ زیادہ کرکے اس کو لوٹائے۔

۳- دہشت گردی کے زمانے میں اسلحہ کی فروخت کی ممانعت۔

۴- امام احمد بن حنبلؒ خواتین سے مصافحہ کو ناپسندیدہ جانتے ہیں اور اس میں سختی بھی کرتے ہیں یہاں تک کہ والد کے علاوہ تمام محارم کو بھی مصافحہ کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں۔

۵- زکوۃ کی ادائیگی سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے مختلف حیلوں کو اپنانے کے باوجود حنابلہ اور مالکیہ زکوۃ کے سقوط کے قائل نہیں؛ بلکہ ان کے نزدیک ایسی تمام صورتوں میں زکوۃ لازم ہوگی۔

مالکیہ کے یہاں سدّ ذرائع کی مثالیں:

۱- مالکیہؒ کے یہاں ''بیوع الآجال'' کی کئی ایک صورتوں کی ممانعت ہے، علامہ ابن رشدؒ اس کی ایک مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو سامان ایک خاص مدت کے لیے سو روپے کا فروخت کرے پھر اس سے پچاس روپے کا نقد خرید لے، گویا اس نے پچاس کی مالیت کا سامان ایک سو روپے میں ایک مدت تک قرض کے طور پر دیا، اور یہ حرام ہے۔

۲- زکوۃ کو ساقط کرنے کے لیے حیلوں کو اختیار کرنا حرام ہے، ان حیلوں کی مختلف شکلیں ہیں:

الف- آدمی اپنا مال کسی فقیر کو ہبہ کردے اور بعد ازاں اس سے خرید لے۔

ب- سال گزرنے سے پہلے اس کو ہبہ کردے پھر اس سے خرید لے۔

ج- نصاب زکوۃ کی جنس کو تبدیل کردیا جیسے جانوروں کو درہم سے بدل دینا۔

د- نصاب زکوۃ میں سے بعض حصہ کو قصداً تلف کردینا؛ تاکہ تھوڑی کمی سے زکوۃ ساقط ہوجائے۔

ھ- خود سے چرنے والے جانور کو چارے ڈالے جانے والا جانور بنادیا جائے۔

ان تمام صورتوں میں زکوۃ ساقط نہیں ہوگی جیسا کہ شیخ وہبہ الزحیلی نے بیان کیا ہے: **''لم تسقط عنه الزكاة عن الحنابلة والمالكية سدا للذرائع''** (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/۳۲۲)۔

مفتی اسرار قاسمی احناف کے نزدیک سدّ ذریعہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اجمالی طور پر یہ لکھتے ہیں کہ:

احناف نے بھی اس قاعدہ کو معتبر مانا ہے جیسا کہ ماقبل میں ذکر کردہ چند قواعد اور بہت سے مسائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے اگرچہ اس کو سدّ ذریعہ سے موسوم نہیں کیا گیا، اور یہ بات بھی طے ہے کہ ہر ممنوع کے ذریعہ کو ممنوع قرار

دینا حرج عظیم کا باعث ہے، لہذا ذریعہ کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا، پہلی دو قسم اس ذریعہ کی ہے جس کے متعلق یقین یا غالب گمان ہو کہ وہ ممنوع تک پہنچانے کا واسطہ بنے گا ایسے ذریعہ کو ممنوع قرار دیا جائے گا، تیسری قسم اس ذریعہ کی ہے جو شاذ ونادر ممنوع کا ذریعہ بنتا ہے اس کو ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا، اور چوتھی قسم اس ذریعہ کی ہے جو یقینی طور پر یا غالب گمان کے اعتبار سے ممنوع تک نہیں پہنچاتا، البتہ اکثر وہ ممنوع کا ذریعہ بنتا ہے تو اس کو صراحتاً ممنوع نہیں کہا جائے گا، البتہ مفتی کو چاہئے کہ ایسے الفاظ استعمال کرے جس کی وجہ سے مستفتی اس ذریعہ کے ارتکاب سے رک جائے مثلا کہے کہ'' آپ کے لئے مناسب نہیں ہے، آپ کو اس سے بچنا چاہئے، میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتا'' وغیرہ (دیکھئے: اصول الافتاء وآدابہ/ ۲۸۲)۔

سدّ ذریعہ میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ذریعہ کا حکم ازمنہ، امکنہ اور اشخاص کے اعتبار سے بدلتا ہے، لہذا ہر زمانہ اور ہر جگہ پر ذریعہ کا ایک ہی حکم رہنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اس کا حکم بدل سکتا ہے جیسا کہ عورت کا جماعت کے لئے مسجد جانا مباح امر ہے؛ چنانچہ حضور ﷺ کے زمانہ میں فسق وفجور اور فتنہ کے نہ ہونے کی وجہ سے جائز تھا؛ جبکہ ہمارے زمانہ میں فسق وفجور کے شیوع کی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا، بنابریں سدّ ذریعہ کا فیصلہ ایسے عالم ہی کو کرنا چاہئے جو ذوق سلیم اور فقہی ملکہ کا حامل ہو، عرف وعادت سے بخوبی واقف ہو اور طویل زمانہ سے منصب افتاء پر فائز ہو؛ تاکہ وہ اپنے طویل تجربہ، عملی مہارت اور عرف کی رعایت کے ساتھ سدّ ذریعہ کا فیصلہ کرے۔

''ویتبین من هذا الحدیث أن الحکم علی الذرائع أنها تسدّ أو لاتسدّ یمکن أن یختلف من شخص إلی شخص ، ومن حال إلی حال فالمرجع فی ذلک إلی الملکة الفقهیة والذوق السلیم الذی لایکاد یحصل إلا بممارسة طویلة تحت إشراف أصحاب هذه الملکة'' (اصول الافتاء وآدابہ/ ۲۸۳)۔

مولانا جمشید جوہر قاسمی نے سدّ ذرائع پر مبنی ان مسائل کی بھی نشاندہی کی جو ائمہ اربعہ کے درمیان متفق علیہ ہیں:

۱-**''کراهة نکاح الکتابیات الحرائر''**۔

۲-**''توریث المطلقة ثلاثا فی مرض الموت''**۔

۳-**''کراهة قبلة الصائم لمن لا یأمن علی نفسه''**۔

۴-**''ایقاع الطلاق ثلاثا بلفظ واحد''**۔

۵-**''اتفقوا علی أن الجماعة تقتل بالواحد''**۔

۶-**''اتفقوا علی ضمان ماتتلفه الدابة''** (فوائد سدّ الذرائع للبرہانی)۔

مولانا سلیم الدین قاسمی نے اسی بات کو اس طرح کہا ہے کہ جو ذرائع مفسدہ تک غالبا پہنچاتے ہیں یا عام طور پر ان ذرائع سے لوگ ناجائز امور کا ارتکاب کرتے ہیں ان ذرائع کو احناف نے بھی ممنوع نہیں کہا ہے، اس لحاظ سے احناف کے

نزدیک مندرجہ ذیل صورت میں سدّ الذرائع کا اعتبار کیا گیا ہے:

۱-وہ ذرائع جو یقینی اور قطعی طور پر مفسدہ تک پہنچائے۔

۲-وہ ذرائع جو اغلب طریقے سے مفسدہ تک پہنچائے۔

۳-وہ ذرائع جو کثرت سے مفسدہ تک پہنچائے۔

اور جو ذرائع اتفاقاً یا شاذ و نادر مفسدہ تک پہنچائے ان کا اعتبار احناف نے بھی نہیں کیا ہے۔

مولانا محمد سعد قاسمی نے سدّ ذرائع سے ہم آہنگ پانچ فقہی قواعد کا ذکر کیا ہے جو فقہاء کی تصریحات سے ثابت ہوتے ہیں:

۱-"ماأدّی إلی الحرام فهو حرام"۔ ۲-"سبب الحرام حرام"۔

۳-"الوسیلة إلی الحرام حرام"۔

۴-"ما تکون ذریعة إلی الوقوع فی الحرام فهو حرام"۔

۵-**"العقد الفاسدّ الذی یتوسل إلی الفساد فهو فاسد"**(نیز دیکھئے: مقالہ مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

-مفتی محمد عثمان گورینی نے سدّ ذریعہ کے اعتبار کی چند وہ مثالیں دی ہیں جن پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے:

۱-کتابیہ عورتوں سے نکاح کا جواز قرآن سے ثابت ہے لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اہل کتاب سے شادی نہ کرنے کا حکم دیا تھا، اور یہ حکم سدّ ذریعہ کے طور پر تھا۔

۲-مرض الموت کی مطلقہ کی عدت پوری ہونے سے پہلے اگر شوہر کا انتقال ہوجائے تو وہ بالاتفاق اپنے شوہر کی وارث ہوگی؛ کیونکہ مرض الموت میں طلاق دینے کا مقصد بظاہر وراثت سے محروم کرنا ہے، اس لئے قطع وراثت میں شوہر متہم ہوا، لہذا سدّاً لذریعہ اس کو وارث مانا گیا۔

۳-روزے کی حالت میں بیوی کو بوسہ لینا ایسے شخص کے لئے جو ہیجان شہوت سے مطمئن نہ ہو، سدّ ذریعہ کے طور پر حالت صوم میں بوسہ لینے کی ممانعت ہوگی (سدّ الذریعہ ہشام ص ۶۰۷-۶۰۸)۔

۶-اہل اصول کے نزدیک فتح ذرائع کی بحث:

سوال نمبر:۶-بعض اہل اصول نے فتح ذرائع کا موضوع بھی چھیڑا ہے خاص طور سے امام قرافی مالکی نے، اس کے بارے میں بھی اپنی تحقیق اور خلاصۂ بحث لکھیں؟

فتح ذریعہ کی لغوی تعریف: "الفتح: رفع الموانع" (مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۴۰۳)۔

فتح ذریعہ کی اصطلاحی تعریف: "إباحة الأمر الممنوع إذا ترتبت على إباحته مصلحة" (مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۳۹۹)۔

اس کی تعریف دوسرے الفاظ میں: "فتح الذرائع فهو تيسير السبل إلى مصالح البشر" (ایضا ۹/۱۴۰۳)۔

اس سب کا خلاصہ یہ ہے: "وفتح الذرائع هو إيجاب الوسيلة التى يتوقف عليها فعل واجب" (ایضا) (دیکھئے: مقالہ مولانا جمشید جوہر قاسمی، مولانا عبد الخالق ندوی مدنی، مولانا ابوبکر قاسمی، مولانا روح الامین قاسمی، بحوالہ موسوعہ فقہیہ ۲۴/۲۸۱، مولانا محمد زبیر ندوی وغیرہ)۔

فتح ذریعہ کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے: "وسدّ الذرائع الحرج والمشقة وقد يسميه البعض بفتح الذرائع لأنه ترک لبعض فضائل الأعمال خوفاً من إعنات المكلفين" (الخلاصہ فی فقہ الأقلیات ۳/۳۳) (مقالہ مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔

دیگر تعریفات:

ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کے واسطہ کو کہتے ہیں، اور جس تک پہنچا جا رہا ہے وہ دونوں طرح کا ہوسکتا ہے یعنی خیر اور شر، اور اگر شر ہے تو اس ذریعہ پر روک لگا دی جائے گی، اسی کو سدّ ذریعہ کہتے ہیں، اور اگر وہ خیر ہے تو وہ ذریعہ مطلوب اور مقصود ہوگا جس کو فتح ذریعہ کہا جاتا ہے، جس طرح سدّ ذریعہ میں مفسدہ سے بچنے کے لئے بعض جائز اور مباح کام پر بندش لگادی جاتی ہے اسی طرح خیر اور صلاح کے حصول کے لئے ناپسندیدہ چیز کو بھی قبول کرلیا جاتا ہے۔

-"فتح الذرائع ومعناه إجازة الوسائل المؤدية إلى كل خير وبر ومعروف......وتكون الدعوة إلى الطاعات والخيرات وسائر الأمور النافعة من باب فتح الذرائع" (سدّ الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ ص ۶۹) (مقالہ مفتی تنظیم عالم قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مفتی محمد عثمان گورینی)۔

-"واعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح......" (الفروق ۲/۳۳)

(مقالہ مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی، مولانا روح الامین قاسمی، مولانا محمد انیس ندوی، قاری ظفر الاسلام صدیقی، مفتی امانت علی قاسمی، مولانا عبد الخالق ندوی مدنی، قاضی عبد الجبار ندوی، مفتی اسرار قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مولانا معین الدین ندوی قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی، مولانا قمر الزماں

ندوی، مولانا محمد سعد قاسمی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مفتی محمد عثمان گورینی)۔

-"إن الذرائع يؤخذ بها إذا كانت توصل إلى فساد منصوص عليه، وبالقياس إذا كانت توصل إلى حلال منصوص، فسدّها فى الأول يكون لمفسدة عرفت بنص، وفتحها فى الثانى يكون لمصلحة عرفت بنص"(اصول الفقہ لابی زہرۃ ص ۲۹۵)(مقالہ قاضی عبدالجبار ندوی)۔

-"وهم المالكية ومن تابعهم أخذوا أيضا بالذرائع فقالوا بسدّها إذا أدت إلى معصية، وبفتحها إذا أدت إلى مصلحة راجحة ولو كانت الوسيلة بذاتها محرمة"(الوجیز فی اصول الفقہ)(مقالہ مفتی رجیب کیرلا)۔

-"وموارد الاحكام على قسمين: مقاصد، وهى المتضمنة للمصالح والمفاسد فى أنفسها، وسائل:وهى الطرق المفضية إليها، وحكمها كحكم ما أفضت إليه من تحريم أو تحليل، غير أنها أخفض رتبة من المقاصد حكمها"(شرح تنقیح الفصول للقرافی ۲/۱۹۵)(مقالہ مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا قمر الزماں ندوی)۔

فتح ذرائع کے دلائل وشواہد:

☆ مولانا جمشید جوہر قاسمی نے فتح ذرائع کے مندرجہ ذیل دلائل وشواہد پیش کئے ہیں:

قرآن:

(۱)"ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ"(التوبۃ: 120)۔

زمین پر چلنا اور وادی طے کرنا محض امر مباح ہے لیکن یہی جب کافروں کے مقابلہ کے لئے ہوا تو باعث اجر وثواب ہوگیا اور پیاس وتھکاوٹ جہاد میں جانے کی وجہ سے ہوئی اس لئے اس کا بھی اعتبار کیا گیا(دیکھئے: شرح منظومۃ القواعد الفقہیہ للسغدی ص ۶۱)۔

"فَأَثَابَهُمُ اللَّهُ عَلَى الظَّمَأِ وَالنَّصَبِ وَإِنْ لَمْ يَكُونَا مِنْ فِعْلِهِمْ بِسَبَبِ أَنَّهُمَا حَصَلَا لَهُمْ بِسَبَبِ التَّوَسُّلِ إِلَى الْجِهَادِ الَّذِى هُوَ وَسِيلَةٌ لِإِعْزَازِ الدِّينِ وَصَوْنِ الْمُسْلِمِينَ فَيَكُونُ الِاسْتِعْدَادُ وَسِيلَةَ الْوَسِيلَةِ"(أنوار البروق فی أنواع الفروق 3/46)۔

احادیث:

(۱)''عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ وَحَتَّى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فَقَالَ: إِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي''(صحیح مسلم(3/345)1009)۔

(۲)''عن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ''(صحیح البخاری(2/413)537)۔

مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز میں تاخیر کرنا افضل تھا لیکن دفع حرج کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو معمول نہیں بنایا بلکہ اول وقت میں مفضول ادا کرلیا کرتے تھے، گویا مشقت کے خوف کی وجہ سے مفضول پر عمل کرنا یہی فتح ذریعہ ہے۔

(۳)''عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ''(صحیح البخاری(22/199)6699)۔

(۴)''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ، وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ: عَلَى أُمَّتِي، لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ''(صحیح مسلم(2/59)370)۔

اسی طرح آپ ﷺ نے مذکورہ دونوں روایتوں میں افضل یعنی ہر نماز کے وقت مسواک کو ترک کرکے مفضول پر عمل کرتے ہوئے دفع حرج کے واسطے اس کا حکم نہیں دیا، یہی فتح ذریعہ ہے۔

(۵)''عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ فَقِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا أَرَادَ إِلَى ذَلِكَ قَالَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ''(سنن ابی داود(3/450)1025،سنن الترمذی(1/314)172)۔

(۶)''عن ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاةِ فِي سَفْرَةٍ سَافَرَهَا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ۔قَالَ سَعِيدٌ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ :مَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ؟ قَالَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ''(صحیح مسلم(4/7)1148)۔

آپ ﷺ کا سفر وحضر میں قصر کرنا دفع حرج کی وجہ سے ہی تھا، یہی فتح ذریعہ ہے۔

(۷)''عَنْ عَائِشَةَ ؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا: أَلَمْ تَرَيْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوْا

الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ؟ قَالَ: لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ"(صحیح البخاری(5/493،1480)صحیح مسلم(7/26)(2368)۔

آپ ﷺ نے قواعد ابراہیمی پر بنا کو ترک کر دیا فتنہ کے خوف سے، یہی فتح ذریعہ ہے۔

(۸)"عن سالم مولى عبد الرحمن بن حميد أن عثمان بن عفان أتم الصلاة بمنى، ثم خطب الناس فقال: "أيها الناس إن السنة سنة رسول الله ﷺوسنة صاحبيه، ولكن حدث العام من الناس فخفت أن يستنوا"(کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال(8/234)(22701)۔

(۹)"عن الزهرى أن عثمان بن عفان أتم الصلاة بمنى من أجل الأعراب لأنهم كثروا عامئذ، فصلى بالناس أربعا ليعلمهم أن الصلاة أربع"(کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال(8/234)(22702)۔

ان کے علاوہ اور بھی روایات سے فتح ذریعہ کا ثبوت ملتا ہے، جن میں آپ ﷺ کسی فتنہ کی وجہ سے یا مشقت کی وجہ سے افضل کو ترک فرما دیا کرتے تھے (الخلاصۃ فی فقہ الأقلیات3/33)۔

(۱۰)"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ"(سنن الترمذی(9/243)(2570)۔

"لما طلب العلم لا يتصل إليه إلا بنقل الأقدام والخروج رُتب عليه مثل هذا الأجر العظيم"(شرح منظومۃ القواعد الفقہیۃ للسعدی،ص:61)۔

فتح ذریعہ کی مثال:

ممنوع سے واجب: جہاد ممنوع چیز ہے؛ کیونکہ اس میں جانی و مالی نقصان ہے، لیکن یہی ممنوع واجب کا حکم اختیار کر لیتا ہے، جبکہ امت کی سلامتی اور امن عالم کی بقا مقصود ہو، اور اسلام کو کافروں کی طرف سے چیلنج ہو، نیز اسلام کو للکارا جا رہا ہو۔

اباحت سے وجوب: زمین پر چلنا محض مباح ہے، لیکن جب یہی چلنا ادائیگی نماز جمعہ کے لئے ہو تو اس کا حکم واجب ہو جاتا ہے۔ یا سفر حج ہو، یا حج میں سعی بین الصفا والمروہ کا مسئلہ ہو۔ علامہ قرافیؒ نے اس کی چند مثالیں بھی پیش کی ہیں:

۱)"جواز دفع المال للمحاربين الكفار توصلًا إلى فداء الأسرى المسلمين، وفتح الذريعة هنا أن دفع المال للمحاربين فى الأصل حرام لا يجوز، لما فيه من تقوية الكفار والإضرار بجماعة المسلمين، لكنه أجيز دفعًا لضرر أكبر هو تخليص أسرى المسلمين من الأسر وتقوية المسلمين بهم"۔

۲)"جواز دفع المال للدولة المحاربة لدفع خطرها وأذاها إذا لم يكن جماعة من المسلمين

علی مستوی القوۃ التی یستطیعون بھا حمایۃ بلادھم"۔

۳)**"جواز دفع المال لرجل حتی لا یزنی بامرأۃ إذا عجز عن دفعه إلا بذلک"** (مجلۃ مجمع الفقه الإسلامی9/1400)۔

اگر ہم ان مسائل میں غور کریں تو یہ بات صاف طور پر نظر آجاتی ہے کہ ان ممنوع چیزوں کو مباح قرار دینے کے پیچھے "الضرورات تبیح المحظورات" کا بڑا دخل ہے۔ اور ایسے بے شمار احکام ہیں جو بذات خود ممنوع ہونے کے باوجود ایسی ضرورت لاحق ہوجاتی ہے کہ اس کو مباح قرار دینا پڑتا ہے۔ **"ولو أجلنا النظر فی کل المسائل التی أوردھا العلماء فی ھذا الباب لوجدنا فیھا ضرورات أجازت ارتکاب المحظور"** (مجلّہ مجمع الفقہ الإسلامی9/1401)۔

مولانا محمد انیس ندوی نے سدّ ذرائع اور فتح ذرائع کا مطلب بیان کرتے ہوئے اس کی چند مثالیں بھی دی ہیں:

فقہاء نے بھی ذرائع کی اصطلاح دوطرح سے استعمال کی ہے: (۱) سدّ الذرائع (۲) فتح الذرائع، سدّ الذرائع کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس چیز کا حرام کرنا جس کے ذریعہ اور وسیلے سے کسی مفسدہ اور معصیت تک پہنچا جائے، فتح الذرائع کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس چیز کو اختیار کرنا اور طلب کرنا جس کے ذریعہ اور وسیلے سے خیر حاصل ہو؛ کیونکہ اللہ تعالی نے کچھ چیزیں بعینہ واجب نہیں کیں بلکہ دوسری مطلوبہ چیزوں کو وسائل وذرائع کے طور پر واجب کی ہیں۔

امام قرافیؒ لکھتے ہیں: **"إعلم أن الذریعۃ کما یجب سدّھا یجب فتحھا وتکرہ وتندب وتباح فإن الذریعۃ ھی الوسیلۃ کما أن وسیلۃ المحرم محرمۃ فوسیلۃ الواجب واجبۃ کالسعی للجمعۃ"** (الفروق للقرافی: ۲/۳۳)، مفاسد کے درجات جیسے ہونگے ویسے اسباب وذرائع کے درجات مکروہ یا ممنوع یا حرام ہونگے، اور جس طرح مصالح کے درجات ہونگے اسی طرح اس کے ذرائع کے درجات واجب یا مندوب یا مباح یا مستحب ہونگے، جمہور علماء کا اصول ہے کہ **"ما لایتم الواجب إلا به فھو واجب"** یعنی جس کے بغیر واجب پورا نہ ہوتو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے جیسے جمعہ فرض ہے تو اس کے لئے سعی بھی فرض ہے، اسی طرح بدکاری حرام ہے اور اجنبیہ عورت کو دیکھنا بھی حرام ہے؛ کیونکہ یہ بدکاری تک پہونچانے کا ذریعہ ہے (اصول الفقہ للزحیلی: ۲/۸۷۴)۔

ذیل میں فتح ذرائع کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"یأیھا الّذین آمَنُوا إذا نُودِی للصّلاۃ مِن یَوْمِ الجُمُعَۃ فَاسْعَوا إلی ذِکْرِ اللّٰہ وَذَرُوا البَیْع"** (سورۂ جمعہ:۹)، اس آیت میں اللہ تعالی سعی کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ یہ ایک وسیلہ وذریعہ ہے، سعی بذات خود مقصود نہیں ہے، بلکہ فرض نماز قائم کرنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح جمعہ کی اذان کے وقت بیع کے چھوڑنے کا حکم دے

رہے ہیں حالانکہ نفس بیع سے روکنا مقصود نہیں ہے ؛ کیونکہ اس کی شریعت نے اجازت دی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''وأحل الله البيع'' بلکہ نماز کے لئے سعی جیسے فریضہ کو حاصل کرنے کیلئے یہ حکم دیا جارہا ہے۔

(۲) اللہ کا ارشاد ہے:''انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ'' (التوبہ:۴۱)۔ اللہ تعالی اس آیت میں مؤمنین کو نکلنے کا حکم کفار سے مڈبھیڑ کیلئے دے رہے ہیں، حالانکہ کفار کے مقابلہ میں آنے کیلئے، اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کیلئے''نکلنا'' ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے جسکا ثبوت نفس آیت سے ہو رہا ہے، اور ایسی بہت سی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔

(۳) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:'' فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ، ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ'' (البقرۃ:۱۹۸-۱۹۹)۔

کفار مکہ کا خیال تھا کہ چونکہ عرفات حدود حرم سے باہر ہے اس لئے ہم حرم میں رہنے والوں کو وہاں جانا مناسب نہیں ہے، ہمارے لئے صرف حرم کی تعظیم مناسب ہے نہ کہ حل کی، وہ مزدلفہ ہی میں ٹھہرے رہتے اور باقی لوگ عرفات جاتے، یہاں حکم دیا جارہا ہے کہ جہاں جا کر لوگ پلٹتے ہیں تم بھی وہاں جا کر واپس ہو، اس کے بعد''ثم'' کے کلمہ کے ذریعہ عطف کر کے اللہ تعالی مزدلفہ سے کوچ کرنے کا حکم دے رہا ہے حالانکہ''کوچ کرنا'' اس حج کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے جسکو اللہ نے اپنے اس فرمان''وأتمّوا الحج والعمرة'' کے ذریعہ فرض کیا ہے۔

(۴) اللہ تعالی نے اپنے نبی موسیٰؑ اور انکے بھائی ہارونؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ، فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ'' (طٰہٰ:۴۳-۴۴) اس آیت میں اللہ تعالی موسیٰؑ و ہارونؑ کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دے رہا ہے حالانکہ''جانا'' اللہ کے اس پیغام کے پہونچانے کا''وسیلہ'' اور''ذریعہ'' ہے جسکو اللہ نے ان دونوں پر فرض کیا تھا۔

(۵) اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ''(یونس:۱۰۱)، اللہ تعالی اس آیت میں آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، سیارے، جمادات، نباتات، حیوانات، اور جو ان کے اندر عجائبات اور نشانیاں ہیں، ان میں غور کرنے کا حکم دے رہا ہے ؛ تاکہ اللہ کے وجود، اسکی قدرت، اسکی صفات، اور توحید پر دلیل عقلی قائم ہوجائے اور اس کے ذریعہ دل کے اندر ایمان پختہ ہوجائے، اصلاً''غور کرنا'' بذات خود مقصود نہیں ہے ؛ بلکہ اسکا حکم اسلئے دیا گیا کیونکہ یہ ذریعہ اور وسیلہ ہے اس ایمان کے حاصل ہونے کا جسے ہر انسان کو

مکلّف بنایا گیا ہے۔

ہشام برھانیؒ نے ان تمام آیات کو''فتح ذرائع'' کے دلائل کے طور پر پیش کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس اُصول کا ثبوت بھی نصوص قرآنیہ میں موجود ہے(الذرائع للبرھانی:۳۴۹)۔

-مولانا اسرار قاسمی نے دلائل شرعیہ سے ثابت ہونے والی فتح ذریعہ کی درج ذیل مثالوں کا اضافہ کیا ہے:

(۱) حضرت ابراھیمؑ کا ستارے کو ''ھذا ربی'' کہنا۔ ''فلما جنّ علیہ اللیلُ رأیٰ کوکبا قالَ ھٰذا ربّی فلمّا أَفلَ قالَ لَا أحبّ الاٰفِلِین '' (الانعام/۷۶) حالانکہ ستارے کو ''ھذا ربّی''کہنا ممنوع ہے؛لیکن چونکہ ابراہیمؑ اس کے ذریعہ اپنی قوم کو یہ بات سمجھانا چاہتے تھے کہ جو خود غروب ہوجائے وہ کیسے رب ہوسکتا ہے، گویا ان پر حجت الزامی قائم کرنے کے لئے ان ہی کے قول کو اپنی زبان سے بعینہ آپ علیہ السلام نے دہرایا۔

(۲) حضرت یوسفؑ کا اپنا تزکیہ پیش کرنا۔ ''قَالَ اجْعَلْنِی عَلَی خَزَائِنِ الأَرْضِ إِنّی حَفِیظٌ عَلِیم''(یوسف/۵۵)، حالانکہ اپنا تزکیہ بیان کرنا ممنوع ہے؛لیکن چونکہ اس کے ذریعہ پورے ملک کو قحط کے ضرر سے بچانا مقصود تھا بنابریں آپ علیہ السلام نے اپنا تزکیہ پیش کیا۔

(۳) مال کو ضائع کرنا ممنوع ہے؛لیکن معرکۂ بنی نظیر میں کھجوروں کے درختوں کو کاٹا گیا،''مَاقَطَعْتُم مِنْ لِیْنَۃٍ أَو تَرکْتُمُوھا قَائمۃً عَلَی أُصُولِھا فَبِإذْنِ اللّٰہ ولِیُخزِی الفٰسِقِیْن'' (حشر/۵)،اسلئے کہ یہ نافرمانوں کو رسوا کرنے کا ذریعہ تھا جیسا کہ آیت کا آخری جملہ اس کی جانب مشیر ہے۔

(۴) ستر کا کھولنا اور دوسرے کے لئے دیکھنا حرام ہے لیکن بالغ نومسلم کا بھی ختنہ کیا جائے گا؛ اسلئے کہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے اور اس کے اسلام پر ثابت قدم رہنے کا ذریعہ بھی ہے، بنابریں بقدر ضرورت ستر کھولنا اور ختنہ کرنے والے کا دیکھنا مباح قرار دیا گیا۔''وکذا الحجام أن ینظر إلی فرج البالغ عند الختان'' (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الھندیۃ ۴۰۹/۳)۔

(۵) زنا کی گواہی کے لئے وقتِ زنا زانی ومزنیہ کے ستر کو دیکھنے کی اجازت بھی اسی قبیل سے ہے۔ ''فان بیّنوہ وقالوا رأیناہ وطئھا فی فرجھا کالمیل فی المکحلۃ'' (الدرالمختار علی الشامی ۱۰/۶)۔

(۶) اجنبیہ کو شہوت کے ساتھ دیکھنا ممنوع ہے لیکن قاضی اور گواہ کے لئے شہوت کے باوجود دیکھنا جائز ہے؛ تاکہ حقوق الناس محفوظ رہیں۔ ''ویجوز للقاضی إذا أراد أن یحکم علیھا والشاھد إذا أراد الشھادۃ علیھا النظر إلی وجھھا وإن خاف أن یشتھی للحاجۃ إلی إحیاء حقوق الناس بواسطۃ القضاء وأداء الشھادۃ'' (ہدایہ ۴۵۹/۴)۔

(۷) جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ہے؛ لیکن حدیث شریف میں دو مسلمان کے درمیان اصلاح کے لئے یا جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے یا شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو راضی کرنے کے لئے بولے تو اس کی اجازت ہے؛ بلکہ مظلوم کی جان بچانے کے لئے تو جھوٹ بولنا واجب ہوجاتا ہے۔ "**زاد مسلم فی روایة: قالت أم کلثوم :ولم اسمعه یرخص فی شیئ مما یقول الناس إلا فی ثلاث تعنی الحرب والاصلاح بین الناس، وحدیث الرجل امرأته وحدیث المرأة زوجها**" (ریاض الصالحین ر ۵۹۳)۔

(۸) مویشیوں کا ذبح کرنا کھانے کے لئے جائز ہے، اس کے بغیر جائز نہیں ہے؛ لیکن دارالحرب سے مویشیوں کو منتقل کرنے پر امام قادر نہ ہو تو ان کو ذبح کر کے جلادے گا؛ تاکہ کفار کی شان وشوکت کو ختم کیا جائے اور وہ جانوروں سے انتفاع پر قادر نہ رہیں۔ "**وإذا أراد الإمام العود ومعه مواشی فلم یقدر علی نقلها إلی دار الإسلام ذبحها وحرقها**" (ہدایہ ۲ر ۵٦۷)۔

(۹) "**الضرورات تبیح المحظورات ،الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف ،المشقة تجلب التیسیر**"، وغیرہ قواعد میں بھی فتح ذریعہ کی روح پائی جاتی ہے، "**وقَد فَصّلَ لکُم ما حَرّم عَلَیکُم إلاّ مَا اضطُرِرتُم إلَیه**" (الانعام ر ۱۱۹)۔

(۱۰) اکراہ کے باب میں ایسے بے شمار مسائل ہیں جس میں مکرَہ کو ممنوع چیز کی اجازت دی جاتی ہے بلکہ بعض مرتبہ اس کا کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

مولانا موصوف نے فتح ذریعہ سے پہلے مندرجہ قیود کی رعایت رکھنے کو ضروری قرار دیا ہے:

(ا) غایت اور مقصود شرعاً معتبر ہو؛ اس لئے کہ اگر غایت ہی ممنوع ہے تو اس کے ممنوع ذریعہ کو کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؛ جبکہ بہت سی مباح چیزوں کو ممنوع کا ذریعہ بننے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔

(ب) ممنوع ذریعہ ان ذرائع کے قریب قریب ہو جن کی اجازت شریعت میں موجود ہو چاہے بعض وجوہ کے اعتبار سے ہو؛ لہذا ایسے کسی بھی ذریعہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی جس کے مانند ذریعہ کی اجازت شریعت میں کسی بھی جگہ منقول نہ ہو۔

(ج) شریعت کی نظر میں غایت کا درجہ ذریعہ کے درجہ سے بڑھا ہوا ہو؛ چنانچہ مندوب کے لئے محرم کی اجازت دینا جائز نہیں ہوگا۔

(د) وسیلہ قطعی طور پر غایت تک پہنچانے والا ہو یا کم از کم غالب گمان یہ ہو کہ اس وسیلہ سے مقصود حاصل ہوجائے گا؛ لہذا جب تک یقین یا غالب گمان نہ ہو اس وقت تک ممنوع ذریعہ کے جواز کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

(ھ) مقصود تک پہنچنے کے لئے اس ممنوع وسیلہ کے علاوہ کوئی وسیلہ موجود نہ ہو،لہذا اگر کوئی جائز وسیلہ بھی موجود ہوتو ممنوع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(و) شارع نے کسی خارجی وجہ سے اس وسیلہ کو مقصود کے لئے ممنوع قرار نہ دیا ہو؛ چنانچہ وسیلہ چاہے قطعی طور پر مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ ہو لیکن شارع نے کسی خارجی سبب کی وجہ سے اسے ممنوع قرار دیا ہے تو ایسے ذریعہ کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(ز) مقصود تک پہنچانے والا قطعی ذریعہ حضور کے عہد میں بھی موجود تھا؛ لیکن حضور نے اس ذریعہ سے اعراض کیا ہو تو ایسے ذریعہ کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔

(ح) ممنوع ذریعہ کی اجازت صرف ایسا مفتی ہی دے سکتا ہے جو علوم دینیہ میں مہارت رکھتا ہو،ادلہ شرعیہ وطرق علل سے کامل طور پر واقف کار ہو اور مقاصد و وسائل میں گہری نگاہ رکھنے والا ہو؛ لہذا جو اس درجہ پر فائز نہ ہو اس کے لئے ممنوع ذریعہ کی اجازت دینے کی گنجائش نہیں ہوگی (فتح الذرائع ادلتہ وضوابطہ، مقالہ افلح بن احمد الخلیلی (رئیس قسم الدراسات والبحوث بمکتب الافتاء وزارۃ الاوقاف والشئون الدینیہ سلطنۃ عمان)، ص ۸ تا ۱۱)۔

فتح ذریعہ کی بعض جدید مثالیں:

(۱) گونگے بہروں کی تعلیم کے لئے ذی روح کی تصاویر کو جائز قرار دینا؛ اس لئے کہ کلام ان کے لئے بالکل نفع بخش نہیں ہوتا۔

(۲) قاتل نے کسی کو قتل کیا اور اپنے جرم کو لوگوں سے مخفی رکھنے کے لئے لاش کو دفن کر دیا ہو تو اس لاش کو نکالنے کی اجازت ہوگی،اسی طرح اگر قاتل کی تحقیق کے لئے لاش کو نکالنی پڑے تو اس کی بھی گنجائش ہوگی۔

(۳) اگر دکان ایسی جگہ ہو جہاں فساد کی وجہ سے دکان کی ہلاکت کا غالب گمان ہو تو اس دکان کا انشورنس کرانا جائز ہوگا۔

فتح ذریعہ کی اقسام:

-مولانا ابوالمکارم معروفی نے فتح ذریعہ کی دو قسمیں کی ہیں: فتح ذریعہ بمعنی عام، فتح ذریعہ بمعنی خاص۔

فتح ذریعہ بمعنی عام: ایسے اسباب و وسائل کی اجازت دینے کا نام ہے جو خیر اور بھلائی تک مفضی ہوتے ہیں، جیسے مسجد جانا جماعت میں شرکت کے لئے۔

فتح ذریعہ بمعنی خاص: (الف)۔ ہر جائز وسیلہ کے جواز کو اپنی حالت پر برقرار رکھنا گو وہ بعض صورتوں میں کسی

مفسدہ تک رسائی کا ذریعہ بنیں۔

(ب)۔مقاصد تک لے جانے والے اسباب ووسائل کو بغیر کسی حظر وممانعت کے اپنی حالت پر چھوڑ دیا جائے۔

(ج)۔ایسے جائز وسیلے کوطلب کرنا جومصلحت راجحہ کا ذریعہ بنتے ہیں(سدّ الذریعۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۸۲،۹۹)۔

-مولانا محمد سالم قاسمی نے فتح ذرائع کے ضمن میں احکام شرعیہ کے لحاظ سے مقاصد ومصالح کی تین قسمیں کی ہیں:

۱-ضروری مقاصد: یہ ایسے مقاصد ومصالح ہیں جن پر دارین کے مصالح کا قیام ہے، اور ان کے عدم وجود سے دنیاوی زندگی میں نقص وخلل واقع ہوتا ہے اور اخروی اعتبار سے بھی نقصان ہوتا ہے، یہ پانچ مقاصد ہیں: دین، جان، نسل، مال اور عقل۔

۲-مقاصد حاجیہ: ان مقاصد کو کہا جاتا ہے جن سے وسعت وکشادگی حاصل ہوتی ہے، اور ضرر کو دور کیا جاتا ہے، اور حرج وتنگی کوختم کیا جاتا ہے لیکن ان پر زندگی کا دارومدار نہیں ہوتا، جیسے معاملات وغیرہ۔

۳-مقاصد تحسینیہ: ان مقاصد کو کہا جاتا ہے جن کا تعلق بندوں کی عادات حسنہ اور مکارم اخلاق وغیرہ سے ہوتا ہے، اور یہ مقاصد ضروریہ وحاجیہ سے کم درجہ کے ہوتے ہیں، جیسے کھانے پینے کی عادات وغیرہ۔

-مفتی محمد عثمان گورینی نے چوتھی قسم مصالح تکمیلیہ کا اضافہ کیا ہے، یعنی وہ احکام جو مقاصد ثلاثہ کے تتمہ اور تکملہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فتح ذرائع کے اصول وضوابط:

-مولانا رمضان علی فرقانی نے فتح ذرائع کے چند اصول وضوابط ذکر کئے ہیں:

۱-جس مقصد کے لئے ذریعہ کا استعمال کیا جارہا ہے وہ مقصد شرعاً معتبر ہو۔

۲-شریعت کے نزدیک اس مقصد کا مقام وسیلہ سے زیادہ ہو۔

۳-وہ وسیلہ مقصد تک یقینی طور پر پہنچانے والا ہو۔

۴-مصلحت دینی ہو دنیوی نہ ہو۔

-مولانا سلیم الدین قاسمی نے فتح الذرائع کے اصول کو اختیار کرتے وقت درج ذیل ضوابط کے لحاظ رکھنے کی بات کہی ہے:

۱-فتح الذرائع کا کسی منصوص حکم سے تعارض نہ ہو۔

۲-فتح الذرائع کسی شرعی مقاصد کے معارض نہیں ہونے چاہئیں۔

۳-فتح الذرائع کا اعتبار اسی وقت ہوگا جب ذرائع غالبا مقصود تک پہنچانے والے ہوں، جو ذرائع شاذ و نادر مقاصد تک پہنچائے اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

۴-فتح الذریعہ اسی وقت صحیح ہوگا جب فتح ذریعہ کا مقصد ذریعہ کے مقابلے میں اہم یا مساوی ہو، اگر ذریعہ کے مقابلے میں مقصد کمتر ہوتو اس وقت فتح الذریعہ کی اجازت نہیں ہوگی۔

دیگر آراء:

-مفتی تنظیم عالم قاسمی لکھتے ہیں کہ مقصد کے اعتبار سے ذریعہ کے اختیار کرنے اور نہ کرنے کا حکم ہوگا، لہذا جمعہ کی نماز کے لئے سعی کرنا واجب ہوگا، اصلاح بین الناس کے لئے فتح ذریعہ کے طور پر جھوٹ کا سہارا لینا مستحب ہوگا (دیکھئے: الفروق للقرافی ۲/ ۳۳) (نیز دیکھئے: مقالہ مفتی امانت علی قاسمی)۔

-مفتی محمد شاہجہاں ندوی کا کہنا ہے کہ تمام فقہی مذاہب میں اس بات کی صراحت ہے کہ "**ما لایتم الواجب إلا به فهو واجب**" (دیکھئے: العنایہ ۱/ ۲۲، فتح المعین ۱/ ۵۱، الذخیرہ ۱/ ۸۴، الشرح الکبیر ۱/ ۲۲۰)، اس لئے یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ فتح ذرائع کا استعمال بھی ہر مذہب میں ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ مباح کا ذریعہ اس کے مناسب ہونا چاہئے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ شرعی اعتبار سے اس میں کوئی قباحت نہ ہو۔

۷-دور حاضر کے مسائل میں اصول سدّ ذریعہ کا استعمال:

سوال نمبر:۷—دور حاضر کے کن مسائل میں سدّ ذریعہ کا اصول فیصلہ کن یا مؤثر کردار ادا کرسکتا ھے، ایسے چند نئے مسائل کی نشاندھی کریں جن میں سدّ ذریعہ کا قاعدہ استعمال میں لایا جاسکتا ھے؟

بعض مقالہ نگاروں نے لکھا ہے کہ اس کی مثالیں جواب نمبر ۶ کے ضمن میں پیش کردی گئی ہیں، البتہ بعض مقالہ نگاروں نے دور حاضر کے نئے مسائل کی نشاندہی کی ہے جن میں سدّ ذریعہ کے قاعدہ کو استعمال میں لایا جاسکتا ہے، جیسا کہ مولانا محمد انیس ندوی لکھتے ہیں:

کسی کے نزدیک کسی صورت میں مصلحت راجح ہوتی ہے اور فساد مرجوح، اور کسی کے نزدیک مصلحت کو مرجوح قرار دیا جاتا ہے اور فساد کو راجح قرار دیتے ہوئے اسکی ممانعت کا حکم دیا جاتا ہے، جس کی بنیاد پر قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ فرماتے ہیں کہ ہماری معاشرتی زندگیوں میں بھی ایسے دسیوں مسائل سامنے آتے ہیں جن کے حل کیلئے اس اصول پر غور کیا جاسکتا ہے، مثلاً ایک عورت کا شوہر مفقود ہے اور شوہر اتنی ملکیت چھوڑ گیا ہے کہ اس کی آمدنی سے وہ عورت اپنی کفالت کرسکتی

ہے، سات، آٹھ سال تک شوہر کا انتظار کرنے کے بعد وہ قاضی کے یہاں درخواست بابت "تفریق" دیتی ہے، فقہ مالکی کے مطابق اسے مزید چار سال تک انتظار کا دینا ہوگا، لیکن اس عورت کی جواں عمری، ماحول کا فساد اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے قاضی کو ظن غالب ہے کہ مزید انتظار کا حکم اس برائی میں اس عورت کو مبتلا کردے گا جس سے بچانے کے لئے نکاح مشروع کیا گیا، تو سدّ باب فتنہ اور خوف زنا کو بنیاد بنا کر قاضی اس عورت کا نکاح فوراً فسخ کرسکتا ہے (مباحث فقہیہ: ۸۴)۔

اسی طرح "طلاق ثلاثہ" کا مسئلہ جو کہ مباحات میں سے ہے، لیکن آج ہندوستانی معاشرہ میں اسلام کو بدنام کرنے کا ایک ذریعہ بنا ہوا ہے جسکی وجہ سے حلالہ جیسا عمل بھی وجود میں آتا ہے جس پر آج مسلمان اس طرح عمل کررہے ہیں جیسے کوئی مستحب کام ہو، جبکہ اللہ اور رسول ﷺ کی ایسے شخص پر لعنت برستی ہے، ان فتنوں اور برائیوں کے سدّ باب کے لئے، سدذرائع کے اصول پر عمل کرتے ہوئے "طلاق ثلاثہ" پر پابندی عائد کی جائے؛ تاکہ کفار ومشرکین کا دین میں مداخلت کرنے کا یہ راستہ تو کم ازکم بند ہوجائے؛ جبکہ امام صاحبؒ نے ایک مجلس کی تین طلاق کو بدعت کہا بھی ہے لیکن "**للحاجة إلى الخلاص**" کہہ کر مباح قرار دیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے فتنے معاشرہ میں جنم لے رہے ہیں۔

مولانا جمشید جوہر قاسمی نے مندرجہ ذیل مسائل کی نشاندہی کی ہے:

۱۔ شراب کی حرمت کتاب وسنت سے ثابت ہے لیکن عہد حاضر میں جدید قسم کی نشہ آور اشیاء عام ہوچکی ہیں، جیسے Natravate, Spasmo Praying ٹیبلیٹس اور Trika injection یا Sunfix (سن فکس) وغیرہ۔ ان کا استعمال فی نفسہ جائز ہونے کے باوجود ممنوع ہوگا؛ کیونکہ اس وقت شراب بندی کے دور میں ان سے بکثرت نشہ کیا جارہا ہے۔" **ويلتحق بها المخدرات، بل المخدرات أسوأ وأعظم شراً من الخمر، وهي أشد فتكًا وضرراً وبلاء بالأمة**" (دروس عمدۃ الفقہ للشنقیطی 5/246 ومابعدہا)۔

۲۔ جب نشہ آور اور مضرت رسانی کی وجہ سے اس کا استعمال ناجائز ہوگا تو ان کی خرید وفروخت اور تشہیر بھی حرام ہوگی۔" **فلا يجوز بيعها، ولا شراؤها، ولا ترويجها**" (دروس عمدۃ الفقہ للشنقیطی 5/247)۔

۳۔ ایسے تاجروں کی آمدنی بھی حرام ہوگی جوان کو بازاروں میں لاکر فروخت کرتا ہو؛ کیونکہ اعانت علی المعصیۃ کررہا ہے۔"**إن الاتجار بالمخدرات بيعاً وشراء وتهريباً وتسويقاً أمر حرام كحرمة تناول المخدرات الخ. فيكون الثمن حراماً، والمال سُحتاً الخ، وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان**" (المائدۃ: 5/2)۔

۴۔ بھنگ، افیون، ہیروئن وغیرہ کی کاشت کرنا، ان کو منتقل کرنا، اور خرید وفروخت اور ان کا استعمال بھی ممنوع

ہوگا۔"زراعة الحشيش والخشخاش والقات وتصنيع الأفيون والكوكايين والهروين، إن كل ما يؤدّى إلى الحرام فهو حرام"(الفقہ الإسلامی وأدلتہ 7/448)۔

۵۔دور حاضر میں عموماً دیکھا جاتا ہے کہ غیر محرم کو کچھ لوگ اپنی سواری مثلاً موٹر سائیکل وغیرہ پر بٹھا لیتے ہیں جو ناجائز ہے؛ کیونکہ فتنہ کا اندیشہ ہے، لہٰذا سداللذریعہ ممنوع ہوگا۔"وَأَمَّا إِرْدَافُ الْمَرْأَةِ لِلرَّجُلِ الْأَجْنَبِيِّ، وَالرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ الْأَجْنَبِيَّةِ فَهُوَ مَمْنُوعٌ، سَدًّا لِلذَّرَائِعِ، وَاتِّقَاءً لِلشَّهْوَةِ الْمُحَرَّمَةِ" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ 3/91)۔

۶۔مروجہ اسکولز وکالجز کے بے حیائی وفحاشی سے بھرپور پروگراموں میں شرکت کرنا حرام ہوگا؛ کیونکہ ایسے پروگرام بیشمار اخلاق سوز مفاسد کو شامل ہوتے ہیں۔

۷۔اینڈرائڈ موبائل، یا ڈی وی ڈی، یا وی سی آر، ایل سی ڈی وغیرہ پر نمائش ہونے والے پروگرام کا دیکھنا بھی حلال نہ ہوگا؛ کیونکہ ان تمام میں اخلاق سوز برائیاں بھری پڑی ہیں، اور یہ فساد دین ودنیا دونوں کا ذریعہ بھی ہیں۔"ولا تعاونوا على الإثم والعدوان"(المائدۃ:5/2)۔

۸۔اگر کوئی مسلمان بتوں کی تجارت کرنے لگے تو اس کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے؛ کیونکہ یہاں اس کے دین کی حفاظت کا مسئلہ ہے، فتنہ ارتداد کا اندیشہ ہے اس لئے سدّ ذریعہ کے طور پر اس کو منع کردیا جائے گا(المعاملات والمقاصد ص: 36)۔

۹۔آج کل ہمارے یہاں ہر طرح کے اعلانات مثلاً گمشدہ چیز کا اعلان، انتقال کا اعلان، جنازہ میں شرکت کا اعلان، حتی کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر دولہا کو سلامی دینے اور اس کو کپڑا پہنانے اور بارات نکلنے کا بھی اعلان، مساجد کے لاؤڈ اسپیکر سے لوگ کرتے ہیں جس کی وجہ سے کئی مفاسد درپیش ہیں:

(۱)اذان کی اہمیت کا کم ہوجانا (۲)مساجد کے لاؤڈ اسپیکر کا غلط استعمال (۳)صوتی آلودگی میں اضافہ کا سبب (۴)حدیث رسول کی مخالفت۔"عَنْ حَيْوَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُول: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لَا رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا"(صحیح مسلم(3/195)880)۔

۱۰۔ہمارے یہاں علماء وقضاۃ حضرات عقد نکاح کے لئے باضابطہ لڑکی کے سامنے مجمع عام میں اختلاط مع اختلاف الاجناس کے باوجود بیٹھتے ہیں، پھر مجمع عام میں لڑکی سے اقرار کرواتے ہیں، جو نہایت ہی غلط ہے، اسے ترک کرنا بہت ہی اشد ضرورت ہے؛ کیونکہ کئی طرح کی برائیوں کا مجموعہ ہے: (۱) خلاف سنت طریقہ (۲) کسی مکتب فکر فقہاء کی کتابوں میں یہ

طریقہ مذکور نہیں (۳) اختلاط مع الاجانب (۴) بے پردگی وبے حیائی کا سیلاب۔

۱۱۔ جب کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اپنی بیوی پر ظلم کرے گا؛ کیونکہ اس میں حقوق زوجیت کی ادائیگی کی صلاحیت نہیں، یا ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنے سے عدل قائم نہیں رکھ سکتا ہے تو ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا حرام ہوگا۔ ''لأن ما أدّى إلى الحرام فهو حرام'' (الفقہ الإسلامی وأدلتہ 9/25)۔

۱۲۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ ہر مسلک میں جو سہولتیں اور رخصتیں ہیں، ان کو تلاش کر کے محض اس مسلک کے رخصت پر عمل کرے تو اس کی بھی اجازت نہ ہوگی؛ کیونکہ اس سے انسان اپنی خواہش کی تابعداری کرنا شروع کر دے گا، لہذا سدّ ذریعہ کے طور پر اس کو اس کی اجازت نہ ہوگی (الخلاصۃ فی أحکام الاجتہاد والتقلید 2/153)۔

خلاصہ کلام: جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ ''فتح ذریعہ'' ایک نئی تعبیر ہے جسے متقدمین نے '' مالا یتم الواجب الا بہ فھو واجب''، اور '' مالا یتم المباح الا بہ فھو مباح'' سے تعبیر کیا ہے، لیکن اس سلسلہ میں غلو کرنا نہایت ہی غلط ہے؛ بلکہ متوسط راہ اختیار کرنا ہوگا، جیسا کہ دین اسلام کا اکثر وبیشتر احکام میں یہی مزاج ہے۔ ''**وكذا هو رد فعل طبيعي للمبالغة في سدّ الذرائع. والأصل التوسط كما هو توجيه الدين في معظم الأمور**'' (تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد 3/75)۔

-مولانا یحیی معین ثمر نے مزید نئے مسائل وقضایا کا ذکر کیا ہے:

۱-العملیات التجمیلیۃ (Cosmetic Surgeries) کی ممانعت: شرعی حدود کا لحاظ نہ کرتے ہوئے ایسے (Operations) جن میں غیر معمولی طور پر شکلیں تبدیل کی جاتی ہیں اور حسن کو بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے، کسی عیب کو دور کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

۲-اسقاط حمل کی عملیات کا منظّم کرنا اور حکومت کی سرپرستی اور ماتحتی میں ہونا، یہ فی زمانہ زنا کے سدّ باب کے لئے بہت ہی ضروری ہے، ورنہ زنا کے جریمہ کو چھپانے کا وسیلہ عام ہو جائے گا، اس کی بنا پر لوگ زنا پر جری ہوں گے۔

۳-پردہ بکارت کے اعادہ کا عملیہ اور آپریشن ممنوع ہونا ضروری ہے، سدّ اللزنا۔

۴-بچوں کو مخلوط اسکول اور کالجوں میں تعلیم کی ممانعت-سدّ اللزنا۔

۵-جتنے جرائم پر تعزیرات ہیں، حدود وقصاص کا نظام ہے، ان سب میں سدّ ذرائع کا اصول مضمر ہے کہ انجام اور مآل کے اعتبار سے اس میں عافیت ہے اور امن وامان وحفظ نفس ومال ہے، ورنہ جرائم کا عام ہونا خود ہلاکت کا باعث ہے۔

۶-''التقلیل من عدد الحجاج'' یعنی جو حجاج کی تعداد میں کمی کی جاتی ہے، اس کا کوٹہ بنایا جاتا ہے اور اس کے لئے

مختلف پابندیاں لگائی جاتی ہیں، یہ سدّ اً لذریعہ ہے کہ اژدحام کی وجہ سے جان ومال کا نقصان ہوتا ہے۔

۷-عصر حاضر میں سدّ ذرائع کا استعمال حکومتوں کے نظم ونسق کو برقرار رکھنے میں اور اس کے متعلق جدید قوانین لانے میں معین ومددگار ثابت ہوسکتا ہے، حکومتیں اس سے بڑا فائدہ اٹھاسکتی ہیں، بعض علماء نے اس کو السیاسۃ الشرعیۃ کے ضمن میں بھی ذکر کیا ہے۔

۸-جدید واقعات ونوازل کے لئے اجتہاد کی غیر معمولی اہمیت ہے؛ البتہ یہ بھی اہل علم جانتے ہیں کہ اجتہاد کے اگر قیود وشرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے، تو بجائے فائدہ کے فتنہ اور فساد کا باعث بن سکتا ہے۔

فی زماننا اس کا بڑا خطرہ انفرادی اجتہاد سے ہے؛ لہذا اسد اللباب اس کو بند کرنا چاہئے اور اجتماعی اجتہاد کو ہی معتبر مانا جائے۔

۹-قرآن کریم کے ترجمہ کی بغیر متن کے مختلف لغات میں طباعت کا ممنوع ہونا، اس کا مفسدہ بہت بڑا تبلیغ ودعوت کی مصلحت سے۔

۱۰-جو مستقل عالم بننا چاہے، ان کے لئے تفصیلی علمی درس تفسیر صرف عربی زبان سیکھنے والوں کے لئے ہو، عربی زبان سیکھنا عالمیت کے لئے شرط قرار دینا؛ اس لئے کہ بغیر عربی زبان کے قرآن کی فصاحت وبلاغت کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

۱۱-حکومت کے لئے مختلف ایام میں بالخصوص حرب اور قحط سالی کے زمانے میں اسعار یعنی قیمتوں کی، خدمات کی نیز اجرتوں کی تحدید کرنا، سداً لذریعۃ الظلم-عوام الناس کا استحصال نہ کیا جائے۔

۱۲-مستقل طور پر حکومتی یا غیر حکومتی اداروں میں نیز عمومی مقامات پر عورتوں کے کام کرنے کو روکنا اور منع کرنا۔ اس میں ایک بڑا مفسدہ بچوں کے ضائع ہونے کا ہے، نیز نظام البیت درہم برہم ہوجاتا ہے، عمومی طور پر حکومتوں کے لئے اس کو بڑھاوا نہ دینا ہی مناسب ہے۔

۱۳-اسی طرح تمام معاملات ومعاہدات کی تسجیل اور لکھنے کا قانون بنانا، تمام معاملات کو مسجل کیا جائے، چاہے بیع وشراء ہو یا اجارہ ہو یا دیگر عقود ہوں؛ تاکہ لوگوں کے اموال ناحق طور پر نہ کھائے جائیں اور کمزوروں پر ظلم کا سد باب ہو۔

۱۴-اسی طرح زمین کی دستاویز بنانے اور محفوظ رکھنے کا حکم جاری کرنا، نیز نکاح کے ریکارڈ رکھنا ضروری قرار دینا سداً للباب۔

۱۵-حقوق کے استعمال کو مشروط کرنا عدم اساءت سے، اسی طرح اپنا حق استعمال کریں، جس میں دوسروں کو ضرر نہ پہنچے۔

۱۶-ایسے علاقوں میں جہاں پر لوگ گھروں میں رہتے ہیں، ان میں مصنع، کارخانوں اور فیکٹریوں کا بنانا، کئی اعتبار سے مضر ہے، لہذا اس کا قانون بنانا ضروری ہے؛ تاکہ عوام الناس کا نقصان نہ ہو۔

۱۷-اسی طرح عام ضرورت کے سامان کے احتکار کو روکنا۔

چند دیگر مسائل:

-مولانا محمد سالم قاسمی نے چند نئے مسائل کا تذکرہ کیا ہے جن میں سدّ ذریعہ کا قاعدہ استعمال کیا جا سکتا ہے:

۱-ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم۔

۲-جدید موبائل اور ویڈیو گیم کا حکم۔

۳-قرآن کریم کے پاروں کی ترتیب جدید۔

۴-ٹی وی وغیرہ کی مرمت کرنا۔

۵-فلم انڈسٹریوں میں کام کرنا۔

۶-دودھ بینک قائم کرنا۔

۷-سویمنگ پل بنانا۔

۸-بیوٹی پارلر کھولنے کا حکم۔

-قاضی عبد الجبار ندوی کے نزدیک:

۱-رفع ظلم کے لئے رشوت دینا۔

۲-مسلم مخالف قوتوں کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا۔

-مولانا محمد انیس ندوی کی رائے میں سدّ ذریعہ کے اصول کے ذریعہ ان امور پر پابندی لگائی جا سکتی ہے:

۱-عورتوں کا بغیر محرم کے تنہا سفر کرنا۔

۲-عورت کی ڈرائیونگ کا مسئلہ۔

۳-اسمارٹ فون سے نئی نسل کو بچانا۔

۴-دینی اجتماعات میں مرد وزن کا اختلاط

۵-عورت کا اپنے رحم کو کرایہ پر دینا۔

۶-عورتوں کا کلب اور اسٹیڈیم وغیرہ میں جانا۔

-مفتی تنظیم عالم قاسمی کی رائے میں:

۱-دینی پروگراموں میں تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کی اجازت۔

۲-فتح ذرائع کے اصول کے تحت مدارس کی تشہیر کی نیت سے ان کی سرگرمیوں کی ویڈیو گرافی کرنے کی اجازت۔

۳-میڈیکل انشورنس کی اجازت۔

۴-ماب لنچنگ کو دیکھتے ہوئے لائف انشورنس کی اجازت۔

۵-سادات کو زکوۃ دینا۔

۶-جس شادی میں گانا بجانا اور منکرات کا اہتمام ہو، اس میں علماء اور خواص کو سد ذریعہ کے طور پر شرکت سے گریز کرنا۔

۷-اسپتالوں میں مختلف ٹسٹ، ایکسرے اور اسکیننگ کے بہانے مریضوں کا استحصال کرنا۔

-مولانا ابوالمکارم معروفی کے مطابق:

۱-مخلوط نظام تعلیم کا عدم جواز، جو کہ سدّ ذریعہ کی قبیل سے ہوگا۔

۲-مسلمانوں کے اموال کی حفاظت اور سود کی لعنت سے بچانے کے لئے غیر سودی بینک کھولنا، جو کہ فتح ذریعہ کے قبیل سے ہوگا۔

۳-مارکیٹوں میں اشیاء کی قیمتوں میں توازن باقی رکھنے کے لئے ریٹ کو کنٹرول کرنا۔

-مولانا ریحان مبشر قاسمی کے بقول:

۱-عورتوں کی ڈرائیونگ کی حرمت۔

۲-بلیک مارکیٹنگ کی ممانعت۔

۳-ملٹی میڈیا موبائل اور انٹرنیٹ اگر وقت کا ضیاع ہو تو اس کے استعمال پر پابندی۔

-مولانا عبید اللہ ندوی کہتے ہیں کہ:

۱-شرعی ضوابط کی پابندی کے بغیر کاسمیٹک سرجری کا عمل کرانا جائز نہیں ہوگا۔

۲-بغیر شرعی ضوابط کے عورتوں کے لئے طبی جانچ کرانے کی اجازت نہیں ہوگی۔

۳-اسقاط حمل میں حقیقی عذر کا تحقق ضروری ہوگا۔

۴-وقوع زنا کی صورت میں پردہ بکارت کی اصلاح اور اصل حالت میں لانے کا عمل جائز نہ ہوگا۔

۵-مخلوط شادی کی تقریبات میں شرکت شرعاً ممنوع ہوگی۔

۶-جنسی خواہشات کو برانگیختہ کرنے والے وسائل اور صورتوں کے ذریعہ کئے جانیوالے کپڑوں کی نمائش پر پابندی لگنی چاہئے۔

۷-نائٹ اسپیکٹرواسکوپی (جوتجسس اور لوگوں کے ستر سے واقفیت حاصل کرنے وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے)سدّ اًللذ ریعہ اس پر بندش لگانالازم ہے۔

۸-شرعی ضوابط کی رعایت کے بغیر ورزش کرنا سداًللذ ریعہ حرام ہوگا۔

-مفتی محمد عثمان گورینی نے بھی سدّ ذرائع پر مبنی چند مسائل پیش کئے ہیں:

۱-فیکٹریوں، گاڑیوں وغیرہ کے دھوئیں کی کثرت سے فضائی آلودگی کا مسئلہ بہت ہی اہمیت اختیار کرتا جارہا ہے، اس کی وجہ سے امراض میں اضافہ، تنفس کی شکایت اور دیگر مسائل کثرت سے پیدا ہورہے ہیں، لہذا انسانی زندگی کی صحت وحفاظت کے لئے اس میں قیدو بندسدّ ذریعہ کے اصول سے لگائی جاسکتی ہے، اسی طرح صوتی آلودگی میں بھی۔

۲-آبی وسائل کی حفاظت اور آلودگی سے انکو بچانے کے ذرائع کا پابند کرنا بھی سدّ ذریعہ کے اصول سے حل کیا جاسکتا ہے۔

۳-مارکیٹوں میں طلب ورسداور اشیاء کی قیمتوں میں توازن برقرار رکھنے کے لئے ذخیرہ اندوزی کی ممانعت اور قیمتوں کی تعیین کوسدّ ذریعہ کے ضابطہ سے حل کیا جاسکتا ہے۔

۴-شہری آبادیوں میں گیس وپٹرول کے ذخائر پر پابندی اسی طرح سلاٹر ہاؤس کے قیام وغیرہ کے مسائل سدّ ذریعہ کے ضابطہ سے حل کئے جاسکتے ہیں۔

۵-کمیشن پر چندہ کی ممانعت بھی سدّ ذریعہ کے ضابطہ سے کی جاسکتی ہے۔

۶-غیر مسلم ممالک میں حکومتی مناصب کا حصول، اور حکومتی اداروں میں شمول کو فتح ذریعہ کے ضابطے سے حل کیا جاسکتا ہے۔

-مولانا قاری ظفر الاسلام صدیقی لکھتے ہیں کہ ذبیحہ گائے وبعض پرندوں کا شکار شرعاً درست ہے؛ لیکن سداً للذریعہ نہیں کرنا چاہئے۔

-مولانا محمد سلیم الدین قاسمی نے چند جدید مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں سدّ ذریعہ کا اصول مؤثر ہے:

۱-معتدل حالات میں بیمہ زندگی (لائف انشورنس) ناجائز ہے اور اس کی وجہ سدّ ذریعہ ہی ہے۔

۲-انسانی دودھ بینک قائم کرنا سدّ ذریعہ کے اصول کے مطابق ناجائز ہوگا۔
۳-عورت کے حمل میں جنین کے جنس کی تشخیص الٹرا ساؤنڈ یا دیگر آلات سے سدّ ذریعہ کی بنیاد پر ناجائز ہوگی۔
۵-اسلامی ماحول والے اسکول دستیاب ہونے کے باوجود بچوں کو عیسائی یا ہندوانہ رسم ورواج والے اسکول میں داخلہ دلانا جائز نہیں ہے۔
۶-ٹی وی کی خرید وفروخت، اسی طرح اس کی مرمت کا پیشہ اختیار کرنا سدّ ذریعہ کے طور پر ہی منع ہے۔
۷-نیٹ ورک مارکیٹنگ میں عدم جواز کی جہاں بہت سی وجوہات ہیں ان میں ایک وجہ سدّ ذریعہ بھی ہے۔
-مولانا محمد شاہجہاں ندوی کے بقول چند وہ مسائل جن میں سدّ ذریعہ کا اصول فیصلہ کن ہوتا ہے:
۱-مخلوط نظام تعلیم کا عدم جواز۔ ۲-سودی بینکوں کو مکان کرایہ پر دینے کی ممانعت۔
۳-تورق منظّم کا عدم جواز۔ ۴-سامان ومعادن کے انٹرنیشنل بازار کے ذریعہ مرابحہ کی غیر مشروعیت۔
۵-تورّق عکسی کا عدم جواز۔ ۶-کرایہ پر لی ہوئی شئ کی ملکیت پر ختم ہونے والی کرایہ داری۔
۷-عقود اذعان کا جواز۔

۸-اصول سدّ ذریعہ کو نظر انداز کردینا یا اس کے استعمال میں غلو کرنا:

سوال نمبر۸–بعض معاصر فقهاء کی رائے هے که جس طرح سدّ ذریعه کو سرے سے نظر انداز کرنا اور شرعی مسائل کے حل میں اس کا استعمال نه کرنا درست نهیں هے، اسی طرح سدّ ذریعه کے استعمال میں غلو بھی درست نهیں هے، اور اس سے بهت سے مفاسد پیدا هوتے هیں، اس سلسله میں اپنی تحقیق اور رائے قلمبند کریں؟

اکثر مقالہ نگاروں کی رائے یہی ہے کہ جس طرح سدّ ذریعہ کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے اسی طرح سدّ ذریعہ میں غلو کرنا بھی جائز نہیں ہے، مقالہ نگاروں نے عام طور سے مبالغہ والی مثال میں امام مالک کے ان مسائل کو پیش کیا ہے جس میں ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سجدہ والی سورت کا پڑھنا مکروہ ہے، یا رمضان سے متصل شوال کے روزے رکھنا مکروہ ہے، یہ سدّ ذرائع میں غلو ہے، اسی لئے شیخ ابوزہرہ نے لکھا ہے:

"وإن الأخذ بالذرائع لاتصح المبالغة فيه، فان المغرق فيه قد يمتنع عن أمر مباح أو مندوب أو واجب، خشية الوقوع فى ظلم كامتناع بعض العادلين عن تولى أموال اليتامى أو أموال الأوقاف خشية التهمة من الناس" (اصول الفقہ: ۲۹۴) (مقالہ قاضی عبدالجبار ندوی، مولانا عبداللہ خالد لوناواڑہ، مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔

-کیونکہ ایسی صورت میں تنگی پیدا ہوگی اور لوگوں کے لئے حرج پیدا ہوگا (مولانا محمد سالم قاسمی وغیرہ)۔

-ایسی صورت میں نصوص سے ثابت شدہ اشیاء کو حرام کردینا لازم آئے گا (قاضی عبدالجبار ندوی وغیرہ)۔

-سدّ ذریعہ میں غلو لوگوں کے لئے تنگی اور حرج کا باعث ہوگا، اسی طرح فتح ذریعہ میں غلو لوگوں میں اباحیت پسندی اور فساد کا باعث ہوگا (مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی وغیرہ)۔

قرآن کریم میں بھی اس غلو کی ممانعت آئی ہے: "**لا تغلوا فی دینکم**" (سورۂ نساء:۱۷۱) (مقالہ مفتی محمد عثمان گورینی)۔

-اس اصول کا استعمال بے دریغ ہونے لگے تو شریعت کے تمام حدود ختم ہوجائیں گے (مقالہ مولانا محمد سلیم الدین قاسمی)۔

صاحب روح المعانی (۷/ ۲۵۲) نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ اور امام محمد بن سیرینؒ دونوں حضرات ایک جنازہ کی نماز میں شرکت کے لئے چلے، وہاں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی اجتماع ہے، اسکو دیکھ کر ابن سیرینؒ واپس ہوگئے لیکن حسن بصریؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی غلط روش کی وجہ سے ہم اپنے ضروری کام کیسے چھوڑ دیں، نماز جنازہ فرض ہے ،اس کو اس مفسدہ کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا، ہاں اس کی کوشش حتی المقدور کی جائے گی کہ یہ مفسدہ مٹ جائے۔

لہذا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ فرماتے ہیں کہ اس اصول کی نزاکتوں پر اس کی گہری نگاہ ہونا ضروری ہے، ورنہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد قرار دے کر، یا مصلحت ومفسدہ کی صحیح قدر وقیمت کا یقین نہ کر کے بناء دین کے انہدام کا موجب ہو جائے گا، اس لئے صحیح فقہی شعور کے بغیر ان نازک اصولوں کا استعمال خود ایسا ذریعۂ فساد ہے جسکا سدّ باب ضروری ہے۔

ہاں اگر جائز کام میں مبتلا ہونے کا صرف احتمال ہو، یقین یا غالب گمان نہ ہو تو پھر جائز کام پر صراحتاً عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جائے گا، لیکن جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب نے نقل کیا ہے کہ مفتی ایسی مناسب تعبیر اختیار کرے گا کہ مستفتی اس جائز کام سے بھی رک جائے، مثال کے طور پر مفتی یوں کہے: "یہ کام آپکے لئے مناسب نہیں ہے" یا یہ کہے کہ "اس کام سے بچنا ہی مناسب ہے" یا یہ کہہ دے کہ "میں آپ کو اس کام کی اجازت نہیں دیتا" یا اس طرح کہہ دے کہ "میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دیتا" وغیرہ (اُصول الافتاء وآدابہ:۳۲۹)۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس وقت یہی طرز تعبیر اختیار فرمایا تھا جب آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تھا: "**فلا آذن ثم لا آذن ثم لا آذن إلا أن يريد ابن أبی طالب أن يطلق ابنتی وينكح ابنته**" کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا، پھر میں اسکی اجازت نہیں دیتا، پھر میں اس کی اجازت نہیں دیتا سوائے اس کے کہ ابن ابی طالب یہ چاہے کہ میری بیٹی کو طلاق دیدے اور

ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرلے؛ کیونکہ بیشک حضرت فاطمہؓ میرا جزء ہے، مجھے بھی وہ چیز تشویش میں مبتلا کرتی ہے جو اسے تشویش میں مبتلا کرتی ہے اور میرے لئے بھی وہ بات تکلیف دہ ہے جو اس کے لئے تکلیف دہ ہے(صحیح البخاری، کتاب النکاح: ۵۲۳۰)۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں:''إن فاطمة منّی وأنا أتخوف أن تفتن فی دینها''فاطمہؓ مجھ سے ہے اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اسے اس کے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈال دیا جائے،لیکن اسی روایت میں آپ ﷺ نے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا:''وإنّی لست أحرّم حلالا و لاأحلّ حراماً ولکن و الله لاتجتمع بنت رسول الله و بنت عدو الله أبداً''،اور میں کسی حلال کو حرام اور کسی حرام کو حلال نہیں کررہا ہوں؛لیکن اللہ کی قسم اللہ کے رسولؐ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی جمع نہیں ہوں گی(صحیح البخاری: کتاب فرض الخمس:۳۱۱۰)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کی تصریح فرمادی کہ یہ نکاح بذات خود حرام نہیں ہے،لیکن اس کے نتیجہ میں ایک بڑے ممنوع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے،اور وہ یہ کہ جب آپؐ کی صاحبزادیؓ کی سوکن ابوجہل کی بیٹی بنے گی،تو ان کو تکلیف پہونچے گی،اور اس تکلیف کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچے گی،اس لئے اس نکاح سے منع کردیا گیا؛کیونکہ تکلیف پہونچانے کا سبب وذریعہ حضرت علیؓ کا نکاح کرنا بنے گا۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:''ویتبیّن من هذاالحدیث أن الحکم علی الذرائع أنّها تُسَدُّ أو لا تُسَدُّ، یمکن أن یختلف من شخص إلی شخص، ومن حال إلی حال، فالمرجع فی ذلک إلی الملکة الفقهیة والذوق السلیم الذی لایکاد یحصل إلّا بممارسةٍ طویلةٍ تحت إشراف أصحاب هذه الملکة''(أصول الإفتاء وآدابہ:۳۲۹)۔

اس تفصیل کی روشنی میں مولانا محمد انیس ندوی کی رائے ہے کہ اس اصول کے استعمال کی اجازت ہر ایک کو نہ دی جائے بلکہ مخصوص رکھا جائے ورنہ فتنہ کا اندیشہ ہے۔

-مولانا جمشید جوہر قاسمی نے سدّ ذریعہ کے استعمال میں اعتدال کی راہ اپنانے کی بات کہتے ہوئے یہ عبارتیں پیش کی ہیں:

''وقد توسع متأخرو المالکیة فی الاستحسان وسدّ الذرائع وفی دعوی عمل أهل المدینة توسعا خارجا عن حد المعقول کما تبیّن من مراجعة کتب العملیات والنوازل''(أشرف المسالک،ص:6)۔

چنانچہ اسی وجہ سے شیخ ابوزھرہؒ فرماتے ہیں کہ سدّ ذریعہ کے اختیار کرنے میں شدت برتنا بھی دوسری مصیبت ہے(دیکھئے:مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی 9/1398)۔

اور حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے بڑی عمیق بات لکھی ہے کہ:شریعت کے بے شمار مسائل سدّ ذریعہ پر ہی مبنی

ہیں،لیکن کچھ متجددین نے دین میں حیلے نکال کرحرام کردہ چیزوں کو سدّ ذریعہ کے واسطہ سے حلال کرنے کی کوشش کی ہیں،اس کا ظاہرتو اچھا لگ رہاہےلیکن اس کا باطن آگ ہے،لہذ افقہاءکومکمل تیقّظ سے کام لینا ہوگااورغور کرنا ہوگا کہ اس کواتنا عام نہ مان لیاجائے کہ اباحیین اس کے ذریعہ ہرحرام کردہ چیز حلال کرڈالیں،اورتنگی کی راہ بھی اختیار نہ کرنا ہے کہ شریعت کی رخصتوں کوبھی بندکردیاجائے (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی9/1427)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "سدذرائع"اور"فتح ذرائع"دونوں میں ایک فقیہ کومکمل تیقظ اور بیدارمغزی سے کام لینا ہوگا،کہیں ایسا نہ ہو"سدذرائع"یا"فتح ذرائع"کواپنائیں ہی نہیں،جس کی وجہ سے بے شمار مفاسد کے شکار ہوجائیں،یا"سدذرائع"اور"فتح ذرائع"کواس طرح اپنالیں کہ غلوکی حد پارکر جائیں،جس کی وجہ سے بہت سے مصالح فوت ہوجائیں۔

لہذاسدّ ذرائع اورفتح ذرائع کواپناتے وقت ان امورکالحاظ رکھنانہایت ضروری ہے:

۱۔"قوة المحظور المخوف من الوقوع فيه،والنظر إلى رتبته"۔

۲۔"قوة التهمة،قوة افضاء الذريعة إلى المحظور،وكثرتها"۔

۳۔"النظر إلى الحال،والزمن،والمكان،والشخص وما إلى ذلك"۔

۴۔"الموازنة بين المصلحة والمفسدة.المترتبين على سدّ الذريعة أوعلى فتحها"۔

۵۔"النظر الى تصرفات الشارع فى باب سدّ الذرائع،عزيمة وطريقة واستثناء"۔

۶۔"النظر الى مواقف أهل العلم فى طريقة إقرارالسدّ، وفى مسلك أجزائه وفى ملاحظة نتائجه"(فوائدسدّ الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ للشیخ محمدھشام البرھانی)۔

-مولانا قاری ظفرالاسلام صدیقی کا کہنا ہے کہ سدّ ذرائع کے استعمال میں اعتدال ہونا چاہئے،اس لئے کہ کوئی امر بالکل متروک ہوجائے اس میں حرج ہے،اورحرج کے دفعیہ کے لئے حرج پیدا ہوجائے یہ دانشمندی نہیں۔

-مولانا ابوالمکارم معروفی لکھتے ہیں کہ عمل بالذرائع میں مبالغہ سے احتراز کیا جائے؛کیونکہ سدّ ذرائع میں مبالغہ لوگوں کو بہت سارے فوائد ومصالح سے محروم کرنے کا باعث ہوگا،اورفتح ذرائع میں مبالغہ بہت بڑے شروفساد کا سبب بنے گا۔

اصول وضوابط:

-مولاناروح الامین داؤدمظاہری لکھتے ہیں کہ فقہاء نے اس اصل کے اعتبار کے لئے حدودوقیود یاشرائط ذکر کئے ہیں،ان کی رعایت بھی ضروری ہے،ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ذریعہ فساد کو اگر جائز قرار دیا جائے تو دو شرطیں ہیں:

۱-فساد میں ابتلاء نادر ہو تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ فعل ممنوع نہیں ہوگا؛ کیونکہ کوئی چیز ایسی نہیں جس میں خیر محض یا شر محض ہو، اس لئے شرعاً امر نادر حکم کی بنیاد نہیں بن سکتی۔

۲-مصلحت مفسدہ کے مقابلے میں راجح ہو، جیسے: نظر الی المخطوبۃ یا نظر الی المشہو دعلیہا وغیرہ۔

اور اگر ذریعہ ممنوع قرار دیا جائے تو یہ شرطیں ہیں:

۱-ذریعہ کا مفضی الی الفساد ہونا یقینی یا غلبی یا کم از کم اکثری ہو، ورنہ قلیل یا مشکوک یا نادر ہونے کی صورت میں ممانعت صحیح نہیں ہوگی۔

۲-مفسدہ مصلحت کے مقابلے میں راجح ہو۔

۳-کسی شئی کو مفسد یا مضر شمار کرنا یا تو نص شرعی کی بناء پر ہوگا، یا اہل اختصاص کی رائے کی بناء پر ہوگا، اس لئے اس سلسلے میں معاشرے کے مکمل احوال سے واقفیت، بلکہ بدلتے حالات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۴-بہر صورت حرمت کا حکم نہ لگایا جائے، بلکہ مفسد کی حیثیت کے پیش نظر حرمت یا کراہت تحریمی یا تنزیہی کا حکم لگایا جائے (ماخوذ از مقالہ وہبہ مصطفی زحیلی علی محی الدین القرۃ داغی)۔

-مولانا محمد زبیر ندوی نے سدّ ذرائع کے استعمال کے مندرجہ ذیل اصول وضوابط لکھے ہیں:

۱-ذرائع ایسے ہونے چاہئیں جو زیادہ تر مقاصد تک پہنچانے والے ہوں۔

۲-ذرائع پر عمل کرنے سے نص معارض نہ ہو۔

۳-ذرائع پر عمل کرنے سے مقاصد شریعت فوت نہ ہوتے ہوں۔

۴-ذرائع کے سلسلہ میں عرف کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

-مولانا محمد عثمان گورینی نے سدّ ذرائع میں مبالغہ سے بچنے کے لئے تین ضوابط کا ذکر کیا ہے:

۱-وہ جائز امور جو کسی فساد منصوص تک متعدی ہوں تو وہ جائز امور بھی سداً للذریعہ ناجائز ہوں گے۔

۲-جو چیزیں حلال منصوص تک متعدی ہوں تو قیاس کے مطابق فتح ذریعہ کے طور پر ان کے جواز کا حکم ہوگا۔

۳-امانات سے متعلق امور بسا اوقات خیانت کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اور خیانت کے امکان کی وجہ سے سداً للذریعہ ناجائز نہ ہوں گے۔

-مولانا محمد شاہجہاں ندوی نے غلو سے بچنے کے لئے سدّ ذریعہ اور فتح ذریعہ کو مندرجہ ضوابط کا پابند بنایا ہے:

۱-اسی ذریعہ کوممنوع قرار دیا جائے گا جو یقین یا گمان غالب کے طور پر بار بار فساد کا باعث بنے۔

۲-مرجوح یا موہوم فساد کا اعتبار نہیں ہوگا۔

۳-ذریعہ پر عمل نص سے متصادم نہ ہو۔

۴-مصلحت اور مفسدہ کو اندازہ اور تخمین سے ثابت نہیں کیا جائے بلکہ پورے مطالعہ اور تحقیق کے بعد اس کا فیصلہ کیا جائے۔

۵-سدّ ذریعہ یا فتح ذریعہ کے سلسلہ میں ہر زمانہ اور ہر علاقہ کے عرف کا لحاظ رکھا جائے، اور فقہی نقول پر جمود اختیار نہ کیا جائے۔

☆☆☆

عرض مسئلہ:

سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول

سوال نمبر ۱ تا ۵

مفتی امانت علی قاسمی☆

''سد ذریعہ-ایک اہم اصول'' کا عرض مسئلہ آپ کے سامنے پیش ہے، عرض تحریر کرتے وقت تک ۲۹ مقالہ نگار حضرات کے مقالات موصول ہوئے تھے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی، مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد صادق مبارک پوری، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد معین الدین ندوی قاسمی، مولانا محمد سلیم الدین قاسمی، مولانا محمد زبیر ندوی بہرایچی، مولانا عبدالخالق ندوی، مولانا محمد انیس ندوی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مولانا محمد رمضان علی فرقانی، مفتی امانت علی قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی، مولانا ریحان مبشر مئوی قاسمی، مولانا روح الامین قاسمی، مولانا عبداللہ خالد لوناواڑہ، مفتی محمد اخلاق قاسمی، قاضی عبدالجبار طیب ندوی، مولانا یحیی معین ثمر قاسمی، مفتی اسرار قاسمی احمد آباد، مفتی تنظیم عالم قاسمی، مفتی رجیب احمد قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا سالم قاسمی، مولانا ابوبکر قاسمی۔

سوال (۱): ذریعہ اور سدّ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت کیا ہے؟

تمام مقالہ نگار حضرات نے لغت اور اصول فقہ کی کتابوں سے اس سوال کا جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: سدّ ذریعہ دو لفظ سے مرکب ہے۔ سدّ عربی لفظ ہے جس کے معنی روکنا، بند کرنا ہے، ''**السدّ فی اللغة اغلاق الخلل**'' (القاموس الفقہیۃ ۲۴/۲۸۶)، اور لغت میں ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کے وسیلے کو کہتے ہیں: '' **الذریعة : الوسیلة ۔ و قد تذرع فلان بذریعة ای توسل**'' (لسان العرب/۹۸)، لغت میں ذریعہ، وسیلہ کو کہتے ہیں جس کی جمع ذرائع آتی ہے، کہا جاتا ہے:

☆ استاذ و مفتی دار العلوم وقف دیوبند۔

"تذرع فلان بذریعة "، جب کوئی شخص کسی وسیلے سے کام کرے۔

اصطلاح میں ذریعہ اس قول یا عمل کو کہتے ہیں جو بذات خود مباح ہو لیکن اس کا استعمال کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہو یعنی جو چیز بالذات ممنوع نہ ہو لیکن کسی حرام تک پہنچنے کا وسیلہ بنے اسے ذریعہ کہا جائے گا۔

علامہ ابن رشد کہتے ہیں:" انها الأشياء التی ظاهرها الاباحة و يتوسل بها الى فعل محظور"(تہذیب الفروق علی حاشیۃ الفروق للقرافی ۲/ ۴۴۲)،علامہ شاطبی لکھتے ہیں:"حقيقة التوسل بما هو مصلحة الى ما هو مفسدة" (الموافقات ۵/ ۴۴۱)(مقالہ مفتی صادق صاحب)۔

سدّ ذریعہ کی اصطلاحی تعریف:

سد ذریعہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس ذریعہ سے روکا جائے جو کسی حرام چیز تک پہنچانے کا سبب بنے اگر چہ وہ ذریعہ فی نفسہ جائز اور مباح ہے لیکن اس کے مفضی الی النزاع ہونے کی وجہ سے اس میں حرمت آجائے گی۔

علامہ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:"سد الذرائع معناه عندا لاصوليين : هو منع كل ما يتوصل بها الشئى الممنوع المشتمل على مفسدة او مضرة"(الوجیز فی اصول الفقہ)(مقالہ مولانا معین الدین الندوی)،موسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں ہے:"و معنى سد الذريعة : حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها اذا كا ن الفعل السالم من المفسدة وسيلة الى مفسدة"(۲۴/۲۷۶)،خلاصہ یہ ہے کہ کوئی فعل مباح اور جائز ہے لیکن وہ حرام کا ذریعہ ہے تو شریعت اس ذریعہ کو بھی حرام قرار دیتی ہے اگر چہ کہ فاعل نے اس حرام کا قصد نہ کیا ہو اس لیے کہ عام طور پر وہ فعل حرام تک لے جانے کا ذریعہ ہے اور ذرائع کی حیثیت تابع کی ہوتی ہے پس جو حکم متبوع کا ہے وہی حکم تابع کا بھی ہوگا اگر متبوع حرام ہے تو تابع بھی حرام ہوگا۔

سوال (۲): ذریعہ اور سبب کا فرق:

ذریعہ اور سبب لغوی اعتبار سے ایک ہی ہے،دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، البتہ اصطلاحی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے،ایک فرق یہ محسوس ہوتا ہے کہ شرعی اعتبار سے سبب عام ہے اور ذریعہ اصطلاحی اعتبار سے خاص ہے یعنی حرام کے وجود میں آنے کو ہی فقہاء کے یہاں ذریعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب کہ سبب عام ہے اس کے ذریعہ سے ایک حکم تک پہنچا جاتا ہے خواہ وہ حکم حرام کا ہو یا حلال کا۔مولانا روح الامین صاحب نے ایک فرق یہ ذکر کیا ہے کہ ذریعہ وہ عمل ہوتا ہے جو مکلّف کی قدرت واستطاعت میں ہو اور فاعل کا فعل ہو، برخلاف سبب کہ یہ کبھی فعل مقدور ہوتا ہے جیسے سفر افطار کا سبب ہے اور صیغہ عقد، ملکیت کا سبب ہے اور کبھی وسعت قدرت سے خارج ہوتا ہے جیسے وقت، نماز کے لیے سبب ہے اور قرابت

وراثت کے لیے۔

مولانا عثمان صاحب گورینی لکھتے ہیں: سبب اور ذریعہ باعتبار اصطلاحی خاص کے درمیان نیز ذریعہ لغوی اور سبب کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی سبب عام ہے ذریعہ خاص ہے؛ کیوں کہ ذریعہ لغوی میں قصد کی قید ہے اور سبب میں کوئی قید نہیں ہے بلکہ مطلق ہے، اس لیے سبب عام ہوا اور ذریعہ خاص ہوا، اسی طرح ذریعہ اصطلاحی خاص میں سبب کے مباح ہونے اور مکلّف کے اختیار میں ہونے اور مسبب کے غیر مباح ہونے کی قید ہے، جب ان قیود ثلاثہ کا تحقق ہوگا تو ذریعہ اصطلاحی خاص ہوگا، اور سبب میں کوئی قید نہیں، وہ مباح اور غیر مباح اور اختیاری غیر اختیاری اور مسبب اختیاری اور غیر اختیاری سب ہوسکتا ہے تو معلوم ہوا کہ سبب عام اور ذریعہ اصطلاحی خاص ہے، سبب مطلق ہے اور ذریعہ اصطلاحی مقید ہے (مقالہ مولانا عثمان صاحب)۔

سوال (۳): سد ذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسالک اور ان کے دلائل کی نشان دہی فرمائیں؟

اس سوال کے دو جز ہیں پہلا جز ہے سد ذریعہ کے سلسلے میں ائمہ کے مذاہب اور دوسرا جز ہے اس کے معتبر ہونے کے دلائل۔ تمام مقالہ نگار حضرات کی آراء کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں تین مذاہب ہیں: امام مالک اور امام احمد کے نزدیک یہ ایک مستقل دلیل ہے جس کو انہوں نے اصل قرار دیا ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے بھی اس کو دلیل کے طور پر قبول کیا ہے؛ لیکن ان تفصیلات کے ساتھ نہیں جس طرح مالکیہ نے قبول کیا ہے بلکہ اس کو ضمنی دلیل شمار کیا ہے اور تیسرا مذہب اصحاب ظواہر کا ہے کہ سد ذرائع کوئی اصل اور دلیل نہیں ہے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، تمام ائمہ کے یہاں یہ حجت ہے اور اختلاف صرف تعبیر اور الفاظ کا ہے، حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مولانا انیس ندوی صاحب نے الوجیز کے حوالے سے لکھا ہے کہ مالکی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک سد ذرائع من جملہ اصول تشریع میں سے ایک اصول ہے نیز ابن تیمیہ اور شیعوں میں سے فرقہ امامیہ بھی اسی کے قائل ہیں لیکن احناف، شوافع اور اصحاب ظواہر اس کو اصول تشریع میں ایک مستقل دلیل تسلیم نہیں کرتے ہیں نیز ابن حزم نے بھی سد ذریعہ کو دلیل ماننے سے انکار کیا ہے (مقالہ مولانا انیس صاحب)۔

یہاں پر انہوں نے احناف اور شوافع کو ظاہریہ کے ساتھ رکھا ہے؛ حالانکہ احناف اور شوافع تعبیر کے اختلاف کے ساتھ سد ذریعہ کو معتبر مانتے ہیں جب کہ ظاہریہ بالکل سد ذریعہ کا انکار کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں متوازن گفتگو مولانا عثمان

صاحب حلیمی نے کی ہے وہ فرماتے ہیں: سدذریعہ کے معتبر ہونے کے بارے میں حضرات فقہاء کا درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ سدذریعہ کسی نہ کسی درجے میں تمام فقہاء کے نزدیک معتبر ہے؛ البتہ اختلاف دو چیزوں میں ہے:

(۱) سدذریعہ کو فقہی اصل اور ضابطہ وقاعدہ کا نام دینے اور نہ دینے میں؛ چنانچہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سدذریعہ کو اصول وضابطہ اور قاعدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حضرات شوافع کے نزدیک اس کو اصل اور قاعدہ وضابطہ کا نام نہیں دیا جاتا ہے، اسی طرح حضرات احناف کے نزدیک بھی سدذریعہ کو اصل اور قاعدہ کے اسم سے موسوم نہیں کیا جاتا ہے، احناف اصول فقہ کے دوسرے مسلمہ قواعد اور ضوابط سے سدذریعہ کو ماخوذ اور مستنبط مانتے ہیں اس کو اصل نہیں مانتے؛ چنانچہ شوافع اور احناف کی اصولی کتابوں میں اس نام سے قواعد وضوابط مذکور نہیں ہیں۔

(۲) دوسرا اختلاف ائمہ کے درمیان سدذریعہ کے بعض صورتوں میں معتبر ہونے اور معتبر نہ ہونے میں ہے؛ چنانچہ علامہ قرافی مالکی نے سدذریعہ کے سلسلے میں علماء کرام کے موقف ومسلک کو تین قسموں میں منقسم کیا ہے: (۱) سدذریعہ کے اعتبار کرنے پر اتفاق ہے، (۲) اعتبار نہ کرنے پر اتفاق ہے، (۳) سدذریعہ کے اعتبار کرنے اور نہ کرنے میں اختلاف ہے (مقالہ مولانا عثمان صاحب حلیمی)۔

شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں: "**ان الأخذ بالذرائع ثابت فی کل المذاهب الاسلامیة وان لم یصرح به و قد أکثر منه الامان مالک و احمد و کان دونهما فی الأخذ به الشافعی وابوحنیفة ولکنهما لم یرفضها جملة و لم یعتبراه أصلا قائما بذاته بل کان داخلا فی الأصول المقررة عندهما کالقیاس والاستحسان الخفی الذی لا یبتعد عما یقرره الشافعی الا فی العرف**" (اصول الفقہ لابی زہرۃ، ص ۲۷۵)۔

اس سوال کا دوسرا جز ہے سدذریعہ کے دلائل: اس سلسلے میں تمام مقالہ نگار حضرات نے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے اس کو مختلف طریقے سے ثابت کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ سدذریعہ کا ثبوت فقہ کے چاروں دلائل سے ہوتا ہے یہاں اختصار کے پیش نظر ادلہ اربعہ میں ہر ایک سے ایک دلیل ذکر کرتے ہیں: قرآن کریم میں ہے: "**لا تسبّوا الذین یدعون من دون الله فیسبّوا الله عدوا بغیر علم**" اس آیت میں غیر اللہ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا اس لیے کہ وہ بھی اللہ تعالی کو برا بھلا کہیں گے تو گویا غیر اللہ کو برا بھلا کہنا اللہ تعالی کو برا بھلا کہنا ہے اس لیے سدا للذریعہ غیر اللہ کو برا بھلا کہنے سے منع کردیا گیا ہے۔

اسی طرح حدیث مبارک میں ہے: "**إنَّ مِنْ أکبرِ الکبائرِ أن یلعَنَ الرجُلُ والِدَیْهِ"، قیل: یا رسولَ الله ﷺ کیف یلعَنُ الرجُلُ والِدَیه؟ قال: " یَلْعَنُ أبا الرجُلِ فیلعنُ أباه، ویَلْعَنُ أُمَّه فیَلْعنُ أُمَّه**" (سنن ابی داؤد،

باب فی برالوالدین، حدیث نمبر:5141) گناہ کبیرہ میں سے ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ کو برا بھلا کہے، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول کوئی اپنے والدین کو کیسے برا بھلا کہے گا؟ آپ نے فرمایا کہ وہ کسی کے والد کو گالی دے گا تو پلٹ کر وہ اس کے والد کو گالی دے گا، اگر وہ کسی کی ماں کو گالی دے تو وہ بھی اس کی ماں کو گالی دے گا، لہذا یہ شخص اپنے والدین کو گالی دینے کا ذریعہ بن جائے گا اس لیے آپ نے اس سے منع کیا اور اس کے اس عمل کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔

اجماع سے بھی سد ذریعہ کا ثبوت ہے: اس کی مثال حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان غنی کے زمانے میں قرآن کریم کی جمع و ترتیب اور صحابہ کا اس پر اتفاق کرنا ہے کہ قرآن کریم آپ ﷺ کے زمانہ میں ترتیب شدہ کسی جگہ موجود نہیں تھا، باوجود اس کے تمام صحابہ کرام کے اتفاق سے قرآن کریم کو مرتب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا گیا اور جو دوسرے نسخے موجود تھے حضرت عثمان غنی نے اس کو جلوا دیا، صحابہ کا یہ اتفاقی عمل شریعت کی حفاظت اور اختلاف کے سد باب کے لیے تھا۔ اور قیاس سے سد ذریعہ کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالی کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں تو اس تحریم کو ثابت اور برقرار رکھنے کے لیے اس حرام تک پہنچنے کے جتنے راستے اور طریقے ہوتے ہیں ان کو بھی حرام قرار دیتے ہیں اس لیے کہ اگر ان راستوں اور ذرائع کو حرام قرار نہ دیا جائے تو حکم میں تناقض لازم آئے گا کہ ایک طرف ایک چیز سے منع کیا جائے لیکن اس شئی تک پہونچنے والے تمام راستے اور ذرائع کو مفتوح رکھا جائے یا یہ کہ ایک چیز کا حکم دیا جائے لیکن اس تک پہونچنے والے ذرائع کو ممنوع قرار دیا جائے، ظاہر ہے کہ اس میں تناقض اور تضاد لازم آتا اور اللہ تعالی کی مصلحت اس بات کا انکار کرتی ہے کہ اللہ تعالی بندوں کو کسی کام سے منع کریں لیکن اس کام کے راستے کو کھولے رکھیں۔

سوال (۴): اہل اصول اور فقہاء نے ذرائع کے جو مختلف درجات مقرر کئے ہیں ان پر روشنی ڈالیں اور اس سلسلے میں ان کے مختلف رجحانات کی تشریح کریں؟

حضرات علماء اصول نے ذرائع کی مختلف تقسیمیں کی ہیں اور ان کے مختلف درجات متعین کئے ہیں جس میں ان کے رجحان اور فکر کا خاص دخل ہے اس سلسلے میں تین نام بہت ہیں جنہوں نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اس کی مختلف اقسام اور درجوں کا حکم ذکر کیا ہے: علامہ شاطبی، امام قرافی اور علامہ ابن القیم، یہاں پر ان کی تقسیمات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

علامہ شاطبی کی تقسیم:

علامہ شاطبی نے ذرائع کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

پہلی قسم: وہ ذرائع جن کے نتیجے میں فساد کا ہونا یقینی ہے جیسے کسی کے دروازے پر رات کے اندھیرے میں کنواں کھودنا کہ گھر سے نکلنے والے کا اس میں گرنا یقینی ہو، ذریعہ کی یہ صورت ناجائز اور حرام ہے اور ایسا کرنے والا شخص تعدی

کرنے والا شمار ہوگا اور تعدی کا ضمان اس پر لازم ہوگا۔

دوسری قسم: وہ ذرائع جن کے نتیجے میں فساد کا پیدا ہونا اتفاقی امر ہو اور نادر ہو، مثلاً کسی ایسی جگہ کنواں کھودنا جو عام گزرگاہ نہیں ہے لیکن کبھی اتفاقاً کوئی ناواقف شخص اندھیرے میں گزرتے ہوئے گر سکتا ہے، اسی طرح ایسی غذائیں بیچنا جو عام طور پر نقصان نہیں پہنچاتی ہیں اور ان جیسی صورتیں یہ جائز ہیں؛ اس لیے کہ شریعت نے احکام کو غالب مصلحت کے ساتھ متعلق کیا ہے اور جس کا فساد نادر ہو اس کا اعتبار نہیں کیا ہے اس لیے کہ کوئی بھی چیز نہ خیر محض ہوتی ہے، اور نہ ہی شر محض ہوتی ہے اور عام طور پر کوئی ایسی مصلحت نہیں ہوتی ہے جو فساد سے بالکلیہ خالی ہو۔

تیسری قسم: وہ ذرائع جو اکثر و بیشتر کسی فساد اور بگاڑ کا ذریعہ ہیں جن کے موجب فساد ہونے کا غالب اندیشہ ہو جیسے جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار فروخت کرنا، غالب یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف استعمال ہوگا، یا کسی شراب ساز کے ہاتھ انگور بیچنا کہ غالب یہی ہے کہ وہ انگور سے شراب بنائے گا، اس کا حکم یہ ہے کہ ظن غالب کو علم قطعی کے ساتھ لاحق کیا جائے گا، اور جس طرح فساد کے قطعی ہونے کی صورت میں وہ ذریعہ حرام ہے اسی طرح فساد کے ظن غالب ہونے کی صورت میں بھی وہ ذریعہ حرام ہوگا۔

چوتھی قسم: وہ ذرائع جو بسا اوقات موجب فساد ہو جاتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر ایسا نہیں ہوتا ہے لیکن ان کا موجب فساد ہونا بالکل نادر بھی نہیں ہے جیسے بیوع کی بعض صورتیں جو بسا اوقات ربوا کی موجب ہوتی ہیں لیکن یہ صورت نہ غالب ہے اور نہ ہی بالکل نادر یہی وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور ابن حزم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ فساد کی اس صورت میں ظن غالب نہیں ہے اور اعتبار غلبہ کا ہوتا ہے اس لیے ایسے عقود اور اعمال جن کا غالب نتیجہ فساد نہ ہو انہیں ممنوع نہیں قرار دیا جائے گا، اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل اس صورت میں بھی ذرائع کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس فعل کا اصلاً ماذون و مباح ہونا بسا اوقات موجب فساد ہونے کی وجہ سے اپنی اصلی اباحت او راذن پر باقی نہیں رہے گا جس کی شرع میں نظیر بھی موجود ہیں مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ خلوت یا عورت کا اجنبی کے ساتھ سفر کہ ان صورتوں میں فتنہ کا اندیشہ اکثر و غالب نہیں ہے اور نہ بالکل نادر ہے، بسا اوقات فتنہ پیدا ہوتا ہے اور بہت دفعہ نہیں بھی ہوتا ہے لیکن شرع نے اس پر روک لگائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورتوں میں بھی ذرائع کو ممنوع قرار دیا جائے گا۔

علامہ ابن قیم کی تقسیم:

علامہ ابن قیم نے بھی وسائل کی چار قسمیں کی ہیں:

پہلی قسم: وہ ذارئع ہیں جوفساد تک لے جانے کا ذریعہ ہیں جیسے زنا، جو کہ نسب کے اختلاط اور فراش کے فساد کا ذریعہ ہے، نشہ آور چیزوں کا پینا نشہ کے فساد کی طرف لے جانے والا ہے، لیکن ابن قیم کی اس تقسیم پر شیخ ابوزہرہ نے اعتراض کیا ہے کہ اس طرح کی چیزوں کو وسائل اور ذرائع میں شمار کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو مقاصد میں سے ہیں؛ کیوں کہ زنا، شراب، قذف وغیرہ کی حرمت ربا، سرقہ، غصب کی طرح مقصود کے طور پر ہے نہ کہ وسائل کے طور پر۔

دوسری قسم: وہ ذرائع ہیں جو مباح کاموں کے لیے وضع کئے گئے ہیں لیکن اس سے فساد تک پہنچنے کا قصد کیا جاتا ہے جیسے حلالہ کے ارادے سے نکاح کرنا، یا ربا کے ارادے سے بیع کرنا وغیرہ۔

تیسری قسم: وہ ذارئع ہیں جو مباح کاموں کے لیے موضوع ہیں اور اس سے کسی نفع کا قصد نہیں کیا جاتا ہے لیکن عام طور پر وہ کسی نفع کا ذریعہ بنتا ہے، اور اس کے مفاسد اس کے مصالح سے زیادہ ہیں جیسے کہ کوئی شخص اوقات منہی عنہ میں بغیر کسی سبب کے نفلی نماز پڑھے، یا مشرکین کو ان کے سامنے برا بھلا کہے، یا متوفی عنہا زوجہا عدت کے زمانے میں زینت اختیار کرے۔

چوتھی قسم: وہ ذرائع جو فی نفسہ مباح ہیں لیکن فساد کا سبب بنتے ہیں اور اس کے مصالح، مفاسد پر غالب ہیں جیسے کہ مخطوبہ کو دیکھنا۔

امام قرافی کی تقسیم:

اس سلسلے میں ایک تقسیم امام قرافی نے کی ہے، انہوں نے ذرائع کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

پہلی قسم: وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت اور سد باب پر امت کا اجماع ہے جیسے عام راستے پر کنواں کھودنا، اس لیے کہ یہ عام لوگوں کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اسی طرح ان لوگوں کے سامنے ان کے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنا جن کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ جواب میں اللہ تعالی کو برا بھلا کہے گا۔

دوسری قسم: وہ ذرائع ہیں جن کے مباح ہونے پر امت کا اجماع ہے، یہ وہ ذرائع ہیں جن کا سد باب نہیں ہوگا جیسے کہ انگور کی کھیتی سے منع کرنا اس خوف سے کہ اس سے شراب بنائی جائے گی، کوئی بھی اس ممانعت کا قائل نہیں ہے اس لیے کہ فساد یہاں پر نفع کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے؛ اس لیے کہ انگور جملہ پھلوں میں سے ایک پاکیزہ پھل ہے لہذا محض شراب بنانے کے اندیشے سے اس کو ممنوع نہیں قرار دیا جائے گا۔

تیسری قسم: وہ ذرائع ہیں جن میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ ممنوع ہیں یا نہیں جیسے ادھار کی بیع، مثلاً کوئی شخص ایک سامان دس درہم میں ایک مہینہ کے ادھار پر بیچتا ہے پھر مہینہ سے پہلے اسے پانچ درہم میں خرید لیتا ہے تو امام مالک کہتے ہیں کہ اس کے ہاتھ سے ابھی پانچ درہم نکلا ہے اور وہ مہینہ کے اخیر میں دس درہم لے گا تو یہ پانچ درہم کے عوض دس درہم کی

ادھار بیع ہوئی، تو گویا یہ صورتاً تو بیع ہے لیکن حقیقت میں یہ ربا کا ذریعہ ہے، اس لیے یہ بیع ناجائز ہوگی لیکن امام شافعی کہتے ہیں کہ ہمیں بیع کی صورت پر نظر کرنی چاہیے چوں کہ بیع کی حقیقت موجود ہے اس لیے معاملہ کو اس کے ظاہر پر رکھا جائے گا اور یہ بیع درست ہوگی، اسی طرح اجنبیہ عورت کو بغیر شہوت کے دیکھنا احناف اور شوافع کے یہاں ناجائز ہے جب کہ مالکیہ کے یہاں جائز ہے (الفروق للقرافی، الفرق بین قاعدة مایسد/ ۲۲۳ ۷ ۴)۔

مولانا یحیی معین ثمر صاحب نے مجمع الفقہ الاسلامی الدولی کی ایک تقسیم ذکر کی ہے جو حسب ذیل ہے:

(۱) جس کی ممانعت پر سب کا اتفاق ہے یہ وہ چیزیں ہیں جو قرآن وسنت میں جس کی ممانعت منصوص ہو یا اس کا مفسدہ کی طرف پہونچنا قطعی ہو یا غالب وکثیر ہو، چاہے وسیلہ مباح ہو یا مندوب ہو یا واجب ہو، نیز وہ عقود بھی جن میں حرام کا قصد ظاہر ہو جائے، اسی قبیل سے ہیں۔

(۲) جس کے فتح پر سب کا اتفاق ہے، وہ ذرائع جن میں مصلحت، مفسدہ سے راجح ہو۔

(۳) جو مختلف فیہ ہیں، یہ وہ تصرفات ہیں جن کا ظاہر صحیح اور درست ہو؛ لیکن اس کے ساتھ محظور کا وسیلہ بننے کی تہمت مضمر ہو، اس کے ذریعہ کثرت سے حرام کا قصد کیے جانے کی بناء پر (مقالہ مولانا یحیی معین)۔

ذرائع کی مختلف تقسیمات کا ایک تجزیاتی مطالعہ:

۱- جیسا کہ ماقبل میں معلوم ہوا کہ علامہ شاطبی اور علامہ ابن القیم نے ذرائع کی چار قسمیں کی ہیں اور امام قرافی نے تین قسمیں کی ہیں، البتہ ابن القیم نے جو پہلی قسم بیان کی ہے حقیقت میں وہ ذرائع کی قسم نہیں ہے؛ بلکہ اس کی ممانعت اصل اور مقصود کے طور پر ہے، گویا کہ ابن القیم نے مقاصد اور ذرائع کو خلط ملط کر دیا ہے اور مقاصد کو بھی ذرائع کے ضمن میں بیان کر دیا ہے؛ اس لیے یہی کہنا چاہیے کہ امام ابن القیم اور امام قرافی کے مطابق ذرائع کی تین قسمیں ہیں اور امام شاطبی کے نزدیک چار قسمیں ہیں۔

۲- شاطبی نے اپنی تقسیم میں فعل اور قول کے نتائج اور اس کے ثمرات پر نظر رکھ کر تقسیم کی ہے جب کہ ابن قیم نے صاحب قول اور صاحب فعل کی نیت اور اس کے قصد وارادہ پر تقسیم کا مدار رکھا ہے اس لیے دونوں کی تقسیم میں واضح فرق ہے؛ کیوں کہ علامہ شاطبی ظاہری نتائج پر حکم لگاتے ہیں جب کہ علامہ ابن قیم نیت اور قصد وارادہ پر حکم کا مدار رکھتے ہیں۔

۳- شاطبی اور قرافی کی تقسیم میں بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے، بس اتنا فرق ہے کہ وہ ذرائع جو فساد کا یقینی سبب ہیں یا ظنی سبب ہیں قرافی نے ان دونوں کو ایک ہی قسم قرار دیا ہے؛ جب کہ شاطبی نے ان دونوں کو علیحدہ قرار دیا ہے، گویا شاطبی اور قرافی کی تقسیم میں جو اختلاف ہے وہ لفظی ہے۔

سوال (۵): اگر ائمہ اربعہ میں ہر ایک کے یہاں سد ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے تو ہر فقہ سے اس کی چند مثالیں بھی پیش کریں تا کہ واضح ہو کہ کس طرح کے مسائل میں اس اصول کا استعمال کیا جائے گا؟ خاص طور پر فقہ حنفی میں سد ذریعہ کے استعمال پر تفصیلی گفتگو کریں۔

سد ذریعہ ائمہ اربعہ کے یہاں معتبر ہیں اگر چہ کہ تعبیر اور درجات میں اختلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ سد ذریعہ کی مثالیں تمام ائمہ کے یہاں ملتی ہیں، یہاں پر چند مثالیں ہر فقہ سے پیش کی جاتی ہیں:

فقہ حنفی میں سد ذریعہ کی مثالیں:

۱-عورتوں پر جماعت کی نماز واجب نہیں ہے، اسی طرح جوان عورتوں کے لیے جمعہ اور عیدین میں باہر نکلنے کی رخصت نہیں ہے؛ اس لیے کہ ان کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو حرام تک لے جائے وہ بھی حرام ہے۔

(۲) حائضہ عورت سے گھٹنے سے اوپر استفادہ ممنوع ہے سد ذریعہ کی وجہ سے؛ اس لیے کہ اس صورت میں حائضہ سے جماع کرنے کا امکان ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

(۳) اجنبی کے لیے معتدہ کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے خواہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا ہو، اس لیے کہ عدت کے زمانہ میں نکاح من وجہ باقی ہے اس کے آثار کے باقی رہنے کی وجہ سے۔

(۴) اگر کوئی شخص مرض الوفات میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے تا کہ اس کی بیوی اس کی وارث نہ ہو سکے تو شریعت نے سدّاً للذریعہ اس کی بیوی کو وارث قرار دیا ہے۔

(۵) چست اور باریک لباس پہننے والی عورت کو دیکھنے کی ممانعت کی بنیاد بھی سد ذریعہ ہے یعنی ایسی صورت میں عورت کی طرف دیکھنا بھی فتنہ کا باعث بن سکتا ہے۔

(۶) صالحہ عورت کو فاجرہ کے سامنے بے پردہ ہونے کی ممانعت سد ذریعہ کی بنا پر ہے؛ اس لیے کہ فاجرہ عورت لوگوں کے سامنے نیک عورت کے حسن کا چرچا کرے گی۔

(۷) اجنبی مرد کے سامنے عورت کے لیے نرم لہجہ میں گفتگو کرنے کی ممانعت، اسی طرح بجنے والے زیورات کو پہن کر چلنے کی ممانعت سد ذریعہ کی وجہ سے ہے۔

فقہ مالکی میں سد ذریعہ کی مثالیں:

۱-اگر کسی شخص کو بغیر نماز جنازہ کے قبر میں دفن کر دیا جائے تو امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کی رائے ہے کہ اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی لیکن امام مالکؒ کی رائے ہے کہ اس کی قبر پر نماز نہیں پڑھی جائے گی؛ اس لیے کہ یہ صلاۃ علی

القبور کے فساد کا ذریعہ ہے۔

(۲) مرض الوفات کی مطلقہ حضرات مالکیہ کے نزدیک بہرصورت وارث ہوگی، خواہ شوہر عدت میں مرے یا عدت کے بعد مرے، نکاح سے پہلے مرے یا نکاح کے بعد مرے، یہ توریث سداً للذریعہ ہے۔

(۳) کسی شخص نے کوئی سامان ایک مدت تک کے لیے ادھار بیچا پھر اسی سامان کو اس سے کم قیمت پر نقد خرید لیا یعنی کسی شخص نے ایک سامان دس روپیہ میں ایک مہینہ کے ادھار پر بیچا پھر اسی سامان کو پانچ روپیہ میں نقد خرید لیا تو اس کے ہاتھ سے پانچ روپیہ گیا اور مدت پورا ہونے پر دس روپیہ آیا، تو گویا یہ پیسے کی بیع پیسے کے عوض ادھار ہوئی جو ربا ہے، یعنی یہ بیع ربا کا ذریعہ ہے اس لیے مالکیہ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔

(۴) عمر دراز شخص جس کی شہوت ختم ہوگئی ہو اس کا روزے کی حالت میں بیوی کو بوسہ لینا مالکیہ کے نزدیک سداً للذریعہ مکروہ ہے جب کہ حنفیہ، شافعیہ اور ایک روایت حنابلہ کی ہے کہ مکروہ نہیں ہے۔

فقہ شافعی میں سد ذریعہ کی مثالیں:

(۱) معذورین جن پر جمعہ واجب نہ ہو اگر ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیں تو سرًّا ادا کرنا چاہیے سداً لذريعة التهمة (المجموع ۴/ ۴۹۳)۔

(۲) شراب کو اپنے پاس روکے رکھنا حرام ہے سد ذریعہ کے طور پر؛ اس لیے کہ یہ اس کے استعمال کا محرک ہے۔

فقہ حنبلی میں سد ذریعہ کی مثالیں:

(۱) حرام سے بچنے کے لیے حیلہ اختیار کرنا حنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ سد ذریعہ کے منافی ہے لہذا سد ذریعہ کی وجہ سے حیلوں کو بھی ناجائز کہا جائے گا۔

(۲) زندقہ میں مشہور شخص جو اپنے عقائد باطلہ کی بنیاد پر مرتد ہو چکا ہو اس کی توبہ بھی سداً للذریعہ قبول نہیں ہوگی۔

(۳) مجزوم وغیرہ سے دور رہنے کا حکم بھی سد ذریعہ کی وجہ سے ہے؛ تاکہ ایمان کی خرابی سے محفوظ رکھا جا سکے۔

(۴) اگر کسی غلام یا باندی کے بارہ میں یقین ہو یا غالب گمان ہو کہ وہ آزاد ہو کر زنا یا ڈکیتی کرے گا تو ایسے غلام یا باندی کو آزاد کرنا حرام ہے؛ اس لیے کہ حرام کا وسیلہ حرام ہے (حاشية الروض المربع ۶/ ۲۰۵) (مقالہ مولانا شاہجہاں ندوی)۔

بہرحال بہت سی مثالیں ایسی ہیں جو تمام ائمہ کے یہاں سد ذریعہ کے بناء پر حرام اور ناجائز ہیں؛ جب کہ بعض مثالیں ایسی بھی ہیں جو بعض ائمہ کے یہاں جائز اور بعض کے یہاں ناجائز یا مکروہ ہیں۔

عرض مسئلہ:

سدذریعہ-ایک اہم اصول

سوال نمبر ٦ تا ٨

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی ☆

اسلامک فقہ اکیڈمی کے انتیسویں فقہی سمینار کا ایک نمایاں موضوع ''سدذریعہ-ایک اہم اصول'' ہے۔ اکیڈمی نے اس موضوع کے سوال نمبر ٦ تا ٨ پر عرض مسئلہ کی ذمہ داری راقم پر ڈالی ہے، چنانچہ اکیڈمی کے توسط سے اس موضوع پر احقر کو کل ٣٠ مقالات دستیاب ہوئے، جن میں سے کچھ طویل ہیں تو کچھ مختصر، مقالہ نگار حضرات کے اسماء گرامی طوالت کی وجہ سے ترک کررہا ہوں۔

☆ اس موضوع کا چھٹا سوال یہ ہے کہ: بعض اہل اصول نے ''فتح ذرائع'' کا موضوع بھی چھیڑا ہے، خاص طور سے امام قرافی مالکی نے، اس بارے میں بھی اپنی تحقیق اور خلاصۂ بحث لکھیں۔

اس سوال کے جواب میں مقالہ نویس حضرات نے جو تحقیق پیش کی ہے اس میں تعبیر کا اختلاف ہے لیکن سب کا مفہوم ایک ہی ہے، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پوائنٹ کی شکل میں اس کے اہم مندرجات کا نچوڑ پیش کردیا جائے، جو درج ذیل ہے:

(١) فتح ذرائع کا لغوی مفہوم یہ ہے کہ نتائج کے عمدہ یا قبیح اور صالح یا فاسد ہونے سے قطع نظر اس تک پہنچانے والے اسباب اور وسائل کا استعمال کیا جائے۔

(٢) فتح ذرائع کے اصطلاحی معنی دو ہیں: (١) معنی عام (٢) معنی خاص۔

(أ) عام اصطلاحی معنی کے لحاظ سے فتح ذرائع کا مفہوم یہ ہے کہ خیر تک پہنچانے والے وسائل پر عمل کیا جائے۔

(ب) خاص اصطلاحی معنی کے اعتبار سے فتح ذرائع کا مفہوم یہ ہے کہ شرعی مطلوب تک پہنچانے والے وسائل

☆ مدیر معہد الامام النورسی للمتخرجین، کٹولی، لکھنؤ۔

ممنوعہ کو راجح مصلحت کی وجہ سے اختیار کیا جائے۔

(۳) عام اصطلاحی معنی کے اعتبار سے فتح ذرائع کی مشروعیت کی قرآنی دلیل فرمان باری تعالی ہے: "يا أيّها الذين أمَنوا إذا نُودى للصّلاة مِن يَّومِ الجُمُعة فَاسْعَوا إلى ذِكْرِ الله "[۶۲، جمعہ:۹] (اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز (جمعہ) کی اذان دی جائے تو اللہ کی یاد کی طرف لپکو)۔

چنانچہ جمعہ کے لیے چل پڑنا شرکت جمعہ تک پہنچانے والا ذریعہ ہے اور جو مشروع ہے، اور جمعہ کے لیے سعی کا حکم دینا ذریعہ کو استعمال کرنے کی اجازت ہے۔

اور حدیث پاک سے دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "من سلک طریقا یلتمس فیه علما سهل الله له طریقا الی الجنة "(سنن ترمذی؛ حدیث نمبر ۲۶۴۶، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (جو کسی ایسے راستہ پر چلے گا جس میں علم طلب کر رہا ہو تو اللہ تعالی اس کی جنت کی راہ کو آسان فرما دیگا)۔

چنانچہ حدیث میں علم کی تحصیل کے لیے سفر کی ترغیب دی گئی ہے جو کہ مشروع ہے اور علم کی تحصیل کے لیے سفر کی ترغیب فتح ذریعہ ہے۔

(۴) خاص اصطلاحی معنی کے لحاظ سے فتح ذرائع کی مشروعیت کی قرآنی دلیل ارشاد الٰہی ہے: " ما قَطَعْتُم من لِينَةٍ أو تَرَكْتُمُوها قَائمةً على أصولها فبإذن الله وليُخزِى الفَاسِقِين "[سورۂ حشر:۵] (تم لوگوں نے جو کھجور کے درخت کاٹے تھے، یا جن درختوں کو اپنی جڑوں (اور تنوں) پر صحیح حالت پر چھوڑ دیا تھا، وہ اللہ کے حکم سے کیا تھا، اور اس لیے کہ اللہ ان فاسقوں اور بدکرداروں کو ذلیل و رسوا کرے)۔

چنانچہ مال کو ضائع کرنا حرام ہے لیکن یہود بنو نضیر کے ان اموال کی تضییع کو جائز قرار دیا گیا، جو مسلمانوں کے قبضہ میں ہی آنے والے تھے۔

اور حدیث سے دلیل یہ ہے کہ حضر میں جمع حقیقی حرام اور جمع صوری بھی مکروہ ہے، اس کے باوجود امت سے دفع حرج کی خاطر حضر میں جمع صوری کی اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: "جمع رسول الله ﷺ بين الظهر والعصر، والمغرب والعشاء بالمدينة في غير خوف ولا مطر). و قال ابن عباس: أراد أن لا يحرج أمته" (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۷۰۵)۔

(رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں خوف اور بارش کے بغیر ظہر اور عصر و مغرب و عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھی، اور ابن عباس نے فرمایا کہ ایسا اس لیے کیا کہ اپنی امت کو حرج میں نہ ڈالیں)۔

(۵) فقہاء نے فتح ذرائع کا استعمال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلمان قیدی کو چھڑانے کے لیے کفار کو فدیہ میں مال دینا، اسی طرح اہل اسلام کا کفار کو مال دے کر صلح کرنا جائز ہے، حالانکہ کفار کو مال دینا حرام ہے، لیکن راجح مصلحت کی بنا پر اسے جائز قرار دیا گیا۔ نیز ''فتح ذرائع'' کے جدید مسائل میں سے ہے: گونگے اور بہرے کو تعلیم دینے کے لیے جاندار کی تصاویر کے استعمال کا جواز؛ کیونکہ جہالت کا مفسدہ جاندار کی تصویر کے مفسدہ سے بڑھ کر ہے۔

ایسے ہی جمہوری سیاست میں حصہ داری کا جواز؛ تاکہ شریعت کا تحفظ ہو اور مسلمانوں کے حقوق حاصل کیے جاسکیں۔

نیز مفتی تنظیم عالم قاسمی صاحب کے نزدیک دینی پروگراموں کی ویڈیوگرافی اور یوٹیوب پر ڈالنے کا جواز، ایسے ہی میڈیکل انشورش کا جواز فتح ذرائع پر مبنی ہے۔

(۶) عام اصطلاحی معنی میں ''فتح ذرائع'' کا اصول فقہاء کے یہاں متفق علیہ ہے، اور کوئی مذہب اس سے انکار نہیں کرتا کہ ہر وہ چیز جو کسی فرض یا واجب کی ادائیگی کے لیے لازم ہو وہ بھی فرض یا واجب ہے۔ اور جس چیز کے بغیر مستحب کی تکمیل نہ ہو، وہ بھی مستحب ہے، اور جو چیز مباح کا ذریعہ ہو وہ بھی مباح ہے، جیسے بیوی کی دلجوئی مباح ہے تو اس کا ذریعہ یعنی مزاح وغیرہ بھی مباح ہے۔

(۷) خاص اصطلاحی معنی میں بھی ''فتح ذرائع'' کا اصول فقہاء کے یہاں متفق علیہ ہے؛ البتہ فتح ذرائع کے صحیح استعمال کے لیے درج ذیل ضوابط کی پابندی ضروری ہے:

(أ) ذریعہ کا استعمال جس مقصد کے لیے ہوا ہو، شرعاً وہ معتبر اور صحیح ہو، باطل مقصد کے لیے ذریعہ کا استعمال نہ ہو۔

(ب) ذریعہ ان ذرائع کی جنس سے ہو شرعی اعتبار سے جن کی اجازت کسی نہ کسی صورت میں ہو۔

(ج) شارع کی نگاہ میں مقصد وسیلہ سے عظیم تر ہو؛ چنانچہ مستحب کے لیے حرام کا ارتکاب درست نہ ہوگا۔

(ھ) ذریعہ یقینی یا کم از کم غلبۂ ظن کے طور پر مقصد تک پہنچائے۔

(و) اسی ذریعہ سے مقصد تک پہنچا جاسکتا ہو، اور کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔

(ز) کسی خارجی امر کی وجہ سے مقصد کو وجود میں لانے کی حالت میں شارع نے اس ذریعہ سے منع نہ کیا ہو۔

(ح) وہ ذریعہ ایسا نہ ہو کہ عہد رسالت میں موجود تھا، پھر بھی آپ ﷺ نے اس سے اعراض کیا، اور اسے استعمال نہیں کیا۔

(ط) مصلحت دینی ہو نہ کہ دنیوی۔

(ی) ذریعہ کا استعمال معتبر ربانی اہل علم کے فیصلہ کی بنیاد پر ہو؛ تاکہ شریعت کے مقام ومرتبہ کا تحفظ باقی رہے۔

☆اس موضوع کا ساتواں سوال یہ ہے کہ دورحاضر کے کن مسائل میں سد ذریعہ کا اصول فیصلہ کن یا مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے؟ ایسے چند نئے مسائل کی نشاندہی کریں جن میں سد ذریعہ کا قاعدہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔اس سوال کے جواب میں مقالہ نویس حضرات نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے اہم مثالیں درج ذیل ہیں:

۱-تورق منظّم کا عدم جواز:

تورق منظّم یہ ہے کہ کوئی شخص لوکل یا انٹرنیشنل بازار سے کوئی سامان ادھار خریدے اور خود براہ راست بائع یا بائع کے وکیل کے واسطہ سے اسے نقد کم قیمت میں بیچ دے، یہ ناجائز ہے؛ کیونکہ اس کا مقصود یہ ہے کہ کم نقد کے بدلے فروخت کنندہ کو زیادہ نقد حاصل ہوجائے جو صریح ربا ہے، بیچ میں خرید وفروخت کے معاملہ کو محض زیادہ نقد حاصل کرنے کے لیے لایا گیا ہے؛ کیونکہ دوسرے شخص سے بیچنا حقیقتاً نہیں ہے، بلکہ کاغذی ہے، یعنی دوسرا خریدار فرضی ہوتا ہے، دراصل بائع یا اس کا وکیل خود اپنے لیے خرید لیتا ہے (دیکھیے: مقالہ راقم الحروف)۔

۲- اینڈرائڈ موبائل (Android Mobile):

ڈی وی ڈی (Digital Versatile Disc) وی سی آر (Video Cassette recorder) اور ایل سی ڈی (Liquid crystal display) وغیرہ پر نمائش ہونے والے پروگرام کا دیکھنا حلال نہیں؛ کیونکہ ان میں تمام اخلاق سوز برائیاں بھری پڑی ہیں، اور یہ فساد دین ودنیا دونوں کا ذریعہ ہیں (دیکھئے مقالہ: مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی وغیرہ)

۳- انسانی آبادی کے علاقے میں مصانع، کارخانے اور فیکٹریوں کا قائم کرنا کئی اعتبار سے مضر ہے لہذا اسے قانونی اعتبار سے سداً للذریعہ ممنوع قرار دیا جائے گا (دیکھیے مقالہ: مفتی محمد عثمان بستوی و یحی معین ممبئ وغیرہما)۔

۴- نیٹ اگرچہ دنیوی اور دینی فوائد کا ذریعہ ہے، لیکن فوائد سے کئی گنا زیادہ مفاسد کا ذریعہ ہے جو بچوں کی بے راہ روی، مردوں اور عورتوں میں عریانیت وفحاشی اور لوگوں کو لغویات میں مبتلا کرنے کا دورحاضر کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ ہے، لہذا بغیر دینی یا دنیوی ضرورت کے اس کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے گا (دیکھئے مقالہ: مفتی اسرار احمد آبادی قاسمی وغیرہ)۔

۵-سامان ومعادن کے انٹرنیشنل بازار کے ذریعہ مرابحہ کا عدم جواز:

سامان ومعادن کے انٹرنیشنل بازار میں المونیم (سفید ہلکی دھات) اور تانبے وغیرہ کا مرابحہ کاغذی ہوتا ہے جسے بروکر (Broker) عام طور سے انجام دیتا ہے، اس میں قبضہ کے بغیر ہی عقد ہوجاتا ہے؛ کیونکہ حوالگی کی جگہ کا ذکر نہیں ہوتا

ہے، گودام میں محفوظ مال کے اصلی کاغذات کا حق خریدار کو حاصل نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کی کاپی دے دی جاتی ہے، اور کاپیاں (نقول) بیک وقت متعدد بینکوں کو بھیجا جاتا ہے، جس سے اس احتمال کو تقویت حاصل ہوتی ہے کہ کاغذ پر موجود سامان کو بیک وقت کئی آدمیوں سے بیچ دیا جاتا ہے، اسی کے ساتھ کبھی بینک پر یہ بھی شرط لگا دی جاتی ہے کہ گودام میں محفوظ مال کی اصلی سرٹیفیکٹ یہاں تک کہ نقل کا بھی وہ مطالبہ نہیں کرے گا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقد محض صوری ہے اور سامان یا تو موجود نہیں یا بیک وقت اسے کئی فریق سے بیچ دیا جاتا ہے، لہذا اس طرح کی خرید وفروخت اور اس کا مرابحہ ناجائز ہے (دیکھیے مقالہ: راقم الحروف)۔

۶- خواتین کا کار چلانا بذات خود مباح عمل ہے، لیکن کار چلانے سے پیدا ہونے والے مفاسد، مصالح کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں، لہذا نتائج کے لحاظ سے یہ عمل کراہت سے خالی نہیں ہے۔ یہ رائے مفتی عطاء اللہ شاہ بخاری کی ہے، جبکہ مفتی تنظیم عالم قاسمی کا خیال ہے کہ مفاسد کے اعتراف کے باوجود خواتین کے ڈرائیونگ پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی ہے، ورنہ سد ذریعہ کے استعمال میں غلو لازم آئے گا۔

۷-مخلوط نظام تعلیم کا عدم جواز:

سب سے قبیح اختلاط درسگاہوں کا اختلاط ہوتا ہے، جہاں لڑکے اور لڑکیاں بے محابا و بے دھڑک ملتے جلتے ہیں، اور عشق ومحبت کے دروازہ چوپٹ کھل جاتے ہیں اور فحاشی کے انگنت واقعات ہوتے رہتے ہیں، لہذا ذریعۂ فتنہ وفساد کو بند کرنے کی خاطر مسلمانوں کے زیر انتظام تعلیمی اداروں میں مخلوط نظام تعلیم کی گنجائش نہیں ہے (دیکھیے مقالہ: مولانا محمد رمضان علی فرقانی، مولانا ابوالمکارم معروفی اور مولانا محمد قمر الزمان ندوی وغیرھم)۔

۸-عقود اذعان کا جواز:

عقد اذعان ایک ایسا عقد ہے جس میں ایک مضبوط فریق ہوتا ہے جو عقد کے مزاج کے سلسلہ میں اپنی تمام شرطیں عائد کرتا ہے، اور دوسرا فریق کمزور ہوتا ہے جو یا تو قبول کرے یا مسترد کر دے، اسے عقد کی دفعات میں ترمیم کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے، مثال کے طور پر کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ کا عہد، ہوٹل اور ہاسپٹل کے ساتھ معاملہ کا عقد، اور حکومت کی عمومی خدمات کے حصول کا عقد، جیسے گیس اور بجلی وغیرہ کہ اس کی قیمت حکومت کی طرف سے متعین ہوتی ہے، چونکہ یہ شرطیں عام طور سے شریعت کے کسی حکم سے متصادم نہیں ہوتی ہیں، لہذا عقود اذعان واقرار فتح ذریعہ کے طور پر جائز ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ عمومی مصلحت کی رعایت کی جائے، شرائط واضح الفاظ میں بیان کئے جائیں، اور مبہم الفاظ سے بچا جائے؛ تاکہ جہالت اور دھوکے کے ذریعے کو روکا جاسکے، اور مخصوص مدت کے اندر کمزور فریق کو حق خیار عیب حاصل ہو، اور اس سلسلہ میں

آزادانہ مقابلہ کی حوصلہ افزائی کی جائے، اور کسٹمر کے تحفظ کا ادارہ قائم کیا جائے (دیکھئے مقالہ: راقم الحروف)۔

۹- ایسے ممالک جو مسلمانوں سے عداوت و دشمنی پر آمادہ ہوں، یا جنگی لحاظ سے مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہوں، ان کے ساتھ معاشی بائیکاٹ کرنا، نیز مخالف اور دشمن ملکوں کی مصنوعات و پروڈکٹ پر پابندی لگانا بطور سد ذریعہ درست ہے؛ کیونکہ ان کے ساتھ تجارتی معاملہ فساد کا ذریعہ ہے، اور ان سے تجارتی معاملہ نہ کرنا نیکی اور بھلائی میں تعاون کرنا ہے، اس لیے ایسے ممالک، اور ایسی کمپنیوں کے ساتھ تجارتی معاملات ممنوع ہونگے جو اسلام دشمنی میں پیش پیش رہتی ہیں (دیکھئے مقالہ: مفتی امانت علی قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی اور قاضی عبدالجبار طیب ندوی وغیرھم)۔

۱۰- تعلیمی اداروں میں غیر حاضری، مالی معاملات میں وعدہ خلافی، قرض و دین کی ادائیگی میں ٹال مٹول، طلاق ثلاثہ کا بے جا اور بے دریغ استعمال وغیرہ بہت سے ایسے امور ہیں جو سماجی مفاسد پر مشتمل ہیں، جن کے سد باب کے لیے پنالٹی (Penalty) اور مالی جرمانے کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے (دیکھیے مقالہ: مولانا روح الامین داؤد مظاہری وغیرہ)۔

یہ چند مثالیں مشتے نمونہ از خروارے (ڈھیر میں سے مٹھی بھر) کے طور پر پیش کی گئی ہیں ورنہ اس قاعدہ سے متعلق بے شمار مسائل ہیں حتی کہ ابن قیم نے اسے نصف دین سے تعبیر کیا ہے۔

☆ اس موضوع کا آخری سوال ہے کہ بعض معاصر فقہاء کی رائے ہے کہ جس طرح سد ذریعہ کو سرے سے نظر انداز کرنا اور شرعی مسائل کے حل میں اس کا استعمال نہ کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح سد ذریعہ کے استعمال میں غلو بھی درست نہیں ہے، اور اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اس سلسلہ میں اپنی تحقیق اور رائے قلم بند کریں۔

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نویس حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس طرح شرعی مسائل میں (سد ذرائع) کو نظر انداز کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح سد ذریعہ کے استعمال میں غلو درست نہیں ہے، اور بلا شبہ اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اور عام طور سے ایسا وہ فقہاء کرتے ہیں جو رفع حرج اور تیسیر و تخفیف جیسے شرعی مقاصد سے ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں اور شریعت کے قطعی اصول: اشیاء میں اصل اباحت ہے، اور حرمت صحیح و صریح دلیل سے ہی ثابت ہوتی ہے، کو نظر انداز کر دیتے ہیں، خواتین سے بڑے بدگمان اور ان کے سلسلہ میں بڑے حساس ہوتے ہیں اور فساد زمانہ کا ہمیشہ رونا روتے ہیں۔

ایسے ہی اباحت پسندی، ماڈرنزم (Modernism) اور تہذیب حاضر کی دلدادگی بہت سے لوگوں کو فتح ذریعہ میں غلو کی طرف لے جاتی ہے؛ چنانچہ معتبر اہل علم نے سد ذریعہ اور فتح ذریعہ میں غلو سے بچانے کے لیے درج ذیل ضابطے مقرر کیے ہیں:

۱۔ ''ذرائع'' پر عمل نص سے متعارض نہ ہو۔

۲۔ اسی ذریعہ کو ممنوع قرار دیا جائے گا جو یقین یا گمان غالب کے طور پر بار بار فساد کا باعث بنے، لہذا کبھی کبھار کسی ذریعہ سے فساد پیدا ہو تو اسے ممنوع نہیں ٹھہرایا جائیگا۔

۳۔ مفسدہ مصلحت کے مقابلہ میں راجح ہو تبھی ذریعہ کو ممنوع ٹھہرایا جائیگا۔

۴۔ کسی شے کے فساد و مضرت کا علم یا تو صحیح و صریح نص شرعی سے ہوگا یا شرعی ماہرین کی رائے کی بناء پر ہوگا، لہذا اس سلسلے میں معاشرے کے مکمل احوال سے واقفیت، بلکہ بدلتے ہوئے حالات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے؛ کیونکہ کبھی حرام کا وسیلہ حقیقی و راجح مصلحت کے پیش نظر حرام نہیں ہوتا ہے جیسا کہ امام قرافیؒ تحریر فرماتے ہیں: '' **بل قد تكون وسيلة المحرم غير محرمة إذا أفضت إلى مصلحة راجحة، كالتوسل إلى فداء الأسارى بدفع المال للكفار**'' (قرافي: الفروق ۲/۶۰) (بلکہ حرام کا وسیلہ کبھی حرام نہیں ہوتا ہے جبکہ راجح مصلحت کا ذریعہ بنے، جیسے کفار کو مال دے کر مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے ذریعہ کو اختیار کرنا)۔

۵۔ مفسدہ کی مقدار اور حیثیت کے لحاظ سے حکم لگایا جائے، چنانچہ اگر مفسدہ یقینی ہو تو اس ذریعہ کو حرام قرار دیا جائے، ورنہ کراہت تحریمی یا تنزیہی کا حکم لگایا جائے۔

۶۔ اگر وسیلۂ ممنوعہ کو جائز قرار دیا جائے تو ضروری ہے کہ مصلحت مفسدہ کے مقابلے میں راجح ہو، چنانچہ ذریعۂ فساد کے باوجود منگیتر کو دیکھنا اور ظالم صاحب اقتدار کے سامنے کلمۂ حق کہنا روا ہے، سو شریعت اس قسم کو مباح یا مستحب یا واجب اس کے مصلحت کے درجات کے اعتبار سے قرار دیتی ہے (دیکھیے مقالہ: مولانا روح الامین داؤد مظاہری، مفتی عطاء اللہ شاہ بخاری اور راقم الحروف وغیرھم، نیز ابن قیم: اعلام الموقعین ۳/۱۳۶)۔

اس جگہ مفتی عثمان بستوی صاحب نے اسباب سے بحث کی ہے، حالانکہ سبب محض واسطہ ہوتا ہے جبکہ ذریعہ نتیجہ پیدا کرتا ہے، مثلاً: شیرۂ انگور کو شراب بنانے والے سے فروخت کرنا، اس میں شیرۂ انگور کی فروختگی محض سبب ہے؛ جب تک فاعل مختار کا عمل نہیں پایا جائیگا اس وقت تک شیرۂ انگور شراب میں تبدیل نہ ہوگا، جبکہ معبودان باطل کو گالی دینا اللہ تعالیٰ کو گالی دینے کا نتیجہ پیدا کرے گا۔

خلاصہ یہ کہ سد ذریعہ کے استعمال میں غلو یہ ہے کہ نادر یا مشکوک فساد کی وجہ سے کسی چیز کو ممنوع ٹھہرایا جائے، جبکہ فتح ذریعہ میں غلو یہ ہے کہ نادر یا موہوم مصلحت کی وجہ سے وسیلۂ ممنوعہ کو جائز ٹھہرایا جائے۔

☆☆☆

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

سدذرائع - ایک اہم اصول

مولاناڈاکٹرظفرالاسلام صدیقی ☆

۱- علامہ ابن منظور لکھتے ہیں: "الذريعة لغة الوسيلة المفضية الى الشئ، والذريعة فى الاصطلاح مايتوصل به الى الشئ، (مادہ: ذرع وسدد، موسوعہ فقہیہ ۱۸۹/۲۹)، علامہ ابن القیم الجوزیؒ لکھتے ہیں: "والذريعة ما كان وسيلة وطريقا إلى الشئ" (اعلام الموقعین ۱۳۵/۳، دارالجیل بیروت، نیز دیکھئے: قاعدہ سدالذرائع لمروان محمد رشدی ر ۱۶۳ مکتبہ رشد ریاض)، "وان المعنى الخاص للذريعة فى الإصطلاح الشرعى فقد أصبح فى عرف الفقهاء عبارة عما أفضى إلى محظور من الأفعال الجائزة"، قال الإمام القرطبى: والذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه يخاف من ارتكابه الوقوع فى ممنوع" (الجامع لاحکام القرآن ۴۰/۲)، "وقال الإمام الشاطبى: حقيقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة"، "وقال ابن النجار: ما ظاهره مباح ويتوصل إلى محرم" (قاعدة سدالذرائع لمروان محمد رشدی ر ۱۶۵)، معلوم ہوا کہ لغت میں تو ذریعہ نام ہے اس چیز کا جو کسی دوسری چیز کا وسیلہ بنے، لیکن شریعت میں وہ جائز امر ہے جو امر ممنوع کی طرف پہنچانے والا ہو، تقریبا تمام تعریف کا یہی مقصد ہے گو کہ تعبیر الفاظ الگ الگ ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں: "ذریعہ سے مراد وہ کام ہے جو کسی اور کام کا باعث بنے، اس دوسرے کام کا جو حکم ہے اس کے اس ذریعہ پر بھی وہی حکم ہوگا، اگر شریعت میں مطلوب امر کا ذریعہ بنے تو یہ ذریعہ بھی مطلوب قرار پائے گا، اس کو فتح ذریعہ کہا جاتا ہے، اور اگر حرام و ناجائز امر کا باعث بنے تو یہ بھی ممنوع ہوگا جس کو سد ذریعہ کہا جاتا ہے" (بحث ونظر، جلد ۴، اپریل مئی جون ۱۹۹۱ء، ص ۳۷)۔

علماء اصول نے جو ذریعہ کی تعریف کی ہے اس پر ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے نقد کیا ہے اور ابن قیمؒ کی تعریف جو ماقبل میں ذکر کی جاچکی ہے اسکو افضل قرار دیا ہے، لکھتے ہیں: "فأفضل عليه تعريفا آخر ذكره ابن القيم الجوزية

☆ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم مئو، یوپی۔

الخ'' (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ٩/ ٥٢٠-٥٢١ تھانویہ)، علامہ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس المعروف بالقرافی تحریر فرماتے ہیں: ''سدّ الذرائع ومعناه حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها'' (الفروق ٢/ ٣٢، دار عالم الکتب السعودیہ)، وسیلہ کو دفع کر کے فساد کے وسائل کی بنیاد کو اکھاڑ پھینکنا، یہی مفہوم مروان محمد رشدی کا بھی ہے، ''سدّ ذرائع فهی تعبير للحكم على الوسائل الجائزة المفضية إلى محظور بالمنع من توسلها ومعناها حسم مادة الفساد بقطع وسائله'' (قاعدہ سد الذرائع/ ١٦٥)۔

٢- ''السبب -هوما جعله الشارع علامة على مسببه وربط وجود المسبب بوجوده وعدمه بعدمه فيلزم من وجود السبب وجود المسبب ومن عدمه عدمه فهوأمرظاهر منضبط الخ''، خلّاف نے اس کی کئی انواع کا ذکر فرمایا ہے جس میں سے ایک نوع کا ذکر کر رہا ہوں: ''وقد يكون السبب سببا لاثبات ملک أو حل أو إزالتهما، كالبيع لاثبات الملک و إزالته، والعتق والوقف لإسقاطه، وعقد الزواج لإثبات الحل، والطلاق لإزالته'' (علم اصول الفقہ لعبدالوہاب خلاف/ ١١١، اتحاد بکڈپو دیوبند)۔

''السبب فى اللغة اسم لما يتوصل به إلى المقصود، وفى الشريعة عبارة عما يكون طريقا للوصول الى الحكم غير مؤثر فيه''، بعدہ موصوف نے اس کی دو قسمیں سبب تام اور سبب غیر تام ذکر فرمائی ہیں (کتاب التعریفات لعلی محمد الجرجانی/ ١٩٥)، سبب کا کام صرف حکم تک پہنچا دینا ہے، وہ حکم میں مؤثر نہیں ہوتا، اگر سبب ہوگا تو وہ حکم وجود میں آئے گا اور اگر سبب معدوم ہوگا تو حکم بھی معدوم ہوگا، اور ذریعہ میں وسیلہ تو امر جائز ومباح ہوگا اور ما یتوسل الیہ امر محظور وممنوع ہوگا، وسیلہ اور متوسل الیہ میں تلازم نہیں ہے، ہاں کبھی ہوسکتا ہے کہ بیع عنب اتخاذ خمر کا باعث اور سبب بن جائے، یعنی محرم کا وسیلہ بھی محرمہ ہوگا، مگر علامہ قرافی لکھتے ہیں: ''قد تكون وسيلة المحرم غير محرمة إذا أفضت إلى مصلحة راجحة كالتوسل إلى فداء الأسارى بدفع المال إلى العدو الذى هو محرم عليهم الانتفاع به وكذلک دفع مال لرجل يأكله مجانا حتى لا يزنى بامرأة إذا عجز عن دفعه عنها إلا بذلک'' (الفروق ٢/ ٣٣ دار عالم الکتب السعودیہ)، ایسے دشمنوں کو جنہیں مال دینا حرام ہے دے دینا تا کہ وہ مال قیدیوں کے چھڑانے کا سبب بنے، اسی طرح ایسے شخص کو بغیر قیمت لئے مفت مال دے دینا تا کہ وہ اس کی بیوی سے زنا نہ کرے اگر وہ اس فعل شنیع کے دفعیہ پر قادر نہ ہو۔

٣- دکتور وہبہ زحیلیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''قد جعل الامامان مالکؒ و احمدؒ مبدأ الذرائع أصلا من أصول الفقه وأخذ به الشافعى وأبوحنيفة فى بعض الحالات وأنكر العمل به فى حالات أخرى وكذلک أخذ

به الشيعة“(الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۹/ ۵۲۲ ھانویہ)،امام مالکؒ اورامام احمدؒ نے ذرائع کواصول فقہ کی ایک اصل قرار دیا ہے،جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ بعض حالات میں اسے معمول بہا بناتے ہیں اور بعض حالات میں نہیں، لیکن موسوعہ فقہیہ(۲۴/ ۲۷۹) میں یہ عبارت مذکور ہے:”وقال التاج بن السبكی: ولم يُصِبُ من زعم أن قاعدة سدّ الذرائع يقول بها كل أحد فإن الشافعی لا يقول بشیء منها“ ،لیکن وہبہ زحیلیؒ کی دو عبارتیں اورپیش کی جارہی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ کے یہاں بھی اس اصل کا استعمال کسی نہ کسی درجے میں ہے:”يأخذ الحنابلة كالمالكية والشافعية بمبدأ سدّ الذرائع إلى الفساد......والمهم الآن بيان علاقة قاعدة الذرائع بالمصلحة المرسلة أن بين الذرائع والمصلحة المرسلة تشابها فی المبدأ وهو أن كلا منهما مصلحة كلية شهدت لها نصوص الشريعة بغير دليل معين وغايتهما واحدة......“،دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:”إلا أن دائرة العمل بالمصالح المرسلة عند الشافعية أضيق عند غيرهم وانها ليست أصلا قائما بذاته وبهذا تبيّن أن العلماء كلهم متفقون فی الأصل على الأخذ بمبدأ المصلحة المرسلة كما يظهر من كلام ابن دقيق العيد......والخلاصة أن العلماء يتناولون فی مقدار الأخذ بها فاكثرهم أخذا بها الإمام مالک ويليه أحمد ثم يليه الحنفية ثم الشافعی “(اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۷۶۶-۷۶۷)۔

ماقبل کی تحریروں سے تاج ابن السبکی اور دیگر اقوال میں تطبیق دی جاسکتی ہے،علامہ ابن حزم ظاہری ذرائع کے منکر ہیں،وہ اسے اجتہاد بالرأی کے قبیل سے مانتے ہیں،انہوں نے کتاب الاحکام کی جزء سادس ذرائع اوراحتیاط کے جواز کے قائلین کے رد میں لکھی ہے،کہتے ہیں:”ذهب قوم إلى تحريم أشياء من طريق الاحتياط وخوف أن يتذرع منها إلى الحرام البحث واحتجوا بحديث النعمان بن بشير قال: سمعت رسول الله ﷺ: الحلال بين والحرام بين وبينهما أمور مشتبهات الخ، “يفهم من هذا“ سے وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: ”إن ابن حزم قصر باب ذرائع على تجنب المشتبه فيه للاحتياط ولكن القائلين بها تشمل عندهم ثلاثة أمور“،معلوم ہوا کہ ابن حزم نے شبہ میں پڑنے والی چیزوں سے اجتناب پر ذرائع کے باب کومنحصر کردیا ہے احتیاطا،اس کے بعد وہبہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:”وابن حزم فی هذا يلتقی مع الإمام الشافعی فيحكم بأن التحريم والتعليل لا يثبت بالظن ومن حرم الذرائع فقد حرم بالظن والله تعالى يقول: إن الظن لا يغنی من الحق شيئا“ (اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۹۳۳)،ابن حزم کا نظریہ امام شافعیؒ کے نظریہ سے میل کھا رہا ہے جو کہتے ہیں کہ تحریم وتحلیل ظن سے ثابت نہیں ہوتی ہے، جو قائل ہے ذرائع کی حرمت کا وہ ظن کی حرمت کا بھی قائل ہوگا،خودقرآن کہتا ہے کہ ”إن الظن لا يغنی من الحق

شیئا''، ٹھیک بات میں اٹکل کچھ کام نہ آئے گا،اس کے بعد علامہ زحیلی علیہ الرحمہ نے سات صفحات پر مشتمل چند بحثوں توافق ابن حزم والشافعی، الملاحظات علی رأی ابن حزم، والاعتبار فی الذرائع عند العلماء إلی أمرین لکھ کر ابن حزم کی تین شقوں میں تردید فرمائی ہے(دیکھئے: اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۹۳۳ تا ۹۴۰)، الموسوعۃ الفقہیہ (۲۷۸/۲۴) میں مذکور ہے :''وأنکر الشافعية والحنفية ذلک وقالوا: إن سدّ الذرائع ليس من أدلة الفقه؛ لأن الذرائع هي الوسائل، والوسائل مضطربة اضطرابا شديدا، فقد تكون حراما وقد تكون واجبة وقد تكون مكروهة أو مندوبة أو مباحة، وتختلف مع مقاصدها حسب قوة المصالح والمفاسد وضعفها، وخفاء الوسيلة وظهورها، فلا يمكن ادّعاء دعوى كلية باعتبارها ولا بالغائها، ومن تتبع فروعها الفقهية ظهرله هذا ويفهم من کلام المالكية انها من حيث هی غيركافية فی الاعتبار، إذ لو كانت كذلک لاعتُبرت مطلقا وليس كذلک، بل لابدّ من فضل خاص يقتضی اعتبارَها و إلغاءَ ها''۔

سد ذرائع کے تعلق سے متدلین وغیر متدلین وغیرہ کو تین قسموں پر اجمالاً تقسیم کیا جاسکتا ہے:''قسم أجمعت الأمة على سدّه ومنعه وحسمه كحفر الآبار فی طريق المسلمين......وكذلک إلقاء السمّ فی أطعمتهم ......، وقسم أجمعت الأمة على عدم منعه وانه ذريعة لاتُسَدّ ......كالمنع من زراعة العنب خشية أن تُعصر منه الخمر......وكالمنع من المجاورة فی البيوت خشية الزنی، وقسم اختلف فيه العلماء هل يُسَدّ أم لا، كبيوع الآجال عند المالكية، كمن باع سلعة إلى شهر بعشرة دراهم ثم اشتراها نقداً خمسة قبل آخرالشهر فمالک يقول: إنه أخرج من يده خمسة الآن وأخذ عشرة آخر الشهر، فهذه وسيلة لسلف خمسة بعشرة إلى أجل توسلّا باظهار صورة البيع لذلک، والشافعی يقول: يُنظَر إلى صورة البيع ويُحمل الأمر على ظاهره فيجوز ذلک''۔صورت مذکورہ امام مالکؒ کے نزدیک درست نہیں؛ جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے، ایک دوسری مثال عرض ہے:''اختلف الفقهاء فی صحة قضاء القاضی بعلمه فذهب مالک إلى منع ذلک فی الحدود وغيرها سواء عَلِمَه قبل ولايته أو بعدها وهو أيضاً رواية عن أحمد......وهو أيضاً مذهب أبی حنيفة والشافعی فی الحدود التی لله تعالى......ومذهب أبی حنيفة أيضاً فی حقوق الآدميين التی عَلَمَها قبل ولايته......والقول الآخر للشافعی واختاره المزنی وهو الرواية الأخرى عن أحمد: يجوز للقاضی أن يحكم بعلمه''(الموسوعۃ الفقہیہ/ ۲۴/ ۲۷۸، ۲۸۱)۔

اب چند دلائل پیش کئے جارہے ہیں:''ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير

علم"(انعام:۱۰۸)،"يا أيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا" (بقرہ:۱۰۴)،"دع مايريبک إلى ما لا يريبک، الحديث "۔فتح ذریعہ کے تعلق سے آیت ربانی:"لايصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فى سبيل الله الخ"(توبہ:۱۲۰،اخرجہ ترمذی:۲۵۱۸،نسائی:۵۷۱۱،مسند احمد:۲۷۸۱۹-۲۷۹۳۹-۲۷۹۱۳)۔

"الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات"(بخاری:۵۲،باب من استبرأ لدینہ)۔

"من الكبائرشتم الرجل والديه قالوا: يا رسول الله وهل يشتم الرجل والديه؟قال: نعم يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه ويسبّ أمه فيسبّ أمه"(متفق علیہ)،"نهى الرسولﷺ أن تنعت المرأةُ المرأةَ لزوجها كأنه ينظر إليها، نهى رسول الله ﷺ عن الجلوس بالطرقات، انه ﷺ قال: لا تقولوا ماشاء الله ومحمد، مالايتم الواجب إلا به واجب" (بخاری شریف:۲۴۶۵)۔

مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب نے کچھ دلائل ذکر کئے ہیں:"ما أدّى إلى الحرام فهو حرام، سبب الحرام حرام"(قاموس الفقہ ۱۴۲/۴)، علامہ زحیلی علیہ الرحمہ نے بھی سد ذرائع کے تحت دو اصل بیان کئے ہیں:"الأول مواطن الاشتباه، الثانى الابتعاد عن كل ما يؤدّى إلى الحرام"(اصول الفقہ الاسلامی:۲-۹۳۲-۹۳۳)۔

۴- اولاً ابن القیم الجوزیہؒ کی تحریر پیش ہے:"ثم هذا القسم من الذرائع نوعان: أحدهما أن تكون مصلحة الفعل أرجح من مفسدته، والثانى أن تكون مفسدته راجحة على مصلحة فهنا أربعة أقسام: الاول وسيلة موضوعة للافضاء إلى المفسدة، الثانى وسيلة موضوعة للمباح قصد بها التوسل إلى المفسدة، الثالث وسيلة موضوعة للمباح لم يقصد بها التوسل إلى المفسدة لكنها مفضية إليها غالبا مفسدتها أرجح من مصلحتها، الرابع وسيلة موضوعة للمباح وقد تفضى إلى المفسدة ومصلحتها أرجح من مفسدتها"(اعلام الموقعین ۱۳۶/۳)۔

ذرائع کی دو قسمیں ہیں:ایک یہ کہ فعل کی مصلحت اس کے مفسدہ پر غالب ہو،اور دوسرا یہ کہ مفسدہ مصلحت پر غالب ہو،پس یہاں چار قسمیں ذرائع کی ہوئیں:وہ وسیلہ جو فساد کی طرف لے جانے والا ہو،وہ وسیلہ جو ہو تو مباح لیکن اس سے مفسدہ کا ارادہ کیا گیا ہو،وہ وسیلہ جو موضوع ہو مباح کے لئے اور اس سے توسل إلی المفسدہ کا قصد نہ کیا گیا ہو لیکن اکثر فساد کی طرف لے جانے والا ہو اور فساد مصلحت پر راجح ہو۔چوتھے مباح کا وسیلہ لیکن وہ پہنچانے والا ہو مفسدہ کی جانب اور مصلحت مفسدہ پر راجح ہو،اس کے بعد علامہ نے منع مایؤدی إلی الحرام کی سرخی قائم کرکے ۹۹ مثالیں پیش فرمائی ہیں،بعدہ لکھتے ہیں:

"ولنقتصر على هذا العدد من الأمثلة الموافق لأسماء الله الحسنى التى من أحصاها دخل الجنة تفاؤلا

بأنه من أحصى هذه الوجوه وعلم أنها من الدين وعمل بها دخل الجنة إذ قد يكون قد اجتمع له معرفة أسماء الرب تعالى و معرفة أحكامه ولله وراء ذلک أسماء وأحكام" (ہم نے ۹۹ مثالیں اس لئے دیں کہ اللہ تعالی کے صفاتی اسماء ۹۹ ہیں جن کی بابت حدیث میں ہے جو اسے یاد کرلے گا اور جان لے گا کہ یہ بھی جزء دین سے ہے اور اس پر عمل کرے گا تو جنت میں داخل ہوگا یعنی ہم نے تفاؤلاً اتنی تعداد لکھی ہے)، بعدہ موصوف تحریر فرماتے ہیں: "باب سدّ الذرائع أحد أرباع التكليف فإنه أمر ونهى والأمر نوعان: أحدهما مقصود لنفسه والثانى وسيلة إلى المقصود، والنهى نوعان: أحدهما مايكون المنهى عنه مفسدة فى نفسه والثانى ما يكون وسيلة إلى المفسدة فصار سدّ الذرائع المفضية إلى الحرام أحد أرباع الدين" (اعلام الموقعين ۳/ ۱۴۷ تا ۱۵۹)، موصوف نے بڑے حکیمانہ اسلوب سے سدذرائع کو ربع دین قرار دیا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب بھی ذرائع کے چار درجات بیان کرتے ہیں: اول جو یقینی طور پر کسی شرعی خرابی کا ذریعہ بنتا ہو جیسے کسی کے دروازہ پر کنواں کھودنا، دوم جو شاذ و نادر کبھی مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو جیسے ایسی جگہ کنواں کھودنا جو شاہراہ عام نہ ہو، سوم جن کے ذریعہ مفسدہ بننے کا غالب گمان ہو جیسے زمانہ جنگ میں دشمنوں کو اسلحہ فروخت کرنا، چوتھے جو مفسدہ کا بکثرت ذریعہ بنتے ہوں لیکن نہ اتنا زیادہ کہ اکثر بنے اور نہ اتنا کم کہ کبھی کبھی بنے۔ اس کے بعد مولانا موصوف نے ان چاروں کے احکام ذکر فرمائے ہیں: اس پر اتفاق ہے کہ پہلی صورت کا ذریعہ ممنوع ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ دوسرا درجہ ممنوع نہیں ہے، تیسرے درجے کا ذریعہ بھی ممنوع ہے، اور اکثر علماء کی یہی رائے ہے، چوتھی صورت کی بابت فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس ذریعہ کا اعتبار نہیں ہے، یعنی یہ ممنوع نہیں، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ ذریعہ بھی معتبر ہے (قاموس الفقہ ۴/ ۱۴۱، مکتبہ نعیمیہ دیوبند)۔

"حرم الإمامان مالک و أحمد بيع السلاح فى الفتنة وأبطلاه لأنه إعانة على العدوان غالبا، حرم الشرع خطبة المرأ ة المعتدة من زوج سابق كيلا تؤدى خطبتها إلى الاخلال بحقوق الزوجية السابقة" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۹/ ۵۲۵، تھانویہ)، "أجاز بعض المالكية وبعض الحنابلة دفع المال لقطاع الطريق على الحجاج الذين يمنعونهم من الوصول إلى بيت الله الحرام إلا بدفع المال" (حوالہ سابق)۔

"حاول ابن الرفعة تخريج قول الشافعيؒ فى باب إحياء الموات من الأم عند النهى "عن منع الماء ليمنع به الكلأ إلى ماكان ذريعة إلى منع ما أحل الله لم يحل، وكذا ما كان ذريعة إلى إحلال ماحرم الله فقال: فى هذا مايثبت أن الذرائع إلى الحرام والحلال تشبه معانى الحلال والحرام" (حاشیہ

الموافقات ۵/۱۸۶-۱۸۷، وزارۃ الشؤن والاوقاف السعودیہ)۔

حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ لکھتے ہیں: ''مرض الموت کی طلاق کا نتیجہ عورت کو وراثت سے محروم کرنا ہے، اس لئے سیدنا عثمان غنیؓ نے حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی مطلقہ زوجہ کو وارث قرار دیا؛ حالانکہ عدت بھی گذر چکی تھی، اور قاضی شریح کے استفسار پر حضرت عمرؓ نے یہ رائے دی ہے کہ اگر عدت میں شوہر کی وفات ہوجائے تو عورت کو وراثت ملے گی، ظاہر ہے کہ طلاق جو ایک امر مباح ہے مخصوص صورت پیدا ہوجانے کی وجہ سے وراثت سے محرومی کا سبب بن رہی ہے، پس اگرچہ شوہر کا یہ مقصد نہ ہو لیکن اس کے عمل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، اس لئے باب وراثت میں اس طلاق کے اثر کو سد ذریعہ کے طور پر کالعدم قرار دیا گیا (اسلامی عدالت ۱/۱۲۶، قاضی پبلشرز دہلی)۔

''**فِرّ من المجزوم كما تفرّ من الأسد**'' (بخاری شریف ۱۰/۱۳۲)، ''**لا تديموا النظر إلى المجزوم**'' (ابن ماجہ: ۳۴۵۳)، اسی طرح کی دیگر روایات میں بھی ممانعت کی بابت کئی اقوال ہیں، ان میں سے ایک قول سداً للذریعہ کا بھی ہے، ''**وذهبت فرقة أخرى إلى أن الأمر بالفرار منه......سداً للذريعة**'' (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ۳/۸۸ قاہرہ)، الحیلۃ الناجزہ (ص:۱۷۵، مکتبہ معہد الشریعہ لکھنؤ) میں تحریر ہے: ''پس ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کے موافق یوں فتوی دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے''، اس پر مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''اور اس دفعہ (۶) کا اسلامی نقطہ نظر سے ایک دوسرا خطرناک پہلو یہ ہے...... ہندو سکھ بھی یہ قانون بنوائیں گے کہ اگر ان کی عورت تبدیلی مذہب کرلے تو وہ اپنے شوہر سے کسی حال میں علاحدہ نہیں ہوسکتی اور اسی طرح عیسائی اور پارسی بھی بنواسکتے ہیں'' (تذکرہ ابوالمحاسن/۱۹۸، مقالہ مولانا عتیق احمد بستوی)، مشائخ بلخ وسمرقند کے قول پر فتوی دینا عصر حاضر کے اعتبار سے بالکل درست تھا لیکن اس کے سبب ایک امر ممنوع کے لازم آنے کا اندیشہ ہی نہیں یقین تھا، اس لئے آپ نے اس جزئیہ سے اتفاق نہیں کیا، حضرت علیہ الرحمہ نے اور بھی کئی اہم اعتراضات کئے ہیں۔

جس کے کپڑوں میں یا بدن میں جوئیں پڑتی ہوں ایسے مردوں کے لئے فقہاء نے ریشم کے کپڑوں کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے؛ حالانکہ مرد کے لئے تشبہ بالنساء کی غرض سے ریشم کے کپڑے کا استعمال سداللذریعہ حرام تھا، ''**إباحة لبس الحرير للرجال إذا دعت إليه الحاجة لأن الحرير حرم سدا للذريعة التشبه بالنساء**'' (قاعدہ سد الذرائع لمروان محمد رشدی/۱۷۸، مکتبہ الرشد)۔

۶- اولاً وہ تحریر پیش ہے جس میں شہاب الدین قرافی نے فتح ذریعہ کا ذکر فرمایا ہے،: ''**اعلم أن الذريعة كما**

يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح فان الذريعة هى الوسيلة فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعى للجمعة والحج، وموارد الاحكام على قسمين: مقاصد وهى المتضمنة للمصالح والمفاسد فى أنفسها، ووسائل وهى الطرق المفضية إليها،و حكمها حكم ما أفضت إليه من تحريم وتحليل......والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل وإلى أقبح المقاصد أقبح الوسائل وإلى ما يتوسط متوسطة ومما يدل على حسن وسائل الحسنة قوله تعالى: بأنهم لا يصيبهم ظمأ ولانصب ولامخمصة فى سبيل الله ولا يطئون موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا إلا كتب لهم به عمل صالح"(توبہ:۱۲۰،الفروق ۲/ ۳۳،دارعالم الکتب سعودیہ)۔

جان لو کہ ذریعہ جیسے سد ذریعہ ہے ویسے ہی فتح ذریعہ بھی ہے،اور کبھی ذریعہ مکروہ کبھی مندوب کبھی مباح ہوتا ہے؛ کیونکہ ذریعہ اگر حرام کا بنے تو حرام ہوگا اور اگر واجب کا وسیلہ بنے تو واجب ہوگا جیسے جمعہ وحج کی سعی، احکام کی انواع دو ہیں: یا تو وہ مقاصد ہوں گے جو بالذات مصالح ومفاسد پر مشتمل ہوں گے، یا وسائل ہوں گے جو ان دونوں تک مفضی ہوں گے، حلت وحرمت میں اس کا حکم وہی ہوگا جو وسیلہ اور ذریعہ کا ہوگا، افضل مقاصد کا وسیلہ افضل وسیلہ ہوگا، اقبح مقاصد کا وسیلہ اقبح وسیلہ،متوسط کا متوسط، احسن وسائل کی مثال آیت ربانی:"بأنهم لايصيبهم ظمأ" ہے جس سے افضل مقاصد (صیانۃ مسلمین واعزاز دین) کا اثبات ہو رہا ہے۔

دکتور وہبہ زحیلی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:"وبناء عليه يجب على الأمة تعلم الصناعات المختلفة لأنها ذرائع للمصالح العامة التى يقوم عليها شأن العمران وهذا من باب فتح الذرائع"(اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۹۰۶، دارالفکر) (اس بنیاد پر امت کے لئے مختلف صنعت وحرفت کا سیکھنا لازم ہے،اس لئے کہ یہ ان مصالح عامہ کو شامل ہے جس سے اجتماعی شان جھلکتی ہے، یہ بھی فتح ذرائع کی مثال ہے)۔

۷- ذبیحہ گائے وبعض پرندوں کا شکار شرعاً درست ہے لیکن سداً للذریعہ نہیں کرنا چاہئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"أعطيت خمسا لم يعطهن أحد من الأنبياء قبلى نصرت بالرعب مسيرة شهر وجعلت لى الأرض مسجدا وطهورا وايما رجل من أمتى أدركته الصلوة فليصل الخ"(بخاری:۴۳۳)۔

اس بنیاد پر جہاں چاہیں پاک جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں جیسا کہ لوگ بعض مقامات جیسے عیدین وجمعہ میں سڑک پر نماز پڑھتے ہیں؛ لیکن فی زمانہ شر پیدا ہونے کا ظن ہی نہیں یقین ہو چلا ہے اس لئے احتیاط کرنا چاہئے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے نوازل فقہیہ معاصرہ کے ۲/ ۱۵۴ پر تحریر فرمایا ہے کہ" مولفۃ قلوبہم" کا

مصرف ابن شہاب زہری، ابوجعفر نحاس اور امام رازی کے یہاں منسوخ نہیں ہے، اس مصرف سے بشرطیکہ دیگر کوئی تمویلی ادارہ نہ ہوتو تین لوگوں کو دیا جاسکتا ہے جن میں سے تیسرا گروہ یہ ہے: ”**غیر المسلمین ممن یخاف شره ویحتمل باعثا للفتن والمضرات للإسلام والمسلمین ویؤمل قطع لسانه ودفع مضرته بتقدیم شئ من المعونة إلیه**“، اس طریقہ سے ان کے شر اور مضرت اور ان کی دریدہ دہنیوں سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت ہوسکتی ہے۔

۸- سد ذرائع کے استعمال میں اعتدال اور میانہ روی ہونا چاہئے، اس لئے کہ کوئی امر بالکل متروک ہوجائے اس میں حرج ہے، اور حرج کے دفعیہ کے لئے حرج پیدا ہوجائے یہ دانشمندی نہیں، اس لئے کہاں، کب، کتنا اس اصل سے کام لیا جائے انتہائی دقت نظر اور گہری سوچ کا متقاضی ہے، دکتور وہبہ زحیلی علیہ الرحمہ سپرد قلم فرماتے ہیں: ”**ومع هذا فإننا نؤید الغزالی وابن دقیق العید فی ضرورة الاحتیاط فی الأخذ بهذا المبدأ؛ لأن الاسترسال فیه حرج ویحتاج إلی دقة فی الفهم وعمق فی الاستنباط**“ (اصول الفقہ الاسلامی ۲/۲۶۷)۔

☆☆☆

سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول

مولانا بدر احمد مجیبی ☆

۱-ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

سد ذریعہ کی لغوی تعریف:

سد ذریعہ دو الفاظ کا مجموعہ ہے: سد اور ذریعہ۔ ہر ایک کی وضاحت درج ذیل ہے:

سدّ، یسدّ کے لغوی معنی روکنا، رخنہ اور سوراخ کو بند کرنا ہیں۔ السدّ پہاڑ اور رکاوٹ کو کہتے ہیں۔

لسان العرب میں ہے: "**السدّ: الخلل وردم الثلم، سدّه يسدّه سدّاً فانسدّ واستدّ، وسدده أصلحه وأوثقه**" (لسان العرب: ۳/ ۲۰۷)۔

مختار الصحاح میں ہے: "**وسدّ الثلمة ونحوها من باب ردّ أى أصلحها وأوثقها، والسدّ بالفتح والضم: الجبل والحاجز**" (مختار الصحاح: ۳۲۶)۔

ذریعہ لغت میں کسی چیز کے سبب اور وسیلہ کو کہتے ہیں۔

لسان العرب اور مختار الصحاح میں ہے: "**الذريعة: الوسيلة، وقد تذرع فلان بذريعة أى توسل، والجمع ذرائع**" (لسان العرب: ۸/ ۹۳، مختار الصحاح: ۲۲۶)۔

مفہوم یہ ہے کہ وسیلہ بننے والی چیز کو روکنا۔

سد الذریعہ کی شرعی تعریف:

مختلف فقہاء نے اس کی مختلف الفاظ میں تعریفیں کی ہیں جو اس طرح ہیں:

علامہ ابوالولید الباجی المالکیؒ لکھتے ہیں: "**المسألة التى ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل محظور**" (الاشارۃ فی معرفۃ الاصول، ص ۲۸)۔

☆ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ۔

علامہ ابن العربی المالکی تحریر کرتے ہیں: "**هي كل عمل ظاهر الجواز يتوصل به إلى محظور**" (احکام القرآن ۴/۳۰)۔

امام قرطبی لکھتے ہیں: "**الذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه، يخاف من ارتكابه الوقوع في الممنوع**" (الجامع لاحکام القرآن ۲/۵۷)۔

علامہ شاطبی تحریر کرتے ہیں: "**حقيقتها التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة**" (الموافقات ۵/۱۸۳)۔

ان سب تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایسا جائز عمل جو کسی حرام وناجائز کام کا وسیلہ وذریعہ بن رہا ہو اس سے روکنا۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

ذریعہ کی وضاحت اوپر آچکی ہے کہ اس کے لغوی معنی وسیلہ کے ہیں اور اس کے اصطلاحی معنی حرام کام کا وسیلہ بننے والی چیز کے ہیں۔ سبب راستے کو کہتے ہیں، مقصود تک پہنچنے کا جو راستہ ہے اسی کو سبب کہتے ہیں۔

"**السبب في اللغة : اسم لما يتوصل به إلى المقصود، وفي الشريعة : عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم ، غير مؤثر فيه**" (التعریفات للجرجانی)۔

علامہ عبد العزیز البخاری سبب کی اصطلاحی تعریف یہ تحریر کرتے ہیں: "**كل وصف ظاهر منضبط دلّ الدليل السمعي على كونه معرفا لحكم شرعي**" (کشف الاسرار شرح اصول البزدوی)۔

لغوی معنی کے اعتبار سے ذریعہ اور سبب میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ اصطلاحی اعتبار سے یہ فرق ہے کہ ذریعہ سے مراد فعل حرام کا وسیلہ بننے والی چیز ہے اور سبب مطلق طریق اور وسیلہ کو کہتے ہیں۔

۳-سد ذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسالک اور ان کے دلائل:

امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اس کو دلائل شرع میں شامل نہیں کرتے۔ امام مالک اس کو دلائل شرع میں شامل کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل کی ایک روایت میں اس کا اعتبار کیا گیا ہے۔ بعد میں علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم اور دوسرے فقہاء حنابلہ نے اسی روایت کو اختیار کیا ہے۔

علامہ ابو الولید الباجی تحریر کرتے ہیں: "**مذهب مالک المنع من الذرائع...وأباح الذرائع أبوحنيفة والشافعي**" (الاشارۃ فی معرفۃ الاصول، ص ۲۸)۔

امام قرطبی فرماتے ہیں: "**التمسک بسدّ الذرائع وحمايتها وهو مذهب مالک وأصحابه وأحمد بن حنبل في رواية عنه**" (قرطبی ۲/۵۷)۔

علامہ ابن العربی المالکی یہودیوں کے یوم السبت سے متعلق آیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:"**هذه الآية أصل من أصول إثبات الذرائع التي انفرد بها مالك وتابعه عليها أحمد في بعض رواياته، وخفيت على الشافعي وأبي حنيفة مع تبحرهما في الشريعة**"(احکام القرآن لابن العربی،ص ۳۰۴)۔

علامہ مرداوی حنبلی لکھتے ہیں:"**سدّ أحمد ومالك الذرائع، وهو ماظاهره مباح ويتوصل به إلى محرم، وأباحه أبوحنيفة والشافعي**"(التحبیر شرح التحریر للمرداوی ۷/۳۸۳۱)۔

المدخل إلی مذہب الامام احمد بن حنبل میں ہے:"**سدّ الذرائع وهو قول مالك وأصحابنا ، وهو ماظاهره مباح يتوصل به إلى محرم ، و أباحه أبوحنيفة والشافعي**"(المدخل،ص ۱۴۸)۔

مذکورہ بالا کتابوں میں امام شافعی کے ساتھ احناف کو بھی ذرائع کو جائز کہنے والوں میں شمار کیا گیا ہے۔شوافع کی کتب میں تو اس کے جواز کی صراحت ملتی ہے۔مگر جہاں تک ہم نے تلاش کیا احناف کی کتابوں میں سد ذرائع کا انکار نہیں ملتا ہے؛البتہ ان کی کتابوں میں سد ذرائع ایک قاعدہ کی حیثیت سے نہیں ملتا۔اسی سے شاید یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ احناف بھی ذرائع کو مباح سمجھتے ہیں؛جب کہ ہم کتب احناف میں بہت سارے مسائل میں سد ذرائع پر عمل دیکھتے ہیں۔

سد ذرائع کے قائلین کے دلائل:

القرآن الكريم :

۱-"**ولا تسبّواالذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم**" (الانعام:۱۰۸)۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو مشرکین کے سامنے ان کے معبودوں کو برا کہنے سے منع فرمایا ہے، اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ دشمنی کی وجہ سے وہ اس کے بدلہ میں وہ اللہ تعالی کو برا کہنے لگیں گے؛جب کہ معبودان باطل کو برا کہنا جائز ومباح ہے مگر یہاں پر وہ اللہ تعالی کو برا کہنے کا ذریعہ بن رہا ہے اور اللہ تعالی کو برا کہنا کفر ہے؛اس لئے اس سے منع کردیا گیا۔اس سے اس کی وضاحت ہوجاتی ہے کہ اگر ایک جائز ومباح کام کسی حرام وکفر کا ذریعہ بن رہا ہو تو اس سے منع کردیا جائے گا،اسی کو سد ذریعہ کہتے ہیں۔

۲-"**يايها الذين آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللكافرين عذاب أليم**"(البقرۃ:۱۰۴)۔

رسول اللہ ﷺ جب صحابہ کرام کو قرآن کی تعلیم دیتے اور مسائل سمجھاتے تو صحابہ کرام خوب اچھی طرح سمجھنے کے لئے عرض کرتے"راعنا" کچھ توقف فرمائیں؛تاکہ ہم اچھی طرح سمجھ جائیں۔بظاہر اس لفظ میں کوئی خرابی نہیں ہے؛لیکن عبرانی زبان میں راعینا ایک گالی تھی،یہود ایسے موقع پر"راعینا" کہہ کر گالی مراد لیتے تھے۔اللہ تعالی کو اس سے شدید ناراضگی

ہوئی اور صحابہ کرام کو'' راعنا'' کہنے سے منع فرمادیا۔اس کے بجائے'' انظرنا'' کہنے کا حکم فرمایا؛ حالانکہ دونوں الفاظ میں معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے مگر جب'' راعنا'' رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کا ذریعہ بن رہا تھا اس لئے اس سے ممانعت فرمادی گئی۔اس آیت میں بھی حرام وکفر کا ذریعہ بننے کی وجہ سے ایک مباح کام کی ممانعت کی گئی ہے؛اس لئے یہ بھی سدّ ذریعہ کی دلیل ہے۔

۳-''واسألهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر إذ يعدون فى السبت إذ تأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرعا ويوم لايسبتون لاتأتيهم كذلك نبلوهم بما كانوا يفسقون''(الاعراف:۱۶۳)۔

اس آیت میں بنی اسرائیل کے اصحاب سبت کا ذکر ہے۔سنیچر کا دن بنی اسرائیل کی عبادت کا دن تھا،ان کی شریعت کے اعتبار سے اس روز شکار کرنا ان کے لئے ممنوع تھا۔اللہ تعالی نے اس قوم کی آزمائش اس طرح فرمائی کہ سنیچر کے روز ندی میں خوب مچھلیاں آتیں اور دوسرے روز مچھلیاں بہت کم آتیں یا نہیں آتیں۔اس قوم کی ایک جماعت نے سنیچر کو مچھلیاں پکڑنے کا حیلہ کیا کہ ندی سے قریب ایک بڑا سا گڈھا بنا کر اس میں پانی بھر دیا اور ندی سے اس کا ایک راستہ بنادیا۔سنیچر کو جب مچھلیاں آتیں تو ان کو اسی راستے سے گڈھے میں پہنچا دیتے اور راستہ بند کردیتے۔مچھلیاں اسی گڈھے میں رہ جاتیں۔سنیچر گزرنے کے بعد دوسرے روز ان کا شکار کرلیتے۔اس پر ان کی سخت سزا ہوئی۔ ان کو بندر اور خنزیر کی شکل کا بنادیا گیا۔مچھلیوں کو گڈھے میں پہنچا کر ان کا راستہ بند کرنا یہ شکار نہیں ہے، اس لئے یہ جائز تھا مگر جب یہ سنیچر کو شکار کرنے کا ذریعہ بنا تو یہ بھی حرام ہوا۔ان لوگوں کو اس سے اجتناب کرنا ضروری تھا مگر انہوں نے شکار کی نیت سے یہ کام کیا تو اللہ تعالی کا غضب نازل ہوا۔یہ سد ذریعہ کی دلیل ہے۔

۴-''ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين'' (البقرۃ:۳۵)۔

اس آیت میں اللہ تعالی کی طرف سے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو اس درخت کے پھل کھانے سے منع فرمانا تھا،مگر اس درخت سے قریب جانے سے ہی منع فرمادیا؛ کیونکہ قریب جانا اگرچہ مباح تھا مگر وہ پھل کھانے کا ذریعہ بن سکتا تھا،اس لئے حرام کام کے ذریعہ بننے والے مباح کام سے بھی ممانعت کردی گئی۔یہ بھی سد ذریعہ ہے۔امام قرطبی لکھتے ہیں:**''هذا مثال بيّن فى سد الذرائع''**(قرطبی،البقرۃ)۔

السنة:

۱-''الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما أمور مشبهات لا يعلمها كثير من الناس فمن اتقى المشبهات استبرأ لدينه وعرضه''(صحیح البخاری،باب فضل من استبرأ لدینہ)۔

حلال وحرام واضح ہیں، دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں، جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچ گیا اس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کرلی، اور جوان میں پڑ گیا اس کو حرام میں مبتلا ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔ یہ مشتبہ چیزیں حرام نہیں ہیں مگر حرام کا ذریعہ بن سکتی ہیں اس لئے اس سے بچنے کی بات کہی جارہی ہے۔

۲-"**والمعاصی حمی الله ومن یرتع حول الحمی یوشک أن یواقعه**"(صحیح بخاری، باب الحلال بین والحرام بین)۔

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ جس طرح بادشاہوں کی حمی (مخصوص چراگاہیں) ہوتی ہیں جہاں عام انسانوں کو جانا ممنوع ہوتا ہے اسی طرح معاصی بھی ایسی اللہ تعالی کی حمی ہے، وہاں جانا ممنوع ہے۔ جو شخص معاصی کے قریب رہتا ہے وہ معاصی میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ اس میں سد ذریعہ کا اصول کارفرما ہے کہ معاصی میں ملوث ہوئے بغیر اس کے قریب رہنا ممنوع نہیں ہے مگر وہ معاصی تک پہنچ جانے کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اس سے بھی منع فرمادیا گیا۔

۳-"**دع مایریبک إلی ما لایریبک**"(النسائی، باب الحث علی ترک الشبهات)۔

اس حدیث میں ایسی چیز کو ترک کرنے کا حکم دیا جارہا ہے جو تمہیں شبہ میں ڈالے، اور ایسی چیز کو اختیار کرنے کا حکم دیا جارہا ہے جو واضح اور غیر مشتبہ ہو۔ شبہ میں ڈالنے والی چیز حرام نہیں ہے مگر وہ حرام میں مبتلا ہونے کا ذریعہ ہے؛ اس لئے اس سے بھی منع کردیا گیا ہے۔

۴-"**إن من الکبائر شتم الرجل لوالدیه۔ قالوا: وهل یشتم الرجل والدیه؟ قال: نعم یسبّ أبا الرجل فیسبّ أباه ویسبّ أمه فیسبّ أمه**"(ترمذی، باب ماجاء فی عقوق الوالدین)۔

اس حدیث میں ارشاد ہے کہ والدین کو گالی دینا (بعض روایت میں لعنت کرنے کے الفاظ ہیں) کبائر میں سے ہے۔ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے یا لعنت کرسکتا ہے؟ ارشاد ہوا: ہاں، وہ اس طرح کہ وہ کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دے اور دوسرا شخص اس کے بدلہ میں پہلے کے ماں باپ کو گالی دے۔

یہ بھی سد ذریعہ ہے کہ دوسرے کے والدین کو گالی دینا اپنے والدین کو گالی دینے کا ذریعہ بن رہا ہے؛ اس لئے اس سے منع فرمادیا گیا۔

۵-"**فقال: لعن الله الیهود۔ ثلاثا۔ إن الله حرم علیهم الشحوم فباعوها وأکلوا أثمانها، وإن الله إذا حرم علی قوم أکل شيئ حرم علیهم ثمنه**"(ابوداؤد، باب فی ثمن الخمر)۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: اللہ تعالی نے یہود پر لعنت فرمائی ہے۔ اس کے بعد اس کی

وجہ بیان فرمائی کہ قوم یہود پر جانوروں کی چربیاں حرام تھیں۔ یہود نے چربیوں کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی؛ جب کہ اللہ تعالی جب کسی قوم پر کوئی چیز کھانا حرام فرماتا ہے تو اس کی قیمت کھانے کو بھی حرام فرماتا ہے۔ یہ بھی سد ذریعہ ہے۔ یہود نے حرام تک پہنچنے کا ذریعہ نکال لیا، چربی نہیں کھائی، اس کی قیمت کھالی؛ اسی لئے ان پر لعنت کی گئی۔

۶-"فقالت: یا أم المؤمنین ! کانت لی جاریة فبعتها من زید بن أرقم بثمان مائة إلی أجل ثم اشتریتها منه بست مائة فنقدته الست مائة وکتبت علیه ثمان مائة۔ فقالت عائشة : بئس واللہ ماشتریت ، وبئس واللہ ماشتری، أخبری زید بن أرقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول اللہ ﷺ إلا أن یتوب" (مصنف عبدالرزاق، باب الرجل یبیع السلعۃ ثم یرید اشترائھا بنقد ۸/ ۱۸۴)۔

ایک عورت نے حضرت عائشہؓ کو بتایا کہ انہوں نے اپنی ایک باندی حضرت زید بن ارقمؓ سے ادھار آٹھ سو درہم میں فروخت کی، پھر اس کو ان ہی سے نقداً چھ سو میں خرید لیا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے سخت تنبیہ فرمائی اور اس کو ناجائز قرار دیا۔

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے سد ذرائع کے ۹۹ دلائل پیش کئے ہیں اور اس کو دین کا ایک چوتھائی حصہ قرار دیا ہے (اعلام الموقعین ۳/ ۱۵۹)۔

سد ذرائع کو اصول کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرنے والوں کے دلائل:

(۱) **"وأحلّ اللہ البیع وحرّم الربا"**، اللہ تعالی نے بیع کو حلال قرار دیا ہے اور بیع آجال بھی بیع ہے، اس لئے یہ بھی حلال ہے۔

(۲) **"عن أبی سعید الخدری وعن أبی هریرة رضی اللہ عنهما أن رسول اللہ ﷺ استعمل رجلا علی خیبر فجاء بتمر جنیب ، فقال رسول اللہ ﷺ: أکل تمر خیبر هکذا؟ قال : لا واللہ یا رسول اللہ ! انا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعین والصاعین بالثلاثة ، فقال رسول اللہ ﷺ: لاتفعل، بع الجمع بالدراهم، ثم ابتع بالدراهم جنیباً"** (صحیح البخاری، باب إذا أراد بیع تمر بتمر خیر منہ)۔

ایک صاع کھجور کی بیع دوصاع کھجور سے جائز نہیں ہے، حرام ہے۔ لیکن اس حدیث میں جو طریقہ بتایا گیا ہے اس سے نتیجہ میں بیع صاع بالصاعین تک معاملہ پہنچ رہا ہے یعنی یہ طریقہ بیع صاع بالصاعین تک پہنچنے کا ذریعہ بن رہا ہے اور یہ جائز ہے؛ کیونکہ ایسا کرنے کا ان صحابی کو حکم دیا جارہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حرام تک پہنچنے کا ہر ذریعہ حرام نہیں ہے۔ امام قرافی فرماتے ہیں:

"فهو بیع صاع بصاعین وانما توسط بینهما عقد الدراهم فأبیح" (الفروق ۲/ ۴۴۰)۔

(۳) ایسا عقد جس کے ارکان وشرائط صحیح ہوں لیکن وہ فساد کا مقتضی ہو یعنی اس کے نتیجہ میں حرام کام یا فساد وخرابی سامنے آتی ہو تو بھی وہ صحیح ہوتا ہے۔ جیسے ڈاکو سے تلوار فروخت کرنا، شراب بنانے والے سے انگور بیچنا۔ یہ بیع فساد وحرمت کا ذریعہ ہونے کے باوجود صحیح ودرست ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حرمت کا ذریعہ حرام نہیں ہوتا۔

"واحتج أيضاً بأن العقد المقتضى للفساد لايكون فاسداً إذا صحت أركانه كبيع السيف من قاطع الطريق والعنب من الخمار" (الفروق ۲/۴۴۰)۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے قضایا اور مسائل میں ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے جو چیز غیر ظاہر ہے، دلوں میں پوشیدہ ہے اس پر دنیاوی امور میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔ سد ذرائع میں مباح کو اس اندیشہ سے منع کردیا جاتا ہے کہ وہ حرام تک پہنچنے کا ذریعہ نہ بن جائے؛ حالانکہ اس کا حرام کا ذریعہ بننا قطعی اور یقینی نہیں ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ حرام تک پہنچے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہ پہنچے۔ اس لئے اس کی حرمت کا فیصلہ ظاہر پر فیصلہ نہیں ہے؛ کیونکہ وہ ظاہر میں تو مباح اور جائز ہے۔

(۵) اپنے مقصد کے اعتبار سے ذریعہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ کبھی اس پر عمل کرنا واجب ہوجاتا ہے، کبھی حرام، کبھی مکروہ اور کبھی مندوب۔ اس میں شدید اضطراب کی صورت ہے، اس لئے اس کو ایک اصل قرار دے کر اس کی ممانعت اور حرمت کا فیصلہ کردینا ممکن نہیں ہے۔

"فالذرائع هى الوسائل وهى مضطربة اضطرابا شديدا، قد تكون واجبة ، وقد تكون حراما، وقد تكون مكروهة ومندوبة ومباحة ، وتختلف ايضا مع مقاصدها بحسب قوة المصالح والمفاسد وضعفها وانغمارالوسيلة فيها وظهورها فلا يمكن دعوى كلية باعتبارها ولا بالغائها، ومن تتبع الفروع الفقهية ظهر له هذا" (المجموع ۱۰/۱۶۰)۔

۴- اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک ذرائع کے درجات ورجحانات:

علامہ قرافی نے اپنی کتاب الفروق کے ۵۸ویں فرق میں ذرائع پر بحث کی ہے۔ وہ ذرائع کی تین قسمیں کرتے ہیں:

(۱) جس سے منع کرنے پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ یعنی تمام ائمہ کے نزدیک اس کو روکنا اور اس سے منع کرنا ضروری ہے، جیسے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودنا۔ یہ لوگوں کے اس میں گرنے اور ہلاک ہونے کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح لوگوں کے کھانے میں زہر ملادینا جو ان کی ہلاکت کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح جس کے بارے میں معلوم ہے کہ معبودان باطل کو برا کہنے سے وہ بھی اللہ تعالیٰ کو برا کہے گا اس کے سامنے اس کے معبودوں کو برا بھلا کہنا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کو سب

وشتم کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ یہ پہلی قسم ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

(۲) جس کے منع نہ کرنے پر سب کا اتفاق ہے۔ جیسے شراب کے اندیشہ سے انگور کی کھیتی سے روکا جائے، یہ کسی نے نہیں کہا ہے، یعنی انگور کی زراعت سب کے نزدیک جائز ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ شراب سے بچنے کے لئے انگور کی کاشت جائز نہیں ہے۔

(۳) جس میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اس سے منع کیا جائے گا اور روکا جائے گا یا نہیں، جیسے بیوع آجال۔ یہ شوافع کے نزدیک جائز ہے، مالکیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔

بیع آجال کی مختلف صورتیں ہیں، ان میں سے ایک صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے کوئی سامان ایک ہزار روپئے میں فروخت کیا اس شرط پر کہ اس کی قیمت زید کو ایک مہینہ کے بعد ملے گی۔ اس کے بعد زید نے عمرو سے اسی سامان کو پانچ سو میں نقداً خرید لیا۔ بیع کی یہ صورت ربا کا ذریعہ بن رہی ہے؛ کیونکہ اس کا مقصد بیع نہیں ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ عمرو کو پانچ سو روپئے کی ابھی ضرورت ہے۔ چونکہ زید اس سے سود نہیں لے سکتا ہے، اس لئے زید نے بیع کا طریقہ اختیار کیا اس طرح کہ عمرو سے ایک سامان کی ایک ہزار میں ادھار بیع کر لی، پھر اسی سامان کو عمرو سے پانچ سو میں خرید لیا اور اس کو پانچ سو دیدیا۔ اب زید کا سامان بھی اس کو واپس مل گیا اور عمرو سے وہ بعد میں ایک ہزار وصول کرے گا۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ زید کا مقصد سامان کی خرید وفروخت نہیں ہے بلکہ پانچ سو دے کر ایک ہزار لینا ہے جو صریحاً ربا ہے۔

امام مالک نے اس بیع کو ربا کا وسیلہ ہونے کی وجہ سے حرام قرار دیا ہے۔ امام شافعی بیع کی ظاہری صورت کو دیکھ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ایسے بہت سارے مسائل ہیں جن کو بیوع آجال کہا جاتا ہے، یہ امام مالک کے نزدیک ناجائز اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہیں۔ امام قرافی لکھتے ہیں:

"بل الذرائع ثلاثة أقسام: قسم أجمعت الأمة على سدّه ومنعه وحسمه كحفر الآبار فی طرق المسلمين، فإنه وسيلة إلى إهلاكهم فيها، وكذلك إلقاء السمّ فی أطعمتهم، وسبّ الأصنام عند من يعلم من حاله أنه يسبّ الله تعالى عند سبّها. وقسم أجمعت الأمة على عدم منعه ، وإنه ذريعة لاتسدّ ووسيلة لاتحسم كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر، فإنه لم يقل به أحد وكالمنع من المجاورة فی البيوت خشية الزنى. وقسم اختلف فيه العلماء هل يسدّ أم لا؟ كبيوع الآجال عندنا" (الفروق للقرافی ۲/۶۰، المجموع للنووی ۱۰/۱۶۰، البحر المحیط للزرکشی ۴/۳۸۲)۔

اس میں سے پہلی قسم میں حرمت تک پہنچنے کا یقین یا ظن غالب ہوتا ہے، اس لئے وہ بالاتفاق سب کے نزدیک حرام

ہے۔قرآن وحدیث میں سدذرائع کی جومثالیں ہیں وہ سب اسی قسم کی ہیں۔دوسری قسم میں حرمت کاذریعہ بننااورحرمت تک پہنچنانادرہے۔اس لئےکسی نےاس کااعتبارنہیں کیاہےاورنہ کسی نےاس کوحرام کہاہے۔ان دونوں قسموں میں سب کااتفاق ہے،پہلی قسم کےحرام ہونےپراوردوسری قسم کےمباح ہونےپر۔اختلاف تیسری قسم میں ہے؛کیونکہ تیسری قسم میں حرمت تک پہنچناظن غالب تونہیں ہےاورنہ نادرہےبلکہ دونوں کےدرمیان میں ہےیعنی کثیرالوقوع ہے۔

علامہ تاج سبکی لکھتے ہیں:"قال ابن الرفعة : الذريعة ثلاثة أقسام: أحدها: مايقطع بتوصيله إلى الحرام فهو حرام عندنا وعندهم يعنى عند الشافعية والمالكية ۔ والثانى: مايقطع بأنه لايوصل، ولكن اختلط بما يوصل، فكان من الاحتياط سد الباب۔والحاق الصورة النادرة التى قطع بأنها لاتوصل إلى الحرام بالغالب منها الموصل إليه۔ وهذا غلو فى القول بسد الذرائع ۔ والثالث: مايحتمل ويحتمل، وفيه مراتب متفاوتة يختلف الترجيح عندهم بسبب تفاوتها۔ قال: ونحن نخالفهم فى جميعها إلا القسم الأول لانضباطه وقيام الدليل عليه"(الاشباہ والنظائرللسبکی ۱/۱۳۵،ارشادالفحول للشوکانی ۲/۱۹۶)۔

علامہ زرکشی امام قرطبی سےنقل کرتےہیں:"اعلم أن ما يفضى إلى الوقوع فى المحظور إلا أن يلزم منه الوقوع قطعاً أولا، والاول ليس من هذا الباب، بل من باب مالا خلاص من الحرام إلا باجتنابه ففعله حرام، من باب مالايتم الواجب إلا به فهو واجب، والذى لايلزم إما أن يفضى إلى المحظور غالباً أو ينفکّ عنه غالباً أويتساوى الأمران وهو المسمى بالذرائع عندنا. فالأول لابد من مراعاته، والثانى والثالث اختلف الاصحاب فيه، فمنهم من يراعيه ومنهم من لايراعيه وربما يسميه التهمة البعيدة والذرائع الضعيفة"(البحرالمحیط ۴/۳۸۲)۔

بیع آجال حنابلہ کےنزدیک بھی حرام ہے۔علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:"وجملة ذلک أن من باع سلعة بثمن مؤجل ثم اشتراها بأقل منه نقداً لم يجز فى قول أكثر أهل العلم، روى ذلک عن ابن عباس وعائشة، والحسن وابن سيرين والشعبى والنخعى وبه قال ابوالزناد وربيعة وعبد العزيز بن أبى سلمة والثورى والاوزاعى ومالک واسحاق واصحاب الرأى وأجازه الشافعى"(المغنی لابن قدامہ ۴/۲۵۶)۔

علامہ ابن رشدنے"بداية المجتهد"میں بیوع الآجال کی بہت ساری صورتیں ذکرکی ہیں اوران کےاحکام بیان کئےہیں۔ان میں ایک صورت جس کو"أنظرنى أزدک"کہاجاتاہےاورایک صورت جس کو"ضع وتعجّل"کہاجاتاہے سب کوذکرکیاہے۔

۵-ہر فقہ سے سد ذریعہ کی مثالیں:

سد ذریعہ کی مذکورہ تین قسموں میں سے پہلی قسم (جس کا حرام تک مفضی ہونا قطعی ہو یا ظن غالب سے ثابت ہو) کے معتبر ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔شوافع بھی اس کو مانتے ہیں مگر اس کو ایک دوسرے قاعدہ کے نام سے پیش کرتے ہیں۔ایک قاعدہ ہے:"**مالایتم الواجب إلا به فهو واجب**"، جس کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہوسکے وہ بھی واجب ہوتا ہے۔اسی طرح قاعدہ ہے:"**مالاخلاص من الحرام إلا باجتنابه ففعله حرام**"۔جس کے ترک کئے بغیر حرام سے بچنا ممکن نہ ہو اس کا ترک کرنا واجب اور کرنا حرام ہوتا ہے۔ذرائع کی پہلی قسم کو اسی قاعدہ کے تحت رکھتے ہیں کہ حرام سے بچنا اس کو ترک کئے بغیر ممکن نہیں ہے اس لئے یہ بھی حرام ہے۔اس کو سد ذریعہ کا نام نہیں دیتے، تیسری قسم کو سد ذریعہ کہتے ہیں۔

جس طرح سد ذریعہ کی پہلی قسم کے معتبر ہونے پر اتفاق ہے اسی طرح سد ذریعہ کی دوسری قسم (جس کا حرام تک مفضی ہونا نادر الوقوع ہو) کے معتبر نہ ہونے پر بھی اتفاق ہے، یعنی کوئی بھی اس کو حرام نہیں کہتا ہے۔صرف تیسری قسم میں اختلاف ہے۔شوافع اس کا انکار کرتے ہیں، مالکیہ، حنابلہ اس کا اعتبار کرتے ہیں۔

علامہ زرکشی امام قرطبی سے نقل کرتے ہیں:"**سد الذرائع: ذهب إليه مالک وأصحابه، وخالفه أكثر الناس تأصيلاً، وعملوا عليه في أكثر فروعهم تفصيلاً**"(البحر المحیط ۴/ ۳۸۲،ارشاد الفحول ۲/ ۱۹۴)۔

امام قرافی لکھتے ہیں:"**ليس سد الذرائع خاصا بمالک رحمه الله بل قال بها هو اكثر من غيره وأصل سدها مجمع عليه**" (الفروق للقرافی ۲/ ۶۰)۔

فقہ مالکی میں سد ذریعہ:

مالکی مسلک میں سد ذریعہ کے معتبر ہونے کی صراحت موجود ہے۔مالکی فقہاء نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔امام ابوالولید باجی، امام قرطبی، امام قرافی وغیرہ نے اس پر کلام کیا ہے۔امام قرافی نے الفروق میں اس کے کچھ مسائل تحریر کئے ہیں جنہیں ہم پیش کرتے ہیں:

(۱) زنا حرام ہے اور اس کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے عورتوں کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

(۲) قاضی کا بینہ یا اقرار کے بجائے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ قضاء باطل کا ذریعہ ہے۔

(۳) کسی کاریگر کو کوئی چیز بنانے کے لئے اجرت پر لیا جائے اگر وہ سامان کے ضائع ہوجانے کا دعوی کرے تو اس کو سد ذریعہ کے طور پر ضامن بنایا جائے گا۔

(۴) اگر غلہ اٹھا کر لانے والوں سے غلہ برباد ہو جائے تو ان کو ضامن بنایا جائے گا۔ یہ بھی سد ذریعہ کی وجہ سے ہے۔

"وکذلک اختلف فی النظر إلی النساء هل یحرم لأنه یؤدی إلی الزنا أولایحرم ؟ والحکم بالعلم هل یحرم لأنه وسیلة للقضاء بالباطل من القضاة السوء أولایحرم؟ وکذلک اختلف فی تضمین الصناع لأنهم یؤثرون فی السلع بصنعتهم فتتغیر السلع، فلایعرفها ربها إذا بیعت فیضمنون سدا لذریعة الأخذ أم لا یضمنون لأنهم أجراء، وأصل الإجارة علی الأمانة قولان؟ وکذلک تضمین حملة الطعام لئلا تمتد أیدیهم إلیه وهو کثیر فی المسائل، فنحن قلنا: بسدّ هذه الذرائع ولم یقل بها الشافعی" (الفروق للقرافی، الفرق الثامن والخمسون ۲/۶۰)۔

فقہ حنفی میں سد ذریعہ کا حکم:

دوسرے مسالک کی طرح سد ذریعہ کی پہلی قسم فقہ حنفی میں بھی معتبر ہے، سد ذریعہ کی تیسری قسم کے معتبر ہونے یا غیر معتبر ہونے کی صراحت فقہ حنفی کی کتابوں میں نہیں ملتی ہے، لیکن امام قرافی لکھتے ہیں:

"ووافقنا أبو حنیفة و ابن حنبل فی سد ذرائع بیوع الآجال التی هی صورة النزاع ، وإن خالفنا فی تفصیل بعضها، وقال أبوحنیفة: یمتنع بیع السلعة من أب البائع بما تمتنع به من البائع" (الفروق ۲/۴۳۹)۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بیوع آجال جو سد ذریعہ کی تیسری قسم ہے، مالکیہ اور حنابلہ کے ساتھ احناف بھی سد ذریعہ کے وجہ سے ان کی حرمت کے قائل ہیں۔

اس کے علاوہ مسائل پر غور کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء احناف نے بھی بہت سارے مسائل میں سد ذرائع کا اعتبار کیا ہے اور متعدد مسائل میں اس قاعدہ پر عمل کیا ہے۔ کہیں حرام کا وسیلہ، کہیں مفضی إلی الحرام، کہیں مؤدی إلی الحرام سے اس کو تعبیر کیا ہے۔ ہم ذیل میں احناف کی کتب فقہ سے اس کی مثالیں پیش کرتے ہیں:

(۱) اگر کسی شخص نے دوسرے کو شراب پینے یا میتہ کھانے یا اسی طرح کے کسی کام پر مجبور کیا اس طور پر کہ نہ کرنے کی صورت میں جان سے مارنے کی دھمکی دی اور دوسرے شخص کو ظن غالب ہے کہ واقعی وہ ہلاک کردے گا تو اس صورت میں اس کام کو کرکے اپنی جان بچانا واجب ہے اور اس کو نہ کرنا حرام ہے۔ اگر اس کام کو نہیں کیا اور جان چلی گئی تو گنہگار ہوگا۔ یہ اکراہ علی المعاصی کی ایک قسم ہے۔ اس میں مکرہ علیہ کا ارتکاب کرکے جان بچانا ضروری ہے؛ کیونکہ اکراہ کی وجہ سے شراب یا میتہ کی حرمت ختم ہو جاتی ہے، ان کی حیثیت شئی مباح کی ہو جاتی ہے اور اتلاف نفس یعنی جان دینا حرام ہے۔ اگر کسی مباح

کام کوترک کرنے کی وجہ سے جان جارہی ہوتو اس مباح کام کا ترک مباح نہیں رہے گا حرام ہوجائے گا؛ کیونکہ یہ حرام تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔فقہاء کرام لکھتے ہیں:"إن المباح إنما يجوز تركه والاتيان به إذا لم يترتب عليه محرم، وههنا قد ترتب عليه قتل النفس المحرم فصار الترک حراماً، لأن ما أفضى إلى الحرام حرام"(العنایۃ شرح الھدایۃ: کتاب الاکراہ،البحرالرائق: کتاب الاکراہ)۔

(۲) معذوروں کے لئے جمعہ کے روز شہر میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے؛ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دوسرے غیر معذور حضرات بھی جماعت ہوتے دیکھ کر جمعہ چھوڑ کر ان کے ساتھ ظہر پڑھنے لگیں اور یہ جماعت ان کے جمعہ چھوڑنے کا ذریعہ بن جائے۔اس لئے اس جماعت کو فقہاء کرام مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں؛ کیونکہ ترک جمعہ حرام ہے اور یہ جماعت ترک جمعہ کا ذریعہ بن رہی ہے۔لکھتے ہیں:

وكره للمعذور والمسجون أداء الظهر بجماعة فى المصر لأن المعذور قد يقتدى به غيره فيؤدى الى تركها... وظاهر كلامهم أن الكراهة فى مسألة الكتاب تحريمية لأن الجماعة مؤدية إلى الحرام ومأأدى إليه فهو مكروه تحريما"(البحرالرائق،شروط وجوب الجمعۃ)۔

(۳) جوان خواتین کو نماز کی جماعت کے لئے مسجد جانے کی اجازت نہیں ہے؛ کیونکہ حضرت عمرؓ نے اس سے منع فرمایا ہے،اوراس وجہ سے بھی کہ فتنہ حرام ہے اوران کا جماعت کے لئے جانا فتنہ کا سبب وذریعہ ہے،اور جو چیز حرام تک پہنچنے کا ذریعہ ہووہ حرام ہوتی ہے۔

"لايباح للشواب منهن الخروج إلى الجماعات بدليل ما روى عن عمرؓ أنه نهى الشواب عن الخروج ، ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة ، والفتنة حرام ، وما أدّى إلى الحرام حرام"(بدائع، بیان من یصلح للامامۃ)۔

(۴) جس طرح دو بہنوں سے ملک یمین میں وطی جائز نہیں ہے اسی طرح ان سے لمس وتقبیل بھی جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ وطی کے دواعی ہیں اور جب ان سے وطی حرام ہے تو دواعی وطی بھی حرام ہیں۔

"وكما لا يجوز الجمع بينهما بالوطىء لايجوز فى الدواعى من اللمس والتقبيل والنظر إلى الفرج عن شهوة لأن الدواعى إلى الحرام حرام "(بدائع: جمع فی الوطی بملک الیمین)۔

(۵) کسی کافر سے مسلمان خاتون کا نکاح حرام ہے؛ کیونکہ بیوی شوہر کے تابع ہوتی ہے اور شوہر کافر ہے تو بیوی بھی شادی کے بعد کفر کی طرف جاسکتی ہے؛اس لئے یہ شادی کفر کی طرف جانے کا ذریعہ اور سبب داعی ہے اور حرام کا ذریعہ

حرام ہوتا ہے۔

"**فان نکاح الکافر المسلمة سبباً داعياً إلى الحرام فكان حراماً**" (بدائع، کتاب النکاح، اسلام الرجل إذا کانت المرأۃ مسلمۃ)۔

(۶) باندی کے استبراء سے قبل اس سے وطی حرام ہے، اسی طرح دواعی وطی لمس وتقبیل بھی حرام ہے؛ کیونکہ لمس وتقبیل وطی کی طرف جانے کا ذریعہ ہیں۔ جب وطی حرام ہے تو اس کا وسیلہ بھی حرام ہے۔

"**لأن الاستمتاع بالدواعي وسيلة إلى القربان، والوسيلة إلى الحرام حرام**" (بدائع: کتاب الاستحسان)۔

(۷) ذی رحم محرم (قریبی رشتہ دار جو محرم بھی ہو جیسے بھائی، بہن وغیرہ) کے چوری کرنے پر اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؛ کیونکہ چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹنا قطع رحمی ہے اور قطع رحمی حرام ہے تو ہاتھ کاٹنا جو قطع رحمی کا ذریعہ ہے یہ بھی جائز نہیں ہوگا۔

"**ولاقطع على من سرق من ذى رحم محرم عندنا ... ولأن القطع بسبب السرقة فعل يفضى إلى قطع الرحم وذلک حرام، والمفضى إلى الحرام حرام**" (بدائع: کتاب السرقۃ)۔

فقہ شافعی میں سد ذریعہ:

شافعی مسلک میں سد ذریعہ کی صرف پہلی قسم معتبر ہے۔ تیسری قسم جو زیر بحث ہے اور محل نزاع ہے اس کی تردید کی جاتی ہے؛ لیکن فقہ شافعی میں بعض صورتیں ایسی ملتی ہیں جن میں سد ذریعہ کی وجہ سے حرمت یا کراہت کا حکم لگایا گیا ہے۔ مثلاً جس کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ شراب بناتا ہے اس سے عصیر فروخت کرنا، جو نبیذ بناتا ہو اس سے کھجور فروخت کرنا، اور جو اسلحہ کا ناجائز استعمال کرتا ہو اس سے اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے۔ ایک قول اس کے حرام ہونے کا بھی ہے۔ اسی طرح وہ تمام تصرف جو معصیت تک پہنچاتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔

"**قال أصحابنا: يكره بيع العصير لمن عرف باتخاذ الخمر، والتمر لمن عرف باتخاذ النبيذ، والسلاح لمن عرف بالعصيان بالسلاح ... وكذا كل تصرف يفضى إلى معصية**" (المجموع شرح المھذب: باب ما نھی عنہ من بیع)۔

فقہ حنبلی میں سد ذریعہ:

مالکی مسلک کے بعد حنبلی مسلک میں بھی سد ذریعہ کی تیسری قسم معتبر ہے؛ چنانچہ بیوع آجال جس طرح مالکیہ کے نزدیک حرام ہے حنابلہ کے نزدیک بھی حرام ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی تحریر کرتے ہیں:

(۱)"من باع سلعة بثمن مؤجل ثم اشتراها بأقل منه نقداً لم يجز"(المغنی ۴/۲۵۶)۔

(۲) فقہ حنبلی میں حالت احرام میں نکاح حرام ہے، حالت احرام میں خِطبہ یعنی نکاح کا پیغام دینا بھی حرام ہے؛ کیونکہ یہ حرام (احرام میں نکاح) کا سبب وذریعہ ہے۔ جیسے حالت احرام میں شکار کرنا منع ہے تو اس کے ذریعہ ہونے کی وجہ سے شکار کی طرف اشارہ کرنا بھی حرام ہے۔

"وتكره الخطبة للمحرم ... ولأنه تسبب الى الحرام فأشبه الاشارة الى الصيد"(المغنی، فصل تکرہ الخطبۃ للمحرم)۔

(۳) اعتکاف کی حالت میں وطی حرام ہے تو اس کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے دواعی وطی بھی حرام ہے۔

"ولأنه لايأمن إفضائها الى فساد الاعتكاف وما أفضى إلى الحرام حرام"(الشرح الکبیر لابن قدامۃ ۳/۱۴۵)۔

(۴) حالت احرام میں شکار کرنا حرام ہے تو اس کی دلالت واشارہ اور اس کی اعانت بھی شکار کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

"و يحرم عليه أى على المحرم الدلالة عليه أى الصيد والاشارة والاعانة ...لأنه وسيلة إلى الحرام فكان حراماً كسائر الوسائل"(کشاف القناع للبہوتی، فصل قتل صید البر المأکول)۔

۶-بعض اہل اصول کے نزدیک فتح ذرائع:

عام طور سے فتح ذرائع کی بحث فقہاء کی کتابوں میں اس نام سے نہیں ملتی؛ البتہ امام قرافی نے اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے۔ ذیل میں اس کی کچھ وضاحت کی جاتی ہے:

موسوعہ فقہیہ میں فتح ذرائع کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے:"المراد بفتح الذرائع تيسير السبل إلى مصالح البشر"(الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/۲۸۱) (فتح ذرائع سے مراد انسانی مصالح حاصل کرنے کے راستوں کو آسان بنانا ہے)۔

امام قرافی فتح ذرائع کے ذکر میں لکھتے ہیں:"قد تكون وسيلة المحرم غير محرمة إذا أفضت إلى مصلحة راجحة"(الفروق ۲/۶۲) (کبھی حرام کام کا وسیلہ وذریعہ حرام نہیں ہوتا ہے جب اس سے مصلحت راجحہ حاصل ہورہی ہو)۔

اس سے فتح ذرائع کا مفہوم واضح ہوتا ہے کہ اصلاً وہ فعل حرام کا ذریعہ ہے مگر کوئی دوسری بڑی مصلحت اور بڑا فائدہ اس سے حاصل ہورہا ہو تو حرام کے وسیلہ ہونے کے باوجود وہ جائز ہوگا۔

اس کے دلائل قرآن وحدیث سے یہ ہیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کی گفتگو اللہ تعالی نقل فرماتا ہے:"قال: اجعلنی علی خزائن الأرض إنّی حفیظ علیم"(یوسف)(حضرت یوسفؑ مصر کے بادشاہ سے کہتے ہیں کہ مجھے خزانے کا ذمہ دار بنادیجئے میں حفیظ وعلیم ہوں)۔

پہلی چیز یہ کہ خود سے کوئی عہدہ طلب کرنا جائز نہیں ہے، یہ دوسرے محرمات کا ذریعہ بنتا ہے، اور دوسری چیز یہ ہے کہ خود سے اپنی تعریف کرنا بھی جائز نہیں ہے، قرآن میں ہے:"ولاتزکّوا أنفسکم"، لیکن حضرت یوسفؑ نے زیادہ بڑی مصلحت عوام الناس کا فائدہ اوران کی ضروریات کی تکمیل کو دیکھا تو خود سے عہدہ طلب کیا اور اپنی صفت خود بیان فرمائی۔

حدیث میں جھوٹ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد منقول ہے:

"عن أسماء بنت یزید قالت: قال رسول الله ﷺ: لایحل الکذب إلا فی ثلاث، یحدث الرجل امرأته لیرضیها، والکذب فی الحرب، والکذب لیصلح بین الناس"(ترمذی، باب ماجاء فی اصلاح ذات البین)(حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ جھوٹ بولنے کی اجازت صرف تین صورتوں میں ہے: کوئی شخص اپنی بیوی کو خوش کرنے کے لئے غلط بیانی کرے۔ میدان جنگ میں جھوٹ بولنا (جس سے دشمنوں کو شکست ہو)۔ لوگوں کے درمیان اصلاح کی نیت سے غلط بیانی کرنا)۔

جھوٹ حرام ہے؛ کیونکہ وہ بہت سے مفاسد کا ذریعہ ہے مگر جھوٹ بولنے سے بڑی مصلحت حاصل ہو رہی ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے۔

امام قرافی نے فتح ذرائع کی متعدد مثالیں دی ہیں:

(۱) پہلی مثال یہ ہے کہ مسلم قیدیوں کو چھڑانے کے لئے کفار کو مال دینا یعنی مسلم قیدیوں کا زرفدیہ ادا کرنا۔ اصل یہ ہے کہ کفار کو مال دینا حرام ہے؛ کیونکہ وہ اس کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے؛ لیکن مسلمان قیدیوں کو چھڑانا زیادہ ضروری ہے، اس لئے مصلحت راجحہ پر مبنی ہونے کی وجہ سے اس کی اجازت ہے۔

(۲) دوسری مثال یہ ہے کہ کسی شخص کو کسی عورت سے زنا کرنے سے روکنے کے لئے مال دینا۔ اس کو مال دینا بہت سے مفاسد کا ذریعہ ہے مگر عورت کی زنا سے حفاظت زیادہ اہم ہے۔

(۳) ایک مفسد شخص جو جان لینے پر آمادہ ہے اس کو مال دے کر اپنی جان بچانا۔ یہ بھی مصلحت راجحہ کے لئے وسیلہ مفاسد کا ارتکاب ہے۔ امام قرافی ان مثالوں کو پیش کر کے فرماتے ہیں:

"فهذه الصور کلها الدفع وسیلة إلی المعصیة بأکل المال ومع ذلک فهومأمور به لرجحان مایحصل من المصلحة علی هذه المفسدة"(الفروق ۲/۶۲)۔

سد ذرائع

مفتی محمد عثمان بستوی☆

سد ذرائع کی ضرورت:

دین اسلام ایک کامل و مکمل مذہب ہے، جس میں کسی قسم کا کوئی نقص وعیب نہیں اور قیامت تک درپیش مسائل وحوادث کا حل بھی اسی میں موجود ہے، جس کا اعلان حضورﷺ کے ذریعہ اللہ پاک نے حجۃ الوداع کے موقع پر "**الیوم أکملت لکم دینکم**......**الخ**" (الآیۃ) کے الفاظ میں کردیا تھا، اور مسائل کے حل کے لئے حضرات فقہاء نے کچھ اصول وضوابط مقرر کئے ہیں جن کی روشنی میں ہر نئے پیش آمدہ مسئلہ کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے، ان اصول وضوابط کو اصطلاح میں اصول فقہ کا نام دیا جاتا ہے، اور اصول فقہ کے بعض بنیادی مأخذ ہیں، اور بعض ضمنی مأخذ کی حیثیت رکھتے ہیں، انہیں ضمنی مأخذ میں سد ذرائع بھی شامل ہے، جس کا تمام فقہاء نے فی الجملہ اعتبار کیا ہے؛ کیونکہ انسان کو جن احکام شرعیہ کا مکلّف بنایا گیا ہے ان کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ۱-مقاصد، ۲-وسائل وذرائع۔

مقاصد:

مقاصد کا مطلب یہ ہے کہ احکام شرعیہ بذات خود مصالح یا مفاسد پر مشتمل ہوں، وہ کسی غیر کا نتیجہ نہ ہوں یعنی ان میں مصلحت اور مفسدہ کسی غیر کی وجہ سے نہ آئی ہو، بلکہ اس حکم کی ذات میں مصلحت اور مفسدہ خود موجود ہو، جس کو اصول فقہ کی اصطلاح کے مطابق حسن لعینہ وقبیح لعینہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

"**إن موارد الأحكام قسمان: مقاصد، وهي الأمور المكونة للمصالح والمفاسد في أنفسها أي التي هي في ذاتها مصالح أو مفاسد**" (اصول الفقہ: الإمام ابوزہرہ/ ۲۶۰)، "**وموارد الاحكام على قسمين: مقاصد وهي المتضمنة للمصالح والمفاسد في أنفسها**" (اصول الفقہ: وہبہ زحیلیؒ ص ۱۷۴)۔

وسائل اور ذرائع:

دوسری قسم وسائل اور ذرائع کی ہے، جو مقاصد تک رسائی اور پہنچنے کا ذریعہ بنتے ہیں، یہ تحلیل اور تحریم میں اپنے

☆　ریاض العلوم گورینی، جونپور یوپی۔

مقصد کے تابع ہوتے ہیں، یعنی اگر مقصد میں حسن ہے تو ان کے ذرائع میں بھی حسن پایا جائے گا، اور اگر مقاصد میں قبح ہے تو ان کے ذرائع میں بھی قبح پایا جائے گا، اور ذرائع کا مقاصد سے جتنا گہرا ربط اور تعلق ہوگا اسی کے بقدر ذرائع میں حسن و قبح ہوگا، اور جتنا کمزور تعلق ہوگا اتنا ہی ان میں حسن وقبح کم پایا جائے گا۔

"ووسائل وهي الطرق المفضية إليها وحكمها حكم ما أفضت إليه من تحليل أو تحريم غير أنها أخفض رتبة من المقاصد في حكمها" (اصول الفقہ: الامام ابوزہرہ/ص ۲۶۰)۔

بہر حال وسائل وذرائع کی مشروعیت مقاصد کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے؛ چنانچہ شریعت مطہرہ نے پانچ چیزوں کو اہم المقاصد قرار دیا ہے:

۱-حفاظت دین: شریعت مقدسہ نے دین وایمان کی حفاظت کو سب سے اہم قرار دیا، جس کی حفاظت کے لئے جہاد کا حکم نازل ہوا، اور کفر وشرک تک پہنچانے والے تمام اسباب وذرائع کو حرام قرار دیا گیا، مثلاً قبروں پر مساجد بنانے اور اس کو پختہ کرنے اور اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے ممانعت کر کے دین وایمان کی حفاظت کا بندوبست کیا گیا، غرضیکہ شرک وبت پرستی کا سبب اور ذریعہ بن سکنے والے ادنی سے ادنی امور کو حرام کر کے دین وایمان کو محفوظ کیا گیا۔

۲-حفاظت نفس: نفس وجان کی حفاظت بھی اہم المقاصد میں سے ہے، اس کی حفاظت کے لئے قصاص کو مشروع کیا گیا، اور آپسی خونریزی اور قتل وغارت گری کا سدباب کیا گیا۔

۳-حفاظت عقل: یہ بھی شریعت میں مطلوب اور مقصود ہے، اسی لئے عقل کو مغلوب ومحجوب کر دینے والی نشیلی اشیاء کو حرام قرار دیا گیا۔

۴-حفاظت مال: یہ بھی شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے جس کی حفاظت کے لئے حد سرقہ کا حکم نازل ہوا، نیز مال کی حفاظت میں قتل کئے جانے والے کو شہادت جیسے مرتبے پر فائز کیا گیا۔

۵-حفاظت نسل وحفاظتِ عرض: یہ بھی شریعت کے اہم مقاصد میں سے ہے، جس کی حفاظت کے لئے حد زنا، حد قذف کی مشروعیت ہوئی، اور دواعی زنا تک کو حرام قرار دیا گیا۔

تفصیل مذکور سے معلوم ہوا کہ مقاصد کے جو ذرائع اور وسائل ہوتے ہیں وہ بھی مقاصد کی حفاظت کے لئے مطلوب ومقصود بن جاتے ہیں، **"كمصلحة حفظ النفوس في تشريع القصاص، ومصلحة حفظ العقل في تحريم الخمر، ومصلحة حفظ النسل في تحريم الزنا وقد سدت الشريعة في أحكامها كل وسيلة مفضية إلى الزنا أو إزهاق النفوس أو شرب الخمور احتياطاً وتاكيداً على حفظ المقاصد الشرعية**

الكبرى" (حاشیۃ قاعدۃ سد الذرائع ص ۱۶۰)۔

سدوسائل امت محمد یہ کی خصوصیت:

حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضور ﷺ تک جتنے انبیاء ورسل آئے سب کی شریعت میں معاصی وفواحش حرام تھے، لیکن اس کے اسباب اور وسائل پر کوئی پابندی نہ تھی؛ البتہ شریعت محمدیہ ﷺ میں معاصی وفواحش کے اسباب ووسائل پر بھی پابندی لگادی گئی، چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں وسائل اور ذرائع کی ممانعت کا تذکرہ ہے، مثلاً غض بصر اور استیذ ان وغیرہ جیسے احکام سد ذرائع کے طور پر ہی دئے گئے ہیں۔

"اعلم أن أصل الفواحش والمعاصي حرام في جميع الشرائع من لدن عهد آدم عليه السلام إلى عهد سيد الأنبياء وخاتمهم ﷺ، بل في عامة الأحزاب الذين ينتمون إلى مذهب وملة يدينون بحرمة الفواحش، ومن خصوصيات شريعة سيدنا ونبينا ﷺ أنه حرام فيها دواعي الفواحش وذرائعها أيضا" (احکام القرآن للتھانوی ۳/ ۴۷۸-۴۷۹)۔

سدّ وسائل میں اعتدال:

اسباب ووسائل کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، اکثر وبیشتر چیزیں گرچہ بالواسطہ ہی سہی کسی نہ کسی امر غیر مشروع کا سبب بن ہی جاتی ہیں، اس لئے اگر ہر قسم کے اسباب ووسائل پر بندش لگادی جائے تو امت حرج عظیم میں مبتلا ہوجائے گی، حالانکہ دین اسلام میں حرج ومشقت کو ختم کردیا گیا ہے، اور یسر وسہولت کی راہ نکالی گئی ہے، اس لئے اسباب ووسائل کی پابندی میں بھی میانہ روی سے کام لیا گیا ہے؛ چنانچہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں: "ولا يخفى أن سلسلة الأسباب والذرائع غير منقطع ولا محدود، فلو منع عن تلبس أسباب المعاصي وذرائعها بعمومها لاتسعت دائرة النهي عامة المباحات والمعاشيات، وضاقت عليهم الأرض بما رحبت، ولوأطلق العقاقل وأبيحت لهم جملة الأسباب والذرائع للمعاصي لكان الاجتناب عن المعاصي من جملة القضايا الفريضة، وكانت فتنة في الأرض وفساد كبير، وكانت هذه الأمة الأمية جبلت في جميع أمورها على التوسط والاعتدال فاختارت الشريعة المصطفوية في أمر سد الذرائع أيضا صراطاً مستقيما ومنهجاً قويماً" (احکام القرآن للتھانوی ۳/ ۴۷۸، ۴۷۹)۔

(یعنی یہ بات بھی مخفی نہیں کہ اسباب وذرائع کا ایک لامتناہی اور غیر منقطع سلسلہ ہے، جس میں اگر میانہ روی سے کام نہ لیا جائے تو حرج کا باعث ہوگا جو "وما جعل عليكم في الدين من حرج" کے منافی ہے، کیونکہ اگر اسباب معاصی

پر بالعموم روک لگا دی جائے تو عام مباحات کے مقابلے میں نہی کا دائرہ زیادہ وسیع ہوجائے گا، اور زمین باوجود کشادگی کے لوگوں پر تنگ ہوجائے گی، اور ہر ذریعہ اور وسیلہ میں ممانعت کا پہلو ہی نظر آئے گا، جس سے ایک حرج عظیم پیدا ہوجائے گا، اور اس کے برعکس اگر تمام اسباب وذرائع معاصی کو بھی من جملہ مباح قرار دیا جائے تو معاصی سے اجتناب دشوار اور دوبھر ہوجائے گا، جس سے زمین میں فساد عظیم برپا ہوجائے گا، حالانکہ اس امت کو تمام امور میں اعتدال اور توسط پر پیدا کیا گیا ہے، اور قرآن مجید میں بھی اس امت کو "أمةً وسطاً" کے لقب سے نوازا گیا ہے، اسی بنا پر شریعت محمدیہ ﷺ نے سد ذرائع کے سلسلے میں درمیانی راستے کو اختیار کیا ہے)۔

سدّ وسائل کی حکمت:

اللہ پاک نے شریعت محمدیہ ﷺ اور اس کے متبعین کی ایک جماعت کو قیامت تک باقی رکھنے کی ذمہ داری لی ہے، اور اس مقصد میں کامیابی اسی وقت ممکن ہے جبکہ معاصی وفواحش اور ان کے اسباب ووسائل پر پابندی ہو؛ کیونکہ معاصی اور فواحش سے اجتناب ذرائع اور اسباب پر پابندی کے بغیر ممکن نہیں، چنانچہ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اگر معاصی اور محرمات سے اللہ تعالی روک دیتا اور ان کے وسائل اور ذرائع پر پابندی نہ لگاتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوتا کہ ایک طرف معاصی سے تو روکا گیا لیکن دوسری طرف معاصی پر آمادہ کرنیوالی چیزوں کو بحال رکھا گیا، اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے بار بار معصیت کا ارتکاب ہوتا جو اللہ تعالی کی حکمت کاملہ اور اس کے ہمہ گیر علم کے بالکل منافی تھا، اس لئے اللہ تعالی نے اصل کے ساتھ ذرائع کو بھی حرام قرار دیا، اسی بناء پر جب شرب خمر کو حرام کیا گیا تو اس کی بیع وشراء کو بھی حرام کردیا گیا، اور جب شرک وظلم کو جرم عظیم قرار دیا گیا تو اس کے تمام ذرائع کو بھی ناجائز کردیا گیا، تصویر کشی، طلوع وغروب کے وقت نماز کی ممانعت اسی بناء پر کی گئی ہے، حاصل یہ کہ اگر محرمات کے ساتھ ساتھ اسباب اور وسائل پر بھی پابندی نہ لگائی گئی ہوتی تو محرمات سے اجتناب اور تحفظ کا حکم بے معنی اور بے اثر ہوکر رہ جاتا۔

"فإذا حرم الرب تعالى شيئا وله طرق ووسائل تفضي إليه فإنه يحرّمها ويمنع منها تحقيقا لتحريمه وتثبيتا له ومنعا أن يقرب حماه، ولو أباح الوسائل والذرائع المفضية إليه لكان ذلك نقضا للتحريم وإغراء للنفوس به وحكمته تعالى وعلمه يأبى ذلك كل الإباء" (اعلام الموقعین ۳/۱۳۵)۔

سد ذرائع کی اہمیت:

علامہ ابن قیمؒ نے سد ذرائع کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ احکام شرعیہ کا چوتھائی حصہ ہے؛ کیونکہ احکام شرعیہ یا تو مامورات کے قبیل سے ہوں گے یا تو منہیات کے قبیل سے، اگر مامورات کے قبیل سے ہیں تو اس کی دو قسمیں

ہیں:۱-مقصود ذاتی،۲-مقصود کے وسائل اور ذرائع ، یہ بحیثیت ذرائع مامورات میں داخل ہیں۔ اسی طرح سے منہی عنہ کی بھی دو قسمیں ہیں:۱-جس میں مفسدہ ذاتی ہو،۲-جو مفسدہ کا وسیلہ اور ذریعہ ہو، جو مفسدہ کا وسیلہ اور ذریعہ بنے شریعت نے اس پر روک لگا دی ہے اور اسی کو سد ذرائع سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی طرح سے سد ذرائع احکام شرعیہ کا چوتھائی حصہ ہوتا نظر آرہا ہے، اور سد ذریعہ کی طرح سے فتح ذریعہ بھی دین کا چوتھائی حصہ بن رہا ہے؛ کیونکہ جو مقاصد کے وسائل اور ذرائع ہوتے ہیں، وہ اس کے تابع ہو کر مطلوب بن جاتے ہیں، تو حاصل یہ نکلا کہ سد ذریعہ اور فتح ذریعہ دونوں مل کر ابن قیمؒ کی تفسیر کے مطابق احکام شرعیہ کا نصف حصہ ہو رہے ہیں۔

”وباب سد الذرائع أحد أرباع التكليف، فإنه أمر ونهي، والأمرنوعان: أحدهما:مقصود لنفسه، والثاني: وسيلة إلى المقصود، والنهي نوعان: أحدهما: مايكون المنهى عنه مفسدة فى نفسه، والثاني: مايكون وسيلة إلى المفسدة، فصار سد الذرائع المفضية إلى الحرام أحد أرباع الدين“(اعلام الموقعین ۳/۱۵۹)۔

سد ذرائع کے مصادر ومآخذ:

من الکتاب:

۱-”ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم“۔

۲-”ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن“۔

۳-”يأيها الذين آمنوا ليستأذنكم الذين ملكت أيمانكم والذين لم يبلغ الحلم منكم “۔

۴-”يأيهاالذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا“۔

۵-”ولاتقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين“۔

من السنۃ:

۱-”قال رسول اللهﷺ: إذا أقرض أحدكم قرضا فأهدي إليه أوحمله على الدابة ، فلا يركبها ولا يقبله،إلا أن يكون جرى بينه وبينه قبل ذلک“ (رواہ ابن ماجہ فی سننہ، اعلام الموقعین ۳/ ۱۵۴)۔

۲-”وقال ﷺ: إن الله تعالى قد أعطى كل ذى حق حقه فلا وصية لوارث“(تحفۃ الاحوذی ۶/۳۰۹)۔

۳-”وقال النبیﷺ: لايخلونّ رجل بامرأة إلا كان ثالثهما الشيطان“ (تحفۃ الاحوذی ۶/ ۳۸۴)۔

۴-”قال النبی ﷺ: ما أسكر كثيره فقليله حرام، وفي آخره ما أسكرمنه القرق فملء الكف

منه حرام"(اعلام الموقعین ۳/۱۵۱)۔

۵-"لعن رسول الله ﷺ آکل الربا وموکله وکاتبه وشاهدیه"(رواہ ابوداؤد والترمذی)۔

"من الإجماع:

"جمع الصحابة رضوان الله تعالى عليهم أجمعين للقرآن حتى لا يضيع بموت حامله ونسخه في مصحف واحد، وإحراق ماعداه سداً لذريعة الاختلاف فيه"(سدالذرائع/۵۰۴)۔

من القياس:

"النهى عن التصريح بحقائق العلم التي تضر بالعامة قياسا على منعه لمعاذ من بشارة الناس، وفي هذا المعنى قول عليؓ: حدّثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يكذب الله ورسوله"(الاعتصام ۲/۱۴)۔

جواب ا-ذریعہ کی لغوی حقیقت:

لغت میں ذریعہ کے اصل معنی حرکت کرنے اور آگے کی طرف بڑھنے کے ہیں، اور لفظ ذریعہ کے تمام استعمالات میں یہ معنی بہرحال ملحوظ رکھا جاتا ہے، چنانچہ لغت میں ذریعہ کا استعمال عام طور سے چار معانی کے لئے کیا جاتا ہے:ا-سبب (ہر وہ چیز جو دوسرے تک پہنچنے کا وسیلہ بنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، ۲-وسیلہ (ہر وہ چیز جو کسی کے تقرب کا ذریعہ بنے) کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، ۳-ناقہ (وہ اونٹنی جس کے پیچھے چھپ کر شکاری شکار کرتا ہے) کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، ۴-حلقہ (وہ دائرہ جس پر نشانہ لگا کر تیراندازی اور نیزہ بازی وغیرہ کو سیکھا جائے) کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے، ان صورتوں میں ذریعہ کے معنی لغوی میں سے کوئی ایک بہرحال پایا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا چاروں استعمالات کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ذریعہ کے معنی میں تعدیہ یا حرکت یا انتقال کی صفت کا پایا جانا ضروری ہے؛ کیونکہ تبھی ذریعہ کے معنی لغوی کا تحقق ہوگا۔

خلاصہ: اختصار کے طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ لغت میں ذریعہ کے معنی ہر اس چیز کے ہیں جس کو بالقصد دوسری چیز تک پہنچنے کا سبب اور وسیلہ بنایا جائے، لہذا جو چیزیں بلا قصد واختیار کے ازخود کسی چیز کا سبب اور وسیلہ بن جائیں، تو ذریعہ کے لغوی معنی کا اطلاق اس پر نہیں ہوگا۔

"الذريعة: في اللغة من ذَرَعَ، وهو أصل يدلّ على الامتداد، والتحرک إلى أمام"(تاج العروس)، "استعمالاتها في اللغة ترجع إلى هذا الأصل وتدور حوله: الف-استعملت الذريعة بمعنى السبب، ب-استعملت کذلک بمعنى الوسيلة إلى الشئ، ج-استعملت کذلک بمعنى الناقة التي يستتر بها

راعی الصید،د-استعملت کذلک بمعنی الحلقة التی یتعلم علیها الرمي أو الطعن......إن معنی التعدیة أو الحرکة أو الانتقال ضروری لإثبات اسم الذریعة لأمر......وبناء علی ما تقدم نستطیع أن نوجز معنی الذریعة فی اللغة بأنها مایتخذ وسیلة إلی غیره وبقید الاتخاذ یخرج ما یؤدي عفویا إلی أمر فلا یکون ذریعة إلیه في عرف اللغة''(سدالذرائع فی الشریعۃ الإسلامیۃ لمحمد ہشام البرہانی،ص ۵۲ تا ۵۶ ملخصا)۔

حاصل:ذریعہ لغت میں ہراس چیز کو کہا جاتا ہے جس کو کسی دوسری چیز تک پہنچنے کا بالقصد وسیلہ بنایا جائے،اسی بنا پر اونٹنی اور حلقہ کو بھی ذریعہ کہا جاتا ہے؛کیونکہ اونٹنی کو شکار کے حصول کا ذریعہ اوروسیلہ بنایا جاتا ہے،اورحلقہ کو تیراندازی کی تعلیم کا سبب ووسیلہ بنایا جاتا ہے،اسی بناء پران پربھی ذریعہ کا اطلاق کیا جاتا ہے،جیسا کہ انکے استعمالات سے واضح ہے۔

سدذریعہ کی لغوی حقیقت:

نتائج اوراصل کی مضرت،منفعت،مصلحت ومفسدہ سے قطع نظراس تک رسائی کے تمام وسائل اورراستوں کو بند کردینے کا نام لغت میں سدذریعہ ہے،یابالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اصل تک رسائی سے تحفظ کے لئے اسباب ووسائل کو چھوڑ دینے یااصل اوروسائل کے درمیان قانونی،ادبی،مادی رکاوٹ پیدا کردینے کا نام سدذریعہ ہے۔

''سد الذرائع، معناه:سد الطرق والوسائل، حتی لا تؤدي إلی آثارها المقصودة، سواء أکانت محمودة أم مذمومة، صالحة أم فاسدة، ضارة أم نافعة......سد الذرائع فیها:إما ترک مباشرة الذریعة حتی لا یحصل من وجودها المقصود المتذرع إلیه، إما الحیلولة بین الذریعة ومقصودها بمانع أو قید مادي أدبي''(سدالذرائع لہشام،ص ۵۷،۶۰)۔

فتح ذریعہ کی لغوی حقیقت:

نتائج کی منفعت،مضرت وغیرہ سے قطع نظرنتائج تک رسائی والے اسباب اوروسائل کی اجازت دینے کا نام لغت میں فتح ذریعہ ہے،''معنی فتح الذرائع اللغوی، فتح الطرق والوسائل لتؤدي إلی آثارها المقصودة منها من غیر تقیید یکون هذه الآثار محمودة أم مذمومة، صالحة أو فاسدة''(سدالذرائع لہشام،ص ۵۷)۔

ذریعہ کی شرعی حقیقت:

ذریعہ پر بحث کرنے والے علماء کرام کی تفصیلی بحث دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ذریعہ کی دوقسمیں ہیں:۱-معنی اصطلاحی عام،۲-معنی اصطلاحی خاص......''حین نقرأ ما کتبه الذین تکلموا عن الذرائع من العلماء، یظهر لنا أن لها معنیین واضحین، أحدهما: عام، والآخر:خاص''(سدالذرائع لہشام،ص ۶۹)۔

ذریعہ بمعنی اصطلاحی عام کی حقیقت:

جن اسباب اور وسائل کو مکلّف اپنے اختیار سے وسائل اور نتائج کی حلت اور حرمت کا لحاظ کئے بغیر دوسرے امور تک رسائی کے لئے انجام دے تو ان اسباب اور وسائل کو اصطلاح شریعت اور فقہ میں ذریعہ اصطلاحی عام کہتے ہیں، اور ذریعہ عام کی تعریف میں مذکور قیود کے اعتبار سے درج ذیل چار شکلیں بنتی ہیں: ۱- جائز سبب اور وسیلہ ہو جائز کا، ۲- ناجائز سبب اور وسیلہ ہو ناجائز کا، ۳- جائز سبب بنے ناجائز کا، ۴- ناجائز سبب بنے جائز کا۔ مذکورہ بالا تعریف اور اقسام سد ذریعہ اور فتح ذریعہ دونوں کو شامل ہیں (سد الذرائع لہشام البرہانی ملخصاً ص ۶۹، ۷۳)۔

سد ذرائع باعتبار معنی عام:

سد ذرائع: معنی اصطلاحی عام کے اعتبار سے ان وسائل اور اسباب پر پابندی اور روک لگانے کا نام ہے جو کسی بھی شر، فساد اور منکر تک پہنچنے کا سبب بنتے ہوں۔

”سد الذرائع: معناه، منع الوسائل المؤدية إلى كل شرّ وفساد ومنكر“ (سد الذرائع لہشام ص ۶۹)۔

فتح ذرائع باعتبار معنی عام:

فتح ذرائع: معنی اصطلاحی عام کے اعتبار سے ان وسائل اور اسباب کو جو بھلائی، نیکی اور خیر تک رسائی کا سبب بنتے ہوں، اجازت دینے کا نام ہے۔

”فتح الذرائع معناه إجازة الوسائل المؤدية إلى كل خير وبر ومعروف“ (سد الذرائع ہشام ص ۶۹)۔

ذریعہ بمعنی اصطلاحی خاص کی حقیقت:

معنی اصطلاحی خاص کے اعتبار سے ذریعہ: ہر ایسے جائز امور کو کہتے ہیں، جو کسی ناجائز امر تک رسائی کا سبب اور وسیلہ بنیں، یا ناجائز امر کا وسیلہ بننے کا قوی اندیشہ ہو۔

”وعلى ضوء ماتقدم......نستطيع أن نعرف الذريعة، بالمعنى الخاص بأنها: عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه، قويت التهمة في أدائه، إلى فعل محظور“ (سد الذرائع لہشام ص ۸۰)۔

ذریعہ اصطلاحی خاص کی تعریفات میں علماء کے الفاظ مختلف ہیں، چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں: ”الذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه يخاف من ارتكابه الوقوع في ممنوع“ (احکام القرآن ۲/ ۴۰)۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ”الذريعة الفعل الذى ظاهره أنه مباح وهو وسيلة إلى فعل محرم“ (الفتاوی الکبری ۳/ ۱۳۹)۔

قاضی عبد الوہاب فرماتے ہیں:"الذرائع هى الأمر الذى ظاهره الجواز، إذا قويت التهمة في التطرق به إلى الممنوع"(الإشراف ۱/۲۷۵)۔

علامہ باجی فرماتے ہیں:"الذرائع هى المسألة التي ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل المحظور" (کتاب الإشارات علی ہامش السنوسی)۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں:"الذرائع هى الأشياء التي ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل المحظور"(المقدمات ۲/۱۹۸)۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں:"حقيقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة"(الموافقات للشاطبی ۴/۱۹۸)۔

قیود متفقہ:

ذریعہ بمعنی خاص کی تعریفات میں حضرات علماء کی تعبیرات مختلف ضرور ہیں، لیکن دو چیزیں متفق علیہ ہیں: ۱-وسیلہ اور سبب بذات خود مباح ہو، ۲-نتیجہ اور اصل ممنوع اور ناجائز ہوں، لہٰذا اگر وسیلہ اور ذریعہ بذات خود مباح نہ ہو بلکہ وہ ممنوع اور ناجائز ہو تو اس کو اصطلاحاً ذریعہ نہیں کہیں گے، اسی طرح نتیجہ اور اصل اگر ممنوع نہ ہو تو اس کو بھی اصطلاح میں ذریعہ نہیں کہا جائے گا؛ بلکہ ان کو سبب سے تعبیر کیا جائے گا۔

"ويلاحظ على هذه التعريفات اتفاقها على كون المتوسل إليه ممنوعا وإن اختلفت عباراتهم وكذلك الاتفاق على كون الوسيلة مباحة"(قاعدة سد الذرائع ص ۱۶۵)۔

"ونستطيع أن نقول هنا إن العلماء متفقون، على أن الوسيلة لا تكون ذريعة بالمعنى الخاص، إلا إذا كانت مباحة، جائزة، متضمنة لمصلحة، فالوسيلة المحظورة الممنوعة ليست ذريعة في هذا المعنى"(سد الذرائع لمحمد ہشام ص ۷۸)۔

"وكون المتوسل إليه(محظورا) شرط ضروري، لإعطاء الذريعة في الاصطلاح الخاص، معناها الحقيقى، وبذلك تخرج الذريعة التي توصل إلى أمر جائز أو مطلوب"(سد الذرائع لہشام ص ۸۱)۔

"فإن كان ذلك الفساد فعل محظور، سميت ذريعة وإلا سميت سببا ومقتضيا" (سد الذرائع لمحمد ہشام ص ۷۶)۔

سد ذرائع باعتبار معنی خاص:

معنی اصطلاحی خاص کے اعتبار سے ناجائز اور حرام امور سے بالکلیہ احتراز کے لئے ان تک رسائی کا سبب بننے

والے جائز اور مباح اسباب کو بھی روک دینے کا نام اصطلاح میں سد ذریعہ ہے، "**بناء علی ما عرفنا من معنی الذریعة الخاص فإن سد الذرائع یعنی حسم وسائل الفساد، یعنی منع الجائز لأنه یؤدی إلی المحظور یحسم أخذ مصدر للفساد**" (سد الذرائع لہشام ۸۱)۔

فتح ذرائع باعتبار معنی خاص:

معنی اصطلاحی خاص کے اعتبار سے نتیجہ تک لے جانے والے اسباب ووسائل کو بغیر ممانعت کے اپنی حالت پر چھوڑ دینے کا نام فتح ذریعہ ہے، دوسرے الفاظ میں اس کی تعبیر اس طرح کی جاسکتی ہے، جائز اسباب کا کچھ صورتوں میں ناجائز تک متعدی ہونے اور اس کا سبب بننے کے باوجود اصل جواز کو باقی رکھنے کا نام فتح ذریعہ ہے۔

"**وأما في الاصطلاح الشرعي الخاص، ففتح الذرائع یعني الحکم بجواز کل وسیلة ثبت جوازها شرعا، ولو أدت إلی مفسدة فی بعض الصور......وفتح الذرائع، بناء علی هذا المعنی، یعني ترک الوسیلة لتؤدي إلی نتیجتها من غیر منع**" (سد الذرائع لمحمد ہشام ۸۲، ۹۹)۔

تحریم وسائل:

تحریم وسائل اور سد ذرائع دونوں درحقیقت ایک ہیں، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے؛ البتہ بعض شوافع ان اسباب اور وسائل کو جن کا نتائج تک متعدی ہونا یقینی ہو، اور نتیجہ اور سبب میں تخلف نہ ہو تو اس کو تحریم وسائل سے تعبیر کرتے ہیں (التفصیل فی سد الذرائع لہشام ۹۵)۔

خلاصہ بحث:

ذریعہ کے معنی لغوی اور اصطلاحی سے متعلق جو تفصیلی بحث کی گئی ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے: "**بعد عرض معاني الذریعة في اللغة وفي الاصطلاحین الشرعیین نستخلص الملاحظات التالیة**" (سد الذرائع لہشام ۹۷)۔

۱- ذریعہ کے معنی لغوی واصطلاحی کے اعتبار سے تمام قسموں میں کل تین ارکان پائے جاتے ہیں: ۱- سبب، ۲- مسبب، ۳- تعدیہ، یعنی سبب، مسبب تک متعدی ہوتا ہے، اور وسیلہ نتیجے تک مفضی ہوتا ہے۔

۲- ذریعہ میں معنی لغوی اور معنی اصطلاحی عام کے اعتبار سے عموم ہوتا ہے، خواہ وہ فعل ہو یا کوئی چیز ہو، یا کوئی صفت ہو، سب کی تعبیر ذریعہ سے ہوگی، البتہ معنی اصطلاحی خاص میں سبب اور نتیجہ دونوں کا فاعل کے فعل سے وجود میں آنا اور اس کے اختیار میں ہونا ضروری ہے۔

۳- ذریعہ کے معنی لغوی میں سبب کے مسبب تک پہنچے میں قصد وارادہ کا پایا جانا لازم ہے؛ البتہ دونوں معنی اصطلاحی میں قصد وارادہ لازم نہیں۔

۴-معنی لغوی اور معنی اصطلاحی عام کے اعتبار سے ذریعہ مفید ومضر، صلاح وفساد کی قید سے مقید نہیں ہے بلکہ مطلق ہے؛ البتہ اصطلاح شرعی خاص میں ذریعہ کا شرعاً جائز ہونا لازم وضروری ہے۔

۵-ذریعہ کا معنی لغوی اور معنی اصطلاحی عام میں نتیجہ، نفع وضرر، صلاح وفساد کی قید سے مقید نہیں ہے؛ البتہ اصطلاحی خاص میں نتیجہ کا مفسدہ کی قبیل سے ہونا شرعاً ضروری ہے۔

۶-سد ذرائع اور فتح ذرائع کا وجود، معنی لغوی اور معنی اصطلاحی کی دونوں قسموں میں متصور ہے؛ چنانچہ معنی لغوی کے اعتبار سے صلاح وفساد سے قطع نظر اسباب کی اجازت دینے کا نام فتح ذریعہ اور ممانعت کا نام سد ذریعہ ہے، اور معنی اصطلاحی عام کے اعتبار سے خیر کے اسباب کا نام فتح ذریعہ اور شر کے اسباب کا نام سد ذریعہ ہے، اور معنی اصطلاحی خاص کے اعتبار سے جائز ذرائع کو ناجائز کا سبب ہونے کی وجہ سے روک دینے کا نام سد ذریعہ ہے اور اس کی بعض صورتوں میں مفضی إلی الفساد ہونے کے باوجود نہ روکنے کا نام فتح ذریعہ ہے۔

جواب ۲-سبب اور ذریعہ کے درمیان فرق:

ماقبل کی سطور پر نظر ڈالنے سے ذریعہ اور سبب کے درمیان فرق اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سبب اور ذریعہ باعتبار اصطلاحی خاص کے درمیان نیز ذریعہ لغوی اور سبب کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، یعنی سبب عام ہے ذریعہ خاص ہے؛ کیونکہ ذریعہ لغوی میں قصد کی قید ہے اور سبب میں کوئی قید نہیں بلکہ مطلق ہے، اس لئے سبب عام ہوا اور ذریعہ خاص ہوا، اسی طرح ذریعہ اصطلاحی خاص میں سبب کے مباح ہونے اور مکلّف کے اختیار میں ہونے اور مسبب کے غیر مباح ہونے کی قید ہے، جب ان قیود ثلاثہ کا تحقق ہوگا تو ذریعہ اصطلاحی خاص ہوگا، اور سبب میں کوئی قید نہیں، وہ مباح اور غیر مباح اور اختیاری، غیر اختیاری اور مسبب اختیاری اور غیر اختیاری سب ہوسکتا ہے، تو معلوم ہوا کہ سبب عام اور ذریعہ اصطلاحی خاص ہے، سبب مطلق ہے اور ذریعہ اصطلاحی مقید ہے؛ البتہ ذریعہ اصطلاحی عام اور سبب میں ترادف نظر آتا ہے؛ کیونکہ جس طرح سے سبب میں عموم ہوتا ہے اس میں کوئی قید نہیں، اسی طرح اصطلاحی عام میں عموم ہے کوئی قید نہیں، سبب اور ذریعہ اصطلاحی خاص کے درمیان فرق مذکور علامہ ابن تیمیہؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی مشہور کتاب الفتاوی الکبری جلد ۳ میں تحریر فرمایا ہے:

"الذريعة: الفعل الذي ظاهره أنه مباح، وهو وسيلة إلى فعل محرم، أما إذا أفضت إلى فساد، ليس هو فعلا، كإفضاء شرب الخمر إلى السكر، وإفضاء الزنى إلى اختلاط المياه، أو كان الشيء نفسه فساداً، كالقتل والظلم، فهذا ليس من هذا الباب، فانا نعلم أنما حرمت الأشياء، لكونها في

نفسها فساداً، بحيث تكون ضررا، لا منفعة فيه، أولكونها مفضية إلى فساد، بحيث تكون هي في نفسها فيها منفعة وهى مفضية إلى ضرر أكثر منه فتحرم، فإن كان ذلک الفساد فعل محظور، سمّيت ذريعة، وإلا سمّيت سببا، ومقتضيا، ونحوذلک من الأسماء المشهورة" (الفتاوی الکبری، دار الباز مکۃ ۳/۲۵۷)۔

علامہ ابن تیمیہ کے مطابق سبب اور ذریعہ میں فرق:

علامہ ابن تیمیہؒ کی مذکورہ تحریر سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی فعل مباح کسی فعل حرام کا وسیلہ بنے تو اس کو ذریعہ کہیں گے، لیکن اگر کسی فعل کا وسیلہ نہ بنے بلکہ کسی وصف اور حالت کا وسیلہ بنے، جیسے شرب خمر کا سکر کے لئے وسیلہ ہونا اور زنا کا خلط نسب کا وسیلہ ہونا یہ کوئی فعل نہیں ہے، بلکہ وصف اور حالت ہے، اس کو ذریعہ نہیں کہیں گے، بلکہ سبب یا مقتضی کہیں گے، اسی طرح اگر وسیلہ بذات خود فعل مباح نہ ہو بلکہ فعل حرام ہو جیسے قتل، ظلم وغیرہ جو فساد کا وسیلہ بنتے ہیں، لیکن بذات خود حرام ہیں، ان کو بھی ذریعہ نہیں کہیں گے، بلکہ سبب اور مقتضی وغیرہ جیسے اسماء سے موسوم ہوں گے۔

جواب ۳-سد ذریعہ کے بارے میں ائمہ کے مذاہب:

سد ذریعہ کے معتبر ہونے کے بارے میں حضرات فقہاء کا درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے؛ کیونکہ سد ذریعہ کسی نہ کسی درجے میں تمام فقہاء کے نزدیک معتبر ہے، البتہ اختلاف دو چیزوں میں ہے: ۱-سد ذریعہ کو فقہی اصل اور ضابطہ وقاعدہ کا نام دینے اور نہ دینے میں ہے، چنانچہ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سد ذریعہ کو اصول، ضابطہ اور قاعدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن حضرات شوافع کے نزدیک اس کو اصل اور قاعدہ اور ضابطہ کا نام نہیں دیا جاتا، اسی طرح سے حضرات احناف کے نزدیک بھی سد ذریعہ کو اصل اور قاعدہ کے اسم سے موسوم نہیں کیا جاتا ہے، احناف اور اصول فقہ کے دوسرے مسلمہ قواعد اور ضوابط سے سد ذریعہ کو ماخوذ اور مستنبط مانتے ہیں، اور اس کو اصل نہیں مانتے ہیں، چنانچہ شوافع اور احناف کی اصولی کتابوں میں اس نام سے قواعد وضوابط مذکور نہیں۔

"يتفق العلماء على الأخذ بأصل الذرائع وإن لم يسمه بعضهم بهذا الاسم فأكثرهم أخذا بها الإمامان: مالک وأحمد، ويليهم الإمام أبوحنيفة، وأقلهم أخذا بها الإمام الشافعي، ولكن هذين الإمامين لم يعتبراه أصلا قائما بذاته، بل كان داخلا في الأصول المقررة عندهما، كالقياس والاستحسان الخفى وبه قال الإمام محمد ابوزهرة في أصول الفقه/ص ٢٦٥" (اصول الفقہ الاسلامی: وہبہ زحیلی ۲/۱۹۷)۔

الذرائع: هذا أصل من الأصول التي ذكرتها كتب المالكية، وكتب الحنابلة، أما كتب المذاهب الأخرى فإنها لم تذكرها بهذا العنوان" (اصول الفقہ لأبی زہرہ: ۲۵۹)۔

سدذریعہ کے لئے اصطلاحی اسماء:

سدذریعہ کواصل، دلیل اور قاعدہ تینوں اسماء سے موسوم کیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ اصطلاحات میں کوئی تنگی نہیں ہے؛ البتہ قاعدہ سے تعبیر کرنا اس کی حقیقت کے زیادہ قریب ہے، اور دلیل سے تعبیر کے وقت دلیل ضمنی مراد ہوگی، نہ کہ دلائل اصلیہ کتاب وسنت اور اجماع وقیاس، بہرحال سدذریعہ کی دلیل یہ کتاب وسنت، اجماع وقیاس ہی سے مستنبط ہے، توجس طرح سے دیگر قواعد مستنبطہ کوضابطہ، قاعدہ، اصل اور دلیل کے اسماء سے موسوم کیا جاتا ہے، اسی طرح سے سدذریعہ کوبھی ان اسماء سے موسوم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ”أنه يجوز أن يطلق على سد الذرائع أسماء (الأصل، والدليل، والقاعدة) لأن معانيها الاصطلاحية لا تضيق بهذه الأسماء......وأخصها القاعدة وهو أقرب الأسماء إلى (حقيقة) سد الذرائع...... وإذا أطلق عليه اسم الدليل، فإنه لا ينبغي أن نرتقي به إلى مستوى المصادر الأصلية الأربعة، وهي الكتاب والسنة والإجماع والقياس؛ لأنه لا يخرج عن قوله دليلا تبعيا يرجع في حال التطبيق إلى واحد من الأدلة الأصلية،أو إلى المصلحة المرسلة“(سدالذرائع ص ۱۷۰)۔

اوراگرکوئی دوسری اصطلاح اس کے لئے وضع کرلے اور دوسرے اسماء سے موسوم کرے تو اسمیں بھی کوئی قباحت نہیں ہے؛ کیونکہ ”لامناقشة فی الاصطلاح“ کا اصول عقلاء کے درمیان متفق علیہ ہے، سدذریعہ کامعتبر ہونا دلائل اربعہ کتاب وسنت، اجماع وقیاس سب سے ثابت ہے، ذیل میں اس کے چند شواہد نقل کئے جاتے ہیں۔

النظائر من الکتاب: ۱-ولاتسبّوا الذين يدعون من دون الله، فيسبّوا الله عدوا بغيرعلم،۲- يأيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا ،۳-واسألهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر، إذ يعدون في السبت إذ تأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شُرّعاً ويوم لا يسبتون لا تأتيهم ، ۴-ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين“۔

مندرجہ بالا آیات میں سبّ الٰہ مشرکین کی ممانعت، اور آپ علیہ السلام کولفظ راعنا سے خطاب کرنے کی ممانعت، اور بنواسرائیل کوسنیچر کے دن مچھلیوں کومحبوس کرنے کی ممانعت اور حضرت آدم علیہ السلام کواکل شجرہ کی ممانعت، ان سب آیات سے سدذریعہ کا اصول مستنبط ہوتا ہے۔

النظائر من السنۃ: ۱-النهي عن التداوي بالخمر،۲-وفي حديث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، قال رسول اللهﷺ: فإن حق الله على العباد؛ أن يعبدوا الله، ولا يشركوا به شيئا، وحق العباد على الله عزوجل ألا يعذب من لا يشرك به شيئا، قال:قلت: يا رسول الله! أفلا أبشرالناس؟ قال: لاتبشرهم فيتكلوا،

۳-وما ثبت عنه ﷺ، أنه لم يقتل المنافقين مع علمه بهم، ۴-وما جاء أنه ﷺ منع المقرض من قبول الهدية"روایت بالا میں آپ علیہ السلام کا تداوی بالخمر سے منع کرنا اور حضرت معاذ بن جبل کو بشارت سنانے سے منع کرنا، اور منافقین کے کفر سے واقفیت کے باوجود ان کو قتل نہ کرنا، اور مقروض سے ہدیہ لینے سے منع کرنا، تمام ممانعت مذکورہ سے سد ذریعہ کا اصول مستنبط ہوتا ہے۔

النظائر من الاجماع: سد ذریعہ کے اجماع سے ثابت ہونے کی مثال، حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں قرآن کریم کی جمع وترتیب اور صحابہ کا اس پر اتفاق کرنا ہے، کہ قرآن کریم آپ ﷺ کے زمانے میں ترتیب شدہ کسی ایک جگہ موجود نہیں تھا، اس کے باوجود تمام صحابہ کرام کے اتفاق سے قرآن کریم کو مرتب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا گیا، اور جو دوسرے نسخے موجود تھے حضرت عثمان غنیؓ نے اس کو جلوا دیا، صحابہ کا یہ اتفاقی عمل شریعت کی حفاظت اور اختلاف کے سد باب کے لئے تھا۔"**جمع الصحابة رضوان الله عليهم للقرآن حتى لايضيع بموت حامله، ونسخه في مصحف واحد، وإحراق ماعداه سداً لذريعة الاختلاف فيه**"(سد الذرائع لہشام رص ۵۰۴)۔

النظائر من القیاس: سد ذریعہ کے قیاس سے ثابت ہونے کی مثال: حضرت علیؓ کا لوگوں کی فہم سے باہر علمی حقائق بیان کرنے سے منع کرنا، اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب سے بچانے کے لئے ہے، اسی طرح سے قرآن کریم کے جمع پر قیاس کرتے ہوئے احادیث وآثار کی حفاظت کے لئے کتابی شکل میں لکھنا، اور حرام چیزوں تک رسائی کے اسباب سے پرہیز کی ممانعت وغیرہ، یہ سب مثالیں ہیں سد ذریعہ کے قیاس سے ثبوت کی۔

"**ومثال ما يرجع إلى القياس: قول عليؓ :(حدثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يكذّب الله ورسوله)، كتابة العلم من السنن وغيرها، قياسا على جمع الصحابة رضى الله عنهم للقرآن، إذا خيف عليها من الاندراس والمنع من الاقتراب من الأشياء المحرمة**"(سد الذرائع لہشام رص ۱۷۲)۔

دوسرا اختلاف ائمہ کے درمیان سد ذریعہ کے بعض صورتوں میں معتبر ہونے اور معتبر نہ ہونے میں ہے، چنانچہ علامہ قرافی مالکی نے سد ذریعہ کے سلسلے میں علماء کرام کے موقف ومسلک کو تین قسموں میں منقسم کیا ہے: ۱-سد ذریعہ کے اعتبار کرنے پر اتفاق ہے، ۲-اعتبار نہ کرنے پر اتفاق ہے، ۳-سد ذریعہ کے اعتبار کرنے نہ کرنے میں اختلاف ہے۔

سد ذریعہ کی ممانعت پر اتفاق:

وہ ذرائع اور اسباب جو کسی مسلمان کی ایذاء اور ہلاکت کا سبب بنتے ہوں، گرچہ وہ فی نفسہ جائز ہوں، لیکن ایسے اسباب کو اختیار کرنے کی حرمت پر علماء کا اتفاق ہے، مثلاً کھانے میں زہر ملانا، لوگوں کی گزرگاہوں پر گڈھا وغیرہ کھودنا، اسی

طرح سے حرام وناجائز کاموں میں معاونت کے اسباب کو اختیار کرنا، بالاتفاق شرعاً حرام وناجائز ہے۔

"اتفاق العلماء على أنه لا يجوز التعاون على الإثم والعدوان مطلقا، وأن ما يؤدي إلى إيذاء جماعة المسلمين ممنوع كحفر الآبار في الطرق العامة أو إلقاء السم في طعامهم" (اصول الفقہ الاسلامی ص ۱۹۰)۔

سد ذریعہ کی عدم ممانعت پر اتفاق:

ایسے اسباب ووسائل جو منفعت ومضرت، حلت وحرمت دونوں کا سبب اور ذریعہ بن سکتے ہوں، لیکن مضرت وحرمت کی جہت غالب اور اکثری نہ ہو بلکہ امکانی ہو، اور جہت منفعت غالب ہوتے ہوتو ایسے وسائل کے جواز پر اتفاق ہے، صرف امکان کی وجہ سے عدم جواز کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

"اتفقوا على أن ما يكون طريقا للخير والشر، وفي فعله منفعة للناس لا يكون محظورا، كغرس العنب......وإنما الانتفاع بغرسه أكبر من حصول الأضرار به والعبرة للغالب" (اصول الفقہ الاسلامی: وہبہ زحیلی ص ۱۹۱)۔

سد ذریعہ کی حلت وحرمت میں اختلاف:

وہ اسباب ووسائل جو بذات خود مباح ہوں، لیکن کسی ناجائز امر تک رسائی کا شبہ قوی موجود ہو، تو اس کی حلت و حرمت میں اختلاف ہے اور اس کے تحت بیوع آجال اور بیع العینہ کی مثال ذکر کی جاتی ہے، گویا کہ اختلاف صرف بیوع آجال اور بیع العینہ کی شکلوں میں منحصر ہے، بقیہ شکلوں میں اختلاف نہیں۔

"وأما موضع الخلاف وهي الوسائل التي ظاهرها الجواز، إذا قويت التهمة في التوصل بها إلى الممنوع......فينحصر الخلاف بالذات في بيوع الآجال أو بيع العينة" (أصول الفقہ الاسلامی لوہبہ زحیلی ص ۱۹۱)۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ سد ذریعہ کا اعتبار صرف دو شکلوں میں مختلف فیہ ہے: بیع عینہ اور بیوع آجال، تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں مختلف فیہ اقسام کی تعریف اور شکل وصورت اور حکم کو واضح کر دیا جائے۔

سد ذریعہ کی مختلف فیہ صورتیں:

بیع عینہ: طالب قرض کو قرض نہ دے کر کوئی سامان اس سے ادھار فروخت کر دینا، اس وعدہ اور معاہدہ کے ساتھ کہ اس کی فروخت کردہ قیمت سے کچھ گھٹا کر نقد خرید لے گا، پھر معاہدے کے مطابق قیمت کم کر کے خرید لینا یہ بیع عینہ ہے، اسی طرح کسی دوسرے سے اپنا سامان اس معاہدے پر نقد فروخت کر دینا کہ وہ فروخت کئے ہوئے سامان کو ادھار زیادہ قیمت میں خرید لے گا اس کو بھی حضرات مالکیہ بیع عینہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

"بيع العينه: هو بيع السلعة بثمن معلوم إلى أجل ثم شراء ها منه بأقل منه نقداً" (شرح منح الجلیل

۲/۶۰۳)،"اشترها أى السلعة بعشرة وأنا آخذها بإثنى عشر لأجل"(شرح منح الجلیل ۲/۶۰۶)۔

بیع عینہ کا حکم:

اگر پہلی بیع میں دوبارہ کم کر کے فروخت کردینے کی شرط لگی ہو، یا بیچے ہوئے سامان کو ادھار زیادہ قیمت میں خرید لینے کی شرط لگی ہو، تو یہ معاملہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے؛ کیونکہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف اور احد المتعاقدین کے لئے نفع بخش بھی ہے، اس لئے ایسی شروط کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں، لیکن اگر معاملہ بغیر شرط کے انجام پائے، اور بائع اپنا بیچا ہوا سامان کمی یا زیادتی کے ساتھ خریدے، تو اس میں اختلاف ہے، حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ محض فرضی کارروائی ہے جو درحقیقت ربا کا مقصد حاصل کرنے کے لئے مصنوعی طور پر کی گئی ہے، اس لئے وہ ناجائز ہے، دوسری طرف امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں خریداریاں الگ الگ ہیں، جب پہلی خریداری کے وقت ایسی کوئی شرط نہیں لگائی گئی کہ زید ضرور وہ کپڑا عمرو کو بیچے گا تو زید کو قانونی طور پر یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ عمرو کو وہ کپڑا نہ بیچے، چاہے خود رکھے، یا دوسرے کو فروخت کردے، اس کے بعد اگر وہ عمرو ہی کو بیچ رہا ہے تو یہ ایک رضامندی کا سودا ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسے ناجائز کہا جائے، امام شافعیؒ نے کتاب الام میں بہت تفصیل اور قوت کے ساتھ اس موقف کا دفاع کیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب: غیر سودی بینک کاری/ص ۱۸۰ تا ۲۰۸)۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب شوافع، مالکیہ اور احناف تینوں کے مذاہب کو تفصیل سے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: بہر کیف! عینہ کے حیلے کے بارے میں راجح یہی ہے کہ وہ مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق ناجائز ہے۔

بیوع آجال:

دوسری اختلافی شکل بیوع آجال کی ہے یعنی وہ بیوع جو ربا کے لئے ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر انجام دی جاتی ہے، ان سے متعلق مسائل کی تعداد ایک ہزار تک شمار کرائی گئی ہے،"وهذه البيوع يقال إنها تصل إلى ألف مسألة اختص بها مالك وخالفه الشافعي"(اصول الفقہ لابی زہرہ/ص ۶۲۴)۔

اور یہ تعداد کثیرہ اس طرح سے بنتی ہیں کہ ان کا تعلق یا تو" أنظرني أزدك "سے، یا" بيع ما لايجوز متفاضلا "سے، یا "بيع مالا يجوز نساء" سے، یا"بيع وسلف "سے یا"ذهب وعرض بذهب "سے، یا "ضع وتعجل "سے، یا"بيع الطعام قبل أن يستوفي "سے، یا" بيع وصرف" سے ہوگا؛ کیونکہ یہی اصول ربا ہیں،"فإنه هذه هى أصول الربا"(بدایۃ المجتہد ۲/۱۴۳)۔

اور ظاہر ہے کہ جب ان اصولی مسائل کی جزئیات کی تفریع ہوں گی تو ان کی تعداد کچھ زائد ہوسکتی ہے کم نہیں،

بہرحال ''شراء مابا ع '' سے متعلق کل بارہ شکلیں بنتی ہیں جن میں سے تین شکلیں اختلافی ہیں، اور بقیہ شکلیں حضرت امام مالکؒ کے مطابق عدم جواز کے دائرے میں نہیں آتی ہیں، ذیل میں تینوں اختلافی شکلیں مع حکم ذکر کی جاتی ہیں:

بیوع آجال کی اختلافی شکلیں:

۱-''**شراء ما باع بأقل قبل نقد الثمن نقدا**''(اپنی بیچی ہوئی چیز کو سابقہ قیمت سے کم میں نقد خریدنا)۔

۲-''**شراء ما باع بأقل قبل نقد الثمن مؤجلا بأقل أجل السابق**''(اپنی فروخت کردہ چیز کو سابقہ قیمت سے کم میں ادھار اور سابقہ مہلت سے کم مہلت لے کر خریدنا)۔

۳-''**شراء ما باع بأكثر قبل نقد الثمن مؤجلا بأكثر أجل السابق**''(اپنی فروخت کردہ چیز کو سابقہ قیمت سے زیادہ میں زیادہ مہلت لے کر ادھار خریدنا)۔

یعنی اپنی ادھار فروخت کردہ چیز کو نقد سابقہ قیمت سے گھٹا کر خرید لینا، اسی طرح سابقہ قیمت سے گھٹا کر سابقہ مہلت سے کم مہلت لے کر ادھار خرید لینا، یا مہلت کی مدت اور قیمت کی مقدار بڑھا کر ادھار خرید لینا، یہ تینوں شکلیں حضرت امام مالکؒ اور حضرات حنابلہ کے نزدیک ربا اور سود کا حیلہ اور سود کی تہمت کا سبب بنتی ہیں، اس لئے یہ شکلیں جائز نہیں ہیں، اور حضرات احناف کے نزدیک جن صورتوں میں اپنی فروخت کردہ چیز کو ثمن کے حصول سے پہلے سابقہ قیمت سے کم قیمت پر خریدنا پایا جائے تو یہ تمام شکلیں ربح مالم یضمن میں داخل ہونے کی وجہ سے شرعا جائز نہیں، اور حضرات شوافع کے نزدیک یہ تمام شکلیں شرعا صحیح ہیں؛ کیونکہ بیوع کے ارکان اور شرائط موجود ہیں، لہذا فساد کی کوئی وجہ نہیں، البتہ اگر کوئی سود حاصل کرنے کے ارادے سے معاملہ انجام دے گا تو قصد معصیت کی بناء پر حرمت کا ارتکاب پایا جائے گا لیکن معاملہ فاسد نہ ہوگا، بہرحال مالکیہ کے یہاں ممانعت کی علت اجل یعنی مدت اور مہلت کی قیمت مقرر اور متعین کرنے کی شکل بنتی ہے اس لئے جائز نہیں ہے (دیکھئے: شرح منح الجلیل ۲/ ۵۸۸)، یعنی ممانعت کی علت مالکیہ کے مطابق ''**کل قرض جر نفعا فهو ربا**'' کی تہمت کا پایا جانا ہے۔

''**فالمالكية والحنابلة يبطلون هذه البيوع؛لأن العقد نفسه يحمل الدليل على قصد الربا إذ إن مآل هذا التعاقد هو بيع خمسة نقدا بعشرة إلى أجل والسلعة فيما بين ذلك لغو لامعنى لها**''(اصول الفقہ الاسلامی: وہبہ زحیلی/ ۱۹۲)۔

یعنی حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک جب بائع کا سامان بائع کے پاس واپس لوٹ گیا تو بیع کالعدم اور لغو ہوگئی، لہذا جو شکل بنتی ہے وہ پانچ روپیہ نقد کے بدلہ میں دس روپئے ادھار کی بیع ہے، اور ظاہر ہے کہ ربا کی شکل ہے، اور حضرات احناف

ان تمام شکلوں کو ناجائز کہیں گے، جس میں شراء ما باع بأقل قبل نقد الثمن کی شکل پائی جائے، خواہ یہ شراء معجلاً ہو یا مؤجلاً ہو، اجل قلیل ہو یا کثیر، سب کا حکم ایک ہے۔

"فسد شراء ما باع بنفسه أو بوكيله بأقل قبل نقد الثمن للرباء، خلافا للشافعي، قوله: للربا علة لقوله: (لم يجز) أى لأن الثمن لم يدخل في ضمان البائع قبل قبضه، فإذا عاد إليه عين ماله بالصفة التي خرج عن ملكه وصار بعض الثمن قصاصا ببعض بقي له عليه فضل بلا عوض فكان ذلک ربح مالم يضمن وهو حرام بالنص" (شامی ۲۶۸/۷)، اور حضرات شافعیہ کے نزدیک ان شکلوں میں ظاہر کے اعتبار سے کوئی وجہ فساد اور وجہ ممانعت موجود نہیں اس لئے جائز ہے۔

"والشافعي يقول، ينظر إلى صورة البيع، ويحمل الأمر على ظاهره، فيجوز "(اصول الفقہ لأبی زہرہ ص ۲۶۴)۔

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیوع آجال کی بارہ شکلوں کو حکم وعلت کی صراحت کے ساتھ نقشے کی شکل میں ذکر کر دیا جائے؛ تاکہ کتب مالکیہ میں مذکور بیوع آجال کی شکلوں کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

بیوع آجال کا جدول:

نمبر شمار	صورتیں	مقدار ثمن	مقدار مدت	حکم	علت
۱	شراء ما باع مؤجلا	بأقل الثمن السابق	بالنقد	مالکیہ کے نزدیک یہ تینوں صورتیں ناجائز ہیں	"وهوممنوع لما فيه من تهمة سلف جر نفعا" (الشرح الصغیر ۱۲۸/۳) "وعلة منعها تهمة قصده سلف بمنفعة" (شرح منح الجلیل ۵۸۸/۲)
۲	"	"	بأقل أجل السابق	"	
۳	"	بأكثر الثمن السابق	بأكثر أجل السابق	"	

۴	”	بالثمن المساوی	بالنقد	جائز	”فهذه اثنتا عشرة صورة يمنع منها ثلاث.....ومفهوم ثلاث أن التسع الباقية من الثنتى عشرة جائزة“(شرح منح الجلیل۲؍۵۸۸)
۵	”	”	بأجل المساوی	”	
۶	”	”	بأقل الأجل السابق	”	
۷	”	”	بأكثر الأجل السابق	”	
۸	”	بأقل الثمن السابق	بأجل المساوی	”	
۹	”	”	بأكثر الأجل السابق	”	
۱۰	”	بأكثر الثمن السابق	بالنقد	”	
۱۱	”	”	بأقل الأجل السابق	”	
۱۲	”	”	بأجل المساوی	”	

نوٹ: حنابلہ، مالکیہ کے ساتھ ہیں، اور شوافع کے نزدیک تمام شکلیں جائز ہیں، البتہ احناف کے نزدیک وہ تمام شکلیں جس میں خریداری ثمن سابق سے کم پر ہونا جائز ہے۔

خلاصہ بحث:

سدذریعہ کے معتبر ہونے اوراس کی حجیت پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اور اختلاف صرف اصطلاحات اور تعبیرات کا ہے، اور بعض مسائل میں اختلاف جزوی ہے اور وہ بھی تحقیق مناط پر مبنی ہے، جن فقہاء نے ذریعہ کے مفضی إلی المعصیة ہونے کو تسلیم کیا انہوں نے حرمت کا حکم لگایا، اور جن حضرات نے ذریعہ کی تاثیر اور افضاء کو مغلوب ہونے کی وجہ سے عدم کے

درجے میں رکھا انہوں نے جواز کا حکم لگایا، تو یہ اختلاف درحقیقت تحقیق مناط کا ہے اور بس، یعنی یہ اختلاف علت کے وجود اور عدم کا ہے، لہذا حکم اور حجیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

"فقد ظهر أن قاعدة الذرائع متفق على اعتبارها في الجملة وإنما الخلاف في أمر آخر، والحقيقة أنه اختلاف في تحقيق المناط الذى يمنع التذرع أو يسدّه" (قاعدة سد الذرائع ص ۲۰۳)، "وبهذا يتبيّن أن الذرائع أصل في الفقه الإسلامى أخذ بها الفقهاء جميعا، وأنهم اختلفوا في مقداره ولم يختلفوا في أصل مقرر ثابت" (اصول الفقہ لابی زہرہ ص ۲۶۴)۔

سد ذرائع کے چند ضوابط:

جن ذرائع کی حرمت منصوص ہو اس کی ممانعت مجمع علیہ ومتفق علیہ ہوگی۔

۲-جن ذرائع کا معصیت اور حرمت تک متعدی ہونا یقینی اور ظن غالب ہو اس کی ممانعت بھی متفق علیہ ہوگی۔

۳-جن ذرائع کا حرمت تک متعدی ہونا ظن غالب تو نہ ہو لیکن کثیر ہو تو ظاہر کو قصد وارادہ کے قائم مقام مان کر عدم جواز کا حکم ہوگا۔

۴-جن ذرائع کا متعدی ہونا نہ تو ظن غالب ہو نہ تو کثیر ہو تو ایسی صورت میں ذرائع کی ممانعت کا حکم بر بنائے احتیاط ہوگا۔

یتبیّن مما تقدم أن الذرائع:

ا-"إما أن تكون منصوصا على منعها بالكتاب أو السنة"۔

ب-"أو مجمعا على منعها القطعية الإفضاء فيها أو لغلبة ذلک على الظن غلبة تقارب اليقين"۔

ج-"أو يكثر الإفضاء فيها، بحيث يقوم مقام الدليل الظاهر على قصد الإفضاء"۔

د-"أو تتعلق الذريعة، ولو لم يكن إفضاء ها كثير، بمحظور خطير، يقتضي الاحتياط درء المفسدة فيه" (سد الذرائع لمحمد ہشام ص ۱۱۷)۔

سد ذرائع سے متعلق چند ضروری اصطلاحات:

تعاون علی الاثم: اعانت علی المعصیت یہ ہے کہ جس میں معصیت کی نیت حقیقتاً یا حکماً پائی جائے، حقیقۃً نیت یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ ہو کہ اس کے ذریعہ کیا جائے یا یہ کہ صلب عقد میں احد المتعاقدین کی طرف سے معصیت کی تصریح

آ جائے، اور حکماً نیت معصیت یہ ہے کہ وہ چیز بجز معصیت کے کسی دوسرے کام میں نہ آتی ہو۔

سبب قریب محرک للفساد: وہ سبب قریب جو گناہ کے لئے محرک ہو، اگر یہ سبب نہ ہوتو صدور معصیت کی کوئی ظاہری وجہ بھی نہ ہوتو ایسے اسباب کا ارتکاب گویا معصیت ہی کا ارتکاب ہے، اس لئے بالاتفاق ایسے اسباب حرام ہوتے ہیں، جیسے مشرکین کے معبودوں کو گالی دینا وغیرہ۔

سبب قریب غیر محرک معلوم التعدیہ: وہ سبب قریب جو معصیت کے لئے محرک نہ ہو، بلکہ صدور معصیت کسی دوسرے فاعل کے اپنے فعل سے ہوتا ہو جیسے بیع عصیر، اگر ایسے اسباب کے ارتکاب کے وقت معصیت کا ارادہ نہ ہو؛ لیکن یہ معلوم ہو کہ اس سے معصیت کو انجام دیا جائے گا تو ان اسباب پر مکروہ تحریمی اور ناجائز کا حکم ہوگا۔

سبب قریب غیر محرک غیر معلوم التعدیہ: سبب قریب سے اگر معصیت کے انجام دیئے جانے کا علم نہ ہوتو ان اسباب پر کراہت تنزیہی اور خلاف اولی کا حکم ہوگا۔

سبب بعید: وہ اسباب جن کو بلا کسی تغیر وتبدل کے معصیت میں استعمال نہ کیا جاسکے اور معصیت میں استعمال کئے جانے کا علم بھی نہ ہوتو ایسے اسباب کا اختیار کرنا جائز ہے (مستفاد از جواہر الفقہ، جلد ۲)۔

جواب ۴- اہل اصول کے نزدیک ذرائع کے درجات:

علامہ شاطبی کے متعین کردہ ذرائع کے درجات:

علامہ شاطبی نے ذرائع کے کل چار درجات متعین فرمائے ہیں:

۱- وہ ذرائع جن کا مفضی الی المعصیۃ اور مفضی الی الفساد ہونا متیقن ہو، جیسے کسی کے دروازے یا گزرگاہ پر رات کے اندھیرے میں کنواں کھودنا، یا لوگوں کے کھانے میں زہر ملانا، یا ایسے شخص کے سامنے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنا، جس کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ اس کو سن کر اللہ تعالی کی شان میں ضرور گستاخی کرے گا، تو ایسے ذرائع کا اختیار کرنا بالاتفاق حرام وناجائز ہے، اور اس کی دوسری تعبیر سبب قریب جالب سے کی جاسکتی ہے۔

"قسم الشاطبی الذرائع باعتبار مآلها وما يترتب عليها من ضرر أو مفسدة إلى أربعة أقسام: الأول: مايكون أداءه إلى المفسدة قطعيا، كحفرالبئر خلف باب الدار في الظلام، بحيث يقع الداخل فيه بلا بدّ، وشبه ذلك فهذا ممنوع" (اصول الفقہ الاسلامی: وہبہ زحیلی ص ۱۸۴)۔

"قسم أجمعت الأمة على سدّه...... كحفر الآبار في طرق المسلمين، وكذا إلقاء السم في أطعمتهم، وسبّ الأصنام عند من يعلم من حاله أنه يسبّ الله عند سبّها" (قاعدہ سد الذرائع ص ۱۹۷)۔

۲-دوسری قسم وہ ذرائع واسباب ہیں جن کا مفضی إلی الفساد ہونا ظن غالب کے درجے میں ہو، جیسے شراب بنانے والے سے انگور کی بیع، اور جیسے اہل حرب سے اسلحہ کو فروخت کرنا، تو ایسے ذرائع کا اختیار کرنا بھی اکثر علماء کے نزدیک ناجائز وحرام ہے؛ کیونکہ ظن غالب کو یقین کا درجہ دیا جاتا ہے، لیکن یہ قسم اجماعی نہیں ہے، بلکہ بعض حضرات شوافع اور ابن حزمؒ اس کے جواز کے قائل ہیں؛ البتہ علامہ شاطبی نے اس کو بھی مجمع علیہ مانا ہے، اور اس کو سبب قریب غیر جالب معلوم الإفضاء سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے (دیکھئے: اصول الفقہ لابی زہرہ/ ۲۶۲)۔

۳-تیسری قسم وہ ذرائع واسباب ہیں جن کا مفضی إلی الفساد ہونا ظن غالب کے درجے میں نہیں لیکن اکثری ہے، یعنی اکثری غیر غالب ہے، جیسے بیوع آجال وغیرہ، تو ایسے ذرائع کا اختیار کرنا حضرات حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک حرام وناجائز ہے، لیکن حضرت امام شافعیؒ، علامہ ابن حزمؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا راجح قول جواز کا ہے (اصول الفقہ لابی زہرہ/ص ۲۶۳)۔

۴-وہ ذرائع واسباب جن کا مفضی إلی الفساد اور مفضی الی المعصیۃ ہونا نادر اور اتفاقی ہے، جیسے انگور کی کاشت کا شراب کا ذریعہ بننا اور کسی کے پڑوس میں سکونت کا زنا اور اجنبیہ سے غلط تعلق کا سبب اور ذریعہ ہونا، نہ تو ظن غالب ہے نہ تو اکثری نہ ہی یقینی بلکہ نادر ہے، اور نادر معدوم کے درجے میں ہوتا ہے جس کا شرعاً اعتبار نہیں، لہذا ایسے ذرائع واسباب کا اختیار کرنا بالاتفاق جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اس کو سبب بعید بھی کہا جاسکتا ہے (اصول الفقہ لابی زہرہ/ص ۲۶۲)۔

خلاصہ بحث:

علامہ شاطبیؒ نے ذرائع کے جو چار درجات متعین کئے ہیں، یہ قوت نتیجہ کے اعتبار سے ہیں، یعنی ذرائع کا تعدیہ نتیجہ تک کس درجہ کا ہوگا، قطعی ہوگا یا ظنی ہوگا یا نادر ہوگا، اگر ظنی ہے تو ظن غالب یا ظن غیر غالب ہوگا، اور تفصیل میں یہ بات آچکی ہے کہ اگر ذرائع کا تعدیہ مفسدہ تک قطعی ہو تو اس کی حرمت پر اتفاق ہے، اسی طرح اگر تعدیہ مفسدہ تک ظن غالب ہو تو اکثر علماء کے نزدیک یہ ذریعہ بھی حرام ہے، لیکن اگر ظن غیر غالب ہو تو اس میں اختلاف ہے، شوافع، احناف اور ابن حزم وغیرہ جواز کے قائل ہیں، "إن الظنّ لا يغني من الحق شيئا"، مالکیہ وحنابلہ عدم جواز کے قائل ہیں، جیسا کہ بیع عینہ اور بیوع آجال کی مثالوں میں سوال نمبر ۳ کے تحت تفصیل سے لکھا جاچکا ہے، اور اگر ذرائع کا مفسدہ تک تعدیہ نادر ہے تو پھر اس کا جواز بھی اتفاقی ہے، اس لئے کہ نادر معدوم کے درجے میں ہے، امکان اور احتمال پر احکام شرعیہ کی بنیاد نہیں رکھی جاتی ہے، لہذا ذرائع جو بذات خود مباح ہوں وہ اپنی اباحت پر باقی رہیں گے، اور اس کی اباحت صرف امکان کی وجہ سے مبدل بحرام نہ ہوگی۔

ابن قیمؒ کے متعین کردہ ذرائع کے درجات:

علامہ ابن قیمؒ نے ذرائع کی وضع اور نوعیت کو ملحوظ رکھ کر کل چار صورتیں نکالی ہیں، چنانچہ انہوں نے اولا وضع کے اعتبار سے ذرائع کی دو قسمیں کی ہیں:

۱-وہ ذرائع جن کی وضع ہی مفسدہ تک رسائی کے لئے ہوئی ہو جیسے زنا اور نشہ آور چیزوں کا پینا، یہ ایسے اسباب وذرائع ہیں کہ مفسدہ ان کی ذات سے الگ نہیں ہوسکتا۔

۲-وہ ذرائع واسباب جن کی وضع جائز اور مستحب امور کے لئے ہوئی ہو، لیکن اس کو بالقصد یا بلا قصد حرام کا ذریعہ اور وسیلہ بنالیا گیا ہو، مثلاً ربا کے مقصد سے بیع کرنا، یا مشرکین کے درمیان ان کے معبودین کو برا بھلا کہنا پھر ان ذرائع میں مصلحت مفسدہ سے راجح ہوگی یا مرجوح، اس طرح کل چار شکلیں اور صورتیں بنتی ہیں، جس کا خلاصہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

"قسم ابن القيم الذرائع بالنسبة إلى نوع نتائجها إلى قسمين: أن تكون موضوعة للإفضاء إلى المفسدة......، أن تكون موضوعة للإفضاء إلى أمر جائز أو مستحب فيتخذ وسيلة إلى المحرم، إما بقصده أو بغير قصد منه......ثم هذا القسم من الذرائع نوعان: أحدهما أن تكون مصلحة الفعل أرجح من مفسدته، والثاني أن تكون مفسدته راجحة على مصلحته، فهاهنا أربعة أقسام "(اصول الفقہ الاسلامی: وہبہ زحیلی / ۱۸۳)۔

اور وہ چار قسمیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱-ذرائع کی پہلی قسم جس کی وضع ہی مفسدہ تک رسائی کے لئے ہوئی ہو، تو اس کی حرمت اور کراہت کا حکم مفسدہ کے درجات کے اعتبار سے ہوگا، جس درجے کا مفسدہ ہو اسی درجے کی حرمت اور کراہت کا ثبوت ہوگا، **"والشريعة جاءت بالمنع من هذا القسم كراهة أو تحريما بحسب درجاته في المفسدة"**(قاعدہ سد الذرائع ص ۱۹۹)۔

۲-دوسری قسم وہ ذرائع اور اسباب ہیں جن کی وضع امور مباحہ کے لئے ہوئی ہو، لیکن ان سے کسی مفسدہ کا قصد کیا جائے، تو ایسی صورت میں مفسدہ کی نیت اور ارادہ کی وجہ سے مباح ذرائع اور اسباب بھی ممنوع ہو جائیں گے اور ممانعت مفسدہ کے اعتبار سے ہوگی۔

۳-تیسری قسم وہ ذرائع واسباب ہیں کہ جن کی وضع مباح تک رسائی کے لئے ہوئی ہو اور اس سے کسی مفسدہ کی نیت اور ارادہ بھی نہ ہو، لیکن اکثر وبیشتر یہ ذرائع مفسدہ تک متعدی ہو جاتے ہوں اور مفسدہ مصلحت کے مقابل میں راجح اور غالب ہو، جیسے اوقات مکروہہ میں نوافل ادا کرنا، یا مشرکین کے مجمع میں ان کے معبودوں کی شان میں گستاخی کرنا، یا قبر کے

سامنے نماز پڑھنا، یہ دونوں قسمیں گرچہ فی نفسہ مباح ہیں، لیکن فساد نیت یا بکثرت فساد تک متعدی ہونے کی وجہ سے ناجائز و ممنوع ہوگی۔

۴-چوتھی قسم وہ ذرائع واسباب ہیں کہ جن کی وضع امر مباح کے لئے ہوئی ہو، لیکن کبھی کبھی مفسدہ تک متعدی بھی ہوجاتے ہوں، لیکن مصلحت مفسدہ کے مقابل میں غالب ہو، جیسے مخظور کو دیکھنا اور ظالم کے سامنے سچی بات کہنا، یہ قسم شرعا جائز ہے۔

"فالشريعة جاء ت بإباحة هذاالقسم اى الرابع أو استحبابه أو إيجابه بحسب درجاته في المصلحة......بقى النظر فى القسمين الوسط: هل هما مما جاء ت الشريعة بإباحاتهما أو المنع منهما؟فنقول: الدلالة على المنع من وجوه" (اعلام الموقعین ۱۳۶)۔

نوٹ: ابن قیم کی تقسیم میں حکم لگانے کے لئے وجوہ ترجیح میں دو چیزوں کو ذکر کیا گیا ہے: ۱-قوت افضاء، ۲-مصلحت پر مفسدہ کا غلبہ اور رجحان، اگر دونوں وجہیں موجود ہوں تو ممانعت کا حکم ہوگا، اور اگر دونوں یا کوئی ایک مفقود ہو تو ذرائع کی اجازت کا حکم لگے گا۔

اور علامہ شاطبی کی تقسیم میں بھی سد ذریعہ کے لئے دو چیزوں کا لحاظ کیا گیا: ۱-قوت افضاء یعنی قطعی غالب یا کثیر ہو، ۲-ضرر، اگر یہ دونوں موجود ہوں تو ذرائع کی ممانعت کا حکم ہوگا (قاعدۃ سد الذرائع ص ۲۰۰)۔

اور علامہ ابن تیمیہؒ نے ذرائع کی ممانعت میں دو چیزوں کا اعتبار کیا ہے: ۱-قوت افضاء کا یعنی حرام تک تعدیہ غالب ہو یا طبائع اس کے مقتضی ہوں تو ممانعت کا حکم ہوگا، اور اگر مصلحت مفسدہ پر راجح ہو اور تعدیہ قلیل ہو تو ممانعت کا حکم نہیں لگے گا؛ البتہ اگر کسی حلال چیز سے حرام کا قصد وارادہ کیا جائے، تو پھر اس کی ممانعت میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

"فإذا قصد بالشيء نفس المحرم كان أولى بالتحريم عن الذرائع ويقول ابن تيمية:هذه الذرائع إذا كانت تفضي إلى المحرم غالبا، فإنه يحرمها مطلقا وكذلك إن كانت قد تفضي وقد لا تفضي ولكن الطبع متقاض لإفضائها، وأما إن كانت إنما تفضي أحيانا، فإن لم يكن فيها مصلحة راجحة على الإفضاء القليل وإلا حرمها ايضا" (قاعدۃ سد الذرائع ص ۱۹۷)۔

خلاصہ بحث:

علامہ شاطبی، علامہ ابن قیم، علامہ ابن تیمیہ رحمہم اللہ کی تفسیر وتحقیق سے درج ذیل امور منقح ہوجاتے ہیں: ۱-ذرائع خواہ مباح ہوں یا مستحب، جب کسی مفسدہ عامہ یا خاصہ کا سبب ہونا قطعی یا اکثری ہو، تو ایسے ذرائع پر شرعا پابندی ہوگی۔

۲-وہ مباح اور مستحب وسائل اور ذرائع جن پر مفسدہ خاصہ کا مرتب ہونا قطعی اور ظن غالب کے درجے میں نہ ہو بلکہ اکثری ہو تو ایسے اسباب فی نفسہ مباح ہیں، لیکن مفسدہ کا سبب ہونے کی وجہ سے ممانعت احتیاطی ہوگی، یہی صورت اختلافی ہے۔

۳-وہ مباح اور مستحب وسائل وذرائع جن پر مفسدہ کا مرتب ہونا نادر ہو، تو ایسے وسائل وذرائع پر شرعاً کوئی پابندی نہیں ہے، اسی کو علامہ قرافی مالکی نے **"قسم أجمعت الأمة على سدّه ومنعه، وقسم أجمعت الأمة على عدم منعه وقسم اختلف فيه العلماء"** (الفروق ۲/۳۲) سے تعبیر کیا ہے، جس میں علماء کے موقف ومسلک کو اختصار کے ساتھ جمع کر دیا گیا ہے، **"قسم القرافي الذرائع تقسيما بحسب موقف العلماء من اعتبارها"** (قاعدۃ سد الذرائع/۱۹۷)۔

مفتی شفیع صاحبؒ کے متعین کردہ ذرائع کے درجات:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تعاون علی الاثم اور وسائل وذرائع کا حکم متعین کرنے کے لئے ایک رسالہ مرتب فرمایا ہے، حضرت کا یہ رسالہ جواہر الفقہ میں موجود ہے، اور احکام القرآن میں بھی حضرت نے اس مسئلہ پر **"فلن أكون ظهيرا للمجرمين"** (سورۂ قصص) کے تحت گفتگو کی ہے، جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱-ذرائع اور اسباب گرچہ مباح ہوں، اگر ان کو انجام دینے کے وقت کسی معصیت کا حقیقتاً یا حکماً قصد وارادہ پایا جائے تو ایسے ذرائع شریعت میں ناجائز اور حرام ہیں، حقیقتاً قصد وارادہ کا مطلب یہ ہے کہ فاعل کسی جائز کام سے ناجائز کام کی نیت کرے، یا صلب عقد میں احد المتعاقدین کی طرف سے معصیت کی تصریح آ جائے، تو یہ بھی حقیقتاً نیت میں شامل ہے، اور حکماً نیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیز معصیت کے علاوہ کسی دوسرے کام میں آتی ہی نہ ہو، جیسے طبلہ اور سارنگی اور دیگر آلہ لہو ولعب جن کا کوئی جائز استعمال نہ ہوتا ہو، ان کی خرید وفروخت میں کوئی نیت نہ ہو پھر بھی حکماً نیت معصیت مانی جائے گی، ان صورتوں میں اسباب وذرائع تعاون علی الاثم میں داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہیں، اور تعاون علی الاثم حقیقت میں سد ذرائع کے ضابطہ سے ممنوع وناجائز ہیں، حضرت مفتی صاحب نے اس کو تعاون علی الاثم قرار دیا ہے، **"الإعانة لا يتحقق إلا بالنية أو التصريح أو التعيين في الاستعمال"** (دیکھئے: جواہر الفقہ ۲/۴۴۷)، **"واتفقوا جميعا على معنى قوله تعالى: وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان ،ومعنى هذا الحكم المعبر عنه "بقاعدة سد الذرائع "هو: حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها"** (قاعدۃ سد الذرائع ص/۲۰۱، تفصیل کے لئے دیکھئے: جواہر الفقہ ۲/۴۴۱ تا ۴۵۳)۔

۲-معصیت کا وہ سبب قریب جو معصیت کے لئے محرک بھی ہو، جیسے غیروں کے معبودین کی شان میں ان کے

سامنے گستاخیاں کرنا، یا عورتوں کے لئے اپنی آواز میں مردوں سے بات کرتے وقت لچک پیدا کرنا، یا زیورات کو بجانے کے لئے پاؤں کو زمین پر پٹخنا، یہ سب ایسے اسباب معصیت ہیں کہ ان کا ارتکاب گویا خود معصیت کا ارتکاب ہے، کسی فاعل مختار کے درمیان میں حائل ہونے سے معصیت کی نسبت اس سے منقطع نہیں ہوگی، جیسے حدیث شریف میں دوسرے کے ماں باپ کو گالی دینے والے کو اپنے والدین کو گالی دینے والا کہا گیا ہے، اس کو اصطلاح میں سبب قریب جالب کہا جاتا ہے، ایسے اسباب وذرائع بنص قرآن وحدیث ناجائز وحرام ہیں۔

"ثم السبب إن كان سببا محركا وداعيا إلى المعصية فالتسبب فيه حرام كالإعانة على المعصية بنص القرآن"(جواہر الفقہ ۲/۴۴۷)۔

۳- معصیت کا وہ سبب قریب جو معصیت کے لئے محرک اور جالب نہ ہو، لیکن ان اسباب پر معصیت کا ترتب ہوتا ہو تو اگر ذرائع اور اسباب اختیار کرنے والے کو معصیت کے مرتب ہونے کا علم ہو جیسے شیرہ انگور ایسے شخص سے فروخت کرنا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ شراب بنائے گا، یا کرائے پر مکان ایسے شخص کو دینا کہ جس کے بارے میں معلوم ہو کہ اس میں فسق وفجور یا سودی کاروبار کرے گا، تو اگر ان ذرائع اور اسباب پر بلا واسطہ معصیت کا ترتب ہوتا ہے بلا کسی تغیر وتبدل کے تو ایسے اسباب کا اختیار کرنا مکروہ تحریمی یعنی شرعاً ناجائز ہے۔

"وإن لم يكن محركا وداعيا بل موصلاً محضاً وهو مع ذلك سبب قريب بحيث لايحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير ممن يتخذه خمرا...... فكله مكروه تحريما بشرط أن يعلم به البائع والآجر من دون تصريح به باللسان"(جواہر الفقہ ۲/۴۴۷)۔

۴- معصیت کا وہ سبب قریب جو معصیت کے لئے محرک اور جالب نہ ہو اور معصیت کے ترتب کا علم بھی نہ ہو جیسے شیرہ انگور کی بیع ایسے شخص سے جس کے بارے میں شراب بنانے کا علم نہ ہو لیکن وہ شراب بنائے تو ایسے اسباب کا اختیار کرنا کراہت تنزیہی کے دائرے میں آتا ہے، **"فإنه إن لم يعلم كان معذوراً......قلت: والتوفيق بينهما يمكن أن يحمل الكراهة في الحديد على التنزيه"**(جواہر الفقہ ۲/۴۴۷)۔

۵- وہ ذرائع واسباب جن پر بلا واسطہ معصیت کا ترتب نہ ہو؛ بلکہ معصیت کا ترتب واسطہ اور ذریعہ سے ہو، اور فاعل کو معصیت کے ترتب کا نہ تو علم ہو نہ ہی اس کا قصد وارادہ ہو، تو ایسے اسباب سبب بعید کے درجے میں آتے ہیں، اور فی نفسہ یہ مباح ہیں؛ البتہ جب ان کے معصیت کے سبب ہونے کا علم ہو تو یہ کراہت سے بہرحال خالی نہیں، اور اگر علم نہ ہو تو مطلقاً مباح ہے، جیسے انگور اور پوست وغیرہ کی بیع۔

”وإن كان سببا بعيدا بحيث لا يفضي إلى المعصية على حالته الموجودة بل يحتاج إلى إحداث صنعة فيه كبيع الحديد من أهل الفتن وأمثالها فتكره تنزيها“(جواہر الفقہ ۲/ ۴۴۷)۔

خلاصہ بحث:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اعانت علی المعصیۃ اور تسبب للمعصیۃ کی جو بحث فرمائی ہے، پوری بحث میں بیع واجارہ کے جزئیات فقہیہ کو پیش نظر رکھا اور دقت نظری سے کام لے کر ان جزئیات متعارضہ میں تطبیق دے کر کل پانچ درجات متعین کئے ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ اسباب وذرائع کو بنیت معصیت انجام دیا جائے گا خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً یا بلا نیت معصیت، اگر بلا نیت معصیت انجام دیا جائے تو اسباب پر معصیت کا ترتب تغیر وتبدل کے بعد بالواسطہ ہوگا، یا بغیر تغیر وتبدل کے بلا واسطہ ہوگا، اگر بغیر تغیر کے بلا واسطہ ترتب ہو تو معصیت تک مفضی ہونے کا علم ہوگا یا نہیں، اگر بغیر تغیر وتبدل کے معصیت کا ترتب نہ ہو تو معصیت کے لئے محرک ہوگا یا نہیں۔ مذکورہ بالا درجات میں سے پہلے درجہ اور دوسرے درجہ اور چوتھے درجہ کے ذرائع ناجائز ہیں، اور پانچویں اور تیسرے درجہ کے ذرائع مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی ہیں، اور دوسرے درجہ کے ذرائع مباح ہیں، اور اسی کی تعبیر علامہ شاطبیؒ اور ابن قیمؒ نے دوسرے الفاظ میں کی ہے، یعنی معصیت تک مفضی ہونا قطعی یا ظن غالب کے درجے میں ہو تو ذرائع ناجائز وحرام ہوں گے، اور اگر کبھی تعدیہ ہو کبھی نہیں لیکن افضاء وتعدیہ اکثری ہو تو یہ صورت مختلف فیہ ہے، احناف کے یہاں راجح جواز ہے، اور اگر تعدیہ نادر ہو تو بالاتفاق جواز ہے، گویا کہ کل تین درجے متعین ہوئے: ناجائز، جائز اور مختلف فیہ، لہذا اگر غور کیا جائے تو صرف تعبیر کا فرق ہوگا، حقیقی فرق نہیں، اور اسی کو علامہ قرافی نے تین درجات میں منقسم کر کے ذکر کیا ہے، جواز متفق علیہ، عدم جواز متفق علیہ اور مختلف فیہ، تعبیر کے فرق کے ساتھ تمام اصولیین اور فقہاء کا یہی نقطہ نظر سامنے آتا ہے۔

سد ذریعہ کے اعتبار کی شرائط:

سد ذریعہ کے معتبر ہونے کے لئے ایک اہم شرط یہ ہے کہ وہ ذرائع بذات خود مقاصد کا درجہ نہ رکھتے ہوں؛ بلکہ وسائل کے قبیل سے ہوں، لہذا اگر ذرائع مقاصد کے قبیل سے ہوں خواہ فرائض ہوں یا واجبات یا سنن مؤکدہ یا از قبیل شعائر اسلامیہ، اگر ان کی ادائیگی کچھ لوگوں کو غلط فہمی کا سبب اور ذریعہ بنیں تو ان کو سد الذرائع کے باب ہرگز چھوڑا نہیں جائے گا، بلکہ دوسرے طرق سے لوگوں کی غلط فہمیوں اور مفاسد کا ازالہ کیا جائے گا، جیسا کہ ابتدائے اسلام کے واقعات شاہد ہیں، کہ مشرکین کو نماز، تلاوت، تبلیغ اسلام اور دیگر شعائر سے اشتعال ہوتا تھا مگر اس کی وجہ سے ان شعائر اسلام کو ترک نہیں کیا گیا، اسی طرح حضرات فقہاء نے بھی مسائل شرعیہ کو جو مقاصد کے قبیل سے ہوں کسی مفسدہ اور خرابی کے داخل ہوجانے سے احکام شرعیہ پر بندش نہیں لگائی گئی، چنانچہ نماز جنازہ میں نوحہ کرنے والی عورتوں کے موجود ہونے کے باوجود عامۃ الناس کو شرکت کی اجازت

دی گئی اور بقدر امکان مفسدہ کو روکنے کی کوشش کا حکم دیا گیا؛ تاکہ مفسدہ کا ازالہ بھی ہوسکے اور احکام شرعیہ بھی باقی وجاری رہیں (دیکھئے: روح المعانی، ج۷-۸،ص ۲۵۲)۔

تنقیح اور خلاصہ اصول:

اس لئے اس مسئلہ کی تنقیح اس طرح ہوگی کہ جو کام مقاصد اسلامیہ میں داخل ہیں، اگر ان کے کرنے سے کچھ لوگ غلط فہمی یا غلط کاری کا شکار ہوتے ہیں تو ان کاموں کو ہرگز نہ چھوڑا جائے گا، ہاں جو کام مقاصد اسلامیہ میں داخل نہیں اور ان کے ترک کردینے سے کوئی دینی مقصد فوت نہیں ہوتا تو ایسے کاموں کو دوسروں کی غلط فہمی یا غلط کاری کے اندیشہ کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے گا (معارف القرآن ۳/ ۲۴۲)۔

جواب ۵- ائمہ اربعہ کے نزدیک سدّ ذریعہ کا استعمال:

سد ذریعہ کا استعمال تمام فقہاء کرتے ہیں؛ البتہ حضرات مالکیہ سد ذرائع کو مستقل ایک اصل اور ضابطہ کا درجہ دے کر بہت سے مسائل کی اس پر تفریع کرتے ہیں، اور حضرات احناف بھی سد ذریعہ کا استعمال کثرت سے کرتے ہیں، بس فرق صرف یہ ہے کہ حضرات احناف اس کو دلیل ضمنی تصور کرتے ہیں اور مالکیہ مستقل دلیل مانتے ہیں، لیکن اعتبار میں کوئی فرق نہیں، چنانچہ محمد ہشام البرہانی نے ''سد الذریعۃ فی الشریعۃ الإسلامیۃ'' میں تحریر فرمایا ہے: **''فلا يبدو الفرق بين المذهبين إلا في التسمية''** (سدالذریعہ ص ۶۵۱) یعنی مذہب مالکی اور حنفی میں سد ذریعہ کے استعمال میں کوئی فرق نہیں سوائے نام کے، اور حنابلہ کے نزدیک سد ذریعہ کا استعمال بھی بہت کثرت سے ہے، اسی لئے مالکیہ اور حنابلہ کی طرف اس کے اعتبار کی نسبت کی جاتی ہے، اور شوافع بھی سد ذرائع کا استعمال کرتے ہیں؛ البتہ ان کے یہاں اس نام کا استعمال نہیں، بلکہ دوسرے چند اصول ہیں جن میں سد ذریعہ بھی ضمنی طور پر پایا جاتا ہے، **''اعتبر الإمامان: مالك وأحمد مبدأ الذرائع أصلا من أصول الفقه، وقال ابن القيم: إن سد الذرائع ربع الدين، وأخذ به الشافعي وأبوحنيفة في بعض الحالات وأنكر العمل به في حالات أخرى، وفيما عداالبيوع الربوية يتفق العلماء على الأخذ بأصل الذرائع، وإن لم يسمه بعضهم بهذا الإسم، ولكن على إختلاف في المقدار، وتباين في طريقة الوصول إلى الحكم، فأكثرهم أخذاً بها الإمامان مالك وأحمد، ويليهم الإمام أبوحنيفة، وأقلهم أخذاً بها الإمام الشافعيؒ ولكن هذين الإمامين لم يعتبراه أصلا قائما بذاته؛ بل كان داخلا في الأصول المقررة عندهما كالقياس والإستحسان الخفي''** (اصول الفقہ لوہبہ زحیلی ۲/ ۱۹۷)۔

چند متفق علیہ اصول وضوابط:

۱-درء المفاسد أولی من جلب المصالح یعنی جب کسی چیز میں مصلحت اور مفسدہ دونوں جمع ہوجائیں تو مفسدہ کا پہلو راجح ہوگا، "**فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا**" (الاشباہ ص ۱۴۷)۔

۲-اعتبار المآل یعنی احکام میں نتیجہ اور انجام کا اعتبار ہوتا ہے، "**مآلات الأعمال، فإعتبارها لازم فی کل حکم**" (الموافقات ۴/۲۱۱)۔

۳-واجب اور فرض کا موقوف علیہ بھی واجب اور فرض ہوا کرتا ہے اور حرام وناجائز کے مقدمات بھی حرام وناجائز ہوا کرتے ہیں، "**مالایتم الواجب إلا به فهو واجب، وسیلة المحرم محرمة، ووسیلة الواجب واجبة، لکن هذا مبنی علی قاعدة جمهور العلماء المقررة فی مباحث الحکم وهی: ما لایتم الواجب إلا به واجب**" (اصول الفقہ: وہبہ زحیلی ۲/۱۷۴)۔

۴-"**أنهم لایجیزون التذرع بأمر ظاهرالجواز لغرض غیر مشروع**" "کسی جائز چیز کو ناجائز کے حصول کے لئے بطور حیلہ کے انجام دینا جائز نہیں جبکہ حیلہ سے مقصد شرعی کا ابطال ہو۔

۵-"**اعتبار الشبهات والإحتیاط**" "شریعت نے عبادات اور حقوق اللہ میں شبہات اور احتیاط کا اعتبار کیا ہے، اسی وجہ سے شبہات کی بنا پر حدود کا ساقط ہوجانا مسلمات میں سے ہے (قواعد الفقہ/۱۵-۱۷)۔

۶-**اعتبار التهم**، شریعت مطہرہ نے تہمت کا اعتبار کرتے ہوئے تہمت کے مواقع سے اجتناب کا تاکیدی حکم دیا ہے۔

۷-**قاعدة "من استعجل شیئا قبل أوانه عوقب بحرمانه"** (قواعد الفقہ ص ۱۲۹) جس نے کسی چیز کو وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کی تو سزاءً اس کو اس سے محروم کردیا جاتا ہے، **کقتل الوارث المورث**۔

۸-"**إذا اجتمع الحلال والحرام غلّب الحرام**" (قواعد الفقہ/۵۵) جب کسی چیز میں حلت اور حرمت دونوں پہلو جمع ہوجائیں تو حرمت کے پہلو کو ترجیح دی جائے گی۔

۹-"**ما حرم استعماله حرم اتخاذه، وما حرم أخذه حرم إعطاء ه**" (قواعد الفقہ ص ۱۱۵) جس چیز کا استعمال حرام ہو تو اس کا لینا دینا بھی شرعا حرام ہوگا مثلا رشوت، سود، شراب وغیرہ۔

۱۰-"**اعتبار الأهم ورعایة جانبه**" جب کسی چیز میں دو جہتیں جمع ہوں تو جس کی جہت اہمیت کی حامل ہو اس کو ترجیح دی جائے گی۔

حضرات شوافع سد ذرائع کو مذکورہ بالاضوابط عشرہ میں ضمناً داخل مانتے ہیں اور انہیں اصول سے سد ذریعہ کے طور پر احکام میں ممانعت وغیرہ کا حکم لگاتے ہیں، حاصل یہ کہ شوافع کے یہاں سد ذریعہ کا الگ سے کوئی اصول نہیں ہے؛ لیکن اس کا استعمال مذکورہ بالا اصول عشرہ کے ضمن میں پایا جاتا ہے،"**فی الإستدلال علی أن سد الذرائع معتبر عند الشافعیة، وذلک لوجهین: الوجه الأول: سد الذرائع معتبر عندهم مثل الإستحسان، ضمن المصادر الأصلیة الأخری، والوجه الثانی: قیامه علی أصول معتبرة عندهم وهذه الأصول هی**"(**المذکورة رقماً رقماً فی هذاالورق**)،"**قاعدة الذرائع متفق علی اعتبارها فی الجملة وإنما الخلاف فی أمر آخر**"(سدالذریعہ فی الشریعۃ الاسلامیہ،ص۶۷۵-۶۷۶)۔

حاصل یہ کہ سد ذریعہ کا اعتبار احکام شرعیہ میں متفق علیہ ہے، اختلاف صرف تسمیہ اور اصل کلی ہونے میں ہے، مالکیہ وحنابلہ سد ذریعہ کو مستقل اصول کی حیثیت دیتے ہیں، احناف اور شوافع سد ذریعہ کو دوسرے اصولوں میں ضمناً داخل مانتے ہیں،"**أن الذرائع أصل فی الفقه الإسلامی أخذ به الفقهاء جمیعا وإن لم یصرح به، أما الشافعی وأبو حنیفة لم یعتبراه أصلا قائما بذاته، بل کان، داخلا فی الأصول المقررة عندهما کالقیاس والإستحسان**"(اصول الفقہ :ابوزہرہ،ص۲۶۴)۔

سد ذریعہ کے اعتبار کی چند متفق علیہ مثالیں:

۱-کتابیہ عورتوں سے نکاح کا جواز قرآن کریم سے ثابت ہے، لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اہل کتاب سے نکاح نہ کرنے کا حکم دیا تھا؛ تاکہ مسلم عورتیں بے نکاحی نہ رہیں اور کتابیہ کی وجہ سے آل اولاد کے اعتقادات وغیرہ متاثر نہ ہوں، بہرحال یہ حکم سد ذریعہ کے طور پر تھا اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مسلمہ عورتوں سے نکاح پر قدرت کے باوجود کتابیہ سے نکاح کرنا کراہت سے خالی نہیں یعنی کراہت متفق علیہ ہے۔

"**نکاح الکتابیات الحرائر، فهو متفق علی جوازه، عملا بظاهر الکتاب، ومتفق کذلک علی کراهته عملا بمذهب الخلیفة عمر وموافقیه من الصحابةؓ، ففی کتاب الآثار یقول الإمام محمد بعد أن ساق خبر أمر ابن الخطابؓ لحذیفة بن الیمان بمفارقة زوجته الیهودیة:وبه نأخذ لانراه حراما ولکنا نری أن تختار علیهن نساء المسلمین، وهو قول أبی حنیفة ومالک والشافعی وأحمد رحمهم الله تعالی**"(سدالذریعہ،ص۶۰۷)۔

۲-مرض الموت کی مطلقہ کی عدت پوری ہونے سے پہلے اگر شوہر کا انتقال ہوجائے تو وہ بالاتفاق اپنے شوہر کی

وارث ہوگی؛ کیونکہ مرض الموت میں طلاق دینے کا مقصد بظاہر وراثت سے محروم کرنا ہے، اس لئے قطع وراثت میں شوہر متہم ہوا اور اس کا طلاق دینا حرمان وراثت کا ذریعہ اور سبب ہے، لہذا سداً للذریعہ اس کو وارث مانا گیا، "**توریت المطلقة ثلاثا فی مرض الموت: فقد اتفق الصحابة علی جوازه وبه أخذ الأئمة الأربعة ففی الهداية: إذا طلق الرجل امرأته فی مرض موته طلاقا بائنا فمات وهی فی العدة ورثته**" (سدالذریعہ ص ۶۰۸)۔

۳-روزے کی حالت میں بیوی کو بوسہ لینا اس شخص کے لئے جو شہوت کے بھڑکنے سے مطمئن نہ ہو سد ذریعہ کے طور پر حالت صوم میں بوسہ لینے کی ممانعت ہوگی۔

"**قبلة الصائم: أجمعوا علی کراهتها، لمن لا یأمن أن تثیر شهوته**"، بوسہ کی کراہت افطار صوم سے حفاظت کے لئے ہے ورنہ بوسہ بذات خود ممنوع نہیں۔

مذکورہ بالا تینوں مثالوں میں ممانعت کا حکم گرچہ حضرات صحابہؓ سے ثابت ہے لیکن چونکہ اس کی علت اور وجہ سدّ ذریعہ ہی ہے اور تمام فقہاء نے اس ماثور حکم پر اتفاق بھی کیا ہے، اس لئے یہ سدّ ذریعہ کے اعتبار کی اتفاقی مثالیں بن جاتی ہیں۔

اب اس کے بعد ہم سدّ ذریعہ کے اعتبار کی اختلافی مثالوں کو بیان کریں گے۔

مثال اعتبار سد الذرائع عند المالکیہ:

۱-وہ بیوع جو ربا کا ذریعہ اور سبب بنتی ہیں، مالکیہ کے یہاں ناجائز ہیں، مثلاً بیوع آجال کی تین صورتیں جن کا تذکرہ مقالہ میں اوپر گزر چکا ہے، اور بیع عینہ ہے، ان کی ممانعت ربا کے ذرائع کو مسدود کرنے کے لئے ہے، "**سد الذرائع، عند المالکیة منهم للعقود التی تتخذ ذریعة إلی أکل الربا، ومن ذلک: بیوع الآجال، وقد سبق ذکر تعریفها**" (سد ذریعہ ص ۶۱۵)۔

۲-بیع الطعام قبل القبض کی ممانعت میں مالکیہ کے نزدیک بیع سلم کا کمی زیادتی کے ساتھ اقالہ کرنا بھی داخل ہے اور اس کی ممانعت سداً للذریعہ ہے، "**اختلفوا إذا ندم المبتاع في السلم فقال للبائع: أقلني وأنظرک بالثمن الذي دفعت إلیک، فقال مالک وطائفة: ذلک لا یجوز فکان ذلک من باب بیع الطعام إلی أجل قبل أن یستوفی**" (بدایۃ المجتہد ۲/ ۲۰۷)۔

۳-حضرات مالکیہ کے نزدیک درہم کا تبادلہ اسی جنس کے درہم سے اور دینار کا تبادلہ اسی جنس کے دینار سے اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وزن اور صفت دونوں میں مساوات پائی جائے لیکن اگر وزن میں مساوات ہو اور صفت میں

مساوات نہ ہوتو سدأللر بایہ جائز نہیں ہے۔

”وجازت مراطلة عين بمثله......وإن كان أحدهما أى أحد النقدين كله أجود من جميع مقابله......أو بعضه أجود والبعض الآخر مساولجميع الآخر فى جودته لا“(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۴۱/۳)۔

۴-عمر دراز شخص جس کی شہوت ختم ہوگئی ہواس کا روزے کی حالت میں بیوی کو بوسہ لینا مالکیہ کے نزدیک سداً للذریعہ مکروہ ہے، البتہ حنفیہ، شافعیہ اورحنابلہ کی ایک روایت کے مطابق مکروہ نہیں، ”اتفق العلماء على كراهة القبلة للصائم، الذي لا يأمن منها أن تثير شهوته واختلفوا فيمن لا يخشى ذلک، وقال المالكية: يكره له ذلک ولو كان يأمن على نفسه“(تفسیر قرطبی ۳۲۳/۲)۔

۵-مرض الموت کی مطلقہ حضرات مالکیہ کے نزدیک بہر صورت وارث ہوگی، خواہ شوہر عدت میں مرے یا عدت کے بعد مرے، نکاح سے پہلے مرے یا نکاح کے بعد مرے، یہ توریث سداً للذریعہ ہے؛ تاکہ وراثت سے محروم کرنے کے لئے طلاق نہ دی جائے۔

”وأما المريض الذي يطلق طلاقا بائنا ويموت من مرضه، فإن مالكا وجماعة يقول: ترث زوجته، وقال قوم: لها الميراث مالم تتزوج، وقال قوم: بل ترث كانت في العدة أولم تكن، تزوجت أم لم تتزوج، وهو مذهب مالک والليث وذلک أنه لما كان المريض يتهم في أن يكون إنما طلق في مرضه زوجته ليقطع حظها من الميراث “(بدایۃ المجتہد ۸۳/۲)۔

مثال اعتبار سدالذرائع عندالحنابلہ:

۱-غلہ کوادھار ثمن کے عوض فروخت کرنا پھر ثمن کی ادائیگی کے وقت ثمن کے بدلے میں ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے مشتری سے غلہ خرید لینا، یہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ بیع الطعام بالطعام نسیئۃً کی شکل بن رہی ہے کہ بائع نے نقد غلہ دے کر اس کے بدلے میں مشتری سے ایک مدت کے بعد غلہ ہی لیا ہے، بیع الطعام بالطعام نسیئۃً ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، ”من با ع طعاما إلى أجل ، فلما حلّ الأجل، أخذ منه بالثمن الذي في ذمته طعاما، قبل قبضه، لم يجز عند الإمام أحمد، وبعدم جوازه قال مالک واسحاق......وعلة المنع: أنه ذريعة إلى بيع الطعام بالطعام نسيئة فحرم كمسألة العينة“(المغنی ۱۵۹/۴)۔

۲-اورحرام سے بچنے کے لئے حیلہ اختیار کرنا بھی حنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ سدّ ذریعہ کے منافی ہے، لہذا سد ذریعہ کی وجہ سے حیلوں کو بھی ناجائز کہا جائے گا۔

"أن تجويز الحيل يناقض سد الذرائع مناقضة ظاهرة......والمحتال يريد أن يتوسل إليه، فإن الشارع سد الطرق إلى ذلک المحرم بكل طريق"(سدالذرائع لمحمد ہشام رص ۶۴۷)۔

۳-زندقہ میں مشہور شخص جو اپنے عقائد باطلہ کی بنیاد پر مرتد ہو چکا ہو اس کی توبہ بھی سداً للذریعۃ قبول نہیں کی جائے گی،"عدم قبول توبة الزنديق، المشهور بالزندقة إذا ارتد......وذلک لأن الزنادقة يتسترون وراء الإسلام للكيد له، ونشر المفاسد بين أهله"(المغنی لابن قدامہ ۸ر۵۴۳)۔

۴-وکیل بالبیع کا خود اپنے لئے خرید لینا امام احمد کی ایک روایت کے مطابق سداً للتہمۃ اور سداً للذریعۃ منع ہے، "يمنع الوكيل في بيع الشيء من ابتياعه لنفسه سدا للذريعة......لأن المال واحد من جهة التهمة"(اعلام الموقعین ۳ر۳۶۰)۔

مثال اعتبار سد الذرائع عند الحنفیہ :

جمعہ کے روز بوقت اذان خرید وفروخت کی ممانعت سداً للذریعۃ ہے، یعنی نماز کی تیاری میں رکاوٹ اور اس کے فوت ہونے سے بچانے کے لئے ہے،"وحرم لمن لا عذرله صلاة الظهر قبلها في يومها بمصر لكونه سببا لتفويت الجمعة وهو حرام وكره تحريما مع صحة البيع عند أذان الأول إلا إذ تبايعا يمشيان فلا بأس به لتعليل النهي باخلال السعي"(شامی ۷ر۳۰۴)۔

۲-ایک بھائی کی بیع پر دوسرے کی بیع اور ایک کی منگنی پر دوسرے کی منگنی کی ممانعت سداً للذریعۃ ہے، یعنی دوسرے کی حق تلفی، ایذاء رسانی اور باہمی بغض وعداوت سے بچانے کے لئے ہے،"وكره السوم على سوم غيره وكذا البيع على بيع غيره ففي الصحيين: نهى رسول الله ﷺ عن تلقى الركبان إلى أن قال: وأن يسام الرجل على سوم أخيه لايبع الرجل على بيع أخيه ولا يخطب على خطبة أخيه إلا أن يأذن له"(شامی ۷ر۳۰۵)۔

۳-آفیسرز اور ججز کے لئے تحفے رشوت کے مترادف ہیں سد ذریعہ کے طور پر، اور ہدیہ کے نام پر رشوت کو روک کر رشوت کے ختم کرنے کا اہم ضابطہ دیا گیا ہے، جیسا کہ اس بحث میں علامہ سرخسی نے تذکرہ کیا ہے:"وهو نوع من الرشوة"(المبسوط للسرخسی ۱۶ر۸۲)،"ويرد هدية، قال عمر بن عبد العزيز:كانت الهدية على عهد رسول الله ﷺ هدية واليوم رشوة، ذكره البخاري، واستعمل عمر أبا هريرة فقدم بمال، فقال له: من أين لک هذا؟ قال: تلاحقت الهدايا، فقال له عمر: أى عدوالله هلّا قعدت في بيتک فتنظر أيهدى لک

أم لا؟ فأخذ ذلک منه"(شامی ۸/۴۸)۔

۴-عورت کو عدت کے دوران اور محرم نہ ہونے کی وجہ سے سفر حج سے منع کر دیا گیا؛ کیونکہ اس کی وجہ سد الذرائع کے اصول کے مطابق فتنہ سے محفوظ رہنا ہے، اس لئے کہ عورت فتنہ کا محل ہے اور عورتوں کے زیادہ ہونے سے فتنہ بڑھے گا ختم نہیں ہوگا، اور یہ فتنہ صرف اس محافظ کی وجہ سے ہی اٹھ سکتا ہے جو محرم ہو، "**المرأة عرضة للفتنة وبإجتماع النساء تزداد الفتنة ولا ترتفع إنما ترتفع بحافظ يحفظها ولا يطمع فيها وذلک المحرم**" (مبسوط للسرخسی ۳/۱۱۱)۔

۵-چست اور باریک لباس پہننے والی عورت کو دیکھنے کی ممانعت کی بنیاد بھی سد الذرائع ہے یعنی ایسی صورت میں عورت کی طرف دیکھنا زیادہ فتنہ کا سبب بن سکتا ہے، "**لو کانت تصف يكون ناظرا إلى أعضائها، والعلة والله أعلم خوف الفتنة، ويحتمل أن تكون العلة كون ذلک استمتاعا بما لا يحلّ بلا ضرورة**" (شامی، کتاب الحظر والاباحہ ۹/۵۳۵)۔

۶-صالحہ عورت کو فاجرہ عورت کے سامنے بے پردہ ہونے کی ممانعت سد الذرائع پر مبنی ہے، یعنی صالحہ عورت کو فاجرہ کے سامنے اپنی اوڑھنی اور چادر کو بھی نہ اتارنا چاہئے؛ کیونکہ وہ فاجرہ لوگوں کے درمیان اس نیک خاتون کے حسن کا چرچا کرے گی، "**ولا تنبغی للمرأة الصالحة أن تنظر إليها المرأة الفاجرة لأنها تصفها عند الرجال، فلا تضع جلبابها ولا خمارها**" (ردالمحتار ۶/۳۷۱)۔

۷-اجنبی مردوں کے سامنے عورتوں کا نرم لہجہ میں گفتگو کرنے کی ممانعت، اسی طرح بجنے والے زیورات کو پہن کر چلنے کی ممانعت سد ذریعہ کی وجہ سے ہے، کہ لہجہ کی نرمی اور زیورات کی آواز فتنے کا سبب بن سکتی ہے اور معصیت کے لئے محرک اور داعی ہوتی ہے، اس لئے شریعت مقدسہ نے سداً للذریعۃ اس کی ممانعت کردی، "**فلا تخضعن بالقول: فدلّت الآية على أنه لا يجوز للنساء إذا كلمن أجنبيا الإلانة فی القول، والخشونة والتمريض فيه، فالنهی فيه محمول على سد ذرائع الفساد والتسبب للمعصية وهو أصل كبير من أصول الفقهاء**"(احکام القرآن للتھانوی ۳/۳۱۶)۔

مثال اعتبار سد الذرائع عند الشافعیہ:

۱-عورتوں کے چہرے پر مردوں کے لئے نظر ڈالنے کی حرمت فتنہ کے سد باب کے لئے ہے، ورنہ چہرہ ستر میں داخل نہیں ہے، صرف فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے چہرے پر نظر ڈالنے کی ممانعت ہے، "**نظر الرجل إلى المرأة فيحرم نظره إلى عورتها مطلقا وإلى وجهه وكفيها إن خاف فتنة**"(روضۃ الطالبین ۷/۲۷)۔

۲-عورتوں کے لئے بلانے والے کا جواب آواز میں سختی پیدا کر کے دینے کا حکم ہے، تو آواز میں سختی پیدا کرنے کا حکم اور نرمی پیدا کرنے سے ممانعت سداً للذریعۃ ہی ہے؛ تاکہ فتنہ کا سد باب کیا جاسکے، اسی طرح عورتوں کو تلبیہ آہستہ سے پڑھنے کا حکم سداً للذریعہ ہے؛ کیونکہ اس کی آواز سے فتنے کا اندیشہ ہے، ”وإذا قرع بابها فينبغي أن لا تجيب بصوت رخيم بل تغلظ صوتها فكان النساء مامورات بالستر فلا ترفع المرأة صوتها بالتلبية وتسمع نفسها“(الأم ۲/۱۷۰، روضۃ الطالبین ۷/۲۱)۔

۳-مجزوم وغیرہ سے دور رہنے کا حکم بھی سد ذریعہ کے طور پر ہے؛ تاکہ ایمان کی خرابی سے محفوظ رکھا جاسکے، ”وأما الأمر بالفرار من المجذوم فمن سد الذرائع“(شرح نخبۃ الفکر ص۷۵-۷۶)۔

۴-اور ہتھیار کو کھلا رکھنے کی ممانعت بھی سد ذریعہ کے طور پر ہے؛ کیونکہ تلوار وغیرہ کھلی رکھنے کی صورت میں کسی مسلمان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے، اس لئے تکلیف کے سد باب کے لئے کھلا رکھنے کی ممانعت کردی گئی، ”وتحريم تعاطی الأسباب المفضية إلى أذيته بكل وجه وفيه حجة للقول بسدّ الذرائع“(فتح الباری ۱۳/۲۶)۔

۵-رمضان المبارک میں معذورین کے لئے کھلے عام کھانے پینے کی ممانعت فسق ومعصیت سے محفوظ رکھنے کے لئے سد ذریعہ کے طور پر ہے، ”منع المفطر بعذر من الأكل، عند من لايعرف عذره سداً لذريعة التهمة بالفسوق“(المہذب ۱/۱۷۸)۔

جواب ۶-فتح ذرائع:

فتح کے معنی کھولنے اور رکاوٹ دور کرنے کے ہیں۔

فتح ذریعہ کی لغوی حقیقت: نتائج کی منفعت ومضرت وغیرہ سے قطع نظر نتائج تک رسائی والے اسباب اور وسائل کی اجازت دینے کا نام لغت میں فتح ذریعہ ہے۔

”معنى فتح الذرائع اللغوى: فتح الطرق والوسائل لتؤدّى إلى آثارها المقصودة منها من غير تقييد بكون هذه الآثار محمودة أم مذمومة، صالحة أو فاسدة“(سدالذرائع ص۵۷)۔

فتح ذرائع باعتبار معنی اصطلاحی عام: معنی اصطلاحی عام کے اعتبار سے خیر و بھلائی تک پہنچانے والے اسباب کی اجازت دینے کا نام فتح ذرائع ہے۔

فتح الذرائع: ”معناه إجازة الوسائل المؤدية إلى كل خير وبرّ ومعروف“(سدالذرائع ص۶۹)۔

فتح ذرائع باعتبار معنی اصطلاحی خاص: نتیجہ تک پہنچانے والے اسباب ووسائل کو بغیر ممانعت کے اپنی اصل

حالت (اباحت) پر چھوڑ دینے کا نام فتح ذریعہ ہے، دوسرے الفاظ میں اس کی تعبیر اس طرح کی جاسکتی ہے کہ جائز اسباب کا ناجائز کام کا سبب بننے کے باوجود اس کے اصل جواز کو باقی رکھنے کا نام فتح ذریعہ ہے۔

"وأما فی الإصطلاح الشرعی الخاص، ففتح الذرائع یعنی الحکم بجواز کل وسیلة ثبت جوازها شرعا، ولو أدت إلی مفسدة، فی بعض الصور......وفتح الذرائع، بناء علی هذا المعنی یعنی ترک الوسیلة لتؤدي إلی نتیجتها من غیر منع" (سد الذرائع ص ۸۲،۹۹)۔

فتح ذرائع اور علامہ قرافیؒ: علامہ قرافیؒ نے یہ فرمایا کہ ذرائع اور اسباب مقاصد کے تابع ہوتے ہیں، لہذا مباح کے وسائل مباح اور حرام کے وسائل حرام اور واجب وفرض کے وسائل واجب وفرض ہوں گے، اور مقاصد اپنی ذات میں متضمن للفساد اور متضمن للمصلحت بھی ہوتے ہیں تو مقاصد متضمنہ للفساد کے اسباب ووسائل ممنوع وناجائز ہوں گے گرچہ بذات خود مباح ہوں، اسی کو اصطلاح میں سد ذریعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مقاصد متضمنہ للمصلحۃ الراجحۃ کے اسباب ووسائل مباح اور جائز ہوں گے گرچہ بذات خود ممنوع ہوں، اسی کو اصطلاحاً فتح ذریعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس کی مثال جیسے: مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے کفار کو فدیہ میں مال دینا، اور جیسے: کسی عورت کا خود کو زنا سے محفوظ رکھنے کے لئے کسی ظالم وجابر کو مال دینا، اور جیسے: اہل اسلام کا کفار کو مال دے کر صلح کرنا جب کہ اہل اسلام دفاع سے عاجز ومجبور ہوں، اور حج کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے والوں کو تاوان دینا، اسی طرح دفع ظلم کے لئے رشوت دینا وغیرہ کو باوجود ان کی حرمت کے مصلحت راجحہ کی بنا پر جائز کہا جاتا ہے، تو ان کا جواز فتح ذرائع کے ضابطے سے ہوگا۔

"إعلم أن الذریعة کما یجب سدها یجب فتحها وتکره وتندب وتباح فإن الذریعة هی الوسیلة فکما أن وسیلة المحرم محرمة فوسیلة الواجب واجبة کالسعی للجمعة والحج وموارد الأحکام علی قسمین: مقاصد وهی المتضمنة للمصالح والمفاسد فی أنفسها، ووسائل وهی الطرق المفضیة إلیها......وقد تکون وسیلة المحرم غیر محرمة إذا أفضت إلی مصلحة راجحة کالتوسل إلی فداء أساری بدفع المال للکفار الذی هو محرم علیهم الانتفاع به" (الفروق ۲/۳۳)۔

حاصل: علامہ قرافیؒ نے جو تفصیل کی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذرائع اور اسباب جب مفضی إلی الفساد ہوں، لیکن ذرائع اور اسباب کی مصلحت راجح اور غالب ہو تو اس کے مفضی الی الفساد ہونے کے باوجود مصلحت راجحہ کی وجہ سے جواز کا حکم ہوگا اور اسباب وذرائع کو بذات خود عندالاحناف جائز وعندالمالکیہ ناجائز شمار کریں گے، یہ اختلاف صرف لفظی ہے، حضرات احناف فی نفسہ اس کو جائز کہتے ہیں مثلاً: دفع مال للکفار وغیرہ، اور مالکیہ اس کو فی نفسہ ناجائز کہتے ہیں؛ اس لئے

کہ وہ فروعات کے مکلّف ہیں؛لہذا بلا رضا دوسرے کا مال فی نفسہ ان کے لئے حرام ہوگا۔

اسباب محرمہ پر رخصت کا ترتب: جب اسباب حرام ہوں تو رخصت اور اباحت کا سبب اور ذریعہ بن سکتے ہیں یا نہیں یہ مسئلہ اہل علم کے درمیان مختلف فیہ ہے، مثلاً: شوافع اسباب محرمہ کو رخصت کی علت نہیں مانتے ہیں؛ اسی وجہ سے سفر معصیت پر قصر کی اجازت نہیں دیتے ہیں، اس کے برعکس احناف وغیرہ اس کو سبب رخصت مانتے ہیں، علامہ قرافیؒ نے اس سلسلے میں تفصیلی کلام فرمایا ہے، اس کے بعد یہ لکھتے ہیں کہ اسباب رخصت مقارن معصیت ہوجائیں تو ایسی صورت میں مقارن معصیت ہونے کی صورت میں وہ اسباب بذات خود مباح ہوں گے اور معصیت ایک امر جداگانہ ہوگی اور رخصت کا حصول اسباب مباحہ سے ہوگا نہ کہ معصیت سے، ”**وقد التبست ههنا على كثير من الفقهاء فأما المعاصي فلا تكون أسبابا للرخص وأما مقارنة المعاصي لأسباب الرخص فلا تمنع إجماعا كما يجوز لأفسق الناس وأعصاهم التيمم إذا عدم الماء وهو رخصة، وكذلك الفطر إذا أضرّ به الصوم، والجلوس إذا أضرّ به القيام في الصلاة**“(الفروق ۲/ ۳۳-۳۴)۔

فتح ذرائع سے متعلق چند تمہیدات:

علامہ قرافی وغیرہ کے کلام سے یہ معلوم ہوا کہ حرمت کے اسباب پر مصلحت راجحہ کی وجہ سے جواز کا حکم لگانا فتح ذرائع میں داخل ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ میں مصالح کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مصالح کی اقسام اور ان کے درجات اور مصالح متعارضہ میں ترجیح وغیرہ کو چند اصول وضوابط کی شکل میں لکھ دیا جائے؛ تاکہ فتح ذریعہ یعنی ناجائز پر جائز کا حکم لگانے کا ضابطہ منقح ہوجائے:

۱-نصوص شرعیہ اور احکام الٰہیہ میں مقاصد کا لحاظ رکھا جاتا ہے، احکام شریعت کا ان کے گرد دائر ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا؛ اسی وجہ سے پیش آمدہ جدید مسائل میں مقاصد پر نظر رکھنے سے تعیین حکم میں آسانی کے ساتھ ساتھ خطا سے حفاظت بھی ہوتی ہے، اسی بنا پر علماء اصولیین نے مصالح شرعیہ سے بحث کی ہے(عصر حاضر کے فقہی مسائل/ص ۱۶۸-۱۷۳)۔

۲-علماء اصول نے استقراء اور تتبع کے بعد مصالح ومقاصد کی کل چار قسمیں بیان کی ہیں: مصالح ضروریہ، حاجیہ، تحسینیہ، تکمیلیہ۔

مصالح ضروریہ: وہ ضروری مصالح جن کی حفاظت شریعت کا مطمح نظر اور احکام شریعت کا مقصود ومدّعا ہیں، اگر وہ موجود ہوں تو انسانی زندگی میں خلل وفساد نہیں ہوتا ہے اور ان کے فوت ہونے سے زندگی فساد وانتشار کا شکار ہوجاتی ہے، یہ کل

پانچ چیزیں ہیں: دین کی حفاظت، جان کی حفاظت، عقل کی حفاظت، نسل وآبرو کی حفاظت، مال کی حفاظت، یہ کل پانچ امور اصول وکلیات میں سے ہیں جن کو مقاصد قرار دیا گیا (دیکھئے: عصر حاضر کے فقہی مسائل ۱۷۳-۱۷۶)۔

مصالح حاجیہ: وہ مصالح جن کو انسانی زندگی سے تنگی اور مشقت کو دور کرنے کے لئے معتبر مانا گیا ہے ان کو مصالح حاجیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً: سفر کو نماز میں قصر کا سبب کہا گیا ہے جس کی مصلحت اور علت رفع حرج ومشقت ہے، اسی طرح قیام سے عاجز کے لئے بیٹھ کر نماز ادا کرنا، رمضان میں مریض کے لئے افطار کی رخصت کا ملنا، حائضہ ونفساء سے نماز کا ساقط ہونا، یہ سب احکام مصالح حاجیہ پر مبنی ہیں یعنی رخصت کا حصول رفع حرج ومشقت کے لئے ہے، "وأما الحاجيات منعناها أنها مفتقر إليها من حيث التوسعة ورفع الضيق المؤدّى فى الغالب إلى الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب" (المستصفی ۱/۲۸۸، عصر حاضر کے مسائل رص ۱۷۸)۔

مصالح تحسینیہ وکمالیہ: وہ مصالح جن کی رعایت پر نہ تو زندگی موقوف ہو اور نہ ہی ان کے فوت ہونے سے حرج ومشقت کا اندیشہ ہو؛ بلکہ ان کا تعلق اخلاق وعادات اور زندگی کے آداب سے ہو اور عقل انسانی اور فطرت سلیمہ ان کے وجود کی مقتضی ہوں، "الرتبة الثالثة ماليرجع إلى ضرورة ولا إلى حاجة ولكن يقع موقع التحسين والتزيين والتيسير والمرائد والرعاية أحسن المناهج فى العادات والمعاملات" (المستصفی للغزالی ۷/۲۸۷)۔

نفلی عبادات، نفلی صدقات، ستر عورت، طہارت، ناپاک چیزوں کی بیع وشراء کی ممانعت، اکل وشرب میں طیبات کا اہتمام، خبائث سے اجتناب، عورتوں بچوں کے قتل سے اجتناب وغیرہ کو اس کی مثال قرار دیا جاسکتا ہے (عصر حاضر کے فقہی مسائل رص ۱۸۱)۔

مصالح تکمیلیہ وہ احکام ہیں جو مقاصد ثلاثہ کے تتمہ اور تکملہ کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً: خمر کی مقدار قلیل کی حرمت اور نظر إلى الأجنبیہ اور اس کے ساتھ خلوت کی حرمت، اذان وجماعت کی مشروعیت مقصد اول یعنی حفظ عقل وحفظ نسل وحفظ دین کا تتمہ ہیں، اور ربا کی حرمت زمان کی مماثلت حفظ مال کا تتمہ ہیں...... کفاءت کی رعایت اور بیع مجہول کی ممانعت، مشتری کے لئے خیار شرط، خیار رؤیت وغیرہ کی مشروعیت حاجاتی مصالح کا تکملہ وتتمہ ہیں...... صدقات نافلہ میں مال طیب کا ہونا، عقیقہ وقربانی میں جانور کا عمدہ اور بہتر ہونا تحسینی مصالح میں شمار ہوسکتے ہیں (عصر حاضر کے فقہی مسائل ر ۱۸۲-۱۸۳)۔

۳- مذکورہ بالا چاروں مصالح میں سے نمبر ایک کو دوسرے پر، دوسرے کو تیسرے پر، تیسرے کو چوتھے پر ترجیح ہوگی، لہذا مصالح ضروریہ کے مقابلے میں مصالح حاجیہ کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، مثلاً علاج ومعالجہ کے لئے ستر عورت کی مصلحت کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے، اسی طرح حالت اضطرار میں تحسینی مصلحت یعنی حلال وپاک ہونے کی شرط کو نظر انداز

کیا جاسکتا ہے، نیز بیع سلم وبیع استثناء کا جواز بھی اسی ضابطہ پر مبنی ہے، یعنی حاجی مصلحت کے تحت تحسینی مصلحت کونظر انداز کر دیا گیا ہے (عصر حاضر کے فقہی مسائل ر ص ۱۸۳)۔

۴-مصالح ضروریہ میں بھی درجات کوملحوظ رکھنا لازم ہے، دین کی حفاظت سب سے مقدم ہے، اس کے بعد نفس کی حفاظت کا درجہ ہے اور نسل وعقل کے تقدم میں اختلاف ہے، امام غزالیؒ کے نزدیک حفاظت نسل حفاظت عقل پر مقدم ہے اور دوسرے فقہاء کے یہاں حفاظت عقل حفاظت نسل پر مقدم ہے، اور مال کا درجہ سب سے اخیر میں ہے یعنی مال کی حفاظت پر دین، نفس، نسل وعقل مقدم ہیں، مال کو ان سب پر قربان کیا جائے گا (عصر حاضر کے فقہی مسائل ر ۱۸۳)۔

نوٹ: قرآن کریم، اذان، نماز کی جماعت، حرمین شریفین کی حفاظت وغیرہ کو شعائر اسلام ہونے کی حیثیت سے حفاظت دین میں داخل مانا جائے گا، لہذا ان کو الگ قسم میں شمار کرنے کی ضرورت نہیں۔

۵-مقاصد شریعت کے مدارج سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ جو ضروریہ کی قبیل سے ہوں وہ سب فرض اور واجب ہوں اور جو تحسینیہ اور کمالیہ کی قبیل سے ہوں وہ سب نفل اور مکروہ ہوں، بلکہ اس کے برعکس ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ایک چیز مدارج کے لحاظ سے تحسینیات میں شمار ہوتی ہو؛ لیکن شرعی حکم کے لحاظ سے قطعی حرام یا واجب ہو، مثلاً ستر عورت کی ایک مقدار فرض ہے، طہارت حالت جنابت میں لازم ہے؛ حالانکہ ان کا شمار تحسینیات میں ہوتا ہے (عصر حاضر کے فقہی مسائل ر ص ۱۸۵)۔

۶-جن مصالح کی نشاندہی نصوص قطعیہ سے یا احکام شرعیہ کے تتبع اور استقراء سے ہوتی ہو جیسے مصالح خمسہ یا عقل اس مصلحت کے ترک کرنے پر امت کے نقصان عظیم کی شہادت دے، مثلاً مانعین زکوۃ سے عدم قتال، المصالح المشهود لها النص والإستقراء والعقل کو مصالح قطعیہ کہا جاتا ہے، اور وہ مصالح جن کا ثبوت دلیل ظنی سے ہو وہ مصالح ظنیہ کہلاتے ہیں، اس کے علاوہ ایک قسم مصالح وہمیہ کی ہے، مثلاً شراب، افیون وغیرہ کے مفید ونشاط آور ہونے کا وہم، شریعت مقدسہ نے اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا ہے؛ بلکہ ان پر حرمت کا حکم عائد کیا ہے (عصر حاضر کے فقہی مسائل ر ۱۸۴)۔

۷-اصول وقواعد ہمیشہ عمومی احوال کو پیش نظر رکھ کر بنائے جاتے ہیں، لہذا بعض جزئیات کے کسی ضابطہ وقاعدہ پر منطبق نہ ہونے سے قاعدہ کی جامعیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، مثلاً بعض اسفار میں وطن سے زیادہ آسائش کے فراہم ہونے اور نظافت وطہارت کے لئے تیمّم کی مشروعیت سے اصل ضابطہ پر کوئی فرق نہ پڑے گا، "**الأمر الكلي إذا ثبت كليا فتختلف بعض الجزئيات عن مقتضى الكلي لايخرجه عن كونه كليا**" (موافقات للشاطبی، عصر حاضر کے فقہی مسائل ر ص ۱۸۶)۔

چند تعریفات:

۱-جان کی حفاظت شریعت کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اور یہ مقاصد خمسہ میں داخل ہے، یعنی جان کی حفاظت مصالح ضروریہ کی قبیل سے ہے اور غذا کا حلال و پاکیزہ ہونا مصالح تحسینیہ کی قبیل سے ہے، لہٰذا حفاظت نفس کے لئے تحسینی مصالح یعنی غذا کی حلت اور طہارت کو نظر انداز کر دیا جائے گا، اسی طرح دین کی حفاظت کو جان و مال کی حفاظت پر تقدم حاصل ہے، اسی بنا پر جہاد اور قتل مرتد کے احکام مشروع ہوئے ہیں، نیز اگر اہل اسلام کی اجتماعی مصلحت اور انفرادی مصلحت میں تعارض ہو جائے تو اجتماعی مصلحت کو ترجیح ہوگی، اسی بنا پر کفار کچھ مسلمانوں کو ڈھال بنالیں اور ان کو نشانہ بنائے بغیر کفار پر قابو پانا ممکن نہ ہو تو ڈھال بنائے گئے مسلمانوں کی حفاظت کو نظر انداز کر کے اجتماعی مصلحت کو مقدم رکھا جائے گا۔

"ولا بأس بإرساله الماء إلى مدينة أهل الحرب وإحراقهم بالنار ورميهم بالمنجنيق وإن كان فيهم أطفال أو ناس من المسلمين أسر أو تجارى...... وكذلک أن تترسوا بأطفال المسلمين فلا بأس بالرمي إليهم وإن كان الرامى يعلم أنه يصيب المسلم" (المبسوط للسرخسی ۱۰/ ۶۴-۶۵)، **"إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهلّ لغير الله به، فمن اضطر غير باغ ولا عاد فإن الله غفور رحيم"** (سورۂ نحل: ۱۱۵)، قرآن کریم کی اس آیت سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا کہ مصالح ضروریہ کو مصالح تحسینیہ پر ترجیح حاصل ہوگی، اسی بنا پر حالت اضطرار میں خنزیر، میتہ وغیرہ بقدر سدّ رمق کھانے کی اجازت ہو جاتی ہے۔

۲-دو مصلحتوں میں اگر تعارض ہو تو قوی تر مصلحت کو مقدم رکھا جائے گا، مثلاً اگر نمازی کی نظر کسی ایسے شخص پر پڑے جس کی جان خطرے میں ہو اور نماز توڑ کر اس کی جان بچانا ممکن ہو تو جان بچانے کے لئے نماز توڑ دینا فرض ہوگا؛ اس لئے کہ جان بچانے کا فریضہ نماز کے فریضہ کے مقابل اہم ہے۔

"يجب الظاهر من الافتراض لإغاثة ملهوف وغريق وحريق سواء استغاث بالمصلي أو لم يعين أحدا في استغاثته إذا قدر على ذلک، ومثله خوف تردي أعمى فى بئر مثلا إذا غلب على ظنه سقوطه" (ردالمحتار ۲/ ۴۲۶)۔

۳-اگر کشتی میں اس کی قوت و صلاحیت سے زائد افراد سوار ہو جائیں اور کشتی موجوں کے درمیان پھنس جائے اور بوجھ سے ڈوب جانے کا ظن غالب ہو اور ایک دو افراد کو کشتی سے اتار دینے کی صورت میں بقیہ کے نجات پا جانے کا یقین ہو تو ایسی صورت میں قرعہ اندازی کے بعد ایک دو افراد کو کشتی سے نیچے اتار دینے کی گنجائش دی گئی ہے؛ تاکہ بقیہ جماعت کی جان کی حفاظت کی جا سکے، حاصل یہ کہ جماعت کی حفاظت فرد کی حفاظت پر مقدم ہے، یہ حکم بعض علماء کی رائے کے مطابق ہے،

اور جمہور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں اور اس کو سیدنا یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص مانتے ہیں۔

"وقد ظن بعض الناس أن البحر إذا أهال على القوم فاضطروا إلى تخفيف السفينة أن القرعة تضرب عليهم فيطرح بعضهم تخفيفا وهذا فاسد فإنها لاتخفف برمي بعض الرجال وإنما ذلک في الأموال لكنهم يصبرون على قضاء الله عز وجل" (قرطبی ۱۵/۱۲۶)، **"وذلک لايجوز عنه أحد من الفقهاء كما لاتجوز القرعة في قتل من خرجت عليه في أخذ ماله فدلّ على أنه خاص فيه عليه السلام دون غيره"** (احکام القرآن ۴/۱۱)۔

۴- جان و مال کی حفاظت مقاصد شرعیہ اور ضروریہ میں سے ہے اور انسان کے نعش کی حرمت تکملہ مقاصد میں سے ہے، یعنی نعش کے احترام سے زندہ انسان کے جان و مال کی حفاظت کی تکمیل ہوتی ہے، لہذا اگر مصلحت اور تکملہ میں تعارض ہوجائے تو مصلحت کو تکملہ پر ترجیح دی جائے گی، **"حامل ماتت وولدها حيّ شُقّ بطنها ويخرج ولدها...... ولو بلع مال غيره ومات هل يُشق؟ قولان، والأولى نعم"** (رد المحتار ۲/۱۳۸)۔

مذکورہ بالا ضوابط اور تعریفات کو پیش نظر رکھنے کے بعد فتح ذرائع کے حکم کو سمجھنا بہت آسان ہوجاتا ہے، جو چند مثالیں ذکر کی گئی ہیں وہ سب فتح ذرائع میں داخل ہیں، اور اسی فتح ذرائع کے اصول سے اعضاء کی پیوندکاری اور علاج بالمحرم وغیرہ کا حکم بھی بآسانی معلوم کیا جاسکتا ہے، نیز اس اصول سے ضرورت اور مصالح کے پیش نظر پوسٹ مارٹم کا حکم بھی معلوم کیا جاسکتا ہے، جس پر علماء نے تفصیلی کلام بھی کیا ہے، ہم نے صرف اشارہ پر اکتفا کیا؛ تاکہ بحث طویل نہ ہو اور ان مسائل پر غور کرنے کے وقت ان اصولوں کو پیش نظر رکھ کر غور کیا جائے تو حکم بآسانی منقح ہوجاتا ہے۔

حضرات احناف اور فتح ذریعہ: فتح ذریعہ کے عنوان اور نام سے حضرات احناف کے یہاں کوئی ضابطہ اور اصول نہیں ملتا ہے لیکن اکراہ اور اضطرار، حاجت وضرورت، زینت وفضول وغیرہ سے متعلق مسائل کتب احناف میں موجود ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حالت اضطرار اور حالت اکراہ میں اجراء کلمہ کفر کی رخصت مل جاتی ہے اور ضرورت کے وقت تناول خمر وخنزیر کی بھی اجازت حاصل ہوجاتی ہے، خلاصہ بحث اس کے بعد ملاحظہ ہو۔

ضرورت ومجبوری کے وقت حصول رخصت کے ضوابط:

۱- احکام شرعیہ اگر مامورات کے قبیل سے ہوں تو اضطرار واکراہ کے وقت مامورات کی خلاف ورزی رخصت کے دائرے میں آئے گی، جیسے کلمہ کفر کا اجراء اضطرار کے وقت گرچہ جائز ہے، لیکن احتراز اولی اور بہتر ہے (فتاوی شامی ۹/۱۸۵)۔

۲- اگر احکام شرعیہ منہیات کے قبیل سے ہوں، اور اس کی خلاف ورزی سے صرف حق شارع فوت ہوتا ہو اور حق

عبد سے کوئی تعلق نہ ہو جیسے شرب خمر، اکل میتہ وغیرہ، تو اضطرار کے وقت یہ مباح ہوجاتے ہیں اور جان بچانا واجب ہوگا (فتاوی شامی ۹/ ۱۸۴)۔

۳- احکام شرعیہ منہیات کے قبیل سے ہوں اور حق شارع کے ساتھ حق عبد بھی متعلق ہو، اور اس کی تلافی ممکن ہو جیسے اتلاف مال غیر وغیرہ تو اضطرار کے وقت ان کی بھی رخصت حاصل ہوجائے گی، "**ورخص له إتلاف مال مسلم أو ذمي بقتل أو قطع ويؤجر لو صبر**" (فتاوی شامی ۹/ ۱۸۶)۔

۴- احکام شرعیہ منہیات کے قبیل سے ہوں اور ان کے ساتھ ایسے حقوق عباد متعلق ہوں جن کی تلافی ممکن نہ ہو، جیسے قتل نفس وغیرہ، تو اس کی رخصت ہرگز نہ ہوگی گرچہ اکراہ ملجی ہی کیوں نہ ہو (شامی ۹/ ۱۸۷)۔

نوٹ: زنا کے بارے میں فقہ اور اصول فقہ میں تفصیل کی جاتی ہے کہ عورت پر اکراہ ہو تو رخصت حاصل ہوجائے گی، اور مرد پر اکراہ ہو تو رخصت حاصل نہ ہوگی، اسی وجہ سے مرد کی طرف سے اگر زنا کا صدور پایا جائے تو اکراہ کے باوجود اس پر حد جاری کی جائیگی، لیکن راجح یہی ہے کہ مرد کو بھی رخصت حاصل ہوجائے گی اور اس پر حد جاری نہ ہوگی (آسان تفسیر ص ۱/ ۷۹۸)۔

"**إذا أكره الرجل على الزنا بإمرأة فزنى بها كان أبو حنيفة أوّلا يقول يجب عليه الحد ثم رجع وقال: لاحدّ عليه وهو قولهما، ويجب المهر على الزاني...... وكان كما لو أكره على أكل طعام نفسه**" (الفتاوی الہندیہ ۵/ ۴۸)۔

جواب ۷- سد ذرائع پر مبنی دور حاضر کے چند مسائل:

۱- صوتی اور فضائی آلودگی کے مسائل، مثلاً فیکٹریوں، گاڑیوں وغیرہ کے دھوئیں کی کثرت سے خصوصا بڑے شہروں میں فضائی آلودگی کا مسئلہ بہت ہی اہمیت اختیار کرتا جارہا ہے، اس کی وجہ سے امراض میں اضافہ، تنفس کی شکایت اور دیگر مسائل کثرت سے پیدا ہورہے ہیں، لہٰذا انسانی زندگی کی صحت وحفاظت کے لئے اس میں قید وبند سد ذریعہ کے اصول سے لگائی جاسکتی ہے، اسی طرح صوتی آلودگی میں بھی۔

۲- آبی وسائل کی حفاظت اور آلودگی سے ان کو بچانے کے ذرائع کا پابند کرنا بھی سد ذریعہ کے اصول سے حل کیا جاسکتا ہے۔

۳- مارکیٹوں میں طلب ورسد اور اشیاء کی قیمتوں میں توازن برقرار رکھنے کے لئے ذخیرہ اندوزی کی ممانعت اور قیمتوں کی تعیین کو سد ذریعہ کے ضابطہ سے حل کیا جاسکتا ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے مارکیٹ میں ایک شخص کو معروف قیمت سے بہت کم داموں میں فروخت کرتے دیکھا تو فرمایا: "**إما أن تزيد في السعر وإما أن ترفع من سوقنا**" (کنز الاعمال ۴/ ۵۶)۔

۴-شہری آبادیوں میں گیس وپیٹرول کے ذخائر پر پابندی، اسی طرح سلاٹر ہاؤس کے قیام وغیرہ کے مسائل سد ذریعہ کے ضابطے سے حل کئے جاسکتے ہیں۔

۵-کمیشن پر چندہ کی ممانعت بھی سد ذریعہ کے ضابطہ سے کی جاسکتی ہے۔

۶-غیر مسلم ممالک میں حکومتی مناصب کا حصول، اور حکومتی اداروں میں شمول کو فتح ذریعہ کے ضابطہ سے حل کیا جاسکتا ہے، "**لأن الضرر الأشد يدفع بالأخف**"۔

نوٹ: سد ذریعہ سے متعلق یہ چند مسائل جو ذہن میں آئے تحریر کردیئے گئے، ورنہ اس ضابطے سے متعلق مسائل کی کوئی انتہا نہیں ہے، یہاں تک کہ اس کو نصف دین بھی کہا گیا ہے (اعلام الموقعین)۔

جواب ۸-غلو تمام چیزوں میں شرعاً ممنوع ہے خواہ سد ذرائع میں ہو یا دوسرے احکامات میں، غلو کی ممانعت خود قرآن کریم میں صراحۃً آئی ہے، "**لا تغلوا فی دینکم**" (سورۂ نساء:۱۷۱)، اور غلو شریعت میں حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے، جو شرعاً ممنوع ہے؛ کیونکہ دین اسلام میں افراط وتفریط دونوں ناجائز ہے اور غلو اسی میں داخل ہے، جو شبہات ناشی عن دلیل ہوں ان سے بچنا احتیاط اور تقوی کا تقاضہ ہے، لیکن جو شبہات ناشی عن دلیل نہ ہوں پھر بھی شبہات سے بچنا غلو میں داخل ہے، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: تقوی عن الشبہات بھی محمود ہے اور غلو مذموم، اور غلو یہ ہے کہ شبہات غیر ناشی عن دلیل سے پرہیز کیا جائے، جب شریعت نے اجازت دے دی اور اس کے خلاف کوئی شبہ ناشی عن دلیل موجود نہیں تو اس پر عمل کر کے زیادہ متقی بننے کی کوشش کرنا بڑا خطرناک ہے (انعام الباری ۶/ ۹۴)۔

شبہات سے بچنے کا اصول:

۱-اگر اصل اشیاء میں اباحت ہو اور حرمت کا شبہ پیدا ہوجائے اور شبہ ناشی عن دلیل ہے تو اس شبہ کے نتیجے میں اس مباح چیز کو ترک کردینا واجب نہیں بلکہ مستحب اور تقوی کا تقاضہ ہے۔

۲-اگر اشیاء میں اصل حرمت ہو اور شبہ ناشی عن دلیل ہو تو اس صورت میں شبہ سے بچنا واجب ہے صرف مستحب نہیں، مثلاً گوشت، ابضاع میں اصل حرمت ہے، لہذا اگر شبہ ناشی عن دلیل ہے تو اس شبہ سے بچنا واجب ہوگا، مثلاً کوئی عورت کسی کو دودھ پلانے کی خبر دے اور اس عورت کا نسبی لڑکا یا لڑکی نکاح کرنے کا ارادہ کرے تو ایک عورت کی خبر سے شبہ بہر حال پیدا ہوجائے گا، لہذا نکاح سے احتراز کرنا واجب ہوگا (انعام الباری/ ۹۵)۔

۳-اگر اصل اشیاء میں حلت ہو اور شبہ ناشی عن غیر دلیل ہو تو اس وقت شبہ سے بچنا غلو ہے، جو شریعت میں ممنوع ہے، اس کی مثال حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ ہے جو مؤطا امام مالک میں منقول ہے کہ جب حضرت عمرو بن عاص نے مالک حوض سے پوچھا: "**یاصاحب الحوض! هل ترد حوضک السباع**"؟ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: "**یا صاحب الحوض! لا**

تخبرنا" یعنی جب دونوں احتمال ہے اور غالب یہ ہے کہ پانی طاہر ہوگا، لہذا خواہ مخواہ تحقیق میں پڑنے کی ضرورت کیا ہے(التفصیل فی انعام الباری ۸۰/۶ تا ۱۰۲)، حاصل یہ نکلا کہ اسلام میں غلو کی ممانعت ہے، غلو خواہ سد ذرائع میں ہو یا دوسرے امور میں سب منع ہے۔

غلو فی سد الذرائع سے بچنے کے اصول:

علامہ محمد ابوزہرہ نے اپنی کتاب اصول الفقہ میں سد ذرائع میں مبالغہ سے بچنے کے لئے دو اصول نقل کئے ہیں، ان اصولوں کے نقل کرنے سے پہلے شیخ نے بعض لوگوں کے احتیاط وغیرہ کو بیان کر کے یہ فرمایا کہ یہ سد ذرائع میں مبالغہ ہے، چنانچہ شیخ فرماتے ہیں: "**إن الأخذ بالذرائع لاتصح المبالغة فيه......وأن هذا تحقيق علمى دقيق، فإنه يقرر هنا أصلين**"(اصول الفقہ لابی زہرہ:۲۶۵)۔ شیخ ابوزہرہ کے ذکر کردہ دونوں اصولوں کو ہم نے تین ضوابط کے نام سے ذیل میں ذکر کیا ہے:

ضابطہ ۱: وہ جائز امور جو کسی فساد منصوص تک متعدی ہوں تو وہ جائز امور بھی سداً للذریعہ ناجائز ہوں گے۔

ضابطہ ۲: جو چیزیں حلال منصوص تک متعدی ہوں تو قیاس کے مطابق فتح ذریعہ کے طور پر ان کے جواز کا حکم ہوگا، حاصل یہ کہ ذرائع نص کے تابع ہوں گے، حرام کے حرام اور مباح کے ذرائع مباح ہوں گے، "**أن الذرائع يؤخذ بها إذا كانت توصل إلى فساد منصوص عليه، وبالقياس إذا كانت توصل إلى حلال منصوص فسدها فى الأول يكون لمفسدة عرفت بالنص، وفتحها فى الثانى يكون لمصلحة عرفت بنص ووجه ذلک أن المصلحة أو المفسدة المعرفة بنص مقطوع بها، فتكون الذرائع لخدمة النص**"(اصول الفقہ لابی زہرہ/۲۶۵)۔

ضابطہ ۳: امانات سے متعلق امور بسا اوقات خیانت کے ظاہر ہونے کی وجہ سے اور خیانت کے امکان کی وجہ سے سداً للذریعہ ناجائز نہ ہوں گے؛ کیونکہ سداً للذریعہ امانات کو ترک کردینے کا ضرر بڑھا ہوا ہے خیانت والے ضرر سے؛ اس لئے ضرر اکبر کو ضرر اصغر پر ترجیح ہوگی، "**أن الأمور التى تتصل فى أحكامها الشرعية بالأمانات لا تمنع لظهور الخيانة أحيانا فإن المضار التى تترتب على سدّها أكثر من المضار التى تدفع بتركها، فلو تركت الولاية على اليتيم سداً للذريعة لأدّى ذلک إلى ضياع اليتامى**"(اصول الفقہ لأبی زہرہ:۲۶۶)۔

خلاصہ: شیخ ابوزہرہ کے کلام کا حاصل دو ضابطے کی شکل میں نکلتا ہے: ۱-احکام منصوصہ کے ذرائع نص کے تابع ہوں گے، ۲-دو ضرروں کے اجتماع کے وقت ضرر اعظم واکثر کو ترجیح ہوگی۔

میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ سدّ ذرائع میں غلو سے کام لینا یقیناً حرج ومشقت کا باعث ہوگا اور حرج ومشقت کو

دور کرنے کا حکم ہے؛اس لئے سد ذریعہ میں بھی غلو ممنوع ہوگا،مثلاً یتیم کے مال میں خیانت کے احتمال سے تولیت سے احتراز کرنا باعث ضرر ونقصان ہے؛ کیونکہ اگر اس احتمال کی بنا پر تولیت کو چھوڑ دیا جائے تو یتیم کا مال برباد ہونے کا ظن غالب ہے، اس لئے ایسے غلو کی ممانعت کی گئی ہے جو باعث حرج ومشقت ہو،"**أن الأمور التی تتصل في أحكامها الشرعية بالأمانات لا تمنع لظهور الخيانة أحيانا، فلو تركت الولاية على اليتيم سداً للذريعة لأدّى ذلک إلى ضياع اليتامى**"(اصول الفقہ لابی زہرہ/ص۲٦٦)۔

غلو سے اجتناب کا اصول: سد ذرائع میں اگر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی تفصیل کو ملحوظ رکھا جائے تو سد ذرائع میں غلو نہیں ہوگا، حضرت مفتی صاحب نے جو کچھ اس سلسلے میں لکھا ہے اس کا خلاصہ جواب نمبر(۱) میں گذر چکا ہے، لیکن آسانی کے لئے دوبارہ خلاصہ لکھ دیا جاتا ہے، اگر سد ذریعہ میں اس کو ملحوظ رکھا جائے تو حکم شریعت میں کوئی تنگی نہ ہوگی، چنانچہ مفتی صاحب فرماتے ہیں:"**وبهذا التفصيل اجتمعت أقوال الفقهاء ونصوص الكتاب والسنة فالحمدلله على ذلک**"(احکام القرآن ۸۱/۳)۔

۱-اسباب اور ذرائع کو اگر معصیت کے حقیقی یا حکمی قصد وارادہ کے بغیر انجام دیا جائے اور وہ اسباب اور ذرائع محرک معصیت بھی نہ ہوں نیز ان اسباب اور ذرائع پر معصیت کا ترتب بھی براہ راست نہ ہوتا ہو؛ بلکہ معصیت کا ترتب ان اسباب پر فاعل مختار کے عمل سے ہوتا ہو تو ایسے اسباب وذرائع شرعاً جائز ہیں، لیکن اگر فاعل مختار کے عمل سے معصیت کے ترتب کا علم ہو تو اسباب میں کراہت تنزیہی ہوگی ،اور اگر معصیت کے ترتب یا عدم ترتب کا کوئی علم نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں ہوگی ،مثلاً شیرہ انگور کو شراب بنانے والے سے فروخت کرنا اگر بائع کو کوئی علم نہ ہو تو کوئی کراہت نہیں، اور اگر شراب بنانے کا علم ہو؛ لیکن شراب بنوانے کی نیت نہ ہو اور شراب بنانے کی صراحت بھی نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہوگی، اور اگر شراب بنائے جانے کی نیت ہو یا اس کی صراحت ہو جائے تو بیع حرام ہوگی ،"**أما إذا كان سببا بعيدا كبيع العصير لمن يتخذه خمرا أو إجارة الدار لمن يتعاطى فيها بالمعاصی، أو عبادة غير الله، فإن لم يعلم بقصد المشتري والمستجير وبما يعمل فيه جاز بلا كراهة، وإن علم ذلک كره تنزيها؛فإن هذا البيع والإجارة ليس سببا حاليا وباعثا للمعصية كسبّ الآلهة وضرب النساء بالأرجل مالم ينو أو يصرح بعمل المعصية، نعم! بعد العلم بما يعمل لا يخلو عن شئ من التسبب للمعصية ولو بعيد، فكان التنزه عنه أولى**" (احکام القرآن للتھانوی ۸۱/۳)۔

۲-اسباب اور ذرائع میں اگر درج ذیل حالتوں میں سے کوئی ایک بھی پائی جائے تو اسباب ناجائز ہوں گے:

(۱) اسباب کے انجام دینے کے وقت معصیت کی نیت پائی جائے۔

(۲) اسباب کو اختیار کرنے کے وقت معصیت کی صراحت پائی جائے۔

(۳) اسباب اور ذرائع ایسے ہوں کہ معصیت کے علاوہ ان کا کوئی استعمال ہی نہ ہو۔

(۴) وہ اسباب اور ذرائع جو معصیت کے لئے محرک اور جالب ہوں، گرچہ ان اسباب پر معصیت کا ترتب کسی فاعل مختار کے فعل سے ہو، تو اسباب محرکہ للمعصیت سبب قریب میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔

(۵) وہ اسباب جن پر معصیت کا ترتب بغیر کسی تغیر وتبدل کے براہ راست ہوتا ہو، اور معصیت کے ترتب کا علم بھی ہو، تو یہ بھی سبب قریب میں داخل ہو کر ناجائز ہیں۔

نوٹ: اگر معصیت کی حقیقتاً یا حکماً نیت نہ ہو اور سبب محرک نہ ہو اور سبب پر براہ راست معصیت مرتب نہ ہو، اور اگر ہو تو علم نہ ہو، تو ایسی صورتوں میں اسباب پر حرمت کا حکم نہیں ہوگا، زیادہ سے زیادہ کراہت تنزیہی اور خلاف اولی کا حکم عائد ہوگا، "**إن الإعانة على المعصية لا تتحقق إلا بنية الإعانة حقيقةً أو حكماً.....إذا كان سبباً قريباً باعثاً وجالباً للمعصية كسبّ الآلهة الباطلة فتعدّ أسبابا قريبة وأما إذا كان سببا بعيدا كبيع العصير لمن يتخذه خمراً، فإن لم يعلم بقصد المشترى**" (احکام القرآن ۲/۸۱)۔

حضرت تھانوی کا ایک فتوی:

الجواب: اس مسئلہ میں اصل مذہب اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر درمیان میں کسی فاعل مختار کا فعل متخلل ہو جائے، بشرطیکہ انتفاع اس شئ سے وجہ محرم میں منحصر نہ ہو تو اس کی بیع وغیرہ اعانت علی المعصیت نہیں، گو کراہت بمعنی خلاف اولی سے خالی نہیں......اسی بناء پر صلاح میں وسعت معلوم ہوتی ہے...... یا میرے جی کو یہ لگتا ہے کہ معصیت لازمہ اور معصیت متعدیہ مضرہ للغیر میں فرق کیا جائے، یعنی تخلل فاعل مختار کو معصیت لازمہ میں قاطع نسبت قرار دیا جائے اور معصیت متعدیہ میں قاطع نہیں قرار دیا جائے......گویہ کلیہ منقول نہ ہو لیکن جزئیات سے کلیات مستخرج کئے گئے ہیں، وہذا اُقرب الوجوہ عندی، اس تقریر پر پھولوں وغیرہ کا بیچنا پجاریوں سے جائز ہوگا، اگر یہ تقریر مان لی جائے تو کسی جزئیہ میں اشکال نہ رہے گا (امداد الفتاوی ۴/۳۲۲)۔ حاصل: حضرت کے بیان کردہ ضابطے کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسباب کا ضرر متعدی ہو تو فاعل مختار کا واسطہ ہو یا نہ ہو ناجائز ہے، اور اگر ضرر لازم ہو اور بلا واسطہ ہو تو ناجائز ورنہ جائز ہے۔

خلاصہ جواب:

۱-لغت میں ہر اس چیز کو ذریعہ کہا جاتا ہے جس کو کسی دوسرے چیز تک پہنچنے کا بالقصد وسیلہ بنایا جائے۔

سد ذریعہ-کسی چیز کی مصلحت ومفسدہ سے قطع نظر اس تک رسائی کے تمام وسائل اور راستوں کو بند کردینے کا نام

لغت میں سد ذریعہ ہے۔

ذریعہ اصطلاحی عام- مکلّف جن اسباب اور وسائل کو حلت وحرمت کا لحاظ کئے بغیر دوسرے امور تک رسائی کے لئے انجام دے تو اس کو اصطلاح شریعت اور فقہ میں ذریعہ عام کہتے ہیں۔

سد ذریعہ بمعنی عام: جو اسباب و وسائل کسی شر وفساد اور منکر تک پہنچنے کا وسیلہ بنتے ہوں ان کو اصطلاح میں سد ذریعہ عام کہتے ہیں۔

ذریعہ اصطلاحی خاص: وہ جائز اور مباح فعل جو کسی فعل حرام اور ناجائز کا وسیلہ بنتے ہوں ان کو ذریعہ اصطلاحی خاص کہا جاتا ہے۔

سد ذریعہ بمعنی اصطلاحی خاص: فعل حرام کا وسیلہ اور سبب بننے والے فعل مباح سے روک دینے کا نام اصطلاح میں سد ذریعہ خاص ہے۔

۲- علامہ ابن تیمیہ کے بیان کے مطابق جب فعل مباح کسی فعل حرام کا وسیلہ بنے تو اس کو ذریعہ کہیں گے، لیکن اگر کوئی فعل حرام بذات خود دوسرے سے حرام کا سبب بنے تو اس کو سبب اور مقتضی کہیں گے، البتہ ذریعہ اصطلاحی عام اور سبب دونوں میں ترادف ہے، ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

۳- سد ذریعہ کی حجیت میں درحقیقت فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ اختلاف سد ذریعہ کو فقہی اصل اور ضابطہ کا نام دینے میں ہے، اور بیوع آجال اور بیع عینہ کی بعض صورتوں کے حکم میں اختلاف ہے، اور سد ذریعہ کی حجیت کتاب و سنت اجماع وقیاس سب سے ثابت ہے۔

۴- حضرات فقہاء نے ذرائع کے کل چار درجات متعین کئے ہیں: ۱- فساد اور ضرر کا مرتب ہونا یقینی ہو، ۲- ضرر اور فساد کا مرتب ہونا ظن غالب ہو، تو یہ دونوں صورتیں ناجائز اور حرام ہیں، ۳- فساد کا مرتب ہونا ظن غالب نہ ہو بلکہ اکثری ہو اور فساد کے ترتب کا علم بھی نہ ہو تو شوافع واحناف کے نزدیک یہ شکل جائز ہے اور مالکیہ وحنابلہ کے نزدیک ناجائز ہے، ۴- جن پر فساد اور ضرر کا مرتب ہونا نادر اور اتفاقی ہو، تو یہ قسم بالاتفاق جائز ہے۔

۵- سد ذریعہ کی مثالوں میں نظر إلی وجہ الأجنبیۃ اور عورتوں کا آواز میں لچک پیدا کرنا، اور بجنے والے زیورات کا استعمال کرنا وغیرہ کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

۶- مضرت اور منفعت سے قطع نظر اسباب ووسائل کی اجازت دینے کا نام لغت میں فتح ذریعہ ہے۔ اور معنی اصطلاحی عام کے اعتبار سے خیر وبھلائی کے اسباب کی اجازت دینے کا نام فتح ذریعہ ہے، اور ذرائع کی حرمت کے اسباب پائے جانے کے باوجود کسی مصلحت راجح سے جائز اور مباح قرار دینے کا نام اصطلاح خاص میں فتح ذریعہ ہے (یعنی اسباب

محرمہ پر حلت اور رخصت کے مرتب ہونے کا نام فتح ذریعہ ہے)۔

۷-سد ذریعہ اور فتح ذریعہ سے متعلق مسائل بے شمار ہیں، کچھ مسائل کی طرف جواب میں نشاندہی بھی کردی گئی ہے،ان کی کثرت کا اندازہ ابن قیمؒ کے اس جملے سے لگایا جاسکتا ہے،ھوأ ربا ع الدین۔

۸-غلو شریعت مقدسہ میں بہرحال ممنوع وناپسندیدہ ہے،خصوصا حلال کو حرام کرنے میں اس کی قباحت بہت بڑھ جاتی ہے۔

☆☆☆

سد ذریعہ-ایک اہم اصول

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی☆

تمہید:

بعض دفعہ لوگوں کو مشروع اور جائز چیزوں سے محض اس وجہ سے روک دیا جاتا ہے کہ وہ شرعی ممنوعات اور مفاسد کا ذریعہ بنتی ہیں، اصولی اصطلاح میں ان کو ”سد ذرائع“ سے تعبیر کرتے ہیں، اسلامی شریعت میں اس کی بہت ساری مثالیں ملتی ہیں، چنانچہ اجنبیہ خاتون کے ساتھ خلوت، خواتین کا محرم کے بغیر سفر، خواتین کا اجنبیوں کے سامنے اظہار زینت اور مرد وزن کے اختلاط کو اسی لئے حرام قرار دیا گیا ہے کہ ان سے عفت و پاکدامنی متاثر ہوتی ہے۔

البتہ ذرائع ایک درجہ کے نہیں ہوتے ہیں بلکہ ان کے مختلف درجات ہیں؛ چنانچہ ذریعہ اور مفسدہ میں کس نوعیت کا تعلق ہے اسے پیش نظر رکھتے ہوئے شرعی حکم مرتب ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ غیر منصوص مجتہد فیہ احکام میں ہمیشہ فقہاء نے اس کا استعمال کیا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ نئے مسائل کے حل میں بھی اس سے بڑی مدد مل سکتی ہے، لہذا اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ ”سد ذریعہ“ کے اصول پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔

اس مختصر تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

جواب ۱-ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

لغت میں ”ذریعہ“ کسی چیز تک پہنچنے کے وسیلہ کو کہتے ہیں، ابوحسین احمد بن فارس بن زکریاؒ رقم طراز ہیں: ”(ذرع) **الذال والراء والعين أصل واحد يدلّ على امتداد وتحرک إلى قدم**“ (ابن فارس: معجم مقاییس اللغۃ ۳۵۰/۲، بیروت، دارالفکر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء) (”ذرع“ ذال، راء اور عین ایک مادہ ہے جو پھیلاؤ اور آگے بڑھنے پر دلالت کرتا ہے)۔

اور علامہ مرتضی زبیدی محمد حسینیؒ رقم طراز ہیں: ”من المجاز: **الذريعة كسفينة: الوسيلة والسبب إلى شئ، يقال: فلان ذريعتي إليک، أي سببي ووصلتي الذي أتسبّب به إليک**“ (زبیدی: تاج العروس ۱۲/۲۱، بیروت دار الہدایہ) (مجازی مفہوم رکھنے والا لفظ ”سفینۃ“ کے وزن پر ”ذریعہ“ ہے، جس کا مفہوم ہے کسی چیز تک پہنچنے کا وسیلہ اور سبب،

☆ مدیر معہد الإمام النورسی للمتخرجین، جامعۃ الإمام احمد بن عرفان الشہید، کٹولی لکھنؤ۔

کہا جاتا ہے: فلاں آدمی آپ تک پہنچنے کا میرا رابطہ اور وسیلہ ہے)، کہا جاتا ہے:"تذرع فلان بذريعة، أي توسل بها إلى مقصده"(یعنی فلاں شخص واسطہ سے اپنے مقصود تک پہنچا، اوراس کے لئے وسیلہ بنایا)۔

اور اصولی اصطلاح میں" ذریعہ" وہ چیز ہے جو بہ ظاہر مباح اور جائز ہو لیکن اسے ممنوع عمل کا ذریعہ بنایا جاتا ہو؛ چنانچہ علامہ زرکشی محمد بن بہادرؒ(م:۷۹۴ھ)رقم طراز ہیں:"هي المسألة التي ظاهرها الإباحة، ويتوصل بها إلى فعل المحظور"(زرکشی: البحر المحیط ۴/ ۳۸۲، بیروت العلمیہ، ۱۴۲۱ھ/ ۲۰۰۰ء)(یہ وہ مسئلہ ہے جو بہ ظاہر مباح ہو، اوراس کے ذریعہ ممنوع عمل تک پہنچا جائے)، جبکہ عمومی مفہوم میں" ذریعہ" کسی چیز کے وسیلہ کو کہتے ہیں، چنانچہ اس مفہوم میں سد ذرائع اور فتح ذرائع دونوں داخل ہیں۔

"سد" کی لغوی تعریف:

لغت میں" سد" کے معنی ہیں: بند کرنا، رخنہ بند کرنا، سوراخ یا شگاف بند کرنا، ٹھیک کرنا، خرابی یا بگاڑ دور کرنا، چنانچہ علامہ ابن منظور محمد بن مکرم افریقی مصریؒ تحریر فرماتے ہیں:"السدّ:إغلاق الخلل وردم الثلم، سدّه يسدّ سدّاً فانسدّ، واستد، وسدّده: أصلحه وأوثقه، والاسم السدّ"(ابن منظور: لسان العرب ۳/ ۲۰۷، طبع اول، بیروت دار صادر)(" سد" رخنہ بند کرنے اور شگاف پر کرنے کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے:" سدہ" اس نے اسے بند کر دیا، تو" انسد" (بند ہو گیا) اور" استد" درست ہو گیا، اور" سددہ" کے معنی ہیں: اس نے اسے سیدھا اور درست کر دیا، اور اسم" سد" یعنی بندش ہے)۔

"سد ذریعہ" کی لغوی تعریف:

لغت کی رو سے واسطہ ختم کر دینے کو" سد ذریعہ" کہتے ہیں۔

"سد ذریعہ" کی شرعی حقیقت:

بہ ظاہر فساد سے خالی امور جو کسی مفسدہ کا باعث بنتے ہوں ان کو ممنوع قرار دینے کا نام" سد ذریعہ" ہے؛ چنانچہ علامہ قرافی ابو العباس احمد بن ادریس مالکیؒ(م:۶۸۴ھ)تحریر فرماتے ہیں:"حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها"(قرافی: الفروق ۲/ ۵۹، بیروت دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸، تحقیق: خلیل منصور)(فساد کو ختم کرنے کے لئے وسائل فساد کو دور کر دینے کا نام" سد ذریعہ" ہے)۔

جواب ۲- ذریعہ اور سبب میں فرق:

سبب کا لغوی مفہوم:

لغت کی رو سے" سبب" رسی کو کہتے ہیں، پھر ہر اس چیز کو سبب کہا جانے لگا، جس کے ذریعہ دوسری چیز کی طرف

رسائی ہو سکے؛ چنانچہ علامہ فیومی احمد بن محمد مقری (م۷۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:"السبب:الحبل،وهو مايتوصل به إلى الاستعلاء، ثم استعير لكل شئ يتوصل به إلى أمر من الأمور، فقيل: هذا "سبب"، وهذا "مسبب" عن هذا" (فیومی: المصباح المنیر ص۱۳۸، بیروت، المکتبۃ العصریۃ) (''سبب'' رسی کو کہتے ہیں، اور یہ وہ چیز ہے جس سے بلندی تک رسائی حاصل کی جاتی ہے، پھر مجازاً ہر اس شئ کو'' سبب'' کہا جانے لگا جس کے ذریعہ کسی چیز تک پہنچا جا سکے؛ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ'' سبب'' ہے، اور یہ اس کا اثر و نتیجہ ہے)۔

''سبب'' کی اصطلاحی تعریف:

''سبب'' وہ چیز ہے جو دوسری شئ تک پہنچائے مگر اس میں مؤثر نہ ہو، جیسے زوال شمس ظہر کی نماز کے وجوب کا سبب ہے، علامہ بزدوی علی بن محمد حنفیؒ (م:۴۸۲ھ) رقم طراز ہیں:"هو في الشريعة عبارة عما هو طريق إلى الشيء، من سلكه وصل إليه" (بزدوی: أصول البزدوی، ص۳۰۹، کراچی مطبعۃ جاوید) (سبب شرعی اصطلاح میں کسی چیز کے راستہ کو کہتے ہیں جو اس میں چلے گا وہ اس چیز تک پہنچ جائے گا)۔

جیسے دہلی کے راستہ سے آدمی دہلی چل کر پہنچے گا نہ کہ خود راستہ کی وجہ سے، لہٰذا راستہ مؤثر نہیں بلکہ چلنا مؤثر ہے)۔

اور علامہ تفتازانی سعد الدین مسعود بن عمر شافعیؒ (م:۷۹۳ھ) رقم طراز ہیں:"اصطلاحا:ما يكون طريقا إلى الحكم من غير تأثير" (تفتازانی: شرح التلویح علی التوضیح ۲/۲۸۵، طبع اول، بیروت، العلمیۃ، ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء) (شرعی اصطلاح میں سبب حکم تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، اس میں مؤثر ہوئے بغیر)۔

یعنی حکم کے ثبوت میں سبب کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے، بلکہ ثبوتِ حکم علت سے ہوتا ہے، اسی طرح حکم کا وجود بھی علت اور شرط کے پائے جانے کے وقت ہوتا ہے، گویا سبب حقیقی کی واسطہ اور بلا واسطہ حکم میں کوئی تاثیر نہیں ہوتی ہے؛ البتہ اگر سبب ایک گونہ علت کا بھی درجہ رکھتا ہو، تو وہ ایسی صورت میں واسطہ کے ذریعہ حکم میں مؤثر ہوتا ہے۔

اور'' ذریعہ'' کی اصطلاحی اور لغوی تعریف شروع میں گزر چکی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ذریعہ اور سبب میں لطیف فرق ہے، اور وہ یہ کہ ذریعہ ایسا عمل ہوتا ہے جو کوئی نتیجہ پیدا کرتا ہے، جبکہ سبب محض واسطہ ہوتا ہے، وہ بذات خود کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتا ہے۔

مسبب کا وجود سبب کے وجود پر موقوف ہوتا ہے؛ جبکہ ذریعہ کا نتیجہ خود ذریعہ پر موقوف نہیں ہوتا ہے بلکہ دوسرے ذریعہ کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔ خیال رہے کہ ذریعہ کسی چیز کی راہ ہوتا ہے؛ جبکہ وسیلہ مضرت یا مفسدہ کا قطعی طور پر باعث بنتا ہے، یہ فرق صرف شافعیہ کے یہاں ہے جو'' سد وسائل'' کے قائل ہیں نہ کہ'' سد ذرائع'' کے؛ کیونکہ ذرائع وسیلہ کی طرح قطعی طور

سے فساد کا باعث نہیں بنتے ہیں؛ جبکہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک وسیلہ اور ذریعہ میں کوئی فرق نہیں ہے(دیکھئے: نووی: المجموع ۱۵۹/۱۰)، اسی طرح طریقہ اور ذریعہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جواب ۳-سدذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسائل مع دلائل:

بنیادی طور پر ''سدذرائع'' کی حجیت کے بارے میں دومسلک ہیں:

۱-پہلامسلک:

مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ ''سدذرائع'' دین میں حجت اور فقہ کے ادلہ میں سے ایک دلیل ہے۔

جبکہ حنفیہ کے اصول میں اس بات کی صراحت تو نہیں ملتی ہے کہ ''سدذرائع'' کا اعتبار ہے، اسی وجہ سے حنفیہ کو شافعیہ کے ساتھ شامل کرکے یہ بات کہی جاتی ہے کہ یہ حضرات ''سدذرائع'' کو معتبر مانتے ہیں نہ فقہ کے ادلہ میں شمار کرتے ہیں؛ حالانکہ حنفیہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ کسی چیز کا جو حکم ہے وہی اس کے وسیلہ کا حکم ہے، جیسا کہ علامہ کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں:''**الوسيلة إلى الشيء حكمها حكم ذلك الشيء**''(کاسانی: بدائع الصنائع ۱۰۶/۷، بیروت، دارالکتاب العربی)(کسی چیز کے وسیلہ کا وہی حکم ہے جو اس شئ کا حکم ہے)، اس سے پتہ چلتا ہے کہ مذہب حنفی میں بھی ''ذرائع'' کو عمل میں لایا جاتا ہے، اور مذہب حنفی کی بہت سی فقہی فروعات بھی اس پر دلالت کرتی ہیں۔

حجیت کے دلائل:

''سدذرائع'' کے حجت ہونے کے تین دلائل تو ''سوالنامہ'' ہی میں مذکور ہیں، لہذا ان کے علاوہ دوسرے دلائل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

۱-اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''**يا أيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا، وللكافرين عذاب أليم**''(بقرہ:۱۰۴)(اے ایمان والو! ''راعنا'' مت کہا کرو بلکہ ''انظرنا''(ہمارا خیال رکھئے) کہو، اور بات(توجہ سے) سنو، اور ان منکروں کو دردناک سزادی جائے گی)۔

اس آیت سے استدلال اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے اہل ایمان کو ''راعنا'' کہنے سے منع کردیا حالانکہ ان کی مراد بہتر تھی، وہ یہ مفہوم لیتے تھے کہ ہمارا خیال رکھئے، اور ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہود اس قول کو نبی اکرم ﷺ کو گالی دینے کا ذریعہ بناتے تھے اور دل میں اس کے معنیٰ ''او ہمارے چرواہے'' کے لیتے تھے، جس کا کوئی مسلمان قصد نہیں کرتا تھا، لہذا یہ ممانعت ''سدذریعہ'' کے قبیل سے ہے؛ تاکہ دوہرے معنیٰ والے لفظ کو کوئی کسی قبیح شئ کا ذریعہ نہ بنائے۔

۲-حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی زوجہ محترمہ جناب زینب ثقفیہؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ہم خواتین سے فرمایا:"إذا شهدت إحداكن المسجد فلا تمس طيبا"(صحیح مسلم ،حدیث نمبر:۴۴۳، طیالسی ،حدیث نمبر:۱۶۵۲)(تم میں سے کوئی جب مسجد میں (نماز کے لئے) حاضر ہوتو خوشبو نہ لگائے)۔

اس حدیث سے استدلال اس طرح ہے کہ خوشبو لگانا ایک جائز امر ہے اس کے باوجود''سد ذریعہ''کے طور پر اس سے ممانعت کردی گئی ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے مردوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھ سکتی ہیں، اوران کا میلان ان کی طرف ہوسکتا ہے، لہذا اس فساد کو ختم کرنے کے لئے اس کی ممانعت کردی گئی۔

۳-حرام تک پہنچانے والے وسائل کو مباح ٹھہرانا، حرمت کو توڑ دینے کے درجہ میں ہے، چنانچہ علامہ ابن قیم الجوزیہؒ رقم طراز ہیں:"ولو أباح الوسائل والذرائع المفضية إليه لكان ذلك نقضا للتحريم وإغراء للنفوس به، وحكمته تعالى وعلمه يأبى ذلك كل الإباء"(ابن القیم:اعلام الموقعین ۳/ ۱۳۵، بیروت، دارالجیل، ۱۹۷۳ء تحقیق:طہ عبدالرؤف سعد)(اور اگر اللہ تعالی حرام تک پہنچانے والے وسائل وذرائع کو مباح ٹھہرادیتا تو یہ تحریم کو توڑ دینے کے درجہ میں ہوتا، اور دلوں کو اکسانے کے درجہ میں ہوتا، اور اللہ تعالی کی حکمت اور اس کا علم ان باتوں سے پوری طرح سے انکار کرتا ہے)۔

نوٹ: علامہ ابن القیم نے''سد الذرائع'' کے معتبر ہونے پر ۹۹/ دلیلیں قائم کی ہیں، جو ان کو دیکھنا چاہے وہ ''إعلام الموقعین''۳/ ۱۳۵ اور بعد کے صفحات کا مطالعہ کرے۔

۲-دوسرا مسلک:

شافعیہ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ''سد ذرائع''ایک اصل کی حیثیت سے معتبر نہیں ہے، جبکہ امام شافعی سے ایسی صراحت آئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ''ذرائع'' کا اعتبار ہے، چنانچہ امام شافعیؒ ابو عبد اللہ محمد بن ادریسؒ (م:۲۰۴ھ) رقم طراز ہیں:"وفي منع الماء ليمنع به الكلأ الذي هو من رحمة الله عام يحتمل معنيين:أحدهما: أن ماكان ذريعة إلى منع ما أحل الله لم يحل، وكذلك ما كان ذريعة إلى إحلال ما حرم الله تعالى: فإن كان هذا هكذا، ففي هذا ما يثبت أن الذرائع إلى الحلال والحرام تشبه معاني الحلال والحرام، ويحتمل أن يكون منع الماء إنما يحرم؛ لأنه في معنى تلف على مالا غنى به لذوي الأرواح والآدميين وغيرهم، فإذا منعوا فضل الماء منعوا فضل الكلأ، والمعنى الأول أشبه"(شافعی: الأم ۴/ ۴۹، بیروت، دارالمعرفۃ، ۱۳۹۳ھ)(اور پانی کو روکنے کے اندر تاکہ اس کے ذریعہ اس گھاس کو روکے جو اللہ کی رحمت ہے، عام لفظ ہے جس میں دو معنی کا احتمال ہے: ایک معنی یہ ہے کہ جو اللہ کی حلال کردہ چیز کو روکنے کا ذریعہ ہو، وہ چیز حلال نہیں ہے،

اور اسی طرح جو شئ اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کو حلال ٹھہرانے کا ذریعہ ہو وہ حلال نہیں ہے،سو اگر یہ معاملہ اسی طرح ہے تو اس مضمون کے اندر وہ بات ہے جو اس چیز کو ثابت کرتی ہے کہ حلال وحرام کے ذرائع حلال وحرام کے مفاہیم کے مشابہ ہیں۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ پانی کو روکنا اس وجہ سے حرام ہو کہ وہ ایسی چیز کے ضیاع کے مفہوم میں ہے جس سے جاندار اور آدمی وغیرہ بے نیاز نہیں ہو سکتے ہیں،سو جب لوگ زائد پانی روکیں گے تو زائد گھاس بھی روکیں گے،اور پہلا مفہوم کتاب وسنت کے دلائل سے زیادہ مشابہ ہے)۔

لیکن علامہ سبکی علی بن عبد الکافیؒ نے شافعی مذہب کے عام رجحان کے مطابق جس میں وسائل اور ذرائع میں تفریق کی گئی ہے، اسے وسائل کو ممنوع ٹھہرانے پر محمول کیا ہے؛ چنانچہ علامہ تاج الدین عبد الوہاب بن علی سبکیؒ رقم طراز ہیں:"**ونازعه الشيخ الإمام الوالدؒ وقال: إنما أراد الشافعيؒ تحريم الوسائل، لا سد الذرائع، والوسائل تستلزم المتوسل إليه**"(سبکی: الأشباہ والنظائر ۱/۱۳۶ طبع اول، بیروت الکتب العلمیہ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء)(ہمارے شیخ امام والدؒ نے اس میں بحث کی ہے،اور کہا ہے کہ امام شافعیؒ کی مراد وسائل کی حرمت ہے نہ کہ "سد ذرائع"،اور وسائل اس چیز کا تقاضہ کرتے ہیں جس کو واسطہ بنایا جاتا ہے)۔

لیکن اگر انصاف کے ساتھ امام شافعیؒ کی کتاب "الأم" کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ انہوں نے "ذریعہ" اور "ذرائع" کا سولہ مرتبہ استعمال کیا ہے(مثلاً دیکھئے: ۴/۱۱۵، ۷/۲۱۷، ۷/۲۹۷، ۷/۲۹۸)، اور اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے جو مالکی مذہب میں رائج ہے،اور اگر بالفرض امام سبکی کی بات تسلیم بھی کر لی جائے،تو خود تحریر فرماتے ہیں:"**الذريعة ثلاثة أقسام، أحدها:ما يقطع بتوصله إلى الحرام، فهو حرام عندنا وعند المالكية**"(سبکی: الأشباہ والنظائر ۱/۱۳۶)(ذریعہ کی تین قسمیں ہیں:ان میں سے پہلی قسم یہ ہے کہ حرام تک اس کے پہنچانے کا یقین ہو تو یہ ہمارے اور مالکیہ کے نزدیک حرام ہے)۔

چنانچہ ان کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ جس وسیلہ کی وہ بات کر رہے ہیں وہ ذریعہ کی قسموں میں سے ہی ایک قسم ہے،اور اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ شافعیہ بھی "ذرائع" کو ایک اصل مانتے ہیں،اگر چہ ذریعہ کی کچھ قسموں میں ان کا دیگر مذاہب سے اختلاف ہے۔

اور خود امام سبکیؒ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:"**الذرائع هي الوسائل......قد تكون واجبة، وقد تكون حراما، وقد تكون مكروهة ومندوبة ومباحة**"(سبکی:تکملۃ المجموع ۱۰/۱۶۰،بیروت،دار الفکر)(ذرائع وسائل کا دوسرا نام ہے......اور یہ کبھی واجب ہوتے ہیں،اور کبھی حرام ہوتے ہیں،اور کبھی مکروہ،تو کبھی مستحب،تو کبھی مباح ہوتے ہیں)۔

چنانچہ اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ سبکی نے امام شافعی سے جن وسائل کی حرمت نقل کی ہے وہ ذرائع کے ہم

معنی ہیں، یا ذرائع کی ہی ایک قسم ہیں۔

واضح رہے کہ جو فقہاء ''سد ذرائع'' کو ایک اصل مانتے ہیں وہ ممانعت کی دلیل کے طور پر ''سدّاً للذریعۃ'' کہہ دیتے ہیں، جبکہ امام شافعی ذرائع کا استعمال مستقل دلیل کے طور پر نہیں کرتے ہیں، بلکہ کبھی حدیث، تو کبھی قیاس، اور کبھی عقلی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وسیلہ کا وہی حکم ہے جو مقصود کا ہے، چنانچہ امام شافعی ''الأم'' میں ایک شخص کے سوال ''آپ ذریعہ کے قائل ہیں؟ کے جواب میں لکھتے ہیں: ''**لا، ولا معنى في الذريعة، إنما المعنى في الاستدلال بالخبر اللازم، أو القياس عليه، أو المعقول**'' (شافعی: الأم ۳/ ۱۲۳) (میں ذریعہ کا قائل نہیں، اور ذریعہ کے اندر دلیل نہیں، دلیل تو صحیح حدیث یا اس پر قیاس یا عقلی دلیل سے استدلال کرنے میں مضمر ہے)۔

لیکن اگر انصاف سے دیکھا جائے تو دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے، خواہ آپ یہ کہیں کہ ''سدا للذریعۃ'' یہ چیز ناجائز ہے یا یوں تعبیر کریں کہ حدیث یا قیاس یا عقلی دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حرام کی طرف لوٹنے والا وسیلہ حرام ہے۔

خلاصہ یہ کہ ذرائع کا استعمال مذہب شافعی میں بھی موجود ہے اور مذہب کی بہت سی فروعات بھی اسی پر دال ہیں۔

اس مسلک کے دلائل:

جو حضرات ''سد ذرائع'' کو فقہ کے دلائل میں سے ایک دلیل تسلیم نہیں کرتے ہیں، ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-وسائل میں بہت زیادہ اضطراب ہے؛ چنانچہ وہ کبھی حرام ہوتے ہیں، اور کبھی واجب، تو کبھی مکروہ، یا مستحب یا مباح ہوتے ہیں، اور مصالح ومفاسد کی قوت، نیز ان کے ضعف کے اعتبار سے بھی وہ بسا اوقات اپنے مقاصد سے مختلف ہوتے ہیں، لہذا ان کے معتبر یا نامعتبر ہونے کا کلی دعوی نہیں کیا جا سکتا ہے، ''**الوسائل مضطربة اضطرابا شديدا، فقد تكون حراما، وقد تكون واجبة......فلا يمكن ادعاء دعوى كلية باعتبارها ولا بإلغائها**'' (ابن القیم: سدالذرائع وتحریم الحیل/ص ۶)۔

۲-شریعت کی بنیاد ظاہر کے مطابق فیصلہ کرنے پر ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے منافقین پر ظاہر کے مطابق حکم لگایا، باطن کو پیش نظر نہیں رکھا، ''**الشرع مبني على الحكم بالظاهر ......**'' (مرجع سابق/ص ۶ طبع شاملہ)۔

۳-حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عویمر اور ان کی بیوی میں لعان جاری کرنے کے بعد ارشاد فرمایا: ''**فإن جاء ت به أحمر قصيرا مثل وحَرَةٍ فلا أراه إلا قد كذب، وإن جاء ت به أسحم أعين ذا أليتين، فلا أحسب إلا قد صدق عليها، فجاء ت به على الأمر المكروه**'' (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۴۳۰۴۷، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۲۸۳۰) (اگر یہ عورت سرخ پستہ قد (گویا چھپکلی جیسا جنگلی جانور) پیدا کرے، تو میرے گمان میں مرد جھوٹا ہے، اور اگر سیاہ، کشادہ آنکھوں والا اور چوڑے سرین والا بچہ پیدا کرے تو مرد اس کے سلسلہ میں سچا ہے، سو

عورت نے ناپسندیدہ صفت کے ساتھ بچہ کو پیدا کیا)۔

اس حدیث سے استدلال اس طرح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زنا کی علامت کے پائے جانے کے باوجود خاتون سے حد کو دور فرما دیا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ دلالت کی وجہ سے کوئی حکم نہیں لگے گا جبکہ وہ ذریعہ سے قوی ہے تو پھر ذریعہ کی بنیاد پر کیونکر حکم لگے گا؟"**وهذا يبطل حكم الدلالة التي هي أقوى من الذرائع، فإذا أبطل الأقوى من الدلائل أبطل الأضعف من الذرائع كلها**"(مصدر سابق ص۶)۔

دلائل سابقہ کا تجزیہ اور مناقشہ:

اگر انصاف کے ساتھ سابق دلائل کا جائزہ لیا جائے تو اول وہلہ میں وہ کمزور نظر آتے ہیں؛ کیونکہ وسائل کے احکام میں فرق ہونا مصالح یا مفاسد میں تفاوت کے اعتبار سے ہے؛ لہذا اس کی وجہ سے وسائل میں اضطراب کو نہیں ثابت کیا جا سکتا ہے، نیز ظاہر کے مطابق حکم لگانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی حرام شئی کے ذریعہ کو نظر انداز کر دیا جائے، اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ حد جیسی سنگین سزا کو محض علامت کی بنیاد پر نافذ نہیں کیا جا سکتا ہے، خاص طور سے اس وقت جبکہ علامت قطعی نہیں ہو؛ کیونکہ بعض دفعہ بچہ ماں باپ سے مختلف ہوتا ہے، لہذا اس میں دلالت کی بنیاد پر حکم لگانے کی نفی نہیں ہے، اور جب دلالت کی نفی نہیں ہے تو ذریعہ کی بھی نفی نہیں ہے۔

جواب ۴-اہل اصول اور فقہاء کے یہاں ذرائع کے مقرر کردہ مختلف درجات:

اہل اصول اور فقہاء نے ذرائع کے مختلف درجات مقرر کئے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱-پہلا درجہ: جو قطعی طور پر فساد تک پہنچائے۔

اگر ذریعہ ایسا ہے جو حتمی و قطعی طور سے مفسدہ کی طرف لے جائے تو اس کو بند کرنا اور ختم کرنا بالاتفاق واجب ہے، علامہ ابن القیمؒ تحریر فرماتے ہیں:"**ما كان أداؤه إلى المفسدة قطعيا، فلا خلاف في أنه يسدّ**"(ابن القیم: سد الذرائع وتحریم الحیل ص۸)(جو ذریعہ قطعی طور سے فساد تک پہنچائے اسے روک دینے کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے)۔

امثلہ: مسلمانوں کے راستہ میں کنواں کھودنا، ان کے کھانے میں زہر ملانا، اور مسلمانوں کے مصالح کو نظر انداز کر کے ان کے دشمنوں کی مدد کرنا حرام ہے۔

۲-دوسرا درجہ: وہ ذریعہ جو نادر طور پر فساد تک لے جائے۔

دوسرا درجہ یہ ہے کہ ذریعہ ایسا ہو جو بہت کم یا نادر طور پر مفسدہ تک پہنچائے، چنانچہ ایسے ذریعہ کو ممنوع نہ ٹھہرانے کے سلسلہ میں بھی اتفاق ہے، چنانچہ علامہ قرافی مالکیؒ (متوفی ۶۸۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:"**فالمجمع على عدم سدّه، كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر، والتجاور في البيوت خشية الزنا، فلم يمنع شيء من ذلک،**

ولو كان وسيلة للمحرم"(قرافی: أنوار البروق في أنواع الفروق ۳/ ۴۳۶، بیروت، دار الکتب العلمیة ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۸ء) (چنانچہ وہ ذریعہ جس کے ممنوع نہ ٹھہرانے پر اتفاق ہے، مثلاً یہ کہ انگور کی کاشت سے روک دیا جائے اس اندیشہ کی وجہ سے کہ اس سے شراب بنائی جائے گی، اور قریب قریب گھر بنانے سے روک دیا جائے کہ اس سے زنا کاری کا اندیشہ ہے، سوذکر کردہ امور میں سے کسی کو ممنوع نہ ٹھہرایا جائے گا، خواہ وہ حرام کا وسیلہ ہی کیوں نہ ہو)۔

۳-تیسرا درجہ: وہ ذریعہ جو مقصود تک بہ کثرت پہنچائے۔

علامہ شاطبی ابراہیم بن موسیٰ (م: ۷۹۰ھ) تحریر فرماتے ہیں: "**ما يكون أداؤ إلى المفسدة كثيراً لا نادراً، وهو على وجهين: أحدهما: أن يكون غالبا، كبيع السلاح من أهل الحرب، والعنب من الخمار، وما يُغَشّ به ممن شأنه الغشّ، ونحو ذلک، والثانی: أن يكون كثيرا لاغالبا، كمسائل بيوع الآجال**"(شاطبی: الموافقات ۳/ ۵۴-۵۵ طبع اول، بیروت، دار ابن عفان ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء)۔

(تیسری قسم وہ ذریعہ ہے جو فساد تک بہ کثرت نہ کہ بطور ندرت پہنچائے، اس کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک صورت یہ ہے کہ عام طور سے مفسدہ کا باعث بنے، جیسے حربیوں سے ہتھیار فروخت کرنا، اور شراب بنانے والے سے انگور فروخت کرنا، اور وہ چیز جس سے دھوکہ دیا جا سکتا ہو اسے اس کے ہاتھ فروخت کرنا جس کی شان دھوکہ دہی ہو، اور اسی کی مانند دیگر امور، اور دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بہ کثرت ہو، نہ کہ عام طور سے ہو، جیسے بیع تورق اور بیع عینہ کے مسائل)۔

اور اس درجہ کے سلسلہ میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے کہ اسے ممنوع ٹھہرایا جائے گا یا نہیں، جیسا کہ ابن القیمؒ تحریر فرماتے ہیں: "**وأما القسم الذي اختلف فيه: فهو ما كان أداؤه إلى المفسدة كثيرا، لكنه ليس غالبا، فهذا موضع الخلاف**"(ابن القیم: سد الذرائع وتحریم الحیل/ ص ۹) (بہر حال وہ قسم جس میں اختلاف ہے تو یہ وہ قسم ہے جو بکثرت فساد تک پہنچائے، لیکن عمومی طور سے نہ پہنچائے، تو یہ محل اختلاف ہے)۔

جیسے: ۱-"بیوع الآجال" مالکیہ کے نزدیک ممنوع ہے جبکہ شافعیہ کے نزدیک جائز ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص دس درہم میں ایک ماہ کی ادائیگی کی شرط کے ساتھ کوئی سامان فروخت کرے، پھر مہینہ ختم ہونے سے پہلے اسے پانچ درہم میں نقد خرید لے، تو یہ بیع امام مالک کے نزدیک ممنوع ہے؛ کیونکہ اس نے بیع کی صورت کو اس لئے واسطہ بنایا ہے تاکہ پانچ درہم قرض دے کر ایک متعینہ مدت کے بعد دس درہم حاصل کر سکے، جبکہ یہ صورت امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے، بیع کی ظاہری شکل کے پیش نظر۔

۲-خواتین کو دیکھنا بعض اہل علم کے نزدیک حرام ہے، اس لئے کہ یہ زنا کا ذریعہ ہو سکتا ہے، اور بعض اہل علم کے نزدیک حرام نہیں ہے۔

۳-اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا بعض اہل علم کے نزدیک حرام ہے؛اس لئے کہ یہ برے اور بدکردار ججوں کے ذریعہ باطل فیصلہ کا وسیلہ ہے، جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک حرام نہیں ہے(دیکھئے:قرافی:الفروق ۲/۶۱)،حرمت کے قائل حنفیہ اور دیگر اہل علم ہیں۔

ذرائع کے درجات کے سلسلہ میں اہل اصول کے مختلف رجحانات:

ذرائع کے درجات کے سلسلہ میں اہل اصول اور فقہاء کے بنیادی طور پر تین رجحانات ہیں:

۱-مالکیہ اور حنابلہ کا رجحان:

مالکیہ اور حنابلہ کا رجحان یہ ہے کہ جو ذریعہ عام طور سے مفسدہ کا باعث بنے، یا جو ذریعہ بہ کثرت مفسدہ پیدا کرے، خواہ عمومی طور سے پیدا نہ کرے، وہ بھی حرام ہے، چنانچہ ان کے نزدیک شراب نچوڑنے والے سے انگور فروخت کرنا حرام ہے،مسلمانوں کے دشمن، فتنہ پروروں اور ظلم وزیادتی کرنے والوں سے ہتھیار بیچنا حرام ہے، نیز اس مقصد سے زمین فروخت کرنا کہ اسے گرجا گھر بنالیا جائے حرام ہے۔

اسی طرح جو قتل ظلم وزیادتی سے ہو،خواہ کسی آلہ سے وہ مالکیہ کے نزدیک قتل عمد ہے،ایسی چیز سے قتل کرنا جس میں دھار نہ ہو، وہ بھی قتل عمد ہے،خواہ عام طور سے اسے قتل ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو جبکہ قتل کا عمل زیادتی کے طور پر ہو۔

ایک جماعت کسی کو قتل کرنے کے مقصد سے جمع ہوئی، اور ایک نے قتل کی کارروائی انجام دی تو سب سے قصاص لیا جائے گا جبکہ نہ مارنے والا مارنے کے لئے تیار رہا ہو، زہر دینا یا زہریلے کھانے یا مشروب کو پیش کرنا قصاص کو لازم کرنے والا قتل عمد ہے اگر استعمال کرنے والا مر جائے، اور پیش کرنے والے کو علم ہو کہ یہ زہر والا مشروب ہے۔

کسی انسان کو شیر یا چیتے یا کتے کے سامنے ڈال دیا جائے، یا اس پر سانپ یا بچھو پھینک دیا جائے، یا تنگ جگہ میں انسان اور شیر کو جمع کردیا جائے، تو یہ قصاص کو لازم کرنے والا قتل عمد ہے، خواہ جانور نے ایسا زخم لگایا ہو جس سے انسان مر جائے، یا خوف سے آدمی مر گیا ہو۔

کسی کو جلادینا یا ڈبودینا قصاص کو لازم کرنے والا قتل عمد ہے، جبکہ ڈبونا ظلم وزیادتی کے طور پر ہو، یا تیراکی میں مہارت نہ رکھنے والے کے ساتھ بہ طور کھیل کود ہو، یا تیراکی میں مہارت رکھنے والے کو بہ طور ظلم وزیادتی ڈبودے، اور لمبی مسافت یا سخت ٹھنڈک کی وجہ سے گمان غالب نہ بچنے کا ہو(دیکھئے: دسوقی مالکی: حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۴/۲۴۲،دردیر مالکی: الشرح الکبیر مع الدسوقی ۴/۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵)۔

نکاح تحلیل حرام ہے، اور اس سے پہلے شوہر کی طرف لوٹنے کی حلت ثابت نہیں ہوگی، ابن عبدالبر قرطبی مالکی ابوعمر

یوسفؒ (م: ۴۶۳ھ) تحریر فرماتے ہیں: "**قال مالک في المؤطا وغيره: إنه لا يحلها إلا نكاح رغبة، وأنه إن قصد التحليل لم تحل له، وسواء علما أو لم يعلما لا تحل، ويفسخ نكاح من قصد إلى التحليل، ولا يقرّ على نكاحه قبل الدخول وبعده**" (ابن عبدالبر: الاستذکار ۵/۴۴۸) (امام مالک نے مؤطا اور دیگر کتابوں میں تحریر فرمایا ہے کہ عورت کو چاہت والا نکاح ہی حلال ٹھہرائے گا، اور اگر تحلیل کا ارادہ کرے تو عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوگی خواہ سابق میاں بیوی کو اس کا علم ہو یا نہ ہو، اور اس کے نکاح کو فسخ کر دیا جائے گا جو تحلیل کا قصد کرے، اور اسے دخول سے پہلے اور دخول کے بعد نکاح پر برقرار نہیں رکھا جائے گا)۔

اور ابن قدامہ مقدسیؒ تحریر فرماتے ہیں: "**وجملته أن نكاح المحلل حرام باطل في قول عامة أهل العلم**" (ابن قدامہ: المغنی ۷/۵۷۴) (خلاصہ کلام یہ کہ تحلیل کے ارادہ سے نکاح کرنے والے کا نکاح اکثر اہل علم کے قول کے مطابق حرام اور باطل ہے)۔

۲-حنفی رجحان:

حنفیہ کے نزدیک جو ذریعہ بکثرت فساد کا سبب بنے اس کا حکم قصد وارادہ پر موقوف ہے، سو اگر اسے حرام کام کے لئے حیلہ بنائے تو وہ جائز نہیں ہے، ورنہ جائز ہے؛ چنانچہ "بیع عینہ" جو یہ ہے کہ ادھار سامان فروخت کر کے کم قیمت میں نقد خرید لے تو یہ ناجائز ہے؛ کیونکہ خرید وفروخت صوری ہے، اور اصل میں قرض سے فائدہ اٹھانا مقصود ہے۔

اسی طرح اگر مرض الموت میں بیوی کو طلاق دے دے تو یہ سمجھا جائے گا کہ بیوی کو ضرر پہنچانے اور میراث سے محروم کرنے کے لئے ایسا کیا ہے، لہذا عدت کے باقی رہنے تک اس کے قصد کو مسترد کر دیا جائے گا؛ چنانچہ علامہ مرغینانیؒ رقم طراز ہیں: "**وإذا طلق الرجل امرأته في مرض موته طلاقا بائنا، فمات وهي في العدة ورثته**" (مرغینانی: الہدایۃ ۲/۳) (اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو مرض الموت میں طلاق بائن دے دے، پھر اس حال میں مرجائے کہ خاتون عدت میں ہو تو وہ وارث ہوگی)۔

اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسے شخص کے ہاتھ انگور کا رس بیچنا جائز ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اسے شراب بنائے گا؛ چنانچہ علامہ حصکفیؒ رقم طراز ہیں: "**وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذه خمرا؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه، بل بعد تغيره**" (حصکفی: الدرالمختار ۶/۳۹۱) (انگور کا رس اس کے ہاتھ بیچنا جائز ہے جو اسے شراب بنائے؛ کیونکہ معصیت اس کی ذات کے ساتھ قائم نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے بدلنے کے بعد قائم ہوتی ہے)۔

٣-شافعی رجحان:

عام طور سے شافعیہ اس ذریعہ کو نظر انداز کردیتے ہیں جو بہ کثرت فساد تک لے جاتا ہے، چنانچہ انہوں نے ''بیع عینہ'' کو جائز ٹھہرایا ہے؛ جبکہ ائمہ ثلاثہ مالک، ابوحنیفہ اور احمد اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔

جواب ٥- ہر فقہ سے سد ذریعہ کی چند مثالیں:

الف-فقہ حنفی:

١-جوان خواتین کو مسجد جماعت کے لئے جانے سے روکنا ''سد ذریعہ'' پر مبنی ہے، کاسانیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''**لأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة، والفتنة حرام**'' (کاسانی: بدائع الصنائع ١/١٥٧، بیروت، دار الکتاب العربی، ١٩٨٢ء) (اس لئے کہ جوان خواتین کا جماعت کے لئے نکلنا فتنہ کا سبب ہے، اور فتنہ حرام ہے)۔

اور آگے لکھتے ہیں: ''**وما أدّى إلى الحرام فهو حرام**'' (مرجع سابق ١/١٥٧) (اور جو حرام کا ذریعہ بنے وہ بھی حرام ہے)۔

٢-کفارہ دینے سے پہلے ظہار کرنے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی بیوی کو چھوئے یا بوسہ لے، چنانچہ علامہ مرغینانیؒ (م: ٥٩٣ھ) رقم طراز ہیں: ''**لأنه لما حرم الوطء إلى أن يكفّر حرم الدواعي للإفضاء إليه؛ لأن الأصل أن سبب الحرام حرام**'' (مرغینانی: الہدایہ ٤/٨٩، بیروت، المکتبۃ الاسلامیۃ) (اس لئے کہ جب کفارہ کی ادائیگی تک وطی حرام ہے تو وطی تک پہنچانے والے اسباب ومحرکات بھی حرام ہیں؛ اس لئے کہ بنیادی قاعدہ یہ ہے کہ حرام کا سبب بھی حرام ہے)۔

٣-اعتکاف کرنے والے کے لئے ہمبستری حرام ہے، جیسا کہ نص قرآنی ہے: ''**ولا تباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد**'' (بقرہ: ١٨٧) (مساجد میں حالت اعتکاف میں عورتوں سے جنسی تعلقات قائم نہ کرو)، لہذا چھونے اور بوسہ لینے کا بھی یہی حکم ہوگا، علامہ زیلعی حنفیؒ رقم طراز ہیں: ''**والأصل فيه أن سبب الحرام حرام**'' (زیلعی: تبیین الحقائق ٦/٢٤، قاہرہ، دار الکتاب الإسلامی ١٣١٣ھ)۔

٤-غیر محرم مردوں کے سامنے جوان خاتون کو چہرہ کھولنے سے روکنا سد ذریعہ پر مبنی ہے، جیسا کہ علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''**وتمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال، لا؛ لأنه عورة، بل لخوف الفتنة، كمسه، وإن أمن الشهوة؛ لأنه أغلظ**'' (حصکفی: الدر المختار ١/٤٠٦، بیروت، دار الفکر ١٣٨٦ھ) (جوان خاتون کو مردوں کے درمیان چہرہ کھولنے سے روکا جائے گا، اس وجہ سے نہیں کہ وہ ستر میں شامل ہے، بلکہ فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے، جیسے چہرہ کو

چھونا جائز نہیں، خواہ شہوت سے محفوظ ہو؛ اس لئے کہ چھونا زیادہ سنگین ہے)۔

۵-فوجی دستہ کے ساتھ خاتون اور مصحف کو لے جانے کی ممانعت سد ذریعہ پر مبنی ہے، علامہ ابن نجیمؒ (م:۹۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں: "**لأن فيه تعريضهن على الضياع والفضيحة، وتعريض المصاحف على الاستخفاف؛ فإنهم يستخفون بها مغايظة للمسلمين**" (ابن نجیم: البحر الرائق، کتاب السیر ۸۳/۵، بیروت، دار المعرفۃ) (اس لئے کہ اس میں خواتین کو ضیاع اور رسوائی کی زد میں لانا ہے، اور مصاحف کو تحقیر کا نشانہ بنانا ہے؛ کیونکہ وہ مسلمانوں کو غصہ دلانے کے لئے ان کی تذلیل کریں گے)۔

۶-حربیوں اور فتنہ پردازوں سے ہتھیار فروخت کرنے کی ممانعت سد ذریعہ پر مبنی ہے، علامہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں: "**ويكره تحريما بيع السلاح من أهل الفتنة، إن علم؛ لأنه إعانة على المعصية**" (حصکفی: الدر المختار ۲۶۸/۴) (اگر علم ہو تو اہل فتنہ سے ہتھیار فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے؛ اس لئے کہ یہ معصیت پر تعاون کا ذریعہ ہے)۔

۷-بھائی اور بہن اور ماں باپ کے ساتھ ایک کپڑے میں لیٹنے کی ممانعت سد ذریعہ پر مبنی ہے، جیسا کہ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں: "فيؤدي إلى المحظور" (ابن عابدین: رد المحتار ۳۸۲/۶، بیروت، دار الفکر، ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء) (کہ یہ باہم لیٹنا ممنوع کا سبب بنے گا)۔

ان چند مثالوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فقہ حنفی میں سد ذریعہ کا استعمال تمام ابواب میں ہے۔

ب-مذہب مالکی:

۱-کھانا لے جانے والے کو ضامن قرار دیا جائے گا، اگر کچھ ضائع ہو جائے، یہ سد ذریعہ پر مبنی حکم ہے؛ تاکہ یہ لے جانے والے اس میں تصرف نہ کریں (قرافی: الفروق ۶۰/۲)۔

۲-مرد ہو یا خاتون کسی کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ سونا یا چاندی کا برتن بنائے خواہ عملی طور سے اس کا استعمال نہ کرے؛ اس لئے کہ یہ استعمال کا ذریعہ ہے، جبکہ سد ذرائع امام مالک کے نزدیک واجب ہے: "**يحرم على المكلف ذكرا كان أو أنثى اتخاذ إناء من ذهب أو فضة، ولو لم يستعمله بالفعل؛ لأنه ذريعة للاستعمال، ومن المعلوم أن سد الذرائع واجب عند الإمام، فلا يجوز اتخاذه للادخار، أو لعاقبة الدهر، ولا التزين به على رف ونحوه**" (صاوی مالکی: حاشیۃ الصاوي علی الشرح الصغیر ۹۷/۱ طبع شاملہ)۔

۳-شبہ ربا بھی ربا کے درجہ میں ہے، چنانچہ علامہ صاوی احمد بن محمد مالکی (م ۱۲۴۱ھ) رقم طراز ہیں: "**اعلم أن قاعدة المذهب سد الذرائع، فالفضل المتوهم كالمحقق، فتوهم الربا كتحققه**" (مرجع سابق ۲۵۸/۶) (جان لو کہ مذہب مالکی کا قاعدہ سد ذرائع ہے، سو جس زیادتی کا تصور بھی ہو وہ یقینی زیادتی کے درجہ میں ہے، لہٰذا شبہ ربا حقیقی ربا کے

درجہ میں ہے)۔

چنانچہ مذہب مالکی میں یہ جائز نہیں ہے کہ ایک طرف ایک درہم اور بکری ہو اور دوسری طرف بھی ایک درہم اور بکری ہو، اور دونوں کا تبادلہ ہو۔

اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ ایک طرف سونا اور چاندی ہو اور دوسری جانب ان ہی کے برابر سونا چاندی ہو؛ کیونکہ ایسی خرید وفروخت لوگ زیادتی کے ارادہ سے کرتے ہیں، لہذا بہ ظاہر برابری کے باوجود تفاضل یعنی کمی بیشی کہیں نہ کہیں مضمر ہے، لہذا یہ بیع جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ سب سے زیادہ ''سد ذرائع'' کا اصول امام مالکؒ کے یہاں ہے، چنانچہ امام شاطبیؒ نے سچ لکھا ہے: ''**قاعدة الذرائع التي حكّمها مالك في أكثر أبواب الفقه**'' (شاطبی: الموافقات ۵/۱۸۲) (ذرائع کا قاعدہ جسے امام مالک نے فقہ کے اکثر ابواب میں فیصلہ کن قرار دیا ہے)۔

ج- مذہب شافعی:

مذہب شافعی میں بھی ''سد ذرائع'' کے استعمال کی مثالیں ملتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- حائضہ عورت کے گھٹنے اور ناف کے درمیان کے حصہ سے مس کرنا ممنوع ہے، یہ حکم سد ذریعہ پر مبنی ہے، چنانچہ علامہ سیوطی عبدالرحمٰن بن ابی بکر (م:۹۱۱ھ) رقم طراز ہیں: ''**قال الأئمة: وإنما كان التحريم أحب؛ لأن فيه ترك مباح لاجتناب محرم، وذلك أولى من عكسه**'' (سیوطی: الأشباہ والنظائر ص ۱۰۶، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۰۳ھ) (ائمہ شافعیہ کا کہنا ہے کہ تحریم زیادہ پسندیدہ اس وجہ سے ہے کہ اس میں حرام سے بچنے کے لئے مباح کا ترک ہے، اور یہ برعکس سے بہتر ہے)۔

۲- باندی کو قرض میں دینا ممنوع ہے، اور یہ حکم سد ذریعہ کے طور پر ہے؛ کیونکہ ''**تجويز ذلك يفضي إلى أن يصير ذريعة أن يطأها، وهو يملك ردها**'' (زرکشی: البحر المحیط ۴/۳۸۶، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۲۱ھ) (قرض دینے کو جائز ٹھہرانا اس بات کا باعث بنے گا کہ وہ باندی کے ساتھ وطی کرنے کا ذریعہ بن جائے، اس حال میں کہ وہ اسے قرض دہندہ کو واپس کرنے کا اختیار بھی رکھے گا)۔

یعنی جس باندی سے قرض لینے والے کے لئے وطی حلال ہے اسے قرض میں دینا ممنوع ہے؛ کیونکہ قرض میں دینے والا واپسی کی صورت میں شاید اس سے وطی کو مباح ٹھہرا لے؛ حالانکہ اس کے لئے وطی مباح نہیں ہے۔

۳- شراب کو اپنے پاس روکے رکھنا حرام ہے؛ کیونکہ ''**إمساك الخمر لما كان داعيا إلى تناولها، كان الإمساك حراما**'' (ماوردی شافعی (م ۴۵۰ھ): الحاوی فی فقہ الشافعی ۱/۸۷، طبع اول، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء) (شراب کو روکنا

چونکہ اس کے استعمال کا محرک ہے، لہذا شراب کو روکے رکھنا حرام ہے)۔

۴-جس سے فرج میں مباشرت نہیں کرسکتا، اس سے شرمگاہ کے علاوہ دیگر حصوں میں بھی شہوت کے ساتھ مباشرت نہیں کرسکتا؛ کیونکہ "**إذا حرمت الخلوة بها، فلأن تحرم المباشرة أولى؛ لأنها أدعى إلى الحرام**" (نووی: المجموع ۲۸/۲۰، بیروت، دار الفکر) (جب اجنبیہ خاتون سے تنہائی میں ملنا حرام ہے، تو اس کے جسم کے حصہ سے مس کرنا بدرجہ اولی حرام ہوگا؛ اس لئے کہ یہ حرام کا زیادہ محرک ہے)۔

د-فقہ حنبلی:

۱-قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھل کو توڑ لینے کی شرط کے ساتھ خریدا، پھر عقد کے بعد پھل کو چھوڑے رکھا؛ یہاں تک کہ وہ قابل انتفاع ہوگیا، تو بھی عقد باطل ہوجائے گا، "**لأن صحة ذلک تجعل ذريعة إلى الحرام، ووسائل الحرام حرام، كبيع العينة**" (ابن مفلح حنبلی (۸۸۴ھ): المبدع شرح المقنع ۵۹/۴، الریاض، دار عالم الکتب، ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۳ء) (اس لئے کہ عقد کی صحت حرام کا ذریعہ ہے، اور حرام کے وسائل بھی حرام ہیں، جیسے بیع عینہ)۔

۲-اگر کسی غلام یا باندی کے بارہ میں یقین ہو یا گمان غالب ہو کہ وہ آزاد ہوکر زنا یا ڈکیتی وغیرہ کے مرتکب ہوں گے، تو ایسے غلام یا باندی کو آزاد کرنا حرام ہے، "**لأن الوسيلة إلى الحرام حرام**" (عبد الرحمن نجدی (م ۱۳۹۲ھ): حاشية الروض المربع ۲۰۵/۶، طبع اول ۱۳۹۷ھ) (اس لئے کہ حرام کا وسیلہ بھی حرام ہے)۔

۳-احرام باندھے ہوئے شخص پر حرام ہے کہ وہ شکاری کو اپنا ہتھیار یا کوڑا دے، "**لأنه وسيلة إلى الحرام، فكان حراما كسائر الوسائل**" (بہوتی حنبلی: کشاف القناع ۴۳۲/۲، بیروت، دار الفکر، ۱۴۰۲ھ) (اس لئے کہ یہ حرام کا ذریعہ ہے، لہذا دیگر وسائل کی طرح یہ بھی حرام ہے)۔

۴-جسے گمان غالب ہو کہ بیوی کو بوسہ لینے سے اسے انزال ہوجائے گا، یا اس کی شہوت بھڑک جائے گی، اور ہوسکتا ہے کہ ہمبستری کر بیٹھے، اس کے لئے بوسہ لینا جائز نہیں ہے، "**لأن الوسائل المفضية إلى الحرام محرمة**" (شنقیطی: دروس عمدۃ الفقہ ۲۲/۳، طبع شاملہ) (اس لئے کہ حرام تک پہنچانے والے وسائل بھی حرام ہیں)۔

۵-اپنی طاقت سے زیادہ کسی کی کفالت یا دین کی ادائیگی کی ذمہ داری نہ لے، "**لأن الوسائل المفضية إلى المكروه مكروهة، والمفضية إلى الحرام محرمة**" (مرجع سابق ۸۴/۶) (اس لئے کہ مکروہ تک پہنچانے والے وسائل مکروہ ہیں، اور حرام تک پہنچانے والے وسائل حرام ہیں)۔

جواب ۶- فتح ذرائع کے سلسلہ میں تحقیق اور خلاصہ بحث:

امام قرافی نے ذریعہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: "الذريعة: الوسيلة للشيء" (قرافی: تنقیح الفصول في علم الأصول ۱/۷۰، شاملہ) (ذریعہ کسی چیز کے وسیلہ کو کہتے ہیں)۔

اور علامہ ابن القیمؒ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: "الذريعة ماكان وسيلة وطريقا إلى الشيء" (ابن القیم: اعلام الموقعین ۳/۱۳۵، بیروت دار الجیل ۱۹۷۳ء) (ذریعہ کسی چیز کے وسیلہ اور واسطہ کو کہتے ہیں)۔

یہ تعریف بہتر اس لئے ہے کہ اس میں "سد ذرائع" اور "فتح ذرائع" دونوں شامل ہیں۔

چنانچہ علامہ قرافیؒ رقم طراز ہیں: "اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها، يجب فتحها، ويكره، ويندب، ويباح، فإن الذريعة هي الوسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة، فوسيلة الواجب واجبة كالسعي للجمعة والحج" (قرافی: شرح تنقیح الفصول ۲/۱۹۵، طبع شاملہ) (جان لو کہ ذریعہ کو جس طرح ممنوع قرار دینا واجب ہے، اسی طرح اسے کھولنا بھی واجب، مکروہ، مستحب اور مباح ہے؛ کیونکہ ذریعہ وسیلہ کا نام ہے، چنانچہ جس طرح حرام کا وسیلہ حرام ہے، اسی طرح واجب کا وسیلہ بھی واجب ہے، جیسے جمعہ اور حج کے لئے سعی کرنا ہے)۔

اور آگے وہ تحریر فرماتے ہیں: "وموارد الأحكام على قسمين: مقاصد: وهي المتضمنة للمصالح والمفاسد في أنفسها، ووسائل: وهي الطرق المفضية إليها، وحكمها كحكم ما أفضت إليه من تحريم أو تحليل، غير أنها أخفض رتبة من المقاصد في حكمها" (مرجع سابق ۲/۱۹۵) (اور احکام کے محل کی دو قسمیں ہیں: ۱- مقاصد: اور یہ وہ امور ہیں جو بذات خود مصالح اور مفاسد پر مشتمل ہوتے ہیں، اور ۲- وسائل: اور یہ مقاصد تک پہنچانے والے راستے ہیں، اور وسائل کا تحریم یا تحلیل کے سلسلہ میں وہی حکم ہے جو اس کے مقصود کا ہے، البتہ وسائل اپنے حکم کے لحاظ سے مقاصد سے کم درجہ ہے)۔

چنانچہ جس طرح اہل اصول اور فقہاء نے عملی طور سے سد ذرائع کو حجت مانا ہے اسی طرح عملی طور سے "فتح ذرائع" کا اصول بھی فقہاء کے یہاں متفق علیہ ہے، اور کوئی مذہب اس سے انکار نہیں کرتا کہ ہر وہ چیز جو کسی فرض یا واجب کی ادائیگی کے لئے لازم ہو وہ بھی فرض یا واجب ہے، چنانچہ نماز با جماعت جس طرح ضروری ہے اسی طرح جماعت میں شریک ہونے کے لئے مسجد جانا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح جان کا تحفظ واجب ہے لہذا کھانا بھی واجب ہوگا؛ اس لئے کہ وہ تحفظ کا ذریعہ ہے، اور جس چیز کے بغیر مستحب کی تکمیل نہ ہو، وہ بھی مستحب ہے، چنانچہ وضو میں اعضاء وضو کو رگڑنا مستحب ہے، تو اس چیز کو اختیار کرنا بھی مستحب ہوگا جس سے رگڑنے کا عمل ممکن ہو یعنی ہاتھ کا استعمال کرنا بھی مستحب ہوگا، اور جو چیز مباح کا ذریعہ ہو وہ

بھی مباح ہے، جیسے بیوی کی دلجوئی مباح ہے تو اس کا ذریعہ یعنی مزاح وغیرہ بھی مباح ہوگا، اور خوشگوار زندگی گزارنا مباح ہے تو اس کا ذریعہ یعنی ضرورت سے زیادہ مال کمانا بھی مباح ہوگا۔

البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ "مالایتم الواجب إلا به، فهو واجب" (جس چیز کے بغیر واجب کی تکمیل نہ ہوسکے وہ بھی واجب ہے)، یہ اصولی قاعدہ تقریباً متفق علیہ ہے، لیکن "مالا یتم الوجوب إلا به" (جس کے بغیر وجوب کی تکمیل نہ ہوسکے) وہ واجب نہیں، چنانچہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے نصاب کے بقدر مال کی تحصیل واجب نہیں ہے، اسی طرح حج کرنے کے لئے مال کی تحصیل واجب نہیں ہے، حج تو اسی پر واجب ہے جس کے پاس اتنا مال جمع ہوجائے جس سے استطاعت ثابت ہوجائے۔

خلاصہ یہ کہ تمام فقہی مذاہب میں اس بات کی صراحت ہے کہ "مالایتم الواجب إلا به فهو واجب" (دیکھئے: بابرتی حنفی: العنایۃ ۱/ ۲۲، فنانی شافعی: فتح المعین ۱/ ۵۱، قرافی مالکی: الذخیرۃ ۱/ ۸۴، ابن قدامہ حنبلی: الشرح الکبیر ۱/ ۲۲۰)۔

اس لئے یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ "فتح ذرائع" کا استعمال بھی ہر مذہب میں ہے؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ مباح کا ذریعہ اس کے مناسب ہونا چاہئے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ شرعی اعتبار سے اس میں کوئی قباحت نہ ہو۔

جواب ۷- چند نئے مسائل جن میں سد ذریعہ کا اصول فیصلہ کن ہے:

۱-مخلوط نظام تعلیم کا عدم جواز:

سب سے قبیح اختلاط درسگاہوں کا اختلاط ہوتا ہے، جہاں لڑکے اور لڑکیاں بے محابا و بے دھڑک ملتے جلتے ہیں، اور عشق و محبت کے دروازے چوپٹ کھل جاتے ہیں، اور فحاشی کے ان گنت واقعات ہوتے رہتے ہیں، لہذا مسلمانوں کے زیر انتظام تعلیمی اداروں میں مخلوط نظام تعلیم کی گنجائش نہیں ہے، سد ذریعہ کا یہی تقاضا ہے۔

۲-سودی بینکوں کو مکان کرایہ پر دینا:

سود کا کاروبار کرنے والے بینکوں کو مکان یا دوکان کرایہ پر دینا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ سودی معاملات میں تعاون ہے، لہذا معصیت کا دروازہ بند کرنے کے لئے ایسی اجارہ داری کو ممنوع قرار دیا جائے گا۔

۳-تورق منظّم کا عدم جواز:

تورق منظّم یہ ہے کہ کوئی شخص لوکل یا انٹرنیشنل بازار سے کوئی سامان ادھار خریدے، اور خود بائع براہ راست یا اپنے وکیل کے واسطہ سے اسے نقد کم قیمت میں بیچ دے، یہ ناجائز ہے؛ کیونکہ اس کا مقصود یہ ہے کہ کم نقد کے بدلے فروخت کنندہ کو زیادہ نقد حاصل ہوجائے، جو صریح ربا ہے، بیچ میں خرید و فروخت کے معاملہ کو محض زیادہ نقد حاصل کرنے کے لئے لایا گیا

ہے؛ کیونکہ دوسرے شخص سے بیچنا مستقل طور پرنہیں ہے بلکہ کاغذی ہے۔

۴-سامان ومعادن کے انٹرنیشنل بازار کے ذریعہ مرابحہ:

سامان ومعادن کے انٹرنیشنل بازار میں المونیم (سفید لکھی دھات) اور تانبے وغیرہ کا مرابحہ کاغذی ہوتا ہے جسے بروکر عام طور سے انجام دیتا ہے، اس میں قبضہ کے بغیر ہی عقد ہوجاتا ہے؛ کیونکہ حوالگی کی جگہ کا ذکر نہیں ہوتا ہے، گودام میں محفوظ مال کے اصلی کاغذات کا حق حاصل نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کی کاپی دے دی جاتی ہے، اور کاپیاں بیک وقت متعدد بینکوں کو بھیجا جاتا ہے، جس سے اس احتمال کو تقویت حاصل ہوتی ہے کہ کاغذ پر موجود سامان کو بیک وقت کئی آدمیوں سے بیچ دیا جاتا ہے، اسی کے ساتھ کبھی بینک پر یہ بھی شرط لگادی جاتی ہے کہ گودام میں محفوظ مال کی اصلی سرٹیفکٹ یہاں تک کہ نقل کا بھی وہ مطالبہ نہیں کرے گا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عقد محض صوری ہے، اور سامان یا تو موجود نہیں یا بیک وقت اسے کئی فریق سے بیچ دیا جاتا ہے، لہذا اس طرح کا مرابحہ ناجائز ہے۔

۵-تورق عکسی کا عدم جواز:

تورق عکسی تورق منظّم ہی کی ایک شکل ہے، البتہ اس میں تورق کرنے والا مالیاتی ادارہ ہوتا ہے، اور فائنانسر یعنی مال فراہم کرنے والا کسٹمر یعنی گراہک ہوتا ہے، چونکہ اس میں بھی خرید وفروخت صوری ہوتی ہے کہ مالیاتی ادارہ ادھار زیادہ میں خرید کر نقد کم قیمت میں گراہک یا اس کے وکیل سے ہی بیچ دیتا ہے؛ کیونکہ دوسرے شخص سے بیچنا کاغذی ہوتا ہے، گویا کہ فروخت کرنے والا ہی نقد وادھار دونوں کا معاملہ انجام دیتا ہے۔

۶-کرایہ پر لی ہوئی شی کی ملکیت پر ختم ہونے والی کرایہ داری:

متعینہ اجرت متعینہ مدت میں ادا کرنے کے بعد کرایہ پر لی ہوئی شی کی ملکیت کرایہ دار کی ہوجائے گی، گویا اجارہ خود بخود بیع میں تبدیل ہوجائے گا، اس کے جواز کی یہ شکل ہوسکتی ہے کہ ہبہ کا مستقل عقد کیا جائے یعنی عقد اجارہ کے بعد مستقل طور سے یہ عقد کیا جائے کہ متعینہ مدت کے اندر متعینہ اجرت کی ادائیگی کے بعد مکان یا دوکان کرایہ پر دینے والا کرایہ دار کو ہبہ کردے گا، یا کرایہ پر دینے والا مکمل اجرت کی ادائیگی کے بعد مکان یا دوکان ہبہ کرنے کا وعدہ کرے۔

۷-عقود اذعان کا جواز:

عقد اذعان ایسا عقد ہے جس میں ایک مضبوط فریق ہوتا ہے جو عقد کے مزاج کے سلسلہ میں اپنی تمام شرطیں عائد کرتا ہے، اور دوسرا فریق کمزور ہوتا ہے جو یا تو قبول کرے یا مسترد کردے، اسے عقد کی دفعات میں ترمیم کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے، مثال کے طور پر کالج یا یونیورسٹی میں داخلہ کا عقد، ہوٹل اور اسپتال کے ساتھ معاملہ کا عقد اور حکومت کی عمومی

خدمات کے حصول کا عقد، جیسے گیس اور بجلی وغیرہ کہ اس کی قیمت حکومت کی طرف سے متعین ہوتی ہے، چونکہ یہ شرطیں عام طور سے شریعت کے کسی حکم سے متصادم نہیں ہوتی ہیں، لہذا عقود اذعان واقرار کے جواز میں کوئی شبہ نہیں ہے؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ عمومی مصلحت کی رعایت کی جائے، شرائط واضح الفاظ میں بیان کئے جائیں، اور مبہم الفاظ سے بچا جائے تا کہ جہالت اور دھوکہ کے ذریعہ کو روکا جاسکے، ایک مخصوص مدت کے اندر کمزور فریق کو حق خیار عیب حاصل ہو، اور اس سلسلہ میں آزادانہ مقابلہ کی حوصلہ افزائی کی جائے اور گراہک کے تحفظ کا ادارہ قائم کیا جائے۔

جواب ۸-سد ذریعہ کے سلسلہ میں معتدل موقف:

یہ بات بالکل درست ہے کہ جس طرح سد ذریعہ کو سرے سے نظرانداز کرنا اور شرعی مسائل کے حل میں اس کا استعمال نہ کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح سد ذریعہ یا فتح ذریعہ کے استعمال میں غلو بھی درست نہیں ہے، اور بلا شبہ اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اور عام طور سے ایسا وہ فقہاء کرتے ہیں جو رفع حرج اور آسانی جیسے شرعی مقاصد سے واقفیت کا ثبوت دیتے ہیں، اور شریعت کے قطعی اصول: اشیاء میں اصل اباحت ہے، اور حرمت صحیح وصریح دلیل سے ہی ثابت ہوتی ہے، کو نظرانداز کردیتے ہیں، خواتین سے بڑے بدگمان اور ان کے سلسلہ میں بڑے حساس ہوتے ہیں، اور فساد زمانہ کا ہمیشہ رونا روتے ہیں۔

ایسے ہی اباحیت پسندی، ماڈرنزم (Modernism) اور تہذیب حاضر کی دلدادگی بہت سے لوگوں کو فتح ذریعہ میں غلو کی طرف لے جاتی ہے، لہذا سد ذریعہ اور فتح ذریعہ کو ضوابط کا پابند ہونا چاہئے، جو درج ذیل ہیں:

۱-اسی ذریعہ کو ممنوع قرار دیا جائے گا جو یقین یا گمان غالب کے طور پر بار بار فساد کا باعث بنے، لہذا کبھی کبھار کسی ذریعہ سے فساد پیدا ہو تو اسے ممنوع نہیں ٹھہرایا جائے گا، خلاصہ یہ کہ فساد راجح اور بکثرت پیدا ہو تو حرمت ثابت ہوگی، ورنہ ''اشیاء میں اصل اباحت ہے''، اس اصل پر عمل ہوگا۔

۲-مرجوح یا موہوم فساد کا اعتبار نہیں ہوگا؛ بلکہ مفسدہ مصلحت سے بڑھ کر ہو تو ایسے ذریعہ کو ممنوع ٹھہرایا جائے گا، اور فساد ومضرت کا علم صحیح وصریح نص شرعی سے معلوم ہوگا یا شرعی ماہرین کے باہمی فیصلہ سے، لہذا کسی چیز کو مفسدہ قرار دینے سے پہلے اچھی طرح اس کے انجام میں غور وخوض کرلیا جائے۔

۳-ذریعہ پر عمل نص سے متصادم نہ ہو (دیکھئے: اختر زیتی بنت عبد العزیز: المعاملات المالية المعاصرة وأثر نظرية الذرائع في تطبيقاتها ص ۱۶۹)۔

جیسے امام مالکؒ نے شوال کے شش روزے کو ممنوع ٹھہرایا کہ بعض لوگ اسے رمضان سے لاحق کردیں گے، لہذا اس ذریعہ سے روکنے کے لئے شش روزے ممنوع ہوں گے، لیکن اسے سد ذریعہ کے استعمال میں غلو سمجھا جائے گا؛ کیونکہ یہ

نص سے متصادم ہے؛ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر**" (صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۱۱۶۴، حمیدی، حدیث نمبر: ۳۸۱، مسند احمد، حدیث نمبر: ۲۳۵۳۳) (جو رمضان کا روزہ رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ دن کے روزے رکھے تو یہ پورے زمانہ میں روزہ رکھنے کے برابر ہوگا)۔

اسی طرح سودی بنکاری کو جواز فراہم کرنا اس دلیل سے کہ کوئی حکومت اقتصاد کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی ہے، اور بینکوں کے بغیر اقتصادیات ومعاشیات کا وجود نہیں، اور سود کے بغیر بینک کا وجود نہیں، یہ فتح ذریعہ کے استعمال میں غلو ہے؛ کیونکہ یہ نص قرآنی سے متصادم ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے، "**وأحل الله البيع وحرم الربا**" (بقرہ: ۲۷۵) (حالانکہ اللہ تعالی نے خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے)۔

۴- مصلحت اور مفسدہ کو اندازہ اور تخمین سے ثابت نہیں کیا جائے بلکہ پورے مطالعہ اور تحقیق کے بعد اس کا فیصلہ کیا جائے؛ کیونکہ کبھی حرام کا وسیلہ حقیقی وراجح مصلحت کے پیش نظر حرام نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ امام قرافیؒ تحریر فرماتے ہیں: "**بل قد تكون وسيلة المحرم غير محرمة، إذا أفضت إلى مصلحة راجحة، كالتوسل إلى فداء الأسارى بدفع المال للكفار**" (قرافی: الفروق ۲/۶۰) (بلکہ حرام کا وسیلہ کبھی حرام نہیں ہوتا ہے جبکہ راجح مصلحت کا ذریعہ بنے، جیسے کفار کو مال دے کر مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے ذریعہ کو اختیار کرنا)۔

اور علامہ ابن القیم تحریر فرماتے ہیں: "**النظر إلى المخطوبة......وكلمة الحق عند ذي سلطان جائر، ونحو ذلک، فالشريعة جاء ت بإباحة هذا القسم، أو استحبابه، أو إيجابه بحسب درجاته في المصلحة**" (ابن القیم: إعلام الموقعین ۳/۱۳۶) (مباح کے لئے مقرر کردہ وسیلہ جو فساد کا باعث بنے، لیکن اس کی مصلحت اس کے مفسدہ سے بڑھ کر ہو، اس کی مثال منگیتر کو دیکھنا ہے......اور ظالم صاحب اقتدار کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے، اور اسی کی مانند دیگر امور ہیں؛ چنانچہ شریعت اس قسم کو مباح یا مستحب یا واجب اس کے مصلحت کے درجات کے اعتبار سے قرار دیتی ہے)۔

خلاصہ یہ کہ شرعی حکم فساد کے لحاظ سے ہونا چاہئے، سو اگر مفسدہ یقینی ہو تو اس ذریعہ کو حرام قرار دیا جائے، ورنہ کراہت تحریمی یا مطلق کراہت کا حکم لگایا جائے، تمام حالات میں حرمت کی بات درست نہیں ہے، بلکہ احتیاط کا تقاضا ہے کہ اجتہادی امور میں کراہت تحریم یا مطلق کراہت پر اکتفا کیا جائے، ایسے ہی "فتح ذریعہ" کی صورت میں مصلحت کے قوت وضعف کے اعتبار سے وجوب یا استحباب یا اباحت کا حکم لگایا جائے۔

۵- سد ذریعہ یا فتح ذریعہ کے سلسلہ میں ہر زمانہ اور ہر علاقہ کے عرف کا لحاظ رکھا جائے، اور فقہی نقول پر جمود اختیار

نہ کیا جائے، چنانچہ قرافیؒ نے لکھا ہے اور کیا ہی عمدہ لکھا ہے: "**فمهما تجدد في العرف اعتبره، ومهما سقط أسقطه، ولا تجمد على المسطور في الكتب طول عمرك......والجمود على المنقولات أبداً ضلال في الدين، وجهل بمقاصد علماء المسلمين والسلف الماضين**" (القرافی: الفروق ۱/۳۲۱) (تو جب کبھی نیا عرف پیدا ہوجائے تو اس کا اعتبار کرو، اور جب کبھی عرف ساقط ہوجائے تو اسے ساقط کردو، اور عمر بھر کتابوں میں لکھے ہوئے مسئلہ پر جمود اختیار نہ کرو......اور منقولات پر ہمیشہ جمود اختیار کرنا دین میں گمراہی ہے، اور علماء مسلمین اور گزرے ہوئے سلف صالحین کے مقاصد سے ناواقفیت ہے)۔

ایسے ہی یہ بات ذہن نشین رہے کہ مقاصد شرعیہ، یسر وسہولت اور رفع حرج کی رعایت وسائل کی رعایت پر مقدم ہے، لہذا کوئی ایسا ذریعہ بند یا کھولا نہ جائے جس سے لوگ حرج میں مبتلا ہوجائیں، چنانچہ علامہ عز بن عبد السلامؒ (م:۶۶۰ھ) رقم طراز ہیں: "**الوسائل تسقط بسقوط المقاصد**" (العز: قواعد الأحكام في مصالح الأنام ۱/۱۰۳، بیروت، دارالمعارف) (مقاصد کے سقوط سے وسائل کا سقوط ہوجاتا ہے)۔

خلاصہ بحث:

۱-ذریعہ لغت میں کسی چیز تک پہنچنے کے وسیلہ کو کہتے ہیں۔

۲-اصولی اصطلاح میں ذریعہ وہ چیز ہے جو بہ ظاہر جائز ہو، لیکن اسے ممنوع عمل کا ذریعہ بنایا جاتا ہو۔

یہ ذریعہ کا خاص مفہوم ہے، جبکہ عمومی مفہوم میں "ذریعہ" کسی چیز کے وسیلہ کو کہتے ہیں؛ چنانچہ اس مفہوم میں "سد ذرائع" اور "فتح ذرائع" دونوں شامل ہیں۔

۳-بہ ظاہر فساد سے خالی امور جو کسی مفسدہ کا باعث بنتے ہوں ان کو ممنوع قرار دینے کا نام شرعی اصطلاح میں "سدذریعہ" ہے۔

۴-ذریعہ، سبب، وسیلہ اور طریقہ ظاہری نظر میں مترادف ہیں، لیکن دقیق نظر میں ذریعہ اور سبب میں لطیف فرق ہے، اور وہ یہ کہ ذریعہ ایسا عمل ہوتا ہے جو کوئی نتیجہ پیدا کرتا ہے، جبکہ سبب محض واسطہ ہوتا ہے، وہ بذات خود کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتا ہے۔

۵-مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک "سد ذرائع" دین میں حجت ہے۔ اللہ تعالی کا "راعنا" سے منع کرنا "سد ذریعہ" کی ایک دلیل ہے۔

۶-شافعیہ اور مشہور قول کے مطابق حنفیہ کے نزدیک 'سد ذرائع' ایک اصل کی حیثیت سے معتبر نہیں ہے۔

ان حضرات کی دلیل ہے کہ وسائل میں بہت زیادہ اضطراب ہے، اسی لئے اس پر مختلف احکام لگتے ہیں، لیکن یہ مسلک ضعیف ہے۔

۷-ذریعہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ وہ قطعی طور پر فساد تک لے جائے۔

۸-ذریعہ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ نادر طور پر فساد تک پہنچائے۔

۹-ذریعہ کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ وہ بہ کثرت مقصود تک پہنچائے۔

۱۰-ذریعہ کا چوتھا درجہ یہ ہے کہ وہ عام طور سے مفسدہ کا باعث بنے۔

۱۱-مالکیہ اور حنابلہ کا رجحان یہ ہے کہ جو ذریعہ عام طور سے مفسدہ کا باعث بنے، یا جو ذریعہ بہ کثرت مفسدہ پیدا کرے، خواہ عمومی طور سے پیدا نہ کرے وہ بھی حرام ہے۔

۱۲-حنفیہ کا رجحان یہ ہے کہ جو ذریعہ بہ کثرت فساد کا سبب بنے، اس کا حکم قصد وارادہ پر موقوف ہے، سو اگر اسے حرام کام کے لئے حیلہ بنائے تو وہ جائز نہیں ہے، ورنہ جائز ہے۔

۱۳-شافعیہ کا رجحان یہ ہے کہ اس ذریعہ کو نظر انداز کر دیا جائے جو بہ کثرت فساد تک لے جاتا ہے؛ چنانچہ انہوں نے بیع عینہ کو جائز ٹھہرایا ہے۔

۱۴-''بیوع الآجال'' جو ربا کا ذریعہ ہوتے ہیں اور جن میں ''بیع عینہ'' بھی داخل ہے، حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک حرام ہے۔

۱۵-نکاح محلل کی صحت کے حنفیہ، شافعیہ اور ظاہریہ قائل ہیں؛ جبکہ مالکیہ، حنابلہ اور زیدیہ اسے باطل قرار دیتے ہیں۔

۱۶-فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار بیچنا ممنوع ہے۔

۱۷-حائضہ عورت کے گھٹنے اور ناف کے درمیان کے حصہ سے مس کرنا فقہ شافعی میں ممنوع ہے، یہ حکم سد ذریعہ پر مبنی ہے۔

۱۸-عملی طور سے تمام فقہاء کے یہاں ''فتح ذرائع'' کا اصول مسلم ہے۔

''فتح ذرائع'' کی تعریف یہ ہے کہ جائز وسیلہ کو طلب کیا جائے جبکہ وہ راجح مصلحت کا واسطہ بنے۔

۱۹-مخلوط نظام تعلیم، سودی بینکوں کے ساتھ تعامل، تورق منظم، سامان ومعادن کے انٹرنیشنل بازار کے ذریعہ عقد مرابحہ، تورق عکسی، کرایہ پر لی ہوئی شئ کی ملکیت پر ختم ہونے والا اجارہ اور عقود اذعان واقرار چند نئے مسائل ہیں جن میں سد ذریعہ کا اصول مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔

۲۰-سد ذریعہ اور فتح ذریعہ کے سلسلہ میں غلو اختیار کرنا شریعت کی روح کے منافی ہے۔

فقہ اسلامی کی ایک اہم اصل: سدّ ذریعہ

مفتی امانت علی قاسمی☆

فقہ اسلامی کے چار اصول قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس تو متفق علیہ ہیں، اس کے علاوہ بعض اصول گو اختلافی ہیں لیکن ان سے بھی فقہ اسلامی میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اور تقریباً تمام ائمہ کے یہاں اس کی حیثیت مسلم ہے اور اس سے استفادہ کیا جاتا ہے، ان میں عرف وعادت، ضرورت وحاجت، استحسان، مصالحہ مرسلہ کافی مشہور ہیں۔ انہیں اصول میں ایک اصل سدذریعہ بھی ہے، گو مالکیہ اور حنابلہ نے اسے بہت زیادہ اہمیت دی ہے اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے لیکن احناف کے یہاں بھی اس سے استفادہ ملتا ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ احناف نے باضابطہ سدذریعہ کو اصول شریعت قرار نہیں دیا ہے بلکہ استحسان کے ضمن میں اس کا استعمال کیا ہے؛ جب کہ مالکیہ نے اسے باضابطہ اصول کی حیثیت سے استعمال کیا ہے۔ سدذریعہ کو فقہ اسلامی کے غیر منصوص ادلّہ میں ثانوی ماخذ کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے جس کی تائید قرآن وسنت اور ائمہ کے اقوال و آثار سے ہوتی ہے۔ علامہ ابن القیم نے سدذریعہ کی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے اسے ایک چوتھائی دین قرار دیا ہے اس طور پر کہ سدذریعہ تکلیف کا ایک ربع ہے؛ کیوں کہ تکلیف کی دو قسمیں ہیں: امر اور نہی، اور امر کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو فی نفسہ مقصود ہے، دوسرے وہ جو مقصود کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ اسی طرح نہی کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو فی نفسہ فساد ہے اور دوسرے وہ جو فساد کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، پس وہ ذرائع جو حرام تک پہنچانے کے وسیلے ہیں ان کا سدباب دین کا ربع ہوا (یوسف عبدالرحمٰن فرت: التطبیقات المعاصرة، دار الفکر العربی، قاہرہ، ۲۰۰۳ء، ص: ۶۰) ذیل میں سدذریعہ کے متعلق تفصیل پیش کی جاتی ہے:

سدّ ذریعہ کا لغوی واصطلاحی مفہوم:

سدّ ذریعہ دولفظ سے مرکب ہے، اس لیے پہلے دونوں کا انفرادی معنی جاننا ضروری ہے؛ تاکہ مجموعہ کی توضیح آسان ہو۔ سدّ عربی لفظ ہے جس کے معنی روکنا، بند کرنا ہے، اور ذریعہ لغت میں وسیلہ اور سبب کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز تک پہنچا جاسکتا ہے، یعنی ہر وہ شئ جو کسی دوسری شئ کے حصول کا ذریعہ بنے۔

☆ استاذ ومفتی دار العلوم وقف دیوبند، اتر پردیش۔

''الذریعة : الوسیلة، و قد تذرع فلان بذریعة ای توسل و الجمع الذرائع'' (لسان العرب ۸/ ۹۶) (لغت میں ذریعہ وسیلہ کو کہتے ہیں جس کی جمع ذرائع آتی ہے، کہا جاتا ہے: ''تذرع فلان بذریعة'' جب کوئی شخص کسی وسیلے سے کام کرے)۔

اصطلاح میں ذریعہ اس قول یا عمل کو کہیں گے جو بذات خود مباح ہے لیکن اس کا استعمال کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہے، مثلاً بیع وتجارت بذات خود مباح ہے لیکن اذان جمعہ کے وقت بیع وتجارت کی یہ مشغولیت مسجد کی طرف سعی سے روکنے کا سبب بن جاتی ہے جس کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے:

''الذریعة بمعناها العام هی : الوسیلة التی تکون طریقا إلی الشئ'' (اعلام الموقعین ۳/ ۱۱۷) (ذریعہ کا عمومی معنی یہ ہے کہ ایک ایسا وسیلہ جو کسی شئ کے حصول کا ذریعہ ہو)۔

اصطلاحی مفہوم:

فقہ کی اصطلاح میں ذریعہ سے مراد ایسے جائز امور ہیں جو کسی مفسدہ کا سبب بن جائیں۔لغوی اور اصطلاحی معنی میں فرق یہ ہے کہ لغوی اعتبار سے تو ذریعہ مطلقا موصل الی الشئ کے لیے استعمال ہوتا ہے یعنی کسی بھی شئ تک پہونچنے کا ذریعہ خواہ حرام ہو یا حلال مگر فقہاء اور اصولیین کے نزدیک ممنوع چیز کے وسیلہ یا راستہ کو ذریعہ کہا جاتا ہے۔علامہ شاطبی نے ذریعہ کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھا ہے:

''حقیقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلی ما هو مفسدة'' (الموافقات: ابراہیم بن موسی بن محمد غرناطی، شاطبی، دار ابن عفان، ۱۹۹۳ء، ۴/ ۱۹۸) (ذرائع کی حقیقت اس قول اور عمل کو جو مصلحت ہے مفسدہ کا سبب بنالینا ہے)۔

علامہ ابن رشد کہتے ہیں: ''إنها الأشیاء التی ظاهرها الإباحة و یتوسل بها إلی فعل محظور'' (تہذیب الفروق علی حاشیۃ الفروق للقرافی ۲/ ۴۴) (ذرائع وہ اعمال واقوال ہیں جو بظاہر مباح ہیں لیکن انہیں کسی ممنوع عمل کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے)۔

علامہ ابن العربی ذرائع کو یوں بیان کرتے ہیں: ''هی کل عمل ظاهره الجواز یتوصل به إلی محظور'' (احکام القرآن ۲/ ۳۲۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت) (وہ کام جو ظاہری طور پر جائز ہو لیکن ناجائز کا سبب بنے)۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''الذریعة :الفعل الذی ظاهره أنه مباح و هو وسیلة إلی فعل محرم'' (الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ۶/ ۱۷۲) (ذریعہ سے مراد وہ فعل ہے جو بظاہر مباح ہو لیکن وہ فعل حرام کا وسیلہ اور ذریعہ ہو)۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ''الذریعة عبارة عن أمر غیر ممنوع فی نفسه یخاف من ارتکابه الوقوع فی

ممنوع'' (تفسیر القرطبی ۲/ ۵۷)۔

تمام تعریفوں میں قدر مشترک ایک ہی بات ہے کہ ایک ایسا قول یا عمل جو بظاہر مباح اور جائز ہے لیکن اس عمل کو انجام دینے سے کسی حرام کا وجود ہوجاتا ہے اور وہ عمل اس حرام کے وجود میں آنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اس لیے شریعت اس مباح چیز سے بھی منع کردیتی ہے، اسی کا نام سد ذریعہ ہے، چنانچہ اصولیین سد ذریعہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"سد الذريعة معناه عند الاصوليين : هو منع كل ما يتوصل بها الى الشئ الممنوع المشتمل على مفسدة أو مضرة'' (الوجیز فی اصول الفقہ ۱۰۸، دار الفکر دمشق) (سد ذریعہ کا مطلب اصولیین کے نزدیک ہر اس چیز سے منع کردینا ہے جس کے ذریعہ سے کسی ایسی ممنوع چیز تک پہنچا جائے جو فساد یا نقصان پر مشتمل ہو)۔

البتہ علامہ ابن العربی نے اس سلسلے میں تھوڑی تفصیل کی ہے، ان کی رائے یہ ہے کہ ذریعہ سے مراد ایسا عمل ہے جو کسی ایسے ممنوع عمل کا ذریعہ بنتے ہوں جن کی ممانعت پر نص وارد ہے، مطلق ممنوع اعمال کے ذریعہ بننے والا عمل یہاں ذریعہ کی تعریف میں داخل نہیں ہے اور اس سے روکنا شریعت کا مقصود نہیں ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"و قاعدة الذريعة التى يجب سدّها شرعا هو ما يؤدى من الافعال المباحة إلى محظور منصوص عليه لا مطلق محظور'' (الفروق للقرافی، الفرق بین قاعدۃ المقاصد وقاعدۃ الوسائل ۳/ ۴۴)۔

خلاصہ یہ ہے کہ کوئی فعل مباح اور جائز ہے لیکن وہ حرام کا ذریعہ ہے تو شریعت اس ذریعہ کو بھی حرام قرار دیتی ہے اگرچہ کہ فاعل نے اس حرام کا قصد نہ کیا ہو، اس لیے کہ عام طور پر وہ فعل حرام تک لے جانے کا ذریعہ ہے، اس لیے کہ ذرائع کی حیثیت تابع کی ہوتی ہے اور جو حکم متبوع کا ہے وہی حکم تابع کا بھی ہوگا، اگر متبوع حرام ہے تو تابع بھی حرام ہوگا۔ ''اعمال قاعدۃ الذرائع'' میں ہے:

"إن الفعل المباح إذا كان ذريعة إلى محرم فالشارع يحرم هذه الذريعة وإن لم يقصد بها المحرم ؛ لكونها فى الغالب مفضية إليه''(اعمال قاعدۃ الذرائع، ص:۱۰)۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:"والذريعة ما كان وسيلة و طريقا إلى الشئ، لكن صارت فى عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلى فعل محرم ولو تجردت عن ذلک الإفضاء لم يكن فيها مفسدة –و لهذا قيل: الذريعة :الفعل الذى ظاهر ه أنه مباح و هو وسيلة إلى فعل محرم''(الفتاوی الکبری ۶/ ۱۷۲)۔

ان تمام تعریفات کا حاصل ایک ہے، تعبیرات میں فرق ضرور ہے لیکن مقصد میں اتحاد ہے کہ ذریعہ ایک مباح فعل ہے لیکن وہ مباح فعل ایک حرام شئی کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہے اس لیے شریعت حرام سے روکنے کے لیے اس ذریعہ سے

بھی روک دیتی ہے،غور کیا جائے تو شریعت میں اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی ،معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنا فی نفسہ جائز ہے،لیکن چونکہ یہ حق سبحانہ تعالی کے سبّ وشتم کا ذریعہ ہے اس لیے خود حق تعالی نے اس سے منع فرمادیا،معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسا اصول ہے جس کی شریعت میں خاص رعایت کی گئی ہے۔

سدذریعہ کی حکمت:

اس موضوع پر علامہ شاطبی نے بڑی تفصیلی بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شریعت اگر کسی چیز کا حکم دیتی ہے تو اس کے پیش نظر انسان کی ضرورتیں، حاجتیں اور زیبائش وکمالات کا تحفظ مقصود ہوتا ہے اور یہ انسانی مصالح کی بنیادیں ہیں اس لیے جب شریعت نے حفظ دین کے لیے نماز کو واجب اور ضروری قرار دیا تو اس کے لیے جماعت اور اذان کو بھی مشروع قرار دیا؛ تاکہ دین کو مکمل اور اجتماعی انداز میں قائم کیا جاسکے اور اس کے شعائر کا مکمل طور پر اظہار ہوسکے۔اسی طرح جب شریعت نے انسانی جان کی حفاظت کے لیے قصاص کو ضروری قرار دیا تو اس میں برابری اور مماثلت کی بھرپور رعایت کی؛ تاکہ بلاعداوت ودشمنی کے شریعت کے اس منشاء کا تحفظ کیا جاسکے؛ کیوں کہ اگر قاتل کو مقتول سے زیادہ اذیت ناک انداز میں سزادی جائے تو بسا اوقات قصاص کے مقصد کے خلاف واقعات بھی سامنے آسکتے ہیں؛اس لیے کہ قاتل کے اولیاء میں بدلہ کا جذبہ پھر سے بھڑک سکتا ہے۔اسی طرح جب شریعت نے آبرو کی حفاظت کے لیے زنا کو حرام قرار دیا تو سداً للذریعہ اجنبیہ کے ساتھ خلوت اور تنہائی کو بھی حرام قرار دیا؛ کیوں کہ اجنبیہ کے ساتھ خلوت اور تنہائی میں اس کے ساتھ گفتگو انسان کو زنا کے دروازے تک لے جاسکتا ہے،اور یہ شریعت کے حفظ عرض کے منشاء کے خلاف ہے،اور جب عقل کی حفاظت کے لیے شراب کو حرام قرار دیا تو سداً للذریعہ شراب کی تھوڑی مقدار کو بھی حرام قرار دیا اگرچہ اس کے اندر نشہ نہ ہو،اسی طرح شریعت نے سداً للذریعہ بہت سی عمومات میں تخصیص کردی ہے،،بہت سی جگہ مطلق میں تقیید کردی ہے؛ تاکہ شریعت کے مقاصد اور انسانی مصالح کا صحیح تحفظ کیا جاسکے۔معلوم ہوا کہ سدذریعہ درحقیقت انسانی مصالح کا حصہ ہے اور شریعت کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ ہے (علم اصول الفقہ ۱/ ۲۰۵)۔

علامہ ابن القیم نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالی کسی چیز کو حرام قرار دیتے ہیں تو اس تحریم کو ثابت اور برقرار رکھنے کے لیے اس حرام تک پہنچنے کے جتنے راستے اور طریقے ہوتے ہیں ان کو بھی حرام قرار دیتے ہیں؛اس لیے کہ اگر ان راستوں اور ذرائع کو حرام قرار نہ دیا جائے تو حکم میں تناقض لازم آئے گا،ایک طرف ایک چیز سے منع کیا جائے لیکن اس شئی تک پہونچنے والے تمام راستے اور ذرائع کو مفتوح رکھا جائے ، یا یہ کہ ایک چیز کا حکم دیا جائے لیکن اس تک پہونچنے والے ذرائع کو ممنوع قرار دیا جائے ، ظاہر ہے کہ اس میں تناقض اور تضاد لازم آتا ہے،اور اللہ تعالی کی مصلحت اس بات کا انکار کرتی ہے کہ اللہ تعالی

بندوں کوکسی کام سے منع کریں لیکن اس کام کے راستے کو کھولے رکھیں:

"فإذا حرم الرب تعالى شيئا و له طرق و وسائل تفضي إليه ، فانه يحرمها و يمنع منها، تحقيقا لتحريمه ، و تثبيتا له و منعا أن يقرب حماه و لو أباح الوسائل و الذرائع المفضية إليه لكان ذلك نقضا للتحريم و إغراء للنفوس به و حكمته تعالى يأبى ذلك كل الاباء بل سياسة ملوك الدنيا تأبى ذلك(سدالذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ،ص:۳۳۴)۔

ذریعہ اور سبب میں فرق:

یہاں پر دولفظ ہے جس میں معمولی فرق ہے،بعض مرتبہ خلط مبحث ہوجاتا ہے،ذریعہ اور سبب بظاہر دونوں قریب قریب ہیں،ذریعہ کے لغوی معنی ماقبل میں مذکور ہوچکے ہیں،یعنی **"الوسيلة اى ما يتقرب به إلى الغير"**(قواعدالفقہ ،ص:۲۹۹)،ذریعہ وہ وسیلہ ہے جس کے ذریعہ کسی دوسری چیز تک پہنچا جائے،اور سبب کا معنی قواعدالفقہ میں بیان کیا ہے:

"السبب في اللغة اسم لما يتوصل به إلى المقصود و في الشريعة عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه و السبب التام هو الذى يوجد المسبب بوجوده فقط و السبب الغير التام هو الذى يتوقف وجود المسبب عليه لكن لا يوجد المسبب بوجوده فقط" (قواعدالفقہ ، ص:۳۱۸)(سبب لغت میں مقصود تک پہنچنے کو کہتے ہیں،اور شریعت میں سبب نام ہے حکم تک پہنچنے کے راستے کا جو کہ حکم کے اندر مؤثر نہ ہو،اور سبب تام وہ ہے کہ اس کے پائے جانے سے مسبب کا وجود ہوجائے،اور سبب غیر تام وہ ہے کہ مسبب کا وجود اس پر موقوف ہو لیکن محض اس کے وجود سے مسبب کا وجود نہ ہو)۔

غور کیا جائے تو دونوں کا فرق واضح ہوجاتا ہے کہ ذریعہ فی نفسہ ایک مباح امر ہے لیکن اس کے وجود میں آنے سے ایک حرام شئی کا وجود ہوجاتا ہے۔یعنی ذریعہ حرام شئی کے وجود میں آنے میں مؤثر ہے جب کہ سبب یہ حکم تک پہنچنے کا راستہ ہے لیکن اس حکم میں مؤثر نہیں ہوتا ہے۔ایک دوسرا فرق یہ محسوس ہوتا ہے کہ شرعی اعتبار سے سبب عام ہے اور ذریعہ اصطلاحی اعتبار سے خاص ہے،یعنی ذریعہ حرام کے وجود میں آنے کو ہی فقہاء کے یہاں ذریعہ سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ جب کہ سبب عام ہے،اس کے ذریعہ سے ایک حکم تک پہنچا جاتا ہے خواہ وہ حکم حرام کا ہو یا حلال کا۔

سد ذرائع کی حجیت کے سلسلے میں ائمہ کے مذاہب:

حضرات فقہاء و مجتہدین نے عام طور پر سد ذرائع کو استعمال کیا اور اس پر احکامات کو متفرع کیا ہے؛ البتہ اس کی استنادی حیثیت میں حضرات ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔حضرت امام مالک اور امام احمد بن حنبل نے اس کو ایک دلیل اور

شریعت کی ایک اصل قرار دیا ہے، چنانچہ ''التطبیقات المعاصرۃ'' میں لکھا ہے:

"سد الذرائع من أصول الاستنباط الفقهى ، المهمة عند المالكية و ليس فى المذاهب الفقهية الأربعة المنتشرة و لا فى غيرها من بلغ فى أخذه بهذا الأصل مبلغ المذهب المالكى ،وذلک لأنه من أوسع المذاهب الاجتهادية اعتمادا على رعاية مصالح الناس و أعرافهم و لهذا كان العمل بالمصلحة المرسلة أصلا مستقلا من أصول التشريع عنده (مالک) فكان سد الذرائع تطبيقا عمليا من تطبيقات العمل بالمصلحة و لذلک عدّوه ضمن أصولهم-و بالغوا فى ذلک حتى عدّ بعض الفقهاء سدّ الذرائع من خصوصيات مالک" (التطبیقات المعاصرۃ لسد الذرائع،ص:۳۰)۔

اس عبارت سے بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ سد ذریعہ اصل میں امام مالک کی ہی اصل ہے اور انہوں نے ہی اسے مستقل دلیل کی حیثیت دی ہے اسی لیے سد ذریعہ کو فقہ مالکی کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امام مالک نے اس سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے اور اسے شریعت کے اصول میں سے ایک اصل قرار دیا ہے، ان کے یہاں مصالحہ مرسلہ کی بہت اہمیت ہے، اسی ضمن میں انہوں نے سد ذریعہ کو بھی بڑی اہمیت دی ہے، اس لیے کہ یہ بھی مصالح مرسلہ کا ایک حصہ ہے، لیکن سد ذریعہ کے استنادی نام میں ان حضرات کے یہاں بھی مختلف تعبیریں ملتی ہیں: کبھی اصل کی تعبیر استعمال ہوتی ہے تو کبھی قاعدہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے، کبھی دلیل تو کبھی مبدأ کی تعبیر استعمال ہوئی ہے، چنانچہ ہشام برہانی نے نقل کیا ہے کہ امام مالک کے یہاں اصول شریعت چھ ہیں جن میں سے ایک سد ذریعہ بھی ہے۔

علامہ شاطبی ''الموافقات'' میں لکھتے ہیں: **" و سد الذرائع مطلوب مشروع و هو أصل من الأصول القطعية فى الشرع "** (الموافقات ۳/۶۱)۔

شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں: **" هذا أصل فقهى اعتمد عليه الحنابلة، تابعين لإمامهم، إذكان أصلا من أصول الفتوى عنده"** (امام احمد بن حنبل: شیخ ابوزہرہ، ص: ۳۱۴)۔

"وفى البهجة نقلا عن راشد يعد الأدلة التى بنى عليها مالک مذهبه ستة دليلا ،منها ايضا سد ذرائع" (سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص ۱۲۵)۔

''الفقہ الاسلامی وأدلتہ'' میں ہے: **"سد الذرائع أصل من أصول الشريعة الاسلامية ، وحقيقته :منع المباحات التى يتوصل بها إلى مفاسد أو محظورات"** (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۵۳۵۸)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں مذاہب کی تفصیل موجود ہے، اس میں صاف لکھا ہے کہ سد ذریعہ مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں

اصول شریعت میں سے ہے، اور حنفیہ اور شوافع کے یہاں اگر چہ اس کا استعمال ہوتا ہے لیکن اس کو با قاعدہ اصول شریعت قرار نہیں دیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ذرائع وسائل ہیں اور وسائل میں اضطراب ہوتا ہے، کبھی وہ حرام ہوتے ہیں اور کبھی واجب اور کبھی مکروہ تو کبھی مستحب اور مباح ،اس لیے اس کا حکم مقاصد کے مصالح کی قوت وضعف کے اعتبار سے مختلف ہوگا (دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیہ، مادہ: سد الذرائع ۲۴/ ۲۷۸)۔

انڈونیشیا سے نکلنے والا ایک تحقیقی رسالہ insaniyat joyrnal of islam and humanities (اسلام اور انسانیت) کے عنوان سے ہے، اس میں اس موضوع پر ایک مستقل مقالہ ہے جس میں ائمہ کے مذاہب کی تفصیل لکھتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس سلسلے میں تین مذاہب ہیں: امام مالک اور امام احمد کے نزدیک یہ ایک مستقل دلیل ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے بھی اس کو دلیل کے طور پر قبول کیا ہے لیکن ان تفصیلات کے ساتھ نہیں جس طرح مالکیہ نے قبول کیا ہے، اور تیسرا مذہب اصحاب ظواہر کا ہے کہ سد ذرائع کوئی اصول اور دلیل نہیں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”المذهب الأول : ذهب المالكية و الحنابلة إلى الاعتبار أن سد الذرائع دليل من أدلة الفقه المعتبرة شرعا، واعتبروها أصلا قائما بذاته و استدل هذا المذهب بجملة من الآيات و الآحاديث و عمل الصحابة ـ

المذهب الثانى : ذهب الحنفية والشافعية و الشيعة الإمامية إلى اعتبار سدّ الذرائع كدليل من أدلة الشريعة على الجملة و لكنهم خالفوا المالكية فى بعض التطبيقات و الفروع فلذا أدلتهم فى هذا نفس الأدلة التى استدل بها المذهب الأول ـ

المذهب الثالث : ذهب أهل الظاهر الى عدم اعتبار سد الذرائع مطلقا ، ذلک انهم اشتهروا بأخذ ظاهر النصوص“(ص۸)۔

تفسیر قرطبی میں اس کو مالکیہ اور حنابلہ کے اصول میں شمار کیا گیا ہے اور قرآن وحدیث سے اس کی حجیت پر بہت سی دلیلیں پیش کی گئی ہیں (دیکھئے: تفسیر قرطبی، سورۂ بقرہ: ۱۰۴، ۲/ ۵۷)۔

سد ذریعہ مذاہب اربعہ میں:

سد ذریعہ کا اصول تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے، یہ اور بات ہے کہ بعض ائمہ کے یہاں اس کی اہمیت زیادہ ہے اور بعض کے یہاں کم ہے، بعض فقہاء کی تعبیرات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے سد ذریعہ کو باضابطہ اصول کا درجہ نہیں دیا ہے لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ انہوں نے اس سے بالکل بے اعتنائی برتی ہو؛ بلکہ انہوں نے اس کا استعمال

شریعت کے بنیادی اصول استحسان کے ضمن میں کیا ہے۔

التطبیقات المعاصرۃ لسد الذریعہ کے مصنف دکتور عبدالرحمٰن فرت نے لکھا ہے: "**وهكذا اتضح لدينا أن الشافعي–و يماثله أبوحنيفة لم يرفضها قاعدة سد الذرائع رفضا مطلقا وإن كانا لم يجعلها ضمن أصولهم المعتمدة وانما طبقاها من خلال الاصول المقررة عندهما: كالقياس، والاستحسان الذى قال به الحنفية و هو لا يبتعد عما يقرره الشافعي إلا فى العرف وسوف نبين فيما بعد المسائل التى أخذ فيها الشافعي وأبو حنيفة بقاعدة الذرائع**" (ص:۴۸)۔

شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں: "**إن الأخذ بالذرائع ثابت فى كل المذاهب الاسلامية وإن لم يصرح به و قد أكثر منه الإمامان: مالک و أحمد وكان دونهما فى الأخذ به الشافعي وأبوحنيفة ولكنهما لم يرفضها جملة و لم يعتبراه أصلا قائما بذاته بل كان داخلا فى الأصول المقررة عندهما كالقياس والاستحسان الخفى الذى لا يبتعد عما يقرره الشافعي إلا فى العرف**" (اصول الفقہ لابی زہرۃ، ص۲۷۵)۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر چہ مالکیہ اور حنابلہ نے اس کی طرف بھرپور توجہ دی ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ حضرات شوافع اور حنفیہ نے اسے بالکل ترک کر دیا ہے؛ بلکہ ان حضرات کے یہاں بھی اس کا استعمال جزئیات کی تطبیقات میں کثرت سے ملتا ہے، اس لیے کہنا چاہیے کہ سد ذریعہ کا اصول متفق علیہ ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں جو اس کی استنادی حیثیت ہے وہ حضرات شوافع اور احناف کے یہاں نہیں ہے، چنانچہ قرافی لکھتے ہیں:

"**فقد اعتبرت الشرع سد الذرائع فى الجملة و ليس المذهب المالكى مختصا بسدها كما يحكى ذلک عنه**" (الفروق للقرافی، الفرق بین قاعدۃ مایسد من الذرائع ۳/ ۲۷۴)۔

"**إن هذه القاعدة ليست من خواص مذهب مالک ، بل قال بها هو اكثر من غيره و أصل سدها مجمع عليها**" (التطبیقات المعاصرۃ لسد الذرائع، ص: ۵۳)۔

احناف وشوافع کی دلیل:

حضرات فقہاء حنفیہ اور شوافع جنہوں نے سد ذرائع کے اصول شریعت ہونے کو تسلیم نہیں کیا ہے وہ حضرات حضرت ابوسعید خدری کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو خیبر کا عامل مقرر کیا تھا، وہ آپ کے لئے کچھ عمدہ کھجور لے کر آیا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا خیبر کی تمام کھجوریں اسی طرح عمدہ ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں، بلکہ ہم لوگ دو صاع گھٹیا کھجور دے کر ایک صاع عمدہ کھجور لے لیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا مت کیا کرو؛ بلکہ کھجور کو دراہم کے عوض

بیچ دو پھر اس سے عمدہ کھجور خرید لو، اس کے ذریعہ آپ ﷺ نے کھجور کی بیع کھجور سے کمی بیشی کے ساتھ بیچنے سے منع کیا اس لیے کہ عمدہ کھجور کو گھٹیا کھجور کے عوض بیچنا کمی بیشی کے ساتھ رہا ہے، لیکن یہاں پر اگر کھجور کو پیسے میں بیچ کر پھر اس سے کھجور خریدا جائے تو یہ بھی اسی ممنوع عمل کا ذریعہ بن رہا ہے لیکن اس کی اجازت دی گئی ہے، معلوم ہوا کہ سد ذریعہ ہر جگہ ممنوع نہیں ہے اور نہ ہی یہ شریعت کا لازمی اصول ہے، علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"قد يحتج باطلاقه من لم يقل بسد الذرائع و هو الشافعي و أبو حنيفة و كافتهم فأجازوا شراء البرني مثلا ممن باع منه الجمع ، و منعه مالك على أصله في سد الذرائع فان هذه الصورة تؤدى إلى بيع التمر بالتمر متفاضلا و يكون الثمن لغوا" (ص:۴۱)۔

مالکیہ اور حنابلہ کے دلائل:

تفسیر قرطبی میں اس کو مالکیہ اور حنابلہ کے اصول میں شمار کیا ہے اور قرآن وحدیث سے اس کی حجیت پر بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں، چند دلائل کو اختصار کے ساتھ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"الدليل الثانی : التمسک بسد الذرائع و حمايتها و هو مذهب مالک و أصحابه و احمد بن حنبل فی رواية عنه و قد دل على هذا الأصل الكتاب و السنة و الذريعة عبارة عن أمر على غير ممنوع لنفسه يخاف من ارتكابه الوقوع فی ممنوع أما الكتاب فهذه الآية وجه التمسک بها أن اليهود كانوا يقولون ذلک وهی سبّ بلغتهم فلما علم الله ذلک منهم منع من اطلاق ذلک اللفظ لأنه ذريعة للسبّ و قوله تعالى: "ولاتسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم" فمنع من سب آلهتهم مخافة مقابلتهم بمثل ذلک وقوله تعالى:"واسئلهم عن القرية التی كانت حاضرة البحر"الآية، فحرم عليهم تبارک و تعالى الصيد فی يوم السبت فكانت الحيتان تأتيهم يوم السبت شرعا ای ظاهرة فسدّواعليها يوم السبت وأخذوها يوم الأحد كان السدّ ذريعة للاصطياد فمسخهم الله قردة و خنازير وذكر الله لنا ذلک فی معنى التحذير عن ذلک، واما السنة فأحاديث كثيرة ثابتة منها قوله عليه السلام إن من الكبائر شتم الرجل والديه قالوا:يا رسول الله وهل يشتم الرجل والديه؟ قال: نعم يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه و يسبّ أمه فيسبّ أمه فجعل التعرض لسبّ الآباء كسبّ الآباء – قلت: فهذه الادلة التی لنا على سد الذريعة و عليه بنى المالكية كتاب الآجال و غيره من المسائل فی البيوع و غيرها" (تفسیر قرطبی، سورۃ البقرۃ:۱۰۴،۲/۵۷)۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر اپنے کسی جائز فعل سے دوسروں کو ناجائز کاموں کی گنجائش ملتی معلوم ہو تو یہ جائز فعل بھی اس کے لیے جائز نہیں رہتا، اس کی مثالیں قرآن وسنت میں بہت ہیں۔ ایسے احکام کو اصول فقہ کی اصطلاح میں سد ذرائع سے تعبیر کیا جاتا ہے جو سب ہی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے، خصوصاً حضرات حنابلہ اس کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں (معارف القرآن ۱/۲۸۰)۔

سد ذرائع کے اعتبار کی شرائط:

سد ذرائع کا اعتبار دو اہم شرطوں پر موقوف ہے:

(۱) جس جائز عمل کا ذریعہ فساد بننے کے باعث انسداد مقصود ہو وہ غالب اوقات میں فساد کا ذریعہ بنے نا کہ کبھی کبھار یا نادر اوقات میں، اور اگر وہ نادر اوقات میں ذریعہ فساد بنے تو اس ذریعہ سے نہیں روکا جائے گا۔

(۲) اس جائز عمل کی وجہ سے جو فساد اور نقصانات مرتب ہونے والے ہیں وہ اس کے مصالح کے برابر ہوں یا اس سے زائد ہوں، اگر اس کے مفاسد اس کے مصالح سے کم ہوں تو اس ذریعہ سے نہیں روکا جائے گا۔

ذرائع کی مختلف تقسیمات:

حضرات علماء اصول نے ذرائع کی مختلف تقسیمیں کی ہیں اور ان کے مختلف درجات متعین کئے ہیں جس میں ان کے رجحان اور فکر کا خاص دخل ہے، اس سلسلے میں تین نام بہت اہم ہیں جنہوں نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے اور اس کی مختلف اقسام اور درجوں کا حکم ذکر کیا ہے، علامہ شاطبی، امام قرافی اور علامہ ابن القیم کی تقسیمات کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے:

علامہ شاطبی کی تقسیم:

علامہ شاطبی نے ذرائع کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

پہلی قسم: وہ ذرائع جن کے نتیجے میں فساد کا ہونا یقینی ہے، جیسے کسی کے دروازے پر رات کے اندھیرے میں کنواں کھودنا کہ گھر سے نکلنے والے کا اس میں گرنا یقینی ہو، ذریعہ کی یہ صورت ناجائز اور حرام ہے اور ایسا کرنے والا شخص تعدی کرنے والا شمار ہوگا اور تعدی کا ضمان اس پر لازم ہوگا۔

دوسری قسم: وہ ذرائع جن کے نتیجے میں فساد کا پیدا ہونا اتفاقی امر ہو اور نادر ہو، مثلاً کسی ایسی جگہ کنواں کھودنا جو عام گزرگاہ نہیں، لیکن کبھی اتفاقاً کوئی ناواقف شخص اندھیرے میں گزرتے ہوئے گر سکتا ہے، اسی طرح ایسی غذائیں بیچنا جو عام طور پر نقصان نہیں پہنچاتی ہیں اور ان جیسی صورتیں، یہ جائز ہیں، اس لیے کہ شریعت نے احکام کو غالب مصلحت کے ساتھ متعلق کیا ہے اور جس کا فساد نادر ہو اس کا اعتبار نہیں کیا ہے، اس لیے کہ کوئی بھی چیز نہ خیر محض ہوتی ہے اور نہ ہی شر محض ہوتی ہے، اور

عام طور پر کوئی ایسی مصلحت نہیں ہوتی ہے جو فساد سے بالکلیہ خالی ہو۔

تیسری قسم: وہ ذرائع جو اکثر و بیشتر کسی فساد اور بگاڑ کا ذریعہ ہیں جن کے موجب فساد ہونے کا غالب اندیشہ ہو، جیسے جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار فروخت کرنا، غالب یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف استعمال ہوگا، یا کسی شراب ساز کے ہاتھ انگور بیچنا کہ غالب یہی ہے کہ وہ انگور سے شراب بنائے گا، اس کا حکم یہ ہے کہ ظن غالب کو علم قطعی کے ساتھ لاحق کیا جائے گا اور جس طرح فساد کے قطعی ہونے کی صورت میں وہ ذریعہ حرام ہے اسی طرح فساد کے ظن غالب ہونے کی صورت میں بھی وہ ذریعہ حرام ہوگا۔

چوتھی قسم: وہ ذرائع جو بسا اوقات موجب فساد ہوجاتے ہیں لیکن اکثر و بیشتر ایسا نہیں ہوتا ہے، لیکن ان کا موجب فساد ہونا بالکل نادر بھی نہیں ہے، جیسے بیوع کی بعض صورتیں جو بسا اوقات ربوا کی موجب ہوتی ہیں لیکن یہ صورت نہ غالب ہے اور نہ ہی بالکل نادر، یہی وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور ابن حزم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ فساد کی اس صورت میں ظن غالب نہیں ہے اور اعتبار غلبہ کا ہوتا ہے اس لیے ایسے عقود اور اعمال جن کا غالب نتیجہ فساد نہ ہو انہیں ممنوع نہیں قرار دیا جائے گا، اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل اس صورت میں بھی ذرائع کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس فعل کا اصلاً ماذون و مباح ہونا بسا اوقات موجب فساد ہونے کی وجہ سے اپنی اصلی اباحت اور اذن پر باقی نہیں رہے گا، جس کی شرع میں نظیر بھی موجود ہے، مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ خلوت یا عورت کا اجنبی کے ساتھ سفر کہ ان صورتوں میں فتنہ کا اندیشہ اکثر و غالب نہیں ہے اور نہ بالکل نادر ہے، بسا اوقات فتنہ پیدا ہوتا ہے اور بہت دفعہ نہیں بھی ہوتا ہے لیکن شرع نے اس پر روک لگائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورتوں میں بھی ذرائع کو ممنوع قرار دیا جائے گا۔

علامہ ابن قیم کی تقسیم:

علامہ ابن قیم نے بھی وسائل کی چار قسمیں کی ہیں:

پہلی قسم: وہ ذرائع ہیں جو فساد تک لے جانے کا ذریعہ ہیں جیسے زنا جو کہ نسب کے اختلاط اور فراش کے فساد کا ذریعہ ہے، نشہ آور چیزوں کا پینا نشہ کے فساد کی طرف لے جانے والا ہے، لیکن ابن قیم کی اس تقسیم پر شیخ ابوزہرہ نے اعتراض کیا ہے کہ اس طرح کی چیزوں کو وسائل اور ذرائع میں شمار کرنا درست نہیں ہے؛ بلکہ یہ تو مقاصد میں سے ہیں؛ کیوں کہ زنا، شراب، قذف وغیرہ کی حرمت ربا، سرقہ، غصب کی طرح مقصود کے طور پر ہے نہ کہ وسائل کے طور پر۔

دوسری قسم: وہ ذرائع ہیں جو مباح کاموں کے لیے وضع کئے گئے ہیں لیکن اس سے فساد تک پہنچنے کا قصد کیا جاتا ہے جیسے حلالہ کے ارادے سے نکاح کرنا، یا ربا کے ارادے سے بیع کرنا وغیرہ۔

تیسری قسم: وہ ذرائع ہیں جو مباح کاموں کے لیے موضوع ہیں اور اس سے کسی نفع کا قصد نہیں کیا جاتا ہے، لیکن عام طور پر وہ کسی نفع کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کے مفاسد اس کے مصالح سے زیادہ ہیں، جیسے کہ کوئی شخص اوقات منہی عنہ میں بغیر کسی سبب کے نفلی نماز پڑھے، یا مشرکین کو ان کے سامنے برا بھلا کہے، یا متوفی عنہا زوجہا عدت کے زمانے میں زینت اختیار کرے۔

چوتھی قسم: وہ ذرائع جو فی نفسہ مباح ہیں لیکن فساد کا سبب بنتے ہیں اور اس کے مصالح مفاسد پر غالب ہیں جیسے کہ مخطوبہ کو دیکھنا۔

امام قرافی کی تقسیم:

اس سلسلے میں ایک تقسیم امام قرافی نے کی ہے، انہوں نے ذرائع کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

پہلی قسم: وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت اور سد باب پر امت کا اجماع ہے جیسے عام راستے پر کنواں کھودنا، اس لیے کہ یہ عام لوگوں کی ہلاکت کا ذریعہ ہے، اسی طرح ان لوگوں کے سامنے ان کے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنا جن کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ جواب میں اللہ تعالی کو برا بھلا کہے گا۔

دوسری قسم: وہ ذرائع ہیں جن کے مباح ہونے پر امت کا اجماع ہے، یہ وہ ذرائع ہیں جن کا سد باب نہیں ہوگا جیسے کہ انگور کی کھیتی سے منع کرنا اس خوف سے کہ اس سے شراب بنائی جائے گی، کوئی بھی اس ممانعت کا قائل نہیں ہے اس لیے کہ فساد یہاں پر نفع کے مقابلے میں بہت تھوڑا ہے، اس لیے کہ انگور جملہ پھلوں میں سے ایک پاکیزہ پھل ہے لہذا محض شراب بنانے کے اندیشے سے اس کو ممنوع نہیں قرار دیا جائے گا۔

تیسری قسم: وہ ذرائع ہیں جن میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ ممنوع ہے یا نہیں، جیسے ادھار کی بیع، مثلاً کوئی شخص ایک سامان دس درہم میں ایک مہینہ کے ادھار پر بیچتا ہے، پھر مہینہ سے پہلے اسے پانچ درہم میں خرید لیتا ہے تو امام مالک کہتے ہیں کہ اس کے ہاتھ سے ابھی پانچ درہم نکلا ہے اور وہ مہینہ کے اخیر میں دس درہم لے گا تو یہ پانچ درہم کے عوض دس درہم کی ادھار بیع ہوئی، تو گویا یہ صورتاً تو بیع ہے لیکن حقیقت میں یہ ربا کا ذریعہ ہے، اس لیے یہ بیع ناجائز ہوگی؛ لیکن امام شافعی کہتے ہیں کہ ہمیں بیع کی صورت پر نظر کرنی چاہیے؛ چونکہ بیع کی حقیقت موجود ہے اس لیے معاملہ کو اس کے ظاہر پر رکھا جائے گا اور یہ بیع درست ہوگی، اسی طرح اجنبیہ عورت کو بغیر شہوت کے دیکھنا احناف اور شوافع کے یہاں ناجائز ہے جب کہ مالکیہ کے یہاں جائز ہے (الفروق للقرافی، الفرق بین قاعدۃ مایسد ۳/ ۲۷۴)۔

ذرائع کی مختلف تقسیمات کا ایک تجزیاتی مطالعہ:

(۱) جیسا کہ ماقبل میں معلوم ہوا کہ علامہ شاطبی اور علامہ ابن القیم نے ذرائع کی چار قسمیں کی ہیں اور امام قرافی نے تین قسمیں کی ہیں، البتہ ابن القیم نے جو پہلی قسم بیان کی ہے حقیقت میں وہ ذرائع کی قسم نہیں ہے؛ بلکہ اس کی ممانعت اصل اور مقصود کے طور پر ہے، گویا کہ ابن القیم نے مقاصد اور ذرائع کو خلط ملط کر دیا ہے اور مقاصد کو بھی ذرائع کے ضمن میں بیان کر دیا ہے اس لیے یہی کہنا چاہیے کہ امام ابن القیم اور امام قرافی کے مطابق ذرائع کی تین قسمیں ہیں اور امام شاطبی کے نزدیک چار قسمیں ہیں۔

(۲) شاطبی نے اپنی تقسیم میں فعل اور قول کے نتائج اور اس کے ثمرات پر نظر رکھ کر تقسیم کی ہے؛ جب کہ ابن قیم نے صاحب قول اور صاحب فعل کی نیت اور اس کے قصد وارادہ پر تقسیم کا مدار رکھا ہے اس لیے دونوں کی تقسیم میں واضح فرق ہے؛ کیوں کہ شاطبی ظاہری نتائج پر حکم لگاتے ہیں جب کہ ابن قیم نیت اور قصد وارادہ پر حکم کا مدار رکھتے ہیں۔

(۳) شاطبی اور قرافی کی تقسیم میں بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے، بس اتنا فرق ہے کہ وہ ذرائع جو فساد کا یقینی سبب ہیں یا ظنی سبب ہیں قرافی نے ان دونوں کو ایک ہی قسم قرار دیا ہے؛ جب کہ شاطبی نے ان دونوں کو علیحدہ قرار دیا ہے، گویا شاطبی اور قرافی کی تقسیم میں جو اختلاف ہے وہ لفظی ہے۔

فقہ مالکی میں سد ذرائع کی مثالیں:

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر فقہ سے چند مثالوں کا جائزہ لے لیا جائے؛ تاکہ پتہ چلے کہ فقہاء مجتہدین نے کس طرح کے مسائل میں سد ذریعہ کا استعمال کیا ہے، فقہاء مالکیہ کو اس میدان میں خصوصیت حاصل ہے اور انہوں نے سب سے زیادہ اس اصل کو استعمال کیا ہے اس لیے اس کی مثالیں بھی سب سے زیادہ فقہاء مالکیہ کے یہاں ملتی ہیں، چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) اس سلسلے میں سب سے اہم مسئلہ جو مالکیہ کے یہاں سد ذرائع کی بنیاد ہے وہ ادھار کی بیع ہے، مثلاً یہ کہ کسی شخص نے کوئی سامان ایک مدت تک کے لیے ادھار بیچا پھر اسی سامان کو اس سے کم قیمت پر نقد خرید لیا، یعنی کوئی شخص ایک سامان دس روپیہ میں ایک مہینہ کے ادھار پر بیچا پھر اسی سامان کو پانچ روپیہ میں نقد خرید لیا تو اس کے ہاتھ سے پانچ روپیہ گیا اور مدت پورا ہونے پر دس روپیہ آیا تو گویا یہ پیسے کی بیع پیسے کے عوض ادھار ہوئی جو ربا ہے، یعنی یہ بیع ربا کا ذریعہ ہے اس لیے مالکیہ نے اسے ناجائز قرار دیا ہے۔

(۲) اس کے علاوہ مالکیہ نے عبادت میں بھی سد ذرائع کی بنا پر بعض مسائل کو متفرع کیا ہے، مثلاً مالکیہ کے یہاں

امام کے لیے فرض نمازوں میں ایسی سورتوں کی قراءت مکروہ ہے جن میں آیت سجدہ ہے؛ اس لیے کہ سجدہ کی وجہ سے مقتدی اس خلجان میں پڑ سکتے ہیں کہ کہیں ایک رکعت زائد تو نہیں ہوگئی۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مصر کے لوگ ایک زمانے میں یہ سمجھتے تھے کہ فجر کی دو رکعت ہے سوائے جمعہ کے، جمعہ کے دن فجر کی تین رکعت ہے اس لیے کہ وہ حضرات مسلسل جمعہ میں ایک سجدہ کیا کرتے تھے، اسی وجہ سے مالکیہ نے فرض نمازوں میں آیت سجدہ پڑھنے کو مکروہ قرار دیا ہے؛ کیوں کہ یہ ایک دوسرے فساد کا ذریعہ ہے۔ ''التطبیقات المعاصرۃ لسد الذرائع'' میں ہے:

"وقد كره المالكية للامام أن يقرأ في الفريضة بسورة فيها سجدة ، حتى لا يختلط الأمر على المأمومين فيتصوروا أن الصلاة زيدت ركعة'' (التطبیقات المعاصرۃ لسد الذرائع ص:۶۸)۔

(۳) شوال کے چھ روزے کو امام مالک نے مکروہ قرار دیا ہے اس اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں رمضان غیر رمضان کے ساتھ نہ مل جائے اور جاہل حضرات یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ بھی رمضان کا حصہ ہے۔

" قال يحى و سمعت مالكا يقول في صيام ستة أيام بعد الفطر من رمضان: انه لم ير أحدا من أهل العلم و الفقه يصومها و لم يبلغني ذلك عن أحد من السلف وأن أهل العلم يكرهون ذلك و يخافون بدعته وأن يلحق برمضان ماليس منه أهل الجهالة و الجفاء" (التطبیقات المعاصرۃ لسد الذرائع ص:۷۰)۔

لیکن یہ دونوں مثالیں فقہ مالکی کی سد ذرائع میں غلو کا نتیجہ ہیں؛ اس لیے کہ یہ دونوں مسئلے احادیث سے ثابت ہیں، ظاہر ہے کہ نص کے ہوتے ہوئے قیاس کی ضرورت نہیں ہے؛ اس لیے کہ حدیث شریعت کی بنیادی دلیل ہے؛ جب کہ سد ذرائع ثانوی دلیل ہے، اور بنیادی دلیل کے ہوتے ہوئے ثانوی دلیل کی کوئی ضرورت نہیں رہ جاتی ہے۔

(۴) اگر کسی شخص کو بغیر نماز جنازہ کے قبر میں دفن کر دیا جائے تو امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کی رائے ہے کہ اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے گی لیکن امام مالکؒ کی رائے ہے کہ اس کی قبر پر نماز نہیں پڑھی جائے گی؛ اس لیے کہ یہ صلاۃ علی القبور کے فساد کا ذریعہ ہے،'' **وقال سحنون من المالكية : لا يصلى على القبر؛ سدّاً للذريعة في الصلاة على القبور**'' (البنایۃ شرح الہدایۃ، الحکم لو دفن المیت ولم یصل علیہ ۳/ ۲۱۴)۔

فقہ حنفی میں سد ذریعہ کی مثالیں:

احناف نے اگرچہ سد ذریعہ کو باضابطہ ایک اصل قرار نہیں دیا ہے لیکن فقہ حنفی میں استحسان کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اس کو قیاس کی طرح ایک اصل قرار دیا ہے، اور استحسان ایک ایسا باب ہے جس میں مصلحت پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے اور سد ذریعہ بھی مصالح پر عمل کرنے کی ایک صورت ہے؛ بلکہ استحسان کی بعض صورتیں بعینہ وہ ہیں جو مالکیہ کے یہاں سد ذریعہ

کی ہیں؛ اس لیے کہنا چاہیے کہ فقہ حنفی اور فقہ مالکی میں اس باب میں سوائے نام کے کوئی فرق نہیں ہے۔احناف اس اصل کو استحسان سے تعبیر کرتے ہیں اور مالکیہ سد ذریعہ سے تعبیر کرتے ہیں۔احناف کے یہاں اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں:

(۱)عورتوں پر جماعت کی نماز واجب نہیں ہے،اسی طرح جوان عورتوں کے لیے جمعہ اور عیدین میں باہر نکلنے کی رخصت نہیں ہے،اس لیے کہ ان کے نکلنے میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو حرام تک لے جائے وہ بھی حرام ہے۔

(۲)حائضہ عورت سے گھٹنے سے اوپر استفادہ ممنوع ہے سد ذریعہ کی وجہ سے؛اس لیے کہ اس صورت میں حائضہ سے جماع کرنے کا امکان ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

(۳)اجنبی کے لیے معتدہ کو نکاح کا پیغام دینا جائز نہیں ہے خواہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا ہو؛اس لیے کہ عدت کے زمانہ میں نکاح من وجہ باقی ہے اس کے آثار کے باقی رہنے کی وجہ سے۔

(۴)اگر کوئی شخص مرض الوفات میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دے؛تا کہ اس کی بیوی اس کی وارث نہ ہوسکے تو شریعت نے سدّاً للذریعہ اس کی بیوی کو وارث قرار دیا ہے۔

(۵)احناف کے نزدیک دو روایتوں میں ظاہر روایت یہ ہے کہ مرتد کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی سد اللذریعہ؛اس لیے کہ اس کی توبہ کو قبول کرنے میں دین کا استخفاف لازم آتا ہے۔

(۶)احناف کے یہاں مسجد میں قبر بنانے کی ممانعت اور اور قبرستان میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے،اس کی وجہ سد ذریعہ ہے؛اس لیے کہ قبر بنانا بھی فی نفسہ جائز ہے اور نماز پڑھنا بھی فی نفسہ جائز عمل ہے لیکن مسجد میں قبر بنانے سے اور قبرستان میں نماز پڑھنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ نماز صاحب قبر کے لیے پڑھی جارہی ہے،اس سے شرک کا دروازہ کھل سکتا ہے اس لیے ان دونوں عمل کی ممانعت کی گئی۔

فتح ذرائع:

سدّذرائع کے ضمن میں ایک چیز فتح ذرائع بھی ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح ہر وہ چیز جو حرام تک لے جانے والی ہے وہ حرام ہے،اسی طرح بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو واجب تک لے جانے کا ذریعہ ہوتی ہیں،بعض مستحب تک لے جانے کا ذریعہ ہوتی ہیں تو ایسی چیزیں فتح ذریعہ کے طور پر واجب اور مستحب کہلائے گی۔قاعدہ ہے:''ما أدى إلى الحرام فهو حرام''،اسی طرح''ما أدى إلى الواجب فهو واجب''،پہلا قاعدہ سد ذریعہ کی بنا ہے اور دوسرا قاعدہ فتح ذریعہ کی بنا ہے۔جس طرح فقہاء نے سد ذریعہ کا اعتبار کیا ہے اسی طرح فتح ذریعہ کا بھی اعتبار کیا ہے۔علامہ قرافی نے لکھا ہے کہ جس طرح فساد کا ذریعہ بننے والے ذریعہ کا بند کرنا ضروری ہے اسی طرح صلاح کا ذریعہ بننے والے ذریعہ کو کھولنا ضروری

ہے، اس لیے کہ ذریعہ تو ذریعہ ہے، دیکھا جائے کہ یہ فساد کا ذریعہ ہے یا صلاح اور خیر کا ذریعہ ہے، پس حرام کا وسیلہ حرام اور واجب کا ذریعہ واجب ہوگا، جیسے جمعہ کی سعی اور حج کی سعی یہ افضل عمل ہے، لہذا جو افضل مقاصد کا وسیلہ ہے وہ بھی افضل ہوگا اور جو سب سے قبیح چیز کا وسیلہ ہوگا وہ بھی اسی طرح قبیح ہوگا؛ اس لیے کہ اگر کوئی چیز واجب ہو لیکن اس واجب تک پہونچنے کے ذریعہ کو اگر واجب نہ کہا جائے تو ظاہر ہے کہ واجب پر عمل نہیں ہو پائے گا، اس لیے شریعت جب کسی چیز کو واجب کرتی ہے تو اس کے ذرائع کو بھی واجب کرتی ہے؛ تاکہ مقاصد شریعت کا حصول آسان ہو سکے۔ قرآن وحدیث میں اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں، سورہ جمعہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: " **يا أيها الذين آمنوا إذا نودی للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله و ذروا البيع**" یہاں اللہ تعالی نے جمعہ کی نماز کے لیے " سعی الی الجمعہ " کا حکم دیا ہے، سعی الی الجمعہ فی نفسہ مقصود نہیں ہے؛ بلکہ یہ اقامت جمعہ کا ذریعہ ہے، اس لیے شریعت نے اس کا حکم دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالی نے حضرت موسی اور حضرت ہارون کو حکم دیا کہ آپ فرعون کے پاس جائیں اور ان سے نرم نرم باتیں کریں، ظاہر ہے کہ جانا اور نرم باتیں کرنا مقصود نہیں ہے لیکن جانا تبلیغ اور رسالت کے پیغام کو پہنچانے کا ذریعہ ہے، معلوم ہوا کہ ہر وہ بہتر کام جس کا شریعت نے حکم دیا ہے اس کے جو ذرائع ہوں گے وہ بھی شریعت کی نگاہ میں مطلوب ہوں گے۔

"**اعلم ان الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها و تكره و تندب و تباح ، فان الذريعة هى الوسيلة فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعى إلى الجمعة والحج، والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل و إلى أقبح المقاصد أقبح الوسائل وإلى ما يتوسط متوسطة**" (الموسوعۃ الفقہیۃ، مادۃ: سد الذرائع ۲۴/ ۲۸۱)۔

"**إن موارد الأحكام على قسمين :مقاصد : و هى المتضمنة للمصالح و المفاسد فى أنفسها، و وسائل : وهى الطرق المفضية إليها و حكمها حكم ما أفضت إليه من تحريم و تحليل ، غير أنه أخفض رتبة من المقاصد فى حكمها والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل وإلى أقبح المقاصد أقبح الوسائل وإلى ما يتوسط متوسطة**" (الفروق ۲/ ۳۳)۔

ہشام برہانی فتح ذریعہ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**ومعنى فتح الذرائع : طلب ما من شأنه تحصيل الخير من بابه الموضوع له ۔أما هنا فيتجلى معنى فتح الذرائع بأن الله تعالى ، يوجب أمورا لا لعينها بل لكونها وسائل و ذرائع لأمور أخرى ثبت طلبه لها**" (سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص: ۳۴۹)۔

خلاصہ یہ کہ ذریعہ کبھی تو حرام تک لے جانے کا ذریعہ ہوتا ہے اور کبھی حلال تک لے جانے کا ذریعہ ہوتا ہے، پس یہ ذریعہ اور وسیلہ بھی اپنے نتائج کے اعتبار سے مقصود کے درجہ میں ہوگا اس لیے کہ حرام تک پہنچنے کا راستہ حرام ہے اور مباح تک پہنچنے کا راستہ مباح ہے اور جس کے بغیر واجب تک پہنچنا ممکن نہ ہو وہ واجب ہے، لہذا زنا حرام ہے تو عورت کے ستر کی طرف دیکھنا جو زنا کی طرف لے جائے وہ بھی حرام ہے، اور جمعہ فرض ہے پس اس کے لیے بیع کو ترک کرنا واجب ہے؛ اس لیے کہ وہ ذریعہ ہے۔

موجودہ دور میں سد ذرائع کی بنا پر متفرع ہونے والے چند مسائل:

سد ذرائع کے اصول کو احناف کے یہاں بھی اسی طرح موثر تسلیم کیا گیا ہے جس طرح مالکیہ کے یہاں ہے، بس چند تعریفات اور تطبیقات میں اختلاف ہے۔ موجودہ دور میں سد ذرائع کے اصول کی بناء پر بہت سے مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے، اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے، چند مسائل کا یہاں تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱) بہت سے عرب علماء نے ان ممالک کے ساتھ جو اسلام سے برسر جنگ رہتے ہیں اقتصادی بائیکاٹ کا فتوی دیا ہے؛ اس لیے کہ ان سے تجارتی معاملہ کرنا گویا کہ ان کو تقویت پہنچانا ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہے اور ان سے تجارتی معاملہ ختم کرنا گویا مسلمانوں کی ایک طرح سے مدد ہے، پس ان کے ساتھ تجارتی معاملہ ایک فساد کا ذریعہ ہے اور ان سے تجارتی معاملہ نہ کرنا برّ اور نیکی میں تعاون کرنا ہے، اس لیے ایسے ممالک کے ساتھ اور ایسی کمپنیوں کے ساتھ تجارتی معاملات ممنوع ہوں گے جو اسلام دشمنی میں پیش پیش رہتی ہیں۔

(۲) شریعت نے جہاں زنا پر پابندی عائد کی ہے وہیں سداً للذریعہ ان تمام راستوں اور طریقوں پر بھی پابندی عائد کی ہے جو زنا تک لے جانے والے ہیں، اسی وجہ سے پردہ کا حکم دیا ہے، اسی وجہ سے اجنبیہ کے ساتھ خلوت کو منع کیا گیا ہے، اسی وجہ سے عورتوں کو تنہا سفر سے منع کیا گیا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ موجودہ دور میں ان تمام طریقوں پر غور کیا جائے جن سے زنا کے دروازے کھل سکتے ہیں، مثلاً تعلیم کے وہ تمام طریقے ناجائز ہوں گے جن سے زنا کے امکانات پیدا ہوتے ہیں، اسی طرح موبائل پر گفتگو اگرچہ پردہ سے گفتگو ہے لیکن بلا ضرورت ممنوع ہوگا۔ اسی طرح مانع حمل ادویہ نے بھی زنا کو آسان بنا دیا ہے لہذا مانع حمل ادویہ کا عام حالات میں فروخت کرنا ممنوع ہوگا اور حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کے محفوظ استعمال کو یقینی بنائے۔ ایسے لباس جو شہوت کو بھڑکانے والے ہیں اور زنا کے قریب لے جانے والے ہیں وہ بھی ممنوع اور حرام ہوں گے۔

(۳) شریعت میں اس بات کی اجازت ہے کہ کوئی عورت اپنا دودھ اپنے علاوہ کسی دوسرے کے بچے کو پلا دے

لیکن اس دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے اور پلانے والی عورت اس بچے کی ماں بن جاتی ہے اور یہ حرمت بھی نسب کی طرح حرام ہے، آج کل یورپ میں دودھ بینک قائم ہورہا ہے جس کی وجہ یہ بتائی جارہی ہے کہ بسا اوقات بچے کو عورت کے دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی عورت بیماری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے بچے کو دودھ فراہم نہیں کر پاتی ہے اس وقت وہ دودھ بینک سے اپنی ضرورت پوری کرسکتی ہے، بظاہر اس عمل میں کوئی قباحت نہیں ہے لیکن دودھ پینے کی وجہ سے جو حرمت ثابت ہوتی ہے یہاں وہ حرمت مشتبہ ہوجائے گی اور یہ نہیں معلوم ہوسکے گا کہ کون عورت دودھ پینے والے کی ماں ہے اور کون بہن ہے۔ اس کے علاوہ دودھ بینک کے قائم ہونے میں دوسرے اور بھی مفاسد ہیں، مثلاً یہ کہ اس کی وجہ سے انسانی دودھ کی خرید وفروخت کا ایک سلسلہ شروع ہوجائے گا جب کہ انسانی دودھ کی بیع ناجائز ہے؛ اس لیے سداًللذرائع دودھ بینک کا قیام ممنوع ہوگا۔

(۴) آج کل سہولت کے لیے مغرب میں رحم کو کرایہ پر لینے کا رجحان بڑھ رہا ہے، بسا اوقات یہ عمل کسی مجبوری میں کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہ وہ عورت جس کی منی ہے اس کا رحم ماں بننے کے قابل نہیں ہے اس لیے میاں بیوی کا نطفہ کسی اجنبی عورت کے رحم میں رکھا جاتا ہے، اس میں بھی بہت سے مفاسد ہیں، مثلاً اس کے جواز کی صورت میں بہت سے لوگ بلاضرورت کے بھی اس کا استعمال کرنے لگیں گے، اور شریعت نے حصول اولاد کی کوششوں سے منع نہیں کیا ہے لیکن اس صورت میں بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، آخر اس بچے کی تربیت کیا ہوسکے گی جس کو جنم دینے والی ماں نے پیسے کی خاطر اسے جنم دیا ہے اور جو اس کی ماں ہے یعنی جس کے نطفہ سے وہ بچہ وجود میں آیا ہے اس عورت نے اس کے لیے کوئی محنت ہی نہیں کی ہے؛ جب کہ شریعت نے ماں کا درجہ اس قدر اسی لیے بتایا ہے کہ وہ ماں نو ماہ کی تکلیف برداشت کرتی ہے، یہاں پر اس ماں نے کوئی تکلیف برداشت نہیں کی ہے، اس میں سب سے بڑا مفسدہ اختلاط نسب کا ہے، اس لیے کہ اگر وہ عورت شادی شدہ ہے تو ''الولد للفراش'' کی وجہ سے وہ عورت جس مرد کی فراش ہوگی بچے کا نسب اسی سے ثابت ہوگا، اس لیے سدذریعہ کے طور پر یہ عمل ممنوع اور حرام ہوگا۔

(۵) علامہ ابن القیم نے حلالہ کے مقصد سے نکاح کو سدذریعہ کے ضمن میں لاکر ناجائز کہا ہے۔ اس وقت ہمارے درمیان حلالہ کا بہت سا غلط طریقہ رائج ہوگیا ہے، ظاہر ہے کہ شریعت ان باتوں کی اجازت نہیں دیتی ہے، بہت سے لوگ حلالہ سینٹر چلاتے ہیں اسلام سے اس کا دور تک کا بھی واسطہ نہیں ہے، اس لیے ایسا نکاح جو باضابطہ حلالہ کے مقصد سے کیا جائے یا اس پر فیس بھی وصول کی جائے اس پر غور کرنا چاہیے اور اس کے عدم جواز کی صراحت کی جانی چاہیے۔ اس وقت بعض فقہی عبارتوں سے جواز تلاش کرکے اس کی صورت بگاڑ دی گئی ہے، خود حدیث میں بھی ایسے حلالہ کرنے والوں پر لعنت آئی ہے۔

(٦) سد ذریعہ کے اصول کے تحت معصیت میں تعاون بھی معصیت کہلائے گا لیکن یہ تعاون دو طرح کا ہوتا ہے کبھی تو بعید ترین تعاون ہوتا ہے اور کبھی قریب تعاون ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ معصیت کا قریب ترین تعاون معصیت کہلائے گا اور ناجائز ہوگا لیکن اگر بعید ترین تعاون کو بھی معصیت قرار دیا جائے تو لوگ اس میں حرج اور مشقت میں پڑ جائیں گے، اس لیے فقہاء نے معصیت کی تین قسم کے تعاون کو ناجائز کہا ہے: (١) ایسا کام جس کا مقصود اور جس کی وضع کا منشاء ہی کوئی گناہ کی بات ہو مثلاً ایسے آلات اور اسباب کی تجارت جن کا مقصد ہی لہو ولعب ہو جیسے بت فروشی، بت گری اور گانے بجانے اور آلات لہو ولعب یہ چیزیں بذات خود گناہ کا ذریعہ ہیں اور ان کا مقصد گناہ اور معصیت کی اشاعت کے سوا کچھ نہیں ہے، (٢) دوسری صورت یہ کہ وہ عمل بذات خود معصیت نہ ہو اور اس کی نیت بھی معصیت کی نہیں ہے مگر بعض ایسے قرائن ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس عمل سے کسی معصیت کو تقویت ملے گی اور وہ قرائن اس کے علم میں بھی ہو، یہ صورت بھی معصیت میں تعاون سمجھی جائے گی فقہاء نے ایسے آدمی سے غلام کی بیع کو مکروہ قرار دیا ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ اس کے ساتھ لواطت کرے گا، اور ایسے ملک کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا جو عالم اسلام سے جنگ کے درپے ہو۔ (٣) تیسری صورت یہ کہ کوئی کام اس نیت سے کرنا کہ اس سے معصیت میں مدد ملے گو وہ کام اپنی اصل اور موقع کے لحاظ سے معصیت کے لیے نہ ہو؛ البتہ اس کا استعمال گناہ کے لیے کیا جاسکتا ہو، یہ صورت بھی ناجائز ہوگی؛ اس لیے کہ کسی کام کے مذموم ہونے کے لیے دو ہی صورتیں ہیں: یا تو وہ کام خود مذموم ہو یا وہ اپنی ذات کے اعتبار سے تو درست ہو، البتہ اس کے پیچھے جو جذبہ اور جو نیت کارفرما ہو وہ مذموم اور ناپسندیدہ ہو، پہلی دونوں صورتوں میں یہ عمل بذات خود مذموم ہے اس لیے وہ معصیت میں تعاون شمار ہوگا؛ جب کہ تیسری صورت میں کام اپنی جگہ درست ہے مگر نیت نے اس کو مذموم بنادیا ہے۔

سد ذریعہ کے سلسلے میں معتدل نقطۂ نظر:

سد ذریعہ ایک اصول ہے جس کی رعایت ائمہ اربعہ کے یہاں ملتی ہے اور اس کے شواہد قرآن وحدیث میں موجود ہیں، اس لیے قرآن وحدیث میں ان کی نظائر پر غور کرکے ہم نئے مسائل کا استنباط کرسکتے ہیں۔ سد ذریعہ کا ایک وسیع مفہوم ہے جس کا بنیادی دائرہ یہ ہے کہ مستقبل میں پیش آنے والی کسی بھی تکلیف یا برائی سے محفوظ رہنے کے لیے حال میں کوئی بھی پیشگی احتیاطی تدبیر کی جاسکتی ہے، یہاں یہ ضروری ہے کہ اس کے دائرے کو اتنا وسیع نہ کردیا جائے کہ معمولی مناسبت کی بنا پر کسی بھی امر کو سد ذریعہ کی فہرست میں لاکر اس کو ناجائز قرار دے دیا جائے، اسی طرح یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ سد ذریعہ شریعت کے ثانوی درجہ کی دلیل ہے، قرآن وحدیث واجماع شریعت کی بنیادی دلیل ہے، اب انہیں مسائل میں سد ذریعہ کی رعایت کی جائے گی جن میں قرآن وحدیث واجماع کی طرف سے کوئی رہنمائی نہ ہو، اگر کوئی مسئلہ قرآن وحدیث میں

صراحت سے موجود ہے تو سد ذریعہ کو بنیاد نہیں بنایا جائے گا جیسا کہ مالکیہ نے اس میں غلو سے کام لیتے ہوئے بعض ان مسائل کو بھی ناجائز قرار دے دیا ہے جس کے کرنے کی صراحت بلکہ بعض کے فضائل احادیث میں مذکور ہیں، ظاہر ہے کہ جب ایک مسئلہ نص میں صراحت کے ساتھ موجود ہے تو پھر اس میں قیاس کرنا کیوں کر درست ہوگا، سد ذریعہ کے اصول کو استعمال کرتے وقت اس پہلو کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا، گویا کہ جس طرح قیاس انہی مسائل میں کیا جاتا ہے جس میں نص نہ ہو اسی طرح سد ذریعہ انہی مسائل میں پیش نظر ہوگا جن میں نص نہ ہو، اس طرح ہم غلو سے بچ سکتے ہیں۔

☆☆☆

سد ذریعہ-ایک اہم اصول

مفتی تنظیم عالم قاسمی☆

یہ اس شریعت کا اعجاز ہے کہ ہر زمانے میں پیدا ہونے والے نئے مسائل کا حل اس میں موجود ہے،قرآن واحادیث میں ہزاروں جزئیات اور کچھ ایسے اصول بیان کردیئے گئے ہیں کہ اگر ان میں بصیرت کے ساتھ غور کیا جائے تو ہر دور میں پیش آنے والے مسائل کا حل نکالا جاسکتا ہے اور آج تک حضرات فقہاء اور اہل علم ان کی روشنی میں امت کی رہنمائی کرتے آرہے ہیں، درحقیقت یہی دونوں شریعت اسلامی کے بنیادی مآخذ ہیں؛ البتہ اجماع اور قیاس کو بھی ان دونوں کے پرتو ہونے کی وجہ سے بنیادی مآخذ میں شامل کرلیا گیا ہے۔ان چاروں کے علاوہ شریعت کے کچھ اور بھی مآخذ ہیں لیکن وہ ضمنی ہیں ان کا استعمال بہت کم موقعوں پر کیا جاتا ہے،ان ہی ضمنی مآخذ میں سے ایک سد ذرائع ہے جو موضوع بحث ہے۔

۱-ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

ذریعہ لغت میں وسیلہ اور سبب کو کہتے ہیں یعنی ہر وہ شئی جو دوسرے تک پہنچانے کا سبب بنے،اردو زبان میں بھی یہ لفظ کثرت سے استعمال ہوتا ہے،اگر کوئی شخص کسی بڑے آدمی تک خود سے نہیں پہنچ سکتا تو وہ دوسرے شخص کا سہارا لیتا ہے جو اس کو یا اس کے پیغام کو وہاں تک پہنچا دیتا اور اس طرح پہلے شخص کا مقصود حاصل ہوجاتا ہے،گویا یہ شخص بڑے آدمی تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب بنا،عام بول چال میں بھی استعمال ہوتا ہے کہ فلاں آدمی کے ذریعے میرا کام بنا،اگر وہ شخص نہ ہوتا تو میرا کام نہیں ہوسکتا تھا۔

اصطلاح شرع میں ذریعہ ایسے قول یا ایسے عمل کو کہا جاتا ہے جو کسی فساد یا خیر کا ذریعہ بنے،ذریعہ جس کی جمع ذرائع ہے اس میں دونوں پہلو ہوسکتے ہیں۔جس طرح بعض اقوال واعمال شر اور فتنہ وفساد کے سبب اور ذریعہ ہوتے ہیں اسی طرح بعض حصول خیر کا ذریعہ بنتے ہیں جیسے نکاح کا پیغام دینے والے کا مخطوبہ کو ایک نظر دیکھنا،ظاہر ہے کسی اجنبیہ کو عام حالات میں دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن نکاح کی نیت سے دیکھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے؛ تاکہ نکاح میں دوام اور ٹھہراؤ ہو اور باہمی محبت

☆ دارالعلوم سبیل السلام،حیدرآباد۔

میں اضافہ ہو سکے۔ دیکھئے یہاں اس اجنبیہ مخطوبہ کو دیکھنا حصول خیر کا ذریعہ بنا جس طرح ڈاکٹر کا کسی کے ستر کو دیکھنا حصول خیر یعنی صحت کا ذریعہ بنتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح بہت سی مثالیں فقہی کتابوں میں موجود ہیں؛ اس لئے لفظ ذریعہ کو معصیت اور شر کے ساتھ خاص کرنا صحیح نہیں ہے۔ "**الذرائع: جمع ذريعة، والذريعة هي الوسيلة المؤدية إلى الشيء، سواء أكان مصلحة أم مفسدة**" (اصول الفقہ ۲۱۱/۱)۔

"سد" کے معنی بند کرنے کے ہیں اور "فتح" کے معنی کھولنے کے آتے ہیں۔ جو قول وعمل کسی فتنہ وفساد کا ذریعہ اور سبب ہوگا اس پر بندش لگا دی جائے گی، اسی کو فقہاء نے سد ذرائع سے تعبیر کیا ہے، اور جو کسی مصلحت اور خیر کا سبب ہوگا اس کا کیا جانا مقصود ومطلوب ہوگا، اس کو فتح ذرائع کہا جاتا ہے۔ فقہ کی جن کتابوں میں ذریعہ کا معنی معصیت اور مفسدہ تک پہنچنے والی چیز سے کیا گیا ہے وہ مرادی معنی ہے، اس لئے کہ فقہاء کے یہاں عموماً ذرائع سے مراد سد ذرائع ہوتا ہے، اور فقہی کتابوں میں بھی سد ذرائع کے بارے میں گفتگو اور اس کے جزئیات ونظائر زیادہ ہیں، فتح ذرائع کے بہت کم ہیں۔ "**الذريعة ما كان وسيلة و طريقا إلى الشئ لكنها صارت فى عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلى فعل محرم**" (الفتاوی لابن تیمیہ ۱۳۹/۳)۔

سد ذرائع کے معنی ایسے اقوال واعمال پر پابندی لگانا ہے جو بذات خود اگرچہ مباح ہوں لیکن کسی ممنوع اور ناجائز کے ارتکاب کا بالواسطہ ذریعہ اور سبب بن جائیں۔ جیسے بیع اور خرید وفروخت فی نفسہ جائز ہے بلکہ شریعت نے اس کی حوصلہ افزائی کی ہے مگر جمعہ کی اذان کے بعد اس سے روکا گیا ہے؛ اس لئے کہ یہ سعی الی الجمعہ کے لئے حارج ہے، اسی لئے جمعہ کی اذان کے بعد خرید وفروخت کو مکروہ قرار دیا گیا ہے، یہ مکروہ قرار دیا جانا سد باب کے طور پر ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اذان جمعہ کے بعد گاڑی پر بیٹھ کر مسجد کی طرف جا رہا ہو اور خرید وفروخت بھی کر رہا ہو تو یہ ممنوع نہیں ہے اس لئے کہ جس کی وجہ سے کراہیت آئی تھی وہ ختم ہوگئی۔ "**وكذلک يأمر بترک البيع عند النداء لصلاة الجمعة والنهى عنه ليس مقصودا لذ ات البيع فقد ثبت جوازه و مشروعيته بقوله تعالى وأحل الله البيع بل لتحصيل فريضة السعى الى الصلاة**" (سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ/ ۳۵۰)۔ "**الذرائع هى الأشياء التى ظاهرها الإباحة و يتوصل بها إلى فعل المحظور**" (المقدمات ۱۹۸/۲)، "**حقيقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة**" (الموافقات للشاطبی ۱۹۸/۴)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

ذریعہ اور سبب میں فرق بیان کرنے سے پہلے دونوں کی لغوی واصطلاحی تعریف کر دینا بہتر ہے؛ تا کہ فرق بآسانی

واضح ہو سکے۔ذریعہ لغت میں وسیلہ اور واسطہ کو کہا جاتا ہے،اور اصطلاح میں وہ ایسا قول وعمل ہے جس کے ذریعے دوسرے تک پہنچا جاسکے۔"الذريعة الوسيلة اى ما يتقرب به إلى الغير" (قواعد الفقہ ۱/۲۹۹)،"والذريعة هي الوسيلة إلى الشيء" (علم المقاصد الشریعۃ ۱/۲۴)۔سبب: لغت میں رسی، زینہ اور راستے کو کہا جاتا ہے، اور اصطلاح میں سبب سے مراد ہر ایسی چیز ہے جو کسی حکم تک پہنچانے کے لئے راستہ اور حیلہ ہو،اس کے وجود یا وجوب کے لئے مؤثر نہ ہو جیسے کسی نے مُحرم کی شکار کی طرف رہنمائی کردی اور محرم نے اسے دیکھ کر شکار کرلیا۔ظاہر ہے کہ اگر وہ شخص رہنمائی نہ کرتا تو محرم کی شاید اس پر نظر نہ پڑتی اور وہ اس کا شکار کر کے گناہ میں ملوث نہ ہوتا لیکن اس کے باوجود رہنمائی کرنے والے شخص پر کوئی دم اور جرمانہ عائد نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ اس نے شکار نہیں کیا ہے صرف اشارہ کیا ہے اور وہ اس کے لئے واسطہ بنا ہے، شکار کی نسبت محرم کی طرف کی جائے گی نہ کہ دوسرے کی طرف، لہذا یہ سبب ہوا۔"السبب لغة الحبل ثم استعمل لكل شيء يتوصل به إلى غيره، و عرفه الحنفية بأنه ما يكون طريقا إلى الحكم من غير تأثير اى من غير أن يضاف إليه وجوب ولا وجود ولا يعقل فيه معاني العلل" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/۱۴۵)۔

ذریعہ اور سبب میں بنیادی طور پر حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے، اسی لئے فقہی کتابوں میں ایک کا دوسرے پر اطلاق کیا جاتا ہے اور ذریعہ کی تعریف میں لفظ سبب کا استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر کی عبارتوں سے صاف ظاہر ہے۔عرف میں بھی جب کوئی شخص کسی کو راحت پہنچاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ میری راحت کا ذریعہ اور سبب بنا،ٹھیک اسی طرح شریعت میں بھی دونوں ایک ہی حکم میں ہے۔ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ میں آگ دی اور اس نے کسی کے گھر کو جلا دیا تو جلانے والا سزا کا مستحق ہوگا اور تاوان اسی پر ہوگا نہ کہ آگ دینے والے پر، حالاں کہ یہ اس کا ذریعہ بنا اور اس کی وجہ سے وہ یہاں تک پہنچ سکا، جیسے کسی نے چور کی رہنمائی کی اور چوری کا سبب بنا، اس پر بھی شرعاً کوئی تاوان اور جرمانہ نہیں ہے۔معلوم ہوا کہ مسبب ماخوذ نہیں ہے جیسا کہ کسی عمل کا ذریعہ بننے والا ماخوذ نہیں ہوتا ہے، ہاں البتہ اگر ذریعہ کسی شر اور فتنہ کا بنتا ہے تو اس سے اس کو روکا جائے گا جس طرح کسی شر کے سبب سے انسان کو روکا جاتا ہے، اور ذریعہ کسی خیر ومصلحت کا ہے تو وہ مطلوب ہوگا جیسا کہ سبب خیر شریعت میں مطلوب ومقصود ہے؛ البتہ اگر سبب سے مراد وہ سبب لیا جائے جو کسی فرض کے وجوب کے لئے ضروری ہوتا ہے جیسے نماز کے لئے وقت سبب ہے جس کا ہونا فرضیت صلوۃ کے لئے ضروری ہے یا روزہ کی فرضیت کے لئے ماہ رمضان کی آمد، زکوۃ کے لئے ملک نصاب اور حج کے لئے زادوراحلہ کا ہونا ضروری ہے، اگر اس معنی میں استعمال کیا جائے تب فرق یہ ہوگا کہ ذریعہ حکم تک پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے اور سبب کسی حکم کی بنیاد ہوتا ہے، گویا ذریعہ کے بغیر حکم پایا جاسکتا ہے، وہ نہیں تو کوئی اور ذریعہ بن جائے گا لیکن سبب کے بغیر حکم کا وجود نہیں ہوگا اس لئے کہ اسی پر حکم کی بنیاد ہے۔"أما الفرق

بینهما فی الاصطلاح هو أن الذريعة يراد بها التوصل إلى محظور والسبب هو مايترتب عليه الشيء كان مقصودا أوغير مقصود "(کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۴۳۶)،"هو: ما يلزم مِن وجودِهِ الوجود، ومِن عدمِهِ العدم بالنظرِ لِذاتِهِ كالزوال مثلا فإن الشرع وضعه سببا لِدخول وقتِ الظهر"(موسوعہ فقہیہ ۳۰/۲۸۶)۔

۳-سدذرائع کی حجیت کے بارے میں فقہاء کے مسالک اوران کے دلائل:

اللہ تعالی حکیم وعلیم ہے،اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے،اس لئے اس نے جہاں فواحش ومنکرات سے روکا وہیں ان کے ذرائع پر بھی قدغن لگایا ہے۔اگر وہ برائیوں سے روکتا اوران کے اسباب پر پابندی نہ لگاتا تو یہ اس کی حکمت کاملہ اوراس کے ہمہ گیر علم کے سراسر منافی ہوتا،اس لئے کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ منکرات وفواحش کے ذرائع اور اسباب پر پابندی کے بغیر منکرات سے روکا جاسکے،نفس کومعصیت پر ابھارنے والی چیزیں جب تک موجود رہیں گی معصیت کا وجود ہوتا رہے گا،یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے زنا سے روکا تو اس کے ذرائع بدنگاہی،بے پردگی اور غیر محرم کے ساتھ آمد ورفت سے بھی روکا ہے؛ کیوں کہ بدنگاہی اور بے پردگی سے ہی انسان کے لئے زنا کا دروازہ کھلتا ہے۔یہیں سے سدذرائع کے مفہوم اوراس کی ضرورت واہمیت پر روشنی پڑتی ہے۔

قرآن وسنت میں سدذرائع کی متعدد مثالیں موجود ہیں جیسے اللہ تعالی نے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا کہ اس کی وجہ سے ان کے ماننے والوں کو تکلیف ہوگی اور بدلہ کے طور پر وہ لوگ معبود حقیقی کو برا بھلا کہیں گے،معبودان باطلہ کی اہانت فی نفسہ اگر چہ جائز اور مباح ہے لیکن چوں کہ یہ معبود حقیقی کے سب وشتم کا ذریعہ بن رہا تھا جو ایک مسلمان کے لئے حرام اور ناجائز ہے اس لئے اس سے روک دیا گیا؛ تاکہ وہ فعل حرام کا ذریعہ نہ بنیں۔ارشاد باری ہے:"وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ "(انعام:۱۰۸)(اور برا بھلا مت کہو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں (یعنی ان کے معبودوں کو)؛ کیوں کہ پھر وہ براہ جہل حد سے گذر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے)،دوسری جگہ ارشاد ہے:يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَقُولُواْ رَاعِنَا وَقُولُواْ انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ "(سورۂ بقرہ:۱۰۴)،(اے ایمان والو!تم لفظ راعنا مت کہا کرو انظرنا کہا کرو اور رسول کی بات غور سے سنو،کفار کے لئے دردناک عذاب ہے)،صحابۂ کرام مجلس میں جب بیٹھتے اور کوئی بات سمجھ نہیں پاتے تو رسول اکرم ﷺ سے عرض کرتے: یارسول اللہ! ہماری رعایت کیجئے،آہستہ اور دوبارہ فرمائیے،وہ اس سوال میں مخلص تھے لیکن اس سے منافقین اور یہودیوں کو موقع مل جاتا،وہ لوگ عین کے کسرہ کو کھینچ کر پڑھتے تھے جس سے راعی کا لفظ بن جاتا اوراس کا معنی ہمارا چرواہا کا ہوتا جس سے رسول اللہ ﷺ کی توہین ہوتی اور یہی ان کا مقصد بھی تھا۔اللہ تعالی نے سد ذریعہ کے طور پر اس سے منع فرمایا۔

سد ذرائع کے نظائر احادیث میں بھی موجود ہیں جیسے ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**لا تقطع الأیدی فی الغزو** " (ترمذی: ۱۴۵۰) (میدان جنگ میں کسی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے)۔ چوری کی سزا ہاتھ کا کاٹنا ہے خواہ چوری سفر میں ہو یا حضر میں، میدان جنگ میں ہو یا عام حالات میں، لیکن میدان جنگ میں ہاتھ کاٹنے سے اس بات کا احتمال تھا کہ وہ مرتد ہوکر دشمنوں سے مل جائے اور مسلمانوں کے تمام حالات کی مخبری کردے، اس سے وہ لوگ مسلمانوں کے راز سے واقف ہوجائیں گے اور دشمنوں کو ایک طرح کی قوت حاصل ہوگی، اس لئے سد باب کے طور پر آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ اسی طرح آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**الحلال بین و الحرام بین و بینھما مشبھات لا یعلمھا کثیر من الناس فمن اتقی المشبھات استبرأ لدینہ و عرضہ**" (صحیح بخاری: ۵۲) (حلال اور حرام واضح ہے، ان دونوں کے درمیان چند امور ایسے ہیں جن کی حیثیت متشابہات کی ہے جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، جو شخص متشابہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچالیا)۔ جن امور کے بارے میں قطعی طور پر حرمت کا حکم نہیں لگایا گیا اصولی طور پر ان سے استفادہ جائز ہونا چاہئے لیکن سد ذرائع کے طور پر ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے؛ کیوں کہ مشتبہ امور سے بچنے والا حرام چیزوں سے قطعی طور پر بچے گا۔

ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ قبیلۂ ازد کے ایک آدمی کو عامل بنا کر بھیجا جس کا نام ابن لتبیہ تھا، وہ جب واپس آیا تو اس نے بعض چیزوں کے بارے میں کہا: یہ میرے لئے ہدیہ ہے جو لوگوں نے مجھے دیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "**ھلا جلس فی بیت أمہ أو أبیہ فینظر أیھدی إلیہ أم لا**" (اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھ جاتا ہے پھر معلوم ہوتا کہ ہدیہ کہاں سے آتا ہے)، اس کے ذیل میں علامہ خطابی لکھتے ہیں: "**دلیل علی أن کل أمر یتذرع بہ إلی محظور فھو محظور**" (مشکوۃ: ۱۷۷۹)، یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کسی ممنوع شئی تک پہنچنے کا واسطہ بنے وہ بھی شرعاً ممنوع ہوگا، اسی لئے رسول اکرم ﷺ نے عاملین کو ہدیہ قبول کرنے سے منع فرمادیا؛ کیوں کہ اس سے رشوت کا دروازہ کھل جائے گا۔

سد ذرائع کو سد باب، قطع ذرائع اور حسماً للباب وغیرہ الفاظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، الفاظ کچھ بھی ہوں لیکن اس طرح کے نصوص کی وجہ سے تمام ائمہ کرام نے کسی نہ کسی درجہ میں اس کا اعتبار کیا ہے اور اس کو پیش نظر رکھ کر مسائل کا استنباط کیا ہے؛ البتہ امام مالکؒ نے سب سے زیادہ اس سے استفادہ کیا ہے، انہوں نے اس کو مصدر اور ماخذ کے طور پر قبول کیا ہے اور سیکڑوں مسائل اس سے مستنبط کئے ہیں، اس لئے وہ سد ذرائع کے بانی شمار ہوتے ہیں؛ بلکہ بعض علماء نے سد ذرائع پر عمل کرنے کو امام مالک کی خصوصیات میں شمار کیا ہے، چنانچہ شیخ مناع القطان لکھتے ہیں: "**حتی اعتبر بعض العلماء العمل**

بها من خصوصيات مذهبه" (تاریخ التشریع الاسلامی ص:۳۵۶) ۔امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں بھی یہ بنیادی ماخذ شمار ہوتا ہے، یہاں تک کہ حافظ ابن قیمؒ جو مسلک حنبلی کے متأخرین فقہاء میں شمار ہوتے ہیں، انہوں نے سد ذرائع کو ربع دین قرار دیا ہے، ابن تیمیہ بھی اس کو بہت پسند کرتے ہیں اور اس کو حنبلی مسلک کے امتیازات میں شمار کرتے ہیں ۔امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعی سد ذرائع کو حجت مانتے ہیں لیکن ضمناً بعض حالات میں عمل کرتے ہیں اور کبھی ان کو ترک کردیتے ہیں یعنی ان حضرات کے نزدیک اصول کلی کے طور پر استعمال نہیں ہوتا۔معروف عالم دین ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:" **اعتبر الإمامان مالک و أحمد سدالذرائع أصلا من أصول الفقه، و قال ابن القيم: إن سدّ الذرائع ربع الدين و أخذ به الشافعي و أبو حنيفة فی بعض الحالات و أنكر العمل به فی حالات أخرى و كذلک الشيعة أخذوا به و أنكره ابن حزم الظاهری مطلقا** "(اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۸۷)۔

۴-ذرائع کے مختلف درجات:

فقہاء نے ذرائع کے چار درجات بیان کئے ہیں:

پہلا درجہ: وہ ذرائع جن سے فساد اور نقصان کا وجود یقینی ہو جیسے اندھیرے میں کسی کے گھر کے دروازہ پر کنواں کھودنا، اس سے ہلاکت یقینی ہے؛ کیوں کہ رات کی تاریکی میں یا صبح میں جب اچانک دروازہ سے نکلے گا تو یہ کنواں غیر متوقع ہونے کی وجہ سے اس میں گر پڑے گا۔اسی طرح کسی کے کھانے میں زہر ملا دینا یا کسی کو زہر آلود کھانا کھلانا، زہر میں ہلاکت کی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ کسی کو موت کی نیند سلا دینے کا یقینی ذریعہ ہوتا ہے۔کسی کو دہکتے ہوئے آگ میں ڈال دینا، کسی کو شیر اور درندے کے آگے پھینک دینا، کسی کو زہر آلود انجکشن دینا، جو تیرنا نہ جانتا ہو اس کو گہرے تالاب میں پھینک دینا۔یہ اور اس طرح کی جتنی مثالیں ہوسکتی ہیں سب میں ہلاکت یقین کے درجے میں ہے۔اس کے ممنوع ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

دوسرا درجہ: وہ ذرائع جن سے فساد اور ہلاکت امر اتفاقی اور نادر ہو، کبھی کبھی نقصان ہوجاتا ہو جیسے عام گذرگاہوں سے ہٹ کر کنواں کھودنا۔جو کنواں گذرگاہ پر نہیں ہوتا اس سے ہلاکت کا پیدا ہونا اتفاقی بات ہوتی ہے کہ کبھی کسی وجہ سے کوئی ادھر چلا جائے اور گر جائے تو نقصان ہوگا ورنہ نہیں۔اسی طرح انگور کی کاشت، اس سے شراب کا بنانا امر اتفاقی ہے، عام طور پر لوگ اسے کچا یا خشک کرنے کے بعد کھاتے ہیں، اسی کے لئے اس کا عمومی استعمال ہوتا ہے؛ البتہ کبھی شراب کشید کرنے والے کے ہاتھ لگ گیا تو شراب بھی بنائی جاسکتی ہے لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، یا اسی طرح کسی کو بیماری کی صحیح دوا دی گئی اور اتفاق سے دوا کا ریکشن ہوگیا اور مریض فوت ہوگیا۔ایسے اسباب و ذرائع بالاتفاق ممنوع نہیں ہے؛ لہذا شراب کے خوف سے انگور کی کاشت سے نہیں روکا جائے گا اور نہ ریکشن کے خوف سے ڈاکٹر کو مریض کے علاج سے روکا جائے گا۔

تیسرا درجہ: وہ ذرائع جن کا موجبِ فساد ہونا ظن غالب ہو جیسے جنگ کے زمانے میں دشمنوں کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا، غالب گمان یہی ہے کہ دشمن اسے ہمارے خلاف استعمال کرے گا، یا شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور فروخت کرنا، اس سے بھی ظن غالب ہے کہ وہ اس سے شراب کشید کرے گا؛ کیوں کہ یہ اس کا پیشہ ہے۔ کسی بد دیانت آدمی کو بیت المال کا خزانہ سپرد کرنا یا قاضی کا مقدمات کی سماعت کے زمانے میں ہدیہ قبول کرنا وغیرہ۔ گمان غالب ہے کہ بد دیانت شخص بیت المال کے مال کو ہڑپ لے گا؛ کیوں کہ وہ اس کا مزاج بن چکا ہے، یا قاضی انصاف نہیں کر سکے گا بلکہ ہدیہ دینے والے کی طرف مائل ہو جائے گا کہ ہدیہ لینے کے بعد مزاج میں نرمی آ ہی جاتی ہے۔ پہلی قسم کی طرح یہ ذرائع بھی ممنوع ہیں؛ کیونکہ شریعت نے بہت سی جگہوں میں ظن غالب کو یقین کا درجہ اور اکثر کو کل کا حکم دیا ہے۔ لہذا اوپر ذکر کردہ مسائل اور اس طرح کے دیگر تمام مسائل میں ذرائع پر بندش لگائی جائے گی۔ اسی وجہ سے قاضی کا ہدیہ لینا، بد دیانت کو بیت المال کا ذمہ سونپنا، شراب کشید کرنے والے کے ہاتھ انگور کا بیچنا جائز نہیں ہے۔ ابن قیمؒ نے اگرچہ اس پر اجماع کا انکار کیا ہے لیکن ائمہ اربعہ کا بہر حال اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

چوتھا درجہ: وہ ذرائع جو بسا اوقات فساد کے سبب بن جاتے ہیں، نہ تو ان سے فساد اکثر ہوتا ہے اور نہ فساد نادر ہے؛ بلکہ دونوں کے بیچ میں ہے، ہوتا بھی ہے اور نہیں بھی ہوتا ہے۔ جیسے بیوع کی بعض صورتیں جو بسا اوقات ربا کا سبب بن جاتی ہیں جیسے ادھار کوئی چیز بیچ کر کم قیمت میں اسے خرید لینا یا ربا کی نیت سے بیع سلم کرنا وغیرہ۔ ذرائع کی یہ قسم مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چوں کہ یہ غالب نہیں ہے اور شریعت میں اعتبار غلبہ کا ہے۔ اس کا موجبِ فساد غالب نہ ہونے کی وجہ سے ان ذرائع کو ممنوع قرار نہیں دیا جا سکتا؛ کیوں کہ جو چیزیں اصلاً جائز ہیں ان کی ممانعت کے لئے کوئی یقینی یا ظن غالب دلیل چاہئے جو یہاں مفقود ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ ذرائع کے اس قسم کو ممنوع کہتے ہیں؛ کیوں کہ یہ بسا اوقات فساد کا سبب بن جاتا ہے اس لئے ان کی اباحت ختم کر دی جائے گی، چنانچہ اجنبیہ کے ساتھ خلوت اختیار کرنا اور عورت کا اجنبی کے ساتھ سفر کرنا اگرچہ موجب فساد یقینی طور پر نہیں ہے اور نہ ہی ظن غالب ہے لیکن اس کے باوجود شریعت نے اس سے منع کیا ہے؛ کیوں کہ دفع شر بہر حال ہر چیز پر مقدم ہے۔ **"بل الذرائع ثلاثة أقسام :قسم أجمعت الأمة على سدّه ومنعه و حسمه ..... وقسم أجمعت الأمة على عدم منعه و أنه ذريعة لا تسدّ ووسيلة لا تحسم .... وما يغلب على الظن إفضاؤه إلى المفسدة إن هذا القسم قد أجمع على سدّه "** (الفروق للقرافی ۳/ ۲۶۶)۔

"وقد قسم القرافِي: الذرائِع اِلى الفسادِ ثلاثة اقسام:قِسم اجمعتِ الامة على سدِهِ ومنعِهِ

وحسمِهِ، كحفرِ الآبارِ فِي طرقِ المسلِمين، فإنه وسِيلة اِلى هلاكهِم فِيها، وكذلك اِلقاء السمِ فِي أطعِمتِهِم، وسبِ الاصنامِ عِند من كان مِن اهلِها، ويعلم مِن حالِهِ انه يسب الله تعالى عِند سبِها .وقِسم اجمعتِ الامة على عدمِ منعِهِ، وانه ذرِيعة لا تسدّ، ووسِيلة لا تحسم، كالمنعِ مِن زِراعةِ العِنبِ خشية ان تعصر مِنه الخمر فِانه لم يقل بِهِ أحد، والمنع مِن المجاورِ فِي البيوتِ خشى الزِنى.وقِسم اختلف فِيهِ العلماء هل يسد ام لا، كبيوعِ الآجال عِند المالِكية .. "(الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/ ۲۷۸)۔

۵-ہر فقہ سے سد ذرائع کی چند مثالیں:

نصوص شرعیہ میں سد ذرائع کے حجت اور معتبر ہونے کی کئی مثالیں موجود ہیں اس لئے تمام فقہاء اس کو حجت مانتے ہیں؛ البتہ مصلحت اور مفسدہ کے موازنہ میں اختلاف رائے ہے۔ بعض کے نزدیک جہاں مصلحت راجح اور فساد مرجوح اور نا قابل اعتبار ہوتا ہے وہیں دوسرے فقیہ فساد کو راجح اور مصلحت کو مرجوح قرار دیتے ہیں گویا اس کے محل استعمال اور طریقۂ استنباط میں اختلاف ہے لیکن اس کے اصول فقہ ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ ہر مکتب فکر میں درجنوں مسائل ہیں جو سد ذرائع کے اصول سے مستنبط شدہ ہیں، جیسے فقہ حنفی میں:

الف۔ اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے اس پر گھر بنالیا، اگر گھر کی قیمت زمین کی قیمت سے کم ہوتو بالاتفاق تعمیر منہدم کردی جائے گی اور زمین مالک کو واپس کردی جائے گی، لیکن اگر تعمیر شدہ مکان کی قیمت زمین کی قیمت سے زیادہ ہوتو اس صورت میں بعض متأخرین فقہاء کی رائے ہے کہ غاصب کو نقصان سے بچانے کے لئے زمین کی قیمت کا ضامن بنایا جائے گا؛ جب کہ ظاہر الروایت میں ہے کہ ہر حال میں غاصب کو زمین خالی کرنے کا حکم دیا جائے گا، مفتیان کرام نے ذریعہ کے طور پر ظاہر روایہ پر فتوی دیا ہے، تاکہ ظلم کا راستہ بند ہوجائے، ورنہ غاصبین کو مزید موقع مل جائے گا۔

" وأما إذا كانت قِيمة البِناءِ و الغرسِ أكثر مِن قِيمةِ الأرضِ فلا يقال لِلغاصِبِ أقلع البِناء و الغرس ورد الارض بل يضمن قِيمة الأرضِ فيملِكها بِالضمانِ و به يفتى بعض المتأخرين لكن ظاهر الرواية ما ذكر فى المتن وبه يفتى البعض فى زماننا سدًا لباب الظلم "(مجمع الانہر ۲/ ۴۶۳)۔

(ب) چند لوگ مل کر چوری کے ارادہ سے کسی کے گھر میں داخل ہوں لیکن مال لینے والے بعض ہی لوگ ہوں اور سرقہ کردہ مال مجموعی اعتبار سے نصاب سرقہ کو پہنچ جائے تو سد باب کے طور پر تمام لوگوں کا ہاتھ کاٹا جائے گا اگر چہ نفس اخذ میں سب لوگ شریک نہ ہوں۔ اس لئے کہ گھر میں داخل ہونے والے تمام افراد کی نیت سرقہ کی تھی، اگر عدم اخذ کی وجہ سے ان کا ہاتھ نہ کاٹا جائے تو فساد کو فروغ حاصل ہوگا اور چوروں کی حوصلہ افزائی ہوگی۔ " درمختار" میں ہے: "تشارك جمع

و أصاب کلا قدر نِصاب قطِعوا و اِن أخذ المال بعضهم استِحسانا سدا لِبابِ الفسادِ ''(درمختار ۴/ ۹۹)۔

(ج) ایک شخص نے اپنا مال اس حال میں بیچا کہ اس کی بیوی، بیٹا یا کوئی قریبی رشتہ دار وہاں موجود تھا۔ لین دین جب مکمل ہوگیا تو موجود اشخاص میں سے کسی نے مشتری کے خلاف اس کی خریدی ہوئی چیز پر اپنی ملکیت کا دعوی دائر کر دیا، اس کا یہ دعوی سد ذریعہ کے طور پر رد کر دیا جائے گا اور عقد بیع کے وقت اس کی خاموشی کو صحت عقد کا اقرار سمجھا جائے گا، اگر ایسا نہیں کیا گیا تو حریص لوگوں کے لئے فساد مچانے کا دروازہ کھل جائے گا۔ '' **باع عقارا وامرأته أو ولده أو بعض أقاربه حاضر فسکت ثم ادعاه علی المشترِی من کان حاضرا عِند البیع أفتی مشایِخ سمرقند أنه لا یسمع، وجعل سکوته فِی هذِه الحالة کالاقرار دلالة قطعا للاطماع الفاسِدة** ''(تبیین الحقائق ۶/ ۲۲۳)۔

اس طرح بہت سی مثالیں فقہ حنفی کی کتابوں میں پھیلی ہوئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ اصولِ کلی کے طور پر نہ سہی لیکن سد ذریعہ کا احناف کے یہاں بہر حال اعتبار ہے اور مختلف مقامات پر انہوں نے اس سے استفادہ کیا ہے۔

شوافع کے یہاں بھی احناف کی طرح سد ذریعہ کو اصول کلی کی حیثیت نہیں لیکن ان کے یہاں بھی اس سے استفادہ کیا گیا ہے اور بہت سے مسائل کے استنباط میں اس کا اعتبار کیا گیا ہے، مثلاً:

(الف) حج یا عمرہ کے وقت کثرت سے تلبیہ پڑھا جاتا ہے جس میں اللہ تعالی کی وحدانیت کا اقرار اور اپنی بندگی اور عجز وانکساری کا اظہار ہے۔ مردوں کے لئے اس کا بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے لیکن عورتوں کو آہستہ آواز میں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے؛ تاکہ فتنہ وفساد پیدا نہ ہو اور فساق وفجار کو ان کی آواز سن کر فساد مچانے کا موقع نہ ملے، یہ حکم سد ذریعہ کے طور پر ہے، چنانچہ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: '' **فکان النساء مأمورات بالستر فان لا یسمع صوت المرأة أحد أولی بها و أستر لها فلا ترفع المرأة صوتها بالتلبیة و تسمع نفسها** ''(الام ۲/ ۱۷۰)۔

(ب) اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت جائز نہیں ہے خواہ مرد کو شہوت کا خوف ہو یا نہ ہو، اگر مرد کا عورت کی طرف میلان نہ ہو پھر بھی اس سے تنہائی میں ملنا جائز نہیں ہے۔ یہ محض سد باب کے طور پر ہے تاکہ اس سے فساد کا دروازہ بند ہوجائے۔ ''**کالخلوةِ بِالاجنبِیةِ لأنهم لم یفصِلوا فِی ذلکِ بل حرموا الِاختِلاء بِها مطلقا سدا لِبابِ الفسادِ**''(حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب ۳/ ۳۷۳)۔

(ج) زمانۂ جاہلیت میں بتوں اور مجسموں کی عبادت کی جاتی تھی، جب اسلام آیا تو اس نے عقیدۂ توحید کی دعوت دی اور شرک سے بچانے کے لئے اوہام شرک سے بھی منع کیا، اس وجہ سے شوافع نے تصویر کو منع کیا؛ کیوں کہ اس سے اس کی تعظیم لازم آتی ہے اور اللہ کی عظمت کے ساتھ کسی کی شرکت درست نہیں ہے، احتیاط اسی میں ہے کہ سد ذریعہ کے طور پر تصویر

کشی کو ناجائز قرار دیا جائے۔ ”إن هذه الصور والأصنام والتماثيل كانت تعبد من دون الله عز وجل، فلما جاء الاسلام بعقيدة التوحيد، وحرم الشرك وحاربه، أغلق كل الأبواب التى قد يتسرب منها شئ من الشرك، وتعظيم غير الله سبحانه وتعالى إلى نفوس المؤمنين، ومن ذلك التصوير، سدا للذرائع، وعملا بالأحوط“(الفقہ المنہجی علی مذہب الامام الشافعی ۳/۱۰۸)۔

(د) اگر چند لوگوں نے مل کر کسی کا قتل کیا تو سد ذریعہ کے طور پر تمام لوگوں سے قصاص لیا جائے گا؛ تاکہ بعد میں کوئی شخص اس طرح کی جرأت نہ کر سکے۔ کسی نے ہاتھ پکڑا، کسی نے رسی سے باندھا، کسی نے قتل کیا تو یہ سب گویا فعل قتل میں شریک ہیں۔

”يتعين القصاص من الجميع سدا للذرائع، فان المعتدى إذا علم أن الشركة فى العدوان تنجيه وتنجى المشتركين من القصاص التجأ إليها لنفاذ جريمته، والفرار بعد ذلك من القصاص“(الفقہ المنہجی علی مذہب الامام الشافعی ۸/ ۲۴)۔

امام مالکؒ نے سد ذرائع کا بھرپور استعمال کیا ہے، چند مثالیں دیکھئے:

(الف) بیع آجال امام مالکؒ کے یہاں سد ذرائع کے طور پر جائز نہیں؛ کیوں کہ اس سے ربا لازم آتی ہے، جیسے کسی نے ایک شخص سے ایک سو روپے میں کوئی سامان ادھار بیچا اور سامان مشتری کو حوالہ کر دیا پھر خود بائع نے وہ سامان پچاس روپے میں اس سے نقد خرید لیا۔ اس سے اس کا سامان بھی واپس آ گیا اور پچاس روپے بھی اس کو بچ گئے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ پچاس روپے جو مزید اس کے پاس آئے یہ کس چیز کا عوض ہے؟ گویا اپنے سامان کو ایک مہینہ کی مدت پر دینے کے عوض اس نے یہ پیسے لئے ہیں جو حرام ہے لہذا اس سے بچنے کے لئے اس بیع کو ناجائز قرار دیا جائے گا؛ جب کہ بیع کی یہ صورت دیگر ائمہ کے یہاں جائز ہے۔ ”اِذا باع سِلعة بِثمن إلى أجل باذنِك امتنع شِراؤك اِياها نقدا بأِقل مِن الثمنِ سدا لِلذرِيعة“(الذخیرۃ للقرافی ۶/۸۹)۔

(ب) زکوۃ ساقط کرنے کے ارادے سے کئے جانے والے تمام حیلے مالکیہ کے یہاں درست نہیں ہیں، اس سے زکوۃ ساقط نہیں ہوگی۔ جیسے آدمی اپنا مال کسی فقیر کو ہبہ کر دے اور معمولی قیمت میں اس سے خرید لے یا سال گذرنے سے پہلے اسے ہبہ کر دے اور پھر بعد میں واپس لے لے۔ نصاب زکوۃ کی جنس کو بدل دے جیسے جانور ہے سال پورا ہونے سے تھوڑا پہلے اس کو بیچ دے اور اس کو درہم و دینار میں بدل دے۔ سال کی تکمیل سے کچھ پہلے قصداً تھوڑا مال ہلاک کر دے؛ تاکہ نصاب میں کمی آجائے اور زکوۃ واجب نہ ہو سکے۔ اموال سائمہ کو علوفہ میں تبدیل کر دے اور اسے چارہ کھلانا شروع

کر دے۔ان تمام صورتوں میں ان کے پاس زکوۃ ساقط نہیں ہوگی اور یہ حکم سد ذریعہ کے طور پر ہے؛ تاکہ لوگ اس طرح کے حیلوں کا سہارا لے کر وجوب زکوۃ سے راہ فرار اختیار نہ کریں۔"**لم تسقط عنه الزكاة عند الحنابلة و المالكية سدا للذرائع**"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/ ۳۲۲)۔

امام مالکؒ کی طرح امام احمد بن حنبلؒ بھی اس کو اصول کا درجہ دیتے ہوئے اس سے بھر پور استفادہ کرتے ہیں،جیسا کہ درج مثالوں سے ظاہر ہے:

(الف) اگر کوئی شخص کھانے پینے کا سخت محتاج ہو،اس نے دوسرے شخص سے کھانا طلب کیا لیکن اس نے اسے نہیں دیا یہاں تک کہ بھوک اور پیاس کی وجہ سے مر گیا تو اس کی دیت اس پر لازم ہوگی۔یہ حکم سد ذریعہ کے طور پر ہے؛ تاکہ آئندہ کوئی شخص اس طرح بے رحمی اور شقاوت قلبی کا مظاہرہ نہ کرے۔"**فتجب الدية لذلک و لسد ذريعة الشر و الفساد**"۔

(ب) دہشت گردی کے زمانے میں اسلحہ کی فروخت کی ممانعت۔اگر کچھ لوگ شر وفساد مچا کر لوگوں میں دہشت پیدا کر رہے ہوں یا کچھ لوگوں کا پیشہ ہی ظلم وفساد ہو تو ان کے ہاتھ اسلحہ کا بیچنا سد ذریعہ کے طور پر درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس سے ان لوگوں کو مدد ملے گی اور قوت حاصل ہوگی،لہذا ایسے لوگوں کو شر وفساد سے روکنے اور ان کو کمزور کرنے کے لئے اسلحہ ان سے بیچنا ممنوع ہوگا۔

(ج) عورتوں سے مصافحہ مردوں کے لئے جائز نہیں یہاں تک کہ محارم کو بھی سد باب کے طور پر روکا جائے گا؛ تاکہ کسی طرح کے فساد کا دروازہ نہ کھل جائے۔امام احمد بن حنبلؒ والد کے علاوہ کسی کے لئے بھی خواتین سے مصافحہ کو ممنوع فرماتے ہیں اور اس کی وجہ صرف سد ذریعہ ہے۔

(د) زکوۃ کی ادائیگی سے راہ فرار اختیار کرنے کے لئے جتنے بھی حیلے اختیار کئے جاتے ہیں وہ سب حنابلہ کے نزدیک جائز نہیں ہیں،اس سے زکوۃ ساقط نہیں ہوگی،اس کی وجہ یہی اصول ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سد ذریعہ کو ضمنی اصول مانتے ہیں اور موقع بموقع اس سے استفادہ کرتے ہیں،کہیں راست اور کہیں قیاس کے راستے سے لیکن بہر حال ان کے یہاں مسائل کے استنباط میں یہ قاعدہ کسی نہ کسی درجہ میں ملحوظ ہے؛ جب کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ اس کو اصول کلی کا درجہ دیتے ہیں اور بیشتر مسائل میں راست اس سے استفادہ کرتے ہیں اور اس کی روشنی میں سیکڑوں مسائل کی تخریج کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

٦-فتح ذرائع سے مراد اور اس کی تحقیق:

ذریعہ کے معنی کسی تک پہنچنے کا واسطہ،جس تک پہنچا جا رہا ہے وہ دو طرح کا ہوسکتا ہے: خیر اور شر،اگر شر ہے تو اس

ذریعہ پر روک لگا دی جائے گی، اسی کو سدذریعہ کہا جاتا ہے، اور اگر وہ خیر ہے تو وہ ذریعہ نہ صرف مشروع بلکہ مطلوب اور مقصود ہوگا جس کو فتح ذریعہ کہا جاتا ہے، گویا شریعت میں جو بھی چیزیں مطلوب ہیں ان تک پہنچنے کا جو وسیلہ اور واسطہ ہوتا ہے وہ فتح ذریعہ کے قبیل سے ہوگا۔ جس طرح سدذریعہ میں مفسدہ سے بچنے کے لئے بعض جائز اور مباح کام پر بھی بندش لگا دی جاتی ہے اسی طرح خیر اور صلاح کے حصول کے لئے ناپسندیدہ چیز کو بھی قبول کرلیا جاتا ہے۔" **فتح الذرائع ومعناه إجازة الوسائل المؤدية إلى كل خير و بر و معروف ...... وتكون الدعوة إلى الطاعات و الخيرات و سائر الأمور النافعة من باب فتح الذرائع** "(سدالذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص:۶۹)۔

چنانچہ جمعہ کی اذان کے بعد سدذریعہ کے طور پر بیع مکروہ ہے؛ اس لئے کہ اس سے سعی الی الجمعۃ میں حرج ہوتا ہے، اسی طرح فتح ذریعہ کے طور پر جمعہ کی نماز کے لئے سعی کرنا اور معمول سے زیادہ تیز چلنا محمود اور مطلوب ہے؛ جب کہ عام حالات میں سعی کو وقار کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ گویا اس آیت میں سدذریعہ اور فتح ذریعہ دونوں کی مثالیں موجود ہیں۔

" **السعيِ إلى الجمعة ذريعة توصل إلى شهودِ الجمعةِ وهو مشروع ويقال للامرِ بالسعى إليها فتح باب الذريعة**"(تیسیر علم اصول الفقہ ۱/ ۲۰۳)۔

احادیث میں غور کرتے ہیں تو ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مصلحت کے حصول کے لئے بعض جگہوں میں مکروہ شئی کے ارتکاب کی اجازت دی ہے اور وہ معصیت میں شمار نہیں ہوتا، جیسے دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے اگر جھوٹ بولا جائے اور کسی کی طرف اچھی بات کی نسبت کی جائے، حالانکہ اس سے وہ صادر نہیں ہوئی ہے، تو اس پر گناہ نہیں ہوگا؛ بلکہ نیت بہتر ہونے کی وجہ سے وہ ثواب کا مستحق ہوگا، اس لئے کہ ایسے دو افراد جن کے درمیان جھگڑا چل رہا تھا، بات چیت بند تھی، قریب تھا کہ دونوں میں مزید فساد کی آگ بھڑک جائے، ان کے درمیان اس کی جھوٹ نے پُل کا کام کیا اور دونوں کی نفرتوں کو محبت میں بدل دیا، شرعاً اس کا یہ قدم مستحسن اور لائق تعریف ہے خواہ اس کے لئے اسے مکروہ راستہ سے گذرنا پڑا لیکن مقصود کے بہتر ہونے کی وجہ سے حکم بدل گیا، یہی تو فتح ذرائع ہے۔ حضرت ام کلثومؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**ليس الكذاب الذى يصلح بين الناس ويقول خيرا و ينمى خيرا**" (صحیح بخاری: ۲۶۹۲) (وہ آدمی جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے خیر کی باتیں کرتا ہے اور بھلی باتوں کو منسوب کرتا ہے)۔

دوسری احادیث میں لڑائی کے موقعوں پر اور زوجین کو ایک دوسرے سے خیر کی نیت سے جھوٹ بولنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جنگ میں اسلام کی سربلندی اور میاں بیوی میں باہمی محبت میں اضافہ مقصود ہے جو بہتر اور مستحسن ہے؛ لہذا

مصالح کے حصول کے لئے کذب کا مفسدہ شرعا قبول کرلیا گیا ہے۔"قال الخطابی: هذِهِ أمور قد يضطر الإنسان فِيها اِلى زِيادةِ القولِ ومجاوزة الصِدقِ طلبا لِلسلامةِ ودفعا لِلضررِ، وقد رخص فِی بعضِ الاحوالِ فِی اليسِيرِ مِن الفسادِ لِما يؤمل فِيهِ الكثِير مِن الصلاحِ" (مرقاۃ المفاتیح ۸/۳۱۵۱)۔

اللہ تعالی نے حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا؛ تاکہ اس کو ایک خدا کی دعوت دیں اور مرنے کے بعد کی زندگی کا اس کے دل میں خوف پیدا کریں، فرعون خدائی کا دعوی کرنے والا تھا، وہ کفر کی غلاظت میں ڈوبا ہوا تھا، اس سے بچنا چاہئے؛ چونکہ فساق وفجار سے بچنے اور ان سے دور رہنے کی ہدایت دی گئی ہے لیکن اس کے باوجود دعوت الی اللہ کے مقصد سے اس کے پاس جانے کی ہدایت دی گئی، گویا مقصد خیر کے حصول کی غرض سے وقتی طور پر ناپسندیدہ شئی کو گوارہ کرلیا گیا، اسی کو فتح ذرائع کہا جاتا ہے۔

اسی لئے حضرات فقہاء نے سد ذریعہ کی طرح اس سے بھی بعض جگہوں میں استفادہ کیا ہے، درجنوں مسائل کتابوں میں ایسے درج ہیں جن کا تعلق فتح ذرائع سے ہے جیسے کفار کو مسلمان قیدیوں کے چھڑانے کے لئے بطور فدیہ مال دینا، مال دشمنوں کو دینے کا مطلب ان کی معیشت کو مضبوط کرنا ہے اور یہ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ ان کا کوئی ایسا تعاون کریں جس سے ان کو تقویت ملتی ہو؛ اس لئے کہ وہ اس کو اسلام کے خلاف استعمال کریں گے، اس کے باوجود فدیہ کے طور پر مال دینے کی فقہاء نے اجازت دی ہے؛ کیوں کہ یہاں مقصد مسلمانوں کو ان کے چنگل سے آزاد کرنا اور ان کی جان کی حفاظت کرنا ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر کا کسی مریض کے ستر کو بضرورت دیکھنا یا عورت کا بغرض علاج کسی مرد ڈاکٹر کے پاس بے پردہ ہونا یا جسم کا کوئی حصہ کھولنا۔ ظاہر ہے کہ عام حالات میں کسی کے ستر کو دیکھنا حرام ہے لیکن صحت کا تحفظ مقاصد شریعت میں سے ہے اور یہاں ستر کھولنے اور دیکھنے کا مقصد صحت کی حفاظت ہے، اس لئے مصالح کے حصول کے لئے ممانعت ختم ہوجائے گی اور ڈاکٹر کے لئے صحیح نیت کے ساتھ بقدر ضرورت مرد یا عورت کا ستر دیکھنا درست ہوگا۔

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے اجنبیہ عورت کو دیکھنے سے منع کیا ہے اور اس سلسلے میں سخت وعید آئی ہے؛ لیکن اگر کسی عورت سے کوئی نکاح کرنا چاہتا ہے تو نکاح سے قبل اجنبیہ کو ایک نظر دیکھ لینے کا حکم دیا گیا ہے؛ تاکہ شوہر غلط فہمی کا شکار نہ رہے، اس کو اطلاع دی گئی ہے کہ اس کی مخطوبہ بہت خوبصورت ہے؛ حالانکہ وہ ایسی نہیں ہے، یا مرد کے ذہن میں ہے کہ ہونے والی بیوی خوبصورتی اور بناوٹ کے اعتبار سے بہت اعلی معیار پر ہے، اس نے دیکھے بغیر خبروں پر اعتماد کرتے ہوئے نکاح کرلیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بدصورت ہے یا جس طرح وہ چاہتا تھا اس طرح نہیں ہے، یہیں سے اس کے دل

میں نفرت بیٹھ جائے گی اور رفتہ رفتہ طلاق تک نوبت پہنچ جائے گی۔اسی لئے آپ ﷺ نے نکاح سے پہلے مخطوبہ کو دیکھنے کا حکم دیا ہے؛ تاکہ اس نکاح میں دوام ہو اور گھر میں ناخوش گوار ماحول پیدا نہ ہو۔مخطوبہ کو دیکھنا بھی فتح ذرائع کے قبیل سے ہے کہ ایک بہتر مقصد کے لئے ناجائز عمل کی اجازت دی گئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

قرآن کریم عربی زبان میں ہے،قرآن الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے،اس کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن عربی کے علاوہ کسی اور رسم الخط میں لکھنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے؛اس لئے کہ احتیاط کے باوجود الفاظ بدل جاتے ہیں اور عربی کا صحیح تلفظ دوسری زبان میں لکھنے سے ادا نہیں ہوتا جیسے قرآن کو ہندی،انگریزی یا دوسرے علاقائی رسم الخط میں لکھا جائے،لیکن اس کی اجازت اس لئے دی گئی تاکہ دوسری زبان کے لوگ قرآن سیکھ سکیں اور قرآن شریف سے رغبت پیدا ہو،ورنہ لاکھوں لوگ قرآن کے پڑھنے سے محروم ہو جائیں گے،یہ مسئلہ بھی فتح ذریعہ کے طور پر ہے۔

مقصد کے اعتبار سے ذریعہ کے اختیار کرنے کا اور نہ کرنے کا حکم ہوگا،لہذا جمعہ کی نماز کے لئے سعی کرنا واجب ہوگا،اصلاح بین الناس کے لئے فتح ذریعہ کے طور پر جھوٹ کا سہارا لینا مستحب ہوگا۔علامہ قرافی لکھتے ہیں: ”اعلم ان الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح فإن الذريعة هي الوسيلة فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعي للجمعة والحج وموارد الاحكام على قسمين: مقاصد وهي المتضمنة للمصالح والمفاسد في أنفسها، ووسائل وهي الطرق المفضية إليها وحكمها حكم ما أفضت إليه من تحريم وتحليل غير أنها أخفض رتبة من المقاصد في حكمها والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل وإلى أقبح المقاصد أقبح الوسائل وإلى ما يتوسط متوسطة“(الفروق للقرافی ۲/۳۳)۔

دورحاضر کے مسائل میں اس کا استعمال:

فتح ذرائع کے ذیلی اصول سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دورحاضر کے بہت سے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں جیسے دینی پروگراموں میں تصویر کشی اور ان کی ویڈیوگرافی کی اجازت۔یہ زمانہ ٹکنالوجی کا ہے،دشمنان اسلام اپنے مشن کی تکمیل اور بددینی کو فروغ دینے کے لئے نیٹ کا بھرپور استعمال کر رہے ہیں،اسلامی تعلیمات مسخ کرکے دنیا کے سامنے پیش کی جارہی ہیں جس سے اچھے خاصے لوگ بھی اسلام سے بدظن ہو رہے ہیں،ایسے وقت دعوت اسلام کے پیش نظر دینی جلسوں اور پروگراموں کی ویڈیوگرافی کرکے یوٹیوب پر ڈالنے کی اجازت ہونی چاہئے؛تاکہ صحیح اسلام سے لوگ واقف ہوسکیں اور مسلمان بھی دنیا کے کسی کونے میں بیٹھ کر ان جلسوں اور تقاریر سے استفادہ کرسکیں،ممکن ہے کہ کسی کی اس سے اصلاح ہو جائے۔اسی طرح دینی مدارس کی تشہیر کی نیت سے ان کے سالانہ جلسوں اور دیگر سرگرمیوں کی ویڈیوگرافی کی اجازت فتح درائع

کے اصول کے تحت دینے پر بھی غور کرنا چاہئے، اس سے دینی مدارس کا مالی فائدہ ہوتا ہے، جو لوگ چندہ دیتے ہیں ان کو اپنے تعاون کے صحیح استعمال پر اطمینان ہوتا ہے اور دوسرے افراد کو تعاون کی تحریک ملتی ہے۔ پاسپورٹ اور دیگر سرکاری ضرورت کے تحت تصویر کشی کی اگر اجازت مل سکتی ہے تو دینی پروگراموں کی تصویر کشی اور ویڈیو گرافی کی اجازت کیوں نہیں؟

اسی طرح آج کل بیماریاں عام ہو رہی ہیں۔ اس کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں، مہلک سے مہلک بیماریوں میں لوگ مبتلا ہیں، مہنگے علاج کی عام لوگوں میں سکت نہیں ہے، بروقت علاج نہ ہونے کی وجہ سے جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اس کے لئے تکافل اور امداد باہمی کا علماء کرام نے مشورہ دیا ہے لیکن ایسے لوگ ہر علاقے میں نہ موجود ہیں اور نہ اس طرح کے سسٹم کو فروغ مل سکتا ہے تو ان حالات میں میڈیکل انشورنس کی اجازت ملنی چاہئے؛ کیوں کہ جان کا تحفظ مقاصد شریعت میں سے ہے، اس کی حفاظت اتنی اہم ہے کہ میتہ اور خنزیر کی بھی اس کے لئے اجازت دی گئی ہے تو فتح ذرائع کے طور پر میڈیکل انشورنس کو کیوں قبول نہیں کیا جا سکتا ہے؟ ملک کے موجودہ حالات میں جب کہ ماب لنچنگ نے ہر طرف جان کو خطرے میں ڈال دیا ہے اور لوگ ہر علاقے میں خطرہ محسوس کر رہے ہیں تو اس صورت حال میں لائف انشورنس کی اجازت پر بھی غور کیا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ جب دشمنوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کا انشورنس ہے تو اس کی طرف ہاتھ بڑھانے سے گریز کرتے ہیں۔

سادات کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف ہے، یہ نسبت بہت پاک، مقدس اور حد درجہ لائق احترام ہے اس لئے ان کے لئے زکوۃ کا مال لینا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ مال کا میل کچیل ہے، معنوی طور پر یہ مال گندہ ہوتا ہے، اس سے سادات کو اجتناب کا حکم دیا گیا ہے، اس کے عوض میں ان کے لئے خمس الخمس مقرر تھا جس کا اب کوئی تصور نہیں اور نہ اب عطایا اور ہدایا کے ذریعے ان کے تعاون کا جذبہ رہا، اس کی وجہ سے آج بہت سے سادات بھیک مانگنے پر مجبور ہیں جو اس نسبت کی سخت توہین ہے، اس لئے آج کے بدلتے ہوئے حالات میں انہیں اس فعل قبیح سے بچانے کے لئے زکوۃ دینا درست ہونا چاہئے جو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے یقیناً کمتر ہے۔

بلاشبہ موجودہ سیاست کی دنیا بہت آلودہ ہو چکی ہے، ایسی سیاست سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہئے جس میں دھوکہ، بددیانتی، جھوٹ، رشوت اور اسلامی تعلیمات کے خلاف بہت سے امور پائے جاتے ہیں لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ مسلمانوں اور بالخصوص علماء کرام کی سیاست سے کنارہ کشی نے شریعت کے تحفظ کو ہمارے لئے مشکل بنا دیا ہے اور اب باطل طاقتوں نے دین میں مداخلت شروع کر دی ہے اور مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو سب داؤ پر ہیں، جمہوری ملک میں سیاست کے سہارے ایوانوں میں پہنچ کر ان سب کی حفاظت کی جا سکتی تھی اور فتح ذرائع کا استعمال ان جگہوں میں ہو سکتا تھا لیکن ہماری غفلت نے مسلمانوں کو جہاں لا کھڑا کیا ہے وہ سب پر ظاہر ہے۔

غور کرنے سے اس طرح کے بہت سے مسائل آپ کو مل جائیں گے جن پر ماضی قریب کے علماء نے غور کرکے انہیں ناجائز قرار دیا تھا؛ تاہم اب حالات ان جیسے نہیں رہے اس لئے ان پر ان اصولوں کے تحت غور کرکے اگر تسہیل کی جاسکتی ہے تو کی جانی چاہئے۔

۷-سد ذریعہ کے تحت آنے والے دور حاضر کے چند مسائل:

(۱) ایک عورت کا شوہر اچانک غائب ہوگیا، عورت شوہر کے آنے کا پانچ چھ سال تک انتظار کرتی رہی لیکن کہیں سے کوئی سراغ نہیں ملا۔ شوہر کے آنے سے جب وہ ناامید ہوگئی اور ظن غالب ہوگیا کہ وہ فساد، زلزلہ، سیلاب یا طبعی موت کا شکار ہوگیا اور اب وہ زندہ نہیں ہے۔ اس نے دارالقضاء میں فسخ نکاح کی درخواست دی؛ تاکہ دوسری شادی کرسکے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا قاضی مالکیہ کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے مزید اسے چار سال تک انتظار کی اجازت دے گا یا عورت کی عفت وعصمت کے تحفظ اور اس کو برائیوں سے بچانے کے لئے فوراً اس کا نکاح فسخ کردے۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگر عورت جس علاقے میں رہتی ہے وہاں کا ماحول خراب ہو، اس کا کوئی سہارا اور سرپرست نہ ہو، اس کے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو مزید اسے چار سال کے انتظار کا حکم نہ دیا جائے؛ بلکہ شوہر کی غیبوبت کے سلسلے میں مزید تحقیق کرکے سد ذریعہ پر عمل کرتے ہوئے قاضی نکاح کو فسخ کردے۔

(۲) دشمنان اسلام جب مسلمانوں پر حملہ کریں، ان کی ایذارسانی کے مختلف منصوبے بنائیں، شریعت میں مداخلت کریں اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کرلیں تو ایسے لوگوں کے مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جانا چاہئے۔ ایسے لوگوں کا جس ملک یا کمپنی سے تعلق ہے اور جہاں سے انہیں مالی قوت حاصل ہورہی ہے ان کی بنائی ہوئی چیزوں کا استعمال سارے مسلمان اجتماعی طور پر بند کردیں؛ تاکہ ان کی معیشت کمزور ہو اور تنگ آکر اپنی سازشوں اور ناپاک ارادوں سے وہ باز آئیں، رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر یہودیوں کے باغات جلادینے کا حکم دیا تھا جس کی تائید میں قرآن کریم کی آیت (الحشر:۵) نازل ہوئی؛ کیوں کہ یہ فساد نہیں تھا بلکہ سدباب کے طور پر ان کی معیشت کو تباہ کرنا تھا، اسی طرح آج بھی مفسدین کے ناپاک عزائم کو روکنے کے لئے ان کے مصنوعات کے استعمال پر پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

(۳) ایسی شادی جس میں گانا بجانا اور منکرات کا اہتمام کیا گیا ہو، علماء اور خواص کو چاہئے کہ سد ذریعہ کے طور پر ایسی شادیوں میں شرکت سے گریز کریں، ان کی شرکت سے ایک طرح سے ان کی تائید ہوتی ہے اور حوصلہ افزائی بھی۔ اگر شرکت نہیں کریں گے تو انہیں احساس ہوگا اور عام لوگوں کو اس سے سبق ملے گا اور شادیاں منکرات سے محفوظ رہیں گی، یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کے جنازہ کی نماز میں بااثر لوگوں کو شریک ہونے سے منع کیا ہے۔

(۴) کتابیہ عورتوں سے شادی یقیناً جائز ہے لیکن موجودہ حالات میں سابقہ آسمانی کتابیں مسخ ہوگئی ہیں، ان کے ایمان باللہ میں فساد آچکا ہے اوران کے اخلاق واطوار بالکل غیر اسلامی ہیں۔ان کے کرداراور عادات سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ لوگ کسی آسمانی کتاب کے متبع ہیں۔ان کی عورتوں سے شادی کی جائے توان کے فاسد عقائد، غیراسلامی خیالات اوران کے کلچر اور تہذیب وثقافت سے ممکن ہے کہ ان کے بچے متاثر ہوں بلکہ خودان کے شوہروں کا ایمان اوراسلامی تعلیمات پر قائم رہنا دشوار ہوجائے گا۔

(۵) علاج ومعالجہ خدمت خلق کا ایک مقدس پیشہ ہے، اس کے ذریعے اگرڈاکٹرس چاہیں توانسانیت کی خدمت بہتر انداز میں کرکے بڑا اجروثواب حاصل کرسکتے ہیں لیکن دورحاضر میں مریضوں کا جس قدر استحصال ہورہا ہے وہ محتاج بیان نہیں، ڈاکٹروں کو مریض سے محبت اور ہمدردی نہیں رہی بلکہ مختلف بہانوں سے پیسے کمانا ان کا مقصد بن گیا، روتے بلکتے بیماروں اور تیمارداروں کی ساری زمین اور پونجی ختم ہوجاتی ہے لیکن کیا مجال ہے کہ ان کے آنسو کے قطروں پرڈاکٹروں کورحم آجائے۔وہ بلاوجہ بیماروں کوخون، پیشاب اوردیگر چیزوں کا ٹسٹ لکھتے ہیں، اسکیننگ اورا کسرے کی ہدایت دیتے ہیں اور خاص لیباریٹری میں جانچ کرانے کا مشورہ دیتے ہیں جہاں سے ان کا کمیشن طے رہتا ہے۔اسی طرح ڈاکٹروں کا خاص میڈیکل ہوتا ہے جس سے ان کو مریض کے بھیجنے پر کمیشن دیا جاتا ہے یا چھوٹا ڈاکٹر جب بڑے ڈاکٹر کو ریفر کرتا ہے توان ہی کے پاس بھیجتا ہے جہاں سے انہیں کمیشن یاانعام کے نام پررقم ملتی ہے، ان جگہوں سے کمیشن کا لینا کیسا ہے؟

مفتیان کرام نے اسے دلالی کی اجرت قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیا ہے، چنانچہ مفتی شبیراحمد قاسمی مدرسہ شاہی مرادآباد ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ڈاکٹر مریض کو دوسرے ڈاکٹر کے پاس خون پیشاب کی جانچ یاایکسرے کے لئے بھیجے اوراس پر طے شدہ رقم بطور کمیشن لے تو یہ دلالی کے حکم میں ہے اوردلالی کی اجرت مباح ہے اس لئے اس کی گنجائش ہے (فتاوی قاسمیہ ۲۱/ ٦٦٦)۔

اول تواس کو دلالی کی اجرت کہنا صحیح نہیں ہے، یہ رشوت اور مریض کا استحصال ہے، اورکسی درجے میں دلالی مان بھی لی جائے تو مریضوں اور کمزوروں کو لٹنے سے بچانے کے لئے سدذریعہ کے طور پراسے ناجائز ہونا چاہئے۔ماضی قریب کے معروف فقیہ حضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے شایداسی پرعمل کرتے ہوئے اس کے عدم جواز کا فتوی دیا تھا، وہ لکھتے ہیں: ان کے یہاں دواؤں کی خریداری، جانچ اورمزید معالجہ کے لئے بھیج کر کمیشن کے نام سے رقم وصول کرتے ہیں جوقطعی طور پر رشوت اورحرام ہے، یہ مریضوں کوتجارت بنا کر فروخت کرنا ہے جس کی شرعاً اجازت نہیں ہوسکتی اور یہ عمل اس باعزت اور مقدس پیشہ کی بے حرمتی ہے، اور یہ کسی طرح درست نہیں کہ محض اپنی آمدنی کے لئے مریض کوکسی خاص دواخانہ سے دوا

خریدنے،کسی خاص لیباریٹری سے جانچ کرانے یا کسی خاص ڈاکٹر سے علاج کرانے کا پابند کیا جائے (فتاوی قاضی رص ۲۲۴)۔

(۶) آج کل خوف خدا کم سے کم ہوتا جارہا ہے، اس لئے بندوں کے باہمی حقوق ادا کرنے میں حددرجہ غفلت برتی جارہی ہے، اس سے وابستہ بہت سے مسائل آج وقوع پذیر ہیں جن میں بیوی کے حق سے غفلت اور لاپروائی برتنا بھی ہے۔حد یہ ہے کہ بعض باتوں سے شوہر ناراض ہوکر اسے معلق چھوڑ دیتا ہے، نہ تو طلاق دیتا ہے اور نہ اس کا حق زوجیت ادا کرتا ہے۔ایسی آج ہزاروں کی تعداد میں لڑکیاں ہیں جو انتہائی پریشان ہیں، ان کی عفت وعصمت کے تحفظ اور انہیں پریشانیوں سے بچانے کے لئے قاضی یا شرعی پنچائت کو چاہئے کہ وہ شوہر سے جبری خلع لے یا تحقیق کے بعد اس کے نکاح کو فسخ کردے۔

۸-سد ذریعہ میں غلو سے اجتناب:

سد ذریعہ شرعاً معتبر ہے، تمام فقہاء اس سے کسی نہ کسی درجہ میں استفادہ کرتے ہیں، اس لئے اس کی روشنی میں آج کے بہت سے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں لیکن اس کے لئے فقہی شعور، مفسدہ اور مصلحت کا تعین اور ان کے درمیان فرق سمجھنے کی ضرورت ہے ورنہ دین کی صحیح تشریح کے بجائے فساد کا دروازہ کھل جائے گا۔اسی طرح اس کے استعمال میں غلو اور مبالغہ سے بھی مکمل اجتناب کیا جائے؛ تاکہ اس قاعدہ کا غلط استعمال نہ ہو اور فکری گمراہی سے ہم بچ سکیں، جیسے:

کرکٹ کھیل دیکھنے سے روکنے کے لئے اس کا استعمال کرنا غلو ہے۔یقیناً کرکٹ کھیل میں تضییع اوقات اور بہت سے مفاسد ہیں لیکن یہ اتنا عام ہو چکا ہے کہ اس پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ملکی اور عالمی سطح پر یہ کھیلا جارہا ہے اور ہر طرح کے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے بے چین رہتے ہیں، اس پر بندش اسلام پر تنگ نظری کے مترادف ہوگا، اس پر پابندی سے بڑے مفاسد پیدا ہوں گے اور پھر اس کھیل میں عموماً وہ خرابیاں نہیں پائی جاتی ہیں جن کے لئے سد ذریعہ کا اصول استعمال کیا جائے۔یہی بات ملٹی میڈیا یا موبائل میں بھی ہے، یقیناً اس میں بھی بہت سے مفاسد پیدا ہوگئے ہیں، جس طرح ٹی وی، نیٹ اور دیگر چیزوں نے معاشرہ اور سماج کو تباہ کردیا ہے موبائل بھی وہی کردار ادا کررہا ہے، لیکن ان سب کو وعظ ونصیحت، جمعہ سے قبل خطاب اور عام جلسوں میں موضوع بناکر روکا جاسکتا ہے، سد ذریعہ کے ذریعہ ان سب پر بندش لگانا اس اصول کا بے جا استعمال ہوگا۔

عورتوں کا ڈرائیونگ کرنا بھی آج کل عام ہورہا ہے، اگر پردہ کے ساتھ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس میں بے پردگی ہوتی ہے، بازاروں اور سڑکوں پر سرعام تنہا چلنے کی وجہ سے اوباشوں کی نظریں ان کی طرف اٹھتی ہیں اور یہیں سے برائیوں کا دروازہ کھل جاتا ہے؛ تاہم اس اصول کا استعمال کرکے ان کے ڈرائیونگ پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، ورنہ اس کے

استعمال میں غلو لازم آئے گا، جس طرح بچیوں اور لڑکیوں کو مخلوط تعلیم کی وجہ سے اسکولس اور کالجز سے ہم نہیں روک سکتے اور ان پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، پابندی لگانے میں مفاسد زیادہ اور مصالح کم ہیں، اور نہ ہی اس پر عمل ہوسکتا ہے، اس لئے اس اصل کا استعمال بے جا اور مقصد کے خلاف ہوگا۔ آج بہت سے لوگوں نے اسی اصل کو بنیاد بنا کر سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے، اس کا جو نتیجہ ہے وہ ظاہر ہے کہ ایوانوں میں مسلمانوں کی اور بالخصوص علماء کرام کی تعداد نہیں کے درجے میں ہے، اور اب حالات یہاں تک خراب ہوچکے ہیں کہ ہم اپنی شریعت اور عزت وآبرو کی حفاظت کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں رہے۔ امام مالکؒ کی طرف منسوب ہے کہ وہ عید کے بعد فوراً چھ روزے رکھنے سے منع کرتے اور فرماتے کہ اس کے اتصال کی وجہ سے رمضان کے روزے سے مل جائے گا اور اس طرح رمضان کے ایام بڑھ جائیں گے جس سے حدیث میں منع کیا گیا ہے، لہذا سد ذریعہ کے طور پر شوال کے چھ روزے متصلا رکھنا ممنوع ہوگا، اگر یہ نسبت صحیح ہے تو اس کے استعمال میں شدید مبالغہ ہے۔ دونوں روزوں کے درمیان عید کا فصل ہے اور پھر اس کا ثبوت صحیح احادیث سے ہے، اس طرح کے استعمال کو غلو، مبالغہ اور بے جا استعمال کہا جاتا ہے، احناف کے یہاں اس طرح کے استعمال کی گنجائش نہیں ہے۔

☆☆☆

سد ذریعہ

مولانا خورشید احمد اعظمی مدنی☆

۱-سد ذریعہ کی لغوی حقیقت:

سد ذریعہ، دو عربی کلمات ''سد'' اور'' ذریعہ'' کا مرکب اضافی ہے، جو اردو زبان میں بھی اپنے عربی معنی میں ہی مستعمل ہیں، یعنی ذریعہ کو بند کرنا، سبب کو کاٹنا، واسطہ کو روکنا، ان دونوں کلمات کی لغوی تفصیل حسب ضرورت ذیل میں لکھی جاتی ہے:

''السدّ : إغلاق الخلل و ردم الثَلم ،سدّه يسُده سداً فانسدّ واستدّ، وسدّده : أصلحه و أوثقه، والاسم السدّ، ....التهذيب :السد مصدر قولک سددت الشئ سداً،والسَد والسُد :الجبل الحاجز،......والسَد :الردم لأنه يُسَدّ به ، و السُد والسَد : کل بناء سُد به موضع، والسَد والدريئة والذريعة: الناقة التی يستتر بها الصائد و يختل ليرمی الصيد، والسَد :بالفتح ، العيب مثل العَمی والصَمم والبَکم وکذلک الأيه والأبه"(سد کا معنی ہے شگاف بند کرنا، رخنہ کو پُر کرنا، اس کا فعل مجرد میں نصر کے وزن پر اور مزید میں باب تفعیل سے اصلاح کرنے اور باندھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، اور اس سے اسم'' سد'' آتا ہے، ......اور تہذیب میں ہے کہ'' سد'' تمھارے قول'' سددت الشئ'' کا مصدر ہے، اور سد سین کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ فاصل پہاڑ کے معنی میں ہے، اور سد بند (باندھ) کو کہتے ہیں؛ کیونکہ اس کے ذریعہ روکا جاتا ہے، اور سد ہر اس تعمیر کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی جگہ کو بند کیا جائے، نیز سد، دریئہ اور ذریعہ (تینوں لفظ) اس اونٹ کے لئے استعمال ہوتے ہیں شکاری جس کی آڑ لیتا ہے اور تاک میں رہتا ہے؛ تاکہ شکار پر تیر اندازی کرے، اور سد عیب کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اندھا پن، بہرہ پن اور گونگا پن (جو دیکھنے، سننے اور بولنے میں رکاوٹ بنتے ہیں))(لسان العرب:س دد)، خلاصہ یہ کہ سد کا لفظ، حاجز، آڑ، روکنے اور سوراخ بند کرنے کے معنی میں مستعمل ہے۔

''الذريعة: الوسيلة ، وقد تذرع فلان بذريعة أی توسل، والذريعة مثل الدَريئة ؛ جمل يختل

☆ جامعہ عربیہ تعلیم الدین مئو، اتر پردیش۔

به الصيد، يمشى الصياد إلى جنبه فيستتر به ويرمى الصيد إذا أمكنه وذلک الجمل يُسيّب أولا مع الوحش حتى تألفه، والذريعة : السبب إلى الشئ، وأصله من ذلک الجمل . يقال : فلان ذريعتى إليک أى سببى و وُصلتى الذى أتسبب به إليک ....قال ابن الأعرابى : سمى هذا البعير الدريئة والذريعة، ثم جعلت الذريعة مثلاً لكل شئ أدنى من شئ فأقرب منه ...... و فى نوادر الأعراب : أنت ذرعت بيننا هذا وأنت سجلته ؛ يريد سبّبته .و الذريعة حلقة يتعلم عليها الرمى"(ذریعہ:بمعنی وسیلہ،وسیلہ کے معنی میں فعل بھی استعمال ہوتا ہے، تذرع به فلان :یعنی توسل ،اورذریعہ،دریئہ کے مثل ہے،اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ شکارکودھوکہ میں رکھا جاتا ہے،اس کی تاک میں لگا جاتا ہے،شکاری اس کی آڑ میں چلتا ہے،اور جب موقع ملتا ہے شکار پر تیر چلا دیتا ہے،اس اونٹ کو پہلے جنگلی جانوروں کے ساتھ آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے؛ تاکہ وہ اس سے مانوس ہوجائیں اورذریعہ کسی شئے کی جانب سبب کو بھی کہتے ہیں اوراس کی اصل اسی اونٹ سے ہے (جس کو شکار کے لئے سبب بنایا جاتا ہے)،کہا جاتا ہے: فلاں شخص آپ کی جانب میرا ذریعہ ہے،یعنی میرا سبب اورواسطہ ہے،جس کو میں آپ تک پہونچنے کے لئے واسطہ بناتا ہوں،.........ابن الاعرابی کا کہنا ہے:اس اونٹ کا نام دریئہ اورذریعہ رکھا گیا،پھرذریعہ کو ہراس شئے کے مثل قراردیا گیا جوکسی چیز سے قریب تر ہو..........اورنوادرالاعراب میں ہے:أنت ذرعت ....(تم نے ہمارے درمیان اس کو واسطہ بنایا،اوراس سے مراد یہ کہ سبب بنایا،اورذریعہ اس حلقہ کو بھی کہتے ہیں جس پر تیراندازی سیکھی جاتی ہے)(لسان العرب : ذرع)۔

لہٰذا سدذریعہ کا لغوی معنی ہوگا وسیلہ کو منقطع کرنا،سبب کو کاٹنا، واسطہ کو ختم کرنا، یا وسیلہ،سبب اورواسطہ بننے سے روکنا،راستہ بند کرنا۔

سدذریعہ کی شرعی حقیقت:

''سدذریعہ'' کا استعمال اصول فقہ میں بطورشرعی اصطلاح کے بھی ہوتا ہے،چنانچہ ابوعبداللہ قرطبی (متوفی: شوال ۶۷۱ھ) ایک آیت کے تحت سدذریعہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: " والذريعة عبارة عن أمرغير ممنوع لنفسه يخاف من ارتكابه الوقوع فى ممنوع"(الجامع لاحکام القرآن:۲/۵۷)(ذریعہ سے مراد ایسا امر ہے جو فی نفسہ تو غیرممنوع (مباح) ہومگراس کے ارتکاب سے ممنوع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو)۔

ابوالعباس احمد بن ادریس القرافی المالکی (م: ۶۸۴ھ) لکھتے ہیں: "الفرق الثامن والخمسون بين قاعدة المقاصد و قاعدة الوسائل: و ربما عبر عن الوسائل بالذرائع، وهو اصطلاح أصحابنا ، و هذا اللفظ

المشھور فی مذھبنا ، و لذلک یقولون : سد الذرائع ، ومعناہ : حسم مادۃ وسائل الفساد دفعاً لھا ، فمتی کان الفعل السالم عن المفسدۃ وسیلۃ للمفسدۃ منع مالک من ذلک الفعل فی کثیر من الصور ، ولیس سد الذرائع من خواص مذھب مالک کما یتوھمہ کثیر من المالکیۃ"(۵۸واں فرق: قاعدۃ المقاصد اور قاعدۃ الوسائل کے درمیان: اور بسا اوقات وسائل کو ذرائع سے تعبیر کیا گیا ہے، اور یہ ہمارے اصحاب کی اصطلاح ہے، اور ہمارے مذہب میں یہی لفظ مشہور ہے، اور اسی لئے کہتے ہیں: سد ذرائع، اور اس کا معنی ہے: فساد کو دفع کرنے کے لئے اس کے وسائل پر روک لگانا، لہذا جب کوئی کام جو خود فساد سے خالی ہو اور وہ کسی فساد کا وسیلہ بن رہا ہو، تو امام مالکؒ نے بہت سی صورتوں میں اس فعل سے منع کیا ہے، اور سد ذرائع مذہب مالکی کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ بہت سے مالکیہ سمجھتے ہیں)(الفروق:۲/۳۲)۔

امام شاطبی ابراہیم بن موسی الغرناطی (متوفی:۷۹۰ھ) نے ذریعہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:"حقیقتھا: التوسل بما ھو مصلحۃ إلی مفسدۃ"(الموافقات:۵/۱۸۳)(ذریعہ کی حقیقت مصلحت کو مفسدہ کا وسیلہ بنانا ہے)۔

محمد بن علی بن محمد شوکانی (متوفی:۱۲۵۵ھ) لکھتے ہیں: " الفائدۃ الرابعۃ : سد الذرائع : الذریعۃ ھی المسئلۃ التی ظاھرھا الإباحۃ و یتوصل بھا إلی فعل المحظور"(ارشاد الفحول:۲۱۷)(چوتھا فائدہ: سد ذرائع: ذریعہ وہ مسئلہ ہے جس کا ظاہر اباحت ہے، مگر اس کے وسیلہ سے فعل ممنوع تک پہونچا جائے)۔

ذریعہ کی مذکورہ بالا تعریفات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سد ذریعہ سے مراد اس جائز اور مباح امر سے روکنا ہے جو کسی ممنوع و محظور فعل کے جواز کا سبب بنے، اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ یہاں ذریعہ سے اس کا ایک خاص معنی مراد ہے، مطلق ذریعہ مراد نہیں ہے۔

فعل محظور سے مراد:

"تہذیب الفروق والقواعد السنیۃ فی الأسرار الفقہیۃ" میں تنبیہ فرماتے ہوئے امام ابن العربی کا قول نقل کیا ہے کہ سد ذرائع کے باب میں فعل محظور سے مراد وہ فعل ہے جس کا محظور و ممنوع ہونا منصوص علیہ ہو، "قال الإمام ابن العربی فی کتاب الأحکام : وقاعدۃ الذریعۃ التی یجب سدّھا شرعا ھو ما یؤدّی من الأفعال المباحۃ إلی محظور منصوص علیہ لا مطلق محظور" (تہذیب الفروق:۲/۴۴)(قاعدۂ ذریعہ جس کا روکنا شرعا واجب ہے افعال مباحہ میں سے وہ فعل ہے جو کسی ایسے عمل ممنوع تک لے جائے (وسیلہ بنے) جس کی ممانعت پر نص وارد ہو، اس کی حرمت منصوص ہو، مطلق ممنوع مراد نہیں ہے)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

ذریعہ اور سبب میں فرق کی وضاحت کے لئے دونوں کی لغوی وشرعی حقیقت کا معلوم ہونا ضروری ہے، ذریعہ کی حقیقت ماقبل میں گزر چکی، سبب کی لغوی وشرعی حقیقت ذیل میں بیان کی جاتی ہے:

سبب کی لغوی وشرعی حقیقت:

"السبب : كل شئ يتوصل به إلى غيره؛ وفى نسخة : كل شئ يتوسل به إلى شئ غيره ، و قد تسبب إليه والجمع أسباب، ....وجعلت فلانا لى سببا إلى فلان فى حاجتى وودجا أى وصلة و ذريعة،....... ، وقال أبو عبيدة : السبب كل حبل حدرته من فوق .... وفى الحديث : كل سبب و نسب ينقطع إلا سببى و نسبى ؛ النسب بالولادة والسبب بالزواج ، وهو من السبب وهو الحبل الذى يتوصل به إلى الماء، ثم استعير لكل ما يتوصل به إلى شئ؛ كقوله تعالى: ﴿ وتقطعت بهم الأسباب﴾ أى الوُصَل والمودات" (سبب: ہر اس شئے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ اس کے غیر تک پہونچا جائے، اور ایک نسخہ میں ہے کہ: ہر وہ شئے جسے اس کے علاوہ شئے کی جانب وسیلہ اور واسطہ بنایا جائے، اس کے لئے فعل" تسبَّب "استعمال ہوتا ہے اور اس کی جمع اسباب آتی ہے، ......میں نے فلاں کو اپنی حاجت میں فلاں کی جانب سبب بنایا یعنی واسطہ اور ذریعہ بنایا،........اور ابوعبید نے کہا: سبب ہر اس رسی کو کہتے ہیں جس کو تم نے اوپر سے لٹکایا ہو، ......اور حدیث میں وارد ہے: کل سبب و نسب ....الخ، نسبی تعلق ولادت سے ہے اور سببی تعلق زواج سے، اور یہ اسی سبب سے ہے جو رسی کے معنی میں ہے جس کے ذریعہ پانی تک پہونچایا جاتا ہے، پھر اسے مستعار لیا گیا اس کے لئے جس کے توسط سے کسی شئے تک پہونچا جاتا ہے، جیسے اللہ عزوجل کا قول ہے: "وتقطعت بهم الأسباب" یعنی ان کے روابط منقطع ہوگئے) (لسان العرب: س ب ب)۔

"السبب : فى اللغة : اسم لما يتوصل به إلى المقصود ، وفى الشريعة عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه" (کتاب التعریفات للشریف علی الجرجانی) (سبب: لغت میں نام ہے اس کا جس کے ذریعہ مقصود تک پہنچا جائے، اور شرعی اصطلاح میں اس طریق سے تعبیر ہے جس سے حکم تک پہنچا جائے، درانحالیکہ یہ طریق حکم میں مؤثر نہ ہو)۔

"السبب: فى اللغة اسم لما يتوصل به إلى المقصود، وفى الشريعة عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه ، والسبب التام هو الذى يوجد المسبب بوجوده فقط،والسبب الغير التام هو الذى يتوقف وجود المسبب عليه لكن لا يوجد المسبب بوجوده فقط" (التعریفات الفقہیۃ:

ص ۳۱۸) (لغت میں سبب اس کا نام ہے جس کے ذریعہ مقصود تک پہونچا جائے، اور شریعت میں اس طریق سے عبارت ہے جس سے حکم تک پہونچا جائے درانحالیکہ یہ طریق حکم میں مؤثر نہ ہو، اور سبب تام وہ سبب ہے کہ محض اس کے پائے جانے سے ہی مسبب پایا جائے، اور سبب غیر تام وہ سبب ہے جس پر مسبب کا وجود موقوف تو ہوتا ہے، مگر محض اس کے پائے جانے سے ہی مسبب کا وجود نہیں ہوجاتا)۔

"**سبب حقيقي: وهو ما يكون طريقا إلى الحكم أى مفضيا إليه فى الجملة بخلاف العلامة فإنها دالة عليه لا مفضية إليه من غير أن يضاف إليه وجوب الحكم ،كما يضاف ذلك إلى العلة ، ولا وجود كما يضاف ذلك إلى الشرط ....كدلالة إنسان إلى مال إنسان أو نفسه ليسرقه أو ليقتله ، فإنها سبب حقيقي للسرقة والقتل**" (نورالأنوار: ص ۲۷۰) (سبب حقیقی: اسے کہتے ہیں جو حکم تک پہونچنے کا ذریعہ ہو، یعنی فی الجملہ اس تک پہونچانے والا ہو، بغیر اس کے کہ اس کی جانب وجوب حکم کی نسبت کی جائے، جیسا کہ ''علت'' کی جانب نسبت کی جاتی ہے، اور نہ اس کی جانب حکم کے وجود کو منسوب کیا جائے جیسا کہ شرط کی جانب منسوب کیا جاتا ہے، (نیز) بر خلاف ''علامت'' کے، اس لئے کہ یہ حکم پر رہنمائی کرنے والی ہوتی ہے، اس تک پہونچانے والی نہیں ہوتی، ....جیسے کسی انسان کا کسی انسان کے مال یا نفس کی جانب (کسی کی) رہنمائی کرنا؛ تاکہ وہ اس کا مال چُرائے، یا اسے قتل کرے، اس لئے کہ یہ چوری یا قتل کا سبب حقیقی ہے)۔

ذریعہ اور سبب کی لغوی اور شرعی حقیقت کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لغت میں سبب ذریعہ اور وسیلہ ہم معنی ومرادف استعمال ہوتے ہیں، جس کے توسط سے مقصد تک پہونچا جائے، مگر شرعی اصطلاح میں دونوں کی حقیقت میں فرق ہے، اس لئے کہ سبب کی تعریف میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسبب کا وجود سبب پر موقوف ہوتا ہے، سبب تام ہونے کی صورت میں سبب کا وجود مسبب کے وجود کو مستلزم ہوتا ہے اور غیر تام ہونے کی صورت میں مستلزم نہیں ہوتا مگر مسبب کا وجود سبب کے وجود پر موقوف ہوتا ہے، اور ذریعہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ذریعہ کا مباح ہونا مفسدہ کی اباحت یا اس کے وجود کو مستلزم نہیں ہے، مثلاً شراب (خمر) تیار کرنے والے کے ہاتھ شیرۂ انگور کی بیع شراب بنانے کا ذریعہ تو ہوسکتی ہے مگر اس کا سبب نہیں ہے؛ کیونکہ یہ لازم اور یقینی نہیں ہے کہ خریدار اس سے شراب ہی تیار کرے گا، مگر ظن غالب ہے، لہذا جو سد ذریعہ کے قائل ہیں ان کے نزدیک ممنوع ہوگی اور جو سد ذریعہ کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک یہ بیع ممنوع نہیں ہوگی۔

اسی طرح سفر شرعی، نماز میں قصر کا سبب ہے اور سبب تام ہے، لہذا عندالاحناف سفر خواہ کسی معصیت کے ہی ارادہ سے ہو وہ قصر کا موجب ہوگا، مگر جو لوگ اسے ذریعہ قرار دیں گے انکے نزدیک سفر بارادۂ معصیت قصر کا باعث نہیں ہوگا، رخصت کا فائدہ اٹھانے کے لئے اس ذریعہ سے منع کیا جائے گا۔

۳-سد ذرائع کے بارے میں فقہاء کی آراء اور ثبوت یا عدم ثبوت کی حجیت:

سد ذریعہ کے بارے میں امام قرافی مالکی لکھتے ہیں:"ولیس سد الذرائع من خواص مذهب مالك كما يتوهمه كثير من المالكية،بل الذرائع ثلاثة أقسام: قسم أجمعت الأمة على سدّه و منعه و حسمه ، كحفر الآبار فى طريق المسلمين فإنه وسيلة إلى إهلاكهم ،وكذلك إلقاء السم فى أطعمتهم وسبّ الأصنام عند من يُعلم من حاله أنه يسبّ الله تعالى عند سبّها، وقسم أجمعت الأمة على عدم منعه و أنه ذريعة لا تسدّ ووسيلة لا تحسم كالمنع من ذراعة العنب خشية الخمر ، فإنه لم يقل به أحد.....وقسم اختلف فيه العلماء ، هل يُسد أم لا؟ كبيوع الآجال عندنا كمن باع سلعة بعشرة دراهم إلى شهر ، ثم اشتراها بخمسة قبل الشهر فمالك يقول: إنه أخرج من يده خمسة الآن و أخذ عشرة آخر الشهر فهذه وسيلة لسلف خمسة بعشرة الى أجل توسلا باظهار صورة البيع لذلك ، والشافعي يقول: ينظر الى صورة البيع ويحمل الأمر على ظاهره،فيجوز ذلك "(الفروق:۲/۳۲)۔

ابن القیم رحمہ اللہ نے وسیلہ کی چار قسمیں ذکر کی ہیں: "الأول :وسيلة موضوعة للإفضاء إلى المفسدة، الثانى :وسيلة موضوعة للمباح قصد بها التوسل الى المفسدة ،الثالث :وسيلة موضوعة للمباح لم يقصد بها التوسل إلى المفسدة لكنها مفضية إليها غالبا ومفسدتها أرجح من مصلحتها ،الرابع: وسيلة موضوعة للمباح وقد تفضى إلى المفسدة ومصلحتها أرجح من مفسدتها " (اعلام الموقعین : ۳/ ۱۰۹)،اور امام شاطبی نے بھی چار اقسام ذکر کی ہیں: ۱- ما أدّى إلى المفسدة بشكل قطعي وجب سدّه ، ۲-مايكون إفضاؤه إلى المفسدة نادرا مباح لا يسدّ كزراعة العنب ،۳ - ما يكون إفضاؤه إلى المفسدة ظنيا كبيع العنب للخمار فهذا محل خلاف لتردده بين القسم الأول والثانى، ۴ -ما يكون إفضاؤه الى المفسدة كثرة لا تبلغ درجة قوة المظنة كبيوع الآجال فهنا أيضا يقع الخلاف فأبو حنيفة والشافعي نظرا إلى الصورة الظاهرة ولم يتهما أصحاب الصفقة بالتورط فى الربا بمجرد الإحتمال"(سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ،لمحمد ہشام البرہانی:ص۱۸۷)۔

ان اقسام کا ماحصل یہ ہے کہ پہلی قسم وہ ذریعہ (امر مباح) جو یقینی طور پر کسی مفسدہ (امر محظور) کا سبب بنتا ہو، یاغلبۂ گمان ہوتو اس ذریعہ کے عدم استعمال (سد) پر اتفاق واجماع ہے،مثلاً عام گزرگاہ پر کنواں کھودنا یا کھانے میں زہر ملانا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ وہ امر مباح کسی ایسے امر کا سبب بنتا ہے جو حوائج وضروریات انسانی اور معاش سے متعلق ہے، نیز وہ مفسدہ

کا بھی باعث بنتا ہے تو اس کے عدم سدّ پر اتفاق واجماع ہے، مثلاً انگور کی کھیتی، اس کا پھل عوام الناس کی غذا اور تفکّہ کے طور پر مستعمل ہے، نیز اس سے شراب بھی تیار ہوتی ہے، مگر اس کی وجہ سے اس کی کھیتی سے منع نہیں کیا جائے گا، یہ دونوں صورتیں متفق علیہ ہیں؛ کیونکہ یہ منصوص حلال کی تحریم اور منصوص حرام کی تحلیل کو مستلزم ہیں، جس کا حرام ہونا بھی منصوص ہے، ﴿یأیھا الذین آمنوا لا تحرموا طیبٰت ما أحل اللہ لکم ولا تعتدوا إن اللہ لا یحب المعتدین﴾ (المائدۃ:۸۷)۔

تیسری قسم ذریعہ کی یہ ہے کہ وہ ماقبل کی اقسام سے نہ ہو، اور مفسدہ کے وقوع وعدم وقوع دونوں کا احتمال رکھے، اس کے سد یا عدم سد کے بارے میں اختلاف ہے اور یہ فقیہ کی صوابدید پر ہے کہ وہ اس پر کیا حکم لگائے، اس کی مثال اس بیع سے دی گئی ہے جس میں ایک آدمی کوئی سامان مثلاً ایک ماہ کے ادھار پر دس درہم میں بیچتا ہے، اور مہینہ پورا ہونے سے پہلے مشتری سے اسی سامان کو پانچ درہم نقد میں خرید لیتا ہے، مالکیہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ پانچ درہم دے کر دس درہم لینے کا یعنی امر محظور ربا کا ذریعہ بن رہا ہے، لہذا ان کے نزدیک اس ذریعہ کو روکا جائے گا، شوافع یہ کہتے ہیں ظاہر کو دیکھا جائے گا، کسی کے باطن اور نیت پر بدگمانی نہیں کی جائے گی، ظاہراً بیع کی یہ صورت جائز ہے، لہذا عوام الناس کو اس سہولت سے روکا نہیں جائے گا۔

سدذرائع کی حجیت کا ثبوت کتاب اللہ سے:

(۱)﴿ ولا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبّوا اللہ عدواً بغیر علم ،کذلک زینّا لکل أمة عملھم ثم إلی ربھم مرجعھم فینبئھم بما کانوا یعملون ﴾(الانعام:۱۰۸)(اور اللہ کے ما سوا جن کو (کفار) پکارتے ہیں، انھیں تم لوگ برا مت کہو، کہ وہ لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہوئے (شرک سے آگے بڑھ کر) اور نادانی میں اللہ کو برا کہیں، اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے لئے ان کے عمل کو خوشنما بنایا ہے، پھر ان کے رب کی طرف ہی ان کی واپسی ہے، تب انھیں بتائے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں)۔

ظاہر ہے کہ کفار ومشرکین کے معبودان باطلہ اور اصنام کے معبود ہونے کو غلط اور باطل کہنا، اور ان کے نقائص کو بیان کرنا ایک جائز امر ہے، مگر جہاں اس کا اندیشہ ہو کہ کفار ومشرکین اس کی وجہ سے ردعمل میں اللہ عزوجل کی شان میں گستاخی کر بیٹھیں گے، ایسے مواقع پر ان کے معبودوں کی تنقیص کو جائز نہیں کہا جائے گا، علامہ قرطبی اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

”قال العلماء :حکمھا باق فی ھذہ الأمة علی کل حال ، فمتی کان الکافر فی منعة و خِیف أن یسُبّ الاسلام أو النبی علیہ السلام أو اللہ عز و جل فلا یحل لمسلم أن یسبّ صُلبانھم ولا دینھم و لا کنائسھم ولا یتعرض إلی مایؤدی إلی ذلک،لأنہ بمنزلة البعث علی المعصیة “ (الجامع لاحکام القرآن:۶۱/۷)۔

(۲)﴿ولا تقربا ھذہ الشجرة فتکونا من الظالمین﴾ شجر ممنوعہ کے قریب جانے سے منع کیا گیا؛ کیونکہ یہ

اس کے کھانے کا سبب بن سکتا ہے، جنت میں ہر جگہ آنے جانے اور کھانے پینے کی اجازت تھی، ممانعت محض اس درخت سے کھانے کی تھی مگر اس سبب سے کہ قریب جانا کھانے کا باعث نہ بن جائے، قریب جانے سے بھی منع کر دیا گیا۔

سدذرائع کی حجیت کا ثبوت احادیث نبویہ سے:

(۱)"**عن النعمان بن بشیر سمعت رسول الله ﷺ یقول: إن الحلال بیّن وإن الحرام بیّن و بینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس، فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه و عرضه، ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام، کالراعی یرعی حول الحِمی یوشک أن یرتع فیه ، ألا و إن لکل ملک حمی ألا و إن حمی الله محارمه ألا وإن فی الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد کله وإذا فسدت فسد الجسد کله ألا وهی القلب**" (صحیح مسلم، حدیث:۱۵۹۹، صحیح بخاری، حدیث:۵۲)۔

اس حدیث پاک میں محرمات کو اللہ کی طرف سے ممنوعہ علاقہ قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ دنیاوی بادشاہوں کے جانوروں کے لئے مخصوص چراگاہیں ہوتی ہیں، جو عام چرواہا ان مخصوص چراگاہوں کے قریب اپنے جانوروں کو چرائے گا، تو اس کے جانور ممنوعہ چراگاہوں میں بھی داخل ہوجائینگے اور یہ چرواہا سزا کا مستحق ہوگا، ظاہر ہے کہ ممنوعہ علاقہ سے باہر کی چراگاہ ممنوع نہیں ہے مگر اس کے قریب جانا اس میں داخل ہونے کا سبب بن سکتا ہے، لہذا اس کے قریب جانے سے بھی منع کیا گیا۔

(۲) وہ برتن جو شراب کے لئے استعمال ہوتے ہیں، ان کو دھوکر پاک کرلیا جائے تو ان برتنوں کا استعمال جائز ہوجاتا ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے وفد عبدالقیس کو شراب کے برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا تھا، اس لئے کہ کہیں ان برتنوں کا استعمال شراب کی رغبت کو زندہ نہ کردے اور وہ شراب نوشی کے مرتکب ہوجائیں۔

(۳) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:" **لا یبع الرجل علی بیع أخیه ولا یخطب علی خِطبة أخیه إلا أن یأذن له ۔ وفی روایة :لایسُم المسلم علی سوم أخیه**" (آدمی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ کسی کی منگنی پر منگنی کرے مگر یہ کہ وہ اس کو اجازت دیدے) (صحیح مسلم، حدیث:۱۵۱۵) اگر کسی نے ایسا کرلیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع منعقد ہوجاتی ہے (نووی فی شرح مسلم:۱۰/۱۵۹)، مگر آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا؛ کیونکہ یہ ایک زبردست فساد یعنی آپس میں رنجش کا باعث ہے، نیز آپ ﷺ کا تصویر سازی سے منع کرنا، انبیاء وصالحین یا کسی بھی قبر کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کرنا اس لئے ہے کہ یہ شرک تک لیجانے والے امور ہیں، اس کے علاوہ بکثرت مثالیں احادیث نبویہ میں موجود ہیں جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ہر وہ امر جو کسی فساد کا ذریعہ اور سبب بنے اس سے منع کیا جائے گا خواہ وہ امر فی نفسہ قبیح وفاسد ہو یا نہ ہو۔

سدذرائع کی حجیت کا ثبوت فقہاء کے قول سے:

شرع اسلامی میں حالت حیض میں محض جماع کرنا ممنوع ہے، اللہ عز وجل کے قول: ﴿**فاعتزلوا النساء فی المحیض**﴾ کے بیان میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے: "**اصنعوا کل شئ إلا النکاح**"، چنانچہ فقہاء احناف و مالکیہ وشوافع میں بالترتیب امام محمد بن حسن شیبانی، اصبغ اور نووی، نیز امام احمد رحمہم اللہ سے یہی منقول ہے کہ محض جماع ممنوع ہے، "**وقال محمد بن الحسن و أحمد لا یحرم ما سوی الفرج،واختاره من المالکیة أصبغ ومن الشافعیة النووی،رحمهم الله**"(البحرالرائق:۱/۳۴۳)،"**وقال محمد : یجتنب شعار الدم یعنی الجماع فقط**"(ردالمحتار علی الدرالمختار ۱/۴۸۷)۔

مگر جمہور فقہاء کا قول یہ ہے کہ حالت طمث میں زوجہ سے مابین السرۃ والرکبۃ سے استمتاع جائز نہیں، "**وأما الإستمتاع بها بغیر الجماع فمذهب أبی حنیفة وأبی یوسف والشافعی ومالک یحرم علیه ما بین السرة والرکبة ،وهو المراد بما تحت الإزار،کذا فی فتح القدیر**"(البحرالرائق:۱/۳۴۳)، ظاہر ہے کہ یہ ممانعت اسی لئے ہے کہ کہیں شوہر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے اور امر محظور جماع کا ارتکاب کر بیٹھے، اب خواہ اسے سدذریعہ کا نام دیا جائے یا کچھ اور، مگر اس کی حقیقت یہی ہے کہ ایک امر محظور سے بچنے کے لئے مباح امر سے بھی منع کیا گیا ہے، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ نے لکھا ہے کہ: "فقہاء کی کتابوں کے استقراء سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ تعبیرات میں فرق کے باوجود تقریباً سبھی فقہاء "سدذرائع" کے اصول کی رعایت کرتے ہیں" (مباحث فقہیہ: ص ۱۱۶)۔

۴-درجات ذرائع:

ابتدا میں یہ وضاحت گزر چکی ہے کہ سدذریعہ جو بطور دلیل وقاعدہ، مالکیہ یا کسی کے یہاں معتبر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ جو امر مباح کسی ایسے امر کے وجود کا ذریعہ بنے جس کی حرمت منصوص ہے تو اس ذریعہ کے استعمال سے روکا جائے گا، اور وہ ممنوع وحرام ہوگا، مگر اس لحاظ سے کہ ذریعہ، مقاصد تک پہونچنے کے وسیلہ ہی کا دوسرا نام ہے، اور مقاصد کے متعدد درجات ہیں: واجب، مسنون، مباح، حرام اور مکروہ، وسیلہ کے بھی متعدد درجات کئے جاسکتے ہیں، جیسا کہ امام قرافی نے اس کی صراحت فرمائی ہے :"**فإن الذریعة هی الوسیلة،فکما أن وسیلة المحرمة محرمة ، فوسیلة الواجب واجب،کالسعی للجمعة والحج، وموارد الأحکام علی قسمین: مقاصد: وهی المتضمنة للمصالح و المفاسد فی أنفسها، ووسائل: وهی الطرق المفضیة إلیها ، وحکمها حکم ما أفضت إلیها من تحریم**

وتحليل، غير أنها أخفض رتبة من المقاصد فى حكمها ، والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل وإلى أقبح المقاصد أقبح الوسائل، وإلى ما يتوسط متوسطة.....الخ ''(الفروق:۲/۳۳)۔

۵-امثلہ سدذرائع:

سدذرائع کی مثالیں فقہ مالکی سے:

(۱) ''قال ابن راشد : ينبغى للحاكم إذا خاف من المتبايعين الوقوع فى المحرّم أن يمنعهم منه''۔

(۲) ''وكذلک لا يجوز بيع آلة الحرب من الكراع و السلاح والسروج والتُروس و نحو ذلک مما يتقى به للحربيين ،لما يتقى به من تقويتهم بذلک على المسلمين''۔

(۳) ''ومن ذلک زواج المسلم النصرانية فى دارالحرب لما يخشى على الذرية من التنصُّر''۔

(۴) ''وكذلک لا يجوز بيع الخِطّة لمن يعمل منها كنيسة،ولا اكتراؤها لذلک ،ولا لمن يتخذها مجمعا للسكر والفساد، ولا كراء الحانوت لمن يبيع فيه خمرا ،ولايجوز بيع العنب لمن يعصره خمرا.من المُذهب لابن راشد و غيره''(تبصرۃ الحکام فی اصول الأقضیۃ ومناہج الأحکام لابن فرحون المالکی:ص ۳۹۲)۔

سدذریعہ کی مثالیں فقہ حنبلی سے:

(۱)'' مسألة ؛ قال :(ومن باع سلعة بنسيئة ، لم يجز أن يشتريها بأقل مما باعها به)اس کے تحت امام ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں: ''ولأن ذلک ذريعة إلى الربا ،فمنه يُحلّ السلعة ليستبيح بيع ألف بخمس مائة إلى أجل معلوم وكذلک روى عن ابن عباسؓ فى مثل هذه المسألة أنه قال : أرى مائة بخمسين بينهما حريرة، يعنى خرقة حرير جعلاها بين بيعهما ، والذرائع معتبرة لما قدمناه''(المغنی لابن قدامہ:۶/۲۶۱)۔

(۲)فقیر کوصدقہ اورزکاۃ کامال دینے کے بعداس سےخریدناممنوع ہے؛ کیونکہ اندیشہ ہے کہ فقیر لحاظ میں یامزید طلب کے پیش نظرکم قیمت میں بیچ دے،اس طرح اپنے صدقہ کاواپس لینالازم آئے گا،لہذا سداً للذریعہ اس بیع سےمنع کیا گیاہے،''عن ابن عمرؓ قال : لا تشتر طهور مالک ، ولأن فى شرائه لها وسيلة إلى استرجاع شئ منها ،لأن الفقير يستحيى منه فلا يماكسه فى ثمنها ، و ربما رخصها له طمعاً فى أن يدفع إليه صدقة أخرى ، وربما علم أنه إن لم يبعه إياها استرجعها منه أو توهم ذلک ، وما هذا سبيله ينبغى أن يجتنب ، كما لو شرط أن يبيعه إياها ، وهو أيضاً ذريعة إلى إخراج القيمة ،وهو ممنوع من ذلک''(المغنی لابن قدامہ:مسئلہ لیس لمخرج الزکاۃ شراؤھا ممن صارت إلیہ)۔

سدذرائع کی مثالیں فقہ حنفی سے:

۱-ایسا غلام جس پراس کے آقا کی طرف سے قتال پر پابندی ہو(عبد مجور عن القتال)اس کی دی ہوئی امان کے بارے میں شیخین کا قول یہ ہے کہ نافذ نہیں ہوگی؛ کیونکہ یہ اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کے سبب قتال کی مصالح سے واقف نہیں ہوگا، برخلاف عبد ماذون للقتال کے، کہ وہ مصالح قتال سے واقف ہے لہٰذا اس کا کسی کافر کو امان دینا قتال کی مصلحت سے ہوگا،" **والعبد المحجور لاشتغاله بخدمة المولى لا يقف عليهما (حالتى القتال)فكان أمانه تركا للقتال المفروض صورة و معنى فلا يجوز ،فبهذا فارق المأذون لأن المأذون بالقتال يقف على هذه الحالة فيقع أمانه وسيلة الى القتال فكان إقامة للفرض معنى ،فهو الفرق،**"اوراسی بحث میں ایک سطر پہلے مذکور ہے:"**إذ الوسيلة إلى الشئ حكمها حكم ذلك الشئ**" (بدائع الصنائع لابی بکر بن سعود الکاسانی (متوفی ۵۸۷ ھ)۶/ ۷۲)،اس عبارت سے ظاہر ہے کہ احناف کے یہاں بھی وسائل وذرائع کا اعتبار کیا گیا ہے،اوراس کی متعدد مثالیں کتب حنفیہ میں ملتی بھی ہیں؛البتہ اسے کہیں وسیلہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور کہیں سد باب اور سبب سے،اور کہیں اس کا ذکر مصالح اور استحسان کے تحت ملتا ہے۔

۲-چندلوگوں نے ملکراس طور پر چوری کی کہ مال اٹھایا بعض لوگوں نے اور دیگر افراد معاون رہے،تو اگر ہر ایک کا حصہ نصاب سرقہ کو پہونچ جائے تو سبھی کا ہاتھ کاٹا جائے گا، "**(ولو جمعاً والآخذ بعضهم قطعوا إن أصاب لكل نصاب)،أى لو سرق جماعة وتولى الأخذ بعضهم قطعوا،.......لأن المعتاد بين السراق أن يتولى بعضهم الأخذ ويستعد الباقون للدفع ، فلو امتنع الحد بمثله لامتنع القطع فى أكثر السراق فيؤدى الى باب فتح الفساد فيجرى عليهم الحد جميعا استحساناً سداً لبابه**"(تبیین الحقائق:۳/ ۲۱۴،کتاب السرقہ)۔

۳-عورتوں کی نماز باجماعت میں شرکت کے متعلق مذکو ہے: "**ولا يباح للشواب منهن للخروج إلى الجماعات بدليل ماروى عن عمر رضى الله عنه "أنه نهى الشواب عن الخروج" ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام ، وما أدى إلى الحرام فهو حرام**"(بدائع الصنائع:۱/ ۳۸۸)۔

۴-استمتاع بالحائض کے متعلق مذکور ہے: "**ولأن الاستمتاع بها بما يقرب من الفرج سبب الوقوع فى الحرام، قال رسول الله ﷺ :"ألا إن لكل ملك حمى.....فمن حال حول الحمى يوشك أن يقع فيه .....**" **دلّ أن الاستمتاع به سبب الوقوع فى الحرام وسبب الحرام،أصله الخلوة**

بالأجنبية" (بدائع الصنائع: ۴/۲۸۹، کتاب الاستحسان)۔

۵-معتدۂ وفات کے بارے میں مذکور ہے: "(أن تترک الطيب والزينة والكحل و الدهن المطيب و غيرالمطيب إلا من عذر ، وفی الجامع الصغير الا من وجع)،والمعنى فيه وجهان: أحدهما ما ذكرناه من إظهار التأسف ، والثانی أن هذه الأشياء دواعی الرغبة فيها وهی ممنوعة عن النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع فی المحرم "(ہدایہ: ۲/۴۰۷، کتاب الطلاق)۔

ذرائع عند الشوافع:

ذرائع کے بارے میں امام قرافی کے قول: "ان كل أحد يقول بها" کے تعلق سے امام سبکیؒ نے وضاحت فرمائی ہے کہ " وسنوضح لک أن الشافعیؒ لا يقول بشئ منها ،وأن ما ذكر أن الأمة أجمعت عليه ليس من مسمى سد الذرائع فی شئ، نعم حاول ابن الرفعة تخريج قول الشافعیؒ بسد الذرائع – من نصه – فی باب إحياء الموات من الأم إذقال بعد ما ذكر النهی عن بيع الماء ليمنع به الكلأ،وإنه يحتمل أن ما كان ذريعة إلى منع ما أحل الله لم يحل ، وكذا ما كان ذريعة الى إحلال ما حرم الله ما نصه : وإذا كان هذا هكذا ففی هذا ما يثبت أن الذرائع إلى الحلال و الحرام تشبه معانی الحلال و الحرام. انتهى، ونازعه الشيخ الامام الوالدؒ وقال : إنما أراد الشافعیؒ تحريم المسائل لا سد الذرائع، والوسائل تستلزم المتوسل اليه ومن هذا النوع منع الماء، لأنه مستلزم عادة لمنع الكلأ الذی هو حرام ، ونحن لا ننازع فيما يستلزم من الوسائل ،ولذلک نقول من حبس شخصاً ومنعه الطعام و الشراب فهو قاتل له ،وما هذا من سد الذرائع فی شئ "(دیکھئے: الاشباہ والنظائر: ۱/۱۲۰)۔

۶-حالت جنگ میں اگر کفار نے اپنے بچوں، عورتوں یا مسلمان قیدیوں کو ڈھال بنالیا تو ان کو مارنا بھی جائز ہوگا، اگر نہ مارا جائے تو یہ مسلمانوں کی ناکامی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔"فصل : فإن تترسوا بأطفالهم و نسائهم ،فان كان فی حال التحام الحرب جاز رميهم ، ويتوقى الأطفال و النساء ،لأنا لو تركنا رميهم جعل ذلک طريقا إلى تعطيل الجهاد وذريعة إلى الظفر بالمسلمين......وإن تترسوا بمن معهم من أسارى المسلمين فان كان ذلک فی حال التحام الحرب جاز رميهم ويتوقى المسلم ؛لما ذكرناه "(المہذب فی الفقہ الشافعی: ۴/۱۹۱)، تعطیل جہاد یا مسلمانوں پر کفار کی فتح وکامیابی فتنہ کا باعث ہے، لہذا اس فتنہ سے بچنے کے لئے اس کے سبب اور ذریعہ کو بند کیا جائے گا۔

۶-فتح ذرائع:

عادات ومعاملات میں اگر اصل حلت واباحت ہے،جیسا کہ شوافع اور جمہور احناف کا قول ہے،" الأصل فی الأشیاء الإباحة حتی یدل الدلیل علی عدم الإباحة،وهو مذهب الشافعی رحمه الله"(الاشباہ والنظائر لابن نجیم: ۹۷/۲)،اوراس کی شرح میں حموی نے نقل کیا ہے:"ذکر العلامة قاسم بن قطلوبغا فی بعض تعالیقه أن المختار أن الأصل الإباحة عند جمهور أصحابنا......ودلیل هذا القول قوله تعالی ﴿خلق لکم ما فی الأرض جمیعا﴾أخبر بأنه خلقه لنا علی وجه المنة علینا وأبلغ وجوه المنة إطلاق الانتفاع فثبت الإباحة" (ایضاً)،اور یہی حنابلہ کا بھی قول معلوم ہوتا ہے:"ذکر شیخ الاسلام ابن تیمیة فی فتاواه أن الأصل فی العادات الإباحة،وأن البیع والهبة و الإجارة وغیرها مما یحتاج إلیها الناس – هی من العادات–وإنه لایحرم من المعاملات إلا ما دل الشارع علی تحریمه" (الفتاوی الاقتصادیہ:۹۷/۱)،تو پھر فتح ذرائع کی کوئی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی،﴿قل من حرّم زینة الله التی أخرج لعباده و الطیبات من الرزق قل هی للذین آمنوا فی الحیاة الدنیا خالصة یوم القیامة کذلک نفصل الآیات لقوم یعلمون﴾(اعراف:۳۲)۔

لیکن بعض اہل اصول نے فتح ذرائع کا بھی ذکر کیا ہے،امام قرافیؒ لکھتے ہیں: "واعلم أن الذریعة کما یجب سدّها یجب فتحها وتکره و تندب و تباح" (الفروق:۳۳/۲)،اوراس کی تفصیل اس طور پر کی ہے کہ موارد احکام کی دو قسمیں ہیں: مقاصد اور وسائل،مقاصد سے مراد یہ ہے کہ امور فی نفسہ یا تو کسی مصلحت پر مشتمل ہونگے یعنی حلال اور جائز ہونگے،یا کسی مفسدہ اور قباحت کو متضمن ہونگے یعنی حرمت وکراہت کے متقاضی ہونگے ،اور وسائل سے مراد وہ امور ہیں جن کے ذریعہ مصالح تک دسترس ہو،لہذا وسائل کا حکم مقاصد کے تابع ہوگا،اگر وسیلہ کسی مقصد حسن اور حلال کا ذریعہ ہوگا تو وسیلہ بھی حلال اور جائز ہوگا،اور کسی امر قبیح اور حرام کا ذریعہ بنے گا تو وسیلہ یعنی ذریعہ بھی حرام ہوگا(الفروق:۳۳/۲)۔

فتح ذریعہ کی دلیل میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:"من سنّ فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها و أجر من عمل بها من بعده، من غیر أن ینقص من أجورهم شئ،....الحدیث "(صحیح مسلم: حدیث/۱۰۱۷،باب الحث علی الصدقة ولوبشق تمرة)،اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ کچھ پریشان حال لوگ آئے جن کی تنگدستی و بے مائیگی کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بہت زیادہ متاثر ہوئے،اورآپ نے لوگوں کو صدقہ پر ابھارا،چنانچہ ایک صحابی اٹھے اورایک بھری ہوئی تھیلی لے کر آئے،اس کے بعد دیگر لوگ بھی جس سے جو کچھ ہوسکا

لے کر آئے، گویا یہ صاحب دیگر لوگوں کے انفاق کا ذریعہ بنے، امام نوویؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: ”**وكان الفضل العظيم للبادى بهذا الخير والفاتح لباب هذا الإحسان، وفى هذا الحديث تخصيص قوله ﷺ ”كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة“ وأن المراد به المحدثات الباطلة والبدع المذمومة**“(شرح صحیح مسلم ۷/۱۰۴)۔

شوافع کے یہاں جو مسئلہ اوپر مذکور ہوا کہ اگر کفار حالت جنگ میں اپنے بچوں اور عورتوں کو مسلمانوں کے حملہ سے بچنے کے لئے ڈھال بنالیں، مسلمانوں کی ناکامی اور کفار کے غلبہ کا سد باب کرتے ہوئے ان بچوں اور عورتوں کو نشانہ بنانے سے بچتے ہوئے کفار پر تیر اندازی کی جائے گی اگر چہ اس کی زد میں وہ بچے اور عورتیں بھی آجائیں، اس کو فتح ذریعہ کی مثال میں بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کی فتح اور کفار کی ناکامی کا سبب ہے اس لئے اس ذریعہ کو استعمال کرنا جائز ہوگا۔

یہ مسئلہ عندالاحناف ”**يتحمل الضرر الخاص لأجل دفع الضرر العام**“ کے تحت بھی مذکور ہے کہ ”**منها جواز الرمى إلى كفار تترسوا بصبيان المسلمين/ وقيل عبارة أكثرهم تترسوا بأسارى المسلمين**“(الاشباہ والنظائر لابن نجیم، ص:۱۲۱)۔

۷-دور حاضر کے مسائل اور سد ذریعہ:

۱-دور حاضر کے سب سے زیادہ مؤثر اور مستعمل ذرائع ”وسائل اعلام“ ہیں، جو بہت سارے فتنے، دینی، سماجی اور معاشرتی مفاسد کا سبب ہیں، اور اس کے ساتھ ہی ان کے منافع بھی ناقابل انکار ہیں، لہذا ان کے ”سد اور فتح“ دونوں ہی کی ضرورت ہے، اس پر غور ہونا چاہئے کہ اس کا کس حد تک استعمال کرنا چاہئے اور کیسے استعمال کرنا چاہئے۔

۲-مسلم معاشرہ میں ناجائز اختلاط، اس کے متعدد اسباب ہیں، دین کی قدر و اہمیت کا عدم احساس، عورتوں کا تعلیم یا خرید و فروخت اور کسب معاش کے لئے باہر نکلنا، نکاح میں تاخیر وغیرہ، اس کے سد باب پر غور کی ضرورت ہے۔

۳-غیر سودی بینک کا قیام؛ تاکہ سود کے لین دین کا سد باب ہوسکے۔

۸-استعمال ذرائع میں اعتدال:

ذرائع کے بارے میں ماسبق تفصیل سے یہ واضح ہے کہ اصلاً ذرائع مقصود بالذات نہیں ہیں، بلکہ یہ مقاصد تک پہونچنے کا وسیلہ ہیں، لہذا ان کے استعمال میں اعتدال کی راہ اختیار کرنا لازم ہے، سد ذریعہ ہو یا فتح ذریعہ دونوں میں مبالغہ اور غلو مضر اور منشأ شریعت کے خلاف ہوگا، سد ذریعہ میں غلو لوگوں کے لئے تنگی اور حرج کا باعث ہوگا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ”**يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر**“ (البقرة:۱۸۵)، اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”**يسرا و لا تعسرا**

وبشّرا و لا تنفرا" (صحیح بخاری، حدیث :۴۳۴۱)، اسی طرح فتح ذریعہ میں غلولوگوں میں اباحیت پسندی اور فساد کا باعث ہوگا۔

ذرائع کے استعمال میں اس کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ عمل بالذریعۃ کسی نص شرعی یا مقاصد شریعت کے معارض نہ ہو، الفروق کے حوالہ سے ابن العربی کا قول ابتداء بحث میں گزر چکا ہے کہ'قال الإمام ابن العربی فی کتاب الأحکام : وقاعدة الذریعة التی یجب سدّھا شرعاً ھو ما یؤدی من الأفعال المباحة إلی محظور منصوص علیه لا مطلق محظور"(قاعدۂ ذریعہ جس کا روکنا شرعاواجب ہے افعال مباحہ میں سے وہ فعل ہے جو کسی ایسے عمل ممنوع کا وسیلہ بنے جس کا ممنوع ہونا منصوص ہو) (تہذیب الفروق:۲/۴۴)، لہذا جو ذریعہ ایسے امر کی حلت کا سبب ہوگا جس کی حرمت منصوص ہو اس کا سد لازم ہوگا، اور اگر کسی جائز امر کا ذریعہ بن رہا ہو تو اس سے روکنا لوگوں کے لئے تنگی اور عسر کا باعث ہوگا۔

☆☆☆

سد ذریعہ

مولانا روح الامین داؤد مظاہری☆

شریعت کے نزول کا بنیادی مقصد انسان کی اصلاح، اس کے لیے دینوی واخروی مصالح کی فراہمی، عدل ورحمت وسعادت کا قیام، خیر کی ترویج اور شر وفساد، ظلم وضرر کا سد باب ہے۔ اسی لیے شریعت کے تمام احکام مصالح پر مبنی ہیں، اور ضروری ہے کہ اہل علم کے فتاویٰ، تجاویز اور تمام شعبوں میں دینی رہنمائی مصالح، منافع اور ہر نوع کی پاکیزگی کو متضمن ہوں، اور ہر قسم کے مفاسد، مضرات اور خبائث سے پاک ہوں، اور اس کے لیے ''سد ذریعہ'' ایک اہم اور قابل اعتماد اصل ہے، جس کی رعایت اور تطبیق سے مصالح کا حصول اور مفاسد سے احتراز ہوسکتا ہے۔ اسی اصول کی شرح، تحقیق اور تطبیق کے لیے ذیل کی سطور رقم کی جا رہی ہیں۔

۱-سد ذریعہ کی لغوی اور اصطلاحی حقیقت:

لغوی تحقیق:

''سد'' کے معنی روک یا روکنا کے ہیں، مصدر اور اسم مصدر دونوں طرح مستعمل ہے (مختار الصحاح ص ۱۴۴، لسان العرب: ۳/۲۰۷)۔

''ذریعہ'' اس کے مادے میں امتداد اور تحرک کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ''مختار الصحاح'' میں ہے:

''أصل الذرع بسط اليد'' (ہاتھ دراز کرنا)، ''والتذريع فى الشىء تحريك الذراعين'' (مختار الصحاح، ص ۱۱۲) (دونوں ہاتھوں کو حرکت دینا)۔

پھر ذریعہ سبب اور کسی شئ تک پہنچانے والے وسیلے کو کہا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس میں امتداد، تحرک اور آگے کی طرف بڑھنے کا مفہوم موجود ہے، لغت میں اس کا استعمال مادی، غیر مادی ہر چیز کے لیے عام ہے۔

لہٰذا سد ذریعہ کا مطلب ہوگا: کسی ایسی چیز کو روک دینا جو کسی امر کے حصول کا سبب اور وسیلہ بن رہی ہو، خواہ وہ امر

☆ مدرسہ سعادت العلوم، جھابوا، ایم پی۔

ثانی محمود ہو یا مذموم، صالح ہو یا مفسد، مضر ہو یا مفید، اس کے مقابلے میں ''فتح ذریعہ'' ہے، یعنی اس راستے کو کھول دینا جو کسی دوسری چیز تک پہنچانے والا ہو۔

اصطلاحی حقیقت:

علماء اصول کی اصطلاح میں اس کے دو معنی ہیں:

۱-'' **ما كان وسيلة وطريقا إلى الشيء**''(اعلام الموقعین ۱۰۹/۳) (ہر وہ چیز جو کسی شئ تک پہنچانے کا وسیلہ اور راستہ ہو)۔

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: مقاصد تک رسائی اسباب وطرق ہی کے ذریعے ہوتی ہے، تو یہ اسباب وطرق مقاصد ہی کے تابع ہوں گے، لہٰذا حرام اور معاصی کے وسائل کراہت ومنع میں غایت ومقصد تک پہنچانے کے لحاظ سے انہی کے ساتھ لاحق ہوں گے، اور طاعت وقربت کے وسائل پسندیدہ اور ماذون ہونے میں مقصد تک پہنچانے کے اعتبار سے انہی کے حکم میں ہوں گے۔ مقصود کا وسیلہ مقصود کے تابع ہوگا، اور دونوں مقصود ہوں گے؛ لیکن مقصود غایت کے لحاظ سے، اور وسیلہ سبب کے اعتبار سے (اعلام الموقعین ۱۰۸/۳)۔

ذریعہ کے یہ معنی عام ہیں، اور اس معنی کے لحاظ سے شرعاً ذریعہ ممنوع بھی ہوسکتا ہے اور مطلوب بھی؛ کیوں کہ وہ مقصد وغایت کے حکم میں ہوتا ہے، لہٰذا نتیجہ فساد ہو تو ذریعہ ممنوع ہوگا، اور وہاں ''سد ذریعہ'' کا اصول جاری ہوگا، اور جب نتیجہ صلاح ہو تو ذریعہ بھی مطلوب ہوگا، اور وہاں ''فتح ذریعہ'' کا اصول جاری ہوگا۔

علامہ شہاب الدین قرافی فرماتے ہیں: ''**إعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها، وتكره وتندب وتباح، فإن الذريعة هى الوسيلة، فكما وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة، كالسعى للجمعة والحج الخ**''(انوار البروق فی انواع الفروق ۳۳/۲) (معلوم ہونا چاہیے کہ ذریعہ کو جیسے بند کرنا واجب ہے اسے کھولنا بھی واجب ہے، اور وہ مکروہ یا مندوب یا مباح ہوگا؛ کیوں کہ ذریعہ وسیلہ ہی ہے، تو جیسے حرام کا وسیلہ حرام ہے، تو واجب کا وسیلہ واجب ہوگا، جیسے: جمعہ اور حج کے لیے سعی کرنا)۔

۲-''**ما يتوصل به إلى الشيء الممنوع المشتمل على مفسدة**''(الموافقات للشاطبی ۱۹۸/۳) (جو اس ممنوع چیز تک پہنچائے جو کسی فساد پر مشتمل ہو)۔

یہ معنی خاص ہے، اس معنی کے لحاظ سے حرام کے وسیلے کو ذریعہ کہا جائیگا، یعنی جو چیز بالذات ممنوع نہ ہو، لیکن کسی حرام تک پہنچنے کا وسیلہ بنے، اسے ذریعہ کہا جائے گا۔

اس معنی خاص کے لحاظ سے وہ تمام مباح امور جو کسی مفسدہ یا محظور کو متضمن ہوں وہ شرعاً ممنوع ہوں گے، جیسے: بیع عینہ، شراب بنانے والے کو انگور فروخت کرنا، قلیل خمر کا استعمال کرنا خواہ وہ مسکر نہ ہو۔

سد ذریعہ کا یہی مطلب ہیکہ دفع فساد کے لیے وسائل فساد پر بندش کی جائے، لہٰذا ایک فعل فساد سے سالم ہو، لیکن مفضی إلی الفساد ہو تو اس اصول کے مطابق وہ ممنوع ہوگا۔

علامہ ابن رشد نے بھی یہی تعریف کی ہے: "**إن الذرائع هی الأشياء التی ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل المحظور**" (کتاب بیوع الآجال ۲/۳۹) (ذرائع وہ چیزیں ہیں جو بظاہر مباح ہوں اور کسی ممنوع امر تک پہونچانے والی ہوں)۔

تنبیہ: تہذیب الفروق میں ابن العربی سے نقل کیا گیا ہے کہ سد ذریعہ اس وقت شرعاً واجب ہے جب کہ وہ منصوص محظور تک پہونچنے کا وسیلہ بن رہا ہو، جیسا کہ عام اصولیین کے کلام سے معلوم ہوتا ہے، منصوص محظور ضروری نہیں، بلکہ مطلق محظور کا ذریعہ ہونا کافی ہے (تہذیب الفروق والقواعد السنیۃ فی الأسرار الفقہیہ ۲/۴۴)۔

۲-ذریعہ اور سبب کے درمیان فرق:

دونوں کے درمیان فرق دونوں کی تعریف سے واضح ہوگا، ذریعہ کی تعریف تو گذر چکی، یعنی اطلاق عام کے لحاظ سے ہر وہ وسیلہ محمود یا مذموم جو مقصود تک پہونچائے، خواہ مقصود خیر ہو یا شر، اور اطلاق خاص کے لحاظ سے ہر مباح جو کسی شر کا وسیلہ بنے، یہی اس کی حقیقت عرفیہ ہے۔

رہا سبب تو لغۃً ہر وہ چیز سبب کہلاتی ہے جو دوسری چیز تک پہنچنے کا وسیلہ بنے؛ چنانچہ وہ رسی جو نیچے تک پہنچائے یا اوپر چڑھائے "سبب" کہلاتی ہے۔

علامہ قرافیؒ کہتے ہیں: "**أما السبب فی اللغة فهو الحبل وما يتوصل به إلى غيره**" (الفروق ۲/۳۳)۔

"کشف الاسرار علی اصول البزدوی" میں ہے: "**أما السبب فإنه يذكر ويراد به الطريق، قال الله تعالىٰ: "وآتيناه من كل شیء سبباً، فأتبع سبباً." (کہف: ۸۴-۸۵)، أی طريقا، ويذكر ويراد به الباب، قال الله تعالىٰ: "لعلّی أبلغ الأسباب" (غافر: ۳۶) "أسباب السمٰوات" (غافر: ۳۷)، يريد به أبواباً، ويذكر ويراد به الحبل، قال الله تعالىٰ: "فليمدد بسبب إلى السماء ثم ليقطع". (الحج: ۱۵)، أی بحبل إلى السقف. ومعنى ذلك واحد، وهو ما يكون طريقاً إلى الشیء، فإن الباب موصل إلى البيت والحبل موصل إلى الماء**" (کشف الاسرار ۴/۱۶۹-۱۷۰)۔

اصولیین نے اس کی دو تعریفیں کی ہیں:

۱-" وهو أن يكون طريقا للوصول إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصول به".

یعنی جو حکم مطلوب تک پہنچنے کا راستہ بنے، البتہ یہ پہنچنا اس کے ذریعے نہ ہو۔ جیسے راستہ منزل تک پہنچاتا ہے، لیکن یہ رسائی مشی کے ذریعے ہوتی ہے، اور جیسے رسی پانی تک پہنچاتی ہے، لیکن حصول استقاء کے ذریعے ہوتا ہے، یعنی سبب علت کی طرح حکم میں مؤثر نہیں ہوتا۔

۲- "كل وصف ظاهر منضبط دل الدليل السمعي على كونه معرفا لحكم شرعي".

یعنی ہر وہ واضح اور متعین وصف جو حکم شرعی کی شناخت بنے اور اس پر دلالت کرے۔

یہ تعریف عام ہے، علت کو بھی شامل ہے، جیسے: نماز کے لیے وقت، روزے کے لیے ماہِ رمضان، زکوۃ کے لیے نصاب وغیرہ، ان سب پر بھی سبب کا اطلاق حقیقت کے لحاظ سے ہوگا، جب کہ اول تعریف کے مطابق مجازاً ہوگا (دیکھئے: کشف الاسرار ۴/۱۷۰)۔

ذریعہ اور سبب کی تشریح سے یہ معلوم ہوگیا کہ دونوں اس معنی میں مشترک ہیں کہ دونوں کسی دوسرے تک پہونچنے کا وسیلہ بنتے ہیں، البتہ اصطلاحی لحاظ سے معنی مشہور کے پیشِ نظر فرق یہ ہے کہ ذریعہ میں ممنوع تک پہونچنا مقصود ہوتا ہے، جب کہ سبب وہ ہے جس پر دوسری شئی مرتب ہو، خواہ وہ مقصود ہو یا نہ ہو، گویا سبب عام ہے، ذریعہ کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے، جب کسی مکلّف کا مقصود امر مباح سے امر محظور ہو تو وہ سبب بھی ہے اور ذریعہ بھی، اور اگر مقصود نہ ہو تو وہ سبب تو ہے لیکن ذریعہ نہیں، حاصل یہ کہ سبب میں افضاء اور ترتب غیر کے معنی ملحوظ ہیں، جب کہ ذریعہ میں مکلّف کا قصد ملحوظ ہوتا ہے۔ ایسا ہی کچھ مفہوم علامہ ابن تیمیہؒ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

"إذا أفضت (الوسيلة) إلى فساد ليس هو فعلا كإفضاء شرب الخمر إلى السكر، وإفضاء الزنا إلى اختلاط المياه، أو كان الشيء نفسه فساداً كالقتل والظلم، فهذا ليس من هذا الباب، فإنا نعلم أنما حرمت الأشياء لكونها فى نفسها فساداً بحيث تكون هى فى نفسها فيها منفعة وهى مفضية إلى ضرر أكثر منه فتحرم، فإن كان ذلك الفساد فعل محظور سميت ذريعة، وإلا سميت سببا ومقتضيا ونحو ذلك من الأسماء المشهورة" (الفتاوی الکبری ۳/۲۵۶)۔

جب (وسیلہ) فساد تک پہنچائے، لیکن وہ فعل نہ ہو، جیسے شرب خمر سکر تک پہونچاتا ہے، اور زنا اختلاط ماء تک، یا وہ شئ فی نفسہ فساد ہو، جیسے قتل اور ظلم، تو اس باب (ذریعہ) سے نہیں ہے؛ کیوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ اشیاء حرام ہیں ان کی

ذات میں فساد ہونے کی وجہ سے، اس طرح کہ ان میں فی نفسہٖ منفعت ہونے کے ساتھ وہ اس سے بڑے ضرر تک پہونچانے والی ہیں، اس لیے حرام قرار دی گئی ہیں۔ اور اگر وہ فساد فعل ممنوع ہو تو اس کا نام ذریعہ ہوگا، ورنہ اس کو سبب، مقتضی وغیرہ سے موسوم کریں گے جو کہ مشہور ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ مکلّف کا فعل تین قسم کا ہوسکتا ہے:

۱- وہ فعل بذات خود فساد ہو۔ جیسے: قتل اور ظلم۔

۲- وہ فعل مکلّف کے اختیار کے بغیر فساد تک پہنچتا ہو۔ جیسے: خمر سکر کو اور زنا اختلاط کو مستلزم ہے، خواہ مکلّف نہ چاہے۔

۳- وہ فعل فساد پر منتج ہو، لیکن مکلّف کے ارادے اور اختیار سے۔ جیسے: نکاح تحلیل، یعنی نکاح فی نفسہٖ جائز ہے؛ البتہ مکلّف کا مقصود ہی تحلیل ہے تو وہ حرام ہے (گو مسئلہ مختلف فیہ ہے، لیکن حنابلہ اور ابن تیمیہ کی رائے یہی ہے)۔

اول دو قسم ذریعہ میں داخل نہیں؛ کیوں کہ ذریعہ معنیٰ مشہور کے لحاظ سے امر محظور نہیں ہوتا، جب کہ یہ افعال بذات خود ممنوع ہیں، اول میں فی نفسہٖ فساد ہے اور ثانی فسادِ کثیر کو مستلزم ہے، ہاں! اس پر سبب کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ قسم ثالث فی نفسہٖ شرعاً ماذون ہے، لیکن فساد کو مستلزم ہے، اب اگر وہی مقصود ہو تو یہ ممنوع ہوگا، اس پر ذریعہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

ملاحظہ:

شافعیہ تحریم وسائل کے تو قائل ہیں؛ لیکن سد ذریعہ کے قائل نہیں، فرق ان کے نزدیک یہ ہے کہ وسیلہ قطعی طور پر فساد کو مستلزم ہوتا ہے، اس لیے حرام کے وسائل بھی حرام ہیں، جب کہ ذریعہ قطعی طور پر فساد کو مستلزم نہیں ہوتا ہے، اس لیے وہ ممنوع نہیں (حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع للسبکی ۲/۳۹۹)۔

۳- سد ذرائع کے سلسلے میں ائمہ کے مسالک:

مالکیہ اور حنابلہ سد ذریعہ کے قائل ہیں، جب کہ شافعیہ اور حنفیہ اس کے قائل نہیں ہیں، چنانچہ شوکانی فرماتے ہیں:

"قال الباجی: ذهب مالک إلى المنع من الذرائع، وقال أبو حنيفة والشافعي: لا يجوز منعها"

(ارشاد الفحول ۲/ ۱۹۳، نیز دیکھئے: البحر المحیط فی أصول الفقہ للزرکشی ۸/ ۸۹، الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/ ۲۷۶)۔

مالکیہ:

قاضی عیاض مالکیؒ بیوع فاسدہ کے باب میں قواعد پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **"وقد بنی هذا الباب على مراعاة التهمة وعلى أصل من أصول المالكية وهو سد الذرائع، وهما أصلان يصعب انضباطهما"**

(التنبیهات المستنبطة علی الکتب المدونة والمختلطة: مقدمہ،ص۱۹۹، نیز دیکھئے: حاشیۃ الصاوی ۱/۶۱، شرح مختصر خلیل للخرشی ۱/۷)۔

بلکہ مالکیہ نے ''سد ذرائع'' کو ایک اصل شریعت کے مصدر اور دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ ''تنقیح الفصول'' میں علامہ قرافی نے مجتہدین کی ادلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ۱۹/ادلہ کا تذکرہ کیا ہے، ان ہی میں ایک ''سد ذریعہ'' کو بھی شمار کیا ہے (تنقیح الفصول/ص ۴۴۵)۔

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ مذہب مالک کی بنیاد ۱۶/دلیلیں ہیں، ان ہی میں سے ایک ''سد ذرائع'' ہے (البہجۃ ۲/۱۲۶، بحوالہ سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ للدکتور محمد ہاشم البرہانی،ص ۱۲۵، مالک لابی زہرہ: ۳۷۵)۔

علامہ ابوزہرہ کہتے ہیں: **''هذا أصل من الأصول التی أكثر من الاعتماد عليها فی استنباطه الفقهی الإمام مالك وقاربه فی ذلك الإمام أحمد بن حنبل''** (مالک لابی زہرہ: ص۴۳۱)۔

علامہ شاطبی کہتے ہیں: **''وسد الذرائع مطلوب مشروع، وهو أصل من الأصول القطعية فی الشرع''** (الموافقات ۳/۶۱)۔

حنابلہ:

علامہ بہوتی حنبلی فرماتے ہیں: **''الأصل العاشر: سد الذرائع وإبطال الحيل........وقد شدد شيخ الإسلام فی وجوب سدّ الذرائع وإبطال الحيل إلى المحرمات، واقتفاه تلميذه ابن القيم فی إعلام الموقعين بما لا يزيد عليه''** (المنح الشافیات بشرح مفردات الامام احمد ۱/۳۰-۳۱) (دسویں اصل: سد ذرائع اور ابطال حیل...... شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے سد ذرائع اور ابطال حیل کے وجوب میں شدت اور تاکید سے کام لیا ہے، اور ان کے تلمیذ ابن القیم نے ان ہی کے نقش قدم پر چل کر ایسی بحث کی ہے کہ اس پر اضافے کی گنجائش نہیں)۔

علامہ ابن قیم نے سد ذرائع کو دین کا ایک ربع قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: ''احکام تکلیفیہ دو ہیں: امر اور نہی، اور امر دو ہیں: مقصود لنفسہ اور وسیلہ الی المقصود، اور نہی بھی دو ہیں: وہ منہی عنہ جس میں فی نفسہ فساد ہو، اور جو کسی مفسدہ کا وسیلہ ہو، لہٰذا اس لحاظ سے سد ذریعہ جو مفضی الی الحرام ہو؛ دین کا ایک ربع ہے (اعلام الموقعین/۲۰۵)۔

ابوزہرہ کہتے ہیں: **''هذا (سد الذرائع) أصل فقهی اعتمد عليه الحنابلة تابعين لإمامهم، إذ كان أصلا من أصول الفتوى عنده''** (ابن حنبل لابی زہرہ،ص ۳۶۴)۔

شافعیہ:

شافعیہ کی کتب میں اس کی صراحت ہے کہ امام شافعیؒ اس کے قائل نہیں؛ چنانچہ ابن حجر ہیتمی نے ''تحفۃ المنہاج''

میں ابن الحاج مالکی سے اولاً ایک مسئلہ نقل کیا ہے:"**یحرم علی من رأی امرأۃ أعجبتہ وأتی امرأتہ جعل تلک الصورۃ بین عینیہ، وھذا نوع من الزنا، کما قال علماؤنا فی من أخذ کوزاً یشرب منہ فتصور بین عینیہ أنہ خمر فشربہ أن ذلک الماء یصیر حراما علیہ**"۔

پھر اس کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"**وردہ بعض المتأخرین بأنہ فی غایۃ البعد، ولا دلیل علیہ وإنما بناہ علی قاعدۃ مذھبہ فی سد الذرائع، وأصحابنا لایقولون بہ، ووافقہ الإمام أحمد الزاھد وھو شافعی غفلۃ عن ھذا البناء**"(تحفۃ المحتاج فی شرح المنہاج ۷/۲۰۶)۔

حتی کہ ابن الرفعہ نے امام شافعیؒ کے ایک قول سے اس اصل کی تخریج کی کوشش کی کہ امام بھی اس کے قائل ہیں، تو امام محی الدین نووی وغیرہ نے اس کی تردید فرمائی (دیکھئے:المجموع شرح المہذب ۱۰/۱۵۹، حاشیۃ العطار علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع ۲/۳۹۹، الاشباہ والنظائر للسبکی ۱/۱۲۰)۔

تاہم شافعیہ کے یہاں بہت سی فروع اور جزئیات کی تخریج میں اس اصل کی رعایت ملتی ہے، جن کا تذکرہ آئندہ کیا جائے گا۔

حنفیہ:

حنفیہ کے یہاں بطور اصل یا قاعدہ کے اس کا تذکرہ نہیں ملتا، تاہم شافعیہ کی طرح تردید بھی نہیں ملتی؛ بلکہ اس کے برعکس بہت سے احکام کی یہی بنیاد ملتی ہے، حتی کہ بعض متاخرین؛ جیسے علامہ حموی، ابن عابدین کے یہاں اس کے اصل ہونے کی صراحت ملتی ہے (دیکھئے:غمز عیون الابصار فی شرح الاشباہ والنظائر ۴/۱۲۵، حاشیہ ابن عابدین ۳/۱۹۴، ۴/۸۹)۔

دلائل ائمہ:

جو حضرات"سد ذرائع" کی حجیت کے قائل ہیں، انہوں نے متعدد آیات قرآنیہ اور سنت نبویہ سے استدلال کیا ہے۔

آیات قرآنیہ:

(الف) "**یأیھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا**" (البقرۃ:۱۵۴)۔

یہود کلمۂ"راعنا" نبی کریم ﷺ کے لیے دشنام کے طور پر استعمال کرتے تھے، تو مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا، اگرچہ وہ بدنیتی اور فریب کے ساتھ استعمال نہیں کرتے تھے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:"**فی ھذہ الآیۃ دلیلان .... الدلیل الثانی: التمسک بسد الذرائع وحمایتھا وھو مذھب مالک وأصحابہ وأحمد بن حنبل فی روایۃ عنہ، وقد دلّ علی ھذا الأصل الکتاب والسنۃ**"(الجامع لأحکام القرآن ۲/۱۵۷)۔

(ب) "ولا تسبّوا الذین یدعون من دون الله فیسبّوا الله عدواً بغیر علم" (الانعام:۱۰۸)۔

احکام القرآن میں ہے:"فی هذه الآیة ......دلیل علی وجوب الحکم بسدّ الذرائع"(الجامع الأحکام ۶۱/۷)۔

(ج)" واسألهم عن القریة التی کانت حاضرة البحر إلخ"۔

اس آیت میں یہود کی مذمت کی جارہی ہے، ان کے اس عمل پر کہ وہ مچھلیاں پکڑنے کے لیے حیلہ کرتے تھے، اس سے قرطبی نے" سد ذرائع" کے اعتبار پر استدلال کیا ہے (دیکھئے: الجامع لاحکام القرآن ۳۰۷/۷)۔

سنت نبویہ:

ابن تیمیہ نے سنن قولیہ وفعلیہ سے اس پر بہت سے شواہد پیش کیے ہیں:

(الف) نبی کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی کسی کے والد کو گالی دے؛ کیوں کہ یہ اپنے والدین کو گالی دینے کا ذریعہ بنے گا (رواہ البخاری: ۵۶۳۶، مسلم: ۱۵۵)۔

(ب) آپ ﷺ نے" بیع وسلف" سے منع فرمایا؛ کیوں کہ یہ ربا کا ذریعہ ہے (ابوداؤد: ۳۵۰۴، الترمذی: ۱۲۳۴)۔

(ج) شارع نے قاتل کو میراث سے محروم قرار دیا؛ تاکہ کوئی قتل کو تعجیل میراث کا ذریعہ نہ بنا سکے (ابوداؤد: ۴۵۶۴ وغیرہ)۔

(د) نبی کریم ﷺ نے دائن کو مدیون کے ہدیے سے منع کردیا؛ تاکہ کوئی اس کو ربا کا ذریعہ نہ بنائے (ابن ماجہ: ۲۴۳۲)۔

ان کے علاوہ ابن قیم نے ۹۹/دلائل وشواہد کا تذکرہ کیا ہے (دیکھئے: اعلام الموقعین ۱۱۰/۳-۱۲۶)۔

یہ اصل عقل وفطرت کے بھی مطابق ہے، جیسا کہ" الموسوعۃ الفقہیۃ" میں ہے:

اگر محرمات کے وسائل کو مباح قرار دے دیا جائے تو تحریم کی بنیاد ہی منہدم ہوجائیگی، اور شارع کی حکمت کبھی بھی اس کو گوارا نہیں کرسکتی، بلکہ یہ چیز تو دنیا کے اہل سیاست بھی قبول نہیں کریں گے، اپنے لشکر یا رعایا کو کسی چیز سے منع کر کے اس کے وسائل وطرق کی اجازت دے دینا یہ دو متضاد حکم ہوں گے، ایسے ہی اطباء جب کسی بیماری کو جڑ سے کاٹنا چاہتے ہیں تو اس کے اسباب و وسائل پر بھی پابندی عائد کردیتے ہیں، ورنہ ان کا مقصود ہی فساد کا طلب گار ہوجائیگا (دیکھئے: الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷۷/۲۴)۔

جو فقہاء سد ذرائع کو حجت نہیں مانتے ہیں، ان کے پیش نظر یہ چند امور ہیں:

(۱) ذرائع اور مسائل میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے، کبھی وہ حرام ہوتے ہیں تو کبھی واجب، کبھی مکروہ تو کبھی مندوب یا مباح۔ (۲) مصالح ومفاسد کی قوت وضعف کے لحاظ سے اور وسیلے کے خفاء وظہور کے اعتبار سے ان میں اختلاف ہوتا ہے، لہٰذا اس لحاظ سے نہ ان کے اعتبار کا کلی دعویٰ کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کے الغاء کا کلی دعویٰ ممکن ہے۔ (۳) شرع کا حکم ظاہر کے لحاظ سے ہوتا ہے، جیسے: منافق کا ظاہری ایمان دنیا کی حد تک معتبر ہے، اور علامت زنا کے باوجود زوجین سے حد ساقط ہوجاتی ہے اور لعان کا حکم ہوتا ہے، اسی لیے امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

"هذا يبطل حكم الدلالة التى هى أقوى من الذرائع، فإذا أبطل الأقوى من الدلائل أبطل الأضعف مع الذرائع كلها" (الامام الشافعی ۲۷۰/۷، الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷۸/۲۴)۔

یعنی مذکورہ احکام میں جب واضح علامات کا اعتبار نہیں کیا گیا جو ذرائع کی بہ نسبت اقویٰ ہیں، تو معلوم ہوا کہ شرعاً وسائل کا اعتبار نہیں ہوگا۔

ملاحظہ:

یہ ائمہ کے مسالک اور ان کے دلائل کی تفصیل ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمام ہی ائمہ کسی نہ کسی درجے میں "سد ذریعہ" کی حجیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

علامہ قرافی فرماتے ہیں: **"ليس سد الذرائع خاصا بمالک كما يتوهمه كثير من المالكية، بل قال بها هو أكثر من غيره وأصل سدها مجمع عليه"** (الفروق ۳۲/۲، تہذیب الفروق ۴۳/۲)۔

شاطبی کا بیان ہے: **"إن سد الذرائع أصل شرعى قطعى متفق عليه فى الجملة، وإن اختلف العلماء فى تفاصيله، وقد عمل به السلف بناء على ما تكرر من التواتر المعنوى فى نوازل متعددة دلت على عمومات معنوية، وإن كانت النوازل خاصة ولكنها كثيرة"** (الموافقات ۴۵/۲)۔

سد ذریعہ ایک قطعی اصل شرعی ہے، جس پر فی الجملہ اتفاق ہے، اگر چہ اس کی تفصیل میں علماء کے مابین اختلاف ہے، اور سلف اس پر عمل پیرا رہے ہیں، متعدد واقعات میں تواتر معنوی کے ساتھ اس کا اعتبار اس کے مفہوم کے عام ہونے کی دلیل ہے، اگر چہ وہ مخصوص واقعات ہیں؛ لیکن کثیر تعداد میں ہیں۔

علامہ قرطبی کے حوالے سے قاضی شوکانی نے لکھا ہے: **"سد الذرائع ذهب إليه مالک وأصحابه، وخالفه أكثر الناس تأصيلاً وعملوا عليه فى أكثر فروعهم تفصيلاً"** (الموافقات ۴۵/۲)۔

ابوزہرہ نے لکھا ہے: **"ومن المحقق أن جميع العلماء يأخذون بسد الذرائع، وإن لم يسموه بهذا**

الإسم، نعم! خالفوا المالكية فی تطبیقها علی بعض الفروع"(مالک:ص ۴۴۴ومابعدہ)۔

حقیقت یہ ہے کہ تمام علماء سد ذرائع کو اپناتے ہیں، اگر چہ وہ اسے اس نام سے موسوم نہیں کرتے، ہاں! انہوں نے بعض جزئیات پر اس کے انطباق پر مالکیہ کی مخالفت کی ہے۔

۴-ذرائع کی تقسیم و درجات اور محل نزاع کی تعیین:

علامہ شاطبی نے موافقات میں ذرائع کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) وہ ذرائع جو قطعی طور پر مفسدہ تک پہونچانے والے ہوں، جیسے: کسی کے دروازے پر یا پیچ راستے میں کنواں کھودنا کہ لامحالہ گھر سے نکلنے والا یا راستہ چلنے والا اس میں گریگا۔

(۲) وہ ذرائع جن کا مفضی الی الفساد ہونا نادر ہو۔ جیسے: کنواں کھودنا ایسی جگہ پر جو عام راستہ نہ ہو۔

(۳) وہ ذرائع جن کا مفضی الی الفساد ہونا اغلبی ہو، یعنی فساد کا ظن غالب ہو۔ جیسے: جنگ کے زمانے میں دشمنوں کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا، یہاں ظن غالب ہے کہ یہ ہتھیار مسلمانوں کے خلاف استعمال ہوں گے، یا ایسے شخص کے ہاتھ انگور فروخت کرنا جو خمر بناتا ہے۔

(۴) وہ ذرائع جو فساد کا سبب بن سکتے ہوں، لیکن نہ اغلبی ہوں نہ نادر، جیسے کہ بعض انواع جو کبھی ربآ کا سبب بن جاتی ہیں، لیکن وہ نہ اکثری ہے نہ نادر ہے (الموافقات ۳/ ۷۴-۷۷)۔

علامہ ابن قیم نے بھی چار قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) وہ وسیلہ جس کی وضع ہی فساد کے لیے ہوئی ہو، یعنی جو طبعاً مفضی الی الفساد ہو۔ جیسے: شرب سکر مفضی الی السکر ہے، زنآ اختلاط ماء اور فساد فراش کو مفضی ہے۔

(۲) وہ وسیلہ جس کی وضع تو مباح کے لیے ہوئی ہو، لیکن کوئی اسے فساد کے لیے استعمال کرے، یعنی مباشر کا قصد ہی فاسد ہو۔ جیسے: نکاح کرنا اور مقصد تحلیل ہو، یا بیع سے مقصود ربآ ہو۔

(۳) وہ وسیلہ جو مباح کے لیے موضوع ہو اور فساد مقصود بھی نہ ہو، لیکن وہ اغلبی لحاظ سے مفضی الی الفساد ہو، اور فساد مصلحت پر غالب ہو۔ جیسے: اوقات نہی میں نماز پڑھنا، مشرکین کے سامنے ان کے بتوں کو گالی دینا۔

(۴) وسیلہ مباح کبھی فساد کو مستلزم ہو، اور مصلحت فساد پر غالب ہو۔ جیسے: نظر الی المخطوبہ (اعلام الموقعین ۳/ ۱۰۹)۔

علامہ ابن قیم نے اس تقسیم میں خمر، زنا وغیرہ کو بھی شمار کیا ہے کہ ان کی وضع ہی شر و فساد کے لیے ہوئی ہے۔ یعنی قسم اول میں جن امور کی طرف اشارہ کیا ہے، جمہور کے نزدیک وہ ذرائع و وسائل کی قبیل سے نہیں ہیں؛ بلکہ وہ بذاتہ فساد و شر ہیں،

اسی لیے شاطبی کی تقسیم میں اس کا تذکرہ نہیں ہے، ایسے ہی ابن قیم نے ''اگر مباح سے مقصود فساد ہو'' اسے مستقل شمار کیا ہے، جیسے: نکاح تحلیل، دیگر حضرات نے غالباً مفضی الی الفساد نادراً میں اسے شامل کیا ہے۔

مذکورہ اقسام کا حکم اور محل نزاع کی تعیین:

(الف) وہ ذرائع جو بالاجماع مسدود وممنوع نہیں۔ جیسے: خمر کے اندیشے سے انگور کی زراعت کی ممانعت، یا زنا کے اندیشے سے پڑوس میں رہنے کی ممانعت، ان کے علاوہ ایسے اسباب وذرائع جن میں فساد کا خطرہ نادر ہو۔

''موافقات'' میں ہے: **"وهو ما يكون أداؤه إلى المفسدة نادرا فهو على أصله من الإذن، لأن المصلحة إذا كانت غالبة، فلا اعتبار بالندور فى انخرامها، إذ لا توجد فى العادة مصلحة عرية عن المفسدة جملة .....ولا يعدّ هنا قصد القاصد إلى جلب المصلحة أو دفع المفسدة مع معرفته بندور المضرة عن ذلک ......والدليل على ذلک أن ضوابط المشروعات هكذا وجدناها، كالقضاء بالشهادة فى الدماء والأموال والفروج، مع إمكان الكذب والوهم والغلط"** (الموافقات للشاطبی ۳/۷۴)۔

جس ذریعے کا فساد تک پہونچانا نادر ہو، تو وہ اصل کے مطابق ماذون ہوگا، اس لیے کہ جب مصلحت غالب ہو تو فساد کے نادر ہونے کی وجہ سے اس کی روک تھام کا اعتبار نہیں ہوگا؛ کیوں کہ عادۃً کوئی مصلحت کسی معمولی فساد سے خالی نہیں ہوتی......اور یہاں جلب مصلحت یا رفع فساد کی نیت کا بھی اعتبار نہیں؛ کیوں کہ یہ متعین ہے کہ فساد نادر ہے......اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم شریعت کے ضوابط کو اسی طرح پاتے ہیں، جیسے: خون، مال اور عصمت کے سلسلے میں گواہی پر فیصلہ ہوگا، حالاں کہ جھوٹ، اشتباہ اور غلطی کا امکان ہے۔

(ب) وہ ذرائع جو بالاجماع مسدود وممنوع ہیں، جیسے: مشرکین کے درمیان سبّ اصنام، راستے میں کنواں کھودنا جہاں کسی کے گرنے کا یقین یا ظن غالب ہو، یا لوگوں کے کھانے میں زہر شامل کرنا، جب کہ معلوم ہے کہ لوگ اس کھانے کو استعمال کریں گے، یعنی جہاں فساد قطعی ہو یا ظن غالب کے درجے میں ہو، اور اسی میں منصوص صورتیں بھی داخل ہیں؛ کیوں کہ وہاں بھی فساد قطعی ہوگا یا ظن غالب کے درجے میں ہوگا۔

علامہ شاطبی کہتے ہیں: **"ما يكون أداؤه إلى المفسدة ظنيا فيحتمل الخلاف، ولكن اعتبار الظن هو الأرجح لأمور: أحدها أن الظن فى أبواب العمليات جار مجرى العلم، فالظاهر جريانه هنا، والثانى أن المنصوص عليه من سدّ الذرائع داخل فى هذا القسم ....والثالث أنه داخل فى التعاون على الإثم والعدوان المنهى عنه، والحاصل من هذا القسم أن الظن بالمفسدة والضرر لايقوم مقام القصد إليه"**.

جو ذریعہ فساد تک مؤدی ہو ظن غالب کے لحاظ سے تو وہاں اختلاف کا احتمال ہے، لیکن ظن غالب کا احتمال ہی راجح ہے، ایک تو اس لیے کہ احکام عملیہ میں ظن یقین کے درجے میں ہوتا ہے، تو ظاہر ہے کہ یہاں بھی یہی ہوگا، دوسرے یہ کہ سدّ ذرائع کی منصوص صورتیں اسی قسم میں داخل ہیں، ......اور تیسرے یہ کہ یہ تعاون علی الاثم میں داخل ہے جو ممنوع ہے، ...... حاصل یہ کہ اس قسم میں فساد وضرر کا گمان قصد کے قائم مقام نہیں ہوگا (یہ حقیقت میں مؤلف کے بیان کے مطابق ''قسم خامس'' جہاں فساد قطعی ہو اس سے فرق کی طرف اشارہ ہے)۔

(ج) وہ ذرائع جن کے مسدود ہونے میں اختلاف ہے، جیسے: اجنبیہ کی طرف دیکھنا یا اس کے ساتھ بات چیت کرنا یہ زنا کا ذریعہ بن سکتا ہے، یا بیوع مؤجلہ کہ وہ ربا کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔

اس قسم میں وہ ذرائع داخل ہوں گے جن کا مؤدی الی الفساد ہونا نہ غالب ہو نہ نادر ہو، لیکن بن سکتا ہو، جیسے: مذکورہ مثال میں نظر إلی المخطوبۃ ستر والے حصے (عورۃ) کی طرف ہو یا اس کے علاوہ کی طرف شہوت کے ساتھ ہو، تب تو یہ قسم ثانی میں داخل ہے یعنی ممنوع ہے۔ اول منصوص ہے اور ثانی مجمع علیہ ہے؛ کیوں کہ یہ یقینی یا اغلبی طور پر امر محظور کا سبب ہے، لیکن تیسری صورت ''غیر عورت کی طرف نظر بلا شہوت'' ہو تو یہ تیسری صورت میں داخل ہے اور مختلف فیہ ہے۔ (ہاں! زمانے کے اختلاف اور فساد کے غلبے کی وجہ سے یہ صورت بھی اب قسم ثانی میں داخل ہے، بہر حال! یہاں اس مخصوص صورت سے بحث مقصود نہیں ہے)۔

امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور علامہ ابن حزم وغیرہ اس تیسری قسم کو سد ذرائع کے حکم میں شامل نہیں کرتے ہیں؛ کیوں کہ فساد غالب نہیں ہے، اور اعتبار غالب ہی کا ہوتا ہے، جب کہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ اس کو سد ذرائع میں داخل کرتے ہیں؛ کیوں کہ بسا اوقات یہ ذرائع فساد کا سبب بن جاتے ہیں، اور شریعت میں اس کے نظائر وشواہد ہیں کہ اسی وجہ سے بعض امور کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، جیسے: اجنبیہ کے ساتھ خلوت اور اجنبی مرد کے ساتھ عورت کو سفر کرنے سے منع کر دیا، اسی لیے کہ فتنے کا ذریعہ بن سکتا ہے، حالانکہ فتنہ غالب نہیں۔

علامہ شاطبی کہتے ہیں: وہ ذریعہ جو بسا اوقات مؤدی الی الفساد ہو، نہ غالب ہو نہ نادر، تو یہ محل غور اور موضع اشتباہ ہے۔ اصل اس باب میں یہ ہے کہ اسے اصل اباحت واذن پر محمول کیا جائے، شافعی وغیرہ کا یہ مذہب ہے، نیز اس لیے کہ فساد کے وقوع کا ظن اور یقین دونوں منتفی ہیں، چنانچہ یہاں وقوع اور عدم وقوع کا محض احتمال ہے، اور کوئی قرینہ بھی نہیں جو ایک احتمال کو دوسرے پر ترجیح دے، ......مگر امام مالک نے سد ذرائع میں اس کا اعتبار کیا ہے، اس لیے کہ اکثر فساد مقصود ہوتا ہے؛ کیوں کہ قصد اگر چہ فی نفسہٖ منضبط نہیں کہ اس کا تعلق امور باطنیہ سے ہے، لیکن یہ اس کا میدان ہے کہ اکثر فساد ہوتا ہے، یا اس

کا گمان ہے، تو جیسے گمان کا اعتبار کیا جاتا ہے، حالاں کہ تخلف ممکن ہے، تو اسی طرح کثرت کا اعتبار کیا جائے گا، اس لیے کہ کثرت قصد کا میدان ہے اور اس کی ایک اصل بھی ہے، اور وہ زید بن ارقم کی ام ولد والی حدیث (جس میں بیع بالشرط کا واقعہ ہے)، نیز حکم علت کی بناء پر مشروع ہوتا ہے، حالاں کہ بہت سی مرتبہ علت (حکمت) مفقود ہوتی ہے، جیسے: حد خمر زجر کے لیے مشروع ہے، زجر و تنبیہ ہونا کثیر ہے، غالب نہیں، تو حکم میں اصل کے خلاف کثرت کا اعتبار کیا گیا، حالاں کہ اصل یہ کہ انسان کو ضرر و الم پہونچانے سے محفوظ رکھا جائے، جیسے ہمارے مسئلے میں اصل اذن ہے، لیکن یہاں حکمت زجر کی وجہ سے حکم اصل سے خارج ہو گیا ہے، تو وہاں بھی حکم اصل اباحت سے سد ذریعہ کی حکمت کی وجہ سے خارج ہوگا۔

حاصل یہ کہ محل نزاع ذرائع کی وہ قسم ہے جو کثرت سے مفضی الی الفساد ہو، لیکن وہ کثرت اس درجہ نہ ہو کہ عقل اس کو فساد کا سبب ظن غالب کے درجے میں تصور کرے، تو امام ابوحنیفہؒ و شافعیؒ اس کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور اس کی مندرجۂ ذیل وجوہ ہیں:

(الف) اصل اباحت و اذن ہے، اس لیے موضع اشتباہ میں حکم اصل کے مطابق ہوگا۔

(ب) حکم کا مدار یقین یا ظن غالب پر ہوتا ہے، اور یہاں دونوں مفقود ہیں۔

(ج) فساد کا وقوع و عدم وقوع دونوں محتمل ہیں، اور کوئی قرینہ مرجحہ بھی نہیں۔

(د) مباشر نے فساد ہی کا قصد کیا ہو، یہ محض احتمال ہے، مذکورہ عوارض کی وجہ سے احتمال قصد حقیقت قصد کے قائم مقام نہیں ہوگا، نیز یہاں مکلّف کو کوتاہ اور لاپرواہ بھی شمار نہیں کیا جا سکتا؛ کیوں کہ قصد بھی محتمل ہے اور فساد بھی محتمل ہے، غالب نہیں ہے، ہاں! جب فساد قطعی یا ظن غالب کے درجے میں ہو تو پھر قصد اور تقصیر ہی پر اسے محمول کیا جائیگا۔

جب کہ امام مالک و احمد نے ''سد ذرائع'' میں اس قسم کا بھی اعتبار کیا ہے اور ان کے پیش نظر مندرجۂ ذیل وجوہ ہیں:

(الف) کثرت وقوع حکم کی بنیاد کے لیے کافی ہے، اگرچہ وقوع یقینی یا ظن غالب کے درجے میں نہ ہو، بلکہ عدم وقوع کا احتمال موجود ہو، جیسے: حدود کی مشروعیت زجر و تنبیہ کے لیے ہے اور اقامت حدود کی بناء پر زجر و تنبیہ کا حاصل ہونا اغلبی نہیں بلکہ کثیر ہے، اور یہ احتمال موجود ہے کہ زجر حاصل نہ ہو، پھر بھی اصل (عصمت انسان) کے خلاف اس کثرت کا اعتبار کیا گیا اور حد مشروع کی گئی تو اسی طرح یہاں بھی اصل (اباحت) کے خلاف ''سد ذریعہ'' کی حکمت کی بناء پر اس کثرت کا اعتبار کیا جائے گا۔

(ب) فساد کی کثرت کے لحاظ سے یہ قسم ثالث قسم ثانی کے ساتھ مشترک ہے؛ کیوں کہ وہاں بھی فساد کا وقوع

کثرت سے ہوتا ہے، اس لیے دونوں قسم کا حکم بھی مشترک ہوگا۔

(ج) بہت سی نصوص اس پر دلالت کرتی ہیں۔ جیسے: خلیطین (دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنانا، جیسے: کشمش اور کھجور) کی ممانعت، تین دن کے بعد نبیذ کو استعمال کرنے کی ممانعت، ان برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت جن میں یہ علم نہ ہو سکے کہ نبیذ خمر میں تبدیل ہو چکی ہے، اجنبیہ کے ساتھ خلوت کی ممانعت، بلا محرم سفر کی ممانعت، قبروں پر تعمیر مسجد کی ممانعت، نکاح میں پھوپھی اور بھتیجی کو جمع کرنے کی ممانعت وغیرہ وغیرہ، یہ سب ممانعت اسی لیے ہیں کہ فساد کا ذریعہ بن سکتا ہے اور کوئی اس کو فساد کا ذریعہ بنا سکتا ہے، حالاں کہ فساد نہ غالب ہے اور نہ یقینی ہے۔

۵- مذاہب اربعہ میں سد ذرائع کے شواہد:

یہ بات گذر چکی ہے کہ تمام ہی فقہاء سد ذرائع کے قائل ہیں، خواہ اس اصل کو اس نام سے موسوم نہ کرتے ہوں، جیسے: حنفیہ متقدمین، اور خواہ وہ اس کی نفی و تردید کرتے ہوں، جیسے: شافعیہ، لیکن کسی نہ کسی درجے میں بہت سے مواقع میں وہ حکم کی بنیاد اسی اصل و قاعدے پر رکھتے ہیں۔ ذیل میں اس کے شواہد و نظائر پیش کیے جا رہے ہیں:

مالکیہ:

مالکیہ نے اس ضابطے کی تطبیق میں سب سے زیادہ توسع سے کام لیا ہے، حتی کہ مبالغہ کیا ہے، اسی لیے بعض نے اس کو مذہب مالکی کی خصوصیت قرار دیا ہے، لیکن گذر چکا کہ علی الاطلاق یہ ان کی خصوصیت نہیں، ہاں! جب ذریعہ نہ حتمی ہو نہ اغلبی تو پھر اس کا اعتبار ایک درجے میں مالکیہ کا امتیاز ہے، حنابلہ اگرچہ ان کے ساتھ شریک نظر آتے ہیں، تاہم ایسے موقع میں ان کا دوسرا قول جمہور کے موافق ہوتا ہے۔

ان کے یہاں سد ذرائع کی تطبیق میں سب سے واضح مثال وہ عقود ہیں جو ربا کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جیسے: بیوع الآجال، بیع مالا یجوز متفاضلاً، بیع وسلف، بیع ذہب وعرض بذہب، ضع وتعجل، بیع طعام قبل الاستیفاء، بیع صرف، أنظرني أزدك۔ یہ صورتیں مذہب مالکی میں اصول ربا ہیں (دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۱۶۱/۳، سد ذرائع از قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ)۔

ان میں سے کچھ کی وضاحت ذیل میں کی جا رہی ہے:

(الف) کسی نے دو چیزوں کو دو دینار کے عوض ایک ماہ کی مدت پر ادھار خریدا، پھر ان دو میں سے ایک کو دو دینار کے عوض نقد خرید لیا تو یہ جائز نہیں ہے، یہ نتیجتاً ایسا ہوا کہ ایک چیز ایک دینار میں ادھار فروخت کی اور عہد کیا کہ مدت پر وہ دینار دے گا، یہ بیع وسلف کی ایک صورت ہے۔

(ب) ایک شخص نے ایک سامان سو دینار میں ادھار فروخت کیا، پھر مشتری اقالے کا مطالبہ کرتا ہے کہ میں دس

دینار نقد یا پہلی مدت سے لمبی مدت پر ادھار ادا کروں گا، تو یہ جائز نہیں؛ کیوں کہ اگر دس دینار ادھار ہے تو گویا سونے کو ادھار فروخت کرنے کا ذریعہ بنتا ہے اور نقد کی صورت میں ''مدعجوۃ'' والی صورت کا ذریعہ بنتا ہے۔

(ج) ایک شخص کے ذمہ مسلم فیہ ہے غلے کی شکل میں اور دوسرے کے ذمہ اتنی مقدار غلہ قرض ہے اور دونوں مقاصہ کرنا چاہیں تو یہ درست نہیں؛ کیوں کہ یہ بیع الطعام قبل الاستیفاء کا ذریعہ ہے۔

(د) شوال کے چھ روزے کی کراہت اور جمعہ کی فجر میں سورۂ سجدہ کی قراءت کو مکروہ قرار دینا، اس اندیشے سے کہ کوئی ان کے واجب ہونے کا گمان کریگا، یہ مبالغے کی مثالیں ہیں؛ کیوں کہ ان دونوں کا استحباب حدیث صحیح سے ثابت ہے (دیکھئے: سد الذرائع از ہشام برہانی رص ۶۱۵-۶۳۸)۔

حنابلہ:

اس اصل کی بیشتر جزئیات وفروعات میں حنابلہ مالکیہ کے موافق نظر آتے ہیں؛ تاہم وہ کثرت نہیں جو مالکیہ کے یہاں ملتی ہے۔ فقہ حنبلی کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(الف) ثمن مؤجل کے ساتھ کوئی سامان بیچا اور مشتری سے اس سے کم ثمن میں نقد خرید لیا تو یہ جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ ربا کا ذریعہ ہے۔

(ب) ایسے شخص سے سامان خریدنا جو رعایت کرتے ہوئے سستا بیچ دیگا؛ مکروہ ہے، چنانچہ اپنے پڑوسی سے خریدنا امام احمد کے نزدیک مکروہ ہے، جیسے: حدیث میں ''طعام متبارعین'' کی ممانعت ہے۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ دونوں نہی سد ذریعہ کو متضمن ہیں۔

(ج) دار الحرب میں قیدی اور تاجر کے لیے نکاح کرنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ یہ ارقاق ولد کا ذریعہ ہوسکتا ہے، جیسے: جو نکاح حرۃ پر قادر ہو تو اس کے لیے باندی سے نکاح ممنوع ہے۔

(د) اگر کسی نے بھوکے کو کھانا نہیں دیا، حتی کہ وہ مر گیا، تو اس پر دیت واجب ہوگی؛ حالاں کہ وہ قاتل عمد یا خطا نہیں ہے، لیکن کھانا نہ دینا موت کا سبب وذریعہ ہے، لہٰذا مسبب ہونے کی حیثیت سے دیت واجب ہوگی (دیکھئے: ابن حنبل للامام ابو زہرہ، ص ۳۶۴ وما بعدہ)۔

شافعیہ:

امام شافعی اور ان کے اصحاب نے ''سد ذرائع'' اصل کی تردید کی ہے، اور اس کی حجیت کا انکار کیا ہے۔

چنانچہ امام شافعی سے منقول ہے: احکام ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں، اور اللہ ہی ولی غیب ہے، جو شخص لوگوں پر باطنی اور

پوشیدہ حالت کے لحاظ سے حکم لگاتا ہے وہ اپنے لیے اس امر کو اختیار کر رہا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو منع کر دیا الخ (ابن حنبل ص ۳۷۵)۔

گویا سد ذرائع کے قائلین غایت، مقصد یعنی نیت اور نتائج کے اعتبار سے حکم مرتب کرتے ہیں، جب کہ شافعیہ ان امور سے صرف نظر محض ظاہر الفاظ اور مادی احوال کے لحاظ سے حکم لگاتے ہیں۔

تاہم بعض جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ''سد ذرائع'' کے لحاظ سے غایت و مآل کے پیش نظر حکم لگایا گیا ہے۔ مثلاً:

(الف) جمعہ کے دن معذورین کے لیے ظہر کی نماز جماعت سے ادا کرنا مستحب نہیں ہے، اور اگر جماعت کریں تو اخفاء مستحب ہے، تاکہ وہ دین کے لحاظ سے متہم نہ ہوں اور ان پر ترک جماعت کا الزام نہ لگے، یعنی دفع تہمت کے لیے اخفاء کا حکم ہے، گویا غایت کے لحاظ سے حکم لگایا گیا ہے۔

(ب) کسی نے عذر کی وجہ سے روزہ افطار کیا ہے تو اسے ایسے لوگوں کے سامنے کھانے سے منع کیا جائیگا جو اس کے عذر کو نہ جانتے ہوں؛ تاکہ فسق و معصیت کی تہمت کا ذریعہ نہ بنے۔

(ج) اگر کفار بچوں اور عورتوں کو ڈھال بنالیں تب بھی قتال جائز ہے؛ کیوں کہ ان کو بچانا ترک جہاد یا کفار کے غلبے کا سبب بنے گا۔

(د) اجیر مشترک پر ضمان نہیں ہے، لیکن فساد احوال کی وجہ سے فتوی نہیں دیا جائیگا (دیکھئے: سد ذرائع - وہبہ زحیلیؒ)۔

ہشام برہانی کہتے ہیں کہ شافعیہ کے یہاں بہت سے قواعد مسلم ہیں جو سد ذرائع ہی کی اساس پر مبنی ہیں۔ جیسے:

(۱)''جلب المصالح ودرء المفاسد .(۲) اعتبار المآل .(۳) ما قارب الشيء يعطى حكمه .(۴) المتوقع يجعل كالواقع .(۵) ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب .(۶) اعتبار التهم .(۷) اعتبار الشبهات والأخذ بالاحتياط .(۸) من استعجل شيئا قبل أوانه عوقب بحرمانه .(۹) ما حرم استعماله حرم اتخاذه. (۱۰) ما حرم أخذه حرم إعطاؤه'' (تفصیل کے لئے دیکھئے: سد الذریعۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ، ہشام برہانی ص ۶۹۴-۷۰۲)۔

حنفیہ:

حنفیہ کے یہاں قواعد فقہیہ میں صراحت کے ساتھ اس اصل کا تذکرہ نہیں ملتا؛ تاہم بعض قواعد ضرور ایسے پائے جاتے ہیں جو ''سد ذرائع'' کے مقصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ ذیل میں اس کی کچھ وضاحت پیش کی جارہی ہے:

(الف) حنفیہ کے یہاں اجتہاد کا ایک امتیازی ماخذ ''استحسان'' ہے، جس کا اصل مقصود احکام میں مصلحت عامہ کی

رعایت ہے؛ چنانچہ سرخسی ''استحسان'' کی حقیقت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''**الاستحسان ترک القیاس والأخذ بما هو أوفق للناس**''(المبسوط ۱۰/۱۴۵، چار فقہی مسائل از مولانا خالد سیف اللہ رحمانی/ص ۴۰)۔

اور ظاہر ہے کہ ''سد ذرائع'' کی اساس بھی یہی ہے کہ احکام میں نفع عام یا دفعِ فسادِ عام کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

چنانچہ ابوزہرہ کہتے ہیں:''**فمبدأ سدّ الذرائع لا ينظر فقط إلى النيات والمقاصد الشخصية، بل يقصد مع ذلک إلى النفع العام أو إلى دفع الفساد العام**''(مالک:ص ۴۳۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک ''استحسان'' ایک جامع ماخذ ہے، جو''سد ذریعہ' وغیرہ اصول کو بھی متضمن ہے۔

(ب) حنفیہ کے یہاں فقہی قواعد میں ایسے ضوابط موجود ہیں، جن میں ''سد ذریعہ'' اصل کی روح موجود ہیں۔ مثلاً:

(۱) ''**ما أدّى إلى الحرام فهو حرام**''۔

علامہ کاسانی نے عورت کے لیے گھر سے باہر نکلنے کے سلسلے میں یہ مسئلہ ذکر کیا کہ نوجوان عورت کے لیے جماعت کی غرض سے گھر سے نکلنا جائز نہیں، اور اس کی علت یوں بیان فرمائی:''**لأن فيه خوف الفتنة، والفتنة حرام، وما أدّى إلى الحرام فهو حرام**''(۱/۱۵۱)۔

(۲)'' **سبب الحرام حرام**''۔

استمتاع بالحائض کے سلسلے میں علامہ کاسانی کہتے ہیں کہ فوق الرکبہ بھی جائز نہیں ہے۔

''**الاستمتاع به سبب الوقوع فی الحرام، وسبب الحرام حرام**''(بدائع ۵/۱۱۹، کتاب الاستحسان)۔

(۳) ''**الوسيلة إلى الحرام حرام**''۔

جیسے: باندی کے ساتھ زمانۂ استبراء میں وطی اور دواعی وطی کا حکم کرتے ہوئے کہتے ہیں:''**لأن الاستمتاع بالدواعی وسيلة إلى القربان، والوسيلة إلى الحرام حرام**''(بدائع ۵/۱۲۰)۔

(۴) ''**ما تكون ذريعة إلى الوقوع فی الحرام فهو حرام**''۔

معتدہ کے لیے عدت وفات میں زیب وزینت کی اجازت نہیں، اس کی علت صاحب ہدایہ نے یہ ذکر کی ہے:

''**إن هذه الأشياء دواعی الرغبة فيها، وهی ممنوعة عن النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع فی المحرم**''(الہدایہ ۲/۴۲)۔

(۵) ''**العقد الفاسد الذی یتوسل إلی الفساد فهو فساد**''۔

خریدی ہوئی چیز کو ثمن کی ادائیگی سے پہلے بائع کے ہاتھ ثمن اول سے کم میں فروخت کرنے کے سلسلے میں علامہ ابن ہمام ایک صورت کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:''**إنما ذمت العقد الأول؛ لأنه وسیلة، وذمت الثانی؛ لأنه مقصود الفساد**''(فتح القدیر ۶/۴۳۵)۔

شواہد وامثلہ:

حنفیہ کے یہاں بہت سی جزئیات ایسی ملتی ہیں جن میں بالفعل مذکورہ اصل (سد ذرائع) ہی کے لحاظ سے حکم لگایا گیا ہے۔ مثلاً:

(۱) وقف کے اجارے والے مسئلے میں مذکور ہے کہ واقف کی شرط کی رعایت کی جائے، اور اگر واقف نے مدت اجارہ سے تعرض نہیں کیا ہے تو بعض کہتے ہیں کہ اجارہ مطلق رہے گا، اور بعض کہتے ہیں کہ ایک سال کے ساتھ مقید ہوگا، اور فتویٰ اسی پر ہے۔ اس کی وجہ ''ردالمحتار'' میں بیان کی گئی ہے:''**لأن المدة إذا طالت تؤدی إلی إبطال الوقف**''۔

(۲) مسئلہ یہ ہے کہ یوم شک میں خواص روزہ رکھیں، لیکن اپنے روزے کا اظہار نہ کریں، بلکہ پوشیدہ رکھیں، اور عوام کو افطار کا حکم دیا جائے گا، تو یہاں سر کا حکم دفع تہمت کے لیے ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ کے نزدیک مفتی ماجن، طبیب جاہل وغیرہ پر ''حجر'' جائز ہے، خواہ وہ عاقل بالغ ہوں، تو یہ حکم ضرر عام کو دفع کرنے کی غرض سے ہے۔

(۴) ضرر عام ہی سے احتراز کے لیے حکم ہے کہ تجار کی تعدی کی صورت میں اشیاء کا نرخ متعین کرنا حاکم کے لیے جائز ہے۔

(۵) ایک جماعت نے مل کر چوری کی ہو تو تمام کا قطع ید ہوگا، خواہ مال بعض نے لیا ہو۔ اس کی علت بیان کی گئی ہے: "**سدّاً لباب الفساد**"(ردالمحتار ۴/۸۹)۔

(۶) عورت مرتد ہونے کے بعد اسلام لے آئے اور شوہر تجدید نکاح کا مطالبہ کرے تو قاضی عورت کو مجبور کرے گا۔

صاحب بحر کہتے ہیں: "**حسماً لباب المعصیة**"۔

ابن عابدین کہتے ہیں: "**سدّاً لهذا الباب من أصله ..... کی لا تجعل ذلک حیلةً**"(ردالمحتار ۳/۱۹۴)۔

(۷) بچے کا ایسا تصرف بھی معتبر نہیں جو نفع اور ضرر کے درمیان دائر ہو۔ وجہ "**سدًا لباب المضرة علیه**"(ردالمحتار ۳/۳۴)۔

(۸) بیٹے یا بیوی کی حاضری میں باپ یا شوہر نے زمین فروخت کی اور یہ خاموش رہے، پھر ایک زمانے کے بعد یہ دعویٰ کریں کہ زمین بوقت بیع اس کی ملکیت نہیں تھی، تو یہ دعویٰ مسموع نہیں ہوگا، خصوصاً جب کہ مدعی حیلے اور تلبیس میں مشہور ہو تو قاضی اس کے دعویٰ کو رد کردے گا۔

شہاب الدین شلبی کہتے ہیں: "سدًا لباب التزویر" (حاشیہ تبیین الحقائق ۶/ ۲۲۳)۔

(۹) اگر کسی شخص نے دوسرے کی زمین غصب کر کے تعمیر کی یا درخت وکھیتی لگائی، تو ظاہر الروایۃ کے مطابق غاصب اپنی عمارت یا درخت یا کھیتی کو اکھاڑنے کا مکلّف ہوگا۔ یہی حدیث: "لیس لعرق ظالم حق" کا تقاضا بھی ہے، لیکن مشائخ نے تفصیل کی ہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ عمارت وغیرہ کی قیمت زمین کی قیمت سے کم ہو، ورنہ غاصب کو زمین کی قیمت کا ضامن بنا کر اس کا مالک بنا دیا جائے گا۔ اس پر شیخی زادہ داماد آفندی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں "سداً لباب الظلم" ظاہر روایت ہی پر بعض حضرات فتویٰ دیتے ہیں (مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ۲/ ۴۶۲)۔

(۱۰) دیون صحت مرض الموت کے دیون پر، اور وہ دیون جن کے اسباب معلوم ہیں ان دیون پر جن کے اسباب معلوم نہیں، مقدم ہوں گے۔ یہ حکم تہمت اقرار کو دفع کرنے کے لئے ہے (فتح القدیر ۲/ ۷)۔

یہ اور ان کے علاوہ جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ مندرجۂ ذیل مقاصد کے لیے ''سد ذرائع'' اصول کا استعمال کرتے ہیں:

(الف) ابواب عبادات میں شرک اور بدعات کے سد باب کے لیے۔

(ب) ابواب نکاح وطلاق میں عصمت فرج اور اختلاط نسب کے سد باب کے لیے (یعنی حفاظت فرج وحفاظت نسب کے لیے)۔

(ج) ابواب میراث ووصیت میں ابطال حق کے سد باب کے لیے۔

(د) ابواب قضاء ودعاوی میں ظلم کے سد باب کے لیے۔

(ھ) عقود وتصرفات مالیہ میں ربا اور نزاع کے سد باب کے لیے۔

(و) ابواب امارت میں فساد عام یا ضرر عام کے سد باب کے لیے۔

(ز) فواحش کے سد باب کے لیے، اجتناب عن الشبہات کے لیے، اور دفع تہمت کے لیے بھی اس اصل کا استعمال کیا گیا ہے۔

۶-فتح ذرائع:

یہ سدذرائع کا مقابل ہے کہ سد کا تعلق وسائل شر سے ہے، اور فتح کا تعلق وسائل خیر سے ہے، یعنی وسائل شر میں مطلوب بندش ہے، اور وسائل خیر میں مطلوب ترویج واشاعت ہے۔ بالفاظ دیگر شریعت مصالح عباد سے عبارت ہے، ان مصالح کی رعایت سلبی پہلو سے ہو، اس کے لیے ایک ضابطہ ''سد الذرائع'' ہے، اور ایجابی پہلو سے ہو تو اس کے لیے ''فتح الذرائع'' کا اصول ہے۔قرآن وسنت میں اس کے شواہد موجود ہیں۔مثلاً:

سعی إلی الجمعہ کا حکم ہے اور مقصود صلاۃ جمعہ ہے۔"انفروا خفافاً وثقالاً" سے خروج کا حکم ہے اور مقصود جہاد فی سبیل اللہ ہے۔افاضہ کا حکم ہے اور مقصود مناسک حج ہیں، کائنات میں غوروفکر کا حکم ہے اور مقصود معرفت رب ہے۔افشاء السلام، اطعام الطعام، حسن ظن، تعاون علی البر والتقویٰ کے احکام لوگوں کے درمیان الفت ومحبت قائم کرنے کی غرض سے ہیں۔ الغرض قرآن وسنت میں وارد وہ تمام احکام جو بذات خود مقصود نہیں، بلکہ دیگر امور کا وسیلہ ہیں، فتح ذرائع کے نظائر وشواہد ہیں۔

فتح ذرائع کا حکم:

(الف) جو وسائل خیر محض پر منتج ہوں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مطلوب ہیں، پھر مقصود کی حیثیت کے لحاظ سے اس وسیلہ وذریعہ کو اختیار کرنے کا حکم مختلف ہوگا، جیسے فقہاء فرماتے ہیں کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہے۔

(ب) جو ذریعہ مفضی إلی الشر ہو، لیکن مصلحت راجحہ کی خاطر اس کو اختیار کیا جانا بھی مسلم ہے؛ کیوں کہ مصلحت راجحہ کے مقابلے میں نادر مفسدہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا، جیسا کہ سد ذرائع کے احکام میں گذر چکا۔

(ج) شدید ضرر کے مقابلے میں خفیف ضرر کا وسیلہ اختیار کرنا درست ہے، یعنی ضرر خفیف میں فتح ذریعہ درست ہے، جیسا کہ خضر اور موسیٰ علیہما السلام کے واقعے سے ثابت ہے کہ ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچانے کے لیے خضر نے کشتی کو عیب دار کردیا، معلوم ہوا کہ مصلحت راجح کے حصول کے لیے یا ضرر کبیر سے احتراز کے لیے مفسدہ کا تحمل مباح ہے۔

(د) مطلوب کی تحصیل کے لیے جائز حیلہ اختیار کرنا بھی فتح ذریعہ کے زمرے میں داخل ہے، جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصے سے ثابت ہے۔علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:

''والحیلة المحرمة الباطلة هی التی تتضمن تحلیل ما حرمه الله أو تحریم ما أحله الله أو إسقاط ما أوجبه الله، وأما حیلة تتضمن الخلاص من الآصار والأغلال والتخلص من لعنة الکبیر المتعال فأهلا بها من حیلة، والله یعلم المفسد من المصلح، والمقصود تنفیذ ما أمر الله ورسوله بحسب الإمکان، والله المستعان''(اعلام الموقعین ۴/۸۴)۔

۷-سدذریعہ اور دورِ حاضر کے چند مسائل:

دورِ حاضر کے بہت سے ایسے مسائل ہیں اور ایسی مشکلات ہیں، جنہیں ''سدذریعہ'' اصول کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔مثلاً:

(۱) تعلیمی اداروں میں غیر حاضری، معاملات مالیہ میں وعدہ خلافی، قرض ودین کی ادائیگی میں ٹال مٹول، طلاقِ ثلاثہ کا بیجا اور بے دریغ استعمال وغیرہ بہت سے سماجی مفاسد ہیں، جن کے سد باب کے لیے penalty اور مالی جرمانے کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۲) خروج علی الحکام اگرچہ مخصوص شرائط کے ساتھ جائز ہے، لیکن مسلم ممالک میں عالمی طاقتوں کی سازش کے نتیجے میں جو خطرناک نتائج برآمد ہورہے ہیں، ان کے پیشِ نظر خروج کی اجازت نہ ہو، اس کی تائید تو کچھ احادیث سے بھی ہوتی ہے۔اسی کے پیش نظر علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:

''**نهيه ﷺ عن قتال الأمراء والخروج على الأئمة وإن ظلموا أو جاروا ما أقاموا الصلاة، سدا لذريعة الفساد العظيم والشر الكثير**''(اعلام الموقعین ۳/۱۲۶)۔

(۳) جمہوری نظام ظاہر ہے کہ خالص اسلامی نظام سیاست نہیں، لیکن موجودہ حالات میں اس کے مقابلے میں خالص اسلامی نظام کا نفاذ کس قدر فتنے کا سبب بن سکتا ہے، وہ کسی واقف احوال سے مخفی نہیں، لہٰذا ان مفاسد کے سد باب کے لیے اس نظام کو تسلیم کیا جائے، جب تک کہ عالمی پیمانے پر حالات استوار نہ ہوں۔

(۴) میدان عمل میں عورت کی مرد کے ساتھ شرکت اگرچہ چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، مثلاً: لباس شرعی کا التزام ہو، اظہار زینت نہ ہو، ولی کی اجازت ہو، غیر محرم کے ساتھ خلوت نہ ہو، کام اس کی طبیعت کے منافی نہ ہو، وغیرہ، لیکن اس کے مفاسد شدید وکثیر ہیں، مردوں کے ساتھ اختلاط، اولاد کا ضیاع، گھریلو نظام کا اختلال وغیرہ وغیرہ، ان مفاسد کے سد باب کا تقاضا یہ ہے کہ بلا کسی ضرورت شدیدہ کے اس کی اجازت نہ ہو۔

(۵) شیئرز مارکیٹ میں کاروبار کے سلسلے میں بہت سے شرعی مفاسد ہیں، بیع مالیس عندک، بیع قبل القبض، غرر، قمار وغیرہ، ان مفاسد کے سد ابواب کا تقاضا یہ ہے کہ یہ کاروبار جائز نہ ہوں۔

استمتاع بالحائض کے سلسلے میں کاسانی کہتے ہیں کہ فوق الرکبہ بھی جائز نہیں ہے۔

۸-سدذرائع کی تطبیق میں غلو:

ظاہر ہے کہ ''سدذرائع'' شریعت کا ایک مسلمہ اصول ہے، بہت سے شرعی احکام کی بناء ہے، تمام ہی فقہاء مجتہدین

نے اس کو اختیار کیا ہے، اس لیے شرعی فتاویٰ میں سرے سے اس کو نظر انداز کرنا درست نہیں، ایسے ہی اس میں مبالغہ صحیح نہیں کہ محض فساد، ضرر یا فتنے کے اندیشے سے کسی امر مباح یا امر مندوب کو ممنوع قرار دے دیا جائے، یا اپنے اوپر بہت سے مباح کو حرام کرلیا جائے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ مندرجۂ ذیل امور کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے:

(الف) تیسیر، تخفیف اور رفع حرج احکامِ شرع کی یہ اہم بنیادیں ہیں، بلکہ مقاصد شریعت میں سے ہیں، انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

(ب) اشیاء میں اصل اباحت ہے، تحریم کے لیے دلیل صحیح صریح درکار ہوتی ہے، اس لیے حرمت کا حکم احتیاط کا متقاضی ہے۔

(ج) فقہاء نے اس اصل کے اعتبار کے لیے حدود و قیود یا شرائط ذکر کیے ہیں، ان کی رعایت بھی ضروری ہے۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

ذریعۂ فساد کو اگر جائز قرار دیا جائے تو دو شرطیں ہیں:

(۱) فساد میں ابتلاء نادر ہو، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ فعل ممنوع نہیں ہوگا؛ کیوں کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس میں خیر محض یا شر محض ہو، اس لیے شرعاً امر نادر حکم کی بنیاد نہیں بن سکتی۔

(۲) مصلحت مفسدہ کے مقابلے میں راجح ہو، جیسے: ''نظر إلی المخطوبۃ''، یا ''نظر إلی المشھود علیھا'' وغیرہ۔

اور اگر ذریعہ ممنوع قرار دیا جائے تو یہ شرطیں ہیں:

(۱) ذریعہ کا مفضی إلی الفساد ہونا یقینی یا اغلبی یا کم از کم اکثری ہو، ورنہ قلیل یا مشکوک یا نادر ہونے کی صورت میں ممانعت صحیح نہیں ہوگی۔

(۲) مفسدہ مصلحت کے مقابلے میں راجح ہو۔

(۳) کسی شئی کو مفسد یا مضر شمار کرنا یا تو نص شرعی کی بناء پر ہوگا، یا اہل اختصاص کی رائے کی بناء پر ہوگا، اس لیے اس سلسلے میں معاشرے کے مکمل احوال سے واقفیت، بلکہ بدلتے حالات کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(۴) بہر صورت حرمت کا حکم نہ لگایا جائے؛ بلکہ مفسد کی حیثیت کے پیش نظر حرمت یا کراہت تحریمی یا تنزیہی کا حکم لگایا جائے (ماخوذ از مقالہ وہبہ زحیلی، علی محی الدین القرہ داغی)۔

تلخیص بحث:

۱-سدذریعہ کی لغوی تحقیق:

سدّ کے معنی بندش ہیں، اور ذریعہ سبب یا کسی شئ تک پہنچانے والے وسیلے کو کہا جاتا ہے، لہٰذا سدذریعہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسی چیز پر بندش لگا دینا جو کسی دوسرے امر کے حصول کا سبب بن رہی ہو، خواہ وہ امر ثانی محمود ہو یا مذموم، صالح ہو یا مفسد، مضر ہو یا مفید ہو۔

اصطلاحی حقیقت:

علماء اصول کے یہاں اس کے دو معنی ملتے ہیں:

(الف) معنیٔ عام: ہر وہ چیز جو کسی شئ تک پہونچانے کا وسیلہ بنے، اب اگر وہ شئ مطلوب ہو تو ذریعہ بھی مطلوب ہوگا، اور اس درجہ مطلوب ہوگا جس درجہ وہ شئ مطلوب ہوگی، لہٰذا وہ ذریعہ واجب یا مندوب یا مباح ہوگا، اور اگر وہ شئ ممنوع ہو تو ذریعہ بھی اسی لحاظ سے حرمت یا کراہت کے درجے میں ممنوع ہوگا، اسی ممانعت کا نام سدذریعہ ہے۔

(ب) معنیٔ خاص: وہ چیز جو فساد و مضرت پر مشتمل امر تک پہونچانے والی ہو، یعنی وہ مباح چیزیں جو امر محظور تک پہنچانے والی ہوں، یعنی حرام یا مکروہ کا وسیلہ ہی ذریعہ کہلاتا ہے اور اس کی بندش ''سدذریعہ'' کہلاتی ہے، یہی اس کے معروف و مشہور معنی ہیں۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

دونوں اس معنی میں مشترک ہیں کہ کسی دوسرے امر تک پہونچنے کا وسیلہ ہیں، البتہ مشہور معنی کے لحاظ سے ذریعہ میں ممنوع تک پہنچنا مقصود ہوتا ہے، جب کہ سبب وہ ہے جس پر دوسری شئ مرتب ہو، خواہ وہ مقصود ہو یا نہ ہو، گویا سبب عام ہے اور ذریعہ خاص ہے۔

شافعیہ کے نزدیک فرق یہ ہے کہ وسیلہ قطعی طور پر فساد کو مستلزم ہوتا ہے، اور ذریعہ قطعی طور پر فساد کو مستلزم نہیں ہوتا ہے، اسی لیے وہ تحریم وسائل اور سدذریعہ میں فرق کرتے ہیں کہ اول کا اعتبار کرتے ہیں لیکن ثانی کا اعتبار نہیں کرتے۔

۳-سدذرائع کے سلسلے میں ائمہ کے مسالک:

مالکیہ تو اسے شریعت کا ایک مصدر اور دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، تقریباً یہی مسلک حنابلہ کا ہے، جب کہ شافعیہ اس اصل کو تسلیم نہیں کرتے ہیں، اور حنفیہ کے یہاں بطورِ اصل یا قاعدہ اس کا تذکرہ نہیں ملتا؛ تاہم شافعیہ کی طرح

تردید بھی مذکور نہیں، لیکن تفریعات اور جزئیات کی تخریج میں تمام ہی ائمہ نے کسی نہ کسی درجے میں اس اصل کو تسلیم کیا ہے؛ بلکہ تعبیرات کے اختلاف کے ساتھ اس کے اعتبار کی صراحت بھی تمام مسالک میں پائی جاتی ہے۔

۴-ذرائع کی تقسیم اوران کا حکم:

(الف) وہ ذرائع جن کا مفضی إلی الفساد ہونا قطعی ہو۔

(ب) وہ ذرائع جن کا مفضی إلی الفساد ہونا نادر ہو۔

(ج) وہ ذرائع جن کا مفضی إلی الفساد ہونا ظن غالب کے درجے میں ہو۔

(د) وہ ذرائع جن کا مفضی إلی الفساد ہونا اکثری ہو، لیکن ظن غالب کے درجے میں نہ ہو۔

جو ذرائع قطعی یا ظنی ہوں وہ بالاجماع معتبر ہیں، مذکورہ اصل کی بناء پر ممنوع ہوں گے، منصوص صورتیں اس میں داخل ہیں۔

جو ذرائع نادر وموہوم ہوں وہ بالاجماع معتبر نہیں، وہاں مذکورہ اصل کا انطباق درست نہیں۔

جو ذرائع اکثری ہوں، لیکن ظن غالب کے درجے میں نہ ہوں، تو حنفیہ اور شافعیہ ان کا اعتبار نہیں کرتے ہیں، جب کہ مالکیہ اور حنابلہ ان کا بھی اعتبار کرتے ہیں۔

۵-حنفیہ اور شافعیہ کے دلائل:

(الف) اصل اباحت واذن ہے، اس لیے موضع اشتباہ میں حکم اصل کے مطابق ہوگا۔

(ب) حکم کا مدار یقین یا ظن غالب پر ہوتا ہے، جب کہ یہاں یہ دونوں بنیاد موجود نہیں۔

مالکیہ اور حنابلہ کے دلائل:

(الف) کثرت وقوع حکم کی بنیاد کے لیے کافی ہے، جیسے: حدود کی مشروعیت زجر وتنبیہ کے لیے ہے؛ جب کہ وہ یقینی نہیں بلکہ اکثری ہے۔

(ب) نصوص میں اس کے شواہد ہیں، جیسے: نبیذ خلط کی ممانعت، عورت کے لیے بغیر محرم سفر کی ممانعت وغیرہ۔

حنفیہ کے موقف کی تفصیل:

استحسان یعنی "ترک القیاس والأخذ بما هو أوفق للناس" حنفیہ کے یہاں احکام شرعیہ کی ایک اہم بنیاد ہے، جو اپنی جامعیت کی بناء پر ''سد ذرائع'' اصل کو بھی متضمن ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ''سد ذرائع'' کی تطبیق میں استحسان کی

بحث کو پیش نظر رکھا جائے۔

نیز مندرجۂ ذیل مقاصد کے لیے ''سد ذرائع'' اصول کا لحاظ حنفیہ کے یہاں کیا گیا ہے:

(الف) ابواب عبادات میں شرک اور بدعات کے سد باب کے لیے۔

(ب) ابواب نکاح وطلاق میں عصمت فرج اور اختلاط نسب کے سد باب کے لیے (یعنی حفاظت فرج وحفاظت نسب کے لیے)۔

(ج) ابواب میراث ووصیت میں ابطال حق کے سد باب کے لیے۔

(د) ابواب قضاء ودعاوی میں ظلم کے سد باب کے لیے۔

(ھ) عقود وتصرفات مالیہ میں ربا اور نزاع کے سد باب کے لیے۔

(و) ابواب امارت میں فساد عام یا ضرر عام کے سد باب کے لیے۔

(ز) فواحش کے سد باب کے لیے، اجتناب عن الشبہات کے لیے، اور دفع تہمت کے لیے بھی اس اصل کا استعمال کیا گیا ہے۔

٦-فتح ذرائع:

وسائل خیر؛ خیر ہی کے درجے میں مطلوب ہوتے ہیں، لہٰذا مقاصد خیر کے لحاظ سے ان ذرائع ووسائل کا حکم ہوگا، اور ایسے ذرائع ووسائل کی ترویج واشاعت، ترغیب وتعمیم فتح ذرائع میں داخل ہے، جیسے: نصوص میں سعی إلی الجمعۃ، نفر وخروج فی سبیل اللہ، افشاء السلام، اطعام الطعام وغیرہ احکام اسی قبیل سے ہیں، اس سلسلے میں مندرجۂ ذیل تفصیل ہوسکتی ہے:

(الف) جن وسائل کا منتہی خیر محض ہو وہ مطلوب ہوں گے۔

(ب) اگر مفضی إلی الشر ہو تو مصلحت راجحہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

(ج) ضرر شدید کے مقابل میں ضرر خفیف کا وسیلہ اختیار کرنا درست ہوگا۔

(د) مطلوب کی تحصیل کے لیے جائز حیلہ اختیار کرنا درست ہے، اور یہ بھی فتح ذرائع کے زمرے میں شامل ہے۔

۸-سد ذرائع کی تطبیق میں غلو سے اجتناب:

شریعت کے مقاصد، احکام کی حدود وقیود اور عمومی احوال سے صرفِ نظر کرکے اس اصل کو منطبق کیا جائیگا تو یہ غلو ہوگا، لہٰذا ان امور کی رعایت ضروری ہے۔

☆☆☆

سد ذریعہ ایک اہم اصول

قاضی عبدالجبار طیب ندوی☆

دین اسلام میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے راہنما ہدایات ہیں، ہر مسئلہ کا حل اس کے دامن میں موجود ہے، گویا اللہ تعالی نے یہ اعلان کردیا ہے کہ اب دین اسلام میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں بلکہ قیامت تک پیش آنے والے مسائل وحوادث کا اسی میں حل موجود ہے، راسخین فی العلم، کتاب وسنت پر گہری بصیرت رکھنے والے فقہاء کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں چند اصول مرتب کردیا ہے، ان اصول کی روشنی میں ہر طرح کے نئے مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے، اصطلاح فقہ میں اسے ''اصول فقہ'' کہا جاتا ہے، اصول فقہ کے بعض بنیادی ماٰخذ ہیں، اور بعض ضمنی ماٰخذ ہیں، ان ہی ضمنی ماٰخذ میں سے ایک سد ذریعہ بھی ہے، جن کا اعتبار تقریباً تمام فقہاء کرام نے کیا ہے، اور اس سے مسائل کے استنباط میں استفادہ بھی کیا ہے۔

۱- ذریعہ اور سدّ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

ذریعة: وسیلہ اور سبب کو ذریعہ کہتے ہیں، عربی میں کہا جاتا ہے: ''**فلانٌ ذریعتي إليک**'' (لسان العرب، فصل الذال: ۸/۹۶، تاج العروس، فصل ذرع: ۲۱/۱۲، مختار الصحاح: ۲۲۱)۔

یعنی ہر وہ شئ جو کسی دوسری شئ تک پہونچانے والی ہو، یا اس تک پہنچنے کا وسیلہ بنتی ہو، اسے ذریعہ کہتے ہیں۔

سدّ: سد کا معنی بند کرنے کے آتے ہیں؛ چنانچہ قرآن کریم میں ہے: ''**وجعلنا من بين أيديهم سدّاً ومن خلفهم سدّاً فأغشيناهم**'' (یس: ۹) (ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کردی ہے، اور ایک دیوار ان کے پیچھے ہم نے ڈھانک دیا ہے، انہیں اب کچھ نہیں سوجھتا)۔

شرعی اعتبار سے ذریعہ اس وسیلہ اور سبب کو کہا جاتا ہے جو کہ یا تو حلال ہوتا ہے یا پھر حرام، پس اگر سبب حرام ہو تو ذریعہ حرام ہوگا، اور اگر مباح ہو تو ذریعہ مباح ہوگا، پس زنا چونکہ حرام ہے، اس لئے عورت کے ستر پوش اعضاء کو دیکھنا بھی حرام ہوگا، جو کہ زنا کا سبب بن سکتا ہے، اسی طرح جمعہ فرض ہے، لہذا جمعہ کی ادائیگی کے وقت خرید وفروخت کو ترک کرنا بھی واجب ہوگا؛ کیونکہ خرید وفروخت جمعہ کے چھوٹ جانے کا سبب بن سکتی ہے (تفصیلات کے لئے دیکھئے: علم اصول الفقہ للشیخ ابی زہرہ: ۲۸۸)۔

☆ قاضی دارالقضاء، کڑپہ، آندھرا پردیش۔

اصطلاحی تعریف:

سدذریعہ کا اب معنی ہوا: ایسے تمام ذریعہ کو بند کردینا جو کہ ظاہراً مباح ہیں؛ لیکن اس کا استعمال کسی ممنوع ومحذور فعل کے ارتکاب کا سبب بن جاتے ہیں (تفصیلات کے لئے دیکھئے: لسان العرب، المصباح المنیر ،تبصرۃ الحکام: ۲/ ۳۲۷، الفروق للقرافی: ۲/ ۳۲، بحوالہ الموسوعۃ الفقہیۃ: ۲۴/ ۲۷۶)۔

مشہور علماء اصول فقہ کے نزدیک سدذریعہ کی تعریف:

علامہ الباجی:

"إن المنع من الذرائع یکون فی المسألة التی ظاهرها الإباحة ویتوصل بها إلى فعل المحظور" (احکام الفصول فی أحکام الأصول للباجی: ۵۶۷، ارشادالفحول للشوکانی: ۲۴۶) (ذرائع ان مسائل میں ممنوع ہیں جن کا ظاہر مباح ہو، اور اس کے ذریعہ فعل ممنوع تک پہونچا جاسکتا ہو)۔

مفسر قرآن علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "إن الذریعة عبارة عن آخر غیر ممنوع لنفسه، یخاف من ارتکابه الوقوع فی ممنوع" (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی: ۲/ ۵۷، ۵۸) (ذریعہ ایک ایسے امر سے عبارت ہے جو بذات خود مباح ہو، لیکن اس کے ارتکاب سے کسی ممنوع چیز کے واقع ہونے کا اندیشہ ہو)۔

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "إن الله سبحانه ورسوله سد الذرائع المفضیة إلى المحارم بأن حرمها ونهى عنها، والذریعة ما کان وسیلة وطریقاً إلى الشئ، لکن صارت فی عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلى فعل محرم، ......ولهذا قیل : الذریعة : الفعل الذی ظاهره أنه مباح وهو وسیلة إلى فعل محرم" (الفتاوی الکبری ۳/ ۲۲۳۔ ۲۲۴) (اللہ پاک اور رسول اکرم ﷺ نے جن افعال کو حرام کردیا ان افعال تک پہونچانے والے ذرائع کو بھی روکدیا اور منع فرمادیا ہے، ذریعہ کسی چیز تک پہونچنے کا ایک راستہ اور وسیلہ ہوتا ہے، لیکن فقہاء کرام کے نزدیک ذریعہ مفضی الی الحرام سے عبارت ہے، اسی لئے کہا گیا ہے: ذریعہ وہ فعل ہے جس کا ظاہر تو مباح ہوتا ہے، لیکن وہ فعل حرام کا وسیلہ بنتا ہے)۔

علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں: "إن حقیقة قاعدة الذرائع هی التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة" (الموافقات فی أصول الاحکام) (سدذرائع کی حقیقت مصلحت کو مفسدہ کا ذریعہ بنالینا ہے)۔

سدذرائع کا مطلب:

ان تمام تعریفات پر غور کرنے سے یہ متعین ہوجاتا ہے کہ جو بھی افعال واعمال فساد اور گناہ کے کاموں کے سبب

بنتے ہوں یعنی جو آل وانجام کے اعتبار سے فساد اور شر پر منتہی ہوتا ہو، ان افعال واعمال کو روکنا سد ذریعہ ہے، اگر چہ کہ یہ اعمال وافعال اپنی ذات میں صالح ہوں، اور مفسدہ سے خالی بھی۔

تمام فقہاء واصولیین کے نزدیک یہی مقصود ہے، اسی لئے سد ذرائع میں اعتبار اصلاً فعل کے انجام کا ہوتا ہے، نہ کہ نفس فعل کا، اسی لئے اس اصول کے تحت فاعل کی نیت نہیں دیکھی جاتی ہے، بلکہ فعل کے نتیجہ پر غور ہوتا ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں: سد ذریعہ یہ ہے کہ مصلحت کو مفسدہ کا سبب بنا لیا جائے، یعنی مفسدہ کا ذریعہ بننے والی ظاہری مصلحت کو روک دینے کا نام سد ذریعہ ہے (قاموس الفقہ: ۴/۱۴۱)۔

خلاصہ تعریفات یہ ہے کہ ان تمام اقوال وافعال کو روکنا اور منع کرنا جو کہ موجب شرور وفتن اور گناہ کا ارتکاب کا سبب بنتا ہو اسے سد ذریعہ کہا جاتا ہے۔

۳- سد ذریعہ کی حجیت کے بارے میں دلائل بے شمار ہیں، ائمہ اربعہ میں سے چونکہ صرف دو اماموں نے مستقل اصول شرعیہ میں سد ذریعہ کو شمار کیا ہے، اس لئے ان دونوں کی کتابوں میں دلیلیں بکثرت ہیں، جبکہ احناف نے اس کو مستقل اصول تو نہیں مانا، بلکہ مختلف فیہ ادلہ میں شمار کیا ہے؛ تاہم اس اصول کو استحسان اور قیاس کے ذیل میں استعمال کیا ہے، اور اس اصول کی بنیاد پر مسائل منطبق بھی کئے ہیں، جبکہ امام شافعیؒ نے اس اصول کا صراحۃً انکار تو نہیں کیا، البتہ عرف کے تحت اس سے استفادہ کیا ہے۔

احناف کی دلیلیں:

قرآنی آیات:

الف: "ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم" (الانعام:۱۰۸)۔

اس آیت میں مسلمانوں کو معبودان باطلہ کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے، مسلمان کا ان کے معبودوں کو گالی دینا (جبکہ ان کو گالی دینا مباح ہے اور جائز بھی) زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہے، جتنا کہ اہم اور راجح یہ ہے کہ ہم اپنے معبود برحق کو گالی دینے کا سبب اور ذریعہ نہ بنیں۔

ب: "يا أيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا" (البقرۃ:۱۵۶)۔

اس آیت میں "راعنا" کہنے سے منع کیا گیا ہے؛ کیونکہ یہودیوں کے نزدیک یہ گالی ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے منع فرمایا کہ کہیں مسلمان بھی یہ لفظ بول کر نبی ﷺ کو گالی دینے کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں اور گناہ کا باعث نہ بنیں۔

احادیث:

ج: نبی اکرم ﷺ نے منافقین کوقتل کرنے سے منع کیا؛ کیوں کہ قتل ذریعہ بن سکتا تھا اس بات کے لئے کہ نعوذ باللہ محمد اب اپنے ساتھیوں کوقتل کرا رہے ہیں (اصول الفقہ للشیخ ابوزہرہ:۲۸۹)۔

د: نبی ﷺ نے قرض دینے والے کوقرض لینے والے کی طرف سے ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا؛ کیوں کہ یہ قرض پر زیادتی ہوسکتی ہے اور ربا کے حدود میں آ سکتا ہے (اصول الفقہ للشیخ ابوزہرہ:۲۸۹)۔

ھ: نبی ﷺ نے غزوات میں چوروں کے ہاتھ کاٹنے سے منع فرمایا؛ کیوں کہ ہوسکتا ہے وہ اس کی وجہ سے مشرکوں سے جاملے، اور مسلمانوں کونقصان اٹھانا پڑے، اسی وجہ سے امیر لشکر کوحدود نافذ کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے (اصول الفقہ للشیخ ابوزہرہ:۲۸۹)۔

و: صحابہ کرام نے مرض موت کی مطلقہ بائنہ کووارث قرار دیا ہے؛ تاکہ مرض وفات کی طلاق عورت کومیراث سے محروم کرنے کا ذریعہ نہ بنے (اصول الفقہ للشیخ ابوزہرہ:۲۸۹)۔

فقہیات:

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: "**الوسیلة إلی الشئ حکمها حکم ذلک الشئ**" (بدائع الصنائع ۷/۱۰۶)۔

دوسری جگہ یہ اصول بیان کرتے ہیں: "**ما أدی إلی الحرام فهو حرام**" (بدائع الصنائع)۔

مالکیہ اور حنابلہ کی دلیلیں:

ان دونوں فقہاء کے نزدیک چونکہ فقہی کتابوں میں اس قاعدہ سے بکثرت استفادہ کیا گیا ہے، اس لئے اس کی حجیت شرعیہ ثابت کرنے کے لئے بےشمار دلیلوں سے سہارا لیا ہے، ان میں سے کچھ دلیلیں رقم کی جاتی ہیں:

قرآنی آیات:

الف: "**ولا تسبّوا الذین یدعون من دون الله فیسبّوا الله عدواً بغیر علم**" (الانعام:۱۰۸)۔

اس آیت میں مسلمانوں کومعبودان باطلہ کو گالی دینے سے منع کیا گیا ہے، مسلمان کا ان کے معبودوں کو گالی دینا (جبکہ ان کو گالی دینا مباح ہے اور جائز بھی) زیادہ اہمیت کا حامل نہیں ہے، جتنا کہ اہم اور راجح یہ ہے کہ ہم اپنے معبود برحق کوگالی دینے کا سبب اور ذریعہ نہ بنیں۔

ب: "**یاأیها الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا**" (البقرة:۱۵۶)۔

''راعنا'' کہنے سے منع کیا گیا؛ کیوں کہ یہودیوں کے نزدیک یہ گالی ہے،اس لئے اللہ رب العزت نے منع فرمایا کہ کہیں مسلمان بھی یہ لفظ بول کر نبی ﷺ کو گالی دینے کا ارتکاب اور گناہ نہ کر بیٹھیں۔

ج:''وقلنا یا آدم اسکن أنت وزوجک الجنة وکلا منها رغداً حیث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظلمین''(البقرة:۳۵)۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے کھانے سے منع کیا ہے جبکہ واضح دلیل اباحت کی موجود ہے جس میں کھانے کی اجازت دی گئی ہے،لیکن درخت کے قریب جانے سے روکا گیا ہے؛ تاکہ قربت کھانے کا ذریعہ نہ بنے،گویا اللہ تعالی نے سداً للذریعہ اس درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا(سدالذرائع للبرہانی:۳۸۵)۔

شوافع کی دلیلیں:

جہاں تک امام شافعیؒ کا تعلق ہے،تو اصولی طور پر امام صاحبؒ سدذریعہ کے قائل نہیں،مگر صراحۃً سدذریعہ کا انکار بھی منقول نہیں،تاہم شوافع کی کتابوں میں بھی اس اصول سے استفادہ کیا گیا ہے،چنانچہ علامہ شیخ ابوزہرہؒ فرماتے ہیں:

''وأما کتب المذاهب الأخری فإنها لم تذکرها بهذا العنوان ولکن ما یشمل علیه هذا الباب مقرر فی الفقه الحنفی والشافعی''(أصول الفقه للشیخ أبی زهره،الذرائع:۲۸۷)۔

(جہاں تک دیگر مذاہب کی کتابوں کا تعلق ہے تو اس میں سدذرائع کے عنوان سے تذکرہ نہیں،لیکن یہ باب جس مفہوم پر مشتمل ہے وہ فقہ حنفی اور شافعی میں ثابت ہے)۔

متقدمین شوافع کے یہاں سدذریعہ کے لفظ کا استعمال نہیں مگر متاخرین شوافع کے یہاں سدذریعہ یا اس کے مترادف کا استعمال کیا گیا ہے۔

علامہ نوویؒ نے سدالباب کے لفظ کا استعمال کیا ہے:

''بأن النظر مظنة الفتنة وهو محرک للشئ، فاللائق بمحاسن الشرح، سد الباب فیه''(روضۃ الطالبین:۷/۲۱)۔

یہاں علامہ نوویؒ نے نظر کی ممانعت کو سدباب سے تعبیر کیا ہے،جو کہ سدذرائع کا متبادل لفظ ہے،حافظ ابن حجرؒ نے سدذرائع کے لفظ کا استعمال کیا ہے،چنانچہ''شرح نخبۃ الفکر''میں ہے:

''وأما الأمر بالفرار من المجذوم فمن سد الذرائع'' (شرح نخبۃ الفکر،مختلف الحدیث:۷۵-۷۶)(اور مجذوم سے دور رہنے کا حکم سدذریعہ کے باب میں سے ہے)۔

علامہ ابن حجرؒ نے تصویر کی حرمت والی حدیث کی تشریح میں سد ذرائع کی اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔

"فحذر النبی ﷺ عن مثل ذلک سداً للذریعة المؤدیة إلی ذلک" (فتح الباری:۱/۵۲۵)(سو نبی ﷺ نے اس طرح کی چیزوں سے سد ذرائع کے طور پر ڈرایا ہے، جو ان تصاویر کی عبادت تک پہونچانے والا ہو)۔

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوجاتا ہے کہ امام شافعیؒ نے سد ذریعہ کا لفظ استعمال تو نہیں کیا، مگر اس اصول سے استفادہ ضرور کیا، اور متاخرین شوافع نے اس لفظ کو بھی اور اس کے ہم معنی مترادف الفاظ کو بھی استعمال کیا ہے (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: الموافقات فی اصول الأحکام: ابراہیم بن موسی الشاطبیؒ (متوفی:790ھ)، دار الفکر بیروت۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین: محمد بن ابی بکر ابن القیمؒ (متوفی:751ھ)، دار الجیل بیروت لبنان۔ سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ: محمد ہشام البرہانی (متوفی 1406ھ/1985)۔

۴- ذرائع کے مختلف درجات:

علامہ ابن قیمؒ نے ذرائع کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

۱- پہلی قسم: ایسے ذرائع جن کو وضع ہی کیا گیا ہو مفسدہ تک پہونچنے کے لئے جیسے کہ شراب نوشی، یہ نشے تک لے جانے اور وہاں تک پہونچانے کا سبب بنتا ہے۔

الزام تراشی ہے جو کہ جھوٹ کا سبب بنتا ہے، اور اسی طرح زنا ہے جو کہ نسب کے اختلاط کا سبب بنتا ہے۔

دوسری قسم: ایسے وسائل وذرائع جو وضعی اعتبار سے تو مباح ہوں، لیکن اس کے ذریعہ مفسدہ تک پہونچنے کی کوشش ہو یا ارادہ، جیسے کہ کسی عورت سے حلالہ کی غرض سے نکاح کرنا، یا خرید وفروخت اس قصد وارادہ کے ساتھ کرنا کہ اس سے ربا یعنی سود کا کاروبار کرنا ہے۔

اب یہ دیکھیں یہ اصلاً مباح ہیں لیکن نتیجۃً اور غایۃً شرع کی نظر میں مفسدہ بن جاتے ہیں، اور ممنوع ومحظور کا حکم شرعی لگ جاتا ہے۔

تیسری قسم: ایسے ذرائع جو کہ اصلاً مباح ہیں؛ لیکن اس کے ذریعہ فساد اور خلاف شرع کام کا ارادہ تو نہ ہو، لیکن بسا اوقات وہ مفسدہ کا ذریعہ بن جاتے ہوں، اور صورتحال یہ ہو کہ مصلحت سے زیادہ مفسدہ راجح دکھتا ہو، جیسے نماز اوقات ممنوعہ میں پڑھنا اور مشرکین کے سامنے ان کے معبودان باطلہ کو گالی گلوج کرنا، عدت وفات میں خواتین کا سجنا سنورنا۔

چوتھی قسم: ایسے ذرائع جو مباح تو ہوں لیکن مفسدہ کا دروازہ کھلنے کا سبب بھی ہو، لیکن ایسے ذرائع کے استعمال کی مصلحت اس کے مفسدہ سے زیادہ اہم اور راجح ہو جیسے: مخطوبہ (منگیتر) کو دیکھنا، ظالم حکمرانوں کے پاس حق گوئی وبے باکی سے بات رکھنا (تفصیلات کے لئے دیکھئے: قاعدۃ سد الذرائع: خالد علی سلیمان بن احمد، ص710، جامعہ مؤتہ، الاردن)۔

علامہ قرافی مالکیؒ نے سد ذرائع کی تین قسمیں کی ہیں:

پہلی قسم: وہ ہے جس کے روکنے، اور منع کرنے پر امت کا اجماع ہے: جیسے طریق مسلم میں کنواں کھودنا، مسلمانوں کے کھانے میں زہر ڈالدینا، کسی بھی معبودان باطلہ کو گالی دینا، یہ جانتے ہوئے کہ اگر اس نے گالی دی تو ردعمل سے مغلوب ہوکر وہ بھی اللہ رالعزت کو گالی دے گا۔

دوسری قسم: ایسے اسباب جس کو روکنے اور منع نہ کرنے پر امت کا اجماع ہے، جیسے: انگور کی کھیتی کہ یہ ایسا ذریعہ ہے جسے شراب بنائے جانے کے خوف سے روکا نہیں جاسکتا ہے۔

اور اسی طرح گھروں میں آنے جانے سے بھی نہیں روکا جاسکتا ہے، اس خوف اور ڈر سے کہ کہیں زنا کا عمل سرزد نہ ہوجائے۔

تیسری قسم: ایسے ذرائع جس کے روکنے یا نہ روکنے پر علماء کا اختلاف ہے، اس کی مثال بیوع الآجال ہے، چنانچہ امام مالکؒ نے اس کو سدّ اللذریعہ ممنوع قرار دیا ہے۔

جبکہ امام شافعیؒ نے صورت بیع کو مدنظر رکھتے ہوئے بیوع الآجال کو جائز قرار دیا ہے، گویا ان کے نزدیک سد ذریعہ ممنوع نہیں ہوگا؛ کیوں کہ ظاہراً بیع کے شرائط وارکان اس میں تمام موجود ہیں۔

علامہ شاطبیؒ نے اس کی چار قسمیں کی ہیں:

پہلی قسم: وہ تمام ذرائع جو قطعی طور پر مفسدہ کا سبب بنتے ہیں، جیسے گھر کے سامنے یا دروازہ کے پیچھے اس نیت سے کنواں کھودنا کہ آمدورفت کرنے والا اس میں گرجائے، اس طرح کے ذرائع کو روکنا، تاکہ مفسدہ سے بچا جاسکے، واجب اور لازم ہے۔

دوسری قسم: وہ ذرائع جو اکثر مفسدہ کا سبب بنتے ہیں، اور غالب گمان بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کا استعمال مفسدہ کا سبب بنے گا، جیسے کہ فتنوں کے دور میں دشمنوں کے ہاتھوں ہتھیار فروخت کرنا، اسی طرح شراب بنانے والے کو انگور فروخت کرنا، اس میں غالب گمان یہی ہے کہ فتنوں کے دور میں ہتھیار فروخت کرنے سے مسلمانوں کے قتل عام کا سبب بنے گا، اور شراب بنانے والے کو انگور دینا کہ اس سے بھی غالب گمان یہ ہے کہ وہ شراب بنائے گا۔

اسی لئے امام شاطبیؒ نے لکھا ہے کہ غلبہ ظن پر عمل کرنا واجب ہے؛ کیوں کہ عملی احکام میں ظن غالب، علم یقینی کا درجہ رکھتا ہے، اور اس وجہ سے بھی اس کو منع کیا جائے گا کیوں کہ اس میں گناہوں اور معصیت کے کاموں میں تعاون بھی پایا جارہا ہے، جو کہ ازروئے شرع ممنوع اور محظور ہے، چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

"تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (سورۃ المائدۃ:۲)۔

تیسری قسم: وہ ذرائع جن کا استعمال اکثر مفسدہ کا سبب بننا نادرالوقوع نہ ہو، جیسے کہ آجال کی بیوع ہے کہ اس سے اکثر ربا اور سود تک بیوع پہونچ جاتے ہیں۔

اس طرح کے تمام وسائل کو علامہ شاطبیؒ وجوباً ممنوع قرار دیتے ہیں۔

چوتھی قسم: وہ ذرائع جن کا استعمال نادر ہو اور مفسدہ کا سبب بہت کم بنتے ہوں، جیسے کہ وہ غذائیں جو کہ اکثر کسی کو نقصان نہیں پہونچاتی ہیں یا ایسی جگہ کنواں کھودنا جس میں گرنا ناممکن ہو، علامہ شاطبیؒ کے قول کے مطابق اس طرح کے ذرائع کا استعمال عملاً مباح ہے؛ کیوں کہ مفسدہ سے زیادہ مصلحت راجح ہے (تفصیلات کے لئے دیکھیں: الموافقات للشاطبیؒ: ۳/ ۱۴۴، بحوالہ: قاعدۃ سدالذرائع: خالد علی سلیمان بن احمد، ص710، جامعہ مؤتہ، الاردن)۔

مذکورہ تینوں فقہاء کرام کی تقسیم پر اگر نظر ڈالیں تو علامہ شاطبیؒ کی تقسیم مناسب اور عملی تقسیم لگتی ہے، اس کے اسباب درج ذیل ہیں:

☆ علامہ شاطبیؒ کی تقسیم میں مصلحت اور مفسدہ دونوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرائع کو ممنوع اور محظور قرار دیا گیا ہے، گرچہ کہ وہ ذرائع اصلاً مباح ہیں۔

☆ علامہ ابن قیم جوزیؒ کی تقسیم میں وہ ذرائع جو بذات خود حرام ہیں وہ بھی تقسیم میں شامل ہو گئے، جیسا کہ پہلی تقسیم میں ہے، حقیقت میں اس تقسیم کو ذرائع میں شمار ہی نہیں کیا جاسکتا؛ کیوں کہ سدذریعہ کی تعریف میں یہ فٹ نہیں آتی، اس لئے کہ سدذرائع ان وسیلوں کو کہتے ہیں جو بذات خود مباح ہوں، مفاسد اور ضرر کا سبب بنتے ہوں، شراب نوشی، الزام تراشی اور زنا اصل کے اعتبار سے مباح نہیں ہیں؛ بلکہ اصلاً حرام ہیں۔

☆ ابن قیمؒ الجوزی کی تقسیم میں نفس ارادہ عمل کو شامل کیا گیا ہے، ارادہ عمل کا اعتبار تو ثواب اور عقاب کے لئے ہوسکتا ہے، لیکن اس کا اعتبار دنیوی احکام کے لئے نہیں ہوسکتا ہے، اور یہاں دنیوی احکام کے بیان کی ضرورت ہے۔

☆ جہاں تک امام قرافی مالکیؒ کی تقسیم کی بات ہے تو ان کی تقسیم کو بہت گہرائی اور گیرائی کا حامل شمار نہیں کیا جاسکتا، خاص طور پر تیسری قسم کو جبکہ علامہ شاطبیؒ کی تقسیم بالکل اس کے برعکس ہے اور پوری وضاحت کے ساتھ ہے (تفصیلات کے لئے دیکھئے: قاعدۃ سدالذرائع من مجلۃ جامعۃ دمشق للعلوم الاقتصادیۃ والقانونیۃ: الدکتور خالد علی سلیمان بن احمد)۔

۵-سدذریعہ کا استعمال اور ائمہ سے اس کی مثالیں:

علماء اصول فقہ کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے امام مالک اور امام احمد بن حنبلؒ نے اصول

میں سد ذرائع کو شمار کیا ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے بھی اس کا صریحاً انکار تو نہیں کیا ہے، تاہم اس سے استفادہ ضرور کیا ہے، اگر غور کیا جائے تو قلت وکثرت کا ضرور اختلاف ہے، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک اس اصول پر کثرت ہے اور بقیہ دونوں امام کے نزدیک قلت ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے قیاس اور استحسان کے اصولوں کے تحت اس کو شامل کرلیا ہے، اور سد ذرائع سے استفادہ کیا ہے؛ جب کہ امام شافعیؒ بھی عرف کے ذیل میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

امام مالک کے نزدیک سد ذرائع کی مثالیں:

یہ حق ہے کہ اس میدان کے شہسوار اصلاً امام مالکؒ ہیں، امام صاحب نے سب سے پہلے سد ذریعہ کو مستقل دلیل شرعی کی حیثیت دی یہاں تک کہ آج سد ذریعہ مذہب مالکی کی خصوصیات میں شمار کیا جاتا ہے، ان کی فقہ میں بے شمار ابواب اور مختلف مسائل میں اسی کی مثال موجود ہے، ان میں سے چند کا ذکر کیا جارہا ہے:

۱۔ بیوع الآجال کو امام مالکؒ نے سد ذریعہ کے تحت منع کیا ہے، گرچہ کہ اس بیع سے اجل کی اجرت لینے کا ارادہ نہ ہو، لیکن چونکہ یہ ربا کا ذریعہ ہوسکتا ہے، اس لئے ان کے نزدیک ممنوع ہے (الشرح الصغیر: ۳/ ۱۱۷)۔

۲۔ امام مالکؒ کے نزدیک نماز میں سجدہ والی سورہ کا پڑھنا مکروہ ہے؛ تاکہ لوگوں کو رکعت کے زیادہ ہونے کا خوف نہ ہو، یہ حکم صرف امام کے لئے ہے وہ بھی فرض نماز میں (المدونۃ: ۱/ ۱۱۰۔۱۱۱)۔

غور کریں تو یہ غلو کی مثال ہے؛ کیوں کہ یہ حکم صریح اور صحیح نص کے خلاف ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

"كان النبى يقرأ فى الجمعة فى صلاة الفجر الم تنزيل (السجدة)، وهل أتى على الانسان" (بخاری: ۱۰۶۸)۔

اس حدیث سے استحباب اور مداومت بھی ثابت ہے، اس کے باوجود امام مالکؒ کا یہ فرمانا صحیح اور صریح نص کے خلاف ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سد ذریعہ کی مثالیں:

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ بیع عینہ کو منع کرتے ہیں، اسی بیع کو امام مالکؒ نے بیوع الآجال سے تعبیر کیا ہے (اعلام الموقعین عن رب العالمین: ۳/ ۱۲۵، الفتاوی الکبری: ۳/ ۲۴۴)۔

۲۔ معتدہ طلاق، یا معتدہ وفات کو پیغام نکاح سے منع کیا گیا ہے؛ کیوں کہ اس کی اباحت ذریعہ ہوسکتی ہے ایجاب

کی جلد بازی کے لئے، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ معتدہ عدت کی تکمیل کے بارے میں جھوٹ بولے، اس لئے پیغام نکاح ہی کو سدّاً للذریعہ منع کردیا گیا(اعلام الموقعین ۳/ ۱۲۴)۔

۳۔ اجنبیہ کے ساتھ خلوت سے منع کیا گیا ہے، گرچہ کہ یہ خلوت قرآن کریم پڑھنے کے لئے ہو یا سفر میں ہو، گرچہ وہ سفر حج ہی کیوں نہ ہو سدّاً للذریعہ منع کیا گیا(اعلام الموقعین ۳/ ۱۲۳)۔

فقہ حنفی میں سد ذریعہ کی مثالیں:

۱۔ نماز جماعت کے ساتھ عورتوں پر واجب نہیں ہے؛ کیوں کہ ان کا جماعت میں شریک ہونا فتنہ کا باعث ہے، اور فتنہ حرام ہے، جو فتنہ کا باعث اور سبب بنے وہ بھی حرام ہوجاتا ہے، اس لئے سدّاً للذریعہ جماعت میں عورت کی شرکت کو واجب قرار نہیں دیا گیا(بدائع الصنائع:۱/ ۱۵۷)۔

۲۔ گھٹنا سے اوپر حائضہ سے استمتاع منع کیا گیا ہے؛ تاکہ جماع تک پہونچنے کا ذریعہ بند ہوجائے (الاشباہ والنظائر لابن نجیمؒ، قاعدۃ ثانیۃ، إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، ۱۰۹، کشاف:۱/ ۱۳۴)۔

۳۔ عدت میں نکاح کا پیغام جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ عدت میں من کل الوجوہ نکاح قائم رہتا ہے، ایسی حالت میں پیغام نکاح دینا معتدہ کو جلد بازی میں پیغام نکاح کو قبول کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے، اور عورت کے لئے عدت کی تکمیل اور عدم تکمیل کے بارے میں جھوٹ بولنے کا ذریعہ بن سکتا ہے(بدائع الصنائع:۳/ ۲۹۷، ۲۹۸)۔

۴۔ معتکف کے لئے لمس اور تقبیل حرام ہے؛ کیوں کہ یہ دواعی واسباب وطی ہیں، ممکن ہے لمس اور تقبیل حرام فعل کے ارتکاب کا سبب اور ذریعہ بن جائے- اصول: ''سبب اور ذرائع کا حکم وہی ہوتا ہے جو کہ اصل شئ کا ہوتا ہے'' کے تحت لمس اور تقبیل کو حرام کردیا گیا ہے؛ کیوں کہ زنا حرام ہے اس لئے یہ بھی حرام ہوگا، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

''ولا تباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد'' (البقرۃ:۱۸۷)۔

۵۔ ظاہر روایت کے مطابق احناف کے نزدیک زندیق مرتد کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی؛ کیوں کہ اس کی توبہ کی قبولیت استخفاف دین کا ذریعہ بن سکتا ہے، اور وہ اپنے خبیث مقاصد کے لئے توبہ کو ڈھال بنا سکتا ہے (فتح القدیر:۴/ ۳۸۷، الافصاح عن معانی الصحاح:۸/ ۳۴۸)۔

فقہ شافعی میں سد ذرائع کی مثال:

۱۔ اگر روزہ دار نے عذر کی بنیاد پر روزہ توڑ دیا تو شوافع کے نزدیک اس کو ایسے شخص کے پاس کھانے سے منع کیا گیا جو کہ اس کے عذر سے واقف نہ ہو؛ کیوں کہ اس کے سامنے کھانا فسق ومعصیت کی تہمت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

علامہ شیرازی کا قول ہے: اگر مسافر منزل پر پہونچ گیا یا مریض صحتیاب ہوگیا، حالانکہ وہ دونوں روزہ سے نہیں تو اس کے لئے پورے دن کھانے پینے سے رکے رہنا مستحب ہے، اور جو شخص عذر سے واقف نہ ہو اس کے سامنے کھانا نہ کھائے تہمت کے خوف سے بچنے کے لئے (المہذب:۱/۱۷۸، المجموع للنووی:۶/۲۸۸)۔

۲۔ اسی طرح شوافع کے نزدیک قلیل نبیذ کو گرچہ کہ وہ مسکر نہ ہو، قلیل خمر پر قیاس کرتے ہوئے حرام قرار دیا ہے؛ چنانچہ امام غزالیؒ (متوفی:۵۰۵ھ) اس کی وجہ یوں ذکر کرتے ہیں:

"إن قلیل النبیذ وإن لم یسکر حرام قیاساً علی قلیل الخمر وتعلیلنا قلیل الخمر بأن ذلک منه یدعو إلی کثرته" (المستصفی، الباب الثانی فی طریق اثبات علۃ الاصل، النوع الثانی:۱/۳۱۲)۔

(قلیل نبیذ کو اگرچہ مسکر نہ ہو قلیل خمر پر قیاس کیا جائے گا، اس کی اصل علت یہ ہے کہ نبیذ کی کم مقدار کثیر کی طرف دعوت دیتی ہے)۔

یہ قیاس اصول "سد ذریعہ" کے بالکل موافق ہے، اس کے بعد ایک مثال امام غزالیؒ نے اور دی ہے، اور وہ بھی سد ذرائع کی مثال ہے:

"إذ الخلوة لما کانت داعیة إلی الزنا حرمها الشرع کتحریم الزنا" (حوالہ سابق)۔

۶- سد ذریعہ کی اصطلاح سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس کا مقصد مفسدہ تک پہنچنے سے روکنا ہے؛ کیوں کہ فساد شرعاً ممنوع ہے، اور اصولی بات یہ ہے کہ جو چیز حرام کا سبب بنتی ہو وہ بھی حرام ہے، اسی طرح کچھ ایسے ذرائع بھی ہیں جو طاعات اور قربت خداوندی کا سبب اور ذریعہ بنتی ہیں، ظاہر ہے وہ ذرائع ایسے وقت میں شرعاً مطلوب ومحمود ہیں، ممنوع ومحظور نہیں۔ پس ایسے افعال واقوال جن کے نتائج صالح ہوں، تو ایسے صالح افعال واقوال تک رسائی شرعاً مطلوب ہے، اسی کو فتح ذرائع کہا جاتا ہے، چنانچہ علامہ قرافی مالکیؒ فرماتے ہیں:

"اعلم أن الذریعة کما یجب سدّها یجب فتحها وتکره، وتندب، وتباح، فإن الذریعة هی الوسیلة، فکما أن وسیلة المحرم محرمة، فوسیلة الواجب واجبة، کالسعی للجمعة والحج" (الفروق:۲/۳۳)۔

علامہ شیخ ابوزہرہؒ رقمطراز ہیں: **"أن الذرائع یؤخذ بها إذا کانت توصل إلی فساد منصوص علیه، وبالقیاس إذا کانت توصل إلی حلال منصوص، فسدّها فی الأول یکون لمفسدة عرفت بنص، وفتحها فی الثانی یکون لمصلحة عرفت بنص"** (اصول الفقہ للشیخ أبوزہرہؒ:۲۹۵)۔

سد ذرائع اور فتح ذرائع کی بحث سے یہ معلوم ہوا کہ ذریعہ کے معنی وسیلہ کے ہیں، اور اصطلاح شرع کی بات کریں

تو اس کا معنی ہوگا ایسے ذرائع جو حرام کے راستہ یا حلال کے راستہ تک پہونچنے کا ذریعہ ہو؛ کیوں کہ وسیلہ یا ذریعہ کا حکم وہی ہوتا ہے جو مقصود کا حکم ہوتا ہے، اس لئے کہ جو راستہ حرام تک لے جاتا ہے وہ حرام ہے، اور جو مباح تک لے جاتا ہے وہ مباح ہے۔

اس کو مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، مثلاً زنا حرام ہے، اس لئے جو چیز بھی زنا کے راستہ کو کھولتی ہے اور وہاں پہونچنے کا سبب بنتی ہے وہ حرام ہوگی، جیسے کسی خاتون کا ستر دیکھنا بھی حرام ہی ہوگا؛ کیوں کہ ستر عورت کا دیکھنا حرام فعل یعنی زنا کا سبب بن سکتا ہے۔

علامہ شیخ ابوزہرہ نے لکھا ہے: ''**أن أكثر الأمثلة فى الذرائع انما هى لدفاع الفساد، ولكن الذرائع يؤخذ بها أيضاً فى جلب المنافع**'' (اصول فقہ: ۲۹)۔

۷- دور حاضر کے چند مسائل جو سد ذرائع کے اصول کے مطابق حل کئے جاسکتے ہیں:

۱۔ رفع ظلم کے لئے رشوت دینا؛ تا کہ اس کے ذریعہ ظلم وستم سے بچا جا سکے، یہ اس وقت جائز ہونا چاہئے جب کہ ظلم کو دفع کرنے کا اس کے علاوہ اور طریق اور راستہ نہ رہا ہو، بالخصوص ہندوستان کی صورتحال کو دیکھ کر اور افسران کے رویے جو دلت اور پچھڑی ذات اور بالخصوص مسلمانوں کے ساتھ ہیں، اس پس منظر میں دیکھنا چاہئے، اس لئے میری رائے میں فتح ذریعہ کے اصول کے تحت مذکورہ شرطوں کے ساتھ جائز قرار دینا چاہئے۔

۲۔ کسی بھی ملک اور قوم کی ترقی کے لئے قومی معیشت کا شرح نمو ہمیشہ بڑھنا ہی چاہئے، اس سے قومی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے، اور ملک کی معیشت مزید مضبوط ہوتی ہے، یہی حال فرد اور کمپنیوں کا بھی ہوتا ہے، پس اگر مسلم مخالف قوتوں اور طاقتوں کے مصنوعات کا بائیکاٹ کر دیا جاتا ہے، تو اس سے ان کی معیشت کی کمر ٹوٹ جائے گی، ان کے ظلم وستم کے پنجے بھی کمزور پڑیں گے، اس لئے فتح ذریعہ کے اصول کے تحت بائیکاٹ کو جائز قرار دیا جانا چاہئے۔

۳۔ مسلم نمائندوں کو ٹی وی مباحثہ میں حصہ لینا ممنوع قرار دینا چاہئے؛ کیوں کہ مباحثہ میں شرکت تو جائز ہے؛ لیکن شرکت نزاع اور فساد اور مسلمانوں کے تعلق سے بدگمانیوں میں تصلب پیدا کر رہی ہے، جو کہ درست نہیں ہے، اس لئے شرکت کو سداً للذریعہ ممنوع قرار دینا چاہئے۔

۸- جس طرح سرے سے سد ذرائع کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے، اسی طرح سد ذریعہ میں غلو بھی جائز نہیں، اس سے بچنا چاہئے؛ کیوں کہ اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہو سکتے ہیں، مثلاً مباح ذرائع اس لئے استعمال نہ کرے کہ گمان ہو کہ نتیجتاً و مآلاً گناہ کا سبب بنے گا، جیسے امام مالکؒ کے نزدیک نماز میں سجدہ والی سورہ کا پڑھنا مکروہ ہے؛ تا کہ لوگوں کو رکعت کے زیادہ

ہونے کا خوف نہ ہو، یہ حکم صرف امام کے لئے ہے وہ بھی فرض نماز میں (المدونۃ ۱/ ۱۱۰-۱۱۱)۔

یہ سد ذرائع میں غلو ہے، یہ غلو صرف ایک گمان کی وجہ سے ہے، اور گمان سے علم کا درجہ حاصل نہیں ہوتا ہے، علم یہاں اسباب اور ذرائع کا مباح العمل ہونا ہے، اس لئے عمل گمان پر نہیں علم پر ہوگا۔

اسی لئے علامہ شیخ ابوزہرہؒ نے لکھا ہے کہ سد ذرائع میں غلو کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ غلو امر مباح، مندوب یا واجب پر عمل کرنے سے روکنے کا سبب بنتا ہے، جیسے کہ نیک لوگوں کا یتیموں کے مال کی تولیت سے انکار کرنا، صرف اس خوف سے کہ کہیں یتیموں پر اس کی ذات سے کوئی ظلم نہ ہو جائے، یا تہمت کے خوف سے اوقاف کی تولیت سے انکار، جب کہ یتیموں کے مال کی اور اوقاف کی حفاظت اور دیکھ ریکھ نیک لوگ ہی اچھے سے کر سکتے ہیں جو کہ علم یقینی ہے، اس کے باوجود اس پر عمل نہ کرنا اور گمان کی وجہ سے اس سے پیچھے ہٹ جانا کیسے جائز ہو سکتا ہے:

"وإن الأخذ بالذرائع لا تصح المبالغة فيه،فإن المغرق فيه قد يمتنع عن أمر مباح أو مندوب أو واجب، خشية الوقوع فى ظلم كامتناع بعض العادلين عن تولى أموال اليتامى أو أموال الأوقاف خشية التهمة من الناس" (اصول الفقہ: ۲۹۴)۔

اصول سد ذریعہ کے مخالفین میں ایک نام جو مشہور ہے، وہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ کا ہے؛ چونکہ ان کے مذہب کے مطابق سد ذریعہ اصول نہیں بن سکتا ہے، اس لئے ان کے یہاں مخالفت میں کئی مسائل ان کی کتابوں میں مذکور ہیں، لیکن اس کے باوجود غلو کرنے والوں کو ان کی ایک بات یاد رکھنا چاہئے جس میں انہوں نے کہا ہے:

میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس مذہب سے جو اس کا قائل ہے، کسی حرام کا ذریعہ بن جانے کے خوف سے حلال شئ اگر حرام ہو جاتی ہے تو پھر زنا کے خوف سے مردوں کو خصی کر لینا چاہئے، کفر کے ڈر سے لوگوں کو قتل کر دینا چاہئے، شراب بنائے جانے کے ڈر اور خوف سے انگور کے باغات برباد کر دئے جائیں (الاحکام فی اصول الأحکام لابن حزم: ۶/ ۴۴۹، ط: السعادۃ، مصر)۔

میری رائے یہ ہے کہ نہ تو سد ذریعہ کو منع کیا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ دلائل شرعی موجود ہیں، تاہم اس میں غلو کرنا بھی جائز اور درست نہیں ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں نصوص سے ثابت شدہ اشیاء کو حرام کر دینا لازم آئے گا، اور تمام حقیقتیں باطل ہو کر رہ جائیں گی۔

☆☆☆

سد ذریعہ کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق احکام

مولانا ابوبکر قاسمی☆

تمہید:

اگر کوئی مشروع ومباح عمل کسی بڑی برائی کا پیش خیمہ بن سکتا ہو تو شرعاً ایسے مباح عمل اور مشروع کام سے قرآن وسنت میں روکا گیا ہے، چنانچہ معبودان باطل کی مذمت اور ان کی پرستش کی قباحت وشناعت ہی سے مسئلہ توحید کی وضاحت ہوتی ہے، لیکن اگر کہیں معبودان باطل کا سبّ وشتم اللہ رب العزت کے سبّ وشتم کا سبب وداعی بن رہا ہو یا بن سکتا ہو تو ایسی صورت میں اللہ تعالی نے اپنے ماننے والوں کو صراحت کے ساتھ معبودان باطل کے سبّ وشتم سے منع کیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے: "**ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم**" (سورۂ انعام:۱۰۸)، اسی طرح فتح مکہ کے بعد حضور اکرم ﷺ کا خانہ کعبہ کی تعمیر نو سے رکنا نئے فتنہ کے کھڑا ہونے اور قریش مکہ کے غلط فہمی میں پڑنے کا موجب بن سکتا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے تعمیر نو سے احتراز فرمایا، "**لولا حدثان قومک بالكفر لفعلت**" (بخاری، کتاب المناسک ۱/۳۲۹، حدیث نمبر:۱۵۵۹)۔

چنانچہ قرآن وسنت کی مندرجہ تصریحات کو سامنے رکھ کر حضرات فقہاء نے سد ذرائع کا اصول وضع کیا ہے، ذیل میں سد ذرائع سے متعلق مرسلہ سوالنامہ کا جواب لکھا جاتا ہے:

۱-سد ذرائع کی لغوی حقیقت اور شرعی حیثیت:

سدّ کا لغوی مفہوم ہے: إغلاق الخلل، خرابی وبگاڑ کو دور کرنا، سوراخ وشگاف کو بند کرنا، اور ذرائع کا واحد ذریعہ ہے، عربی میں ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کا واسطہ وسبب کو کہا جاتا ہے۔

سد ذرائع مرکب نام ہے، موسوعہ فقہیہ میں سد ذرائع کا اصطلاحی مفہوم حسب ذیل ہے: "**وفي الاصطلاح هي الاشياء التي ظاهرها الإباحة، ويتوصل بها إلى فعل محظور**"، یعنی فقہاء کی اصطلاح میں سد ذرائع ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جن کا ظاہر مباح ہوتا ہے، اور ان کے ذریعہ کسی ممنوع کام تک پہنچا جاتا ہے۔

☆ مدرسہ اسلامیہ، شکرپور بھرواره، دربھنگہ۔

"ومعنى سد الذريعة حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها إذا كان الفعل السالم من المفسدة وسيلة إلى مفسدة"، سدذریعہ کا معنی ہے فساد کے وسائل کے مادہ کو ختم کرنا جبکہ کوئی صحیح وسالم فعل کسی مفسدہ کا سبب ووسیلہ بن رہا ہو(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶)۔

۲-کیاذریعہ اورسبب میں فرق ہے:

لغوی اعتبار سے ذریعہ اور سبب میں کوئی فرق نہیں ہے، ذریعہ وسیلہ کو کہا جاتا ہے، اور سبب کا معنی ہے: رسی، راستہ، ذریعہ، وسیلہ، اور شرعاً سبب اس چیز کو کہا جاتا ہے جو دوسری شی تک پہنچائے مگر اس میں مؤثر نہ ہو(ملاحظہ ہو: القاموس الوحید/ص ۷۳۶)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:"السبب لغةً الحبل ثم استعمل لكل شيء يتوصل به إلى غيره والجمع أسباب، وعرفه الحنفية بأنه مايكون طريقا إلى الحكم من غير تاثير اى من غيرأن يضاف إليه وجوب ولا وجود ولا يعقل فيه معانى العلل لكن يتخلل بينه وبين الحكم علة" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۱۴۵)۔

۳-سدذرائع کی حجیت کے سلسلہ میں ائمہ اربعہ کا اختلاف:

فقہاء مالکیہ اور حنابلہ نے سد ذرائع کو ادلہ فقہ میں نمایاں حیثیت دی ہے، اور فقہاء حنفیہ وشافعیہ نے سد ذرائع کو منجملہ ادلہ فقہ کے شمار نہیں کیا ہے، اور اس سلسلہ میں حضرات فقہاء کے درمیان اختلاف کی تفصیل موسوعہ فقہیہ میں پڑھی جاسکتی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ذرائع وسائل کو کہا جاتا ہے اور وسائل پر حکم مقاصد کو ملحوظ رکھ کر لگا یا جاتا ہے، اگر مقاصد میں حرمت ہے تو اس کے وسائل میں بھی حرمت ہوگی، اور اگر مقاصد میں کراہت ہوگی تو اس کے ذرائع میں بھی کراہت ہوگی، اور اگر کسی چیز میں وجوب واباحت کا پہلو ہے تو اس کے وسائل میں بھی وجوب واباحت کا حکم ہوگا۔

موسوعہ فقہیہ میں ہے:"وأنكر الشافعية والحنفية ذلك وقالوا: إن سد الذرائع ليس من أدلة الفقه لأن الذرائع هي الوسائل والوسائل مضطربة اضطرابا شديدا فقد تكون حراما وقد تكون واجبة وقد تكون مكروهة أو مندوبة أو مباحة وتختلف مع مقاصدها حسب قوة المصالح والمفاسد وضعفها وخفاء الوسيلة وظهورها فلا يمكن ادعاء دعوى كلية باعتبارها ولا بالغائها ومن تتبع فروعها الفقهية ظهرله هذا ويفهم من كلام المالكية أنها من حيث هي غير كافية فى الاعتبار إذ لو كانت كذلك لاعتبرت مطلقا وليس كذلك بل لا بد من فضل خاص يقتضى اعتبارها أو إلغائها" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۸)۔

یادرہے کہ احکام شرع دوطرح کے ہیں: مامورات، منہیات، مامورات میں حسن ہوتا ہے اور منہیات میں قبح ہوتا

ہے، پھر مامورات ومنہیات بھی دوطرح کے ہیں: ایک کومقاصد کہنا چاہئے اور دوسرے کووسائل وذرائع کا نام دینا مناسب ہوگا، مقاصد میں حسن وقبح لعینہ ہوگا، اور وسائل وذرائع میں حسن وقبح لغیرہ ہوگا، مندرجہ تفصیل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سدذرائع کی حیثیت عندالشرع ربع دین کی ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین کی تیسری جلد میں سد ذرائع پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:"**وباب سد الذرائع أحد أرباع التكليف فانه أمر ونهي، والأمر نوعان: أحدهما مقصود لنفسه والثانى إلى المقصود، والنهى نوعان: أحدهما ما يكون المنهى عنه مفسدة فى نفسه، والثانى ما يكون وسيلة إلى المفسدة فصار سد الذرائع المفضية إلى الحرام احد أرباع الدين**"(اعلام الموقعین ۳/۱۲۶)۔

فقہاء احناف نے امرونہی کی بحث میں حسن لعینہ ولغیرہ، قبیح لعینہ ولغیرہ کا ذکر کیا ہے، نیز تصرفات شرعیہ کی نہی کا ذکرکیاہے، اوراس کاحکم تحریر کرتے ہوئے اصول الشاشی میں مرقوم ہے:"**وحكم النوع الثانى أن يكون المنهى عنه غير ما يضيف إليه فيكون هو حسنا بنفسه قبيحا لغيره ويكون المباشر مرتكبا للحرام لغيره لا لنفسه**"۔

اصول الشاشی اور دیگر علماء احناف کی کتب اصول کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ افعال شرعیہ کی نہی سد ذرائع کے فقہی اصول کومتضمن ہے، اس لئے فقہاء احناف نے عموماً سد ذرائع کوعلاحدہ نہیں ذکر کیا ہے، البتہ بعض فقہاء متاخرین نے اپنی کتاب میں سدذرائع کوعلاحدہ بطوراصول کے ذکر کیا ہے، چنانچہ شیخ وہبہ زحیلی نے الفقہ الاسلامی وادلتہ کی آٹھویں جلدمیں سدذرائع کواہتمام سے ذکرکیاہے،فرماتے ہیں:

"**اعتبار قاعدة الذرائع من أصول التشريع أمر لابد منه لأنها قائمة على أساس الضرورة والضرورة كما عرفنا قد تكون سببا لإباحة الفعل كذلك الذريعة فلا تبيح الحرام رعاية للمصلحة ودفعا للمفسدة وقد تضيف معنى جديدا إلى الضرورة فتحرم وسائل الحرام من باب الاحتياط والورع فى الدين وهو من قبيل ما يسمى اليوم الاحتيال على القانون**"(الفقہ اسلامی وادلتہ ۹/۵۲۰)۔

علامہ ابن قیمؒ ذریعہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**الذريعة هى ماكان وسيلة إلى الشئ فان كانت الوسيلة مؤدية إلى مصلحة فهو مطلوبة وإن كانت مؤدية إلى مفسدة فهى ممنوعة**"(اعلام الموقعین ۳/۱۲۶، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/۵۲۱)۔

علامہ قرافی نے لکھا ہے:"**الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح فان الذريعة هى الوسيلة فكما أن وسيلة الحرام محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعى للجمعة والحج**"(کتاب الفروق ۲/۳۳)۔

علامہ زرکشی شافعی نے فقہ کی مشہور کتاب البحر المحیط میں سد ذرائع پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: "الذرائع إلی الحلال والحرام یشبه معانی الحلال والحرام" (البحر المحیط ۶/ ۸۴)۔

۴-سد ذرائع کے مختلف درجات اور حضرات فقہاء کے مختلف رجحانات:

سد ذرائع پر سب سے زیادہ مفصل بحث میرے علم کے مطابق علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین (۳/ ۱۰۹) میں کی ہے، پھر شیخ وہبہ زحیلیؒ نے الفقہ الاسلامی وأدلتہ (۹/ ۵۲۲) میں اور علامہ قرافی نے کتاب الفروق میں اور علامہ زرکشی نے البحر المحیط کی چھٹی جلد میں اور کویت کی مطبوعہ الموسوعۃ الفقہیہ میں اس کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین (۳/ ۱۱۰) میں سد ذرائع کی چار اقسام کا ذکر کیا ہے اور آگے چل کر انہوں نے سد ذرائع کے ننانوے دلائل کو تفصیل سے لکھا ہے:

"الوجه التاسع والتسعون جمع عثمان المصحف علی حرف واحد من الأحرف السبعة لئلا یکون ذریعة إلی اختلافهم فی القرآن ووافقه علی ذلک الصحابةؓ ولنقتصر علی هذا العدد من الامثلة الموافق لأسماء الله الحسنی التی من أحصاها دخل الجنة تفاؤلاً بأنه من أحصی هذه الوجوه وعلم أنها من الدین وعمل بها دخل الجنة إذ قد یکون قد اجتمع له معرفة أسماء الرب تعالی ومعرفة أحکامه ولله وراء ذلک أسماء وأحکام" (اعلام الموقعین ۳/ ۱۲۶)۔

علامہ شاطبی نے اپنی مشہور کتاب الموافقات کی تیسری قسم میں مقاصد ومفاسد سے بحث کی ہے، ان کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو خیر وشر کے ذریعہ آزمایا ہے، نیز حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے کو جنت کو مکارہ سے اور جہنم کو شہوات سے گھیر دیا گیا ہے، اس لئے دنیا میں کوئی بھی امر یا نہی مصالح ومفاسد سے معرّی نہیں ہے، اس لئے کسی بھی چیز پر حکم خیر وشر کا اس کے غلبہ کی جہت کو دیکھ کر لگایا جاتا ہے۔ علامہ شاطبی نے پہلے آیت وروایت کو نقل کیا ہے، جو حسب ذیل ہے: "ونبلوکم بالشر والخیر فتنة" (انبیاء: ۳۵)، "وحفّت الجنة بالمکاره وحفّت النار بالشهوات" (بخاری، رقاق ۲/ ۲۸۷)، مذکورہ آیت وروایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

"فلهذا لم یخلص فی الدنیا لأحد جهة خالیة من شرکة الجهة الأخری فان کان کذلک فالمصالح والمفاسد الراجعة إلی الدنیا إنما تفهم علی مقتضی ما غلب فاذا کان الغالب جهة المصلحة فهی المصلحة المفهومة عرفا وإذا غلبت الجهة الاخری فهی المفسدة المفهومة عرفا ولذلک کان الفعل ذوالوجهین منسوبا إلی الجهة الراجحة فان رجحت المصلحة فمطلوب ویقال

انه مصلحة وإذا غلبت جهة المفسدة فمهروب عنه ويقال انه مفسدة على ماجرت به العادات فى مثله"(الموافقات ۲/۲۰)۔

مذکورہ کلام کا حاصل یہ ہے کہ ہر عمل میں خیر وشر اور مصالح ومفاسد کا امتزاج پایا جاتا ہے لیکن اس کے جواز وعدم جواز کا حکم جو لگایا گیا ہے اس میں غلبہ کا اعتبار کیا جاتا ہے، لہذا جو عمل مشروع ہے اس میں مصالح غالب ہے اور جو ممنوع ہے اس میں مفاسد کا غلبہ ہے، چنانچہ قرآن کریم میں شراب اور جوئے سے متعلق مذکور ہے کہ ان میں بڑا گناہ ہے، اور لوگوں کے لئے منافع ہے، لیکن بڑا گناہ ہونے کے سبب قرآن نے شراب وجوئے کی حرمت ونجاست کا اعلان کیا ہے، اور لوگوں کو اس سے بچنے کی سخت تاکید کی ہے، اس سے پتہ چلا کہ مقاصد کی حلت وحرمت کے اعتبار سے ہی ذرائع کی حلت وحرمت کا اعلان کیا جاتا ہے۔

۵-سد ذرائع کی حجیت کے سلسلہ میں ائمہ اربعہ کی فقہ کا تقابلی مطالعہ:

سد ذرائع کو فقہی اصول کی حیثیت سے عام طور سے حضرات فقہاء نے ساتویں ہجری کے بعد ذکر کیا ہے، البتہ صراحت کے ساتھ اس لفظ کا ذکر سیدنا امام شافعیؒ کے کلام میں ان کی مشہور کتاب ''الام'' کی چوتھی جلد میں کتاب الشفعہ کے تحت احیاء الموات سے متعلق مسائل کے ضمن میں پایا جاتا ہے، سیدنا امام شافعیؒ نے احیاء الموات پر بحث کرتے ہوئے ''تشدید أن لا یحمی أحد علی أحد'' کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے، اس باب کے تحت سیدنا ابوہریرہؓ کی یہ روایت نقل کی ہے:"**من منع فضول الماء ليمنع به الكلأ منعه الله فضل رحمته يوم القيامة**"(کتاب الام ۴/۴۱۸)، یاد رہے کہ سیدنا امام بخاری نے مساقات میں اسی طرح سیدنا امام مسلم نے بھی مساقات میں "**لا يمنع فضل الماء ليمنع به الكلأ**" یا "**لا تمنعوا فضل الماء لتمنعوا به فضل الكلأ**" کے الفاظ کے ساتھ اس مضمون کو نقل کیا ہے(بخاری: ۲۳۵۳، ۲۳۵۴، مسلم ۷/۳/۱۵۶۵)۔

مذکورہ حدیث میں امام شافعیؒ نے تحریر کیا ہے:"**إن ما كان ذريعة إلى منع ما أحل الله لم يحل وكذلک ماكان ذريعة إلى إحلال ماحرم الله تعالى**"(الأم ۴/۴۱۹)۔

(جن چیزوں کو اللہ تعالی نے حلال کیا ہے اس کو منع کرنے کا جو چیز ذریعہ بنے وہ حلال نہیں ہے، اسی طرح جو چیز اللہ تعالی کی حرام کردہ چیز کو حلال کرنے کا ذریعہ بنے وہ بھی جائز نہیں ہے)۔

مذکورہ صراحت کے بعد کتاب الام میں حسب ذیل عبارت ہے:"**قال الشافعي فان كان هذا هكذا ففى هذا ما يثبت أن الذرائع إلى الحلال والحرام تشبه معانى الحلال والحرام**"(الأم ۴/۴۱۹)۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر یہ اصول اس طرح ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حلال وحرام کے ذرائع حلال و

حرام کے معنی میں ہوتے ہیں یعنی حلال کے ذرائع حلال ہیں اور حرام کے ذرائع حرام ہیں، گویا امام شافعیؒ نے سب سے پہلے سد ذرائع کی اصطلاح کا ذکر کیا ہے، فقہاء احناف کے یہاں مجھے اس کی صراحت نہیں ملی، البتہ اس کے ہم معنی تعبیر ملتی ہے، اور وہ ہے کسی کام کے کرنے پر اعانت ودلالت اور سبب بننے کا حکم، یعنی جس طرح کوئی کام کرنا جائز ہے اسی طرح اس کام کے کرنے میں کسی کی مدد کرنا یا اس کی رہنمائی کرنا یا اس کا سبب بننا شرعاً درست ہے، اور جس کام کا کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے اس کے کرنے پر کسی کی اعانت کرنا یا وہ کام اس کو سکھانا یا اس کا سبب بننا بھی شرعی حرام وناجائز ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: **"تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان"** (سورۂ مائدہ)، اور حدیث نبوی ﷺ ہے: **"الدال على الخير كفاعله"** (مسند امام اعظم)، حضرات فقہاء احناف بھی اپنی کتابوں میں قرآن وسنت کی مذکورہ تعبیر ہی کو استعمال کیا ہے، چنانچہ شامی کتاب الکراہیۃ میں یہ مسئلہ مذکور ہے:

"إذا ثبت كراهة لبسها ......ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الاعانة على ما لايجوز فكل ما أدّى إلى ما لايجوز لا يجوز" (درمختار مع ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس ۹/۵۹۵)۔

اسی طرح ہدایہ کتاب الکراہیۃ میں بہت سے کاموں کے سبب معصیت ہونے یا معصیت کا دروازہ کھولنے یا معصیت کا داعی ہونے کے سبب منع کیا گیا ہے (ملاحظہ ہو: ہدایہ ۴/۴۳۹-۴۵۶، ہدایہ ۱/۲۱۱)۔ باب الاعتکاف میں ہے: **"وكذا اللمس والقبلة لأنه دواعيه فيحرم عليه إذ هو محظوره كما في الاحرام"**، کتاب الکراہیۃ کی عبارت ہے: **"ومن دعى إلى وليمة أو طعام فوجد ثمة لعباً أو غناءً، إلى قوله...... فان كان مقتدى ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد، لأن في ذلك شين الدين وفتح باب المعصية على المسلمين** (ص ۴۳۹)**، ويكره بيع السلاح في أيام الفتنة معناه ممن يعرف أنه من أهل الفتنة لانه تسبيب إلى المعصية"**۔

مذکورہ عبارتوں میں سد ذریعہ کی اصطلاح کا اگرچہ استعمال نہیں ہے، لیکن مذکورہ مسائل کا تعلق سد ذرائع ہی کے باب سے ہے، ہاں ہدایہ باب العدۃ میں حداد واحداد کے ذیل میں یہ عبارت ہے: **"إن هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها وهي ممنوعة من النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع في المحرم"** (ہدایہ، باب العدۃ ۲/۴۲۷)۔

یہ چیزیں دواعی رغبت میں سے ہیں اور نکاح میں یہ چیزیں ممنوع ہیں، لہٰذا عورت ان کاموں سے بچے؛ تاکہ یہ حرام میں پڑنے کا ذریعہ نہ ہوجائے۔

اسی طرح فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: **"ما أدّى إلى الحرام فهو حرام"** (الموسوعۃ الفقہیہ ۲/۱۰۶)۔

نیز یہ قاعدہ بھی معروف ہے: **"سبب الحرام حرام"** (ہدایہ ص ۴۵۰)۔

"ماحرم أخذه حرم إعطاء ه" یا"ماحرم فعله حرم طلبه"(الاشباہ والنظائر، قاعدہ: ۱۴، الفن الاول ص ۷۹)۔

"حرم اللبس حرم الإلباس"(ہدایہ ۴/ ۴۴۲)۔

"ماحرم شربه حرم سقیه"(ہدایہ ۴/ ۴۴۲)۔

مندرجہ فقہی تصریحات وقواعد فقہاء احناف کے یہاں سد ذرائع ہی کے باب سے تعلق رکھتے ہیں، یاد رہے کہ قرآن وسنت میں استیذان کا حکم سد ذرائع ہی کے قبیل سے ہے؛ البتہ آیت استیذان میں "لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلّموا علی أهلها" سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم غیر اور اجنبی شخص کے گھر سے متعلق ہے، لیکن حدیث نبوی میں وارد ہے کہ ایک صحابی نے دریافت کیا:" أستأذن علی أمّي؟"، کیا میں اپنے گھر اپنی امی کے پاس جاؤں تب بھی اجازت طلب کروں؛ جبکہ میں وہاں رہتا ہوں، والدہ کی خدمت کرتا ہوں اور وہاں کوئی نہیں رہتا، صحابی نے کئی مرتبہ الفاظ بدل بدل کر استیذان سے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ فرمایا: "أتحب أن تراها عریانة" (کیا تم والدہ کو برہنہ حالت میں دیکھنا پسند کرتے ہو؟) تو انہوں نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا: "فاستأذن علیها"، والدہ کے پاس بھی جاؤ تو اجازت لے کر جاؤ(موطاامام محمد، حدیث: ۹۰۲، باب الاستیذان، ص ۳۸۱ مطبوعہ دیوبند)۔

اس حدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس حدیث نبوی میں استیذان کا حکم سد ذریعہ ہی کے طور پر ہے۔حدیث استیذان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

"عن عطاء بن یسار أن رسول الله ﷺ سأله رجل فقال: یا رسول الله! أستأذن علی أمي؟ قال: نعم، قال الرجل: إني معها في البیت، قال: استأذن علیها، قال: إني أخدمها، قال رسول الله ﷺ: أتحب أن تراها عریانة؟ قال: لا، قال: فاستأذن علیها"(رواہ الامام مالک فی الموطا، حدیث: ۱۷۹۶، باب الاستئذان)۔

اور قرآن سے سد ذریعہ کا ثبوت سورہ انعام کی آیت/ ۱۰۸:"ولا تسبّوا الذین یدعون من دون الله فیسبّوا الله عدوا بغیر علم" سے ہوتا ہے، آیت پہلے بھی ذکر کی جاچکی ہے، علامہ وہبہ زحیلیؒ نے" التفسیر المنیر" کی جلد ۷ کے بالکل آخر میں لکھا ہے:

"وهذا......دلیل علی وجوب الحکم بسد الذرائع وفی الآیة دلیل ایضا علی أن المحقق قد یکف عن حق له إذا أدی إلی ضرر یکون فی الدین ...... ویؤکد مدلول الآیة قول النبی ﷺ فیما أخرجه البخاری ومسلم وأبوداؤد عن عبد الله بن عمرو: لعن الله الرجل یسبّ أبویه ویسبّ أمه فیسبّ أمه، قال ابن العربی: فمنع الله تعالی فی کتابه أحدا أن یفعل فعلا جائزا یؤدی إلی محظور، وبهذا تمسک المالکیة فی سدّ الذرائع وهو کل عقدها فی الظاهر یؤول أو یمکن أن یتوصل به إلی

محظور"(التفسیر المنیر ۷/۳۲۸)۔

مندرجہ بالا آیت قرآنی کے حاشیہ میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے "آسان تفسیر" (۱/۷۴۴) میں لکھا ہے: "اسی سے فقہاء کے ایک اصول سد ذریعہ کی تائید ہوتی ہے، یعنی اگر کوئی بات جائز بھی ہو لیکن وہ کسی برائی کا ذریعہ بنتی ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے؛ کیونکہ گناہ کا ذریعہ بھی گناہ ہوتا ہے، اور نیک کام کا ذریعہ بھی باعث اجر وثواب ہے"۔

میرے نزدیک سورہ مائدہ کی آیت/۳۵: "**یا أیھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا إلیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون**"، میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس آیت کریمہ سے سد ذریعہ اور فتح ذریعہ دونوں کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ سید قطب کی تفسیر فی ظلال القرآن سے ذیل میں چند تصریحات نقل کی جاتی ہیں، لیکن اس سے پہلے یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ مندرجہ آیت سے قبل اللہ تعالی نے قتل ناحق اور اس کی سزا پھر توبہ اور مغفرت کا ذکر کرکے تقوی اختیار کرنے اور قرب خداوندی کے اسباب کو تلاش کرکے راہ خدا میں بھرپور کوشش کرنے کو کامیابی کا زینہ قرار دیا ہے، بعدہ کفر کا انجام دائمی عذاب کو بتایا گیا ہے، جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان طاعت وفرمانبرداری کو اپنائے، معصیت سے بچے، اور سزا کا نفاذ برائی سے روکنے ہی کے لئے ہوتا ہے، اور تقوی ہی انسان کو ہر برائی سے روکتا ہے، اس لئے اللہ تعالی نے مومنوں کو تقوی کا حکم دے کر ابتغائے وسیلہ اور جہاد کی تلقین کرکے سد ذریعہ اور فتح ذریعہ کی رہنمائی کی ہے۔

تفسیر فی ظلال القرآن میں ہے: "**ان ھذا المنھج المتکامل یأخذ النفس البشریۃ من أقطارھا جمیعا......وھو یدفعھا إلی الطاعۃ ویصدھا عن المعصیۃ، إن الھدف الأول للمنھج ھو تقویم النفس البشریۃ وکفھا عن الانحراف والعقوبۃ وسیلۃ من الوسائل الکثیرۃ ولیست العقوبۃ غایۃ کما أنھا لیست الوسیلۃ الوحیدۃ......علی أن تقوی اللہ ھی التی تصاحب الضمیر فی السر والعلن وھی التی تکف عن الشر فی الحالات التی لایراھا الناس، قولہ اتقوا اللہ واطلبوا إلیہ الوسیلۃ وتلمسوا ما یصلکم بہ من الاسباب**"(۵/۸۸۱)۔

"**وھکذا ینبغی أن تفھم حدود الاسلام فی ظل نظامہ المتکامل الذی یضع الضمانات للجمیع لا لطبقۃ علی حساب طبقۃ والذی یتخذ أسباب الوقایۃ قبل أن یتخذ أسباب العقوبۃ والذی لا یعاقب إلا المعتدین بلامبرر للاعتداء**" (۵/۸۸۳، نیز ۵/۸۸۵-۸۸۶)۔

مذکورہ تصریحات وتفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے سرقہ اور محاربہ جیسے جرائم اور ان کی سزا اور خوف خدا کا ذکر کرکے سد ذریعہ کے قانون کی تائید وتصویب کی ہے، اسی لئے ائمہ اربعہ نے سد ذریعہ کے اصول کو تسلیم کیا ہے، اور اس کی حجیت کو معتبر مانا ہے؛ البتہ سد ذریعہ کی چار قسمیں ہیں، بعض قسموں کے حکموں کے سلسلہ میں فقہاء کے مابین تھوڑا سا اختلاف بھی ہوا ہے جس کا ذکر اقسام اور ان کی امثلہ کے ذیل میں ہوگا۔

سدذرائع کے اقسام:

قسم اول: وہ ذرائع جن کے موجب فساد ہونے کا یقین ہو، جیسے کسی کے دروازہ کے سامنے یا گزرگاہ میں کنواں کھودنا، جس میں رات کے اندھیرے میں نکلنے والے کا گرجانا اور ہلاک ہوجانا یقینی ہے، یا شراب پی کر مدہوش ہوجانا یقینی ہے۔

قسم ثانی: وہ ذرائع جن کا موجب فساد ہونا امر نادر یا اتفاقی ہو، جیسے گزرگاہ سے ہٹ کر کسی کے کھیت میں گڈھا کھودنا جو کبھی اتفاقاً کسی ناواقف شخص کے لئے ہلاکت کا سبب بن سکتا ہے، عام لوگوں کے لئے نہیں اور نہ عام حالات میں۔

قسم ثالث: وہ ذرائع جن کے موجب فساد ہونے کا گمان غالب ہو، جیسے حالت جنگ میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار فروخت کرنا، یا معتدہ متوفی عنہا زوجہا کا حالت عدت میں زینت کرنا۔

چوتھی قسم: وہ ذرائع جن کا موجب فساد ہونا نہ یقینی ہو اور نہ ہی نادر ہو، اور نہ اکثری ہو، ہاں بسا اوقات وہ موجب فساد ہوں، جیسے خرید وفروخت کی بعض صورتیں جو بسا اوقات ربوا کا موجب بنتی ہیں لیکن یہ صورت نہ غالب ہے نہ ہی بالکل نادر ہے۔

ذرائع کی مختلف قسموں کے احکام:

ذرائع کی پہلی صورت کی ممانعت پر سب کا اتفاق ہے، چنانچہ بحرمحیط میں علامہ زرکشی نے لکھا ہے: "**إن من الذرائع ماهو معتبر إجماعا كالمنع عن حفر الآبار فى طريق المسلمين وإلقاء السم فى طعامهم وسبّ الأصنام عند من يعلم من حاله أنه يسبّ الله**" (ص/ ۸۳)۔

علامہ قرافی نے بھی مذکورہ مثالوں کا ذکر اپنی کتاب الفروق ۲/ ۳۲ میں کیا ہے، ذرائع کی دوسری قسم ممنوع نہیں ہے؛ بلکہ اس کے الغاء پر سب کا اتفاق ہے، چنانچہ بحرمحیط میں ہے: "**ما هو ملغى اجماعا كزراعة العنب فانها لا تمنع خشية الخمر وإن كان وسيلة إلى المحرم**" (البحرالمحیط ۶/ ۸۳)۔

"**أو كالمجاورة فى البيوت خشية الزنا**"، کسی کے پڑوس میں گھر بنانا زنا و بدکرداری کے اندیشہ سے منع نہیں ہے۔

ذرائع کی تیسری قسم بھی بالاتفاق ممنوع ہے۔

ذرائع کی چوتھی قسم مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فساد غالب نہیں ہے، اور اعتبار غلبہ کا ہے اس لئے یہ صورت شرعاً ممنوع نہیں ہے، اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک ذرائع کی یہ صورت بھی ممنوع ہے، چنانچہ شریعت میں اس کی نظیر موجود ہے کہ اجنبیہ کے ساتھ خلوت یا سفر میں فتنہ کا اندیشہ نہ غالب ہے اور نہ ہی نادر ہے، البتہ بسا اوقات فتنہ پیدا ہوجاتا ہے، اور بہت دفعہ فتنہ نہیں ہوتا لیکن شریعت نے اس سے منع کیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورتوں میں بھی ذرائع واسباب کو ممنوع قرار دیا جانا چاہئے (دیکھئے: اسلامی عدالت: قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ/ ۱۲۵)۔

سد ذرائع کی مذکورہ اقسام کو علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین کی تیسری جلد میں اور علامہ قرافی مالکی نے کتاب الفروق میں اور کویت سے شائع شدہ کتاب الموسوعۃ الفقہیہ کی چوبیسویں جلد میں اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے قاموس الفقہ کی چوتھی جلد میں تفصیل سے لکھا ہے۔

٦-فتح ذرائع کی شرعی حیثیت:

علامہ قرافی اور موسوعہ کے مؤلفین نے فتح ذرائع کا بھی ذکر کیا ہے، فتح ذرائع کا مفہوم ہے کہ انسان ان وسائل کو اپنائے جن کے ذریعہ مصالح ومقاصد تک پہنچنا سہل ہو، الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:"**المراد بفتح الذرائع تيسير السبل إلى مصالح البشر**"(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۸۱/۲۴)۔

جس طرح حرام کاموں کے ذرائع اور اسباب کو اختیار کرنا شرعاً ممنوع ہے، اسی طرح پسندیدہ مقاصد یا مشروع وحلال کاموں کے ذرائع کو اپنانا بھی شرعاً درست ہے، چنانچہ حالت مخمصہ میں جبکہ کوئی حلال چیز جان بچانے کے لئے میسر نہ ہو تو حرام چیزوں کا استعمال بھی مشروع ومباح ہو جاتا ہے (سورۂ بقرہ:۱۷۳)، چنانچہ" الضرورات تبیح المحظورات" کا مشہور قاعدہ بھی فتح الذرائع ہی کے قبیل سے ہے۔

امام محمدؒ نے موطأ میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! "**أكذب امرأتي؟**" (کیا میں اپنی بیوی کی دلجوئی کے لئے جھوٹ بولوں)، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹ میں کوئی خیر نہیں ہے،"**لاخير فى الكذب**"، پھر اس نے کہا کہ میں اسے وعدہ کرلوں اور زبان سے ایسی بات کہہ دوں جس کو پورا کرنے کی نیت نہ ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا:"**لاجناح عليك**" ایسی صورت میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اس حدیث کی روشنی میں امام محمد نے لکھا ہے کہ دفع ظلم کے لئے جھوٹ بولنا اور تعریض کو اختیار کرنا شرعاً درست ہے،"**فان وسع الكذب فى شئ ففى خصلة واحدة أن ترفع عن نفسك أو عن أخيك مظلمة فهذا أرجو أن لا يكون به بأس**" (مؤطا امام محمد،ص ۳۷۹، ۳۸۰)۔

علامہ نوویؒ نے ریاض الصالحین کے کتاب الامور المنہی عنہا کے تحت باب ما یجوز من الکذب کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے، اسے فتح ذریعہ کے زیر عنوان بیان کیا جاسکتا ہے جو حسب ذیل ہے:

"**اعلم أن الكذب وإن كان أصله محرما فيجوز فى بعض الأحوال بشروط قد أوضحتها فى كتاب الاذكار ومختصر ذلك أن الكلام وسيلة إلى المقاصد فكل مقصود محمود يمكن تحصيله بغير الكذب يحرم الكذب فيه، وإن لم يكن تحصيله إلا بالكذب جاز الكذب ثم إن كان تحصيل**

ذلک المقصود مباحا کان الکذب مباحا وإن کان واجبا کان الکذب واجبا فاذا اختفی مسلم من ظالم یرید قتله أو أخذ ماله وأخفی ماله وسئل عنه وجب الکذب بإخفائه ......۔

واستدل العلماء لجواز الکذب فی هذا الحال بحدیث أم کلثومؓ أنها سمعت رسول الله ﷺ یقول: لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرا أو یقول خیرا، متفق علیه (بخاری:۲۶۹۲،مسلم:۲۶۰۵)،زاد مسلم فی روایة أم کلثوم: ولم أسمعه یرخص فی شيء مما یقول الناس إلا فی ثلاث تعنی الحرب والاصلاح بین الناس وحدیث الرجل امرأته وحدیث المرأة زوجها(ریاض الصالحین ر ۳۵۲)۔

علامہ نووی کے مندرجہ تصریحات کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی حلال ومشروع مقصد یا کسی واجب کا حصول کسی حرام کام کو ہی کر کے کیا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں اس حرام کام یا حرام قول کا تکلم شرعاً درست ہی نہیں بلکہ واجب ہوجاتا ہے، اور شرعاً اسے فتح ذریعہ کہا جاسکتا ہے، اس سلسلے کی مزید مثال سد رمق اور الضرورۃ کے زیر عنوان کتب فقہ میں پڑھی جاسکتی ہے۔

علامہ وہبہ زحیلیؒ نے سد ذرائع پر بحث کرتے ہوئے اباحۃ الذریعۃ اور منع الذریعۃ سے متعلق حسب ذیل ضابطہ کا ذکر کیا ہے:"وضابط إباحة الذریعة أن یکون إفضاؤها إلی المفسدة نادراً أو أن تکون مصلحة الفعل أرجح من مفسدته......وضابط منع الذریعة أن تکون من شانها الإفضاء إلی المفسدة لا محالة(قطعا) أو کثیرا أو أن تکون مفسدة الفعل أرجح مما قد یترتب علی الوسیلة المصلحة"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۸ ر ۶۱۴، قرارات الدورۃ التاسعۃ)۔

۷-دور حاضر کے بعض مسائل جن میں سد ذریعہ مؤثر ہے:

۱-دور حاضر میں زوجہ مفقود الخبر کے مسئلہ کا حل فقہ مالکی کے مطابق کیا جاتا ہے، اب اگر شوہر عورت کے نفقہ کے بقدر ملکیت چھوڑ کر لاپتہ ہوا ہے پھر بھی عورت جوان العمر ہونے اور ماحول کے فساد کے سبب فسخ نکاح کی درخواست قاضی کے یہاں دیتی ہے، ایسی صورت میں اگر عورت کو مزید چار سال انتظار کرنے کا حکم دیا جائے تو یہ مزید انتظار عورت کو برائی میں مبتلا کرسکتا ہے، اس لئے قاضی سد باب فتنہ اور خوف زنا کو بنیاد بنا کر اس عورت کا نکاح فوراً فسخ کرسکتا ہے (دیکھئے: اسلامی عدالت ر ۱۲۷، کتاب الفتاوی ۵ ر ۱۳۵)۔

۲-ٹی وی اور کیمرہ والا موبائل جہاں معلومات کا ذریعہ ہے وہیں بہت سی برائیوں کا پیش خیمہ ہے، اور عام لوگوں کے لئے اس کا رکھنا نفع سے زیادہ نقصان کا باعث ہے، اس لئے حضرات فقہاء نے "سد أبواب الفتنة" عوام الناس کے لئے

ٹی وی کے استعمال کو ناجائز قرار دیا ہے اور کیمرہ والا موبائل مدارس اسلامیہ کے نوخیز طلبہ کے لئے حصول علم میں رکاوٹ بننے نیز بہت سے مضر اثرات کا سبب بننے کی وجہ سے سداًلباب الفتنہ طلبہ کو اس کے استعمال سے روکا جاتا ہے۔ٹی وی کے متعلق مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے کتاب الفتاوی (۶/ ۱۷۴) میں لکھا ہے: گھر میں ٹی وی رکھنے سے یوں بھی بچنا چاہئے کہ اس کے نقصانات اس کے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں،"قال الله تعالى: إثمهما أكبر من نفعهما"۔

۳-بالغ لڑکیوں کو بالغ لڑکوں کے ساتھ ایک جگہ بیٹھا کر مخلوط تعلیم دینا دلوانا بہت سے مفاسد کا پیش خیمہ ہے،اس لئے مفتیان کرام سداًلباب الفتنہ مسلمانوں کو اس طرح تعلیم دلانے سے منع کرتے ہیں۔

۴-شادی میں سلامی یا تلک لڑکے کو دینا یا لڑکے کی طرف سے اس کا مطالبہ کرنا،اسی طرح جہیز کا مطالبہ کرنا شادی کو مشکل بنانا ہے،اس لئے شرعاً سداًلباب الفتنہ اس سے منع کیا جائے گا۔

۵-جس ملک میں مسلمان کافروں کے مقابلہ میں اقلیت میں ہوں اور کافروں کو غلبہ حاصل ہو،ایسے ملک میں کفار کے پیشوا اور ان کے معبودان باطلہ کو برا کہنے سے اندیشہ ہو کہ وہاں کے کفار دین اسلام کی توہین کریں گے، نبی ﷺ کی گستاخی کریں گے اور خود اللہ رب العزت کو بھی برا کہیں گے تو ایسی جگہ مسلمانوں کو لازم ہوگا کہ فقط دین اسلام کی نشر واشاعت کریں،اس پر عمل کریں،کفار کے پیشوا اور ان کے ادیان باطلہ کی بدگوئی سے احتراز کریں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:"ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم"(سورۂ انعام:۱۰۸)۔

شیخ وہبہ زحیلیؒ نے تفسیر منیر میں لکھا ہے:"**وحكم الآية كما ذكر العلماء باق في الامة على كل حال فمتى كان الكافر في منعة وغيرخاضع لسلطان الإسلام والمسلمين وخيف أن يسبّ الإسلام أو النبيﷺ أو الله عز وجل فلا يحلّ لمسلم أن يسبّ صلبانهم ولادينهم ولا كنائسهم ولا يتعرض إلى مايؤدّي إلى ذلك لأنه فعل بمنزلة التحريض على المعصية**"(التفسیر المنیر ۷/ ۳۲۷، ۳۲۸)۔

۸-سد ذریعہ کے استعمال میں غلو کا حکم:

سد ذریعہ کی حیثیت علامہ ابن قیم کے بقول ربع دین کی ہے، جبکہ اللہ تعالی نے اہل کتاب کو خطاب کر کے دین میں غلو کرنے سے منع کیا ہے،"يا أهل الكتاب لا تغلوا في دينكم"،یعنی مذہبی معاملات میں غلو سے کام نہ لو۔جب دین کامل میں غلو سے روکا گیا ہے تو اس کے اجزاء میں بدرجہ اولی غلو کی اجازت نہ ہوگی،چنانچہ اجنبیہ کو یونہی دیکھنا یا اس سے بات کرنا بلاضرورت منع ہے،لیکن اگر اس سے منگنی کا معاملہ ہو رہا ہو یا اس کے متعلق گواہی دینے کا موقع ہو تو شریعت نے اس کے دیکھنے کی ایسے موقع پر اجازت دی ہے۔

لہذا سدذ ریعہ اور فتح ذریعہ کے سلسلہ میں مصلحت ومفسدہ کو دیکھ کر ہی فیصلہ کیا جائے گا اور اس سلسلہ میں حجت قابل ذکر علماء ہی کا قول ہوگا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: "**فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون**"(سورۂ نحل: ۴۳)۔

یاد رہے کہ عقائد ومسائل میں حدودِ حق سے تجاوز کرنا اور افراط وتفریط سے کام لینا خواہ کسی نیت سے ہو شریعت میں غلو کہلاتا ہے (دیکھئے: تفسیر ماجدی)۔

☆☆☆

سد ذرائع - ایک اہم اصول

مولانا جمشید جوہر قاسمی☆

سد ذریعہ اسلام کا اہم اصول ہے، جس پر بے شمار مسائل کی بنیاد ہے، ان میں کچھ منصوص مسائل بھی ہیں جبکہ زیادہ غیر منصوص ہیں، منصوص احکام کی مثالیں کتاب وسنت سے ثابت ہیں، اور غیر منصوص مجتہد فیہ احکام کو فقہاء نے اپنی اپنی کتابوں میں جگہ بجگہ مختلف ابواب میں ذکر کیا ہے، حتی کہ ابن قیمؒ نے فرمایا کہ ایک تہائی احکام کی بنیاد "سد ذرائع" پر ہی ہے، لہذا جو بھی فقہ کے میدان کا شہسوار اس کو اس سلسلہ میں معرفت رکھنا نہایت ہی ضروری ہے۔

"وباب سد الذرائع من أهم ما ينبغي للفقيه معرفته، ولهذا قال شمس الدين محمد بن أبى بكر المعروف بابن القيم (ت751):»وباب سد الذرائع أحد أربا ع التكليف.أصول الفقه الذى لا يسع الفقيه جهله"(ص:151)۔

ایک جگہ علامہ ابن قیمؒ 'سد ذریعہ' کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ احکام کی بنیاد مقاصد پر ہے اور مقاصد تک بغیر اسباب وطرق کے پہونچنا ممکن نہیں، اس لئے ذرائع اور وسائل کا بھی بہت اہم مقام ہے، چنانچہ جب دنیا کا بادشاہ کسی چیز کا حکم کرتا ہے تو اس کے وسائل کو بھی ممنوع قرار دیدیتا ہے تو پھر احکم الحاکمین جن کا کوئی بھی حکم مصلحت سے خالی نہیں وہ کیسے ایک چیز سے رکنے کا حکم دے گا لیکن اس کے ذرائع کو ممنوع قرار نہیں دے گا۔ اس لئے شریعت کی نگاہ میں اس کی بڑی اہمیت ہے (دیکھئے: إعلام الموقعین 3/135)۔

چنانچہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں کہ سد ذرائع شریعت میں مطلوب ہے اور شریعت کا ایک قطعی اصول ہے۔

" سد الذرائع مطلوب مشروع وهو اصل من الاصول القطعية فى الشرع"(فوائد سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ لمحمد هشام البرهانی)۔

اور اس قاعدہ کا تعلق دین کے کسی ایک شعبہ سے نہیں بلکہ عقائد وعبادات اور معاملات ہر طرح میں اس اصول کو فقہاء نے اختیار کیا ہے۔ **"وقاعدة سد الذرائع كلية يقينية ثبتت باستقراء أدلة الكتاب والسنة فى جميع**

☆ مدرسہ اصلاح المسلمین، جوکی ہاٹ، ارریہ۔

أبواب الشريعة عقائد وعبادات ومعاملات وغير ذلك، وقد أطال ابن تيمية الكلام على الاستدلال عليها بأدلة من جميع أبواب الشريعة"(مجلة البحوث الإسلامية ۱۵/ ۱۷)۔

اسی وجہ سے علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ تمام ہی فقہاء کرام نے فروعات میں اس اصول کو اپنایا ہے۔

قال القرطبي: "سد الذرائع ذهب إليه مالك وأصحابه، وخالفه أكثر الناس تأصيلا، وعملوا عليه في أكثر فروعهم تفصيلا"(إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول ۲/ ۱۹۴)۔

جیسا کہ علامہ ابن رشدؒ نے اس کی بے شمار مثالیں پیش کی ہیں مثلا روزہ کا چاند اور عید الفطر کا چاند دونوں ایک جیسا ہے لیکن دونوں کے حکم میں فقہاء نے فرق کیا ہے، چنانچہ روزہ کا چاند نظر آتے ہی روزہ واجب ہوجاتا ہے جبکہ عید کے چاند میں احتیاط برتتے ہوئے ایک جم غفیر کی شہادت لی جاتی ہے، یہی تو سد ذریعہ ہے(تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/ ۸۳)۔

لہذا اگر ہم احکام شریعت پر غور کریں تو یہ بات صاف نظر آجاتی ہے کہ سد ذریعہ کا مقاصد شریعت سے کتنا مضبوط رشتہ ہے۔ چنانچہ دین کی اساس طہارت کو لے لیجئے کہ تمام عبادات میں طہارت کو اچھی طرح اور مکمل طور پر اپنانے کا حکم دیا گیا ہے، طہارت کی عدم درستگی نماز، روزہ، حج اور دیگر عبادات کو ناقص کردیتی ہے، گویا حفظ دین کی بنیاد سد ذریعہ پر ہے، اسی طرح حفظ عقل کے لئے قلیل وکثیر مسکر کو حرام قرار دیا گیا، نکاح وغیرہ معاملات میں گواہی کو لازم قرار دیا۔ ہر قسم کے حفظ حقوق واموال کے واسطے، اسی طرح عورتوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے بھی گواہی کو ضروری قرار دیا؛ تاکہ اختلاف کی صورت میں حقوق تلفی نہ ہو، ان تمام احکام کی بنیاد اور اساس سد ذریعہ ہی ہے؛ حتیٰ کہ نسب کی حفاظت کے واسطے عورتوں کو احداد (ترک زینت) کا حکم دیا گیا ہے، وہ بھی سد ذریعہ پر ہی مبنی ہے۔

الغرض تمام ہی قسم کے احکام میں سد ذریعہ کسی نا کسی درجہ میں ملتا ہے۔ لہذا اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے(تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/ ۸۲)۔

البتہ اس سلسلہ میں بھی لوگ افراط وتفریط کے شکار ہیں، اسی لئے اس کو اتنا عام نہ مان لیا جائے کا ہر حرام کردہ چیز کو سد ذریعہ کا سہارا لے کر حلال کرلیا جائے، اور نہ ہی مصلحتوں کو نظر انداز کرکے یکسر اس قاعدہ سے بے رخی اختیار کرنا درست ہے کہ لوگ تنگی میں مبتلا ہوجائیں۔ اسی وجہ سے حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے بڑی عمیق بات لکھی ہے کہ:

شریعت کے بے شمار مسائل سد ذریعہ پر ہی مبنی ہیں، لیکن کچھ متجددین نے دین میں حیلے نکال کر حرام کردہ چیزوں کو سد ذریعہ کے واسطہ سے حلال کرنے کی کوشش کی ہے، اس کا ظاہر تو مباح ہے؛ البتہ اس کا باطن آگ ہے، لہذا فقہاء کو مکمل تیقظ سے کام لینا ہوگا اور غور کرنا ہوگا کہ اس کو اتنا عام نہ مان لیا جائے کہ اباحیین اس کے ذریعہ ہر حرام کردہ چیز حلال کرڈالیں، اور تنگی کی راہ بھی اختیار نہ کرنا ہے کہ شریعت کی رخصتوں سے یکسر نظر بند کرلی جائے۔

"إن سد الذرائع أصل عظیم تنبنی علیه مسائل کثیرة فی جمیع الأبواب الفقهیة وخاصة فی القضایا المعاصرة والمشکلات الحاضرة الآن"۔

"المجددون قد تحیلوا لتحلیل الحرام بأعمال ظاهرها مباح وفی باطنها نار فعلی الفقهاء التیقظ التام لئلا توصل فتاواهم لتحلیل الحرام الصراح، فعلینا أن ندرس هذا الأصل الفقهی العظیم سد الذرائع دراسة عمیقة ولا نستعمله للتضییق علی الناس فیما رخص فیه الشرع ولا نأذن للإباحیین أن یبیحوا کل حرام" (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۲۷)۔

اس پس منظر میں یہاں غور کرنا ہوگا کہ فقہاء نے غیر منصوص احکام میں سد ذریعہ کا استعمال کس حد تک کیا ہے؟ اور مصادر شریعت میں اس کا شمار کیا ہے یا نہیں؟ اصل اور قاعدہ کی حیثیت سے اس کو کیا اہمیت دی ہے، اور نئے مسائل کے حل میں ہم کس حد تک مدد لے سکتے ہیں؟، چنانچہ اسی سلسلہ میں مندرجہ ذیل جوابات ملاحظہ فرمائیں:

۱- ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

یہ سوال دو امر پر مشتمل ہے: ایک "ذریعہ" اور دوسرا "سد ذریعہ"۔ پہلے ہم ذریعہ کی تعریف پیش کرتے ہیں:

ذریعہ کی لغوی تعریف:

ذریعہ لغت میں کہتے ہیں، ایسے وسیلہ کو جو کسی چیز تک پہونچانے والا ہو۔ "الذَّرِیعَةُ لُغَةً: الْوَسِیلَةُ الْمُفْضِیَةُ إِلَی الشَّیْءِ" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۱/۲۱۳)۔

گویا ذریعہ لغت میں وسیلہ وسبب کو کہتے ہیں، "الوَسیلَةُ والسَّبَبُ إلی شيءٍ" (تاج العروس، ص:۵۲۱۹)۔

"والذریعةُ السبَبُ إلی الشیء" (لسان العرب ۸/۹۳)۔

ذریعہ کی اصطلاحی تعریف:

جس کے ذریعہ کسی چیز تک پہونچا جا سکتا ہو، وہ ذریعہ ہے، "وَالذَّرِیعَةُ فِی الِاصْطِلاَحِ: مَا یُتَوَصَّل بِهِ إِلَی الشَّیْءِ" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۱/۲۱۳)۔

اور ذریعہ کی جمع "ذرائع" ہے۔ "وَالْجَمْعُ ذَرَائِعُ" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/۲۷۶)۔

گویا اصطلاح میں ذریعہ مصلحت کو مفسدہ کا سبب بنا لینے کا نام ہے۔ "التوسل إلی ما هو مفسدة بفعل ما هو مصلحة" (الموافقات ۵/۱۸۳)۔

حاصل یہ ہے کہ اصطلاح میں ذریعہ کہتے ہیں ان اشیاء کو جن کا ظاہر مباح ہو، البتہ ان کے توسط سے فعل محظور کی طرف پہونچا جا سکتا ہو: "هِیَ الْأَشْیَاءُ الَّتِی ظَاهِرُهَا الإْبَاحَةُ وَیُتَوَصَّل بِهَا إِلَی فِعْلٍ مَحْظُورٍ" (موسوعہ فقہیہ ۲۴/۲۷۶)۔

ذریعہ کی قسمیں:

چنانچہ فقہاء نے ذریعہ کی دو قسمیں کی ہیں: سد ذریعہ، فتح ذریعہ (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۱/۲۱۴)۔

ذریعہ کی تعریف کے بعد اب ''سد ذریعہ'' کی تعریف پیش خدمت ہے:

سد ذریعہ کی لغوی تعریف:

''سد'' کا معنی ہے خالی جگہوں کو پر کرنا، ''**السدّ في اللغة: إغلاق الخلل**'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶)۔

اصطلاحی تعریف: اصطلاح میں ''سد ذریعہ'' کہتے ہیں ایسے وسائل کو ختم کر دینا جو کسی مفسدہ کا ذریعہ بن سکیں۔

''**وَمَعْنَى سَدِّ الذَّرِيعَةِ: حَسْمُ مَادَّةِ وَسَائِلِ الْفَسَادِ دَفْعًا لَهَا إِذَا كَانَ الْفِعْلُ السَّالِمُ مِنَ الْمَفْسَدَةِ وَسِيلَةً إِلَى مَفْسَدَةٍ**'' (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/۲۷۶)۔

یعنی ''سد'' کے معنی ایسے ذریعہ کو روکنے کے ہیں، پس مفسدہ کا ذریعہ بننے والی ظاہری مصلحت کو روک دینے کا نام ''سد ذریعہ'' ہے۔

سد ذریعہ کی قسمیں:

جو اقوال یا افعال مفسدہ کا ذریعہ بنتے ہیں ان کی چار قسمیں ہیں:

(۱) ایسا وسیلہ جو قطعی طور پر مفسدہ تک پہونچانے والا ہو، جیسے شرب خمر ''سکر'' کا اور ''زنا'' اختلاط انساب کا یقینی ذریعہ ہے۔

(۲) ایسا وسیلہ جس کی اصل مباح تک پہونچانے کے لئے ہو؛ البتہ اس کے واسطہ سے قصداً مفسدہ کا ارادہ کیا جاتا ہو، جیسے عقد نکاح حلالہ کی نیت سے۔

(۳) ایسا وسیلہ جس کی اصل مباح تک پہونچانا ہو اور اس سے مفسدہ کا بھی قصد نہ کیا گیا ہو؛ البتہ اکثر و بیشتر مفسدہ تک پہونچا دیتا ہو اور اس کا مفسدہ اس کی مصلحت پر راجح ہو جیسے معبودان باطلہ کو سب وشتم کرنا (أصول الفقہ الذی لا یسع الفقیہ جہلہ، ص:149)۔

(۴) ایسا وسیلہ جس کی اصل مباح تک پہونچانا ہو لیکن کبھی کبھی مفسدہ تک بھی پہونچا دیتا ہو؛ البتہ اس کی مصلحت اس کے مفسدہ پر راجح ہو، جیسے مخطوبہ کو دیکھنا، وغیرہ۔

حکم: قسم اول کے ممنوع ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں، اور قسم رابع کی مشروعیت سے کسی کو انکار نہیں؛ البتہ قسم ثانی وثالث مختلف فیہ ہیں۔

چنانچہ مالکیہ، حنابلہ اوران کے موافقین کا ماننا ہے کہ سد ذریعہ ایک دلیل ہے جس پر احکام کی بنیاد ہے، لہذا جہاں مفسدہ راجح یا غالب ہوگا یا فاعل مفسدہ کا ارادہ کرلے گا ان صورتوں میں ممنوع ہوگا۔

اور بعض شافعیہ وحنفیہ اور اصحاب ظواہر چونکہ سد ذریعہ کو دلیل تسلیم نہیں کرتے اس لئے ان کو ممنوع نہیں قرار دیتے ہیں، البتہ اجماع یا قیاس بتاتا ہو کہ یہ چیز ممنوع ہے تو مان لیا جائے گا، ورنہ نہیں (أصول الفقہ الذی لایسع الفقیہ جہلہ، ص: ۱۵۰)۔

خلاصہ کلام: ذریعہ اور سد ذریعہ کی مذکورہ بالا تعریف کے اعتبار سے اس کی چار صورتیں ہوجاتی ہیں:

(۱)"الانتقال من الجائز إلى مثله"۔ (۲)"الانتقال من المحظور إلى مثله"۔

(۳)"الانتقال من الجائز إلى المحظور"۔ (۴)"الانتقال من المحظور إلى الجائز"۔

اسی کو علامہ قرافیؒ نے اپنے مخصوص انداز بیان میں کہا ہے: "اعلم أن الذريعة كمايجب سدها يجب فتحها،وتكره وتندب وتباح، فان الذريعة هى الوسيلة فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعى للجمعة والحج" (بحوالہ: فوائد سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ للشیخ محمد ہشام البرہانی، أنوار البروق فی أنواع الفروق ۳/۴۶)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

ذریعہ اور سد ذریعہ کی تعریف اوپر آچکی ہے۔ سبب کی تعریف سمجھنے کے بعد دونوں کے مابین فرق کرنا آسان ہوجائے گا۔

سبب کی لغوی تعریف:

''سبب'' راستہ وطریق، دروازہ اور رسی کے معنیٰ میں آتا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ کسی شئ تک پہونچنے کا راستہ ''سبب'' ہے۔ "السبب فى اللغة اسم لما يتوصل به إلى المقصود" (التعریفات، ص: ۱۵۴)۔

"فالكل يرجع إلى معنى (واحد) وهو طريق الوصول إلى الشئ" (أصول السرخسی ۲/۳۰۱)۔

سبب کی شرعی تعریف:

سبب اصطلاح میں نام ہے اس چیز کا جو حکم تک بغیر موثر ہوئے پہونچاتا ہو۔

"وفى الشريعة عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه" (التعریفات، ص: ۱۵۴)۔

اور علامہ سرخسیؒ نے سبب کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے: "وفى الاحكام السبب: عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصول به ولكنه طريق الوصول إليه" (أصول السرخسی ۲/۳۰۱)۔

جو کسی حکم مطلوب تک پہونچنے کا راستہ ہو وہ سبب ہے۔

ذریعہ وسبب میں فرق:

اب ذریعہ وسبب کے مابین فرق آسانی سے معلوم ہوگیا کہ ''ذریعہ'' مطلوب تک پہونچانے والا ہوتا ہے جبکہ ''سبب'' مطلوب تک پہونچنے کا طریق ہوتا ہے۔

اس فرق کو اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے کہ مثلاً مکہ کا راستہ طے کرنا ہے تو وہ طے ہوگا چلنے والے کے راستہ چلنے سے نہ کہ محض راستہ سے؛ البتہ مکہ کے راستہ سے ہی چلنا ہوگا۔ تو راستہ ''سبب'' ہوا جبکہ چلنا ''ذریعہ'' ہوا۔

یا اسی طرح کنویں کی گہرائی میں اترنا ہے تو جب تک اترنے والا اترے گا نہیں تب تک وہاں نہیں پہونچ سکتا ہے؛ البتہ رسی وغیرہ کے سہارا سے ہی اترے گا، تو نزول ''ذریعہ'' ہوا اور رسی ''سبب'' (أصول السرخسی ۲/۳۰۱)۔

یاد رہے کہ سبب کی جو وضاحت اوپر آئی ہے وہ فقہاء احناف کی رائے کے مطابق ہے، دوسرے علماء اصول کے نزدیک ''سبب'' وہ ہے جس کے پائے جانے سے حکم پایا جاتا ہو، چاہے وہ حکم اس کے مناسب ہو اور ہماری عقل اس مناسبت کا ادراک کرتی ہو، جیسے نشہ آور چیزوں پر حرمت کا حکم اور سفر کی وجہ سے روزہ افطار کرنے کی اجازت، یا وہ چیز اس حکم کے مناسب نہ ہو یعنی ہماری عقل اس کے ادراک سے قاصر ہو جیسے زوال آفتاب کی وجہ سے ظہر اور غروب آفتاب کی وجہ سے مغرب کی نماز کی فرضیت۔

"السبب عند جمهور الأصوليين: هو ما يوجد عنده الحكم، لا به، سواء أكان مناسباً للحكم، أم لم يكن مناسباً، مثال المناسب: الإسكار سبب لتحريم الخمر؛ لأنه يؤدى إلى ضياع العقول، والسفر سبب لجواز الفطر فى رمضان؛ لأنه يؤدى إلى التيسير ودفع المشقة .ومثال غير المناسب أى بحسب إدراكنا: دلوك (زوال) الشمس سبب لوجوب الظهر، فى قوله تعالى: "أقم الصلاة لدلوك الشمس"(الإسراء:۷۸/۱۷)**،" وعقولنا لا تدرك مناسبة ظاهرة بين السبب والحكم"**(الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۱/۵۱)۔

جبکہ مجلّہ ''مجمع الفقہ الاسلامی'' میں ہے کہ ان کلمات اربعہ (ذریعہ، وسیلہ، طریقہ، سبب) کے مابین کچھ علماء نے کوئی فرق نہیں کیا ہے؛ بلکہ ان کو مترادفات میں شمار کیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں بعض اعتبار سے فرق ہے۔

البتہ ذریعہ اور وسیلہ کے مابین مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے؛ جبکہ شافعیہ اس وسیلہ کو جو مضرت یا مفسدہ تک یقیناً پہونچانے والا ہو کبھی تخلف نہ ہو اس کو ''سد ذریعہ'' کہتے ہیں؛ لیکن جو کبھی کبھی مفسدہ کا ذریعہ ہو اس وسیلہ کو سد ذریعہ نہیں مانتے ہیں (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۶۳۱)۔

چنانچہ قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ رقمطراز ہیں: ”أن الذریعة والسبب متقاربان فی اللغة، أما الفرق بینهما فی الاصطلاح هو أن الذریعة یراد بها التوصل إلی محظور، والسبب هو ما یترتب علیه الشیء کان مقصودًا أو غیر مقصود“ (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۳۶)۔

سبب کی قسمیں:

حنفی علمائے اصولیین نے سبب کی تین قسمیں کی ہیں:

۱۔سبب حقیقی: وہ سبب جس میں علت کا معنی نہ ہو۔یعنی علت سبب کی طرف منسوب نہ ہو؛ بلکہ علت ایک فعل اختیاری ہو، لہذا وہاں سبب کی طرف حکم منسوب نہ ہوگا۔

اس کی مثال: کسی نے کسی کو مال چوری کرنے کی رہنمائی کی، اور چور نے چوری کرڈالا، سبب تو یہ آدمی بنا، البتہ چور نے چوری اپنے اختیار سے کیا ہے اس لئے مال کا ضامن چور ہی ہوگا جو کہ علت ہے۔

۲۔وہ سبب جس میں علت کا معنی ہو، یعنی سبب اور حکم کے درمیان علت کا واسطہ ہوجائے، اور علت سبب کی طرف منسوب ہو۔جیسے جانور کا کسی چیز کو روندڈالنا۔توروندنا ہلاکت کی علت ہے لیکن جانور کو کسی نے ہنکایا ہوگا، ہانکنا سبب ہے، اس لئے حکم اس کی طرف منسوب ہوگا اور ہانکنے والے پر دیت واجب ہوگی (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/۱۴۶)۔

۳۔سبب مجازی۔جیسے تعلیق طلاق اور نذر کے صیغے۔معلق کے وقوع سے قبل یہ سبب مجازی ہیں۔

چنانچہ صاحب عنایہ شارح ہدایہ معتدہ کی ترک زینت کے سلسلہ میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”أن هذه الأشیاء دواعي الرغبة فیها وهي ممنوعة عن النکاح فتجتنبها کي لا تصیر ذریعة إلی الوقوع في المحرم، وقد صح أن النبي ﷺ لم یأذن للمعتدة في الاکتحال، والدهن لا یعری عن نوع طیب وفیه زینة الشعر“ (العنایۃ شرح الہدایۃ ۶/۱۳۳)۔

الغرض فقہاء احناف کے نزدیک جو چیز بغیر کسی اثر کے حکم تک پہونچنے کا ذریعہ ہو وہ سبب کہلائے گی، یعنی اس چیز کی طرف وجوب ووجود کی نسبت نہ ہو، معلوم ہوا کہ سبب کی طرف حکم کی نسبت نہیں کی جاتی؛ بلکہ حکم علت کی طرف منسوب ہوتا ہے وجود کے اعتبار سے اور شرط کی طرف منسوب ہوتا ہے وجود کے اعتبار سے؛ گویا سبب حقیقی کا حکم میں نا بالواسطہ اور نا ہی بلاواسطہ کوئی اثر ہوتا ہے۔

جبکہ شوافع نے سبب کی یوں تعریف کی ہیں: ہر وہ وصف جو مسلسل اور ظاہر ہو جس پر دلیل سمعی دلالت کرتا ہو کہ یہ اس حکم شرعی کے لئے سبب ہے۔جیسے زوال شمس وجوب صلاۃ کا سبب ہے، ”أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ

اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ"(اسراء:۷۸)۔

اور طلوع ہلال رمضان کے روزوں کا سبب ہے،"فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ "(البقرۃ:۱۸۵،الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/۱۴۵)۔

۳-سد ذرائع کی حجیت کے بارے میں ائمہ فقہ کے مسالک اوران کے دلائل:

سد ذریعہ دلائل شرعیہ ہے یانہیں؟اس سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہیں:

علامہ قرافیؒ نے استقراء کے ذریعہ ۱۹/ دلائل شمار کئے ہیں ان میں ایک "ذرائع" بھی ہے،"**ففى تنقيح الفصول يحصر القرافى أدلة المجتهدين بالاستقراء فيجدها تسعة عشر، منها سد الذرائع**"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۴۱)۔

اورامام مالکؒ کےنزدیک دلائل ۱۶/ ہیں ان میں ایک "ذرائع" بھی ہے۔"**ويبتنى مذهب مالك على ستة عشر دليلًا منها أيضًا سد الذرائع۔قال أبو زهرة: هذا أصل من الأصول التى أكثر من الاعتماد عليها فى استنباطه الفقهى الإمام مالك وقاربه فى ذلك الإمام أحمد بن حنبل**"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۴۱)۔

ان کے برخلاف شیخ فرج السنہوریؒ نے اس کوایک محض فقہی قاعدہ قرار دیا ہے،مصادر شریعت میں اس کا شمارنہیں کیا ہے۔

"**ومنهم من يجعله قاعدة فقهية فحسب، لا مصدرًا كالمصادر الأربعة، يقول الشيخ فرج السنهورى فى هذا الصدد عند كلامه حول مصادر الفقه .وقد اعتاد كثير من الأصوليين أن يذكروا مصادر أخرى على أنها مصادر مختلف فيها، وهى فى الواقع لا تعدو أن تكون أنواعًا من المصادر الأربعة السابقة، يعنى الكتاب والسنة والإجماع والقياس ۔ أو قواعد كلية فقهية محضة.**

ثم قال أيضًا: ويذكرون الاستصحاب والبرائة الأصلية، وسد الذرائع والعلة والعرف وكلها قواعد فقهية وليست دليلًا يستند إليه فى استنباط حكم شرعى"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۴۱)۔

اورکچھ حضرات اس کوسد ذریعہ سے تعبیر کرنے کے بجائے مختلف نام دیئے ہیں،چنانچہ کبھی اس کو "مبدا" کبھی "اصل "اورکبھی" قاعدہ" کےعنوان سے ذکرکیا ہےاورقاعدہ کےنام سے ہی اکثر علماء کے یہاں مذکور ہے۔

"**ومنهم من لا يسميه بتسمية معينة فتارة يسميه مبدأ، ومرة أصلًا وحينًا قاعدة، وهذا هو الغالب الشائع فى استعمال العلماء**" (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۴۱)۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں کبھی قاعدہ اور کبھی اصل سے تعبیر کرتے ہیں، اور علامہ شاطبیؒ کبھی اس کو شریعت کا ایک قطعی اصل مانتے ہیں اور کبھی قاعدہ سے ذکر کرتے ہیں۔ اور شیخ ابوزہرہ کبھی اس کو "اصل"، اور کبھی "مبدا"، اور کبھی "قاعدہ" کا نام دیتے ہیں۔ اسی طرح شیخ مصطفیٰ زرقاء "مبدا" اور "اصل" سے یاد کرتے ہیں؛ جبکہ حقیقت میں یہ ایک قاعدہ ہے اصل نہیں جیسا کہ ڈاکٹر ہشام البرہانی نے اسی کو ترجیح دیا ہے (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۴۲)۔

اسی وجہ سے فقہاء کے یہاں سد ذریعہ کا اعتبار دلائل میں ہونے اور نا ہونے میں اختلاف ہے، چنانچہ مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں ادلہ فقہیہ میں اس کا شمار ہوتا ہے؛ جبکہ حنفیہ اور شافعیہ کے یہاں محض قاعدہ ہے۔ "فَذَهَبَ الْمَالِكِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ إِلَى أَنَّهَا مِنْ أَدِلَّةِ الْفِقْهِ" (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/۲۷۶)۔

مالکیہ اور حنابلہ کے دلائل:

قرآن:

۱- "وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْم" (الأنعام:۱۰۸)۔

۲- "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا" (سورۂ بقرہ:۱۰۴)۔

۳- "وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ" (سورۂ بقرہ:۳۵، اعراف ۱۹)۔

۴- "وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ" (سورۂ نور:۳۱)۔

۵- "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ" (سورۂ جمعہ:۹)۔

۶- "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ" (سورۂ نور:۵۸)۔

۷- "اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ، فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى" (سورۂ طہ:۴۳، ۴۴)۔

۸- "وَلَا تَعْزِمُوا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتَّى يَبْلُغَ الْكِتَابُ أَجَلَهُ" (سورۂ بقرہ:۲۳۵)۔

۹- "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا" (سورۂ اسراء:۳۲)۔

۱۰- "وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" (سورۂ بقرہ:۱۹۵)۔

۱۱- "فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُوا" (سورۂ نساء:۳)۔

اس آیت میں (ذلک أدنى ألا تعولوا) سدذریعہ کے اثبات کی منصوص علت ہے۔

احادیث:

(۱)"عَنْ أَبِی الْحَوْرَاءِ السَّعْدِیِّ قَالَ: قُلْتُ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ: مَا حَفِظْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ قَالَ: حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يَرِيبُكَ" (سنن الترمذی ۹/۵۸، رقم: ۲۴۴۲)۔

(۲)"عَنْ عَامِرٍ قَالَ: سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشَبَّهَاتٌ لَا يَعْلَمُهَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الْمُشَبَّهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ كَرَاعٍ يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى يُوشِكُ أَنْ يُوَاقِعَهُ أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى أَلَا إِنَّ حِمَى اللَّهِ فِي أَرْضِهِ مَحَارِمُهُ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ" (صحیح البخاری ۱/۹۰، رقم: ۵۰)۔

(۳)"عَنْ أَبِي مَرْثَدٍ الْغَنَوِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: لَا تُصَلُّوا إِلَى الْقُبُورِ وَلَا تَجْلِسُوا عَلَيْهَا" (صحیح مسلم ۵/۹۵، رقم: ۱۶۱۴)۔

(۴)"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" (صحیح البخاری ۲/۲۱۶، رقم: ۴۱۸)۔

(۵)"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعَتَيْنِ وَعَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ صَلَاتَيْنِ، نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَعَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَعَنِ الِاحْتِبَاءِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ يُفْضِي بِفَرْجِهِ إِلَى السَّمَاءِ وَعَنِ الْمُنَابَذَةِ وَالْمُلَامَسَةِ" (صحیح البخاری ۲/۴۳۱، رقم: ۵۴۹)۔

(۶)"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ" (صحیح البخاری ۱۰/۱۶۵، رقم: ۲۷۶۸)۔

(۷)"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى أَنْ يُسَافَرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ مَخَافَةَ أَنْ يَنَالَهُ الْعَدُوُّ" (صحیح مسلم ۹/۴۳۸، رقم: ۳۴۷۵)۔

(۸)"عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: خَالِفُوا الْيَهُودَ فَإِنَّهُمْ لَا يُصَلُّونَ فِي نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ" (سنن أبی داود ۲/۲۸۹، ۵۵۶)۔

(۹)"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبُغُونَ فَخَالِفُوهُمْ" (صحیح البخاری ۱۸/۲۵۸، رقم: ۵۴۴۸)۔

(۱۰)''عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لا تَقَدَّمُوا رَمَضَانَ بِصَوْمِ یَوْمٍ أَوْ یَوْمَیْنِ إِلَّا رَجُلاً کَانَ یَصُومُ صَوْماً فَلْیَصُمْهُ''(عمدۃ الأحکام من کلام خیر الأنام علیہ الصلاۃ والسلام،ص:۶۵،رقم:۱۷۸)۔

(۱۱)''عَنْ أَبِی إِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ قَالَ: کُنَّا عِنْدَ عَمَّارٍ فِی الْیَوْمِ الَّذِی یُشَکُّ فِیهِ فَأُتِیَ بِشَاةٍ فَتَنَحَّی بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ عَمَّارٌ: مَنْ صَامَ هٰذَا الْیَوْمَ فَقَدْ عَصَی أَبَا الْقَاسِمِ ﷺ''(سنن ابن ماجہ ۱۴۲/۵،حدیث نمبر:۱۶۳۵)۔

(۱۲)''عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺقَالَ: لَا تَخْتَصُّوا لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِیَامٍ مِنْ بَیْنِ اللَّیَالِی وَلَا تَخُصُّوا یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِیَامٍ مِنْ بَیْنِ الْأَیَّامِ إِلَّا أَنْ یَکُونَ فِی صَوْمٍ یَصُومُهُ أَحَدُکُمْ''(صحیح مسلم ۴۹۷/۵،رقم:۱۹۳۰)۔

(۱۳)''عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِیَّ ﷺقَالَ لَهَا: یَا عَائِشَةُ! لَوْلَا أَنَّ قَوْمَکِ حَدِیثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِیَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَیْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِیهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَیْنِ بَابًا شَرْقِیًّا وَبَابًا غَرْبِیًّا فَبَلَغْتُ بِهِ أَسَاسَ إِبْرَاهِیمَ''(صحیح البخاری ۴۹۶/۵،حدیث نمبر:۱۴۸۳)۔

(۱۴)''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:لَئِنْ بَقِیتُ إِلَی قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ''(صحیح مسلم ۴۸۰/۵،حدیث نمبر:۱۹۱۷)۔

(۱۵)''عَنِ ابنِ عباسٍ أن النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: لاَ تشبهوا بالأعاجم غیّروا اللحی''(مسند البزار ۲۰۵/۲،حدیث نمبر:۵۲۱۷)۔

(۱۶)''عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ أَبِیهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَیْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْیَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَی فَإِنَّ تَسْلِیمَ الْیَهُودِ الْإِشَارَةُ بِالْأَصَابِعِ وَتَسْلِیمَ النَّصَارَی الْإِشَارَةُ بِالْأَکُفِّ''(سنن الترمذی ۳۱۷/۹،حدیث نمبر:۲۶۱۹)۔

(۱۷)''عن ابن عباس: أن رسول الله ﷺ نهی أن تزوج المرأة علی العمة وعلی الخالة وقال: إنکم إن فعلتم ذلک قطعتم أرحامکم''(المعجم الکبیر ۳۳۷/۱۱،رقم:۱۱۹۳۱)۔

(۱۸)''عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِینَ أَنَّ أُمَّ حَبِیبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَکَرَتَا کَنِیسَةً رَأَیْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِیهَا تَصَاوِیرُ فَذَکَرَتَا لِلنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ: إِنَّ أُولٰئِکَ إِذَا کَانَ فِیهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلَی قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوا فِیهِ تِلْکَ الصُّوَرَ فَأُولٰئِکَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ''(صحیح البخاری:۲۰۱/۲،حدیث نمبر:۴۰۹)۔

(۱۹)"عَنْ عَائِشَةؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺقَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ: لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسْجِدًا قَالَتْ: وَلَوْلَا ذَلِكَ لَأَبْرَزُوا قَبْرَهُ غَيْرَ أَنِّي أَخْشَى أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا" (صحیح البخاری ۹۹/۵، رقم: ۱۲۴۴)۔

(۲۰)"عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: مِنَ الْكَبَائِرِ شَتْمُ الرَّجُلِ وَالِدَيْهِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَهَلْ يَشْتِمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ قَالَ: نَعَمْ: يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَسُبُّ أَبَاهُ وَيَسُبُّ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ" (صحیح مسلم ۲۴۵/۱، رقم: ۱۳۰)۔

(۲۱)"عن أبی أمامة عن رسول الله ﷺ قال: إیاکم والخلوة بالنساء والذی نفسی بیده ما خلا رجل وامرأة إلا خل الشیطان بینهما ولیزحم رجل خنزیرا متلطخا بطین أو حمأة خیر له من أن یزحم منکب امرأة لا تحل له" (المعجم الکبیر ۲۰۵/۸، رقم ۷۸۳۰)۔

(۲۲)"عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ" (سنن ابی داود ۸۸/۲، رقم: ۴۱۸)۔

(۲۳)"عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مُرُوا أَبْنَائَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ وَإِذَا أَنْكَحَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَوْ أَجِيرَهُ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى شَيْءٍ مِنْ عَوْرَتِهِ فَإِنَّ مَا أَسْفَلَ مِنْ سُرَّتِهِ إِلَى رُكْبَتَيْهِ مِنْ عَوْرَتِهِ" (مسند احمد ۳۶۹/۱۱، رقم: ۶۷۵۶)۔

(۲۴)"عن أبی إسحاق السبیعی عن امرأته أنها دخلت علی عائشةؓ فدخلت معها أم ولد زید بن أرقم الأنصاری وامرأة أخری فقالت أم ولد زید بن أرقم: یا أم المؤمنین! إنی بعت غلاما من زید بن أرقم بثمانمائة درهم نسیئة وإنی إبتعته بستمائة درهم نقدا فقالت لها عائشة: بئسما اشتریت وبئسما شریت إن جهاده مع رسول الله ﷺقد بطل إلا أن یتوب" (سنن الدارقطنی ۵۲/۳، رقم: ۲۱۲)۔

"قال أبو الولید ابن رشد: وهذه المبایعة کانت بین أم ولد زید بن أرقم ومولاها قبل العتق، فیُخرّج قول عائشة علی تحریم الربا بین السید وعبده .مع القول بتحریم هذه الذرائع، ولعل زیدا لا یعتقد تحریم الربا بین السید وعبده" (إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول ۱۹۵/۲)۔

یہ روایت بطور خاص ذریعہ کی مختلف فیہ شکل کی واضح دلیل ہے۔"من أدلّ محل النزاع حدیث زید بن أرقم أن أمة قالت......" (إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول ۱۹۵/۲)۔

(۲۵)”عَنْ أَبِی حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: هَدَایَا الْعُمَّالِ غُلُولٌ“(مسند أحمد ۵/ ۴۲۴،رقم:۲۳۶۴۹)۔

(۲۶)”عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِیَّ ﷺعَنْ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهُ وَأَتَاهُ آخَرُ فَسَأَلَهُ فَنَهَاهُ فَإِذَا الَّذِی رَخَّصَ لَهُ شَیْخٌ وَالَّذِی نَهَاهُ شَابٌّ“(سنن أبی داؤد ۶/ ۳۵۰،رقم:۲۰۳۹)۔

ظاہری بات ہے کہ نوجوان کو روزہ کی حالت میں مباشرت کی اجازت نہ دینا ”سد ذریعہ“ کے طور پر ہی ہے؛ تاکہ جماع تک نہ پہونچ جائے۔

(۲۷)”عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺقَالَ: لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَیْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا“(صحیح البخاری ۱۶/ ۶۳،رقم:۴۷۱۸،صحیح مسلم ۷/ ۲۰۵،رقم:۲۵۱۴)۔

(۲۸)اللہ کے نبی ﷺ منافقین کو محض اس وجہ سے قتل نہیں کرواتے تھے کہ اس کی وجہ سے لوگ اسلام سے دوری اختیار کرنے لگیں گے، نیز لوگوں کو کہنے کا موقع ملے گا کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کروا ڈالتے ہیں؛ حالانکہ ان کی وجہ سے بسا اوقات مسلمانوں کو بڑی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ”فَقَالَ: دَعْهُ لَا یَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا یَقْتُلُ أَصْحَابَهُ“(صحیح مسلم ۱۲/ ۴۶۴،رقم:۴۶۸۲،صحیح البخاری ۱۵/ ۱۹۵،رقم:۴۵۲۷)۔

عمل صحابہ:

(۱)”عن نافع أن عمر بلغه أن قوما یأتون الشجرة فیصلون عندها فتوعدهم ثم أمر بقطعها فقطعت“، چنانچہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”فی فتح الباری: الحکمة فی إخفائها هی أَن لا یحصل بها افتتان لما وقع تحتها من الخیر، فلو بقیت لما أمن تعظیم الجهال لها، حتی ربما أفضی بهم إلی اعتقاد أَن لها قوة نفع وضر کما نراه الآن مشاهدًا فیما دونها“(أرشیف ملتقی أهل الحدیث ۲،ص:۵۴۴۴)۔

(۲)”و عمر بن الخطاب کان رائده المصلحة وسد ذریعة الشرک، کان عمر بن الخطاب مرة یمشی فرأی رجالاً یتدافعون تحت شجرة فقال: ما بال هؤلاء یتدافعون؟ قالوا: إن النبی ﷺصلی تحتها، فنهاهم عن ذلک وفرقهم وقال: صلوا أینما کنتم، فقد جعل الله الأرض مسجداً وطهوراً، إنما أهلک الذین کانوا من قبلکم تتبعهم لآثار أنبیائهم“(دروس للشیخ أبو إسحاق الجوینی جزء،درس:۷۴،ص۴)۔

(۳)”عن أبی إسحاق عن العالیة قالت: کنت قاعدة عند عائشة رضی اللہ عنہا فأتتها أم محبة فقالت لها: یا أم المؤمنین! أکنت تعرفین زید بن أرقم؟ قالت: نعم، قالت: فإنی بعته جاریة إلی عطائه بثمانمائة نسیئة

وإنه أراد بيعها فاشتريتها منه بستمائة نقدا فقالت لها: بئس ما اشتريت وبئس ما اشترى أبلغى زيدا أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله ﷺ إن لم يتب" (سنن البیہقی الکبری ۵/ ۳۳۰،رقم:۱۰۵۸۰)۔

"فرأت عائشةؓ أن ما ظاهره بيع وشراء سليم يفضى إلى الربا لوجود الدين" (تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/ ۷)۔

(۴)"وقد بَلَغَنَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ رضى اللّٰهُ عنهما كَانَا لَا يُضَحِّيَانِ كَرَاهِيَةَ أَنْ يُقْتَدَى بِهِمَا لِيَظُنَّ من رَآهُمَا أنها وَاجِبَةٌ" (الأم ۲/ ۲۲۴)۔

(۵)"عن سالم مولى عبد الرحمن بن حميد أن عثمان بن عفان أتم الصلاة بمنى، ثم خطب الناس فقال:أيها الناس إن السنة سنة رسول الله ﷺوسنة صاحبيه، ولكن حدث العام من الناس فخفت أن يستنوا" (کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ۸/ ۲۳۴،رقم:۲۲۷۰۱)۔

(٦)"عن قتادة أن حذيفة نكح يهودية، فقال عمر: طلقها فإنها جمرة، قال: أحرام هى؟ قال: لا، ولكنى أخاف أن تطيعوا المومسات منهن" (کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ۱۶/ ۵۴۷،رقم:۴۵۸۴۳)۔

(۷)"عن سَعِيدِ بن الْمُسَيِّبِ وَسُلَيْمَانَ أَنَّ طُلَيْحَةَ كانت تَحْتَ رَشِيدٍ الثَّقَفِيِّ فَطَلَّقَهَا البتة فَنَكَحَتْ فى عِدَّتِهَا فَضَرَبَهَا عُمَرُ بن الْخَطَّابِؓ وَضَرَبَ زَوْجَهَا بِالْمِخْفَقَةِ ضَرَبَاتٍ وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ قال عُمَرُ بن الْخَطَّابِ: أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ فى عِدَّتِهَا فَإِنْ كان الزَّوْجُ الذى تَزَوَّجَ بها لم يَدْخُلْ بها فَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ اعْتَدَّتْ بَقِيَّةَ عِدَّتِهَا من زَوْجِهَا الْأَوَّلِ وكان خَاطِبًا من الْخُطَّابِ وَإِنْ كان دخل بها فَرَّقَ بَيْنَهُمَا ثُمَّ اعْتَدَّتْ بَقِيَّةَ عِدَّتِهَا من زَوْجِهَا الْأَوَّلِ ثُمَّ اعْتَدَّتْ من زَوْجِهَا الآخَرِ ثُمَّ لم يَنْكِحْهَا أَبَدًا" (الأم ۵/ ۲۳۳)۔

حضرت عمرؓ کا یہ فیصلہ سد الذریعۃ للفساد کے طور پر ہی ہے۔

(۸)"ضربه عمرؓ لصبيغ العراقى حين كان يطوف حاملًا القرآن ليسأله الناس عن مشكلة منعًا له من ذلك وسداً لذريعة الاشتغال بما لا ينبنى عليه عمله" (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۳۹۰)۔

چنانچہ علامہ ابن قیم"اعلام الموقعین" میں ۹۹/مثالیں سد ذریعہ کی پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "وباب سد الذرائع أحد أرباع التكليف فإنه أمر ونهى والأمر نوعان: أحدهما: مقصود لنفسه،والثانى: وسيلة إلى المقصود، والنهى نوعان: أحدهما: ما يكون المنهى عنه مفسدة فى نفسه .والثانى: ما يكون وسيلة للمفسدة فصار سد الذرائع المفضية إلى الحرام أحد أرباع الدين" (تلقیح الافہام العلیۃ بشرح القواعد الفقہیۃ ۲/ ۵۹)۔

اور علامہ ابن رشدؒ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت میں ذرائع کا اتنی کثرت سے ذکر ہے کہ ان تمام کا احاطہ کرنا بھی مشکل

ہے،''وَقَال ابْنُ رُشْدٍ: إِنَّ أَبْوَابَ الذَّرَائِعِ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ يَطُول ذِكْرُهَا وَلاَ يُمْكِنُ حَصْرُهَا''(الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۴/ ۲۷۷)۔

قیاس:

قیاس کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ اگر امر مباح کسی حرام چیز کا وسیلہ بن رہا ہو تو اس کو حرام قرار دیا جانا چاہیے؛ کیونکہ اگر اس کو حلال ہی باقی رکھا جائے تو حرام شئ کی حرمت کا توڑ اور نفس حرام پر جری ہو جائے گا، جبکہ شارع کی حکمت اس کا بالکل ہی انکار کرتی ہے۔

نیز یہ دنیاوی بادشاہوں کے قانون کے بھی خلاف ہے؛ کیونکہ مثلاً اگر وہ کسی لشکر یا اپنے رعایا کو کسی چیز سے منع کر دے لیکن اس ممنوع چیز تک پہنچنے کے وسائل کی بھی نشاندہی کر دے تو صاف طور پر اس کے حکم میں تناقض لازم آجائے گا۔

استقراء:

اسی طرح کتاب وسنت میں جتنی بھی اشیاء کی حرمت آئی ہے اگر ان میں غور کیا جائے تو ان کی دو قسمیں معلوم ہوتی ہیں: ایک وہ جو بذات خود حرام ہیں جیسے، شرک، زنا، شرب خمر اور قتل وغیرہ کی حرمت۔ دوسری وہ جو وسائل اور ذرائع کی وجہ سے ممنوع ہیں۔

چنانچہ علامہ ابن قیمؒ نے ذرائع کی حرمت کی ننانوے مثالیں کتاب وسنت سے نقل کیا ہے، مثلاً زنا حرام ہے لیکن اس کی وجہ سے غیر محرم کی طرف دیکھنا، ان کے ساتھ خلوت اختیار کرنا، عورتوں کا پوشیدہ زینت کا اظہار کرنا، عورتوں کا تنہا دور دراز کا سفر کرنا اگرچہ سفر حج یا عمرہ کیوں نہ ہو علی الاختلاف، شرمگاہ وغیرہ کی طرف دیکھنا سداللذرائع حرام ہے، اسی طرح گھر میں داخل ہوتے وقت اجازت کا واجب ہونا وغیرہ بے شمار مثالیں کتاب وسنت میں موجود ہیں (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۴/ ۲۷۷)۔

نیز شرب خمر میں سکر کی حد تک پینا اصلاحرام ہے لیکن ایک قطرہ بھی پینا حرام قرار دیا گیا؛ تاکہ سکر کی حد سے بچا جا سکے جیسا کہ حدیث میں ہے:'' **لو رخصت لكم فى هذه لأوشك أن تجعلوها مثل هذه**''(اورده ابن القيم فى إعلام الموقعين ۳/ ۱۳۹-نشر دار الجيل-بيروت، ولم يعزه إلى أى مصدر، ولم نهتد إليه فى المصادر الموجودة لدينا)۔

ان کے علاوہ کئی ایک مثالیں ہیں: مثلاً نماز کی مکروہات اسی قبیل سے ہیں، اوقات مکروہ میں نماز کا ممنوع ہونا، تصویر کی طرف نماز، آگ کی طرف نماز، کسی انسان کے چہرہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۴/ ۲۷۸)۔

جبکہ شافعیہ اور حنفیہ نے'' سدا للذرائع'' کا ادلہ فقہیہ میں ہونے سے انکار کیا ہے۔

شافعیہ وحنفیہ کے دلائل:

اولاً: یہ ایک ذریعہ ہے، اور ذرائع اور وسائل میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے، کبھی وہ حرام، کبھی واجب، کبھی مکروہ، کبھی مندوب، اور کبھی مباح ہوتے ہیں۔

ثانیا: وسائل کے مقاصد کی قوت وضعف اور مصالح کی قوت وضعف اور ظہور وخفا کے اعتبار سے الگ الگ حالت ہوتی ہے، اس لئے نہ تو اس کو دلائل میں شمار ہی کر سکتے ہیں اور نا ہی انکار کی گنجائش ہے (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/ ۲۷۸)۔

ثالثا: اگر مالکیہ نے اس کا اعتبار کیا ہے تو وہ مطلقاً نہیں بلکہ ایسے مواقع میں کوئی وجہ خاص موجود ہوتی ہے جس کی وجہ سے سد ذریعہ کا اعتبار دلائل میں کر لیا جاتا ہے، فروعات فقہیہ میں غور کرنے سے یہی بات سامنے آتی ہے (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/ ۲۷۸)۔

تجزیہ: حقیقت یہ ہے کہ مالکیہ وحنابلہ کے دلائل بے غبار ہیں، جبکہ احناف وشوافع کے یہاں قیاسیات ہیں۔ اسی وجہ سے علمائے عرب نے سد ذریعہ کو دین وسیاست کا رکن قرار دیا ہے، اور عصر حاضر کے بے شمار مسائل چاہے ان کا تعلق سیاست سے ہو یا نظام عالم کی درستگی سے سب کا انحصار اسی اصول پر ہے۔

”وسد الذرائع ركن من أركان الدين والسياسة،الخ..... وإذا كانت الدول تشدد فى سد الذرائع وترى ذلک ركنا من أركان السياسة والأمن والنظام والمعاملات الدنيوية، فإنه فى العقائد أخلق، وفى مقام النبوة أوجب وأحق“ (أبحاث ہیئۃ کبار العلماء ۳/ ۱۳۳ وما بعدہا)۔

”وقاعدة سد الذرائع كلية يقينية ثبتت باستقراء أدلة الكتاب والسنة فى جميع أبواب الشريعة عقائد وعبادات ومعاملات وغير ذلک، وقد أطال ابن تيمية الكلام على الاستدلال عليها بأدلة من جميع أبواب الشريعة“ (مجلۃ البحوث الإسلامیۃ ۱۵/ ۱۷)۔

الغرض سد ذرائع کو تمام علماء نے فقہی فروعات میں اختیار کیا ہے البتہ نام الگ الگ دیا ہے۔

”ومن المحقق أن جميع العلماء يأخذون بسد الذرائع وإن لم يسموه بهذا الاسم، نعم: خالفوا المالكية فى تطبيقها على بعض الفروع .قال أبو زهرة: ونحن نميل إلى أن العلماء جميعًا يأخذون بأصل الذرائع وإن لم يسموه بذلک الاسم“ (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۴۴۴)۔

۴- اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک ذرائع کے مختلف درجات ورجحانات:

علامہ قرافیؒ فرماتے ہیں کہ پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ فساد ذریعہ کی تین قسمیں ہیں:

"وأما الذرائع فقد أجمعت الأمة على أنها على ثلاثة أقسام:أحدها: معتبر إجماعا كحفر الآبار فی طرق المسلمین وإلقاء السم فی أطعمتهم وسب الأصنام عند من یعلم من حاله أنه یسبّ الله تعالی حینئذ۔

وثانیها: ملغی إجماعا کزراعة العنب فإنه لا یمنع خشیة الخمر والشرکة فی سکنی الآدر خشیة الزنا۔

وثالثها مختلف فیه کبیوع الآجال اعتبرنا نحن الذریعة فیها وخالفنا غیرنا۔

فحاصل القضیة أنا قلنا بسد الذرائع أکثر من غیرنا لا أنها خاصة بنا" (تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/ ۷۴)۔

ایک ضروری وضاحت:

اس جگہ ایک چیز کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ مذکورہ بالا ترتیب علامہ قرافیؒ اور دیگر فقہاء کی ہے جبکہ اس پہلی قسم کو علامہ شاطبی مالکی "ما أدی إلی المفسدة قطعا فی العادة" سے تعبیر کرتے ہیں، اور علامہ ابن قیم حنبلیؒ اس کو ایسا مباح مانتے ہیں جس کا مفسدہ اس کی مصلحت پر راجح ہو۔"وهذا القسم یسمیه الشاطبی ما أدی إلی المفسدة قطعًا فی العادة، ویدخل عند ابن القیم فی المباح الذی تکون مفسدته أرجح من مصلحته"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۳۸۳)۔

اور اس دوسری قسم کو علامہ ابن القیم چوتھی قسم شمار کرتے ہیں اور اس کو وہ مباح امر مانتے ہیں جس کی مصلحت اس کے مفسدہ پر راجح ہو، جبکہ علامہ شاطبیؒ اس کو ایسا مباح مانتے ہیں جو کبھی کبھار مفسدہ تک پہونچاتا ہو۔"ویدخل هذا القسم عند ابن القیم فیما تکون مصلحته أرجح من مفسدته وهو القسم الرابع عنده، ویدخل عند الشاطبی فیما یؤدی إلی المفسدة نادرًا لا کثیرًا ولا غالبًا" (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۳۸۳)۔

اور اس تیسری قسم کو علامہ شاطبی ایسا مباح کام مانتے ہیں جو اکثر وبیشتر مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو، ایسا ذریعہ بھی ممنوع ہوگا؛ جبکہ علامہ ابن قیمؒ نے اس کو دوسری قسم میں شامل کیا ہے اور اس کو ایسا مباح ذریعہ مانتے ہیں جس کے ذریعہ مفسدہ تک پہنچنے کا قصد کیا گیا ہو، لہذا یہ ذریعہ بھی ممنوع ہوگا۔

گویا مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذریعہ کی یہ تیسری صورت (هو المباح الذی یکون أداؤه إلی المفسدة کثیرًا) بھی ممنوع ہوگی؛ جبکہ شافعیہ اور حنفیہ کے نزدیک ممنوع نہ ہوگی۔

"وهو ما سماه الشاطبی ما أدی إلی المفسدة کثیرًا۔الخ۔۔۔أما ابن القیم فیدخل هذا القسم

عنده فی القسم الثانی، وهو الذریعة الموضوعة للمباح وقصد بها التوصل إلی المفسدة ویمنع عنده هذا القسم سدًا للذریعة کما سلف توضیحه"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۳۸۳)۔

اقسام ثلاثہ کوذکر کرنے کے بعد علامہ قرافیؒ فرماتے ہیں: ذریعہ اس وقت حرام قرار پاتا ہے جبکہ وہ واقعی طور پر حرام کا سبب ہو، اور اگر اس میں شک ہوتو پھر یہ حرام کا ذریعہ ہے یا نہیں؟ یہی محل اجتہاد ہے، اور اگر ذریعہ نہایت ہی کمزور ہوتو اس کو اپنایا نہیں جا سکتا ہے۔

مزید فرماتے ہیں کہ اس فرق کو تسلیم کر لینے کے بعد مذاہب کے مابین کوئی تضاد نہیں ہوسکتا ہے، اور شریعت نے جو آسانی رکھی ہے اس سے فائدہ بھی اٹھایا جاسکتا ہے (تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/ ۷۵، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/ ۲۷۸)۔

الغرض سد ذرائع کے سلسلہ میں امام مالک بن انس سب سے زیادہ وسعت کے قائل ہیں، جبکہ انہیں کے قریب امام احمد بن حنبل ہیں، اور امام شافعی درمیان میں ہیں، کبھی کبھار مانتے ہیں اور کبھی ترک بھی کرتے ہیں، ان کے برخلاف امام ابوحنیفہ اور اہل ظاہر اس کو ترک کرتے ہیں (تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/ ۷۱)۔

چنانچہ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: "**التمسک بسد الذرائع وحمایتها وهو مذهب مالک وأصحابه وأحمد بن حنبل فی روایة عنه، ویظهر ذلک جلیا فی أتباعه وخصوصا منهم المتأخرین کابن تیمیة الذی کتب کتابا فی الموضوع، وابن القیم الذی انتصر له فی إعلام الموقعین**"(تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/ ۷۲)۔

اس سلسلہ میں صاحب ذخیرہ نے بہت ہی عمدہ بات کہی ہے جسے قول فیصل کا درجہ دیا جاسکتا ہے، چنانچہ فساد ذرائع کے اقسام بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "**فحاصل القضیة أنا قلنا بسد الذرائع أکثر من غیرنا لا أنها خاصة بنا**"(الذخیرۃ ۱/ ۱۵۳)۔

حقیقت حال: حقیقت یہ ہے کہ کسی امر مباح میں مصلحت غالب ہے یا مفسدہ غالب ہے اس کو تولنے اور اس کا اندازہ کرنے کے اعتبار سے حکم میں اختلاف رونما ہوجاتا ہے، جن حضرات فقہاء کے یہاں امر مباح میں مفسدہ راجح اور مصلحت مرجوح ہوجاتی ہے وہ اس کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور جن کے نزدیک مصلحت، مفسدہ پر راجح ہوتی نظر آجاتی ہے وہ اس کو ممنوع قرار نہیں دیتے ہیں، اسی لئے بعض فقہاء نے تین اور بعض نے چار قسمیں کی ہیں، اور پھر ان پر حکم لگانے کے سلسلہ میں اختلاف واقع ہوا ہے۔

"**وقد یکون الاختلاف فی بعض الحالات اختلافًا فی التقدیر والموازنة بین المصلحة**

والمفسدة، فمن غلبت عنده المفسدة يسد الذريعة إليها، ومن تغلب عنده المصلحة لا يسدّ الذريعة، مع اتفاق الجميع على منع الذرائع إلى الفساد والضرر؛ لأن هذا مبدأ أساسى تشهد له الشريعة كلياتها وجزئياتها''(مجلۃ مجمع الفقہ الاِسلامی ۹/۱۳۸۶)۔

گویا تحقیق مناط میں اختلاف کی وجہ سے حکم بھی مختلف ہوا ہے۔اور تمام ہی فقہاء فی الجملہ سدذریعہ کا اعتبار کرتے ہیں،اوراختلاف فروعات میں ہے۔''والاختلاف فقط اختلاف فى تحقيق المناط كما يقول الشاطبى''(مجلۃ مجمع الفقہ الاِسلامی ۹/۱۳۸۶)۔

''فقد ظهر أن قاعدة الذرائع متفق على اعتبارها فى الجملة، وإنما الخلاف فى أمر آخر'' (الموافقات ۵/۱۸۵)۔

''هو فى الحقيقة اختلاف فى المناط الذى يتحقق فيه التذرع، وهو من تحقيق المناط فى الأنواع كما سبقت أمثلته''(الموافقات ۵/۱۸۵)۔

چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کا نویں سمینار منعقدہ ۱-۶/اپریل ۱۹۹۶ء میں سدذریعہ کے بارے میں مندرجہ ذیل فیصلہ ہو چکا ہے:

۱-'' سدّ الذرائع أصل من أصول الشريعة الإسلامية، وحقيقته: منع المباحات التى يتوصل بها إلى مفاسد أو محظورات''۔

۲-'' سدّ الذرائع لايقتصر على مواضع الاشتباه والاحتياط، وإنما يشمل كل ما من شأنه التوصل به إلى الحرام''۔

۳-'' سد الذرائع يقتضى منع الحيل إلى إتيان المحظورات أو إبطال شىء من المطلوبات الشرعية، غير أن الحيلة تفترق عن الذريعة باشتراط وجود القصد فى الأولى دون الثانية''۔

۴-''والذرائع أنواع:(الأولى) مجمع على منعها: وهى المنصوص عليها فى القرآن الكريم والسنة النبوية الشريفة أو المؤدية إلى المفسدة قطعاً أو كثيراً غالباً، سواء أكانت الوسيلة مباحة أم مندوبة أم واجبة .ومن هذا النوع العقود التى يظهر منها القصد إلى الوقوع فى الحرام بالنص عليه فى العقد.

(والثانية) مجمع على فتحها: وهى التى ترجح فيها المصلحة على المفسدة.

(والثالثة) مختلف فيها: وهى التصرفات التى ظاهرها الصحة، لكن تكتنفها تهمة التوصل

بها إلى باطن محظور، لكثرة قصد ذلک منها"۔

۵ -" وضابط إباحة الذريعة: أن يكون إفضاؤها إلى المفسدة نادراً، أو أن تكون مصلحة الفعل أرجح من مفسدته"۔

"وضابط منع الذريعة: أن تكون من شأنها الإفضاء إلى المفسدة لا محالة (قطعاً) أو كثيراً، أو أن تكون مفسدة الفعل أرجح مما قد يترتب على الوسيلة من المصلحة"(الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۷/۲۰۶)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ذرائع کی فی الجملہ تین قسمیں ہیں:

اول: جس کے ممنوع ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اور وہ ایسے ذرائع ہیں جو کتاب وسنت میں منصوص ہیں، یا ایسے ذرائع ہیں جو یقینی طور پر یا اکثر وبیشتر مفسدہ تک پہنچاتے ہوں، چاہے وسیلہ مباح ہو یا مندوب یا پھر واجب۔

دوم: جس کے ممنوع نہ ہونے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اور وہ ایسے ذرائع ہیں جن کے مصالح مفاسد پر غالب ہوں۔

سوم: جس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور وہ ایسے ذرائع ہیں جن کا ظاہر ٹھیک ہو؛ البتہ اس کے باطن میں مفسدہ ہو۔

اسی مفسدہ کی مقدار تک رسائی حاصل کرنے اور مصلحت ومفسدہ کی کمیت کو دیکھتے ہوئے حکم لگانے کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء مختلف ہوگئی ہیں، یہی محل اجتہاد ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت نہایت ہی اہمیت کے قابل ہے کہ فقہاء نے سد ذرائع کے لئے اپنی اپنی فروعات میں کن کن صیغوں کا استعمال کیا ہے، اور کیسی کیسی تعبیریں اختیار کی ہیں؛ تاکہ فہم مسائل میں معین ومددگار رہوں، اور جب فقہاء ان صیغوں کا استعمال کریں تو یہ بات سامنے آجائے کہ یہ" صیغے" سد ذریعہ کے ہی ہیں، نیز اس کی جانکاری رہنے پر شواہد ونظائر کے پیش کرنے میں بھی کافی آسانی ہوجائے گی۔

سد ذریعہ کی تعبیرات:

فقہاء نے اس سلسلہ میں جو تعبیرات اختیار کی ہیں ان کو علامہ ابن رشد قرطبی نے بدایۃ المجتہد میں جمع کیا ہے اور وہ دس ہیں:" (يتذرع منها إلى أنظرني أزدک) (التذرع منه إلى الربا) (سد ذريعة) و (سد الذرائع) و (ذريعة إلى تحليل ما لا يجب من ذلک) و(أحسن للذريعة)، وقوله:(فجريا على الاحتياط وسدا للذريعة) و (سدا للذريعة وتغليظا) و (هل يتهم أو لا يتهم) وقوله:(للتهمة التى تعرض للناس)" (تربیۃ

ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/ ۷۵)۔

اوپر کی تعبیرات ذہن نشین ہوجانے سے کتب فقہ میں فقہاء کی اختیار کردہ تعبیرات سے ''سد ذریعہ'' تک پہونچنا نہ صرف آسان ہوجاتا ہے بلکہ یہ بات بھی مترشح ہوجاتی ہے کہ مختلف مکتب فکر کے فقہاء نے اس کو الگ الگ نام دے کر اپنی اپنی کتابوں میں استناد واستشہاد کیا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: القوانین الفقہیہ، بدایۃ المجتہد، مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی، مجلۃ البحوث الاسلامی، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد، فقہ السنۃ وغیرہ)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سارے ائمہ کے نزدیک کسی نہ کسی درجہ میں "سد ذریعہ" حجت ہے، البتہ دیگر ائمہ دوسرے ناموں سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ ''**ورجحه الأستاذ أبو زهرة، فقال فى كتابه الإمام مالك**(ص ۲۱۶): **ونحن نميل إلى أن العلماء جميعًا يأخذون بأصل الذرائع، وإن لم يسموه بذلك الاسم**''(الموافقات ۵/ ۱۸۶)۔

البتہ یہاں ایک بات رہ جاتی ہے کہ سارے ائمہ ''سد ذرائع'' کو مانتے ہیں تو پھر وہ کونسی صورت ہے جس میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے؟۔

محل نزاع کونسی صورت ہے؟

محل نزاع صرف اور صرف ایک ہی صورت رہ جاتی ہے اور وہ ہے ایسا مباح کام جس کو کرنے سے اکثر وبیشتر مفسدہ لازم آتا ہو لیکن یقینی نہیں کہ ممنوع قرار دیا جائے اور نا ہی نادر کہ مباح ہی رکھا جائے۔''**فى ضوء ما سلف بيانه فإن محل النزاع بين العلماء فى سد الذرائع هو المباح الذى يكون أداؤه إلى المفسدة كثيرًا بوجهيه السالفين اللذين أوردهما الشاطبى؛ لأن هذا النوع لا يؤدى إلى المفسدة قطعًا فيمنع ولا نادرًا فيباح**''(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۳۸۴)۔

الغرض صرف تحقیق مناط میں اختلاف ہے ورنہ ابن حزم ظاہری کے علاوہ سبھی اس کو اپناتے ہیں۔''**فالمذاهب كلها على هذا آخذة بمبدأ سد الذرائع كما قرره القرافى، والاختلاف فقط اختلاف فى تحقيق المناط كما يقول الشاطبى**''(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۳۸۶)۔

۵-ہر مذہب فقہ سے سدّ ذریعہ کی مثالیں:

اوپر کی وضاحت اور سد ذریعہ کے صیغوں کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سد ذریعہ کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے، اب یہاں ہر مکتب فکر سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہے، اور یہ بات بھی آچکی ہے کہ یہ مالکیہ کی خصوصیت نہیں؛ بلکہ دیگر ائمہ بھی ان کے ساتھ ہیں۔

"وأن زعماء مدرسة الحديث (مالک والشافعي وأحمد) أخذوا بالمصالح المرسلة والعرف والعادة وسد الذرائع وغيرها من أدلة الاجتهاد بالرأى، كما أن زعماء مدرسة الرأى كالنخعى وربيعة الرأى وأبى حنيفة وأصحابه لم يهملوا بتاتاً سنة أو أثراً أو اجتهاداً عن السلف"(الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۱/۷)۔

اوپر کی عبارت سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ سد ذریعہ میں مالکیہ کی خصوصیت نہیں، اور نا ہی صرف امام احمدؒ ہی اس کے قائل ہیں بلکہ شوافع بھی ان کے شانہ بشانہ ہیں؛البتہ امام ابوحنیفہ کے ساتھ ان کے شاگرد اوراصحاب ظواہر ہیں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ مالکیہ کے یہاں اس سلسلہ میں توسع ہے۔

اصحاب مذاہب کے چند شواہد:

مذہب مالکی: مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ جب مفسدہ راجح ہو چاہے یہ رجحان قطعی یا غیر قطعی، یا ظن غالب کے درجہ میں ہوان تمام صورتوں میں ''سد ذریعہ'' کو مانا جائے گا، اور وہ ذرائع ووسائل جن چیزوں تک پہونچانے کا سبب ہوں ان کا بھی حکم ذرائع کے اعتبار سے ہوگا، اگر ذریعہ حرام اشیاء کے ہیں تو یہ چیزیں بھی حرام ہوں گی، اگر حلال کے ہیں تو وہ چیزیں بھی حلال ہوں گی۔ جیسے اللہ کا ارشاد ہے:"يَسْأَلُونَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا" (البقرۃ:۲۱۹)، آیت مذکورہ میں ''اثم'' سے مراد فساد کبیر ہے۔ یا جیسے بیوع الآجال وغیرہ، جو ''ربا'' کے ذرائع ہیں (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۶۲۶)۔

شواہد سد الذرائع عند المالکیۃ:

"منعهم للعقود التى تتخذ ذريعة إلى أكل الربا، من ذلک بيوع الآجال وقد منع منها كل صورة تؤدى إلى ممنوع مثل: (أنظرنى أزدک) وبيع ما لا يجوز متفاضلًا، وبيع ما لا يجوز نساء، وبيع وسلف، وذهب وعرض بذهب، وضع وتعجل، وبيع الطعام قبل أن يستوفى، وبيع وصرف، وهذه هى أصول الربا"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۴۵)۔

مذہب حنبلی:

یہ بات معلوم ہے کہ حنابلہ شاذ ونادر ہی قیاس کرتے ہیں حتی کہ وہ ضعیف حدیث کو قیاس پر مقدم مانتے ہیں، اسی وجہ سے امام احمد بن حنبلؒ حدیث مرسل کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں، اگر کسی بات میں صحابہ میں اختلاف ہو تو ان میں سے اقرب الی الکتاب والسنۃ کو ہی لیتے ہیں، ان کے قول کو ترک کرکے قیاس کو اختیار نہیں کرتے ہیں۔ ہاں کسی مسئلہ میں نص نہ ہو یا

قول صحابی نہ ہو یا کوئی اثر مرسل نہ ہو یا ضعیف حدیث بھی نہ ہو تب وہ اصل خامس قیاس کو اپناتے ہیں، اوران کے یہاں قیاس صحیح کے اندر رعایۃ المصالح بھی داخل ہے، اسی رعایۃ المصالح کے تحت سد ذرائع اور فتح ذرائع بھی آجاتے ہیں (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۴۴۷)۔

لہذا حنابلہ مالکیہ سے قریب تر ہیں؛ بلکہ بسااوقات ان سے بھی زیادہ ''سد ذریعہ'' کو اپناتے نظر آتے ہیں؛ کیونکہ ''بیوع الآجال'' میں وہ ''ربا'' کوتو مانتے ہی ہیں لیکن ہر وہ چیز جو کسی بدعت کا ذریعہ ہو ان میں حنابلہ مالکیہ سے بھی زیادہ سخت ہیں، اسی طرح اگر کسی نے، کسی کو مال بطور قرض دیا لیکن یہ شرط لگادی کہ وہ شخص اس کے ہاتھ اس مال سے زیادہ قیمتی مال بیچے گا۔ یہ بھی ممنوع ہے؛ کیونکہ یہاں قرض کا عوض ایک حیلہ کے واسطہ سے لیا جارہا ہے جو کہ ''ربا'' ہے، اور ''ربا'' حرام ہے۔

شواہد سد الذرائع عند الحنابلۃ:

-''اعتبار طلاق الثلاث بلفظ طلقة واحدة؛ لأنه مخالف للطلاق السنى، ولئلا يكون ذريعة لنكاح التحليل''.

-''منع بيع الثمار قبل بدو صلاحها ولو مع شرط الجذاذ فى الحال لأن ذلک قد يكون ذريعة للتحيل وتركها حتى تنضج. الخ''.

-''منع الوكيل بالبيع من الشراء لنفسه دفعا للتهمة''.

- ''الدية على من حرم الجائع من الطعام والشراب ومعه فضل من ذلک حتى مات''.

-''منع بيع السلاح للمحارب أو لقاطع الطريق وزمن الفتنة''.

-''منع بيع العنب ممن يعلم أنه يعصره خمرًا.'' (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۴۲۷، نیز ۱۴۴۸)۔

مذہب شافعی:

امام شافعیؒ چونکہ اجتہاد میں سے صرف قیاس کو مانتے ہیں اور احکام کی بنیاد ظاہر پر مبنی مانتے ہیں اس لئے انہوں نے عموماً اس اصول کو اختیار نہیں کیا ہے۔

۱-''إن سد الذرائع مظهر من مظاهر الاجتهاد بالرأي، والشافعى لايأخذ منها إلا بالقياس، وقد قصر الاجتهاد على القياس''.

''ذكر الشافعى فى اختلاف الحديث: العلم من وجهين، اتباع واستنباط، والاتباع اتباع كتاب

فان لم یکن فسنة، وإن لم یکن فقول عامة من سلف لانعلم له مخالفا،فان لم یکن فقیاس علی کتاب الله،فان لم یکن فقیاس علی قول عامة من سلف لامخالف له،ولایجوز القول الا بالقیاس"۔

۲۔"ان الشافعیؒ کان یری ان الشریعة تبنی علی الظاهر"(فوائد سد الذرائع للبرھانی)۔

اسی وجہ سے امام شافعی اوران کے رفقاء نے سد ذریعہ کی تردیداوراس کے انکارکی پوری کوشش کی،لیکن اس کے باوجودفروعات میں انہوں نے بھی اس کا سہارالیا ہے؛کیونکہ امام شافعیؒ احکام کے ظاہرکو ہی دیکھ کرحکم لگاتے ہیں،غایات ونتائج اللہ کے حوالہ کرتے ہیں؛چنانچہ فرماتے ہیں: "الأحکام علی الظاهر والله ولی الغیب من حکم علی الناس بالإیمان جعل لنفسه ما حظر الله عنه رسول اللهﷺلأن الله عز وجل إنما یتولی الثواب والعقاب علی الغیب لأنه لا یعلمه إلا هو جل ثناؤه وکلف العباد أن یأخذوا من العباد بالظاهر ولو کان لأحد أن یأخذ بباطن علیه دلالة کان ذلک لرسول اللهﷺوما وصفت من هذا یدخل فی جمیع العلم"۔

شواہد سد الذرائع عند الشافعیة:

-" منع الوکیل عن بیع الشیء من شرائه لنفسه –مثل الحنفیة– درء التهمة التنقیص من الثمن"۔

- "حرمان القاتل من المیراث، ولو کان غیر متهم بتعجیل المیراث حسما لأمر التهمة بسد الذرائع"۔

- "جواز قتل من تترس به الکفار المحاربون من نساء وأطفال وأسری المسلمین حتی لا یکون ذلک ذریعة لترک الجهاد وترک الکفار یستولون علی دیار المسلمین، وفی هذا سد ذریعة عدم القتل بتجویز القتل حتی لا یفضی الأمر إلی هزیمة المسلمین وخضوعهم لأعدائهم" ۔

-"عدم لزوم المحجور علیه بإقراره بدین علیه قبل الحجر حتی لا یکون إقراره ذریعة للتصرف فی أموال هذا المحجور بحیلة"۔

- "منع المفطر بعذر من التجاهر بالأکل سداً لتهمة العصیان والفسوق"۔

-"استحباب أداء صلاة الظهر خفیة لمن تخلف عن الجمعة لعذر، دفعا لتهمة التقصیر وضعف الدیانة القادحة فی العدالة"۔

-" کراهیة بیع العنب لمن یعصره خمرًا، والتمر لمن ینقعه نبیذًا، وبیع السلاح لمن یستعمله فی العصیان، دفعا لذریعة الوقوع فی الإعانة علی الإثم والعدوان"۔

”وغير ذلك من الفروع الداخلة كلها تحت مقصد سد الذرائع“(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۱۶۲۸/۹، نیز ۱۳۸۵)۔

مذہب حنفی:

مالکیہ وحنابلہ سدذرائع کے سلسلہ میں مشتہر ہیں لیکن حنفیہ نے بھی مصادر واحکام میں ”سد ذرائع“ کو استعمال کیا ہے؛ البتہ اصول فقہ وغیرہ میں مستقل ذکر نہ کرنے اور نا ہی اس کو سد ذرائع نام دینے کے باوجود فروعات میں دوسرے فقہاء کی طرح پیچ نہیں پائے ہیں۔ جیسا کہ ان کے استنباطات واجتہادات اس بات کے شواہد ہیں، بالخصوص معاملات کے باب میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

یہاں تین امور قابل توجہ ہیں:

۱۔ اصول فقہ میں حنفیہ کے نزدیک ”سد ذریعہ“ کا کیا درجہ ہے؟۔

۲۔ وہ کونسے ضابطے ہیں جو” سد ذریعہ“ کے مناسب اور قریب تر ہیں؟۔

۳۔ حنفیہ کے وہ جزئیات جن میں انہوں نے ”سد ذریعہ“ کو اختیار کیا ہے؟۔

استحسان:

پہلی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں استحسان کی تعریف میں اختلاف کے باوجود سبھوں نے اس کو ایک بہت ہی اہم اصول کے طور پر لیا ہے۔ اور” استحسان“ کسی قوی تر دلیل یا مصلحت کی بنیاد پر قیاس کو ترک کردینا ہے، اور یہ اقوی دلیل یا تو کتاب وسنت میں ہوگی یا پھر ایسی مصلحت ہوگی جو راجح ہوگی اور شریعت کے عمومی مزاج کے مناسب بھی ہوگی۔ پہلی صورت کو استحسان بالنص اور دوسری صورت کو استحسان بالضرورۃ یا عرف کہتے ہیں۔

غور کرنے کے بعد واضح ہوجاتا ہے کہ ”سد ذرائع“ استحسان کی دوسری قسم کے تحت داخل ہے؛ کیونکہ مصالح شریعت پانچ ہیں: حفظ دین، حفظ نفس، حفظ نسل، حفظ عقل، حفظ مال۔ اور ان پانچوں مصالح کے تین درجے ہیں: ضرورت، حاجت، اور تحسین۔

بہرحال بسا اوقات قیاس تقاضہ کرتا ہے کہ یہ امور جائز ہوں؛ کیونکہ ان میں بذات خود کوئی ممنوع چیز نہیں ہوتی ہے؛ البتہ چونکہ وہ اشیاء محظور کے ذرائع بن جاتے ہیں اس لئے وہ بھی ممنوع قرار دیدیئے جاتے ہیں، یہی سد ذریعہ ہے۔

چنانچہ اسی وجہ سے فقہاء نے حرام کی دو قسمیں کی ہیں: حرام لذاتہ، حرام لغیرہ، یہ دوسری قسم اگر اجتہاد پر مبنی ہو اور غیر منصوص ہو تو یہی ”سد ذریعہ“ ہے۔

الغرض استحسان حنفیہ کے یہاں ایک بہت ہی جامع اصول ہے جس کے تحت ''سد ذرائع'' وغیرہ خود داخل ہوجاتے ہیں اس لئے احناف نے اس کو الگ سے ذکر نہیں کیا ہے (گویا احناف کے نظریہ کے مطابق یہ ایک قاعدہ کلیہ کا جزئیہ ہے)۔

''**فاتضح فيما تقدم أن الاستحسان عند الحنفية ضابطة جامعة كاملة تشمل عدة مصادر شرعية ضمنية، ولذا لم يشعروا بأى حاجة إلى إتيان بسد الذرائع منفردًا مستقلًا**'' (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۱۴۵۱/۹)۔

دوسری بات کا حاصل یہ ہے کہ حنفیہ کے یہاں کوئی صریح ضابطہ نہیں جو ''سد ذریعہ'' کے اہداف کو مکمل کرسکے، البتہ ملک العلماء علامہ کاسانیؒ کچھ مسائل ذکر کئے ہیں اور ان کے تحت کچھ قواعد بھی آگئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی ''سد ذرائع'' کا بھی مقصد ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: ''**يقول ملك العلماء الكاسانى فى صدد أن خروج النساء الشواب من البيوت إلى جماعات لا يجوز لأنه فيه خوف الفتنة والفتنة حرام قال: ما أدى إلى الحرام فهو حرام**''۔

''**وقال الكاسانى فى شأن الاستمتاع بالحائض إنه لا يجوز فوق الركبة (الاستمتاع به سبب الوقوع فى الحرام وسبب الحرام حرام)**''۔

''**ولا يجوز الوطء بالأمة فى زمن الاستبراء فحسب بل لا تباح دواعى الجماع أيضًا قال الكاسانى فيه:**

لأن الاستمتاع بالدواعى وسيلة إلى القربان، والوسيلة إلى الحرام حرام.

ولا يجوز للحادة أن تتخذ الزينة والطيب فى العدة قال برهان الدين المرغينانى فى الهداية:

إن هذه الأشياء دواعى الرغبة فيها وهى ممنوعة عن النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع فى المحرم.

وقال العلامة ابن الهمام فيما منع عقدان: إنما حرمت العقد الأول لأنه وسيلة، وحرمت الثانى؛ لأنه مقصود الفساد''۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ چند قواعد مترشح ہوتے ہیں:

۱-ما أدى إلى الحرام فهو حرام. **۲-سبب الحرام حرام.**

۳-الوسيلة إلى الحرام حرام. **۴-ما تكون ذريعة إلى الوقوع فى الحرام فهو حرام.**

۵- العقد الفاسد الذى يتوسل إلى الفساد فهو فاسد.

ایک نظر آپ ان قواعد پر ڈالیں اور پھر" سدذرائع" کی تعریف میں غور کریں تو دونوں کی مراد میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۴۵۲)۔

شواہد سد الذرائع عند الحنفیۃ:

-" تقدم ديون الصحة على ديون مرض الموت والديون المعلومة السبب على الديون المجهولة السبب سدًا لتهمة الإقرار بالدين"۔

-"منع إحداث الغرف والأماكن المعزولة فى المساجد دفعا لمفسدة التوسيخ والتلويث"۔

- "منع الاستمتاع بالحائض بما يقرب الفرج منعا من الوقوع فى نفس الفرج وهو حرام"۔

-"منع خروج المرأة إلى الجمعة والجماعة سواء فى ذلک الصغيرة والكبيرة، وفى الكبيرة يروى عن أبى حنيفة أنه قال: لكل ساقطة لاقطة"(يعنى الافتتان بالمرأة حاصل مع الصغيرة للصغار ومع الكبيرة للكبار)۔

-" كراهة صوم الستة أيام من شوال من غير فصل حتى لا تلحق النافلة بالفريضة" (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی۹/ ۱۶۲۷)۔

"ومن الأمثلة عندهم: استحباب صوم المفتى يوم الشک سرًا، حتى لا يتهم بالعصيان، مع إفتائه العام بالانتظار بدون طعام وشراب إلى وقت الزوال، ثم يأمرهم عند الزوال بالإفطار، منعا من اعتقاد الزيادة"۔

"وتحريم مقدمات الوقاع (الوطء) على المعتكف كاللمس والقبلة، دون الصائم الذى يأمن على نفسه؛ لأن الوطء محرم على الأول بالنص قصدًا فى قوله تعالى:" وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ "(البقرۃ: ۱۸۷)، وعلى الثانى ضمنا، من الأمر بالإمساک عن المفطرات فالتحقت المقدمات بالتحريم فى الأول، ولم تلتحق فى الثانى .ونصوا (أى الحنفية) على أن الوسيلة إلى الشىء حكمها حكم ذلک الشىء.الخ "(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی۹/ ۱۳۲۳)۔

چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ بینک کی شرکت پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حتى ولو كان عقداً صحيحاً فى الظاهر لكنه يستهدف غاية محظورة أو ممنوعة شرعاً؛ إذ من المبادئ الشرعية أو الأصولية مبدأ سد الذرائع إلى الحرام، فكل ما أدى إلى الحرام أو كان وسيلة إليه، فهو حرام محظور شرعاً"(الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۵/ ۴۱۹)۔

اوپر ذکر کردہ مثالوں سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ حنفیہ کے یہاں تقریباً ہر قسم کے ابواب میں اس قاعدہ سے استفادہ کیا گیا ہے، بالخصوص بیوع، نکاح، اور دیگر معاملات میں کثرت سے اپنایا گیا ہے۔

چاروں مکتب فکر سے فروعات و جزئیات کو نقل کرنے کے بعد بہتر سمجھتا ہوں کہ کچھ ایسی مثالیں بھی آجائیں جن میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

ائمہ اربعہ کے مابین متفق علیہ مسائل جو سد ذرائع پر ہی مبنی ہیں:

۱۔کراھة نکاح الکتابیات الحرائر۔ ۲۔توریث المطلقة ثلاثا فی مرض الموت۔

۳۔کراھة قبلة الصائم لمن لایأمن علی نفسه۔ ۴۔إیقاع الطلاق ثلاثا بلفظ واحد۔

۵۔اتفقوا علی أن الجماعة تقتل بالواحد۔

۶۔اتفقوا علی ضمان ماتتلفه الدابة (فوائد سد الذرائع للبرھانی)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے واضح ہوگیا کہ تمام ہی فقہاء نے اپنی جزئیات میں ''سد ذرائع'' کو اختیار کیا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ احکام دو طرح کے ہیں: ایک دنیاوی امور دوسرے دینی امور۔

امور دینیہ میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے؛ سب کے سب ''سد ذریعۃ'' کو تسلیم کرتے ہیں؛ جبکہ امور دنیویہ میں بعض فقہاء نے نیت کا اعتبار کیا ہے بالخصوص بیوع کے احکام میں جبکہ بعض فقہاء نے ظاہر کا اعتبار کیا ہے، پہلے کے قائل مالکیہ وحنابلہ ہیں جبکہ دوسرا رجحان شافعیہ اور حنفیہ کا ہے۔

''من الفقهاء من یعول علی النیة والقصد فی الاحکام الدنیویة وبخاصة أحکام البیوع، ومنهم من یعول علی الظاهر، والأولون هم المالکیة والحنابلة الذین اتجهوا إلی سد الذرائع مطلقًا، والآخرون هم الشافعیة والحنفیة إلی قدر، أما الأحکام الدینیة فالجمیع متفق علی سد الذرائع فیها'' (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۳۸۵)۔

خلاصہ کلام: ائمہ اربعہ کے مابین سد ذرائع کے سلسلہ میں درجہ بندی اس طرح سے کی جاسکتی ہے:

(۱)فالمالکیة یفقهون فی اعلی سطح مستوی۔

(۲)والشافعیة یأخذون منه بادنیٰ مستوی وبأضیق نطاق ممکن۔

(۳)والحنابلة أقرب إلی المالکیة۔ (۴)والحنفیة أقرب إلی الشافعیة۔

۶۔فتح ذرائع کی تحقیق:

سدذرائع کے مقابلہ میں فتح ذرائع بھی اہمیت کا حامل ہے؛ کیونکہ بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کی بنااسی پر ہے،اسی لئے فتح ذرائع کی تعریف اوراس کی تحقیق ضروری ہے۔

فتح ذریعہ کی لغوی تعریف:

"والفتح: رفع الموانع"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۰۳)۔

فتح ذریعہ کی اصطلاحی تعریف:

" إباحة الأمر الممنوع إذا ترتبت على إباحته مصلحة"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۳۹۹)۔

یعنی وہ امرممنوع جس کی اباحت پرمصلحت موجودہو،تومصلحت کودیکھتے ہوئے وہ امرممنوع بھی مباح ہوجائے گا۔

بالفاظ دیگر"فتح الذرائع فهو تيسير السبل إلى مصالح البشر"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۰۳)۔

بعض نے اس کا خلاصہ اس طرح بیان کیا ہے:"وفتح الذرائع هو إيجاب الوسيلة التي يتوقف عليها فعل واجب" (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۰۳)۔

فتح ذریعہ کے سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ فتح ذریعہ کا مطلب کیا ہے؟:

فتح ذریعہ کا مطلب:

بعض حضرات فقہاء فتح ذریعہ کے قائل ہیں لیکن ان کے قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جس چیز کوشریعت نے حرام قراردیا ہے فتح ذریعہ کا بہانا بنا کر اسے حلال قراردیدیا جائے؛ بلکہ یہ ایک نئی تعبیر ہے معنی قدیم کی۔جس کی دلیل یہ قاعدہ ہے: " ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب " و" ما لا يتم المباح إلا به فهو مباح "(تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/۷۵)۔

چنانچہ ابن عاشورؒ فرماتے ہیں: میں نے قدیم فقہاء میں سے کسی کونہیں پایا جنھوں نے سدذریعہ کے ساتھ فتح ذریعہ کا بھی قول اختیار کیا ہو،سب سے پہلے علامہ قرافیؒ نے اس کی رہنمائی کی ہے،چنانچہ علامہ قرافیؒ فرماتے ہیں:"اعلم أنَّ الذريعة كما يجب سدها، يجب فتحها، ويكره، ويندب، ويباح"۔

گویافتح ذرائع سے مرادانسانوں کی مصالح تک پہونچنے کے راستوں کا ہموار ہونا ہے۔

چنانچہ علامہ قرافیؒ فرماتے ہیں: ذریعہ کا بندکرنا جیسے واجب ہے اسی طرح اس کا کھولنا بھی واجب ہے،اوراس میں بھی کبھی مکروہ،کبھی مندوب اورکبھی مباح کا حکم لگایا جاتا ہے؛ کیونکہ ذریعہ ایک وسیلہ ہے،اورجب حرام چیز کا وسیلہ حرام ہوتا

ہے تو واجب کا وسیلہ بھی واجب ہوگا۔ جیسے سعی الی الجمعہ اور سعی الی الحج، چنانچہ اچھے مقاصد کے وسائل بھی اچھے ہوں گے اور برے مقاصد کے وسائل بھی برے ہوں گے (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۲۴/۲۷۸)۔

اور الخلاصۃ فی فقہ الاقلیات میں فتح ذریعہ کا مطلب اس طرح بیان کیا گیا ہے: "**وسد ذرائع الحرج والمشقة وقد يسميه البعض بفتح الذرائع لأنه ترك لبعض فضائل الأعمال خوفاً من إعنات المكلفين**" (الخلاصۃ فی فقہ الأقلیات ۳/۳۳)۔

گویا فتح ذریعہ کا حاصل ہوا خیر تلاش کرنا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شریعت اسلامیہ مکمل طور پر مخلوق کی مصلحتوں پر مبنی ہے، جیسا کہ ابن قیمؒ رقمطراز ہیں: "**الشريعة مبناها وأساسها على الحكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد، وهي عدل كلها ورحمة كلها، ومصالح كلها وحكمة كلها، فكل مسألة خرجت عن العدل إلى الجور وعن الرحمة إلى ضدها وعن المصلحة إلى المفسدة وعن الحكمة إلى العبث، فليست من الشريعة**" (مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۵۶)۔

اور شریعت اسلامیہ ان مقاصد ومصالح کی پوری رعایت کرتی ہے، اور انہیں مصالح پر احکام مرتب ہوتے ہیں، اسی کا نام "فتح ذریعہ" ہے۔

جیسا کہ فقہاء نے مصالح ومقاصد کے پیش نظر حیلوں کو جائز قرار دیا ہے، اسی طرح فتح ذرائع کو اپنا کر شریعت کی دی ہوئی رخصتوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اور یہی فتح ذرائع ہے۔

البتہ علامہ ابن تیمیہؒ نے حیلوں کا سختی سے انکار کیا ہے اور فرمایا: "**اعلم: ان تجويز الحيل يناقض سد الذرائع مناقضة ظاهرة، فان الشارع سد الطريق إلى ذلك المحرم بكل طريق، والمحتال يريد أن يتوسل إليه**" (فوائد سد الذرائع للبرھانی)۔

لیکن ان کے شاگرد خاص علامہ ابن قیمؒ حیلوں کی ممانعت پر اعلام الموقعین میں گفتگو کرنے کے بعد حیلوں کی تقسیم کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "**والحيل المحرمة الباطلة هي التي تتضمن تحليل ما حرمه الله أوتحريم ماأحله الله، أوإسقاط ما أوجبه الله**"۔

"**وأما حيلة تتضمن الخلاص من الآصار والاغلال والتخلص من لعنة الكبير المتعال فاهلا بها من حيلة واهلا اوهلا بامثالها، (والله يعلم المفسد من المصلح)، والمقصود تنفيذ امر الله ورسوله بحسب الامكان۔ والله المستعان**" (فوائد سد الذرائع للبرھانی)۔

دلائل:

قرآن:

(۱)"ذَلِکَ بِأَنَّهُمْ لاَ يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلاَ نَصَبٌ وَلاَ مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلاَ يَطَئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلاَ يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ"(التوبۃ:۱۲۰)۔

زمین پر چلنا اور وادی طے کرنا محض امر مباح ہے لیکن یہی جب کافروں کے مقابلہ کے لئے ہوا تو باعث اجر وثواب ہوگیا، اور پیاس وتھکاوٹ جہاد میں جانے کی وجہ سے ہوئی اس لئے اس کا بھی اعتبار کیا گیا۔

احادیث:

(۱)"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَعْتَمَ النَّبِيُّ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ حَتَّى ذَهَبَ عَامَّةُ اللَّيْلِ وَحَتَّى نَامَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى فَقَالَ إِنَّهُ لَوَقْتُهَا لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي"(صحیح مسلم ۳/۳۴۵،رقم:۱۰۰۹)۔

(۲)"عن عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شُغِلَ عَنْهَا لَيْلَةً فَأَخَّرَهَا حَتَّى رَقَدْنَا فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ رَقَدْنَا ثُمَّ اسْتَيْقَظْنَا ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ قَالَ: لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ غَيْرُكُمْ"(صحیح البخاری ۲/۱۳۴،رقم:۵۳۷)۔

مذکورہ بالا روایتوں سے معلوم ہوا کہ عشاء کی نماز میں تاخیر کرنا افضل تھا لیکن دفع حرج کی وجہ سے آپ ﷺ نے اس کو معمول نہیں بنایا؛ بلکہ اول وقت میں مفضول ادا کرلیا کرتے تھے۔ گویا مشقت کے خوف کی وجہ سے مفضول پر عمل کرنا یہی فتح ذریعہ ہے۔

(۳)"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ" (صحیح البخاری ۲۲/۱۹۹،رقم:۶۶۹۹)۔

(۴)"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ: عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ"(صحیح مسلم ۲/۵۹،رقم:۳۷۰)۔

اسی طرح آپ ﷺ نے مذکورہ دونوں روایتوں میں افضل یعنی ہر نماز کے وقت مسواک کو ترک کر کے مفضول پر عمل کرتے ہوئے دفع حرج کے واسطے اس کا حکم نہیں دیا، یہی فتح ذریعہ ہے۔

(۵)"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطَرٍ فَقِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا أَرَادَ إِلَى ذَلِكَ قَالَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ"(سنن

ابی داود ۳/ ۴۵۰، رقم: ۱۰۲۵؛ سنن الترمذی ۱/ ۳۱۴، رقم: ۱۷۲)۔

(٦)"عن ابن عَبَّاسٍؓ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلَاةِ فِي سَفْرَةٍ سَافَرَهَا فِي غَزْوَةِ تَبُوكَ فَجَمَعَ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ.قَالَ سَعِيدٌ: فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ: مَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ؟ قَالَ: أَرَادَ أَنْ لَا يُحْرِجَ أُمَّتَهُ"(صحیح مسلم ۴/ ۷، رقم: ۱۱۴۸)۔

آپ ﷺ کا سفر وحضر میں قصر کرنا دفع حرج کی وجہ سے ہی تھا، یہی فتح ذریعہ ہے۔

(٧)"عَنْ عَائِشَةَؓ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ لَهَا: أَلَمْ تَرَىْ أَنَّ قَوْمَكِ لَمَّا بَنَوُا الْكَعْبَةَ اقْتَصَرُوا عَنْ قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَا تَرُدُّهَا عَلَى قَوَاعِدِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَوْلَا حِدْثَانُ قَوْمِكِ بِالْكُفْرِ لَفَعَلْتُ"(صحیح البخاری ۵/ ۴۹۳، رقم: ۱۴۸۰؛ صحیح مسلم ۷/ ۲۶، رقم: ۲۳۶۸)۔

آپ ﷺ نے قواعد ابراہیمی پر بنا کو ترک کردیا فتنہ کے خوف سے، یہی فتح ذریعہ ہے۔

(٨)"عن سالم مولى عبد الرحمن بن حميد أن عثمان بن عفان أتم الصلاة بمنى، ثم خطب الناس فقال: "أيها الناس إن السنة سنة رسول الله ﷺ وسنة صاحبيه، ولكن حدث العام من الناس فخفت أن يستنوا"(کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ۸/ ۲۳۴، رقم: ۲۲۷۰۱)۔

(٩)"عن الزهرى أن عثمان بن عفان أتم الصلاة بمنى من أجل الأعراب لأنهم كثروا عامئذ، فصلى بالناس أربعا ليعلمهم أن الصلاة أربع"(کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال ۸/ ۲۳۴، رقم: ۲۲۷۰۲)۔

ان کے علاوہ اور بھی روایات سے فتح ذریعہ کا ثبوت ملتا ہے، جن میں آپ ﷺ کسی فتنہ کی وجہ سے یا مشقت کی وجہ سے افضل کو ترک فرما دیا کرتے تھے (الخلاصۃ فی فقہ الأقلیات ۳/ ۳۳)۔

(١٠)"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ"(سنن الترمذی ۹/ ۲۴۳، رقم: ۲۵۷۰)۔

"لما طلب العلم لا يُتصل إليه إلا بنقل الأقدام والخروج رُتب عليه مثل هذا الأجر العظيم"
(شرح منظومۃ القواعد الفقہیۃ للسعدی، ص: ٦١)۔

فتح ذریعہ کی مثال:

ممنوع سے واجب: جہاد ممنوع چیز ہے؛ کیونکہ اس میں جانی ومالی نقصان ہے، لیکن یہی ممنوع واجب کا حکم اختیار کر لیتا ہے؛ جبکہ امت کی سلامتی اور امن عالم کی بقاء مقصود ہو، اور اسلام کو کافروں کی طرف سے چیلنج ہو، نیز اسلام کو للکارا جارہا ہو۔

اباحت سے وجوب: زمین پر چلنا محض مباح ہے،لیکن جب یہی چلنا ادائیگی نماز جمعہ کے لئے ہوتو اس کا حکم واجب ہوجاتا ہے۔یا سفرحج ہو،یا حج میں سعی بین الصفا والمروہ کا مسئلہ ہو۔علامہ قرافیؒ نے اس کی چند مثالیں بھی پیش کی ہیں(دیکھئے:مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۰۰)۔

اگرہم ان مسائل میں غور کریں تو یہ بات صاف طور پر نظر آجاتی ہے کہ ان ممنوع چیزوں کو مباح قرار دینے کے پیچھے''الضرورات تبیح المحظورات'' کا بڑا دخل ہے۔اور ایسے بے شمار احکام ہیں جو بذات خود ممنوع ہونے کے باوجود ایسی ضرورت لاحق ہوجاتی ہے کہ اس کو مباح قرار دینا پڑتا ہے۔"ولو أجلنا النظر فی کل المسائل التی أوردها العلماء فی هذا الباب لوجدنا فیها ضرورات أجازت ارتکاب المحظور"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۰۱)۔

البتہ یہاں اس قاعدہ کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ ضرورت بقدر ضرورت ہی مباح ہوتی ہے،"لأن الضرورة تقدر بقدرها"(مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی ۹/۱۴۰۱)۔

فتح ذرائع کے شواہد:

۱-" قوله تعالى مخاطبًا نبيه موسى وأخاه هارون عليهما السلام: اذْهَبَا إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى ، فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى "(طٰہٰ:۴۳)۔

"ولابدّ لتبليغ الرسالة الواجب على موسى وأخيه هارون عليهما السلام أن يذهبا إلى فرعون، والذهاب إليه امتثالًا بأمر الله تعالى هو ذريعة لأداء الرسالة المفروضة عليهما۔الخ"۔

۲-" وإنما أمر سبحانه وتعالى عباده: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ "(الجمعۃ:۹)،" والمقصود صلاة الجمعة المفروضة، ولكن السعى وسيلة إلى إقامتها كذلك السعى إلى البيت الحرام ذريعة لأنه يوصل إلى الحج المشروع المشتمل على المصالح والحث على السعى إلى البيت الحرام والعمل به يسمى بفتح باب الذريعة"۔

۳- "ومنه قوله تعالى: انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ "(التوبۃ:۴۱)،"فخروج المسلمين لالتقاء الكفار ذريعة لابدّ من تحقيقها للجهاد فى سبيل الله الذى أمر به الله عز وجل فى نفس الآية"۔

۴-" ويكون ارتكاب أخف الضررين فتحًا للذريعة حينا كما ثبت من قصة الخضر مع موسى عليه السلام حيث أباح الله تعالى للخضر أن يعيب السفينة تجرى فى البحر التى ركبها هو وموسى

عليه السلام لكيلا يصيبها ضررًا أكبر منه هو أن يغصبها ملك ظالم كان ورائها فى الطرف الآخر فقال تعالى: أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِى الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَائَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا "(الکہف:۷۹)۔

"هناك تحملت المفسدة فيه للتوصل إلى المطلوب الراجح المصلحة فتحًا للذريعة ودفعًا للضرر الأكبر"۔

۵-" ويكون اتخاذ الحيل الجائزة لتحصيل المطلوب داخلًا فى زمرة فتح الذريعة كما هو ثابت من قصة يوسف عليه السلام مع إخوته: وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَى يُوسُفَ آوَى إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّى أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (يوسف:69)الخ"(مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۴۵۷)۔

البتہ یہاں بھی فتح ذریعہ کے سلسلہ میں بعض جزئیات وتفاصیل میں اختلاف ممکن ہے؛ کیونکہ مصلحت کے تولنے اور اس کی مقدار کے وزن کرنے میں نظریہ کا اختلاف ہوگا جیسا کہ سدذریعہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

۷-سدذریعہ کے لئے چندنئے مسائل کی نشاندہی:

ایسی بیشمار مثالیں اس کی اوپر آچکی ہیں جن میں سدذرائع کا قاعدہ فیصلہ کن ہے، یہاں کچھ مثالیں بطور نمونہ مزید پیش خدمت ہیں:

۱۔مسئلہ: شراب کی حرمت کتاب وسنت سے ثابت ہے لیکن عہد حاضر میں جدید قسم کی نشہ آور اشیاء عام ہوچکی ہیں، جیسے Spasmo Praying, Natravate ٹبلیٹس اور Tnika Injection یا Sunfix (سن فکس) وغیرہ۔ان کا استعمال فی نفسہ جائز ہونے کے باوجود ممنوع ہوگا؛ کیونکہ اس وقت شراب بندی کے دور میں ان سے بکثرت نشہ کیا جارہا ہے۔" ويلتحق بها المخدرات، بل المخدرات أسوأ وأعظم شرا من الخمر، وهى أشد فتكًا وضرراً وبلاء بالأمة"(دروس عمدۃ الفقہ للشنقیطی ۵/ ۲۴۶ومابعدہا)۔

۲۔مسئلہ: جب نشہ آور اور مضرت رسانی کی وجہ سے اس کا استعمال ناجائز ہوگا تو ان کی خرید وفروخت اور تشہیر بھی حرام ہوگی۔ "فلا يجوز بيعها، ولا شراؤها، ولا ترويجها" (دروس عمدۃ الفقہ للشنقیطی ۵/ ۲۴۷)۔

۳۔مسئلہ: ایسے تاجروں کی آمدنی بھی حرام ہوگی جو ان کو بازاروں میں لاکر فروخت کرتا ہو؛ کیونکہ اعانت علی المعصیۃ کررہا ہے۔"إن الاتجار بالمخدرات بيعاً وشراء وتهريباً وتسويقاً أمر حرام كحرمة تناول المخدرات الخ۔ فيكون الثمن حراماً، والمال سُحتاً الخ–وتعاونوا على البر والتقوى،ولا تعاونوا على

الإثم والعدوان''(المائدۃ:۲)۔

۴۔مسئلہ: بھنگ،افیون، ہیروئن وغیرہ کی کاشت کرنا،ان کومنتقل کرنا،اورخریدوفروخت اوران کا استعمال بھی ممنوع ہوگا۔''زراعة الحشيش والخشخاش والقات وتصنيع الأفيون والكوكايين والهروين: إن كل ما يؤد_ى إلى الحرام فهو حرام''(الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۷/۴۴۸)۔

۵۔مسئلہ: دورحاضر میں عموماً دیکھا جاتا ہے کہ غیرمحرم کو کچھ لوگ اپنی سواری مثلاموٹرسائیکل وغیرہ میں بٹھا لیتے ہیں جو ناجائز ہے؛ کیونکہ فتنہ کا اندیشہ ہے،لہذا سداللذریعہ ممنوع ہوگا۔''وَأَمَّا إِرْدَافُ الْمَرْأَةِ لِلرَّجُلِ الأَجْنَبِيِّ، وَالرَّجُلِ لِلْمَرْأَةِ الأَجْنَبِيَّةِ فَهُوَ مَمْنُوعٌ، سَدًّا لِلذَّرَائِعِ، وَاتِّقَاءً لِلشَّهْوَةِ الْمُحَرَّمَةِ''(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ ۳/۹۱)۔

۶۔مسئلہ: مروجہ اسکولز وکالجز کے بے حیائی وفحاشی سے بھرپور پروگرام میں شرکت کرنا حرام ہوگا؛ کیونکہ ایسے پروگرام بے شمار اخلاق سوز مفاسد کوشامل ہوتے ہیں۔

۷۔مسئلہ: اینڈرائڈ موبائل یا ڈی وی ڈی، یا وی سی آر، ایل سی ڈی وغیرہ پر نمائش ہونے والے پروگرام کا دیکھنا بھی حلال نہ ہوگا؛ کیونکہ ان تمام میں اخلاق سوز برائیاں بھری پڑی ہیں،اور یہ فساد دین ودنیا دونوں کا ذریعہ بھی ہیں۔''ولا تعاونوا على الإثم والعدوان''(المائدۃ:۲)۔

۸۔مسئلہ: اگر کوئی مسلمان بتوں کی تجارت کرنے لگے تو اس کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے؛ کیونکہ یہاں اس کے دین کی حفاظت کا مسئلہ ہے،فتنہ ارتداد کا اندیشہ ہے، اس لئے سدذریعہ کے طور پر اس کومنع کردیا جائے گا(المعاملات والمقاصدص:۳۶)۔

۹۔مسئلہ: آج کل ہمارے یہاں ہرطرح کے اعلانات مثلاً گمشدہ چیز کا اعلان،انتقال کا اعلان، جنازہ میں شرکت کا اعلان،حتی کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر دولہا کوسلامی دینے اوراس کو کپڑا پہنانے اور بارات نکلنے کا بھی اعلان،مساجد کے لاؤڈ اسپیکر سے لوگ کرتے ہیں جس کی وجہ سے کئی مفاسد درپیش ہیں:

(۱)اذان کی اہمیت کا کم ہوجانا (۲) مساجد کے لاؤڈ اسپیکر کا غلط استعمال (۳) صوتی آلودگی میں اضافہ کا سبب (۴) حدیث رسول کی مخالفت۔''عَنْ حَيْوَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِى عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ:مَنْ سَمِعَ رَجُلًا يَنْشُدُ ضَالَّةً فِى الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ لَا رَدَّهَا اللَّهُ عَلَيْكَ فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهَذَا''(صحیح مسلم ۳/۱۹۵،رقم:۸۸۰)۔

۱۰۔مسئلہ: ہمارے یہاں علماء وقضاۃ حضرات عقدنکاح کے لئے باضابطہ لڑکی کے سامنے مجمع عام میں اختلاط مع

اختلاف الاجناس کے باوجود بیٹھتے ہیں، پھر مجمع عام میں لڑکی سے اقرار کرواتے ہیں، جونہایت ہی غلط ہے، اسے ترک کرنا بہت ہی اشد ضرورت ہے؛ کیونکہ کئی طرح کی برائیوں کا مجموعہ ہے: (۱) خلاف سنت طریقہ (۲) کسی مکتب فکر فقہاء کی کتابوں میں یہ طریقہ مذکور نہیں (۳) اختلاط مع الاجانب (۴) بے پردگی و بے حیائی کا سیلاب۔

۱۱۔مسئلہ: جب کسی کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اپنی بیوی پر ظلم کرے گا؛ کیونکہ اس میں حقوق زوجیت کی ادائیگی کی صلاحیت نہیں، یا ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری شادی کرنے سے عدل قائم نہیں رکھ سکتا ہے، تو ایسے شخص کے لئے نکاح کرنا حرام ہوگا۔"**لأن ما أدّى إلى الحرام فهو حرام**"(الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۹/۲۵)۔

۱۲۔مسئلہ: اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ ہر مسلک میں جو سہولتیں اور رخصتیں ہیں، ان کو تلاش کر کے محض اس مسلک کی رخصت پر عمل کرے تو اس کی بھی اجازت نہ ہوگی؛ کیونکہ اس سے انسان اپنی خواہش کی تابعداری کرنا شروع کردے گا، لہذا سدذریعہ کے طور پر اس کو اس کی اجازت نہ ہوگی (الخلاصۃ فی أحکام الاجتہاد والتقلید ۲/۱۵۳)۔

خلاصہ کلام: جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ "فتح ذریعہ" ایک نئی تعبیر ہے جسے متقدمین نے "**مالايتم الواجب إلابه فهو واجب**"، اور "**مالايتم المباح إلابه فهو مباح**" سے تعبیر کیا ہے، لیکن اس سلسلہ میں غلو کرنا نہایت ہی غلط ہے؛ بلکہ متوسط راہ اختیار کرنا ہوگا۔جیسا کہ دین اسلام کا اکثر و بیشتر احکام میں یہی مزاج ہے۔"**وكذا هو رد فعل طبيعي للمبالغة فى سد الذرائع.والأصل التوسط كما هو توجيه الدين فى معظم الأمور**"(تربیۃ ملکۃ الاجتہاد من خلال بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/۵۷)۔

۸-سدذریعہ کے استعمال میں غلو کرنا:

بعض متشددین نے اس سلسلہ میں غلو سے کام لیا ہے؛ چنانچہ ہر چیز میں سدذریعہ کو دلیل بنا کر ہر قسم کے مباح ومندوب اور دوسرے طرح کے احکام سے محض تہمت کے شبہ کی وجہ سے اجتناب کی راہ اختیار کیا ہے جو درست نہیں، بلکہ اس میں بھی توسط اور اعتدال کا طریق اختیار کرنا چاہئے (خیر الأمور أوساطہا)۔

"**وقد توسع متأخرو المالكية فى الاستحسان وسد الذرائع وفى دعوى عمل أهل المدينة توسعا خارجا عن حد المعقول كما تبين من مراجعة كتب العمليات والنوازل**"(أشرف المسالک، ص:۶)۔

چنانچہ اسی وجہ سے شیخ ابوزہرہؒ فرماتے ہیں کہ سدذریعہ کے اختیار کرنے میں شدت برتنا بھی دوسری مصیبت ہے۔

"**المرحوم الشيخ محمد أبو زهرة من أن المبالغة مطلقًا فى الأخذ بسد الذرائع هى الأخرى مضرة حيث يقول: (إن الأخذ بالذرائع لا تصح المبالغة فيه، فإن المغرق فيه قد يمتنع عن أمر مباح أو**

مندوب أو واجب خشية الوقوع فى ظلم"(مجلۃ مجمع الفقہ الإ سلامی ۹/ ۱۳۹۸)۔

اورحضرت قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ نے بڑی عمیق بات لکھی ہے کہ:

شریعت کے بے شمار مسائل سدذریعہ پر ہی مبنی ہیں، لیکن کچھ متجددین نے دین میں حیلے نکال کرحرام کردہ چیزوں کوسدذریعہ کے واسطہ سے حلال کرنے کی کوشش کی ہے، اس کا ظاہرتواچھا لگ رہا ہے لیکن اس کا باطن آگ ہے، لہذا فقہاء کو مکمل تیقظ سے کام لینا ہوگا اورغور کرنا ہوگا کہ اس کواتنا عام نہ مان لیا جائے کہ اباحیین اس کے ذریعہ ہرحرام کردہ چیز حلال کرڈالیں، اورتنگی کی راہ بھی اختیار نہیں کرنا ہے کہ شریعت کی رخصتوں کوبھی بندکردیا جائے (مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۴۲۷)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "سدذرائع "اور "فتح ذرائع "دونوں میں ایک فقیہ کومکمل تیقظ اور بیدارمغزی سے کام لینا ہوگا، کہیں ایسا نہ ہوکہ ’’سدذرائع‘‘ یا ’’فتح ذرائع‘‘ کواپنا ئیں ہی نہیں، جس کی وجہ سے بے شمار مفاسد کے شکار ہوجائیں، یا ’’سدذرائع‘‘ اور ’’فتح ذرائع‘‘ کواس طرح اپنالیں کہ غلوکی حد پار کرجائیں، جس کی وجہ سے بہت سے مصالح فوت ہوجائیں۔

لہذا سدذرائع اورفتح ذرائع کواپناتے وقت ان امورکالحاظ رکھنانہایت ضروری ہے:

۱۔"**قوة المحظور المخوف من الوقوع فيه، والنظر الى رتبته**"۔

۲۔"**قوة التهمة، قوة افضاء الذريعة الى المحظور، وكثرتها**"۔

۳۔"**النظر الى الحال، والزمن، والمكان، والشخص وما إلى ذلك**"۔

۴۔"**الموازنة بين المصلحة والمفسدة۔ المترتبين على سد الذريعة اوعلى فتحها**"۔

۵۔"**النظر إلى تصرفات الشارع فى باب سد الذرائع، عزيمة وطريقة واستثناء**"۔

۶۔"**النظر إلى مواقف اهل العلم فى طريقة اقرار السد، وفى مسلك أجزائه وفى ملاحظة نتائجه**"(فوائدسدالذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ للشیخ محمدھشام البرھانی)۔

بنابریں مزاج شریعت نگاہ میں ہواور دونوں میں مصالح ومفاسد دونوں پہلو سے غوروفکر اورتدبر سے کام لیتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیارکرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

سدّ الذرائع

مفتی محمد سعد نور القاسمی☆

تمہید:

جس طرح اصول عقائد توحید، رسالت، آخرت تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں مشترک اور متفق علیہ چلے آئے ہیں، اسی طرح عام معاصی اور فواحش ومنکرات ہر شریعت ومذہب میں حرام قرار دیئے گئے ہیں، لیکن شرائع سابقہ میں ان کے اسباب وذرائع کو مطلقاً حرام نہیں کیا گیا جب تک کہ ان کے ذریعہ کوئی جرم واقع نہ ہوجائے، شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام چونکہ قیامت تک رہنے والی شریعت تھی اس لئے اس کی حفاظت کا منجانب اللہ خاص اہتمام کیا گیا کہ ذرائع معاصی تو حرام تھے ہی ان اسباب وذرائع کو بھی حرام قرار دے دیا گیا جو عادتِ غالبہ کے طور پر ان جرائم تک پہنچانے والے ہیں مثلا شراب نوشی کو حرام کیا گیا تو شراب کے بنانے بیچنے خریدنے اور کسی کے دینے کو بھی حرام قرار دیا گیا۔ سود کو حرام کرنا تھا تو سود سے ملتے جلتے معاملات کو بھی ناجائز کردیا گیا۔ اسی لئے فقہاء حضرات نے تمام معاملات فاسدہ سے حاصل ہونے والے نفع کو سود کی طرح مال خبیث قرار دیا۔ شرک وبت پرستی کو قرآن نے ظلم عظیم ناقابل معافی جرم قرار دیا تو ان کے اسباب و ذرائع پر بھی کڑی پابندی لگادی۔ اسی طرح جب کہ شریعت نے زنا کو حرام قرار دیا تو اس کے تمام اسباب قریبہ وذرائع کو بھی محرمات میں داخل کردیا، کسی اجنبی عورت یا امرد پر شہوت سے نظر ڈالنے کو آنکھوں کا زنا فرمایا، اس کا کلام سننے کو کانوں کا، اس کے چھونے کو ہاتھ کا، اس کے لئے جدوجہد میں چلنے کو پاؤں کا زنا فرمایا جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے، انہیں جرائم سے بچانے کے لئے عورتوں کے واسطے پردہ کے احکام نازل فرمائے اور فساد روکنے کے لئے انہیں اسباب وذرائع کے منع کردینے کو فقہاء کی زبان میں سد ذریعہ کہتے ہیں جو بظاہر جائز اور مباح ہوتے ہیں لیکن ایسے نتائج تک پہنچاتے ہیں جو شرعاً ناجائز ہیں مگر ایسے اسباب وذرائع کا قریب وبعید ایک طویل سلسلہ ہے، اگر دور تک اس سلسلے کو روکا جائے تو زندگی دشوار ہوجائے اور علم میں بڑی تنگی پیش آجائے، جو اس شریعت کے مزاج کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں اس کے بارے میں کھلا ہوا اعلان یہ ہے کہ:

☆ مدرسہ مظہر العلوم بیکن گنج کانپور، اتر پردیش۔

"ماجعل عليكم في الدين من حرج" (سورہ حج:٧٨) (یعنی دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی نہیں ڈالی گئی)۔

اس مختصر تمہید کے بعد جوابات پیش خدمت ہیں:

ا- ذریعہ اور سدّ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت کیا ہے؟

ذریعہ" ذرع" سے بنا ہے، اس کے مادہ میں حرکت اور درازی ملحوظ ہے، اسی سے ذراع ہے یعنی ہاتھ کا وہ حصہ جو کہنی کے سرے سے درمیانی انگلی کے سر تک ہوتا ہے، اور "أذرع في الكلام و تذرع "کے معنی ہیں: بہت بولنا، بولنے میں حد پار کردینا، ذریعہ کے معنیٰ ہیں: کسی شئی تک پہونچنے کا وسیلہ، کہتے ہیں: "تذرع فلان بذريعة " فلاں شخص نے اس کو اپنے مقصد تک پہونچنے کا وسیلہ بنایا، جمع ذرائع ہے۔ اسی طرح ذریعہ کے ایک معنی ہیں: تیراندازی کی مشق کرنے کا حلقہ (دیکھئے: لسان العرب لابن منظور ٣/ ١٦٩٨، مادہ: ذرع)۔

بہرحال ذریعہ عامۃً ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو ایک چیز کو دوسری چیز سے قریب کردے اور پہونچادے اور اس کا استعمال مادی اور غیر مادی تمام چیزوں میں ہوتا ہے۔ اور دونوں معنی کو جوڑنے والی بات ہے، روپوش ہونا اور ایک درجہ کا دھوکہ اور فریب؛ کیونکہ جو شخص کسی چیز کو کسی دوسری چیز تک پہونچنے کا ذریعہ اور وسیلہ بناتا ہے جو اس کا مقصود ہوتا ہے تو گویا وہ اس ذریعہ کے پیچھے چھپ کر اس کا سہارا لیکر اُس تک پہونچتا ہے جیسے شکاری اپنے اونٹ کو جنگل تک پہونچنے کا ذریعہ اور وسیلہ بناتا ہے کہ اس کے پیچھے چھپ کر اس شکار تک پہونچ جاتا ہے۔

تو لفظ ذریعہ کے اطلاق کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے:

(١) وہ ذریعہ جو مقصد تک پہنچادے، (٢) مقصد اصلی، (٣) ذریعہ اور مقصد کے درمیان جوڑ۔

ذریعہ کے اصطلاحی معنی: شاطبی کہتے ہیں:" **إن حقيقة الذريعة التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة** " (الموافقات للشاطبی ٤/ ١٩٩) یعنی وہ اشیاء جو بظاہر مباح ہوں اور ان کے ذریعہ ممنوع عمل تک رسائی حاصل کی جائے۔

ابن رشد فرماتے ہیں: "**إن الذرائع هي الأشياء التي ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل المحظور ومن ذلك البيوع التي ظاهرها الصحة و يتوصل بها إلى إباحة الربا**" (المقدمات، کتاب البیوع ٢/ ٥٢٤)۔

لہذا ذریعہ کے اصطلاحی معنی یہ ہوئے کہ ہر وہ قول یا فعل جو بذات خود مباح ہو لیکن وہ کسی معصیت اور ناجائز چیز تک پہونچنے کا ذریعہ بن جائے جیسے بیع کہ وہ بذات خود مباح ہے لیکن اذان جمعہ کے وقت خرید وفروخت کرنے سے سعی إلی الجمعہ میں رکاوٹ پیدا ہوگی اس لئے اس بیع سے منع فرمادیا گیا۔

سد کے لغوی معنی ہیں: رکاوٹ، آڑ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:" **حتى إذا بلغ بين السدّين**" (الکہف: ٩٣)، نیز دوسری

جگہ فرماتا ہے:"وجعلنا من بين أيديهم سدّا و من خلفهم سدّا"(سورۂ یس:۹،لسان العرب ص۹۷۹،اوراس کے بعد)۔

سدّ یسدّ (ن) سے اس کے معنی ہیں: روکنا، بند کرنا۔ تو سدالذرائع کے معنی ہوئے کہ ہراس قول وفعل کو منع کرنا جو اصلاً مباح ہولیکن وہ ناجائز اور حرام تک پہنچنے کا ذریعہ اور سبب ہو۔ تہذیب الفروق میں ہے: "قاعدة الذريعة التي يجب سدّها شرعاً :هو مايؤدّى من الأفعال المباحة إلى محظور منصوص عليه لامطلق محظوراً " (تہذیب الفروق ۲/۴۴)۔

۲- ذریعہ اور سبب میں کیا فرق ہے:

سبب راستہ وطریق، دروازہ اور رسی کے معنی میں آتا ہے، سب کا ماحصل یہ ہے کہ کسی شئی تک پہونچنے کا سبب ہے، سرخسی نے سبب کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے:" مايكون طريق الوصول إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصول به ولكنه طريق الوصول إليه"(اصول سرخسی ۲/۳۰۱)۔

جو کسی حکم مطلوب تک پہونچنے کا راستہ ہو وہ سبب ہے یعنی جس کے ذریعہ مطلوب تک نہ پہونچا جاتا ہو لیکن وہ مطلوب تک پہونچنے کا طریقہ ہو۔ الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ میں ہے:"فالسبب مايكون طريقا إلى الحكم من غير تأثير أى من غير أن يضاف إليه وجوب ولاوجود ولايعقل فيه معانى العلل لكن يتخلل بينه و بين الحكم علة"، یعنی جو حکم تک پہونچائے لیکن حکم کی اس کی طرف نسبت نہ کی جائے بلکہ سبب اور حکم کے درمیان ایک علت پائی جاتی ہو اور حکم اسی کی طرف منسوب ہو مثلاً اصطبل کا دروازہ کھول دیا جائے اور جانور بھاگ جائے تو جانور کے راہ فرار اختیار کرنے کی نسبت اصل میں خود اس کے فعل کی طرف کی جائے گی کہ وہ اپنی قوت فرار کی وجہ سے اصطبل سے نکل بھاگا ہے۔ یہی اس کے بھاگنے کی علت ہے اور اصطبل کا کھولنا سبب محض ہے اور حکم کی نسبت اس کی طرف نہیں کی جاسکتی، لہٰذا اس کا تاوان واجب نہ ہوگا (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۱۴۵)۔

سبب کے لغوی اور اصطلاحی معنی جاننے کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ لغوی معنی کے اعتبار سے دونوں قریب قریب ہیں؛ البتہ اصطلاحی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے، اور وہ یہ ہے کہ ذریعہ وہ ہے جس کے ذریعہ کسی ناجائز چیز تک پہونچنے کا قصد وارادہ ہو، اور سبب کہتے ہیں کہ جس پر کوئی شئی مرتب ہو خواہ وہ مقصود ہو یا مقصود نہ ہو، گویا کہ دونوں میں اصطلاحی معنی کے اعتبار سے عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے؛ چنانچہ سبب مذکورہ معنی کے اعتبار سے عام ہے کہ ذریعہ پر بھی صادق آتا ہے جبکہ جائز کام کرنے والے نے اس کے ذریعہ ناجائز تک پہونچنے کا ارادہ کیا ہو، اور اگر وہ عمل خود مقتضی ہوجائے لیکن کام کرنے والے نے اس کا ارادہ نہیں کیا تب بھی اس پر سبب کی تعریف صادق آئے گی؛ کیونکہ اس پر ایک امر مرتب ہوا ہے،

لیکن اس کو ذریعہ نہیں کہا جائے گا؛ کیونکہ اس کے ذریعہ ناجائز چیز تک پہونچنے کا قصد نہیں کیا گیا ہے۔ تو سبب میں اس کا لحاظ ہے کہ اس پر کوئی دوسرا امر مرتب ہو اور وہ دوسرے تک پہونچائے، خواہ بالقصد ہو یا بلا قصد، لہذا یہ عام ہوگا اور ذریعہ میں اس کا لحاظ ہے کہ وہ پہونچائے بھی اور اس کے ذریعہ سے ناجائز تک پہونچنے کا قصد بھی ہو۔ اور اس اعتبار سے یہ خاص ہوگا، تو گویا دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے (کتاب مجلۃ الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۴۳۶، مقالہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ)۔

۳- سدّ ذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسلک اور ان کے دلائل:

سدّ ذرائع کے استعمال اور اس سے انتفاع میں حضرات فقہاء کے یہاں کوئی اختلاف نہیں؛ کیونکہ سارے فقہاء اس سے استنباط کرتے ہیں اور اس پر مثالیں متفرع فرماتے ہیں، چنانچہ شیخ ابوزہرہ فرماتے ہیں: ''**ومن المحقق أن جميع العلماء يأخذون بسد الذرائع وإن لم يسموه بهذا الإسم**'' (مالک ص ۳۴۲-۳۱۵) یعنی سارے علماء اس کا استعمال کرتے ہیں اگرچہ نام بدل کر؛ البتہ اختلاف اس بات میں ہے کہ اس کو مستقل ایک فقہی دلیل اور مصادر شریعت کا ایک مقصد اور سرچشمہ مانا جائے یا اس کو محض ایک اصل مبدأ قانون اور ایک فقہی ضابطہ کہا جائے، اس سلسلے میں درج ذیل مذاہب ہیں:

۱۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک وہ ایک فقہی دلیل ہے اور اصول شریعت میں ایک مستقل اصل ہے۔ چنانچہ تنقیح الفصول میں علامہ قرافی نے تتبع اور تلاش کے بعد ائمہ مجتہدین کے دلائل ۱۹ شمار کرائے ہیں اُن میں سے ایک سدالذرائع بھی ہے (تنقیح الفصول ص ۱۹۸)۔

شیخ ابوزہرہ فرماتے ہیں: ''**هذا أصل من الأصول التى أكثر من الاعتماد عليها فى استنباطه الفقهى الإمام مالك و قاربه فى ذلك الإمام أحمد بن حنبل**'' (مالک ص ۳۴۰)۔

یعنی یہ ایک اصل ہے جس پر استنباط مسائل میں سب سے زیادہ اعتماد امام مالکؒ نے کیا ہے اور ان کے قریب امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔

ان حضرات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

الف: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**ولاتسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم**'' (سورہ انعام: ۱۰۸) اور انہیں دشنام نہ دو جن کو یہ (لوگ) اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ یہ لوگ حد سے گذر کر براہ جہل اللہ کو دشنام دیں گے)۔ فقہاء کہتے ہیں: اللہ تعالی نے کافروں کے معبود کو گالی دینے سے منع کیا؛ تاکہ یہ اللہ کے دشنام دینے کا ذریعہ نہ بنے، اللہ تعالی نے کلمہ (راعنا) کہنے سے منع کیا۔ فرمایا: ''**يأيها الذين آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا**'' (سورہ بقرہ: ۱۰۴) (اے ایمان والو ''راعنا'' مت کہا کرو اور ''انظرنا'' کہا کرو)، تاکہ یہ یہودیوں کے لئے نبی کریم ﷺ کو گالی

دینے کا ذریعہ نہ بنے؛ کیونکہ کلمہ (راعنا) ان کی زبان میں مخاطب کو دشنام دینا ہے۔

ب۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " **دع مایریبک إلى مالا یریبک**" (حدیث "دع مایریبک إلی مالا یریبک" کی روایت ترمذی (۶۶۸/۴ طبع الحلبی) نے حضرت حسن بن علی سے کی ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے) (جس چیز میں شک ہو اسے ترک کردو اور جو چیز تمہارے لئے شک سے پاک ہو اسے اختیار کرو)۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: " **الحلال بیّن والحرام بیّن و بینهما مشبهات لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقى المشبهات استبرأ لدینه و عرضه، ومن وقع فی الشبهات کان کراع یرعى حول الحمى یوشک أن یواقعه، ألا و إن لکل ملک حمى، ألا وإن حمى الله فی أرضه محارمه**" (حدیث: "الحلال بین والحرام بین" کی روایت بخاری (الفتح ۱۲۶/۱ طبع السلفیہ) اور مسلم (۱۲۱۹/۳ طبع الحلبی) نے حضرت نعمان بن بشیر سے کی ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں) (حلال واضح ہے، حرام واضح ہے، ان دونوں کے بیچ کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، جو شبہات سے بچے گا وہ اپنے دین اور آبرو کو سلامت رکھے گا اور جو شبہات میں پڑ جائے گا وہ اس چرواہے کی طرح ہوگا جو کہ محفوظ چراگاہ کے آس پاس جانوروں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ چراگاہ میں چلا جائے، (اے لوگو) سنو! ہر بادشاہ کا ایک محفوظ چراگاہ ہوتا ہے، اور سنو! اللہ کی محفوظ باڑھ اس کی روئے زمین پر اس کے محارم ہیں)۔

ابن رشد کا بیان ہے: کتاب اللہ اور سنت رسول میں ذرائع کے ابواب بکثرت ہیں، ان کے ذکر میں طوالت ہے، اور ان کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

ج۔ حرام شئی تک پہونچانے والے وسائل کو مباح قرار دینا حرمت کو ختم کرنا ہے، اور لوگوں کو حرام کی طرف راغب کرنا ہے؛ حالانکہ شارع کی حکمت اور تعلیم مکمل طور پر اس کے خلاف ہے، بلکہ دنیاوی بادشاہوں کی سیاست بھی اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ اگر کوئی بادشاہ اپنی فوج یا رعایا کو کسی کام سے منع کرے، پھر اس تک پہنچنے کے وسائل اور راستوں کو ان کے لئے مباح کردے تو اسے تضاد سمجھا جائے گا، اور اس کی فوج اور رعایا کی طرف سے اس کے مقصود کے خلاف عمل صادر ہوگا، اسی طرح اطباء جب بیماری کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو مریض کو بیماری تک پہنچانے والے ذرائع واسباب سے بھی منع کرتے ہیں، ورنہ جس چیز کی اصلاح مقصود ہے اس میں مزید خرابی پیدا ہوگی (اعلام الموقعین لابن القیم ۱۳۵/۳، الموافقات للشاطبی ۱۹۸/۴، ۲۰۰، المکتبۃ التجاریہ قاہرہ)۔

د۔ کتاب اللہ اور سنت رسول میں مواقع تحریم کی تلاش سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض محرمات کی حرمت مقصود بالذات ہے، جیسے شرک، زنا، شراب نوشی، قتل اور ظلم اور بعض محرمات کی حرمت اس لئے ہے کہ وہ حرام تک پہونچانے والے اور راستہ

ہموار کرنے والے وسائل وذرائع ہیں، ابن القیم نے ذرائع کی تحریم کی تلاش کی اور کتاب وسنت سے ننانوے مثالیں پیش کیں (تبصرۃ الحکام ۲/ ۲۶۸، المقدمات لابن رشد ۲/ ۲۰۰)۔

زنا کے ذرائع کے سد باب کی چند مثالیں: بالقصد عورت کی طرف دیکھنے کی حرمت، اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کی حرمت، پوشیدہ زینت کو ظاہر کرنے کی حرمت، دور تنہا اس کے سفر کرنے کی حرمت خواہ وہ حج یا عمرہ کا سفر ہو، اس میں اختلاف آراء اور تفصیلات ہیں، قابل ستر حصہ کو دیکھنے کی حرمت، گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت لینے کا وجوب اور بھی بہت سے احکام ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول میں مذکور ہیں جن کا اس سے تعلق ہے۔

خلیطین کی ممانعت، اور پھلوں کے رس کا تین دنوں کے بعد پینے کی ممانعت، بعض ایسے برتنوں میں نبیذ بنانے کی ممانعت جن میں نبیذ جلد نشہ آور بن جاتی ہے، اور نماز کی بہت سی ممنوعات اور مکروہات کی بنیاد یہی اصل ہے جیسے آفتاب کے طلوع، زوال اور غروب کے وقت نماز کی ممانعت، تصویر، یا آگ یا کسی انسان کے چہرہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کی کراہت۔

اور مثلاً جمعہ کی اذان کے وقت بیع کی ممانعت، اس لئے کہ بیع میں مصروف ہونا جمعہ سے رہ جانے یا اس کے بعض حصہ کے فوت ہونے کا ذریعہ ہے۔ اگر نہی کے وقت میں بیع ہو تو اس کے فسخ کے بارے میں اختلاف ہے (تبصرۃ الحکام ۲/ ۲۶۸)۔

۲۔ شافعیہ اور حنفیہ نے اسکا انکار کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ سد ذرائع کوئی فقہی دلیل نہیں ہے بلکہ صرف ایک فقہی قاعدہ ہے چنانچہ شیخ فرج السنہوری لکھتے ہیں:

"**ویذکرون الاستصحاب والبراءۃ الأصلیة وسد الذرائع والعلة والعرف وکلها قواعد فقهیة ولیست دلیلاً یستند إلیه فی استنباط حکم شرعی**"، یعنی لوگ استصحاب حال، برأت اصلیہ، سد الذرائع، علت اور عرف کو بھی ذکر کرتے ہیں، اور یہ سب فقہی قواعد ہیں کوئی دلیل شرعی نہیں جس کی طرف حکم شرعی کے استنباط کی نسبت کی جائے۔ اس کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ ذرائع وسائل ہیں اور وسائل بہت زیادہ مختلف ومضطرب ہوتے ہیں، کبھی حرام ہوتے ہیں، کبھی واجب ہوتے ہیں، اور کبھی مکروہ یا مندوب، یا مباح ہوتے ہیں۔

مصالح ومفاسد کی قوت وضعف اور وسیلہ کے ظاہر اور پوشیدہ ہونے کے اعتبار سے ذرائع اور اس کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں لہذا ان کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا کلی دعوی کرنا ممکن نہیں ہے، جو کوئی فقہی جزئیات کی تلاش وجستجو کرے گا تو اس پر یہ بات واضح ہوجائے گی؛ بلکہ مالکیہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذرائع اپنی ذاتی حیثیت سے معتبر ہونے کے لئے کافی نہیں ہیں، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو مطلقاً ان کا اعتبار کیا جاتا حالانکہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ کسی خاص چیز کا اضافہ ضروری ہے، جو

ذرائع کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کی متقاضی ہو(المجموع شرح المہذب ۱۰/۱۶۰)۔

شافعیہ اور حنفیہ کہتے ہیں: شریعت کی بنیاد ظاہر پر حکم لگانے پر ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو ایسی قوم کے بارے میں مطلع فرمایا جو کہ اسلام ظاہر کرتی تھی اور اندر کفر چھپاتی تھی لیکن وہ لوگ جو ظاہر کرتے تھے اس کے خلاف ان پر دنیا میں کارروائی کرنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیا گیا۔ شریعت میں لعان کرنے والوں سے حد کو دفع کرنے کا حکم دیا؛ باوجود یکہ زنا کی علامت پائی جارہی ہے، اور وہ یہ ہے کہ عورت نے ناجائز طریقہ پر بچہ کو جنا ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں: یہ اس دلالت کے حکم کو باطل کرتا ہے جو ذرائع سے زیادہ قوی ہے، لہذا جب یہ زیادہ قوی دلیل کو باطل کر دیتا ہے تو ضعیف دلیل یعنی تمام ذرائع کو بدرجہ اُولی باطل کر دے گا۔

۳۔ اور ایک تیسرا نظریہ بعض لوگوں کا یہ ہے کہ وہ اسکو کوئی متعین نام نہیں دیتے؛ بلکہ کبھی مبدأ، کبھی اصل اور بسا اوقات اسکو قاعدہ کہہ دیتے ہیں؛ چنانچہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی میں اسکو قاعدہ کہا ہے (فتاوی ابن تیمیہ ۳/۱۴۰)۔

اور ایک دوسری جگہ اسکو اصل کہا ہے۔

علامہ شاطبی نے موافقات میں اسکو شریعت کے اصول قطعیہ میں سے ایک اصل فرمایا ہے (الموافقات ۳/۶۱)۔

یہی حال شیخ ابوزہرہ، شیخ مصطفیٰ زرقاء وغیرہ کا ہے۔

قول فیصل: اور اس سلسلے میں زیادہ درست اور راجح بات یہی ہے کہ یہ فقہ اسلامی کا ایک اصول نہیں بلکہ قواعدِ اصول میں سے ایک قاعدہ اور ضابطہ ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد ہاشم برہانی اس پر تفصیلی بحث کے بعد فرماتے ہیں: **"الحقيقة الثالثة: إن سد الذرائع كقاعدة: هو أقرب الأشياء إلى حقيقته وإنها تدخل فی سلك القواعد الأصولية دون الفقهيه فهو من مباحث علم الأصول لا من مباحث الفقه"** (سدالذرائع ص ۱۷۴) یعنی سدالذرائع بحیثیت قاعدہ زیادہ اُقرب اِلی الحقیقۃ ہے اور اس کا تعلق اصول فقہ کے قواعد سے ہے نہ کہ فقہی مباحث سے۔

اور اس قاعدہ سے حضرات صحابہ اور تابعین نے بے شمار مسائل میں فائدہ اٹھایا۔ مثلاً جمع قرآن کا مسئلہ اور ایک نسخہ، اسکو جمع کرنے کے سلسلے میں تمام صحابہ کا اتفاق وغیرہ سینکڑوں مسائل ہیں جن میں حضرات صحابہ تابعین اور بعد کے فقہاء نے بشمول امام ابوحنیفہؒ و شافعیؒ اس سے خوب استفادہ کیا ہے؛ حالانکہ امام شافعیؒ نے اس پر خوب رد کیا ہے لیکن اگر ان کی کتب کی تلاشی لی جائے تو یہ نظر آئے گا کہ انہوں نے بہت سے مسائل میں سدالذرائع کا نام لئے بغیر اس سے مدد لی ہے۔ ہاں البتہ اس سے فائدہ اٹھانے میں سب برابر نہیں بلکہ فقہاء کے درمیان درجات ہیں اور وہ یہ کہ اس سے سب سے زیادہ استفادہ امام مالک نے کیا ہے اور ان کے قریب امام احمد بن حنبلؒ ہیں اور سب سے کم امام شافعیؒ نے اور ان کے قریب امام ابوحنیفہؒ ہیں؛

چنانچہ وہبہ زحیلی فرماتے ہیں:" لکن اتفاق المذاهب الأربعة على الأخذ بسد الذرائع ليس بدرجة واحدة فی مجال التطبيقات الفعلية فالمالكيه فی أعلى درجة والشافعية عكسهم والحنابلة أقرب للمالكية والحنفية أقرب للشافعية وهناك شواهد من فقه أئمة المذاهب الأربعة على العمل بسد الذرائع"(کتاب مجلۃ الفقہ الاسلامی ۹/۱۳۱۹،مقالہ ڈاکٹر وہبہ زحیلی)۔

۴-ذرائع کے مختلف درجات اور انکا حکم:

حکم کے اعتبار سے ذرائع کے چار درجات کئے گئے ہیں:

اول: وہ ذریعہ جو یقینی طور پر کسی شرعی خرابی کا ذریعہ بنتا ہو جیسے کسی کے دروازہ پر کنواں کھودنا، کسی کے کھانے میں زہر ملا دینا، ایسے شخص کے سامنے اس کے خدا کو بُرا کہنا جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ بھی پلٹ کر ہمارے رب کو برا بھلا کہے گا، اس صورت پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ یہ ممنوع ہے؛ چنانچہ امام قرانی لکھتے ہیں:" بل الذرائع ثلاثة أقسام: قسم أجمعت الأمة على سدّه ومنعه وحسمه كحفر الآبار فی طرق المسلمين فإنه وسيلة إهلاكهم فيها وكذلک إلقاء السم فی أطعمتهم وسبّ الأصنام عند من يعلم من حاله أنه يسبّ الله تعالى عند سبّها"(الفروق ۲/۳۲)۔

دوم: جو ذریعہ شاذونادر کبھی مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو جیسے ایسی جگہ کنواں کھودنا جو شاہراہِ عام نہ ہو اس پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ ممنوع نہیں؛ کیونکہ اگر اس طرح کی شاذونادر چیزوں پر بھی پابندی لگائی جائے جو سبب بعید کے درجے میں ہے تو پھر بہت سارے مباحات سے ہم کو ہاتھ دھونا پڑے گا اور انسانی زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گا۔علامہ قرانی لکھتے ہیں: "وقسم أجمعت الأمة على عدم منعه وأنه ذريعة لاتسدّ ووسيلة لاتحسم كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر فإنه لم يقل به أحد وكالمجاورة فی البيوت خشية الزنا"(الفروق ۲/۳۲)۔

اور ایک قسم ایسی ہے جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ ممنوع نہیں؛ کیونکہ وہ ایسا ذریعہ ہے جسکو بند نہیں کیا جا سکتا ہے جیسے شراب کے ڈر سے انگور بنانے سے منع کرنا تو اس کا کوئی قائل نہیں، اور زنا کے اندیشہ سے گھروں میں فاصلہ رکھنا۔

سوم: وہ ذرائع جس کے ذریعہ مفسدہ بننے کا غالب گمان ہو جیسے زمانۂ جنگ میں دشمنوں سے اسلحہ فروخت کرنا، لوگوں کے گر جانے کے علم یا غالب گمان کے باوجود لوگوں کے راستوں میں کنواں کھودنا، یا لوگوں کے بارے میں علم یا غالب گمان ہے کہ وہ اس کھانے کو کھائیں گے پھر بھی اس میں زہر ملانا، اس کے بارے میں بھی علامہ قرافیؒ نے امت کا اجماع نقل کیا ہے کہ یہ بھی پہلی صورت کی طرح ممنوع ہے۔" وما يغلب على الظن إفضاؤه إلى المفسدة أن هذا القسم قد

أجمع على سده ، كالمنع من حفر الآبار فى طرق المسلمين إذا علم وقوعهم فيها أو ظن، وإلقاء السم فى أطعمتهم إذا علم أو ظن أنهم يأكلونها فيهلكون"(الفروق ۳/۲۶۶)۔

یعنی وہ ذریعہ جس کے بارے میں غالب گمان ہے کہ وہ مفسدہ تک پہونچادے گا اس کے منع پر اجماع ہے، جیسے مسلمانوں کے راستوں میں کنواں کھودنے سے منع کیا جائے گا جب کہ ان کے گرنے کا علم یا ظن غالب ہو، اور مسلمانوں کے کھانے میں زہر ملانے سے روکا جائے گا جبکہ ان کے کھانے کا علم ہو یا ظن غالب ہو کہ وہ کھا کر ہلاک ہوجائیں گے۔

لیکن علامہ ابن قیمؒ نے اس اجماع پر نکیر کرتے ہوئے اس صورت میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے؛ چنانچہ لکھتے ہیں: "**إن بعض الشافعية وابن حزم روى عنهم الخلاف فى هذا الصدد**" یعنی بعض شوافع اور ابن حزم سے اس صورت میں اختلاف منقول ہے (إعلام الموقعین ۴/۱۳۶)۔

چہارم: وہ ذرائع جو مفسدہ کا بکثرت ذریعہ بنتے ہوں لیکن نہ اتنا زیادہ کہ اکثر بنتے اور نہ اتنا کم کہ کبھی کبھی بنے، یہی وہ چوتھی صورت ہے جس کے بارے میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے؛ چنانچہ امام ابوحنیفہ، شافعی اور ابن حزم وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ صورت ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے یعنی اس ذریعہ کا اعتبار نہیں، اور ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں فساد غالب نہیں ہے اور اعتبار غالب کا اور اکثری واقعات کا ہوتا ہے نہ کہ شاذ و نادر کا۔ اور اس دلیل سے یہ مسئلہ نکلا کہ وہ عقود اور اعمال جس میں فساد غالب نہ ہو وہ ناجائز نہ ہوں گے۔

دوسری طرف امام مالک اور امام احمد وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ یہ ذریعہ بھی معتبر ہے یعنی اس صورت پر بھی ممانعت کا حکم لگے گا، اور انکا مستدل یہ ہے کہ یہ فعل بسا اوقات اپنی اصل اباحت پر باقی نہ رہے گا اس لئے کہ اکثر احوال میں اس سے فساد رونما ہوگا جن کی بنا پر عدم جواز کا حکم لگے گا۔ اور اس کی شریعت میں بہت سی مثالیں ہیں مثلا اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہونا، اجنبی مرد کے ساتھ عورت کا سفر کرنا؛ کیونکہ ان دونوں صورتوں میں فتنہ کا خوف نہ اکثر ہے اور نہ نادر ہے، کبھی فتنہ ہوتا ہے اور کبھی نہیں، لیکن اسلامی شریعت نے اس سے بھی منع فرمادیا، پتہ چلا کہ اس قسم کے ذرائع کا سدّ باب بھی ضروری ہے، اور اقرب إلی الاحتیاط بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ اس صورت میں بھی ممانعت کا حکم لگادیا جائے؛ کیونکہ اگر اس کی اجازت دی جائے گی تو بہت سے ممنوعات اور محظورات کا دروازہ کھل جائے گا اور پھر فتنوں کی روک تھام مشکل ہوجائے گی، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس ذریعہ کو معتبر مان کر اس پر بھی پابندی لگائی جائے، یہی رائے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی بھی ہے؛ چنانچہ موصوف پہلے اس صورت کے بارے میں اختلاف ائمہ نقل کرتے ہیں، پھر مالکیہ کے مسلک کو ترجیح دے کر اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

جو کام بکثرت فساد کا ذریعہ بنتا ہو لیکن اکثر نہیں یعنی جو دوسرے اور تیسرے درجے کے درمیان ہو۔ یہاں دو اصل متعارض ہیں: ایک پہلو یہ ہے کہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جائز ہو۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ بکثرت مفاسد کا ذریعہ بنتا ہے اس اعتبار سے اسکو ممنوع ہونا چاہئے تھا۔ احناف وشوافع نے پہلی اصل کو پیش نظر رکھا اور اس درجہ کے ذریعہ کو ممانعت کے لئے کافی نہیں مانا۔ مالکیہ نے دوسری اصل کو سامنے رکھا اور اس ذریعہ کو بھی ممنوع قرار دیا۔

مالکیہ کا نقطۂ نظر ہے کہ صورت واقعہ اصل نہیں ہے، اصل قابل توجہ بات اس سے پیدا ہونے والے نتائج اور صاحب معاملہ کے مقاصد ہیں، دوسرے ایک طرف اذنِ شرعی ہے دوسری طرف ایک انسان کو دوسرے انسان کے ضرر سے بچانا ہے اور یہ دوسری مصلحت اس پر مرتب ہونے والے مفاسد کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے، تیسرے صحیح روایات بہت سی ایسی باتوں کی حرمت پر شاہد ہیں جو اصلاً جائز ہے، لیکن بکثرت مفاسد کا ذریعہ بننے کی وجہ سے ممنوع قرار دی گئی ہیں جیسے اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی، غیر محرم کے ساتھ عورت کا سفر، قبروں پر مساجد کی تعمیر اور خرید وفروخت کے معاملہ کے ساتھ قرض کو متعلق کرنا، اس لئے اس کا درجہ بھی معتبر ہے اور میرے خیال میں یہی صحیح ہے (حلال وحرام، ص: ۴۲-۴۳)۔

۵- چاروں مکاتب فکر سے سد ذرائع کی مثالیں:

فقہ مالکی اور سدّ ذرائع مع امثلہ:

سدّ ذرائع امام مالکؒ کے یہاں ایک مستقل بنیادی اور اہم اصول کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ بہجۃ میں ہے: **یعدّ الأدلة التی بنی علیها مالک مذهبه ستة عشر دلیلاً منها أیضا سد الذرائع** "(بہجۃ ۲/۱۲٦) یعنی امام مالکؒ نے جن دلائل پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے وہ ۱٦ ہیں، ان میں سے ایک سد ذرائع بھی ہے۔

اور چاروں مذاہب میں سب سے زیادہ اس سے فائدہ اٹھانے والا مسلک مالکیہ کا ہی ہے حتی کہ بعض فقہاء کا یہ خیال ہے کہ یہ امام دار الہجرۃ کے مذہب کی خصوصیات میں ہے؛ حالانکہ ایسی بات نہیں، ہاں البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ امام دار الہجرۃ اس اصل پر عمل کرنے میں غلو کی حد تک پہنچ گئے ہیں لہذا ہم اولاً امام دار الہجرۃ کے مسلک سے سدّ ذرائع کی مثالیں اور پھر اس میں غلو کی مثالیں بھی پیش کریں گے۔

مثالیں: اُن تمام عقود پر پابندی لگادی جو سودخوری کا ذریعہ بنتے ہیں جیسے بیوع الآجال، اور اس کی ان تمام صورتوں کو منع فرمادیا جو ممنوع اور ناجائز تک پہنچاتی ہیں جیسے "أنظرنی أزدک "اور ان چیزوں کی بیع جو کمی زیادتی کے ساتھ ناجائز ہے اور ان چیزوں کی بیع جو ادھار ناجائز ہے اور بیع وسلف، بیع وصرف وغیرہ۔

پہلی مثال: بیوع الآجال: یہ وہ بیوع ہیں جو بظاہر جائز ہیں، لیکن امام مالکؒ نے ان بیوع کو اس وقت ممنوع قرار

دیا جبکہ لوگ بکثرت حرام سود حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا حیلہ اپنانے لگیں تو یہ عقد بیع سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار پائے گا خواہ عقد کرنیوالے کا ایسا ارادہ نہ ہو۔

ان ممنوع بیوع میں سے وہ بیع بھی ہے جس کا نتیجہ نفع کے لئے قرض دینا ہو۔

مثال: کوئی شخص دس درہم میں کوئی سامان ایک سال تک کے لئے ادھار فروخت کرے پھر اُسی سامان کو پانچ درہم میں نقد خرید لے بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ نقد پانچ درہم ہوگا اور مدت پوری ہونے کے بعد اس کے بدلہ میں دس درہم حاصل کرے گا۔

دوسری مثال: '' أنظرني أزدك'': ناجائز بیوع میں سے ایک بیع ''أنظرني أزدك ''بھی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کوئی سامان دس درہم میں ایک ماہ کی مدت تک کے لئے خریدتا ہے اور جب مطلوبہ مدت آجاتی ہے اور خریدار کے پاس دینے کے لئے کچھ نہیں رہتا تو بائع سے ایک اور سامان بیچنے کا مطالبہ کرتا ہے جس کی قیمت دس درہم ہوتی ہے اور وہ خریدار اس کو پندرہ ادھار کے بدلے میں خرید لیتا ہے۔ تو اس طرح بائع کے لئے پانچ درہم کا اضافہ ہو جاتا ہے، اور یہ اضافہ بلا کسی عوض کے ہونے کی وجہ سے سود ہوتا ہے تو چونکہ انجام کار یہ بیع سود کا ذریعہ بن رہی ہے اس لئے مالکیہ نے سدّ ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے اس بیع پر پابندی لگادی۔

تیسری مثال: ''بیع ما لایجوز متفاضلاً'': ناجائز بیوع میں سے ایک بیع مالا یجوز متفاضلا بھی ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ پہلے ایک چیز دس دینار کے بدلے میں ایک مہینہ کی مدت تک کے لئے بیچا پھر اُسی چیز کو مشتری سے آٹھ دینار نقد دے کر واپس خرید لیا تو یہ شکل بھی انجام کار سود بن جاتی ہے اس لئے یہ بھی ناجائز ہوگی (الشرح الکبیر حاشیہ الدسوقی ۳/۷۶، المقدمات لابن رشد ۲/۲۰۰۔۲۰۲، مالکیہ کے نزدیک بیوع الآجال اور ان کے احکام کا تذکرہ جن کی بنیاد سد ذرائع کے قاعدہ پر ہے تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۲/۱۲۷، شائع کردہ: المکتبۃ التجاریۃ)۔

چوتھی مثال: ان ہی میں سے مہر مؤجل کا مسئلہ ہے، مالکیہ کے نزدیک مہر کو مؤجل کرنا مکروہ ہے اگرچہ مدت معلوم ہو جیسے ایک سال مثلاً اگر کل مہر مؤجل ہو؛ تاکہ لوگ اس کو بغیر مہر کے نکاح کرنے کا ذریعہ نہ بنالیں، اور یہ ظاہر کریں کہ مہر مؤجل ہے؛ اس لئے اس کو بھی سد ذریعہ کے قاعدہ پر عمل کرتے ہوئے مکروہ قرار دے دیا۔

فقہ مالکی میں سد ذرائع کے قاعدہ پر عمل کرنے میں غلو کی مثالیں:

جیسا کہ احقر نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ سد ذرائع کے قاعدہ پر عمل کرنے میں مالکیہ پہلے نمبر پر ہیں اور انہوں نے اس پر عمل کرنے میں غلو سے کام لیا ہے۔ اب اس غلو کی کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

مثال نمبر ا-شوال کے چھ روزے:

رمضان کے بعد متصلاً شوال میں چھ روزے کا ہمیشہ سلف وخلف کا معمول رہا ہے، اور اکثر فقہاء کے یہاں یہ روزے مستحب ہیں اوران کا استحباب مسلم کی صحیح روایت میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے۔حنفیہ کی طرح شوافع اورحنابلہ کے یہاں بھی یہ روزے مستحب ہیں،لیکن حضرت امام مالکؒ کے یہاں یہ روزے نہ صرف یہ کہ مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہیں؛ چنانچہ ابن رشد'' المقدمات'' میں تحریر فرماتے ہیں: امام مالک نے شوال کے چھ روزے کو رمضان سے ملانے کومکروہ قرار دیا ہے،اس اندیشہ سے کہ کہیں جہلاء اوراجڈ لوگ وہ روزہ رمضان سے ملادیں جو رمضان کے روزے نہیں ہیں، جہاں تک آدمی کی اپنی ذات کا تعلق ہے تواس کے لئے ان ایام کے روزے مکروہ نہیں ہیں،'' ذخیرہ'' میں ہے:'' صحیح مسلم'' میں آیا ہے: '' **من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال۔**''(حدیث:'' من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال۔۔۔'' کی روایت مسلم (۸۲۲/۲ طبع الحلبی) نے حضرت ابوایوب انصاریؓ سے کی ہے) (جوشخص رمضان کے روزے رکھے پھراسکے بعد شوال کے چھ روزے رکھے......) ،امام مالک نے شوال کے علاوہ میں چھ روزے رکھنے کومستحب قرار دیا ہے اس اندیشہ سے کہ کہیں جاہل لوگ اس کورمضان سے نہ ملادیں ،شارع نے چھ روزے کے لئے ماہ شوال کواس لئے متعین کیا ہے کہ رمضان سے قریب ہونے کی وجہ سے آدمی کے لئے روزہ رکھنا آسان ہے، ورنہ دوسرے مہینہ میں روزے رکھنے سے مقصود حاصل ہوجائے گا،لہذا تاخیر مشروع ہوگی؛ تاکہ دونوں مصلحتیں حاصل ہوجائیں۔

امام نوویؒ نے مسلم کی شرح میں اس حدیث کے ذیل میں امام مالکؒ کے قول کوکراہت کی دلیل کے ساتھ ذکر کرکے پھراس کا جواب دیا ہے،چنانچہ فرماتے ہیں :''**قال مالک فی المؤطا : مارأيت أحدا من أهل العلم يصومها ، قالوا فيكره لئلا يظن وجوبه ودليل الشافعي وموافقيه هذا الحديث الصحيح الصريح وإذا ثبتت السنة فلاتترک لترک بعض الناس أو أكثرهم أوكلهم لها، وقولهم قد يظن وجوبها ينتقض بصوم يوم عرفة وعاشوراء وغيرهما من الصوم المندوب**'' (النووی علی مسلم ۱۶۸/۶،تحفۃ الأحوذی ۵۶/۳) یعنی امام مالکؒ نے مؤطا میں فرمایا کہ میں نے اہل علم میں سے کسی کو یہ روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا،لہذا یہ روزہ مکروہ ہوگا؛ تاکہ لوگ اس کوضروری نہ سمجھ بیٹھیں اورامام شافعی اوراُن کے ہم رائے لوگوں کی دلیل یہی صحیح اورصریح حدیث ہے،اور جب یہ بات سنت سے ثابت ہوگئی تو کچھ یا اکثر یا سارے لوگوں کے چھوڑ دینے کی وجہ سے اسکوچھوڑا نہیں جائیگا،اور رہا اُن کا یہ کہنا کہ کہیں لوگ اس کوواجب اورضروری نہ سمجھ لیں تو یہ دلیل عرفہ، عاشوراء وغیرہ مستحب روزہ سے ٹوٹ جائے گی۔ دیکھئے کس طرح امام مالک کے قول پرامام نویؒ نے یہ کہہ کررد کیا کہ اگر یہ بات کہ نفل روزہ رکھنے سے لوگوں کووجوب کا گمان ہونے لگے گا تو پھر یہ

بات تو تمام نفل روزوں میں پائی جاتی ہے، لہذا پھر کوئی بھی نفل روزہ رکھنا مستحب نہ ہونا چاہئے؛ بلکہ فرض روزوں کے علاوہ تمام روزوں پر پابندی لگا دینا چاہئے؛ کیونکہ یہ خطرہ ہر جگہ موجود ہے، حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہوسکتا؛ بلکہ خود امام مالک بھی اس کے لئے تیار نہ ہوں گے، اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ اس خدشہ کا علاج دوسری طرح کیا جائے اور وہ یہ کہ زبان سے عوام الناس کو بتلایا جائے کہ یہ مستحب ہے واجب نہیں، اور عمل سے بتلایا جائے کہ کبھی کبھی اس کو ترک کر دیا جائے؛ تاکہ قول و فعل دونوں طریقے سے بات انکے ذہن میں پیوست ہوجائے۔

مثال نمبر ۲: جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم سجدہ پڑھنے سے منع کرنا:

بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: " **يقرأ يوم الجمعة فى صلاة الفجر أ لم تنزيل السجدة وهل أتى على الإنسان** " (جمعہ کی فجر میں الم سجدہ اور سورہ دھر پڑھا کرتے تھے، اس کی تخریج بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے کی ہے جبکہ مسلم، احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے تخریج کی ہے)، بہر حال یہ روایت کئی طرق سے مختلف محدثین نے نقل کیا ہے، اور اس روایت میں جمعہ کی فجر میں ان دونوں سورتوں کے پڑھنے کے مستحب ہونے کا پتہ چلتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ہمیشہ پڑھتے تھے، جیسا کہ روایت کے الفاظ بتلا رہے ہیں یا کم از کم اکثر پڑھتے تھے؛ بلکہ ایک روایت میں جس کی تخریج طبرانی نے ابن مسعودؓ سے کی ہے، اس میں "**ويديم ذلك**" کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ چلئے مداومت کی بات نہ کی جائے تب بھی گاہے گاہے کا استحباب تو ثابت ہی ہوتا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف امام مالک اس پر پابندی لگاتے ہیں اور اس کے چھوڑنے کے قائل ہیں کہ اس کو نہ پڑھا جائے اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں اگر اسکو پڑھا جائے گا تو لوگوں کا اعتقاد بگڑ جائے گا اور لوگ یہ سمجھ بیٹھیں گے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز تین رکعات ہوتی ہے، جیسا کہ مصر میں عوام کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی؛ کیونکہ وہاں اس کی پابندی تھی، حالانکہ اس کا علاج یہ نہیں ہے ورنہ تو سارے مستحبات اور مندوبات اور آداب وسنن کے بارے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے، اور پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان صرف واجبات تک محدود رہے اس سے آگے قدم نہ بڑھائے۔

بلکہ اس کا علاج دو طرح سے ممکن ہے: ایک تو قولی کہ جمعہ وغیرہ کے خطبات میں اور فجر کے بعد مختلف موقعوں پر اس کی وضاحت کی جاتی رہے اور یہ بتلایا جاتا رہے کہ یہ عمل مستحب ہے اسکو ضروری نہ سمجھا جائے اور دوسرے فعلی، یعنی اپنے عمل سے کہ تین ہفتے پڑھیں اور ایک ہفتہ ناغہ کر دیں، کبھی کبھی ترک کر دیا جائے تو ان دونوں طریقوں پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ یہ سنت ہمارے دیار ہند میں عام طور پر متروک ہے، یعنی ہونا چاہئے ترک دوام لیکن ہوگیا ہے دوامِ ترک جیسا کہ اس کا شکوہ محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں ایک مقام پر کیا ہے **فإلى الله**

المشتکیٰ۔

ان کے علاوہ فرض نمازوں میں آیت سجدہ کی تلاوت کو چھوڑ دینا اگر چہ نمازی منفرد ہو، فرض نمازوں کے بعد اجتماعی ہیئت پر دعاء کا مکروہ ہونا، روزے دار کے لئے بوسہ کا مکروہ ہونا وغیرہ وغیرہ۔ بہت سے مسائل ہیں جن میں امام مالکؒ نے سد ذرائع کے قاعدہ پر عمل کرنے میں غلو سے کام لے کر جمہور امت سے ہٹ کر اپنی الگ رائے قائم کی، حالانکہ کوئی بھی ان چیزوں کا قائل نہیں (مزید تفصیل کے لئے ڈاکٹر ہشام برہانی کی کتاب سد الذرائع ملاحظہ فرمائیں)۔

فقہ حنبلی اور سد ذرائع مع امثلہ:

میں نے یہ بات پہلے عرض کی تھی کہ سد ذرائع کا استعمال تو چاروں فقہاء کے یہاں موجود ہے؛ البتہ استعمال کی کمی وزیادتی کے اعتبار سے ان میں درجات ہیں، چنانچہ اس کا سب سے زیادہ استعمال کرنے والے حضرات مالکیہ ہیں اور اُن کے قریب تر حنابلہ ہیں یعنی دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ استعمال کرنے والے حضرات حنابلہ ہیں۔

مثالیں: بیوع الآجال کی جو بحث مالکیہ کے یہاں ہے کہ وہ سد ذرائع کی بنیاد پر ممنوع ہیں، یہی رائے حنابلہ کی بھی ہے، وہ اس مسئلہ میں مالکیہ کے ساتھ اتفاق رکھتے ہیں؛ چنانچہ اس طرح کی سب مثالیں حنابلہ کے بھی مسلک کے مطابق ہوں گی؛ البتہ اس کے علاوہ کچھ اور مثالیں پیش خدمت ہیں:

مثال ۱۔ اگر کوئی شخص بدو صلاح سے پہلے درختوں پر لگے پھل خریدے تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں فوراً توڑنے کی شرط لگائیں، اگر دونوں فوراً توڑنے کی شرط لگائیں، لیکن خریدار بدو صلاح تک اُن کو درخت ہی پر چھوڑ دے، تو اگر عقد کے وقت ہی اس کے چھوڑنے کا ارادہ ہو تو امام احمدؒ کے نزدیک یہ بیع باطل ہوگی، لیکن اگر اس کو چھوڑ دے مگر عقد کے وقت ترک کا ارادہ نہ ہو تو اس سلسلہ میں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں: اُصح یہ ہے کہ یہ عقد بھی باطل ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں بیع کو صحیح کرنا اس بات کا ذریعہ ہوگا کہ بدو صلاح سے قبل پھل خریدے جائیں، بدو صلاح تک درخت پر چھوڑے جائیں، اس طرح یہ بیع حرام کے ارتکاب کا ذریعہ بنے گی، لہذا بیع بھی حرام ہوگی۔ اکثر فقہاء کے نزدیک یہ بیع باطل نہیں ہوگی، امام احمد سے دوسری روایت بھی یہی ہے (المغنی لابن قدامہ ۴/۸۵)۔

مثال ۲- قاضی کا اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا: اپنے علم کی بنیاد پر قاضی کے فیصلہ کے صحیح ہونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک کی رائے ہے کہ حدود وغیرہ میں ممنوع ہے، خواہ قاضی کو اس کا علم اپنی ولایت کے قبل ہوا ہو یا اس کے بعد، یہی قول امام احمد سے بھی منقول ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو جائز قرار دینا قاضی کو متہم کرنے کا سبب ہوگا۔ اور وہ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کریگا اور اس کی بنیاد اپنے علم کو بنائے گا، اس لئے اس ذریعہ پر پابندی لگاتے ہوئے قاضی

کو اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنے سے روک دیا جائے گا؛ تاکہ قاضی کے متہم ہونے کا سبب نہ ہو۔

مثال ۳- اسی طرح انگور کی بیع اس شخص کے ہاتھ ممنوع ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ کشید کرکے شراب بنائے گا؛ کیونکہ یہ بھی ایک حرام چیز کا ذریعہ ہے، لہٰذا سد ذرائع کے طور پر یہ بیع ممنوع ہوگی (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الذرائع للأستاذ ہشام البرہانی، ص:۶۳۹-۶۵۰، إعلام الموقعین ۳/ ۱۶۹، فتاوی ابن تیمیہ ۳/ ۱۴۵-۱۴۹، شرح الکوکب المنیر ۴/ ۴۳۶)۔

فقہ شافعی اور سد ذرائع مع امثلہ:

حضرات شوافع سد الذرائع پر جب ہی عمل کرتے ہیں جبکہ وہ کتاب وسنت سے منصوص ہو، جیسا کہ وہ ذریعہ کو جب ہی بنیاد بناتے ہیں جبکہ اسکا مفضی إلی الفساد ہونا متحقق ہو، لہذا جسکا مفضی إلی الحرام ہونا قطعی ہے وہ حرام ہوگا۔ اور وہ بھی حضرات احناف کی طرح سد ذرائع کے اصولِ اربعہ کی طرح مستقل اصل ہونے کا انکار کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود دیگر ائمہ کی طرح وہ بھی سد ذرائع کو احکام کے اندر نافذ کرتے ہیں اور اسکو احکام کی علل کے طور پر پیش کرتے ہیں اگرچہ اس کثرت کے ساتھ اس کا استعمال نہیں کرتے جسکا مشاہدہ دوسرے ائمہ کے یہاں ہوتا ہے۔ اب کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں:

مثال نمبر ۱: ایک شخص رمضان المبارک میں کسی عذر کی وجہ سے روزے سے نہیں تو اسکو ایسے شخص کے سامنے کھانے سے منع کیا جائے گا جو اس کے عذر سے واقف نہیں؛ کیونکہ اگر اس کے سامنے کھائے گا تو وہ عذر سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسکو بلا عذر روزہ چھوڑنے والا گردانے گا، اس پر فسق اور معصیت کی تہمت لگائے گا، اور اس کی وجہ سے خود بھی بدگمانی کی وجہ سے گناہ گار ہوگا، اس لئے سد ذرائع کے طور پر اسکو ایسے لوگوں کے سامنے کھانے سے روکا جائے گا جن کو اس کے بے روزہ ہونے کا علم نہ ہو (المہذب ۱/ ۱۷۸)۔

مثال نمبر ۲: اسی طرح فرماتے ہیں کہ دار الحرب کے رہنے والے حربی کے ہاتھوں ہتھیار بیچنا منع ہے؛ کیونکہ وہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں سے قتال کریں گے تو یہ ذریعہ بنے گا مسلمانوں کے خلاف تعاون کا اور یہ ممنوع ہے، اس لئے سدّ اً للباب اس طرح کی بیوع پر پابندی لگائی جائے گی (المہذب ۱/ ۲۶۷)۔

مثال نمبر ۳: یہ بھی فرماتے ہیں کہ وکیل بالبیع کو اسکی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اس سامان کو جس کے بیچنے کا وکیل بنایا گیا ہے اپنے آپ سے فروخت کرلے؛ کیونکہ اس میں اس پر نقص ثمن کی تہمت لگے گی کہ ہوسکتا ہے قیمت کم کرکے اپنے آپ سے فروخت کرلیا ہو، تو تہمت کے اس ذریعہ سے بچنے کے لئے اس کو سد ذائع کے طور پر اپنے آپ سے فروخت کرنے سے منع کیا جائے گا (المہذب ۱/ ۳۵۲)۔

مثال نمبر ۴: اور فرمایا کہ ہر وہ چیز جو گناہ کا ذریعہ ہو، اس کے تعاون کے قبیل سے ہو وہ مکروہ ہوگی، جیسے تمر کی بیع

اس شخص کے ہاتھوں جواس کی نبیذ بنا تا ہو، اور اسلحہ کی خرید وفروخت اس کے ہاتھوں جواس سے اللہ کی نافرمانی کرتا ہو؛ کیونکہ یہ تعاون علی المعصیت ہوسکتا ہے اگر اس نے ان چیزوں کو گناہ کے کاموں میں استعمال کرلیا، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر ان چیزوں کو ایسے لوگوں کے ہاتھوں فروخت کرنے سے منع کیا جائے گا؛ تاکہ گناہ کا دروازہ نہ کھلے (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں: الذرائع ص: ٢٥٨-٢٦٤، المہذب ٢/ ٢٤-٢٥، مغنی المحتاج ١٠/ ٢، ٣٧)۔

فقہ حنفی اور سد ذرائع:

سد ذرائع پر عمل کے باب میں اگرچہ مالکیہ اور حنابلہ کی زیادہ شہرت ہوگئی ہے اور انہوں نے اسکو ایک مستقل اصل کا درجہ دیا ہے جبکہ احناف نے اسکو مستقل اصل کا درجہ نہیں دیا اور نہ ہی مستقل اسکا کوئی نام رکھا، لیکن انہوں نے فقہی مسائل میں دوسرے فقہاء کی طرح اس سے خوب کام لیا ہے۔ جیسا کہ ائمہ احناف کے اجتہادی اور مستنبط مسائل کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے، خاص طور پر معاملات کے باب میں انہوں نے سد ذرائع کے قاعدہ کو خوب ملحوظ رکھا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ احناف کے یہاں اصول فقہ میں اس قاعدہ کی کیا حیثیت اور کیا درجہ ہے؟ پھر اس قاعدے کی بنیاد کن چیزوں پر ہے؟ اور یہ کہ حضرات احناف کے یہاں اس کی مثالیں کیا ہیں؟ ان باتوں کا جواب یہ ہے کہ احناف کے یہاں ایک مشہور اور اہم اصول ہے جسکو استحسان کہتے ہیں؛ اگرچہ استحسان کی تعریف میں علماء احناف کا اختلاف ہے لیکن سب کا مآل ایک ہے، اور وہ ہے: ''ترک القياس بأقوى الدلائل والمصالح يسمى استحسانا به''، قیاس سے زیادہ قوی دلیل اور مصلحت کی بنیاد پر قیاس کو ترک کردینے کا نام استحسان ہے۔ اب یہ قوی دلیل کبھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوتی ہے اور کبھی کوئی قوی اور راجح مصلحت ہوتی ہے جو مزاج شریعت سے ہم آہنگ ہوتی ہے اس سے اس کا ثبوت ہوتا ہے، پہلے کو استحسان النص اور دوسرے کو استحسان الضرورۃ بالعرف کہتے ہیں۔

اور غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سد ذرائع کا قاعدہ استحسان کی دونوں قسموں میں سے دوسری قسم کے تحت آتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کے مصالح پانچ ہے: (١) دین کی حفاظت، (٢) نفس کی حفاظت، (٣) نسل کی حفاظت، (٤) عقل کی حفاظت، (٥) اور مال کی حفاظت۔ اور ان پانچوں مصلحتوں کے تین درجے ہیں: ضرورت، حاجت، اور تحسین۔ اور احکام فقہیہ کو سد ذرائع کا جامہ پہنانے کا مقصد عموماً دین کی حفاظت ہوتا ہے؛ کیونکہ سد ذرائع دینی محرمات کی قسموں کے ارتکاب سے بچنے کے لئے حاجت کے درجے میں ہوتا ہے؛ حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ چیزیں مباح ہونی چاہئیں؛ کیونکہ یہ چیزیں بذات خود ممنوع نہیں ہوتیں بلکہ اس لئے ممنوع ہیں کہ یہ شرعاً ناجائز چیزوں تک پہونچنے کا ذریعہ ہوتی ہیں، اس لئے حرام چیزوں کے ارتکاب کا دروازہ بند کرنے کے لئے ان جائز چیزوں کو بھی ممنوع قرار دیا جاتا ہے،

اوراسی کوسدذ رائع بھی کہتے ہیں۔

مزید یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ حرام کی دوقسمیں کرتے ہیں: حرام لذاتہ اور حرام لغیرہ، پھر اگر حرام لغیرہ کی بنیاد ایسا اجتہاد ہے جو غیر منصوص علیہ ہے یعنی کتاب وسنت میں اسکی صراحت نہیں ہے تو اس کا مقصد سد ذرائع کے مقصد سے مختلف نہ ہوگا؛ بلکہ اگر غور کیا جائے تو اس سے سد ذرائع کا مقصد ہی ثابت اور محقق ہوتا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرات احناف کے یہاں استحسان کا ضابطہ ایسا کامل اور جامع ضابطہ ہے جو اپنے اندر کئی ضمنی شرعی مصادر اور بنیادوں کو سموئے ہوئے ہے، اس لئے فقہاء احناف نے سد ذرائع کو اہمیت دے کر ایک مستقل اصول شریعت کا درجہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔

سدّ ذرائع سے ہم آہنگ فقہی قواعد:

اگر فقہائے احناف کے فقہی قواعد کی کتابوں کو کھنگالا جائے تو شاید ہی کوئی ایسا قاعدہ ملے جو سد ذرائع کے مقاصد کو پورا کر سکے، ہاں البتہ اُن کی کتابوں میں ہم کو کچھ ایسے فقہی قواعد نظر آتے ہیں جن سے ضمناً اور در پردہ سد ذرائع کے اہداف و مقاصد پورے ہوتے نظر آتے ہیں، کچھ مثالیں اس طرح کے قواعد کی پیش کرتے ہیں جن سے سد ذرائع کے اہداف ومقاصد ضمناً پورے ہورہے ہیں:

مثال نمبر ۱: ملک العلماء علامہ کاسانیؒ جوان عورتوں کو جماعت کی نماز کے لئے گھروں سے نکل کر مسجد آنے سے منع کرتے ہیں، اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں: ’’ **لأن فيه خوف الفتنه والفتنه حرام** ‘‘ کہ اس میں فتنہ کا خوف ہے اور فتنہ حرام ہے۔ پھر ایک قاعدہ پیش فرماتے ہیں: ’’ **ما أدّى إلى الحرام فهو حرام** ‘‘ (بدائع الصنائع ۱/۱۵۷)، اور جو حرام تک پہونچائے وہ بھی حرام ہوتا ہے۔ پتہ چلا کہ عورتوں کا مسجد میں آنا جائز ہے لیکن چونکہ ایک ناجائز چیز کا ذریعہ ہے اس لئے وہ بھی سد ذرائع کے طور پر ناجائز ہوگا۔

مثال نمبر ۲: علامہ کاسانیؒ نے حائضہ عورت سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں فرمایا کہ گھٹنے سے اوپر فائدہ اٹھانا جائز نہیں، اور عدم جواز کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک قاعدہ ذکر فرمایا: ’’ **الاستمتاع به سبب الوقوع في الحرام وسبب الحرام حرام** ‘‘ (بدائع الصنائع ۲/۱۱۹)، گھٹنے سے اوپر فائدہ اٹھانے میں حرام میں یعنی حالت حیض میں وطی میں گرفتار ہوجانے کا اندیشہ ہے اور حرام کا سبب بھی حرام ہوتا ہے۔ دیکھئے گھٹنے سے اوپر بھی فائدہ اٹھانا جائز ہے لیکن چونکہ یہ ایک ناجائز اور حرام چیز کا ذریعہ اور سبب بن سکتا ہے، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر اسکو منع فرمادیا۔

مثال نمبر ۳: علامہ کاسانیؒ بدائع الصنائع میں فرماتے ہیں: استبراء کے زمانے میں باندی سے نہ صرف یہ کہ وطی

جائز نہیں بلکہ دواعی وطی بھی ناجائز ہے، اورعلامہ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے ذکر فرماتے ہیں:''لأن الاستمتاع بالدواعی وسیلة إلی القربان والوسیلة إلی الحرام حرام''(بدائع ۲/۱۲۰)،اس لئے کہ دواعی وطی سے لطف اندوز ہونا یہ وطی کا وسیلہ اور سبب ہے اور وطی حالت استبراء میں ممنوع ہے تو حرام کا سبب اور وسیلہ بھی حرام ہی ہوتا ہے، حالانکہ یہاں پر دواعی حرام نہیں لیکن چونکہ وہ حرام کام کا ذریعہ بن سکتے ہیں اس لئے اس پر بھی پابندی لگادی ہے۔

مثال نمبر ۴: ہدایہ میں ہے کہ سوگ والی عورت کے لئے عدت میں زیب وزینت اور خوشبو لگانا جائز نہیں، اور اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ''إن هذه الأشياء دواعی الرغبة فيها وهی ممنوعة النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع في المحرم ''(الہدایہ ۲/۴۲)، یہ باتیں رغبت پیدا کرنے کے محرکات میں سے ہیں؛ حالانکہ ابھی اس عورت کے لئے نکاح جائز نہیں، لہذا عورت ان چیزوں سے اجتناب کرے گی کہ کہیں یہ حرام میں پڑ جانے کا ذریعہ نہ ہو۔ یہاں بھی اصل میں زیب وزینت اور خوشبو اچھی چیزیں ہیں کوئی بری چیز نہیں، لیکن چونکہ اس سے ایک ناجائز کام کو سہارا مل سکتا ہے اس لئے یہ بھی حرام چیزیں ہوگئیں۔

مثال نمبر ۵: علامہ ابن ہمام نے ایک معاملہ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ: ''إنما ذمت العقد الأول لأنه وسيلة وذمت الثانی لأنه متصور الفساد''(فتح القدیر ۵/۲۰۹)۔یعنی پہلا عقد اس لئے مذموم ہے کہ وہ مذموم کا ذریعہ ہے اور دوسرا اس لئے کہ اس میں فساد ممکن ہے۔

گذشتہ پانچ مثالوں میں حضرات فقہاء کی تصریحات سے پانچ قاعدے نکلے:

۱۔''ماأدى إلى الحرام فهو حرام''۔ ۲۔''سبب الحرام حرام''۔

۳۔ ''الوسيلة إلى الحرام حرام ''۔ ۴۔ ''ماتكون ذريعة إلى الوقوع فی الحرام فهو حرام''۔

۵۔ '' العقد الفاسد الذی يتوسل إلى الفساد فهو فاسد''۔

اب اگر اِن قواعد اور حضرات مالکیہ کے یہاں سد ذرائع کی تعریف اور اس کی حدکو دیکھا جائے اور دونوں کا موازنہ کیا جائے تو دونوں کے مقاصد ومراد میں کوئی بڑا فرق نہیں ملے گا؛ کیونکہ مآل کار اور انجام کار دونوں ایک ہی ہیں بس تعبیر اور الفاظ کا فرق ہے۔

احناف کے یہاں سد ذرائع کی مثالیں:

جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ احناف کے یہاں بھی اس کا استعمال بکثرت موجود ہے، اور اب تک کی گفتگو سے مسئلہ پوری طرح منقح ہو چکا ہے اور پھر قواعد کے ذکر کرنے کے بعد جزئی مثالوں کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی، اس لئے بس دوتین

مثالیں پیش کرکے بات ختم کرتے ہیں، جن کی روح یہی سد ذریعہ ہے:

۱۔ وقف کے سلسلے میں شامی کی ایک عبارت ہے: ''**(قوله: تقید بسنة) لأنه المدة إذا طالت تؤدی إلی إبطال الوقف فإن من رآه یتصرف بها تصرف الملاک علی طول الزمان یظنه مالکاً**'' (شامی ۴/۴۰۰)۔

یعنی وقف کی جائیداد اگر کسی کو کرایہ پر دی جائے تو کتنے دنوں کے لئے دی جائے گی؟ ایک قول یہ ہے کہ مطلق مدت کے لئے چاہے جتنے دن استعمال کرے، دوسرا قول یہ ہے کہ بس ایک سال کی مدت کے لئے دی جائے گی، اور یہی قول مفتی بہ ہے۔ علامہ شامی اس عبارت میں ایک سال کے لئے کرایہ پر دیئے جانے کی وجہ بیان کررہے ہیں، اس لئے کہ مدت جب دراز ہوگی تو اس سے وقف کا بطلان لازم آئے گا؛ کیونکہ جو بھی اسکو لمبے زمانے تک مالکانہ حیثیت سے استعمال کرتے دیکھے گا وہ اسکو مالک سمجھے گا۔ تو اگرچہ لمبی مدت تک کے لئے کرایہ پر دینا ناجائز نہیں لیکن چونکہ یہ ذریعہ بن رہا ہے ایک حرام چیز کا یعنی وقف کے بطلان کا اور قاعدہ گذر چکا ہے کہ ''**ما أدی إلی الحرام فهو حرام**''، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر اس پر پابندی لگائی جائے گی؛ تاکہ وقف کی جائیداد کا برباد ہونا لازم نہ آئے، اور کاش کہ اس مفتی بہ قول پر ہر جگہ عمل ہو تو یقیناً وقف کی جائیدادیں سب محفوظ رہ پاتیں اور کروڑ ہا کروڑ کی وقف کی املاک تباہ وبرباد نہ ہوتیں۔

مثال نمبر ۲: ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ اشیاء کے ریٹ متعین فرمادیں، آپ نے فرمایا کہ ریٹ اور قیمتیں متعین کرنے والا اللہ تعالی ہے، اس لئے حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ حکومت کو ریٹ متعین کرنے کا حق نہیں لیکن اس کے برعکس اگر کسی جگہ کوئی شخص یا جماعت چیزوں کے ریٹ میں ظلماً اتنی گرانی پیدا کردیں کہ عوام الناس کے لئے ضرر پیدا ہونے لگے اور لوگ پریشانی کا شکار ہوجائیں تو پھر حکام کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود آگے بڑھ کر ایسے لوگوں پر لگام ڈالیں اور خود اشیاء کے نرخ متعین فرمادیں۔ دیکھئے ریٹ متعین کرنا اور نفع کمانا ایک جائز عمل ہے لیکن اگر یہ جائز عمل دوسروں کی پریشانی اور ضرر کا ذریعہ بننے لگے جو ناجائز ہے تو دفع ضرر کے لئے حکومت سد ذریعہ کے طور پر اُن پر پابندی لگا کر خود ریٹ متعین کرے گی۔

مثال نمبر ۳: اسی طرح ایک مشہور مسئلہ ہے کہ اگر کسی کو دعوت دی جائے اور وہ وہاں موقع پر پہنچ کر دیکھے کہ وہاں کوئی معصیت ہورہی ہے تو مقتدی حضرات کے لئے وہاں رکنا درست نہیں بلکہ اُن کو چاہئے کہ فوراً وہاں سے نکل جائیں؛ کیونکہ اگر یہ وہاں پڑے رہے اور معصیت ہوتی رہی تو پھر لوگ ان کی موجودگی کو دلیل بنا کر خود ایسی مجالس میں شرکت کو جائز قرار دیں گے۔ دوسرے یہ کہ یہ چیزیں ان کے متہم ہونے کا ذریعہ اور سبب ہے، اور دونوں باتیں ناجائز ہیں، اور جو ناجائز کا ذریعہ بنے وہ بھی ناجائز اور حرام ہوتا ہے، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر ایسے حضرات کو اس طرح کی محافل میں شرکت سے منع کیا

جائے گا۔حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں بھی ایک بار ایسی دعوت میں پھنس گیا تھا،لیکن یہ حضرت کے مقتدیٰ بننے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

مثال نمبر ۴: اسی طرح ایک دیوار کسی شخص کی مملوک ہے لیکن وہ سڑک کی طرف جس طرف لوگوں کی آمدورفت ہے جھک گئی ہے اور کسی وقت بھی گر سکتی ہے تو اسکے مالک کے لئے اس دیوار کو گرانا واجب ہے، ورنہ اگر یہ خود گر گئی تو لوگوں کا بڑا نقصان ہوجائے گا،اس لئے ضرر عام کو دور کرنے کے لئے سد ذریعہ کے طور پر اس کا گرانا واجب ہے۔

مثال نمبر ۵: اسی طرح خلاصۃ الفتاوی میں ہے:''**ذمی سأل مسلما عن طريق البيعة لاينبغي له أن يدله**''(خلاصہ الفتاوی ۴/۳۴۸)،ایک ذمی نے کسی مسلمان سے اپنے عبادت خانہ کا راستہ پوچھا تو کہتے ہیں کہ مسلمان کو اگر چہ معلوم ہو تب بھی پتہ نہیں بتلانا چاہئے؛ کیونکہ وہ ذریعہ بنے گا خدا کے ساتھ کفر وشرک کا، غیر اللہ کی پرستش کا؛ اس لئے سد ذریعہ کے طور پر اس طرح کے کاموں پر شریعت نے مکمل پابندی لگادی۔

بہرحال یہ مثالیں بطور نمونے کے ہیں، ورنہ احناف کے یہاں سد ذرائع پر عمل کے جزئیات بے شمار ہیں؛ البتہ یہاں پر خاص طور پر ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اس قاعدہ کا استعمال احناف نے کن مسائل میں زیادہ کیا ہے؟ تو احناف کی کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ انہوں نے ربا کے ابواب میں اس کا استعمال زیادہ کیا ہے، اسی لئے انہوں نے بیع عینہ پر پابندی لگادی، اور اکثر مشائخ نے بیع وفاء کو بھی منع کیا۔اسی طرح اس سے بھی منع کرتے ہیں کہ کوئی شخص زیادہ قیمت پر سامان خرید کر اس کو اس کے بائع کے ہاتھ ہی کم قیمت پر فروخت کرے؛ کیونکہ یہ تمام شکلیں بالواسطہ سود کے حاصل ہونے کا ذریعہ بن رہی ہیں۔اور فقہائے احناف نے مصاہرت اور احرام کے باب میں دواعی جماع کو وطی کے درجہ میں رکھا ہے، اور حیض کی حالت میں فائدہ اٹھانے میں اسی قاعدہ کی رعایت کی ہے، اور بیع کی وہ تمام صورتیں جو مفضی إلى النزاع ہیں انکو اسی بنیاد پر فاسد قرار دیا، اور بیع اور اجارہ کی وہ تمام صورتیں جن میں تعاون علی الاثم اور معصیت ہوتا ہے ان کو اسی قاعدہ کی بنیاد پر منع فرمادیا۔ یہ وہ تمام مسائل ہیں جس میں احناف نے سب سے زیادہ اس قاعدہ کو عملی جامہ پہنایا ہے اور ان تمام مسائل کی جزئیات بے شمار ہیں جن کے لئے فقہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

۶-فتح الذرائع:

سد ذرائع کی تفصیل اور چاروں فقہ سے اس کی مثالیں گذر چکی ہیں، رہا فتح الذرائع تو اس کے معنی ہیں بھلائی کو طلب کرنا، جس طرح سد الذریعہ کے معنی برائی تک پہونچانے والے ذریعہ کو بند کرنا اسی طرح فتح الذریعہ کے معنی ہیں بھلائی تک پہونچانے والے ذریعہ کو کھولنا اور اس کو استعمال کرنا، فتح الذریعہ مخلوق کے مصالح کی رعایت اور لوگوں سے مفاسد کو دور

کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہے، چنانچہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: " **الشريعة مبناها وأساسها على الحكم و مصالح العباد في المعاش و المعاد وهي عدل كلها رحمة كلها ومصالح كلها، وحكمة كلها فكل مسئلة خرجت عن العدل إلى الجور و عن الرحمة إلى ضدها وعن المصلحة إلى المفسدة وعن الحكمة إلى العبث فليست من الشريعة**" (الفروق ۳۳/۲۵۸)۔

شریعت کی بنیاد حکمتوں پر معاش و معاد میں بندوں کی مصلحتوں پر ہے، شریعت سراپا انصاف، سراپا رحمت، سراپا مصلحت اور سراپا حکمت ہے، تو ہر وہ مسئلہ جو عدل سے ظلم کی طرف، رحمت سے خلاف رحمت کی طرف، مصلحت سے فساد کی طرف اور حکمت سے بے کاری کی طرف کوچ کر جائے اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

علامہ قرانی مالکیؒ "فتح الذرائع" کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: واضح ہو کہ جس طرح ذریعہ کا سد باب ضروری ہے اسی طرح اس کا کھولنا بھی واجب، مکروہ، مندوب اور مباح ہوتا ہے، اس لئے کہ ذریعہ دراصل وسیلہ ہے، اور جیسا کہ حرام کا وسیلہ حرام ہے اسی طرح واجب کا وسیلہ واجب ہوگا جیسے جمعہ اور حج کے لئے سعی کرنا۔ افضل مقصد کا وسیلہ افضل ہوگا اور برے مقصد کا وسیلہ برا ہوگا، اور درمیانی مقاصد کے وسیلے اسی اعتبار کے درمیانی وسیلے ہونگے۔

مثالیں: اچھے وسائل کا اچھا ہونا خود قرآن میں اللہ تعالی کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ "**ذلك بأنهم لايصيبهم ظمأ ولانصب ولامخمصة في سبيل الله ولايطؤون موطأ يغيظ الكفار ولاينالون من عدو نيلا إلا كتب لهم به عمل صالح**" (سورۂ توبہ:۱۲۰)۔

(یہ رفاقت ضروری) اس لئے تھی کہ ان (مجاہدین) کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا وہ چلے کافروں کو غیظ میں لانے والا اور دشمن سے انہیں جو کچھ حاصل ہوا ان سب پر ان کے نام (ایک ایک) نیک عمل لکھا گیا۔ اللہ تعالی نے مجاہدوں کو ان کی پیاس اور تھکاوٹ پر ثواب عطا فرمایا، اگرچہ یہ دونوں اُن کے اعمال میں سے نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ دونوں ان کو جہاد میں جانے کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں جو اعزاز دین اور مسلمانوں کی حفاظت کا وسیلہ ہے۔

مثال ۲۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی حضرت موسی اور ان کے بھائی ہارون علیہم السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا اور فرمایا: "**إذهبا إلى فرعون إنه طغى فقولا له قولا لينا لعله يتذكر أويخشى**" (سورۂ طہ:۴۳)؛ کیونکہ حضرت موسی علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون پر تبلیغ دین واجب اور ضروری تھی، اور تبلیغ کے لئے جانا ذریعہ اور وسیلہ تھا، اور یہ جانا چونکہ اللہ تعالی کے حکم سے تھا اس لئے یہ فرض تبلیغ کی ادائیگی کا ذریعہ بن کر ضروری باعث ثواب ہو گیا۔

مثال ۳۔ اسی طرح اللہ تعالی فرماتے ہیں: "**يأيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا**

إلى ذكر الله وذروا البيع"(سورۂ جمعہ:۹)۔

آیت کا مقصد جمعہ کی فرض نماز ہے؛ کیونکہ سعی اِقامت جمعہ کا وسیلہ اور ذریعہ ہے اس لئے اس کو بھی ضروری قرار دیا گیا، اور اس سعی پر ابھارنے اور اس پر عمل کرنے کو فتح باب الذریعہ کہتے ہیں۔

مثال ۴۔قرآن میں واقعہ یوسف میں اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو روکنے کے لئے ایک حیلہ کا سہارا لیا۔ اس سے پتہ چلا کہ جائز مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے جائز حیلے اختیار کرنا بھی فتح الذریعہ میں داخل ہے، اسی لئے حضرات فقہاء فرماتے ہیں کہ مختلف مقاصد اور مصلحتوں کو بروئے کار لانے کے لئے جائز حیلے اختیار کرنے کی اجازت ہے، اور یہ سب فتح ذریعہ میں داخل ہے۔ یہ اور اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جن کو فتح الذرائع کے ثبوت میں پیش کیا جاسکتا ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ فتح الذریعہ سد الذریعہ کی طرح ایک قاعدہ ہے جس پر عمل کرنا بعض اوقات فرض تک پہنچ جاتا ہے اور ضرورت نے ہمیں جائز وسائل اختیار کرنے کا حکم بھی دیا ہے، اور بغیر وسائل مقاصد تک پہونچنا ناممکن بھی ہوسکتا ہے، اسی لئے فتح الذریعہ کا استعمال بالکل درست ہے؛ البتہ اس کے استعمال میں غلو سے کام نہیں لینا چاہئے۔

۷- جیسا کہ یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ احناف متقدمین نے سدّ ذریعہ کے اصول کا سب سے زیادہ استعمال ربوا کے ابواب میں کیا ہے، اسی طرح بیع کی ان شکلوں میں کیا ہے جو انجام کار اور بالواسطہ سود تک پہونچاتی ہیں، وقت اور زمانہ تغیر پذیر ہے، روزانہ نت نئ شکلیں وجود میں آتی رہتی ہیں، اس لئے عصر حاضر میں بھی آن لائن مارکیٹنگ میں، نیٹ ورک مارکیٹنگ میں، اور خرید وفروخت کی دنیا میں بہت سی ایسی شکلیں ایجاد ہورہی ہیں اور بہت سی ایسی اسکیمیں بن کر تیار ہورہی ہیں جو بظاہر بڑی خوشنما معلوم ہوتی ہیں لیکن جب غور سے دیکھا جائے اور اس کی پوری حقیقت سے واقفیت حاصل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بالواسطہ اور انجام کار سودی معاملات تک رسائی ہورہی ہے اور یہ سود پر بنی شکلیں اور اسکیمیں ہیں، لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ متقدمین احناف کی طرح سودی معاملات پر خصوصی نگاہ رکھی جائے، اور اس طرح کی شکلوں میں اس قاعدہ کا استعمال کیا جائے۔ اسی طرح بیع کی اُن تمام صورتوں میں جو بالواسطہ سود تک پہونچاتی ہیں اس قاعدہ کا استعمال مناسب معلوم ہوتا ہے۔مزید یہ کہ رشوت وغیرہ کی شکلیں جن کا رواج عصر حاضر میں بہت بڑھ گیا ہے اُن میں بھی اس قاعدہ کا استعمال ہونا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ سود، رشوت اور موجودہ زمانے میں خرید وفروخت کی وہ تمام شکلیں، اسکیمیں جو بالواسطہ اور انجام کار سود تک پہونچاتی ہیں اس میں اس قاعدہ کا استعمال درست معلوم ہوتا ہے۔

۸- یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سد ذریعہ اور فتح ذریعہ کا قاعدہ کتاب وسنت سے ثابت شدہ اور صحابہ وتابعین کے زمانے سے معمول بہا رہا ہے اور اس کی بنیاد حکمت ومصلحت پر ہے؛ چنانچہ حکمت ومصلحت کا جب تقاضا ہوا کسی شئی پر جواز کا

حکم لگادیا گیا، اور جب کسی جگہ حکمت کا تقاضا ہوا تو اس جگہ عدم جواز کا فیصلہ کرلیا گیا۔اور جس طرح اس کونظر انداز کرنا حکمت و مصلحت کے خلاف یقیناً مفسدات کا باعث ہوگا اسی طرح اس میں حد سے آگے بڑھنا بھی فساد کا باعث ہوگا؛ چنانچہ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ائمہ متقدمین میں سب نے اس قاعدہ کا استعمال کیا ہے اگرچہ نام بدل کر کیا ہو، سب سے زیادہ استعمال امام مالک کے یہاں ہوا اور اتنا زیادہ استعمال ہوا کہ اعتدال کی حد سے نکل کر غلو کی حدود میں داخل ہو گئے۔ بہت سے مسائل میں اس قاعدہ کے بے جا استعمال کی بنیاد پر حکم کچھ کا کچھ ہو گیا، مثلاً شوال کے چھ روزے، جمعہ کی فجر میں الم سجدہ پڑھنا احادیث سے ثابت ہیں اور حضرات صحابہ و تابعین کے دور سے اس کا اہتمام رہا ہے، لیکن مالکیہ نے بے دلیل پیدا ہونے والے احتمالات کی بنیاد پر اسکو مکروہ قرار دے دیا؛ حالانکہ اس طرح کے احتمالات ہر جگہ پیدا کئے جاسکتے ہیں اور بنائے جاسکتے ہیں، اور یہاں تو صرف دو مثالیں پیش کی ہیں ورنہ ڈاکٹر ہشام برہانی نے اپنی کتاب سد ذرائع میں تو ایک طویل فہرست ذکر کی ہے، جس میں مالکیہ نے اس قاعدہ میں غلو سے کام لیا ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ جو ہماری امت اور شریعت کا خصوصی امتیاز اور وصف ہے اعتدال کا، اسکو اس قاعدہ میں بھی ملحوظ رکھا جائے؛ تاکہ صلاح فساد سے اور فساد صلاح سے تبدیل نہ ہو سکے۔ یہی رائے شیخ ابوزہرہ وغیرہ بہت سے معاصر اہل علم کی ہے، اور خیال ہوتا ہے کہ یہی رائے درست ہے۔

☆☆☆

سدذریعہ-ایک اہم اصول

مولانا ابوالمکارم معروفی ☆

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلام اللہ تعالی کا آخری دین ہے: "**إن الدین عند الله الإسلام**" جس میں قیامت تک پیش آنے والے تمام مسائل ومشکلات کا حل فراہم کردیا گیا ہے لیکن اس عقیدہ (یا حقیقت) کو تسلیم کرنے میں ایک سوال کا پیدا ہونا قدرتی ہے اور وہ یہ کہ قرآن وسنت میں بیان کردہ احکام بہرحال محدود ہیں اور زمانہ رواں دواں ہے اور اس میں پیش آمدہ مسائل کی تعداد کی حدبندی ممکن نہیں ہے، تو پھر آئے دن رونما ہونے والے غیر محدود سوالات کے جوابات محدود نصوص سے کیوں کر معلوم ہوسکتے ہیں؟ اس سوال کا جواب دراصل "علم اصول فقہ" میں موجود ہے؛ کیونکہ اس علم کی روشنی میں محدود "نصوص" سے لامحدود مسائل کے جوابات اور حل تلاش کیے جاسکتے ہیں۔

اور اصول فقہ کے بعض اصول بنیادی ہیں اور بعض کی حیثیت ضمنی ہے، ضمنی مآخذ میں سے ایک ماخذ "سدذرائع" ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو کام اپنی ذات کے اعتبار سے جائز بلکہ کسی درجہ میں محمود بھی ہو مگر اس کے کرنے سے کوئی فساد لازم آتا ہو یا اس کے نتیجہ میں لوگ مبتلائے معصیت ہوتے ہوں وہ کام بھی ممنوع ہوجاتا ہے۔

سدذرائع کا ماخذ:

۱-اس کی اصل یہ آیت کریمہ ہے: "**ولاتسبّوا الذین یدعون من دون الله فیسبّوا الله عدوا بغیر علم**" (اور انہیں دشنام نہ دو جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ یہ لوگ اللہ کو حد سے گذر کر براہ جہل دشنام دیں گے)، علامہ ابن العربی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "**منع الله تعالی فی کتابه أحدا أن یفعل فعلا جائزا یؤدی الی محظور ولأجل هذا تعلق علماء نا بهذه الآیة فی سد الذرائع، وهو کل عقد جائز فی الظاهر یؤول أو یمکن أن یتوصل به إلی محظور**" (احکام القرآن لابن العربی)، اور حضرت تھانوی فرماتے ہیں: " بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے؛ مگر جب وہ ذریعہ بن جائے ایک امر حرام یعنی گستاخی بہ جناب باری تعالی کا، وہ بھی منہی عنہ اور قبیح

☆ ریاض العلوم گورینی، جونپور، اترپردیش۔

ہو جائیگا، اس سے بے تکلف یہ ایک قاعدہ شرعی ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جائے وہ حرام ہو جاتا ہے'' (بحوالہ تفسیر ماجدی)۔

۲-آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی نہ دے، صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تو کسی شخص سے ممکن ہی نہیں ہے کہ اپنے ماں باپ کو گالی دے، فرمایا کہ ہاں انسان خود تو ان کو گالی نہیں دیتا، لیکن جب وہ کسی دوسرے شخص کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے اور اس کے نتیجہ میں وہ دوسرا اس کے ماں باپ کو گالی دے تو اس گالی دلوانے کا سبب یہ بیٹا بنا تو یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے اس نے خود گالی دی (صحیح البخاری)۔

۳-حدیث وسیرت سے سد ذریعہ کی ایک تیسری مثال یہ دی جاسکتی ہے کہ اہل قریش نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو مالی تنگی کی وجہ سے خانہ کعبہ کا ایک حصہ اس میں شامل نہیں کیا جو حطیم کے نام سے معروف ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمہاری قوم ابھی نئی نئی اسلام لائی ہے تو میں خانہ کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ اس کی تعمیر حضرت ابراہیم کی بنیاد پر از سر نو کرتا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کرتا۔ ظاہر ہے کہ بناء ابراہیمی پر کعبہ کی تعمیر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس خیال سے اس کام کو انجام نہیں دیا کہ کہیں قریش کے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ہمارے باپ دادا کی تعمیر کو منہدم کیا جا رہا ہے اور اس سے خدانخواستہ دل میں کوئی کدورت پیدا ہو جو ان کے ایمان کو متاثر کر دے۔

اس واقعہ سے یہ اصول مستفاد ہوا کہ اگر کسی جائز کام بلکہ ثواب کے کام پر کوئی مفسدہ لازم آتا ہو تو وہ جائز کام بھی ممنوع ہو جاتا ہے۔

اشکال وجواب:

لیکن اس پر ایک قوی اشکال ہے جس کو روح المعانی میں ابو منصور سے نقل کیا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد وقتال لازم فرمایا ہے؛ حالانکہ قتال کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کرے گا تو وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور مسلمان کا قتل حرام ہے تو اس اصول پر جہاد بھی ممنوع ہو جانا چاہیے، ایسے ہی ہماری تبلیغ اسلام اور تلاوت قرآن پر نیز اذان اور نماز پر بہت سے کفار مذاق اڑاتے اور مضحکہ بناتے ہیں تو کیا ہم ان کے اس غلط رویہ کی بناء پر اپنی عبادات سے دست بردار ہو جائیں گے؟

اس کا جواب خود ابو منصور نے یہ دیا ہے کہ یہ اشکال ایک ضروری شرط کے نظر انداز کر دینے سے پیدا ہو گیا ہے، شرط یہ ہے کہ وہ جائز کام جس کو لزوم مفسدہ کی وجہ سے منع کر دیا گیا ہے اسلام کے مقاصد اور ضروری کاموں میں سے نہ ہو، جیسے

معبودان باطلہ کو برا کہنا، اس سے اسلام کا کوئی مقصد متعلق نہیں، اسی طرح بیت اللہ کی تعمیر کو بناء ابراہیمی کے مطابق بنانا اس پر بھی کوئی اسلامی مقصد موقوف نہیں، اس لیے جب اس پر کسی دینی مفسدہ کا خطرہ لاحق ہوا تو ان کاموں کو ترک کر دیا گیا، اور جو کام ایسے ہیں کہ اسلام میں خود مقصود ہیں یا کوئی مقصد اسلامی اس پر موقوف ہے اگر دوسرے لوگوں کی غلط روی سے ان پر کوئی مفسدہ اور خرابی مرتب بھی ہوتی نظر آئے تو ان مقاصد کو ہرگز ترک نہ کیا جائیگا؛ بلکہ اس کی کوشش کی جائیگی کہ یہ کام تو اپنی جگہ جاری رہیں اور پیش آنے والے مفاسد جہاں تک ممکن ہو بند ہو جائیں (معارف القرآن، جلد ٣، الانعام: ١٠٨)۔

خلاصہ یہ ہے کہ منصوص احکام میں بہت سے احکام کی بنیاد سد ذریعہ ہے اور غیر منصوص مجتہد فیہ احکام میں فقہاء نے سد ذریعہ کا استعمال کیا ہے اور کسی نہ کسی درجہ میں مصادر شریعت میں اس کو شمار کیا ہے۔

١- ذریعہ اور سدّ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

ذریعہ کا لغوی معنی: کسی چیز تک پہنچنے کا وسیلہ اور سبب۔ علامہ مرتضی زبیدی ذریعہ کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے راقم ہیں: "**الوسیلة و السبب إلی الشئ**" (تاج العروس)۔

لیکن ابن فارس نے معجم مقاییس اللغہ میں لکھا ہے کہ " ذال، را، عین" کا مادہ حرکت کرنے اور آگے بڑھنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ معنی اس کی تمام فروعات اور مشتقات میں ملحوظ ہوتا ہے۔

"**فالذال والراء والعین أصل واحد یدل علی امتداد و تحرک إلی قدم ثم ترجع الفروع إلی هذا الاصل**" (معجم مقاییس اللغۃ ٢/ ٣٥٠)۔

اس لئے لغت میں ذریعہ ہر ایسی چیز کا نام ہے جس کو بالقصد والارادہ دوسری چیز تک پہنچنے کے لیے اختیار کیا جائے، لہٰذا ایسی چیز جو از خود کسی دوسری چیز تک پہنچا دے اسے بالقصد والارادہ انجام نہ دیا جائے، از روئے لغت اس کو ذریعہ نہیں کہا جائے گا جیسا کہ محمد ہشام البرہانی لکھتے ہیں:

"**معنی الذریعة فی اللغة بأنها ما یتخذ وسیلة إلی غیره و بقید الاتخاذ یخرج ما یؤدی عفویا إلی أمر فلا یکون ذریعة إلیه فی عرف اللغة**" (سد الذرائع فی الشریعۃ الإسلامیۃ ٥٦)۔

ذریعہ کی اصطلاحی تعریف:

ذریعہ کی اصطلاحی تعریف میں اہل علم کے دو نقطہ نظر ہیں: ١- ذریعہ بمعنی عام، ٢- ذریعہ بمعنی خاص، محمد ہشام البرہانی رقمطراز ہیں:

"حين نقرأ ما كتبه الذين تكلموا عن الذرائع من العلماء يظهر لنا أن لها معنيين واضحين: أحدهما عام و الآخر خاص"(سدالذرائع فی الشریعۃ الإسلامیۃ،ص۶۹)۔

تعریف ذریعہ بمعنی عام:

ذریعہ ہراس امر کا نام ہے جو کسی دوسرے فعل کا وسیلہ بن سکے، بلفظ دیگر مقاصد تک پہنچنے کا وسیلہ اور راستہ اس سے قطع نظر کہ وہ مقصد اور وسیلہ دونوں جائز اور مباح ہیں یا ناجائز اور حرام یا دونوں میں سے ایک جائز اور دوسرا ناجائز ہے۔

"الذريعة ما كانت وسيلة وطريقا إلى الشيء"(اعلام الموقعین ۱۰۹/۳، دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

"وهى الطريقة المفضية إلى المقاصد"(تہذیب الفروق والقواعد السنیہ فی الأسرار الفقہیہ بہامش الفروق ۴۰/۲،بیروت)۔

محمد ہشام البرہانی ذریعہ بمعنی عام کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :"تقرب الذريعة فى المعنى العام من معناها اللغوى يشمل كل شيء يتخذ وسيلة لشيء آخر بصرف النظر عن كون الوسيلة أو المتوسل إليه بوصف الجواز أو المنع"(سدالذریعۃ فی الشریعۃ الإسلامیۃ،ص۶۹)۔

تعریف ذریعہ بمعنی خاص:

ذریعہ وہ جائز چیز جو ایسے فعل کا وسیلہ بنے جو شرعاً محظور ہو۔

"الذريعة الفعل الذى ظاهره أنه مباح وهو وسيلة الى فعل المحرم"(الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ ،دارالمعرفہ بیروت،۲۵۶/۳)۔

"الذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه يخاف من ارتكابه الوقوع فى ممنوع"(الجامع لاحکام القران للقرطبی ۴۰/۲)۔

اس تعریف کی رو سے ذریعہ کے تحقق کے لئے تین امر ضروری ہیں:۱- وسیلہ مباح ہو، ۲-متوسل الیہ (مقصود) ناجائز وممنوع ہو، ۳- متوسل الیہ محظور ہونے کے ساتھ فعل کی قبیل سے ہو، لہذا اگر متوسل الیہ محظور ہے لیکن فعل نہیں ہے جیسے شرب خمر مفضی ہے سکر تک اور زنا مفضی ہے اختلاط انساب تک، لیکن سکر اور اختلاط نسب پر فعل کا اطلاق درست نہیں ہے؛ بلکہ ان دونوں کو سبب سے تعبیر کیا جائے گا۔

جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ ذریعہ کی تعریف کے بعد فرماتے ہیں:"أما إذا أفضت إلى فساد ليس هو فعلا كإفضاء شرب الخمر إلى السكر وإفضاء الزنا إلى اختلاط المياه أو كان الشيء نفسه فسادا كالقتل والظلم فهذا ليس من هذا الباب فان كان ذلك الفساد فعل محظور سميت ذريعة وإلا سميت سببا

ومقتضيا ونحو ذلک من الأسماء المشهورة" (الفتاوی الکبری لابن تیمیہ ۳/۲۵۶)۔

"ونستطيع أن نقول هنا أن العلماء متفقون على أن الوسيلة لا تكون ذريعة بالمعنى الخاص إلا إذا كانت مباحة جائزة متضمنة لمصلحة الوسيلة المحظورة الممنوعة ليست ذريعة فی هذا المعنى" (سد الذرائع:۸۷)۔

۴-وسیلہ ایسا امر ہے جو مکلّف کے ارادہ واختیار سے صادر ہو، یہ قید ذریعہ کے مادہ حروف سے مستفاد ہے؛ کیونکہ معنی لغوی معنی اصطلاحی میں ملحوظ ہوتا ہے (کمامر بصفحہ:۳)۔

مذکورہ بالا دونوں تعریف میں سے اکثر علماء نے دوسری تعریف (ذریعہ بمعنی الخاص) کو اختیار کیا ہے؛ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک مطلق ذریعہ نہیں بلکہ سد ذریعہ پیش نظر تھا (دیکھئے: احکام القرآن لابن العربی، احکام القرآن للقرطبی، الموافقات للشاطبی)۔

اور علامہ ابن تیمیہ ذریعہ بمعنیٰ العام کی تعریف کرنے کے بعد فرماتے ہیں:"لكن صارت في عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلى فعل محرم" (الفتاوی الکبری لابن تیمیہ)۔

لیکن پہلی تعریف (ذریعہ بمعنیٰ العام) بایں وجہ بہتر ہے کہ یہ تعریف سد ذریعہ اور فتح ذریعہ دونوں کو شامل ہے، اور دوسری تعریف ذریعہ کو سد ذریعہ میں منحصر کردیتی ہے؛ حالانکہ شریعت میں سد ذریعہ کی طرح فتح ذریعہ بھی مطلوب ہے جیسا کہ علامہ قرافی فرماتے ہیں:"واعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح" (القرافی ۳/۳۳)۔

نیز تعریف کا حسن وکمال یہ ہے کہ وہ تمام افراد کو جامع اور دخول غیر سے مانع ہو، اور یہ بات پہلی تعریف (ذریعہ بمعنی عام) میں پائی جاتی ہے۔

سدذریعہ:

اہل علم سے ذریعہ کی طرح سد ذریعہ کی بھی دو تعریفیں منقول ہیں:۱- سد ذریعہ بلحاظ معنی عام، ۲-سد ذریعہ بلحاظ معنی خاص۔ ذریعہ کی مذکورہ بالا دونوں تفسیر کی روشنی میں سد ذریعہ کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے:

سد ذریعہ بلحاظ معنی عام -: ایسے وسائل سے روکنے کا نام ہے جو کسی شر وفساد اور منکر تک رسائی کا ذریعہ ہو۔

"سد الذرائع و معناه :منع الوسائل المؤدية إلى كل شر وفساد ومنكر" (سد الذریعۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ ص۶۹)۔

سد ذریعہ بلحاظ معنی خاص:

ایسے جائز ومباح افعال سے روکنے کا نام ہے جو ناجائز اور حرام کام تک رسائی کا ذریعہ اور وسیلہ بن سکیں۔

"سد الذرائع ومعناها: حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها" (الفروق ۳/۳۲)۔

۲-ذریعہ اورسبب کے درمیان فرق:

سطور بالا میں مذکور ذریعہ کی دونوں تعریف اور ان کے قیود ومشمولات کو دیکھنے سے ذریعہ وسبب کے درمیان مندرجہ ذیل فرق سامنے آتا ہے:

۱-ذریعہ بمعنی خاص اورسبب کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے؛اس لیے کہ سبب عام اور ذریعہ خاص ہے اس طور سے کہ:

(الف)ذریعہ میں وسیلہ کا مباح ہونا اور فاعل کے قصد واختیار سے صادر ہونے کی قید ہے،اورسبب میں وسیلہ مباح وغیر مباح اختیاری اور غیر اختیاری دونوں ہوسکتا ہے (کمامر)۔

(ب)ذریعہ میں متوسل الیہ کے فعل اور محظور ہونے کی قید ہے اور مسبب فعل اور غیر فعل (وصف) محظور اور غیر محظور دونوں ہوسکتا ہے (کمامر فی عبارۃ الفتاوی الکبری لابن تیمیۃ)۔

۲-ذریعہ بمعنی عام اور سبب کے درمیان ترادف ہے،سوائے اس کے کہ ذریعہ فاعل کے قصد واختیار سے صادر ہوتا ہے اور سبب قصد واختیار کی قید سے آزاد ہے۔

" وتقرب الذريعة فی المعنی العام من معناها اللغوی فشمل كل شیء يتخذ وسيلة لشیء آخر بصرف النظر عن كون الوسيلة أو المتوسل إليه بوصف الجواز أو المنع"(سدالذریعہ،ص۶۹)۔

سبب کی تعریف کرتے ہوئے علامہ اخسیکثی فرماتے ہیں:**"أما السبب الحقيقی فما يكون طريقا إلى الحكم من غير أن يضاف إليه وجوب ولا وجود ولا يعقل فيها معانی العلل لكن يتخلل بينه وبين الحكم علة لا تضاف إلى السبب"** (المنتخب فی أصول المذہب المعروف بالحسامی،ص ۱۲۵)۔

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ سبب میں وسیلہ کے اختیاری ومباح اور مسبب (مقصود) کے فعل اور محظور ہونے کی قید نہیں ہے۔

۳- سدذریعہ کی حجیت کے بارے میں ائمہ فقہ کے مسالک اوردلائل:

سدذریعہ فقہاء اربعہ کے نزدیک حجت ہے؛البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سدذریعہ اصول فقہ میں سے ایک اصل ہے یا دیگر اصول سے ماخوذ اور مستفاد ہے،تو اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک سدذریعہ اصل اور دلیل ہے؛تاہم ادلۂ اربعہ کی طرح سے مستقل اصل نہیں ہے بلکہ ضمنی اصل ہے۔

"فذهب المالكية والحنابلة إلى أنها من أدلة الفقه"(الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۷۶/۲۴)۔

”وإذا أطلق عليه اسم الدليل فانه لا ينبغى أن نرتقى به إلى مستوى المصادر الأصلية الأربعة هى الكتاب والسنة والاجماع والقياس لأنه لا يخرج عن كونه دليلا تبعيا؛يرجع فى حال التطبيق إلى واحد من أدلة الأصلية أو إلى المصلحة المرسلة“(سدالذرائع ص۱۷۰)۔

شیخ ابوزہرہ مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:”هذا أصل من الأصول التى أكثر من الاعتماد عليها فى استنباطه الفقهى الامام مالك وقاربه فى ذلك الامام أحمد بن حنبل“(سدالذرائع وفتحہا لرضی بن مشوح العنزی)۔

سدذرائع کی حجیت پر ابن القیم نے کتاب وسنت سے ننانوے دلائل ذکر کیے ہیں (اعلام الموقعین ۳/۱۱۰-۱۲۶)۔

۱-دلیل قرآن سے:

انہیں میں سے ایک دلیل یہ آیت کریمہ ہے:”ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم“ (سورۂ انعام:۱۰۸)۔

معبودان باطل کو برا بھلا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے مگر چونکہ ان کو سبّ وشتم کرنا ایک امر حرام (باری تعالیٰ کی جناب میں گستاخی) کا ذریعہ بن جائے گا اس لئے ان معبودان باطل کو سبّ وشتم کرنے سے قرآن کریم نے روک دیا، اس سے معلوم ہوا کہ مباح جب حرام کا ذریعہ بن جائے تو وہ حرام ہوجاتا ہے جس کا نام سدذریعہ ہے۔جیسا کہ علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:

”فحرم الله تعالى سبّ آلهة المشركين مع كون السبّ غيظا وحمية لله وإهانة لآلهتهم لكونه ذريعة إلى سبّهم لله تعالى وكانت مصلحة ترك مسبته تعالى أرجح من مصلحة سبّنا لآلتهم“ (إعلام الموقعين ۳/۱۱۰، دارالکتب بیروت)۔

علامہ ابن عاشور لکھتے ہیں:” وقد احتج علمائنا لهذه الآية على إثبات أصل من أصول الفقه عند المالكيه هو الملقب بسدّ الذرائع“(التحریر والتنویر لابن عاشور ۷/۴۳۱)۔

۲-دلیل سنت سے:

دوسری دلیل یہ ہے کہ شریعت نے محرم کو خوشبو کے استعمال سے منع کیا؛ حالانکہ خوشبو کا استعمال فی نفسہ جائز ہے مگر چونکہ حالت احرام میں امر حرام (دواعی وطی) کا ذریعہ بن سکتا ہے اس لئے سدذریعہ کے طور پر خوشبو کے استعمال کو بھی حرام کر دیا گیا ہے، علامہ ابن القیم فرماتے ہیں:”إن الشارع حرم الطيب على المحرم لكونه من أسباب دواعى الوطء فتحريمه من باب سد الذريعة“(اعلام الموقعین ۳/۱۱۳)۔

۳-دلیل اجماع سے:

حضور علیہ کے زمانے میں قرآن کریم کے نسخے متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے ان منتشر حصوں کو یکجا کر کے محفوظ کیا اور ایک مرتب نسخہ تمام امت کی اجماعی تصدیق کے ساتھ تیار کیا، حضرات صحابہ کرام کا یہ اجماعی عمل اس لئے تھا تاکہ اختلاف وافتراق کا سدباب ہو سکے۔

"جمع الصحابة للقرآن حتى لا تضيع بموت حامله ونسخه فى مصحف وإحراق ما عداه سدا لذريعة الاختلاف فيه" (سدالذریعۃ فی الشریعۃ الإسلامیۃ، ص ۵۰۴)۔

اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے تمام لوگوں کو ایک مصحف (حرف) پر جمع کیا اور پوری دنیا نے آپ کے اس عمل کو بنظر استحسان دیکھا، یہ کارنامہ بھی قرآن کریم کی حفاظت اور اختلاف وانتشار کے سدباب کے لئے تھا۔

"جمع عثمان المصحف على حرف واحد من الأحرف السبعة لئلايكون ذريعة إلى اختلافهم فى القرآن ووافقه على ذلک الصحابة رضى الله عنهم" (اعلام الموقعین ۱۲۶/۳)۔

۴-دلیل قیاس واجتہاد سے:

اللہ تعالی کوئی چیز حرام کرتے ہیں تو اس حرام کردہ چیز کی تحریم کو برقرار رکھنے اور اس کے قریب جانے سے روکنے کے لیے وہاں تک پہنچنے کے اسباب ووسائل کو بھی حرام قرار دیتے ہیں؛ کیونکہ اگر مقاصد کو حرام قرار دیں اور وسائل حلال باقی رہیں تو اس سے تحریم کا ابطال اور نفس انسانی کو اس پر برانگیختہ کرنا لازم آئے گا جو حکیم شارع کی حکمت کے خلاف ہے۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں: **"فاذا حرم الرب تعالى شيئا وله طرق ووسائل تفضى إليه فانه يحرمها ويمنع منها تحقيقا بتحريمه وتثبيتا له ومنعا أن يقرب حماه ولو أباح الوسائل والذرائع المفضية إليه لكان ذلک نقضا للتحريم وإغراء للنفوس به وحكمته تعالى وعلمه يأبى ذلک كل الإباء"** (اعلام الموقعین ۱۰۹/۳)۔

احناف وشوافع سد ذرائع کی حجیت اور دلیل ہونے کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ خود امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اس کی صراحت کی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ " **أفتقول بالذريعة؟**" تو آپ علیہ نے فرمایا: " **لا ولا معنى فى الذريعة انما المعنى فى الاستدلال بالخبر اللازم أو القياس أو المعقول** " (کتاب الام ۱۲۴/۳)۔

اسی طرح فقہاء احناف سے بھی سد ذریعہ کے معتبر ہونے کی صراحت نہیں ملتی ہے، **"وأنكر الشافعية والحنفية"** (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷۸/۲۴)۔

احناف وشوافع کی دلیل یہ ہے کہ ذرائع تو وسائل ہوتے ہیں اور وسائل میں اضطراب ہوتا ہے اس طور سے کہ وسائل کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں، کسی حالت میں واجب، کسی حالت میں مندوب اور کسی حالت میں مباح ہوتے ہیں تو کبھی حرام اور مکروہ بھی ہوتے ہیں، اور اسی طرح مقاصد بھی اپنے مصالح ومفاسد کی قوت وضعف کے اعتبار سے اور وسائل خفاء اور ظہور کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ذرائع کو نہ کلی طور پر لغو کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کلی طور پر معتبر قرار دیا جاسکتا ہے، جیسا کہ الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

"وقالو:إن سد الذرائع ليس من أدلة الفقه لأن الذرائع هى الوسائل والوسائل مضطربة اضطرابا شديدا فقد تكون حراما وقد تكون واجبة وقد تكون مكروهة أو مندوبة أو مباحة وتختلف مع مقاصدها حسب قوة المصالح والمفاسد وضعفها وخفاء الوسيلة وظهورها فلا يمكن ادعاء دعوى كلية باعتبارها ولا بالغائها" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/۲۷۸)۔

لیکن مالکیہ وغیرہ کی طرف سے اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ ذریعہ من حیث الذریعہ حجت نہیں ہے، بلکہ اس کی حجیت اس کے خاص وصف (مثلاً افضاء إلی المقصود) کے اعتبار سے ہے، اسی لئے اس وصف خاص کے فرق سے سد ذریعہ کے اقسام اور ان کے احکام میں فرق پڑتا ہے، جیسا کہ المجموع شرح المہذب کے حوالے سے الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:

"و يفهم من كلام المالكية أنها من حيث هى غير كافية فى الاعتبار إذ لو كانت كذلك لاعتبرت مطلقا وليس كذلك بل لا بد من فضل خاص يقتضى اعتبارها أو إلغائها" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/۲۷۸)۔

معلوم ہوا کہ فقہ حنفی وشافعی میں سد ذریعہ حجت اور معتبر نہیں ہے اور ان دونوں مسلکوں میں اس کے اصل اور دلیل ہونے کا انکار کیا گیا ہے؛ تاہم فقہ حنفی میں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ **"الوسيلة إلى الشئ حكمها حكم ذلك الشئ"** (بدائع)، اور دونوں مکتبۂ فکر کی فروعات وجزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مسلک میں سد ذریعہ معتبر ہے، اس لیے نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ سد ذریعہ کے معتبر ہونے میں فقہاء اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے؛ بلکہ فقہ کے چاروں مکتبۂ فکر میں معمول بہا ہے، کسی مکتبۂ فکر میں بالکلیہ لغو اور غیر معتبر نہیں ہے، اور سب سے زیادہ فقہ مالکی میں اس کو عمل میں لایا گیا ہے، اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ سد ذریعہ کی حجیت کے بارے میں اختلاف ائمہ؛ اختلاف لفظی ہے اختلاف حقیقی نہیں ہے، اس لیے جو ائمہ اس کو اصل اور دلیل مانتے ہیں ان کے نزدیک بھی ادلۂ اربعہ کی طرح دلیل مستقل نہیں ہے بلکہ ضمنی ہے اور جن ائمہ کے یہاں اس کی حیثیت اصل اور دلیل کی نہیں ہے وہ حضرات اصول فقہ کے مسلمہ قواعد سے مستنبط مانتے ہیں اور اس کے دلیل ضمنی

ہونے کا انکار نہیں کرتے اور سد ذریعہ سے متعلق بعض مسائل میں جو جزوی اختلاف ہے وہ تحقیق مناط پر مبنی ہے، اس کی بنیاد سد ذریعہ کی حجیت اور عدم حجیت نہیں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ سد ذریعہ کے حجت ہونے پر فقہاء اربعہ متفق ہیں، اختلاف صرف لفظی ہے اور بس، **"قال القرافی:فلیس سد الذرائع خاصا بمالک بل قال بها هو اكثر من غيره وأصل سدّها مجمع عليه"**(الفروق للقرافی ۲/ ۳۳)۔

"والحق أن غيرهم (المالكية) لايخالفهم فی أصل القاعدة وان خالفهم فی تطبيقها على الفروع"(اصول التشریع الاسلامی/ص ۱۸۳، نیز دیکھئے: اصول الفقہ الاسلامی: وہبہ زحیلی ۲/ ۱۹۷، قاعدۃ سد الذرائع/ ۲۰۲، اصول الفقہ لابی زہرہ/ ۲۶۴)۔

۴-ذرائع کے درجات:

مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے ذرائع کے چار درجے ہیں:

اول -وہ کام یقینی طور پر کسی مفسدہ کا ذریعہ بنے جیسے کسی کے دروازے پر کنواں کھودنا، کسی کے کھانے میں زہر ڈالنا۔

حکم: یہ ذریعہ بالاتفاق ناجائز ہے۔

"قسم أجمعت الأمة على سدّه ومنعه وحسمه كحفر الآبار فی طريق المسلمين..وكذلك إلقاء السمّ فی أطعمتهم"(الفروق للقرافی ۲/ ۳۲)۔

" القسم الأول ما يكون أداء ه إلى الفساد قطعيا"(أصول الفقہ: ابوزہرہ/ص ۲۹۰)۔

دوم -اس کام پر مفسدہ کا پیدا ہونا نادر اور موہوم ہو، کبھی کبھی اتفاقاً اس سے مفسدہ پیدا ہو جاتا ہے، جیسے انگور کی کاشت کرنا کہ اس سے شراب بنانا موہوم اور نادر ہے، اور مناسب جگہ پر کنواں کھودنا کہ اس میں گر کر مرنا موہوم بات ہے۔

حکم: یہ ذریعہ بالاتفاق جائز ہے۔

"القسم الثانی مايكون أداء ه إلى المفسدة نادرا كزراعة الخمر ....وهذا النوع من الأفعال حلال لا شک فيه فهو باق على أصل الإذن العام" (أصول الفقہ لابی زھرہ، ص ۲۹۰-۲۹۱)۔

"قسم أجمعت الأمة على عدم منعه وأنه ذريعة لا تسدّ ووسيلة لاتحسم كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر"(الفروق ۲/ ۳۲)۔

سوم -اس کام کے مفسدہ کا ذریعہ بننے کا ظن غالب ہو، جیسے شراب ساز کے ہاتھ انگور یا اس کا رس اور فتنہ کے زمانہ

میں اہل حرب کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا۔علامہ شاطبی نے اسکے عدم جواز پر اتفاق نقل کیا ہے،لیکن شیخ ابوزہرہ کے بقول یہ صرف امام مالک اور امام احمد کا مذہب ہے۔

"القسم الثالث:هو مايكون ترتب المفسدة على الفعل من باب غلبة الظن لامن باب العلم القطعي ولا يعد نادرا وفى هذه الحال يلحق الغالب بالعلم القطعي وظاهر كلام الشاطبى أن ذلک موضع إجماع الفقهاء ولكن الحقيقة أنه مذهب مالک وأحمد فقط"(اصول فقہ،ص۲۹۱)۔

چہارم:اس سے بکثرت مفسدہ پیدا ہوتا ہے، حالانکہ اصل میں وہ جائز اور مشروع ہے، جیسے بیوع آجال اور بیع و شراء کے وہ معاملات جن کو عام طور سے ذریعہ ربا بناتے ہیں۔

حکم: یہ قسم مختلف فیہ ہے، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ناجائز لیکن شوافع ،حنفیہ اور علامہ ابن حزم کے نزدیک جائز اور درست ہے۔

"وقسم اختلف فيه العلماء هل يسدّ أم لا كبيوع الآجال" (الفروق ۳۲/۲)۔

" القسم الرابع: ما يكون أداءه إلى الفساد كثيرا ولكن كثرته لم تبلغ مبلغ الظن الغالب للمفسدة ولا العلم القطعي وكذلک كالبيوع التى تتخذ ذريعة للربا ...وهذا القسم موضع اختلاف العلماء ...لقد رجح أبو حنيفة والشافعي جانب الإذن ولم يحرما الفعل ولم يفسدا التصرف وأما مالک وأحمد فقد قررا أن الفعل يحرم والعقد يبطل للاحتياط "(اصول الفقہ لابی زھرہ،ص۲۹۱-۲۹۲)۔

علامہ ابن القیم الجوزیہ نے "ذریعہ "کے وضع کے اعتبار سے چار درجے مقرر کئے ہیں:

اول:وہ ذریعہ جس کو مفسدہ تک رسائی حاصل کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے نشہ آور مشروبات کا پینا ایسا سبب ہے جسکی وضع مفسدہ (نشہ) کیلئے ہے۔

حکم: مفسدہ کے درجہ کے لحاظ سے ذریعہ کیلئے حرمت وکراہت کا حکم ثابت ہوگا۔

دوم:ایسا ذریعہ جو کسی امر مباح کیلئے موضوع ہے مگر اس سے مفسدہ تک رسائی کا قصد کیا جائے، جیسے حلالہ کی نیت سے نکاح کرنا،تحصیل ربا کے قصد سے خرید وفروخت کرنا۔

حکم:نیت وارادہ کے لحاظ سے حکم مرتب ھوگا یعنی اگر مفسدہ کی نیت سے ذریعہ کا ارتکاب کیا جائے تو مباح ذریعہ بھی ممنوع ہوگا۔

سوم:ایسا ذریعہ جو امر مباح کیلئے موضوع ہے اور اس سے مفسدہ تک رسائی مقصود نہ ہو لیکن وہ اکثر و بیشتر مفضی إلی

المفسدہ ہوتا ہے اور مفسدہ کی جہت راجح ہوتی ہے، جیسے مشرکین کے سامنے ان کے دیوتاؤں کو سبّ وشتم کرنا۔

حکم: ایسا ذریعہ نیت اور ارادے کے فساد کی وجہ سے اور عموماً مفضی إلی المفسدہ ہونے کی بنا پر ممنوع اور ناجائز ہوگا۔

چہارم: ایسا وسیلہ جو امر مباح کیلئے موضوع ہو اور کبھی کبھار مفسدہ تک مفضی ہوتا ہے مگر مفسدہ کی بنسبت مصلحت راجح ہو جیسے مخطوبہ کو دیکھنا۔

حکم: ایسا ذریعہ شرعاً جائز ہے۔

ان اقسام چہارگانہ کا حکم بیان کرتے ہوئے علامہ ابن القیم راقم ہیں: **"فالشریعة جاء ت بإباحة هذا القسم أو استحبابه أو إیجابه بحسب درجاته فی المصلحة وجاء ت بالمنع من القسم الأول کراهة وتحریما بحسب درجاته فی المفسدة، بقی النظر فی القسمین الوسط هل هما مما جاء ت الشریعة بإباحتهما أو المنع منهما فنقول الدلالة علی المنع بوجوه"** (إعلام الموقعین ۳/۱۰۹-۱۱۰)۔

۵-سد ذریعہ کی مثالیں:

سد ذریعہ فقہاء اربعہ کے نزدیک کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے؛ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ سد ذریعہ اصول فقہ میں سے ایک مستقل اصل ہے یا ان سے ماخوذ اور مستفاد ہے، حضرات مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک اصل اور دلیل ہے؛ تاہم ادلۂ اربعہ کی طرح مستقل اصل نہیں ہے بلکہ ضمنی اصل ہے، اور حنفیہ اور شافعیہ اس کے دلیل ہونے کا انکار کرتے ہیں لیکن فقہ شافعی اور فقہ حنفی کی فروعات و جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں مکتبۂ فکر میں سد ذریعہ پر عمل ہے اور کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے، اور یہ اختلاف؛ اختلاف لفظی کی قبیل سے ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سوال نمبر ۳ کا جواب)۔

فقہ مالکی سے سد ذریعہ کی مثالیں:

۱-بیوع آجال مالکیہ کے نزدیک جائز نہیں؛ کیونکہ یہ ربا کا ذریعہ ہیں۔

"و بیوع الآجال:وهی بیوع ظاهرها الجواز لکن منع منها مالک ما کثرقصد الناس له توصیلا للربا الممنوع فیمنع ولو لم یقصده العاقد سدا للذریعة" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۸۰)۔

۲-نکاح میں مکمل مہر مؤجل کرنا مالکیہ کے نزدیک ممنوع ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس کو بغیر مہر کے نکاح کا ذریعہ بنالیں گے۔

"ومنها مسألة تأجیل الصداق فیکره عند المالکیه تأجیل الصداق ولو إلی أجل معلوم کسنة مثلا إن کان المؤجل الصداق کله لئلایتذرع الناس الی النکاح بغیر صداق ویظهروا أن هناک

صداقا مؤجلا" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۸۰/۲۴)۔

۳- اگر شوہر اپنی بیوی کو مرض الموت میں طلاق بائن دیتا ہے تو مالکیہ کے نزدیک اس کی بیوی بہرصورت وارث ہوتی ہے خواہ شوہر کی وفات عدت میں ہوئی ہو یا عدت گزرنے کے بعد اور عورت نے نکاح ثانی کرلیا ہو یا نہ کیا ہو، عورت کے لئے وراثت کا یہ حکم سد ذریعہ کی قبیل سے ہے؛ تاکہ کوئی شخص بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کے لیے طلاق پر اقدام نہ کرے۔

"أما المريض الذى يطلق طلاقا ويموت من مرضه فان مالكا وجماعة يقول: ترث زوجته، وقال قوم:لها الميراث ما لم تتزوج، وقال قوم:بل ترث كانت فى العدة أولم تكن، تزوجت أم لم تتزوج، وهو مذهب مالك والليث وذلك انه لما كان المريض يتهم فى أن يكون انما طلق فى مرضه زوجته ليقطع حظها من الميراث" (بدایۃ المجتہد ۸۲/۲)۔

فقہ حنبلی سے سد ذریعہ کی مثالیں:

۱- حدود وغیرہ میں قضاء القاضی بعلمہ امام احمد کی ایک روایت کے مطابق سداللذریعہ جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے قاضی متہم ہوگا اور قاضی کے اپنی خواہش نفس سے فیصلہ کرکے اپنے علم کے حوالہ دینے کا ذریعہ بنے گا۔

"اختلف الفقهاء فى صحة قضاء القاضى بعلمه فذهب مالك إلى منع ذلك فى الحدود وغيرها سواء علمه قبل ولايته أوبعدها وهوايضا عن رواية أحمد ومما احتج به لهذا القول إن تجويز ذلك يفضى إلى تهمة القاضى والحكم بما اشتهى ويحيله على علمه" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۸۱/۲۴)۔

۲- ثمن کے بدلے گندم ادھار خریدا جائے اور حلول اجل کے وقت ثمن مؤجل پر قبضہ سے پہلے اس کے عوض گندم خریدا جائے تو امام احمد کے نزدیک ناجائز ہے، اس لیے کہ یہ بیع الطعام بالطعام کا ذریعہ ہے۔

علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں: **"من باع إلى أجل فلما حل الأجل أخذ منه بالثمن الذى فى ذمته طعاما قبل قبضه لم يجز عند الإمام أحمد وعلة المنع أنه ذريعة إلى بيع الطعام بالطعام نسيئة فحرم"** (المغنی ۱۵۹/۴)۔

فقہ شافعی سے سد ذریعہ کی مثالیں:

۱- مباشرۃ الحائض مابین السرۃ والرکبۃ ناجائز ہے؛ کیوں کہ یہ حرام کا ذریعہ بن جائے گا، علامہ سیوطی ائمہ شوافع سے تحریم کی وجہ بیان کرتے ہیں: **" وانما كان التحريم أحب لأن فيه ترك مباح لاجتناب محرم"** (الاشباہ والنظائر

للسیوطی/ص۱۰۶)۔

۲-باندی کوقرض میں دینا ممنوع ہے، یہ سدذریعہ کے طور پر ہے؛اس لیے کہ باندی کوقرض میں دینا بلاعوض اس سے وطی کا ذریعہ بنے گا،علامہ زرکشی فرماتے ہیں:" **وتجويز ذلک يفضي إلى أن يصير ذريعة أن يطأها وهو يملک ردها،-قال المحاملي:يعني يستبيح بالقرض وطي الجارية ثم يردها على المقرض فيستبيح الوطي من غير عوض قيل: وفيه منع الذرائع**"(البحرالمحیط۸/۹۴)۔

فقہ حنفی سے سدذریعہ کی مثالیں:

۱-نوجوان عورتوں کے لیے جماعت سے نماز کی ادائیگی کے لیے نکلنا ممنوع ہے، یہ سدذریعہ کے طور پر ہے؛ کیونکہ فتنہ کا باعث ہے،علامہ کاسانی فرماتے ہیں:"**ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام و ما أدى إلى الحرام فهو حرام**"(بدائع الصنائع۱/۳۸۸)۔

۲-باب نکاح میں جمع بین الاختین حرام ہے،اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امرحرام (قطع رحم) کا سبب بنے گا،علامہ مرغینانی فرماتے ہیں:" **لأن الجمع بينهما يفضي إلى القطعية**"(ہدایہ۲/۳۲۹)۔

۳- باب الربا میں شبہۃ الربا کوحقیقت ربا کے ساتھ ملحق کرنے کی وجہ سدذریعہ ہے، یہی وجہ ہے کہ عدالی اور غطارفہ میں ربا کے عدم تحقق کے باوجود ہمارے مشائخ نے تفاضلا بیع کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا،اور علت یہی تھی کہ عدالی وغطارفہ نہایت قیمتی سکے تھے، جب ان میں تفاضل کے ساتھ معاملہ کرنے لگتے تو پھر نوبت دراہم ودنانیر تک پہنچ جاتی اور ربا کا دروازہ کھل جاتا۔صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:"**قال :ومشايخنا لم يفتوا بجواز ذلک في العدالي والغطارفة لانها أعز الأموال في ديارنا فلو أبيح التفاضل فيه ينفتح باب الربا**"(ہدایہ۳/۹۳)۔

۴- دواعیٔ زنا کی حرمت سدذریعہ کےاصول پر مبنی ہے۔

۵- بیع عنداذان الجمعہ کی ممانعت سدذریعہ کے اصول پر مبنی ہے ؛ کیونکہ اذان جمعہ کے وقت خرید وفروخت کرنے سے سعی إلی الجمعہ میں خلل واقع ہوتا ہے۔

"**وكره تحريما مع الصحة عند الأذان الأول إلا إذا تبايعا يمشيان فلا باس به لتعليل النهى بإخلال السعي**"(شامی۷/۳۰۴)۔

فقہ حنفی میں ان جزئیات کے علاوہ بہت سی ایسی فروعات ہیں جوسدذریعہ کے اصول پر مبنی ہیں،اس سے معلوم ہوا

کہ فقہ حنفی میں سد ذریعہ حجت اور معتبر ہے؛ اس کی تائید اس ضابطے سے بھی ہوتی ہے جس کو مشہور حنفی فقیہ علامہ کاسانی نے ذکر کیا ہے۔ "الوسیلة إلی الشیٔ حکمها حکم ذلک الشیٔ" (بدائع الصنائع ۷۲/۶)۔

۶-فتح ذریعہ:

اصطلاحی معنی کے اعتبار سے ذریعہ کی دو قسمیں ہیں:

۱-ذریعہ بمعنی عام، ۲-ذریعہ بمعنی خاص

تو اس کی وجہ سے فتح ذریعہ کی بھی دو قسمیں ہوں گی:

۱-فتح ذریعہ بمعنی عام، ۲-فتح ذریعہ بمعنی خاص۔

فتح ذریعہ بمعنی عام: ایسے اسباب و وسائل کی اجازت دینے کا نام فتح ذریعہ ہے جو خیر اور بھلائی تک مفضی ہوتے ہیں جیسے مسجد جانا جماعت میں شرکت کیلئے۔

"فتح الذرائع إجازة الوسائل المؤدیة إلی کل خیر وبر ومعروف" (سد الذریعہ ص ۶۹)۔

فتح الذرائع بمعنی خاص: الف- ہر جائز وسیلہ کے جواز کو اپنی حالت پر برقرار رکھنا گو وہ بعض صورتوں میں کسی مفسدہ تک رسائی کا ذریعہ بنیں۔

ب-مقاصد تک لے جانے والے اسباب و وسائل کو بغیر کسی حظر و ممانعت کے اپنی حالت پر چھوڑ دینے کا نام فتح الذرائع ہے۔

ج- ایسے جائز وسیلے کو طلب کرنا جو مصلحت راجحہ کا ذریعہ بنتے ہیں۔

"طلب الوسیلة الجائزة إذا کانت طریقا إلی مصلحة راجحة" (قواعد الوسائل لمصطفی مخدوم، ص ۳۶۶)۔

"فتح الذرائع یعنی الحکم بجواز کل وسیلة ثبت جوازها شرعا ولو أدت إلی مفسدة" (سد الذریعہ ص ۹۹)۔

"وفتح الذرائع؛ بناء علی هذا المعنی یعنی ترک الوسیلة لتؤدی إلی نتیجتها من غیر منع" (سد الذریعہ فی الشریعۃ الاسلامیہ ص ۸۲)۔

معلوم ہوا کہ مقاصد و مصالح کے وسائل کی تسہیل فتح ذریعہ کا مقصد ہے۔

"المراد بفتح الذرائع تیسیر السبل إلی مصالح البشر" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۸۱/۲۴)۔

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احکام شریعہ کے مقاصد خمسہ اور ان مقاصد کے تحت آنے والے احکام کے درجات پر مختصراً گفتگو کردی جائے؛ تاکہ فتح ذریعہ کا حکم فرق مراتب کے ساتھ واضح ہوجائے۔

احکام شریعہ کے مقاصد:

شرعی احکام کے بنیادی طور پر پانچ مقاصد ہیں:

۱-حفظ دین -: عبادات، جہاد، دعوت الی اللہ، ارتداد کی سزا وغیرہ کا مقصد حفظ دین ہے۔

۲-حفظ نفس -: یعنی جان اور عزت وآبرو کا تحفظ، تناول طعام کی اباحت، قتل نفس کی ممانعت، قصاص و دیت کا وجوب، قذف کی حرمت اور اس پر حد وغیرہ کے احکام حفظ نفس کیلئے ہیں۔

۳-حفظ نسل -: نکاح کی مشروعیت، زنا کی حرمت اور اسکی حد، عدت وثبوت نسب کے احکام وغیرہ اسی مقصد کے لئے ہیں۔

۴-حفظ عقل -: مسکرات کی حرمت اور ان پر حد کا مقصد عقل کی حفاظت ہے۔

۵- حفظ مال -: تجارت وکسب معاش وغیرہ کی اجازت، سرقہ وغصب کی ممانعت، مالی معاملات وغیرہ کے احکام ان سب کا منشا حفظ مال ہے۔

مقاصد شریعت کے احکام کے درجات:

ان پانچوں مقاصد کے تحت آنے والے احکام کے تین درجات ہیں:

۱-ضرورت -: جن کے بغیر ان مقاصد خمسہ کا حصول اور تحفظ ممکن نہ ہو وہ "ضرورت " ہیں، جیسے جان بچانے کے بقدر کمانے کی اجازت۔

۲-حاجت: وہ احکام ہیں جن پر مقاصد خمسہ موقوف تو نہ ہوں؛ لیکن وہ نہ ہوں تو مشقت پیدا ہوجائے، جیسے: آسودہ ہوکر کھانا کہ اس پر زندگی موقوف نہیں؛ لیکن اس کی اجازت نہ دی جائے تو مشقت پیدا ہوگی۔

۳-تحسین: جن احکام کا مقصد سہولت و آسانی پیدا کرنا ہو، جیسے: انواع و اقسام کے لذت بخش کھانوں کی اجازت۔

ضرورت کا درجہ سب سے اول ہے، پھر "حاجت "اور اس کے بعد " تحسین " کا درجہ ہے، اگر ضرورت اور حاجت میں سے ایک ہی پر عمل ممکن ہو تو ضرورت کو ترجیح حاصل ہوگی، حاجت اور تحسین میں تعارض ہو تو حاجت کو ترجیح دی جائیگی۔

البتہ اگر ایک ہی درجہ کے دو احکام میں تعارض ہوجائے تو ترجیح میں ترتیب اس طرح ہوگی: دین، جان، نسل،

عقل، مال، مثلاً جہاد دینی اعتبار سے "ضرورت " ہے اور جان کو موت کے قوی خطرہ سے بچانا "حفظ جان " کے لحاظ سے ضرورت ہے، اب حفظ دین کو برتری حاصل ہے اور باوجود اندیشہ موت کے جہاد فرض ہے، ایک شخص کو مجبور کیا جائے کہ وہ زنا کرے ورنہ اس کا بہت سارا قیمتی مال غصب کرلیا جائیگا، اب یہاں زنا سے بچنا "حفظ نسل " کے لحاظ سے "ضرورت " ہے اور مال کثیر کا بچانا حفظ مال کے اعتبار سے "ضرورت " ہے، یہاں حفظ نسل کو ترجیح ہوگی اور زنا اس کے لئے جائز نہیں ہوگا۔

فتح ذریعہ پر علامہ قرافی کا فاضلانہ کلام:

اسباب و وسائل مقاصد کے تابع ہوتے ہیں؛ لہذا مباح کا وسیلہ مباح ،فرض کا وسیلہ فرض اور حرام کا وسیلہ حرام ہوگا، اور مقاصد کی دو قسمیں ہیں: ۱- مقاصد متضمن للفساد، ۲- مقاصد متضمن للمصالح۔

۱-متضمن للفساد مقاصد کے وسائل ممنوع اور ناجائز ہونگے اگرچہ اپنی ذات میں مباح ہوں جس کا نام سدذریعہ ہے۔

۲-اور متضمن للمصالح الراجحہ مقاصد کے اسباب و وسائل مباح وجائز ہونگے اگرچہ وہ وسائل بذات خود ممنوع ہوں، اس کا نام فتح ذریعہ ہے، جیسے مسلمان قیدی کو چھڑانے کے لئے کفار کو فدیہ میں مال دینا اور اہل اسلام کا کفار کو مال دے کر صلح کرنا وغیرہ، حرمت کے باوجود ان افعال کو مصلحت راجحہ کی بناء پر جائز قرار دینا فتح ذرائع کے ضابطہ پر مبنی ہے (دیکھئے: الفروق للقرافی ۲/ ۳۳)۔

اسباب محرمہ؛ رخصت کا ذریعہ بن سکتے ہیں یا نہیں؟ یہ مسئلہ اہل علم کے مابین مختلف فیہ ہے، اس کے بارے میں علامہ قرافی کے کلام کا ماحصل یہ ہے:

اول معصیت کا سبب رخصت ہونا۔ دوم معصیت کا سبب رخصت کے مقارن ہونا، پہلی قسم سبب رخصت نہیں ہے اور دوسری قسم بالاجماع سبب رخصت ہے، جیسے افسق الناس کے لئے تیمّم کا جواز، اس میں رخصت کا تعلق سبب مباح سے ہوگا معصیت سے نہیں (دیکھئے: الفروق ۲/ ۳۳)۔

فتح ذریعہ اور فقہ حنفی:

فقہ حنفی میں فتح الذرائع کے عنوان سے کسی اصول اور دلیل کی تصریح نہیں ملتی لیکن فقہ حنفی کے اصول وضوابط اور فروعات وجزئیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سدذریعہ کی طرح فتح ذریعہ بھی معتبر اور حجت ہے، جیسے مشہور ضابطہ: "مالا یتم الواجب إلا به فهو واجب"، یعنی واجب کا ذریعہ بھی واجب ہوتا ہے۔ اور بدائع الصنائع (۶/ ۷۲) میں ہے: "الوسیلة إلى الشیء حکمها حکم ذلک الشیء"، یعنی وسیلہ اصل کے حکم میں ہے، یہ دونوں ضابطے فتح

ذریعہ کی جنس سے ہیں، اسی طرح احکام شرعیہ کے مقاصد خمسہ کے حصول کے ذرائع بھی ضرورت وحاجت اور تحسین کے درجے میں مطلوب ہیں، نیز قرآن مقدس نے نماز جمعہ کی ادائیگی کا ذریعہ "سعي إلى الجمعة" کو "**فاسعوا إلى ذكر الله**" کے ذریعہ واجب قرار دیا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ منصوص احکام میں بہت سے احکام کی بنیاد فتح ذریعہ ہے، اور غیر منصوص مجتہد فیہ احکام میں فقہاء نے فتح ذریعہ کا استعمال کیا ہے اور اس کو کسی نہ کسی درجے میں مصادر شریعت میں شمار کیا ہے؛ البتہ اس کی حیثیت اصل اور مستقل دلیل کی نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ضمنی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ فتح ذریعہ کا معتبر ہونا اور احکام شریعت کا اس کے اردگرد دائر ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۷-سد ذریعہ اور فتح ذریعہ پر مبنی دور حاضر کے چند جدید مسائل:

عصر حاضر کے بہت سے پیش آمدہ مسائل میں سد ذریعہ اور فتح ذریعہ کا استعمال ضروری ہے؛ تاکہ یہ لوگوں پر تضییق اور ان کے حدود شرع کی خلاف ورزی کا ذریعہ نہ بن سکیں:

۱-بالغ اور قریب البلوغ لڑکے اور لڑکیوں کے مخلوط نظام تعلیم کو سد ذریعہ کی بنا پر ناجائز کہا جا سکتا ہے؛ کیونکہ اس سے بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔

۲-مسلمانوں کے اموال کی حفاظت کے لئے اور ان کو سود کی لعنت سے بچانے کے لئے اسلامی غیر سودی بینک کھولنا فتح ذریعہ کی قبیل سے ہوگا۔

۳-مارکیٹوں میں اشیاء کی قیمتوں میں توازن باقی رکھنے کے لیے سد ذریعہ کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ریٹ کنٹرول کر سکتے ہیں جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا تھا (کنز العمال)۔

۴-انسانی زندگی کی صحت وحفاظت کی خاطر فضائی، صوتی اور ماحولیاتی آلودگی کے مسائل سد ذریعہ کی روشنی میں حل کئے جا سکتے ہیں۔

۵-انسانی دودھ بینک کا قیام حرمت رضاعت میں اشتباہ کا ذریعہ بن سکتا ہے، اس لئے سد ذریعہ کو بروئے کار لاتے ہوئے انسانی دودھ بینک کے قیام کا مسئلہ حل کیا جا سکتا ہے۔

۸-سد ذریعہ کے استعمال میں اعتدال:

اسلام کا پیش کیا ہوا نظام حیات سب سے آخری ابدی اور مکمل دستور ومعتدل نظام حیات ہے، اس میں انسان اور

اس کی فطرت کو پیش نظر رکھا گیا ہے، غلو اختیار کرنے سے صراحت کے ساتھ روک دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''**لا تغلوا فی دینکم**'' (سورۂ نساء:۱۷۱)۔

اس لئے جدید پیش آمدہ مسائل میں افراط وتفریط سے بچنے اور اعتدال سے کام لینے کی ضرورت ہے، نہ یہ صحیح ہے کہ ہر نئی ایجاد اور ہر نئے نظام کو ناجائز ہی قرار دے دیا جائے، اور اس سے زیادہ غلط یہ ہے کہ ہر صحیح غلط کیلئے اسلام میں راہ نکالنے کی کوشش کی جائے، ہمیں ہر مسئلہ پر اسلام کے چوکھٹے اور دین کے حدود اربعہ میں رہ کر غور کرنا ہے، اور جن چیزوں میں امت کیلئے سہولت پیدا ہوسکتی ہے ان میں لچک بھی رکھنی ہے۔ حضرت عائشہؓ نے آپ کا طرز عمل ان الفاظ میں نقل کیا ہے: ''**وما خيّر بين أمرين إلا اختار أيسرهما مالم يكن مأثما**'' (شمائل ترمذی)۔

فقہاء کا طریقہ یہ بھی رہا ہے کہ جب کسی بات کا ابتلاء عام ہوجائے تو اس میں شریعت کی حدوں میں رہتے ہوئے جواز کے حیلے نکالے جائیں جن کا مقصد حرام سے بچنا اور خلاصی حاصل کرنا ہو۔

''**وكل حيلة يحتال بها الرجل ليتخلص بها عن حرام أو ليتوسل بها إلى الحلال فهي حسنة**'' (عالمگیری ۴/۶۷۳)۔

اس لیے شرعی مسائل کے حل میں نہ تو سد ذریعہ کو سرے سے نظر انداز کیا جا سکتا ہے اور نہ اسکے استعمال میں غلو پسندیدہ ہے؛ بلکہ احکام شریعت کے مقاصد خمسہ اور ان مقاصد کے احکامات کے درجات کی رعایت کرتے ہوئے سد ذریعہ اور فتح ذریعہ کو درج ذیل شرائط کی روشنی میں بروئے کار لانے کی ضرورت ہے:

۱-عمل بالذرائع میں مبالغہ سے احتراز کیا جائے؛ کیونکہ سد ذرائع میں مبالغہ لوگوں کو بہت سارے فوائد ومصالح سے محروم کرنے کا باعث ہوگا، اور فتح ذرائع میں مبالغہ بہت بڑے شر وفساد کا سبب بنے گا۔

۲-عمل بالذرائع نص کے معارض نہ ہو۔

۳-عمل بالذرائع مقاصد شریعت کے معارض نہ ہو؛ کیونکہ مقاصد کی رعایت وسائل کی رعایت پر مقدم ہے اسی لیے سقوط مقاصد سے وسائل ساقط ہوجاتے ہیں۔

''**فلا بد من ضوابط تضبط العمل بالذرائع حتى لا يحصل من جراء أعمالها تضييق على الناس أو تجاوز لحدود الشرع وهذه الضوابط:**

۱-''أن تفضی الوسيلة إلى المقصود غالبا وأن لا يبالغ فی أعمال الذرائع فان المبالغة فی سد الذرائع قد تحرم الناس من خيرات كثيرة و مصالح كبيرة كما أن المبالغة فی فتحها قد تؤدی إلى

شرّمستطير و فساد كبير" (الاجتہاد المعاصر للقرضاوی ص ۷۷)۔

۲ – "أن لا يعارض العمل بالذرائع النص"۔

۳–"أن لا يعارض العمل بالذرائع المقاصد الشرعية ....فمراعاة المقاصد مقدم على مراعاة الوسائل، قال العز بن عبد السلام:الوسائط تسقط بسقوط المقاصد"(قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۱/ ۱۲۸، بحوالہ سدالذرائع وفتحہا: دکتور مرضی بن مشوح العنزی)۔

☆☆☆

سدالذرائع

مولانا محمد معین الدین ندوی قاسمی☆

۱-سد ذریعہ کی تحقیق:

سد الذرائع : دولفظوں سے مل کر مرکب ہے اور یہ مرکب ناقص ہے۔

سد(ج)سدود ،اسداد ۔ دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ ،آڑ، پشتہ (القاموس الوحید ۱/۷۵۶)۔

ذریعة(ج)ذرائع، سبب اور وسیلہ (القاموس الوحید ۱/ ۵۶۹)۔

لسان العرب میں ہے: **"الذریعة :الوسیلة ،وقد تذرع فلان بذریعة أی توسل ،والجمع الذرائع یقال تذرع فلان بذریعة أی توسل"** (لسان العرب ۸/۹۶)۔

لغت میں ذریعہ وسیلہ کو کہتے ہیں، جس کی جمع ذرائع ہے ۔کہا جاتا ہے: جب کوئی شخص کسی وسیلے سے کوئی کام کرے۔"الموسوعۃ الفقہیہ" میں ہے:

"السدّ فی اللغة إغلاق الخلل والذریعة الوسیلة إلی الشئ" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/ ۲۸۶)۔

سد: لغت میں بند کرنے کو کہتے ہیں، اور ذریعہ لغت میں کسی چیز تک پہنچانے والے وسیلہ کو کہتے ہیں۔

پس سد ذریعہ کا لغوی مفہوم یہ ہوا: کہ فساد کو دفع کرنے کے لئے اس کے وسائل کی بنیاد کو ختم کرنا؛ جب کہ مفسدہ سے محفوظ عمل مفسدہ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے۔

"حسم مادة و سائل الفساد دفعا لها إذا کان الفعل السالم من المفسدة وسیلة إلی مفسدة" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴ /۲۷۶)۔

سد ذرائع کی اصطلاحی تعریف:

علامہ الباجیؒ (م ۴۷۴ھ) سد ذرائع کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: **"المسألة التی ظاهرها الإباحة و یتوصل بها إلی فعل المحظور"** (الاشارۃ فی أصول الفقہ ۱/ ۸۰)۔

☆ جامعہ نعمانیہ، قاضی پیٹ، وی کوٹہ، ضلع چتور (آندھرا پردیش)۔

یعنی وہ مسئلہ جو بذات خود تو مباح ہو لیکن وہ ایک ممنوع کام کی طرف لے جائے۔

علامہ ابن رشدؒ (م ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں: "**هى الأشياء التى ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل محظور**" (المقدمات الممہدات ۳۹/۲) (سد ذرائع وہ اشیاء ہیں جو بظاہر مباح ہوں لیکن ایک ایسے کام کی طرف لے جائیں جو ناجائز ہیں)۔

علامہ ابن العربیؒ (م ۵۴۳ھ) سد ذرائع کی تعریف یوں کرتے ہیں: "**هى كل عمل ظاهره الجواز يتوصل به إلى محظور**" (احکام القرآن ۳۳۱/۲) (وہ کام جو ظاہری طور پر جائز ہو لیکن ناجائز کا سبب بنے)۔

علامہ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں: "**الذريعة :الفعل الذى ظاهره أنه مباح وهو وسيلة إلى فعل الحرام**" (الفتاوی الکبری: ۱۷۲/۶) (ذریعہ: وہ فعل ہے جو بظاہر مباح ہو لیکن فعل حرام کا وسیلہ بنے)۔

علامہ شاطبیؒ (۷۹۰ھ) اس طرح تعریف کرتے ہیں: "**هى التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة**" (الموافقات ۴۴۱/۶) (جو خود تو درست وٹھیک ہو لیکن فساد کا موجب بنے)۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان اپنی کتاب "الوجیز فی اصول الفقہ" میں لکھتے ہیں: "**الذرائع هى الوسائل، والذريعة هى الوسيلة والطريق إلى الشئ سواء أكان هذا الشئ مفسدة أو مصلحة، قولا أو فعلا، و لكن غلب إطلاق اسم "الذرا ئع" على الو سائل المفضية إلى المفاسد، فإذا قيل: هذا من باب سد الذرائع، فمعنى ذلك أنه من باب منع الوسائل المؤدية إلى المفاسد**" (الوجیز فی اصول الفقہ: ص/۲۴۵) (ذرائع کے معنی وسائل کے ہیں، ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کے لئے وسیلے یا راستے کو کہتے ہیں، خواہ یہ چیز مفسدہ کا باعث ہو یا فائدہ کا باعث ہو، اور یہ قول ہو یا فعل ہو، لیکن موجودہ سیاق وسباق میں لفظ ذرائع کا اطلاق ان وسائل پر ہوتا ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں، چنانچہ جب یہ کہا جائے کہ فلاں چیز سد ذرائع کی قبیل سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا تعلق ان وسائل واسباب کو روکنے سے ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں)۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ لکھتے ہیں: "**الذريعة فى اللغة هى الوسيلة التى يتوصل بها إلى الشئ**" (الوجیز فی أصول الفقہ: ص/۱۰۸) (ذریعہ اس وسیلہ کو کہتے ہیں جس کی بدولت کسی چیز تک رسائی حاصل کی جاسکے)۔

اصولیین کے مطابق سد ذریعہ کی تعریف یہ ہے: "**وسدّ الذرائع معناه عند الأصوليين :هو منع كل ما يتوصل بها إلى الشيء الممنوع المشتمل على مفسدة أو مضرة**" (الوجیز فی أصول الفقہ للزحیلی)۔

ذریعہ اس چیز کو کہیں گے جس کے ذریعے ہر اس ممنوع چیز تک پہنچا جائے جو کسی خرابی یا نقصان پر مشتمل ہو۔

یعنی لغوی اعتبار سے تو ذریعہ مطلقاً موصل الی الشئ کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر فقہاء اور اصولیین کے نزدیک ممنوع

چیز کے وسیلہ یا راستہ کو ذریعہ کہا جاتا ہے۔اب سدذرائع کا معنی یہ ہوا کہ وہ وسائل جوموصل إلی الشئ حرام ہوں ان سے روکنا یاان کا راستہ بند کرنا۔

مزید توضیح کرتے ہوئے ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں:"**فتكون وسيلةالمحرم محرمة،كما أن وسيلة الواجب واجبة.فالفاحشة حرام والنظرإلى عورة الأجنبية حرام لأدائها إلى الفاحشة،كما أن الحج فرض، و السعي إلى البيت الحرام وأماكن المناسک فرض لأجله ،لأن الشارع إذا كلف العباد أمرا، فكل مايتعين وسيلة له مطلوب بطلبه، وإذا نهى الناس عن أمر فكل ما يؤدى إلى الوقوع فيه حرام أيضا**"(الوجیز فی اصول الفقہ :زحیلی)۔

حرام کا وسیلہ حرام اور واجب کا وسیلہ واجب ہوگا،مثلاً اجنبی عورت کے ممنوع اعضائے جسم کو دیکھنا حرام ہے؛ کیونکہ اس کا انجام فاحشہ ہوسکتا ہے۔حج فرض ہے اوراس کی فرضیت کی بنا پر بیت اللہ اور مناسک کے مقامات تک جانا فرض ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ شارع نے ہمیں اوامر بجالانے اور منہیات سے اجتناب کا امر فرمایا ہے،تو ہر وہ چیز جو امتثال امر تک لے جائے اس کے وسیلہ کا اختیار کرنا واجب ہوگا اور جو چیز حرام منہی عنہ تک لے جائے اس ذریعہ اور وسیلہ کا ترک لازم ہوگا۔

مذکورہ بالا تمام تعریفات کا مقصد ایک ہی ہے یعنی ہر وہ کام جو فی نفسہ جائز ہو لیکن وہ حرام کی طرف لے جانے والا ہو، وہ سدذرائع کے زمرے میں آئے گا۔

احکام شریعت کے ماخذ:

احکام شریعت کے چند ماخذ ہیں جس پر فقہ اسلامی کی عظیم ترین عمارت قائم ہے،ان ماخذوں میں بعض ماخذ علماء کے مابین متفق ہیں، جسے متفق علیہ ماخذ کہا جاتا ہے،اور بعض ماخذوں میں علماء کے درمیان اختلاف ہیں جسے مختلف فیہ ماخذ کہا جاتا ہے۔

احکام شریعت کے متفق علیہ ماخذ:

شریعت اسلامی کا سب سے پہلا بنیادی ماخذ قرآن کریم ہے،قرآن کریم تشریع اسلامی کی بنیاد اور قانون اسلامی کا اصل اصول ہے۔

فقہ اسلامی کا دوسرا ماخذ سنت ہے،تمام ائمہ مجتہدین کا اس پر اتفاق ہے کہ شرعی احکام کے اصل ماخذ یہی دو ہیں، جن کی احکام کی پیروی کرنا لازمی ہے، ایسے احکام کو تعبدی (قابل عبادت وثواب) کہتے ہیں، ان دونوں کا مصدر وحی ہے، قرآن کریم تو اللہ کا کلام ہے اور یہ وحی متلو ہے، اور حدیث نبوی بھی وحی ہی ہے، البتہ یہ وحی غیر متلو ہے، فرمان باری تعالی ہے:

"**وما ينطق عن الهوى،إن هو إلا وحي يوحى**" (النجم:۳،۴)(اور وہ خواہش سے نہیں کہتے ،وہ تو صرف وحی ہے جو ان پر کی جاتی ہے)۔

اس لئے انہیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی یہ کسی صورت میں قابل تغیر ہیں۔

قرآن وسنت احکام شریعت کے متفق علیہ ماخذ ہیں، علماء نے اجماع کو بھی متفق علیہ ماخذ میں شمار کیا ہے، صاحب نورالانوار لکھتے ہیں: ''إعلم أن أصول الشرع ثلاثة......الکتاب والسنة وإجماع الأمة'' (نورالانوار: ص ر ۱۴)۔

مفتی سید محمد عمیم الاحسان مجددی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: اسلامی فقہ کے ماخذ تین ہیں: (۱) کتاب اللہ (۲) احادیث نبویہ (۳) کتاب وسنت کی روشنی میں فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہائے تابعین رحمہم اللہ کی اجتہادی رائیں (تاریخ علم فقہ: ص ر ۹)، جمہور علماء نے فقہ اسلامی کے چار مصادر بیان کئے ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اجماع (۴) اور قیاس۔

علامہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں: ''**والأدلة نوعان :أدلة متفق عليها بين جمهور العلماء ،و هي الكتاب والسنة ،و الاجماع والقياس**'' (الوجیز فی اصول الفقہ: ص ر ۲۱)۔

یہی چار شریعت کے اولین وبنیادی مصادر ہیں اور امت کا ان پر اتفاق رہا ہے (فقہ اسلامی تعارف وتاریخ: ص ر ۴۷)۔

احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ:

فقہ اسلامی کے احکام کا وہ ماخذ جن میں مجتہدین امت کے درمیان اختلاف ہے اسے ثانوی اور ضمنی مصادر شریعت کہا جاتا ہے اور یہ سات ہیں۔

علامہ وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں: ''**وأدلة مختلف فيها وأشهرها سبعة:هي الاستحسان، والمصلحة المرسلة أو الاستصلاح والاستصحاب ،والعرف ،ومذهب الصحابي، وشرع من قبلنا وسد الذرائع**'' (الوجیز فی اصول الفقہ: ۲۱)۔

استحسان، استصلاح، استصحاب، عرف وعادت، مذہب صحابی، پچھلی شریعت اور سد الذرائع۔

سد الذرائع کی شرعی حقیقت:

سد ذرائع کو فقہ اسلامی کے غیر منصوص ادلہ میں ثانوی ماخذ کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے، جس کی تائید قرآن و سنت اور ائمہ وفقہاء کے اقوال وآثار سے ہوتی ہے اور اس کی حقیقت ثانوی مصادر شریعت کی ہے (حیات اجتماعی کی مشکلات کے حل میں سد الذرائع کی اہمیت وافادیت) (معارف اسلامی، جلد: ۱۷، شمارہ: ۱، جنوری تا جون، ۲۰۱۸ء)۔

سد الذرائع کا مطلب:

سد ذرائع کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس ذریعہ سے روکا جائے جو کسی حرام چیز تک پہنچانے کا سبب بنے، اگر چہ وہ

ذریعہ فی نفسہ جائز اور مباح ہو،لیکن اس کے مفضی الی الحرام ہونے کی وجہ سے اس میں حرمت آجائے گی، ہاں اگر یہ بات نہ ہو تو پھر اس کا یہ حکم نہ ہوگا؛ بلکہ وہ اپنی اصل جواز پر باقی رہے گا، اور اس سے اس کو روکا نہیں جائے گا(فقہ اسلامی کے ذیلی ماخذ: ص/۳۰۰)۔

سدالذرائع کی حکمت:

علامہ ابن قیمؒ سدالذرائع کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"فاذا حرم الرب تعالى شيئا وله طرق و وسا ئل تفضى إليه فإنه يحرمها و يمنع منها تحقيقا لتحريمه ،وتثبيتا له ومنعا أن يقرب حماه ،ولو أباح الوسائل والذرائع المفضية إليه لكان ذلك نقضا للتحريم ، واغراء للنفو س به ، حكمته تعالى وعلمه يأبى ذلك كل الاباء"** (اعلام الموقعین ۳ / ۱۰۹)۔

اگر معاصی اور محرمات سے اللہ تعالی روک دیتا اور ان ذرائع پر روک نہیں لگاتا تو اس کا صاف مطلب یہ ہوتا کہ ایک طرف معاصی سے تو روکا گیا لیکن دوسری طرف آمادہ کرنے والی چیزوں کو بحال رکھا، اور ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے بار بار معاصی کا ارتکاب ہوتا، جو اللہ تعالی کی حکمت کاملہ اور اس کے ہمہ گیر علم کے سراسر منافی تھا، اس لئے اللہ تعالی نے اصل کو حرام قرار دینے کے ساتھ اس کے ذرائع کو بھی حرام کر دیا۔

سدالذرائع امت محمدیہ کی خصوصیت ہے:

حضرت آدم علیہ السلام سے محمد عربی ﷺ تک جتنے انبیاء ورسل آئے سب کی شریعت میں معاصی وفواحش حرام تھے، لیکن معاصی وفواحش کے ذرائع حرام نہ تھے، جب کہ شریعت محمدی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جہاں معاصی وفواحش کو حرام کیا گیا وہیں ان تک پہنچانے والے ذرائع واسباب کو بھی ممنوع قرار دیا گیا، اور ان ذرائع واسباب پر بھی وہی حکم لگایا گیا جو اصل کا حکم ہے۔

"اعلم أن أصل الفواحش والمعاصى حرام فى جميع الشرائع من لدن عهد آدم عليه السلام إلى عهد سيد الأنبياء و خاتمهم ﷺ ،بل فى عامة الأحزاب الذين ينتمون إلى مذهب و ملة يدينون بحرمة الفواحش ، ومن خصوصيات شريعة سيدنا و نبينا ﷺ أنه حرم فيها دواعى الفواحش وذرائعها أيضا" (أحكام القرآن: تفصيل الخطاب في تفسير آيات الحجاب ۳ / ۴۷۸)۔

قرآن میں سدالذرائع کے نظائر:

(۱) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم"** (الانعام: ۱۰۸) (اور جن کو وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں تم ان کو برا بھلا مت کہو کہ وہ ناسمجھی میں حد سے آگے بڑھ کر اللہ کو برا بھلا کہنے لگیں)۔

مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: بتوں کو برا کہنا فی نفسہ امر مباح ہے مگر جب وہ ذریعہ بن جائے ایک امر حرام یعنی گستاخی بہ جناب باری تعالی کا تو وہ بھی منہی عنہ اور قبیح ہو جائے گا، اس سے بے تکلف یہ ایک قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح جب حرام کا سبب بن جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے (تفسیر ماجدی: ص/۳۴۶)۔

﴿۲﴾"**یاأیھاالذین آمنوا لاتقولوا راعنا**" (البقرۃ: ۱۰۴) (اے ایمان والو! "راعنا" مت کہا کرو "انظرنا" کہا کرو)۔

"راعنا" کہنا بھی درست ہے لیکن یہودیوں نے اس لفظ سے ایک شرارت ایجاد کی، اس لئے اللہ تعالی نے اصحاب پیغمبر کو بھی اس کلمہ کے بجائے "انظرنا" کہنے کا حکم دیا، ایسے احکام کو اصول فقہ کی اصطلاح میں سد ذرائع سے تعبیر کیا جاتا ہے جو سبھی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے (معارف القرآن ۱/۲۸۱)۔

﴿۳﴾"**ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین**" (البقرۃ: ۳۵) (اور اس درخت کے قریب مت جانا ورنہ حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے)، مجدد تھانویؒ اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

کہ "**ولاتقربا ھذہ الشجرۃ**" اس میں اصل ہے، مشائخ محققین بعض مباحات سے اس لئے روک دیتے ہیں کہ غیر مباح کی طرف منجر نہ ہو جاوے؛ چنانچہ قرب شجرہ فی نفسہ ممنوع نہ تھا صرف اکل ممنوع تھا (بیان القرآن ۱/۲۹)۔

﴿۴﴾"**فلما فصل طالوت بالجنود قال إن اللہ مبتلیکم بنھر، فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی**" (البقرۃ/۲۴۹) (جب طالوت لشکر کو لے کر بڑھے تو انہوں نے کہا کہ اللہ تمہیں ایک ندی کے ذریعہ آزمانے والا ہے بس اس میں سے جس نے پی لیا تو وہ ہمارا نہیں اور جس نے اس میں چکھا بھی نہیں تو وہی ہمارا ہے)۔

صاحب تفسیر قرطبی اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں: ہمارے علماء نے اس سے سدالذرائع کے قول پر استدلال کیا ہے؛ کیونکہ ذوق (چکھنا) وہ کم سے کم شے ہے جو لفظ طعم میں داخل ہے اور جب طعم سے نہی واقع ہے تو شرب کے وقوع کا اس سے کوئی امکان نہیں ہے جو طعم سے اجتناب کرے گا (تفسیر قرطبی، اردو: ۲/۳۱۱)۔

احادیث میں سدالذرائع کے نظائر:

(۱) ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنگ کے میدان میں کسی چور کے ہاتھ نہ کاٹے جائیں، حالانکہ چور کی سزا قطع ید ہی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

"**السارق والسارقۃ فاقطعوا أیدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ**" (المائدۃ: ۳۸) (اور جو کوئی مرد اور عورت چور ہو تو ان کے کرتوت کے بدلہ میں ان کا ہاتھ کاٹ دو، اللہ کی طرف سے عبرت ناک سزا کے طور پر)۔

لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے میدان جنگ میں چور کے قطع ید سے منع فرمایا، اس لئے کہ یہ امکان ہوسکتا تھا کہ وہ کافروں سے مل جائے، اور مسلمانوں کی مخبری کر کے انہیں غیر معمولی نقصان پہنچائے اور کافروں کی تقویت کا ذریعہ بن جائے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے وہاں حدود کے نافذ کرنے سے منع فرمایا، ترمذی شریف کی روایت ہے:

"**عن بسر بن أرطاة قال: سمعت النبی ﷺ لاتقطع الأیدی فی الغزو**" (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۴۳۴)۔

(۲) سد ذریعہ کے طور پر متشابہات سے بچنے کا بھی حکم حدیث نبوی میں دیا گیا ہے، حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"**الحلال بین والحرام بین، وبینهما مشتبهات، لایعلمها کثیر من الناس، فمن اتقی المشتبهات استبرأ لدینه و عرضه**" (صحیح البخاری: ۵۲) (حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے، ان دونوں کے درمیان چند امور ایسے ہیں جن کی حیثیت متشابہات کی ہے جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے، جو شخص متشابہات سے بچا اس نے اپنے دین اور آبرو کو بچالیا)۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے جنگ کے موقع پر کافروں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے سے منع فرمایا (البیہقی ۵/ ۲۲۷)۔

حالانکہ ہتھیاروں کو فروخت کرنا ایک مباح عمل ہے، فی نفسہ اس کو فروخت کرنا جائز و درست ہے لیکن جنگ کے موقع پر کافروں کے ہاتھ فروخت کرنے سے یہ احتمال ہے کہ وہ ان اسلحوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرے گا، جس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے گا، اور یہی سد ذریعہ ہے۔

(۴) کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کرنا حرام ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ خلوت کی یہ ملاقات کسی حرام فعل کے مرتکب ہونے تک پہنچا دے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

"**لایخلونّ رجل بامرأة ولاتسافرنّ امرأة إلا ومعها محرم**" (جامع البخاری، رقم الحدیث: ۳۰۰۶)۔

ایک حدیث میں ہے کہ کوئی مرد کسی اجنبی عورت سے خلوت میں ملاقات نہ کرے؛ کیونکہ ان دونوں کے علاوہ تیسرا شیطان بھی وہاں ہوتا ہے (کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطانی وسوسے سے کوئی نازیبا فعل کر گزریں)۔

"**ألا لا یخلونّ رجل بامرأة إلا کان ثالثهما الشیطان**" (سنن الترمذی، رقم الحدیث: ۱۱۷۱)۔

اجماع میں سد ذرائع:

اجماع میں بھی سد ذرائع کے نظائر پائے جاتے ہیں، مثلاً قرآن کریم کا نزول سات قرأتوں پر ہوا تھا، لیکن جب سیدنا حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانہ میں ناواقفیت کی بنا پر بعض عجمی حضرات کے مابین اس تعلق سے اختلاف ہونے لگا

تو لغت قریش کے مطابق قرآن کریم کے جمع وترتیب پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہوا؛ تاکہ آگے چل کر قرآن کریم اختلاف کا ذریعہ نہ بن جائے، یہ اجماع بھی محض سد ذریعہ کے طور پر تھا(فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ:ص/۳۰۵)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

ذریعہ لغت میں کسی چیز تک پہنچانے والے وسیلہ کو کہتے ہیں،اور اصطلاح میں ذرائع ان اشیاء کو کہا جاتا ہے جن کا ظاہر اور جن کی ذات تو مباح ہو لیکن وہ شئ کسی ممنوع فعل تک پہنچانے کا سبب بنتی ہو۔

"ذريعة:وهى الوسيلة والطريق إلى الشئ، سواء أكان هذاالشئ مفسدة أو مصلحة ،قولا أو فعلا، ولكن غلب إطلاق اسم الذرائع على الوسائل المفضية إلى المفاسد"(معجم أصول الفقہ:ص/۱۴۶)۔

لغت میں سبب اس چیز کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے مقصود تک پہنچا جائے، جب کہ اصطلاح شریعت میں سبب ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کو شریعت نے کسی شرعی حکم کا معرف یعنی علامت یا پہچان کا ذریعہ اس طرح بنایا ہو کہ اس چیز کے وجود کے ساتھ وہ حکم موجود ہو اور اس کے معدوم ہونے کے ساتھ وہ حکم بھی معدوم ہو جائے۔

"السبب لغة: ما يتوصل به إلى غيره، أو هو الطريق إلى الشئ، والسبب اصطلاحا:ماجعله الشارع معرفا لحكم شرعى بحيث يوجد هذا الحكم عند وجوده ،وينعدم عند عدمه "(معجم اصول الفقہ:ص/۱۴۲)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب "قاموس الفقہ" میں لکھتے ہیں: سبب: راستہ وطریق،دروازہ اور رسی کے معنی میں آتا ہے،سب کا ماحصل یہ ہے کہ کسی شئ تک پہنچنے کا راستہ "سبب" ہے۔علامہ سرخسیؒ نے سبب کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی ہے:

"مايكون طريق الوصل إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصل به ولكنه طريق الوصول إليه "۔

جو کسی حکم مطلوب تک پہنچنے کا راستہ ہو، وہ سبب ہے،یعنی جس کے ذریعہ مطلوب تک نہ پہنچا جاتا ہو لیکن وہ مطلوب تک پہنچنے کا طریق ہو(قاموس الفقہ ۴/۱۱۸)۔

سبب وذریعہ میں فرق:

ذریعہ اور سبب کی تعریف سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دونوں کے درمیان میں تھوڑا سا فرق ہے،وہ اس طرح کہ ذریعہ اکثر وبیشتر مفسدہ کا ہی ہوا کرتا ہے، جب کہ سبب اس کے برخلاف ہے،سبب میں کسی بھی مطلوب تک پہنچنے کا جو راستہ و طریق ہو وہی سبب ہے۔

۳-سدذرائع کی حجیت فقہی مسالک میں اوران کے دلائل:

فقہ حنفی:

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک احکام شریعت میں جومصادر قابل قبول ہیں وہ سات ہیں:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اقوال صحابہؓ (۴) اجماع (۵) قیاس (۶) استحسان (۷) اور عرف وعادت (اصول فقہ، فقہ حنفی ومالکی: ص/۱۶)۔

اگرچہ احناف اصولی طور پر سدذرائع کے قائل نہیں، لیکن اس اصول کو بالکل ترک بھی نہیں کیا؛ بلکہ یہ قیاس اور استحسان خفی میں داخل ہے، جیسا کہ امام ابوزھرہ اپنی کتاب اصول الفقہ میں لکھتے ہیں: **"وكان دونهما في الأخذ به الشافعي وأبوحنيفة ولكنهما لم يرفضاه جملة ولم يعتبراه أصلاً قائما بذاته بل كان داخلا في الأصول المقررة عندهما كالقياس والاستحسان الخفي"** (اصول الفقہ: ص/۲۹۴)۔

مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب "قاموس الفقہ" میں لکھتے ہیں: گو اس اصل فقہی (سدذریعہ) کے استعمال میں فقہاء مالکیہ وحنابلہ معروف ہیں، لیکن حنفیہ کے یہاں بھی کثرت سے اس کا استعمال موجود ہے (قاموس الفقہ ۴/ ۱۴۲)۔

سدالذرائع کے حجت نہ ہونے کی دلیل:

"وأنكر الشافعية والحنفية ذلك ، وقالوا إن سد الذرائع ليس من أدلة الفقه ......قالوا:إن الشرع مبنى على الحكم بالظاهر ،كما قد اطلع الله رسوله على قوم يظهرون الاسلام ويبطون الكفر ، ولم يجعل له أن يحكم عليهم فى الدنيا بخلاف ما أظهروا " (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴ /۲۷۸)۔

احناف کے نزدیک سدالذرائع حجت نہیں ہے، اور حجت نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر حکم لگانے پر ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو ایسی قوم کے بارے میں مطلع کیا جو کہ اسلام ظاہر کرتی تھی اور اندر کفر چھپاتی تھی، وہ لوگ جو ظاہر کرتے تھے اس کے خلاف ان پر دنیا میں کارروائی کرنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیا گیا۔

فقہ مالکی:

قاضی عیاضؒ اور دوسرے علمائے اصول نے فقہ امام مالکؒ کے جو اصول بیان کئے ہیں ان کی ترتیب کچھ اس طرح ہے: کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم، اجماع اہل مدینہ، قیاس، قول صحابی، مصلحت مرسلہ، عرف وعادت، سدالذرائع، استصحاب، استحسان (اصول فقہ، فقہ حنفی ومالکی: ص/۳۸)۔

سدالذرائع کے حجت ہونے کی دلیل:

مالکیہ کے نزدیک سدالذرائع فقہی حجت ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: "ولاتسبّواالذين يدعون من دون الله فيسبّواالله عدواً بغير علم" (الانعام :۱۰۸) (اور انہیں دشنام نہ دو، جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے رہے ہیں، ورنہ یہ لوگ حد سے گذر کر براہ جہل اللہ کو دشنام دیں گے)۔

"يأأيها الذين آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا" (البقرۃ:۱۰۴) (اے ایمان والوں! راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو)۔

فقہ شافعی:

فقہ شافعی کے مصادر شریعت خود امام شافعی رحمہ اللہ کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالترتیب سات ادلہ کو پیش نظر رکھتے تھے: (۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ ﷺ (۳) اگر کتاب اللہ وسنت رسول اللہ میں کوئی حکم نہیں ملتا تو پھر اجماع امت کا سہارا لیتے (۴) اگر ان تینوں میں کوئی حکم نہیں ملتا کتاب اللہ پر قیاس کرتے (۵) سنت پر قیاس (۶) اجماع پر قیاس (۷) مختلف فیہ احکام پر قیاس (کتاب الام:ص/۱۷۹)۔

فقہ شافعی میں سدالذرائع فقہی مسائل میں حجت ودلیل نہیں ہے۔

سدالذرائع کے حجت نہ ہونے کی دلیل:

"وأنكر الشافعية والحنفية ذلک ،وقالوا إن سد الذرائع ليس من أدلة الفقه ......قالوا: إن الشرع مبنى على الحكم بالظاهر، كما قد اطلع الله رسوله على قوم يظهرون الإسلام ويبطون الكفر ، ولم يجعل له أن يحكم عليهم فى الدنيا بخلاف ما أظهروا" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/۲۷۸)۔

فقہ حنبلی:

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے فقہی اجتہاد واستنباط کی بنیاد سات اصول پر قائم کی، جو اس طرح ہے:

(۱) نصوص کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ﷺ (۲) اقوال صحابہ کرامؓ (۳) اجماع صحابہؓ جو ایسے مسائل میں ہو جن پر انہوں نے غور وفکر کر کے اور قرآنی ونبوی احکام کی روشنی میں ایک رائے کو منتخب کرنے کے بعد اسے معمول بنالیا ہو (۴) قیاس، لیکن حدیث مرسل اور ضعیف حدیث کی موجودگی میں قیاس کو اختیار نہیں کرتے (۵) استصحاب (۶) مصالح مرسلہ (۷) سدالذرائع (اصول فقہ، فقہ شافعی وفقہ حنبلی: ص/۳۵)۔

سدالذرائع کے حجت ہونے کی دلیل:

حنابلہ کے نزدیک سدالذرائع فقہی حجت ہے، ان کے دلائل یہ ہیں:

”ولا تسبّوا الذین یدعون من دون الله فیسبّوا الله عدواً بغیر علم“ (انعام:۱۰۸) (اور انہیں دشنام نہ دو، جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے رہتے ہیں، ورنہ یہ لوگ حد سے گذر کر براہ جہل اللہ کو دشنام دیں گے)۔

”یاأیها الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا“ (البقرۃ:۱۰۴) (اے ایمان والوں! راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہا کرو)۔

۴-فقہاء کے نزدیک ذریعہ کے درجات:

علامہ قرافیؒ نے ذرائع کی تین قسمیں بیان کی ہیں، وہ لکھتے ہیں: ”الذرائع ثلاثة أقسام، قسم اجتمعت الأمة على سدّه و منعه و حسمه كحفر الآبار فی طريق المسلمين، فانه وسيلة إلى إهلاكهم فيها وكذلك إلقاء السم فی أطعمتهم ......وقسم اجتمعت الأمة على عدم منعه وانه ذريعة لا تسدّ وسيلة لا تحسم كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر ......وقسم اختلف فيه العلماء هل يسد أم لا كبيوع الآجال عندنا“ (انوار البروق فی أنواع الفروق: ۳۲/۲)۔

(۱) ایسا ذریعہ جو فقہاء کے نزدیک قابل اعتبار ہے، اور اس کا سد باب کرنا ضروری اور لازمی ہے مثلاً مسلمانوں کے راستے میں کنواں یا گڑھا کھودنا، یا خوردنی اشیاء میں زہر کی (یا انسانی صحت کے حق میں مضر چیزوں کی) ملاوٹ کرنا۔

(۲) ایسا ذریعہ جسے بالکل نظر انداز کر دیا جائے گا، جیسے انگور سے شراب بنائے جانے کے اندیشہ کے پیش نظر انگور کی کاشت سے نہیں روکا جائے گا۔

(۳) ایسے ذرائع جن کے بارے میں فقہائے کرام کا نقطہ نظر مختلف ہو، مثلاً بیع إلی أجل (معاہدہ بیع جو کوئی خاص مدت کے اختتام پر مکمل ہو) کہ ہمارے یہاں اس طرح کی بیوع میں سدالذرائع کا اعتبار ہے جب کہ باقی فقہاء کے یہاں اس کا اعتبار نہیں ہے۔

علامہ ابن القیمؒ نے ذرائع کی چار اقسام بیان کی ہیں، وہ لکھتے ہیں:

(۱) ایسا ذریعہ جو اپنی طبیعت کے اعتبار سے مفسدہ اور شر کی طرف لے جانے والا ہو، جیسے مے نوشی طبعاً نشہ پیدا کرنے والا وسیلہ ہے۔

(۲) ایسا ذریعہ جو کسی مباح امر کا وسیلہ ہو، لیکن اس کو شر اور مفسدہ کے لئے اختیار کیا گیا ہو جیسے بیع کو ربا کا ذریعہ

بنالیا جائے۔

(۳) ایسا ذریعہ جو طبعاً مفسدہ کا وسیلہ بھی نہ بنتا ہو اور نہ اس سے کوئی شر مقصود ہو لیکن اکثر اوقات وہ مفسدہ کا وسیلہ بن جاتا ہو اور اس کا یہ مفسدہ کا پہلو راجح ہو، مثلاً عدت کے دوران عورت کا تزئین کرنا کہ عورت کا سنگھار نہ تو طبعاً مفسدہ کا وسیلہ ہے، اور نہ مفسدہ مقصود ہے، مگر دوران عدت یہ مفسدہ کا وسیلہ بن جاتا ہے، اور شریعت کی نظر میں اس کے مفسدہ ہونے کا پہلو راجح ہے۔

(۴) ایسا ذریعہ جو مباح کا امر وسیلہ ہو لیکن یہ وسیلہ مفسدہ کی جانب بھی لے جاتا ہو مگر اس میں مصلحت کا پہلو مفسدہ پر راجح ہو، جیسے اس عورت کو دیکھنا جسے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو، اصل یہ فعل مباح ہے؛ کیونکہ اس پر بعض مصالح مرتب ہوتی ہیں، اور اس کے فاعل کا کسی مفسدہ کا ارادہ نہیں، البتہ بعض اوقات مخطوبہ کو دیکھنا مفسدہ تک پہنچنے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے مگر اس میں مصلحت کا پہلو مفسدہ پر راجح ہے (اسلامی فقہ اصول ومبادی: ص/۲۱۲)۔

۵- ائمہ اربعہ کے نزدیک سدالذرائع کی حجیت اور اس کی مثالیں:

احناف کے یہاں سدالذرائع کی مثالیں:

احناف کے نزدیک سد ذریعہ حجت نہیں ہے، لیکن احناف استحسان کے باب میں اس اصول سے استفادہ کرتے ہیں، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنانے کی ممانعت:

علامہ بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) صحیح بخاری کی اس حدیث: "**لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد**" (صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۹۰۱) کی یوں وضاحت فرماتے ہیں: "**ومما يستفاد منه أن قوله هذا من باب قطع الذريعة لئلا يعبد قبره الجهال كما فعلت اليهود والنصارى بقبور أنبيائهم**" (عمدۃ القاری ۸/۱۳۶)۔

اس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ بلاشبہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ذریعہ کو ختم کرنے کے باب میں سے ہے؛ تاکہ ان کی قبر کی جاہل لوگ عبادت کرنا شروع نہ کردیں جیسا کہ یہود اور نصاری نے اپنے انبیاء کی قبور کے ساتھ کیا۔

گویا علامہ بدرالدین عینیؒ نے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث کو قطع الذریعہ کے باب میں سے قرار دیا جو کہ سدالذریعہ کے مترادف ہے۔

کتابیہ سے نکاح کی ممانعت:

جب حضرت حذیفہؓ نے مدائن میں ایک یہودی خاتون سے شادی کی تو سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے انہیں اس بیوی

کو چھوڑنے کا حکم دیا، اس پر انہوں نے پوچھا کہ کیا ایسا کرنا حرام ہے؟ تو اس پر آپؒ نے فرمایا: میرا خط نیچے رکھنے سے پہلے اس کو چھوڑ دو؛ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ مسلمان بھی آپؒ کی پیروی کریں گے، سو وہ اہل ذمہ کی خواتین کو ان کی جمال کی وجہ سے ترجیح دیں گے، اور یہ بات مسلمان خواتین کے لئے فتنہ کے اعتبار سے کافی ہے، اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں: ''وبه نأخذ لانراه حراما ولكنا نرى أن يختار عليهن نساء المسلمين وهو قول أبي حنيفة رحمه الله''۔

اور اسی چیز کو ہم نے اختیار کیا ہے کہ ہم اس کو حرام قرار نہیں دیتے مگر مسلمان خواتین کو ان پر ترجیح دینی چاہئے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے، اس موقف کی بنیاد بھی سد ذرائع ہے۔

ابتداء میں شراب کے برتنوں کو توڑنے کا حکم:

علامہ ابوبکر جصاصؒ (م ۳۷۰ھ) غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے کے ساتھ جلاوطنی کی وجہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس جلاوطنی کو اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ وہ لوگ زمانہ جاہلیت کی بری عادتوں سے تازہ تازہ الگ ہوئے تھے، اس لئے ان کی اس عادت کو ختم کرنے کے لئے ایک سال جلاوطنی کا فیصلہ فرمایا گیا جس طرح شراب کی حرمت کے ابتدائی زمانے میں شراب کے مشکوں اور برتنوں کو بھی توڑنے کا حکم دیا گیا۔

''لأنه أبلغ في الزجر وأحرى بقطع العادة'' (احکام القرآن ۹۶/۵)۔

کیونکہ یہ زجر وتوبیخ میں بلیغ تر اور عادت کو ختم کرنے کے لائق تر ہے، اس مقام پر امام ابوبکر نے ان احکامات کی توجیہ سد الذرائع کے مفہوم کے مطابق کی ہے؛ تاکہ برائی کا راستہ ختم کر دیا جائے۔

جوان خواتین کو چہرہ چھپانے کا حکم:

علامہ ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت: ''يدنين عليهنّ من جلابيبهنّ ''، میں دلیل ہے کہ جوان عورتوں کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانا چاہئے ؛''لئلا يطمع أهل الريب فيهن ''(احکام القرآن ۲۴۵/۵) تاکہ آوارہ لوگوں کے دلوں میں ان کے بارے میں بری خواہش پیدا نہ ہو، یہاں بھی سد ذرائع کے مفہوم کے مطابق آیت کی تشریح کی گئی ہے۔

مالکیہ کے یہاں سد الذرائع کی مثالیں:

مالکیہ سد الذرائع کی اصطلاح کے بانی شمار ہوتے ہیں، اور انہوں نے اس کو باقاعدہ مصدر شریعت کی حیثیت دیتے ہوئے بہت سے مسائل کا استنباط اس مصدر سے کیا ہے۔

بیوع آجال کی ممانعت:

یہ وہ بیوع ہیں جو بظاہر جائز ہیں، لیکن امام مالکؒ نے ان بیوع کو اس وقت ممنوع قرار دیا جب کہ بکثرت لوگ حرام سود حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا حیلہ اپنانے لگے، تو یہ عقد بیع سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار پائے گا۔

"**بیوع الآجال :وهی بیوع ظاهرها الجواز ،لکن منع مالک ماکثر قصد الناس له توصلا للربا الممنوع فیمنع ولو لم یقصده العاقد سداً للذریعة**"(الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/ ۲۸۰)۔

مہر کو مؤجل کرنے کی ممانعت:

مالکیہ کے نزدیک مہر مؤجل کرنا مکروہ ہے اگر چہ مدت معلوم ہو، جیسے ایک سال مثلا اگر کل مہر مؤجل ہو، تا کہ لوگ اس کو بغیر مہر کے نکاح کرنے کا ذریعہ نہ بنالیں، اور یہ ظاہر کریں کہ مہر مؤجل ہے۔

"**ومنها مسألة تأجیل الصداق، فیکره عند المالکیة تأجیل الصداق ولو إلی أجل معلوم کسنة مثلا إن کان المؤجل الصداق کله ،لئلا یتذرع الناس إلی النکاح بغیر صداق ویظهروا أن هناک صداقا مؤجلا**"(الشرح الکبیر ۲ /۳۰۹)۔

شوافع کے یہاں سد الذرائع کی مثالیں:

شوافع بھی اصولی طور پر سد الذرائع کے قائل نہیں مگر احناف کی طرح ان کی کتب میں بھی اس اصول سے استفادے کا ذکر موجود ہے، شوافع قیاس کے باب میں اس اصول سے استفادہ کرتے ہیں۔

خلوت جو داعی زنا ہو حرام ہے:

امام غزالیؒ (م ۵۰۵ ھ) لکھتے ہیں:"**إذا الخلوة لماکانت داعیة إلی الزنا حرمها الشرع کتحریم الزنا**"(المستصفی ۱/ ۳۱۲) (خلوت جب کہ وہ زنا کی طرف لے جانے والی ہو شریعت نے اس کو زنا کی طرح حرام قرار دیا ہے)۔

امام غزالیؒ کی اس عبارت پر غور کیا جائے تو یہ اصول سد ذرائع کے باب سے ہے اگر چہ سد الذرائع کی اصطلاح استعمال نہیں ہے۔

قاضی غصہ میں فیصلہ نہ کرے:

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ قاضی حالت غضب میں فیصلہ نہ کرے، اور اس ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ غصہ انسان کے عقل وشعور پر اثر انداز ہوتا ہے جس کی وجہ سے قاضی درست فیصلہ نہیں کر پاتا، اور عقل وشعور کے متاثر ہونے کی علت پیاس اور زیادہ زخمی ہونے کی حالت میں بھی پائی جاتی ہے، اس لئے حالت غضب پر قیاس کرتے

ہوئے ان حالتوں میں بھی فیصلہ نہیں کرنا چاہئے۔

شوافع نے اس بات کو قیاس کے باب میں ذکر کیا ہے، اور قیاس کی بنیاد پر پیاس اور زخمی حالت میں فیصلہ نہ کرنے کا حکم لگایا ہے اور یہی سدالذرائع کے اصول کے تحت بھی ثابت ہے کہ ان حالات میں فیصلہ کرنے سے ظلم کا دروازہ کھل سکتا ہے، سدالذرائع کے اصول کے پیش نظر ظلم کے اس دروازے کو بند کر دیا گیا، فرق صرف یہ ہے کہ شوافع نے مذکورہ حکم کو ثابت کرنے کے لئے سدالذرائع کی اصطلاح کو استعمال نہیں کیا (فقہ اسلامی کے ذیلی ماخذ: ص ر ۳۳۴)۔

متعدی مرض زدہ سے دور رہنا:

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) "لا عدویٰ ولا طیرۃ" اور "فرّ من المجذوم" والی حدیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وأما الأمر بالفرار من المجذوم فمن سدّ الذرائع" (شرح نخبۃ الفکر مختلف الحدیث: ص ر ۷۵)۔

اور مجذوم سے دور رہنے کا حکم سدالذرائع کے باب میں سے ہے، اگر کوئی شخص مجذوم کے قریب جاتا ہے تو جذام کا مرض، اس کو مجذوم سے منتقل نہیں ہوتا، بلکہ اگر ایسا ہو بھی تو تقدیر الٰہی سے ہوتا ہے، اس کے باوجود مجذوم سے دور رہنے کا حکم سدالذرائع کے پیش نظر ہے۔

حنابلہ کے یہاں سدالذرائع:

حنابلہ نے باقاعدہ سدالذرائع کو ماخذ شریعت مانا ہے، اور اپنے مستنبطہ مسائل میں سدالذرائع کو بطور اصطلاح استعمال کیا ہے۔

پانی نہ دینے پر موت پر دیت کا وجوب:

امام احمد بن حنبلؒ کے فتوی کے مطابق سدالذرائع کی ایک اہم مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانے پینے کا محتاج ہو اور دوسرے آدمی نے اس ضرورت اور احتیاج کے باوجود اس کو کھانے پینے کے لئے نہ دیا، یہاں تک کہ وہ بھوک اور پیاس سے مر گیا تو اس پر دیت لازم ہوگی، اور اس کی وجہ یوں ذکر کرتے ہیں:

"فتجب الدية لذلک ولسدّ ذريعة الشر والفساد" (فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ: ص ر ۳۱۹)۔

پھلوں کو بدوصلاح تک درختوں پر چھوڑنا:

اگر کوئی شخص بدوصلاح سے پہلے درختوں پر لگے پھل خریدے تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں فوراً توڑنے کی شرط لگائیں، لیکن خریدار بدوصلاح تک ان کو درخت ہی پر چھوڑ دے، تو اگر عقد کے وقت ہی اس کے چھوڑنے کا ارادہ ہو تو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک بیع باطل ہوگی، لیکن اگر اس کو چھوڑ دے مگر عقد کے وقت ترک کا ارادہ نہ ہو تو اس سلسلہ میں امام احمدؒ

سے دوقول منقول ہیں: اصح یہ ہے کہ یہ عقد بھی باطل ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں بیع کو صحیح کرنا اس بات کا ذریعہ ہوگا کہ بدوصلاح سے قبل پھل خریدے جائیں، بدوصلاح تک درخت پر چھوڑے جائیں، اس طرح یہ بیع حرام کے ارتکاب کا ذریعہ بنے گی، لہذا بیع بھی حرام ہوگی (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۸۰)۔

۶-فتح الذرائع:

فتح ذرائع سے مراد انسان کے مفاد تک راستہ کو آسان بنانا ہے، امام شہاب الدین ابو العباس احمد بن ابی العلاء القرافی المالکیؒ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها، وتكره وتندب وتباح ، فإن الذريعة هى الوسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعى إلى الجمعة والحج، والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل ا لوسائل وإلى اقبح المقاصد أقبح الوسائل، وإلى ما يتوسط متوسطة، ومما يدّل على حسن الوسائل الحسنة قول الله تعالى : ذلک بأنهم لايصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فى سبيل الله ولا يطئون موطئا يغيظ الكفار ولاينالون من عدو نيلا إلا كتب لهم به عمل صالح" (التوبۃ:۱۲۰)۔

"فأثابهم الله على الظمأ والنصب وإن لم يكونا من فعلهم لأنهما حصلا لهم بسبب التوسل إلى الجهاد الذى هو وسيلة لإعزاز الدين وصون المسلمين" (أنوار البروق فی أنواع الفروق ۲/۳۳)۔

جاننا چاہئے کہ جس طرح ذریعہ کا سد باب ضروری ہے اسی طرح اس کا کھولنا بھی واجب، مکروہ، مندوب اور مباح ہوتا ہے، اس لئے کہ ذریعہ دراصل وسیلہ ہے، اور جیسا کہ حرام کا وسیلہ حرام ہے، اسی طرح واجب کا وسیلہ واجب ہوگا، جیسے جمعہ اور حج کے لئے سعی کرنا، افضل مقصد کا وسیلہ افضل ہوگا، اور برے مقصد کا وسیلہ برا ہوگا، اور درمیانی مقاصد کے وسیلے اسی اعتبار سے درمیانی وسیلے ہوں گے، اچھے وسائل کا اچھا ہونا اللہ تعالی کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے: **"ذلک بانهم...... الی...... عمل صالح"**۔

یہ اس لئے کہ ان کو اللہ کے راستہ میں جو بھی پیاس اور تھکن اور بھوک لگتی ہے اور وہ جو بھی قدم کافروں کو غیظ وغضب میں لانے کے لئے اٹھاتے ہیں اور دشمنوں کو جو بھی زک پہنچاتے ہیں اس پر نیک عمل لکھا جاتا ہے (آسان معانی قرآن)۔

اللہ تعالی نے مجاہدوں کو ان کی پیاس اور تھکاوٹ پر ثواب عطا فرمایا اگر چہ یہ دونوں ان کے اعمال میں سے نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ دونوں ان کو جہاد میں جانے کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں، جو اعزاز دین اور مسلمانوں کی حفاظت کا وسیلہ ہے، اور اسی کا نام فتح ذریعہ ہے۔

نیک نیتی سے منصب کی درخواست کرنا:

حضرت یوسف علیہ السلام نے لوگوں کی نفع رسانی کی غرض سے مالیات کا کام اپنے سر لیا، قرآن میں ہے: "قال اجعلنی علی خزا ئن الأرض إنی حفیظ علیم" (یوسف: ۵۵) (انہوں نے کہا: مجھے ملک کے خزانوں پر متعین کردیجئے، میں حفاظت کرنے والا بھی ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں)۔

اس آیت کے ذیل میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں: سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے خود درخواست کرکے مالیات کا کام اپنے سر لیا؛ تاکہ اس ذریعہ سے عامہ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں، خصوصا آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں......اور یہ کہ ہمدردئ خلائق کے لئے مالیات کے قصوں میں پڑنا شان نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے، نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح نہ بن پڑے گا، تو مسلمانوں کی خیر طلبی اور نفع رسانی کے غرض سے اس کی خواہش یا درخواست کرسکتا ہے، اور اگر حسب ضرورت اپنے بعض خصال حسنہ اور اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں (تفسیر عثمانی: ص/۳۲۱)۔

یہ آیت اور اس کی تفسیر فتح ذرائع کے باب میں سے ہے۔

۷-جدید مسائل میں سد ذرائع کا اصول:

موجودہ دور میں کئی ایک مسائل میں سد ذرائع کا اصول جاری کرکے غلط کاز کے ارتکاب سے اولاد آدم کو روکا جاسکتا ہے۔

نوعمر اولاد کو انڈرائڈ موبائل دینا:

موجودہ دور میں موبائل فون انسانوں کے پارٹ آف بوڈی کے مثل ہوگیا ہے، ہر چھوٹے، بڑے کے ہاتھوں میں موبائل فون ہے، بذات موبائل فون کا رکھنا حرام و ناجائز نہیں ہے، البتہ اس میں جو اسمارٹ فون ہے، یہ اچھائی اور برائی دونو ں کا محور ہوتا ہے، ایسی صورت میں نوجوان بچے و بچیوں کو ان انڈرائڈ موبائل سے دور رکھنا لازم و ضروری ہے؛ کیونکہ وہ غلط رخ کا استعمال کرسکتے ہیں، اس لئے سداللمعصیت ان کو یہ موبائل نہ دیں تو بہتر ہوگا۔

مخلوط اداروں میں تعلیم حاصل کرنے سے نوعمروں کو روکنا:

آج کے دور میں دشمنان اسلام ہر طرح سے اہل اسلام پر حملہ کررہے ہیں، اور ان کے اندر سے اسلامی و دینی شعار وحمیت کو ختم کرنے کے لئے مختلف حربے اپنا رہے ہیں، انہی میں سے ایک تحصیل علم کے نام پر مخلوط نظام تعلیم کو عام کیا گیا ہے

،اوراس رو میں کچھ مغرب زدہ مسلم بھی ملوث ہو چکے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ علم حاصل کرنا اسلام میں ہر مسلمان پر فرض ہے، جو کسی اور مذہب میں نہیں ہے لیکن اس کے حصول کے لئے کچھ آداب واصول ہیں، اگران اصولوں پر عمل کیا جائے تو بہتر اور عمدہ ہے لیکن اگر اسلامی اصولوں کو ترک کیا جائے تو نفع کے بجائے نقصان ثابت ہوگا۔ مثلاً مخلوط تعلیم گاہوں میں علم حاصل کرنا، جہاں بالغ یا قریب البلوغ بچے اور بچیاں یکجا ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے بے شمار ایسے واقعات دیکھنے اور سننے کو مل چکے ہیں، جن سے سر شرم سے جھک جاتا ہے، اس لئے سدذریعہ کے طور پر مخلوط اداروں میں بچے وبچیوں کو تعلیم حاصل کرنے سے سداللمعصیت روکنا چاہئے۔

۸-سدالذرائع کے استعمال میں غلو:

شرعی مسائل کے حل کرنے میں سدالذرائع کا استعمال درست وصحیح ہے، اور یہ اصول ائمہ اربعہ کے اصولوں میں کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے، ہاں اس کے استعمال میں غلو کرنا درست نہیں ہے، بعض حضرات نے اس کے استعمال میں غلو کیا ہے جیسا کہ امام مالکؒ کے ایک قول سے معلوم ہوتا ہے۔ امام مالکؒ سدالذرائع کے ضمن میں شدید مبالغہ کرتے ہیں۔

شوال کے چھ روزں کیلئے سدالذرائع میں غلو:

امام یحیٰؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام مالکؒ کو عیدالفطر کے بعد چھ روزوں کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے کسی صاحب علم اور صاحب فقہ کو یہ روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور اسلاف میں سے کسی ایک فرد سے یہ بات مجھ تک نہیں پہنچی بلکہ اہل مدینہ اسے مکروہ جانتے اور اس بدعت سے بچتے ہیں کہ کہیں عامۃ الناس ان روزوں کو رمضان کے ساتھ نہ ملادیں، یہ اس کا جز نہیں ہیں۔ امام مالکؒ نے جو بات کہی ہے اس پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت ایسے نہیں ہے؛ کیوں کہ رمضان کے بعد عید ہوتی ہے جو کہ رمضان کے اختتام کا باقاعدہ اعلان ہے، اس طرح اس میں وقفہ بھی ہوجاتا ہے اور پھر احادیث میں باقاعدہ ان روزوں کا ثبوت اور ان کی فضیلت کا تذکرہ بھی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال کان کصیام الدهر**" (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۱۶۴) (جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ عمل (ثواب کے اعتبار سے) ساری عمر کے روزوں کی طرح ہوگا)۔

سو محض احتمالات کی بناء پر اس حدیث کو ترک کرتے ہوئے ان روزوں کی ممانعت سدالذرائع کے باب میں غلو کی مثال ہے، آج کے دور میں اس پر عمل کرنا چاہئے مگر اس میں غلو سے بچنا چاہئے (فقہ اسلامی کے ذیلی مآخذ: ۳۱۶)۔

سدالذرائع میں غلو سے اجتناب:

علماء کا سدالذرائع میں غلو:

علماء کرام و پرہیزگار لوگ سدالذرائع کی بناء پر سیاست میں آنے سے کنارہ کش رہتے ہیں؛ تاکہ اپنے آپ کو غلط سیاست کی آلائشوں سے محفوظ رکھیں، مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان پڑھ اور بددیانت افراد پارلیمنٹ و اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں جو قوم وملت اور معاشرے کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتے ہیں۔

یتیموں کے سلسلے میں سدالذرائع میں غلو:

بعض متقی لوگ سدالذرائع کے پیش نظر یتیموں کا متولی بننے سے احتراز کرتے ہیں کہ کہیں ان کے اموال اپنی ضروریات میں استعمال نہ ہوجائیں، اس کے نتیجے میں ظالم اور بددیانت لوگ متولی بن کر ان کا مال کھاجاتے ہیں۔

☆☆☆

سدذریعہ

مولانا یحییٰ معین قاسمی☆

۱-ذریعہ اور سدِ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

لغوی اور اصطلاحی تعریف:

۱-لغۃً:

''سدِ ذرائع'' دوکلمات سے مرکب ہے، پہلا کلمہ ''سد'' ہے، سد کے معنی ہیں: اغلاق بند کرنا اور ردم یعنی رکاوٹ پیدا کرنا۔ ''سد'' پہاڑ اور دیوار کو بھی کہتے ہیں۔

دوسرا کلمہ ''ذرائع'' ہے، جو ذریعہ کی جمع ہے، ذریعہ کے لغۃً چند معانی لکھے ہیں:

(۱) وسیلہ: یعنی وہ راستہ جو کسی چیز کی طرف جائے۔

(۲) سبب: کسی چیز تک پہنچانے کا سبب۔

(۳) وہ اونٹنی جس کی آڑ میں چھپ کر شکاری شکار کرے۔

(۴) تحرک اور سیر: حرکت کرنے اور آگے چلنے کے معنیٰ میں ہے۔

(۵) وہ حلقہ جس کو نشانہ بنا کر تیر اندازی سیکھی جائے (لسان العرب لابن منظور: ۱۰۰/۸، مادہ: ذرع، القاموس المحیط لفیروز آبادی، صفحہ: ۶۶۰)۔

۲- اصطلاحاً:

سدِ ذرائع کے سلسلے میں علماء اصول کی دو رائیں ہیں:

(۱) ہر وہ امر جو وسیلہ یا سبب ہو کسی چیز کا، چاہے وہ امر یا وسیلہ مباح ہو یا واجب ہو یا حرام ہو۔ یہ ذریعہ کی عام تعریف ہے، علامہ قرافی (شرح تنقیح الفصول للقرافی: صفحہ: ۳۵۳، دار الفکر) اور حافظ ابن قیم (اعلام الموقعین: ۳/ ۷۴۔ ۲۰۵) نے اس کا ذکر کیا ہے۔

☆ اگری پاڑا، ممبئی۔

اس لحاظ سے ''ذریعہ'' کی درجِ ذیل اقسام اس میں شامل ہیں:

(۱) جو ذریعہ خود مفسدہ ہو اور کسی محظور کا وسیلہ بنے۔

(۲) جو ذریعہ خود مفسدہ ہو؛ لیکن مصلحت کی طرف لے جائے۔

(۳) جو ذریعہ خود مصلحت ہو اور مصلحت کی طرف لے جائے۔

(۴) جو ذریعہ خود مصلحت ہو وہ مفسدہ کا وسیلہ بنے۔

(۲) دوسری تعریف: ایسا کام جو ظاہری طور پر جائز ہو؛ لیکن حرام یا محظور کی طرف پہنچائے۔

یہ تعریف پہلی تعریف کی بنسبت خاص ہے؛ بلکہ پہلی تعریف میں چوتھی صورت بعینہ یہی ہے۔

علماءِ اصول میں سے: قاضی عبد الوہاب (الاشراف علی مسائل الخلاف: ۱/۲۷۵)، علامہ باجی (الاشارات فی الاصول للباجی، صفحہ: ۸)، علامہ قرطبی (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ۲/۵۷، ۵۸، دار احیاء التراث العربی)، علامہ ابن عرفۃ (تفسیر ابن عرفۃ: ۱/۲۵۹) اور علامہ شاطبی (الموافقات: ۵/۱۸۳، دار ابن قیم) وغیرہ نے اس تعریف کو ذکر کیا ہے۔

سببِ اختلاف:

(۱) جن علماء نے ''ذریعہ'' کو منفرداً ملحوظ رکھا، انہوں نے عام تعریف کی ہے، اور جنہوں نے کلمہ ''سد'' کے ساتھ ملا کر تعریف کی انہوں نے خاص معنیٰ ذکر کیا۔

(۲) شیخ وہبہ زحیلی نے لکھا ہے کہ علماء کا ذریعہ کی اصطلاحی تعریف میں خصوصی معنیٰ ذکر کرنے کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہی قسم فی الواقع محلِ اختلاف ہے (الذرائع فی السیاسۃ الشرعیہ والفقہ الاسلامی، صفحہ: ۲۲)۔

(۳) سدِ ذریعہ عمومی معنیٰ میں نہیں لیا جاسکتا؛ اس لئے کہ سدِ ذریعہ کا اصول عقلاً صرف اسی خاص صورت میں ہوگا، بقیہ ۳ صورتوں میں ممکن نہیں، پہلی دو میں تو ''ذریعہ'' خود مفسدہ اور محظور ہے۔ اور جس صورت میں وہ مصلحت کا وسیلہ بن جائے تو وہ فتحِ ذریعہ کے قبیل سے ہوگا۔

۲- ذریعہ اور سبب میں فرق:

لغوی اعتبار سے ذریعہ اور سبب میں کوئی فرق نہیں ہے، ذریعہ پر سبب کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۳- سدِ ذرائع کی حجیت کے بارے میں ائمۂ فقہ کے مسالک:

مذاہب اربعہ فی الجملہ سد ذریعہ کے اصل پر اتفاق کرتے ہیں، یہ قاعدہ ہر ایک کے نزدیک کسی نہ کسی درجہ میں معتبر

ہے؛البتہ اس کو اختیار کرنے کے منہج،فروعات میں تطبیق دینے،اور جزئیات پر اطلاق کرنے کے لحاظ سے ان میں اختلاف ہے۔صرف ظاہریہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

مالکیہ نے اس کو مستقل قاعدہ اور دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے،نیز اس قاعدہ کی نسبت انہی کی طرف مشہور ہے،مالکیہ کی کتب اصول میں اس کا مفصل ذکر ملتا ہے؛انہوں نے سد ذریعہ پر عمل کرنے میں سب سے زیادہ توسع سے کام لیا ہے۔

حنابلہ کے بھی کتب اصول میں اس کا ذکر ملتا ہے،ان کے یہاں بھی سد ذریعہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ میں فرق:

البتہ حنابلہ اور مالکیہ کے مابین دقیق فرق ہے،جس کو حافظ ابن تیمیہؒ نے واضح کیا ہے،فرق یہ ہے کہ حنابلہ نے مالکیہ کی طرح اس میں توسع سے کام نہیں لیا،اس کی وضاحت یوں ہے کہ ایسا ذریعہ جو مفسدہ کا وسیلہ بنے،اس کا سد اسی وقت کرتے ہیں جب اس ذریعہ کی حاجت نہ ہو،بالفاظ دیگر عند الحاجۃ وہ ذریعہ مسدود نہ ہوگا؛ بلکہ اس کی ممانعت ساقط ہوجائیگی،اور اس پر عمل کی اجازت ہوگی بشرطیکہ حیلہ کی غرض نہ ہو۔

حنابلہ نے امام احمد بن حنبلؒ سے سد ذرائع کا قول نقل کیا ہے،حافظ ابن القیمؒ نے سد ذرائع کے موضوع پر وسیع کلام کیا ہے اور اس کی حجیت کی ۹۹/وجوہات ذکر کی ہیں۔انہوں نے سد ذریعہ کو ربع دین قرار دیا ہے۔

شافعیہ کے یہاں سد ذریعہ کا استعمال کم ملتا ہے،بعض شافعیہ سے اس اصل کی تردید منقول ہے جو ان کی جانب سے تسامح ہے ورنہ فقہ شافعی کے بہت سے فروعی مسائل اس پر مبنی ہیں،خود امام شافعیؒ کی عبارت سے علامہ ابن رفعہؒ نے اس کا اثبات کیا ہے(کتاب الام،باب احیاء الموات،النہی عن بیع الماء لیمنع بہ الکلأ)،البتہ علامہ سبکی وغیرہ نے اس کی بھی تردید کی ہے۔

حنفیہ:-حنفیہ استحسان کے ضمن میں سد ذریعہ پر عمل کرتے ہیں،حنفیہ کے یہاں استحسان بہت ہی وسیع باب ہے،جس میں سد ذریعہ شامل ہے۔استحسان میں بہت سی صورتیں بعینہ وہی ہیں جو سد ذرائع کی ہیں،بہت سارے فروعی مسائل میں حنفیہ سد ذرائع کے اصل پر عامل ہیں؛البتہ ان کے یہاں سد ذریعہ کا ذکر مالکیہ اور حنابلہ کی طرح مستقل اصل اور قاعدہ کے طور پر نہیں ملتا۔

حجیتِ سدِ ذرائع:

قرآن کریم سے دلائل:

۱-اللہ تعالیٰ کا قول ہے:"ولا تسبّوا الذین......"(سورہ انعام:۱۰۸)،اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے آلہہ کو سبّ وشتم کرنا حرام قرار دیا ہے،مسلمانوں کے لیے اگرچہ فی نفسہ ان کی اہانت مطلوب ہے؛لیکن چوں کہ اللہ تعالیٰ کے سبّ وشتم کا

وسیلہ بن سکتا ہے اس لیے منع کیا گیا۔

۲-دوسری آیت ہے: "یا أیها الذین آمنوا لا تقولوا راعنا ...."اللہ تعالی نے مؤمنین کو اللہ کے نبی ﷺ کو "راعنا" پکارنے سے منع کر دیا؛ اس لئے کہ کفار جب محمد ﷺ کو اس لفظ کے ساتھ خطاب کرتے تھے تو برائی کا قصد کرتے تھے، مسلمانوں کو بھی منع کر دیا مشابہت کی وجہ سے، اگر چہ ایمان والا اس کا قصد نہیں کرتا (البقرۃ:۱۰۴)۔

۳-اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "ولا یضربن بأرجلهن ...."(النور:۳۱) اس لیے منع کیا گیا ہے کہ خلخال کی آواز فتنہ کا اور شہوت کے ابھارنے کا سبب بن سکتی ہے۔

۴-اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اذهبا الیٰ فرعون........."اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ نرم کلام کیجیے، نرم کلام کا حکم اپنے سب سے بڑے دشمن کے لیے اور کافر کے لیے؛ تاکہ سخت کلامی دین سے نفرت کا ذریعہ نہ بن جائے، اسی لیے فی نفسہ جائز ہونے کے باوجود اس کو منع کیا گیا۔

۵-غض البصر کا حکم سداً للزنیٰ- قوله تعالی: "قل للمؤمنین یغضّوا من أبصارهم..." الآیة "و قل للمؤمنات یغضضن......"(النور:۳۰-۳۱)۔

۶-اسی طرح احکام اجازت بھی اسی پر مبنی ہیں۔قولہ تعالیٰ: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ..."(النور:۵۸) آرام کے اوقات میں بچوں کو اجازت طلب کرنے کی تعلیم دی جائے۔

۷-" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ......"(الجمعہ:۹) اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی اذان کے وقت ایمان والوں کو بیع و شراء سے روکا ہے۔

احادیثِ نبویہ سے سدِ ذرائع پر دلائل:

۱-"حرم النبی ﷺ الجمع بین المرأة و عمتها والمرأة وخالتها" نکاح میں دونوں کا جمع کرنا درست نہیں اگر چہ عورتیں راضی ہوں، قطیعۃ الرحم کے سد باب کے لیے۔

۲-تشبہ باہل الکتاب سے روکا گیا ہے۔ "لیس منا من تشبه بغیرنا" اور "من تشبه بقوم فهو منهم......"۔ مشابہت ذریعہ ہے ارادہ اور عمل میں موافقت کا۔

۳-"خلوة بالاجنبة" چاہے کسی بھی صورت میں ہو، سداً للزنیٰ۔

۴-"ما أسکر کثیره فقلیله حرام" تاکہ تھوڑا اسکر کا ذریعہ نہ بن جائے۔

۵-"نهی النبی ﷺ عن بیع و سلف"۔ ربا کا ذریعہ نہ بن جائے۔

۶-"ليس لقاتل شيء" . مورث کے قاتل کو ترکہ سے محروم کیا جائے؛ تاکہ یہ قتل میراث کو جلدی حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنے۔

۷-"أمر الملتقط أن يشهد على اللقطة" تاکہ طمع کی وجہ سے اپنے لیے قیمتی چیز نہ رکھ لے، اس کے سد باب کے لیے یہ حکم ہے۔

۸-"نهى عن بيع العينة"۔

۹-"نهى أن يخطب الرجل على خطبة أخيه و أن يبيع على بيع أخيه" . بغض وعداوت اور نفرتوں کا سدباب مقصود ہے۔

۱۰-"نهى أن يسافر المرأة إلا مع محرم لها" . تاکہ لوگ اس پر طمع نہ کریں اور اس کے ذریعہ سے معاصی میں مبتلا نہ ہوں۔

۱۱-اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یہاں اگرچہ کعبہ کی تجدید کرنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاوں کے مطابق اچھی بات تھی؛ لیکن نبی کریم ﷺ نے اس کو چھوڑ دیا؛ تاکہ فتنہ میں نہ پڑ جائے۔

۱۲-اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنی ذات کے اعتبار سے تو واجب شرعی ہیں؛ لیکن اگر اس پر عمل کرتے وقت نتیجہ منعکس ہوجائے اور اچھائی کی جگہ معاملہ مزید خراب ہوجائے، تو اس کو ترک کیا جائے گا، اس کے منفی اثر کی وجہ سے، اسی طرح حج کا فریضہ ہے یا خروج للجہاد ہے، اگر یہ اہل وعیال کے ضیاع کا وسیلہ بنیں۔

افعال صحابہ اور ان کے اقوال سے سدِ ذرائع پر شواہد:

۱-مرض الموت میں مطلقہ مبتوتہ کو وارث قرار دینا۔ طلاق دینے والے کو اس کے قصد میں متہم ٹھہرایا ہے کہ یہ اس کو میراث سے محروم کرنا چاہتا ہے؛ اگرچہ اس کا قصد وارادہ نہ ہو۔

۲-صحابہ رضی اللہ عنہم سے بیع العینہ کی تحریم منقول ہے۔

۳-صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے اس بات پر کہ پوری جماعت کو ایک شخص کی بنا پر قصاصاً قتل کیا جائیگا، اگر پوری جماعت نے مل کر ایک شخص کا قتل کیا ہو، سداً لذریعۃ الفساد (الاستذکار: ۲۵/ ۲۲۴)۔

۴-حضرت عمرؓ کا لفظ تین سے تین طلاق کے وقوع کا حکم لگانا؛ تاکہ لوگ اس سے باز رہیں (المغنی: ۱۰/ ۳۳۴؛ بدایۃ المجتہد: ۲/ ۶۲)۔

۵-حضرت عثمان غنیؓ کا قرآن کریم کو ایک مصحف میں جمع کرنا، نیز تمام قراءت کو ایک ہی میں شامل کرلینا، الگ

الگ مصاحف نہ بنانا، اختلاف اور فتنہ کے سد باب کے لیے۔

۶- حضرت عمرؓ کا بیعۃ رضوان کے درخت کو کٹوانا، سداً للذریعۃ البدعۃ والشرک (الاعتصام:۱/۳۴۶)۔

۷- کشف عورت کی حرمت۔

۸- تبرج کی ممانعت۔"وقرن فی بیوتکنّ..."۔

۹- اخضاع بالقول سے ممانعت۔"فلا تخضعن بالقول فیطمع......"۔

سدِ ذرائع عقل کی روشنی میں:

عقل سلیم اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ یہ حکمت میں سے ہے کہ اگر کسی چیز کو منع کیا گیا ہے، تو اس کے وسائل کو بھی منع کیا جائے، اور یہ بات بالکل حکمت کے خلاف ہے کہ کسی چیز کو منع کیا جائے اور اس کی طرف لے جانے والے جو راستے اور وسائل ہیں، ان کو مباح قرار دیا جائے، جب کسی چیز کو حرام کیا ہے تو اس کے وسائل کو بھی حرام کرنا ضروری ہے؛ تاکہ وہ حرمت کے حدود تک نہ پہنچ سکے۔

۴- اہلِ اصول اور فقہاء کے نزدیک ذرائع کے مختلف درجات ورجحانات:

علماء نے مختلف حیثیتوں سے ذرائع کی تقسیم اور درجات متعین کیے ہیں:

(الف) ذرائع کے فتح اور سد کے لحاظ سے علامہ قرافیؒ نے اسے تین قسموں میں منقسم کیا ہے:

(۱) جن ذرائع کے سد پر سب کا اتفاق ہے، مثلاً: **حفر الآبار فی طریق العامۃ، وسبّ الاصنام عند المشرکین**، ان کا مفسدہ کا وسیلہ بننا یقینی ہے یا غالبِ کثیر ہے۔

(۲) جن ذرائع کے عدمِ سبّ پر تمام کا اتفاق ہو، مثلاً: انگور کی کاشت سے روکنا، **التجاور فی البیوت خشیۃ الزنا**۔

ظاہر ہے کہ ان وسائل کا مفسدہ کی طرف پہنچنا نادر ہے، یا درمیان میں متعدد واسطے ہیں اور اس میں مصلحت زیادہ راجح ہے مفسدہ سے۔

(۳) جن ذرائع کے سد اور عدمِ سد میں اختلاف ہو، مثلاً: بیوع الآجال۔

واضح رہے کہ ان میں مصلحت اور مفسدہ دونوں پہلو موجود ہیں، یہ قسم پہلی دو قسموں کے درمیان کا درجہ ہے (الفروق: ۲/۳۸)۔

(ب) ذریعہ کے مفسدہ کی جانب پہنچنے میں قوۃ وضعف کے لحاظ سے علامہ شاطبی نے چار قسموں میں منقسم کیا ہے:

(۱) جو قطعی طور پر مفسدہ کی طرف لے جائے، اس کے مسدود ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔

(۲) جو شاذ و نادر مفسدہ کی طرف پہونچے، مثلاً: خمر کے خوف سے انگور کی کاشت سے روکنا، زنا کے خوف سے قرب وجوار میں گھر بنانے سے روکنا۔

(۳) جو غالباً مفسدہ کا نتیجہ بنے، مثلاً: بیع العنب للخمار. حکم کے لحاظ سے یہ پہلی قسم کے ساتھ ملحق ہے؛ اس لئے بہت سے ابواب میں شریعت نے غلبۂ ظن کو یقین کا درجہ دیا ہے۔

(۴) جو کثرت سے مفسدہ کا وسیلہ بنے؛ لیکن غلبہ کے درجہ سے کم ہو، جیسے: بیوع آجال۔

یہ قسم مختلف فیہ ہے، امام مالک کثرت کو غلبۂ ظن کے ساتھ ملحق کرتے ہیں (سدالذرائع وتطبیقاۃ فی مجل المعاملات، صفحہ، ۳۰؛ الموافقات: ۳/ ۵۳)۔

وسیلہ غالباً مفسدہ کی طرف نہیں پہونچتا؛ لیکن اس کے ذریعہ لوگ کثرت سے محرم کا قصد کرتے ہیں، اس ارادہ کی کثرت کو غلبہ کے ساتھ ملحق کردیا جائے گا۔

(ج) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اصل اجازت ہے اور مفسدہ کا نہ یقین ہے، نہ غلبۂ ظن ہے اور نہ اس قضیہ میں فاعل کے مفسدہ کا قصد موجود ہے۔

اسی لحاظ سے امام قرطبیؒ نے بھی چار قسمیں کی ہیں:

(۱) جو قطعی طور پر محظور کی طرف واقع ہو۔ (۲) جو غالباً محظور کا وسیلہ بنے۔

اوپر کی دونوں قسموں کا سد ضروری ہے۔

(۳) جو غالباً محظور سے علیحدہ ہو یعنی شاذ و نادر محظور کی طرف پہونچائے۔

(۴) جس میں مصلحت اور مفسدہ مساوی ہو۔ یہ چوتھی قسم مختلف فیہ ہے۔

(د) ابن قیمؒ نے چار درجات بیان کیے ہیں (اعلام الموقعین: ۳/ ۱۴۸):

(۱) جو ذریعہ خود موضوع ہو مفسدہ کے لیے اور مفسدہ تک پہونچائے، مثلاً: "**شرب الخمر المفضی الی السکر، الزنا المفضی الی فساد الفراش**"، اس کا سد باب متفق علیہ ہے۔

(۲) جو مباح کے لیے موضوع ہو اور اس سے مفسدہ تک پہونچنے کا قصد کیا جائے، جیسے: عقدالنکاح بغرض التحلیل۔

(۳) جو مباح کے لیے موضوع ہو اور اس میں مفسدہ کا قصد نہ ہو؛ لیکن غالباً مفسدہ تک پہونچا تا ہو، جس کی مصلحت

مفسدہ پر راجح ہو، مثلاً: النظر الی المخطوبہ۔ شرعاً ایسے وسیلوں کا سد باب نہیں کیا جائے گا۔

حافظ ابن القیمؒ نے دوسری اور تیسری قسموں کو محل اختلاف قرار دیا ہے اور اس پر شیخ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: یہ تیسری قسم بھی عند الحاجۃ ممنوع ہے یعنی اس کے سد کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں، اختلاف کا محل دوسری قسم ہے (الذرائع فی السیاسۃ الشرعیۃ والفقہ الاسلامی، ص:۲۲)۔

(ہ) مجمع الفقہ الاسلامی الدولی کی تقسیم (ذوالقعدہ ۱۴۱۵ھ ابوظبی):

(۱) جس کی ممانعت پر سب کا اتفاق ہو، یا قرآن وسنت میں جس کی ممانعت منصوص ہو، یا اس کا مفسدہ کی طرف پہونچنا قطعی ہو یا غالب وکثیر ہو جائے، چاہے وسیلہ مباح ہو، یا مندوب ہو، یا واجب، نیز وہ عقود جن میں حرام کا قصد ظاہر ہو جائے، بھی اسی قبیل سے ہیں۔

(۲) جس کے فتح پر سب کا اتفاق ہو۔ وہ ذرائع جن میں مصلحۃ مفسدہ پر راجح ہو۔

(۳) جو مختلف فیہ ہوں۔ یہ وہ تصرفات ہیں جن کا ظاہر صحیح اور درست ہو؛ لیکن اس کے ساتھ محظور کا وسیلہ بننے کی تہمت مضمر ہو، اس کے ذریعہ کثرت سے حرام کا قصد کیے جانے کی بنا پر (موسوعۃ القضایا الفقہیہ المعاصرۃ والاقتصاد الاسلامی، ص:۱۴۷، قرار:۹۶/ ۹/ ۹۵ مکتبۃ دار القرآن)۔

۵- ائمہ اربعہ کے یہاں سد ذریعہ کی مثالیں:

ائمہ اربعہ میں سے مالکیہ نے بہت ہی وسعت کے ساتھ سد ذرائع کے اصول کو عمل میں لایا ہے۔ ان کے مقابلے میں شافعیہ بالکل برعکس بہت ہی کم اس پر عامل ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ حنابلہ اقرب الی المالکیہ ہیں اور حنفیہ اقرب الی الشافعیہ ہیں۔ اصولی طور پر مالکیہ اور حنابلہ نے سد ذرائع کو مستقل اصل اور قاعدہ شمار کیا ہے، ان کی کتب اصول میں اس کا مستقل ذکر ملتا ہے۔

اس کے بعد تیسرے درجے میں حنفیہ اس پر عامل ہیں، وہ استحسان کے ضمن میں اس پر عمل کرتے ہیں، استحسان بہت ہی وسیع باب ہے عند الحنفیہ، جس میں سد ذرائع شامل ہیں، شافعیہ سب سے کم سد ذرائع پر عامل ہیں اور مصالح میں بھی اس کا اعتبار کرتے ہیں، جو قطعی ہو اور کلی اور عام ہو۔

مذاہب اربعہ میں سد ذرائع کی تطبیقات:

مذہب مالکیہ:

مذہب مالکیہ جو سد ذریعہ پر عمل میں سب سے زیادہ وسیع ہیں اور بعضوں نے اس کو مانعہ سے تعبیر کیا ہے:

(۱)بیوع الآجال جو بیع عینہ کی ایک قسم ہے۔ (۲)عقد سلم کی بعض صورتیں۔

(۳)عقد سلم اور بیع سے متعلق اقالۃ مع الزیادۃ اوالنقصان۔ (۴)المقاصّۃ بین الدینین.

(۵)المراطلۃ ،وھی أن یبیع النقد بصنفہ وزناً ویکون مبادلۃ. (۶)الحِیَل کی ممانعت۔

(۷)البدع ومایتصل بموضوع البدع.

سدذریعہ کااستعمال ابواب البدع میں مختلف وجوہات کی بناپر ہوتاہے:

(۱)نفلی عمل اگرسنت کاوہم پیداکرے۔

(۲)کوئی سنت عمل اگرفرض ہونے کاشبہ ظاہرکرے۔

(۳)عام عبادت کاکرنا،جوکسی زمانہ یامکان یاکسی خاص صفت کے ساتھ مخصوص معلوم ہو۔

(۴)کسی عبادت کیساتھ کوئی زائدعمل اس کے ساتھ ملحق کیاجائے کہ لوگ اسے اس کی صفت اورحصہ سمجھنے لگیں۔

مذہب حنابلہ:

(۱)وہ عقود جوربا کی طرف لے جاتے ہیں،مثلاً:بیوع الآجال والعینہ ۔

(۲)اسی طرح حنابلہ ہراس ذریعہ کوروکتے ہیں جوگناہ کی طرف لے جائے،مثلاً:انگور کے عصیرکوشراب بنانے والے کے ہاتھ بیچنا۔

(۳)حیل کوحرام قراردیاہے سداًللذریعہ۔

(۴)بدع فی الدین کے باب کی بھی بےشمارفروعات اسی پرمبنی ہیں۔

(۵)زندیق جومشہوربالزندقہ ہو،اس کےتوبہ کی عدم قبولیت کاحکم۔

(۶)اسیراورتاجرکودارالحرب میں نکاح سےمنع کرنا۔

مذہب الشافعیہ:

شافعیہ نے اپنی فروعات میں سدذرائع سے کام لیاہے؛لیکن اس کے باوجودان کے اصولیین نے اس پرردّاور انکارکیاہے:

(۱)وہ معذورین جن پرجمعہ واجب نہ ہو،اگرظہرجماعت کے ساتھ اداکرناچاہیں توسراًاداکرناچاہیے،سداًلذریعۃ التہمۃ (المجموع:۴/۴۹۳)۔

(۲)''ضمان الاجیرالمشترک''اجیرمشترک پرضمان کے سلسلے میں''مہذب''میں دوقول منقول ہیں:ایک وجوب

ضمان کا ہے اور دوسرا عدم وجوب کا۔اس کے بعد مرقوم ہے کہ سداًللذ ریعۃ عدم وجوب کے قول پر فتوی نہیں دیا جائیگا؛ یہ سب سے واضح دلیل ہے امام شافعیؒ کے سدذ رائع قبول کرنے پر (المہذ ب: ۱/ ۵۷۰،دار الفکر)۔

(۳)"منع المفطر بعذر من الأكل عند من لايعرف عذره سدا للذريعة" جس کا افطار عذر کی بنیاد پر ہواس کو بھی دوسروں کے سامنے اکل سے روکا جائیگا (المہذب ۱/ ۲۴۹)۔

(۴)"مسئلة الولی: لو باع علی الیتیم شقصا....."۔

(۵) "مسئلة المريض :إذا فی مرض موته......"، مرض الموت میں جب ایک حصہ بغیر مثل کے بیچ دے۔وکذا ابطال اقرار المریض.....اسی طرح وارث کے لئے مریض کا اقرار باطل کرنا۔

(۶)اسی طرح علامہ زرکشی نے ذکر کیا ہے کہ بویطی میں امام شافعیؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ ایسی مسجد میں جہاں امام راتب ہو، وہاں نماز کی جماعت ہونے کے بعد دوسری جماعت کرنا مکروہ ہے، امام راتب کے علاوہ کسی اور کے پیچھے پڑھنے کا قصد کے سدِ باب کے لئے۔

(۷) کسی پر مجور علیہ نے دین کا اقرار کیا حجر سے قبل، تب بھی اس کا اقرار لازم نہ ہوگا سداً للذ ریعہ۔

(۸)وکیل بالبیع کا اپنے نفس سے یا اپنے بیٹے سے بیع سے روکا گیا سداً للذ ریعہ۔

(۹)تضمین الصناع۔معلم السباحہ کو بچہ کے ڈوبنے پر ضامن قرار دینا۔

(۱۰) قاتل کو ہر حال میں میراث سے محروم کیا جائیگا، چاہے قتل مضمون ہو یا غیر مضمون، یا قاتل متہم ہو یا غیر متہم ہو (المهذب: ۲/ ۳۴)۔

(۱۱) کفار اگر بچے اور عورتوں کو ڈھال بنالیں، تو ان کو مارنے یا ان پر گولی چلانے کی اجازت ہوگی، سداًلذ ریعۃ ترک الجہاد، اور کفار کے مسلمین پر غالب ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ چاہے جتنا ہی انکار کرلیں؛ لیکن شوافع حضرات کو بھی سدذرائع سے عمومی طور پر خلاصی نہیں۔

سدذرائع عندالحنفیہ :

حنفیہ نے صراحۃً اس کو بطور اصول ذکر نہیں کیا ہے؛ البتہ فقہائے حنفیہ اور علماء اصول نے اس کا انکار بھی نہیں کیا، اور جیسا کہ واضح ہے کہ عدم ذکر انکار کو مستلزم نہیں؛ بلکہ حنفیہ کے نزدیک یہ اصول معتبر ہے، کتب فقہ میں بہت سی فروعات اور مسائل کی بنیاد سدذریعہ ہے، مثلاً:

(۱) مالکیہ اور حنابلہ سے اتفاق کرتے ہیں بیوع آجال کی بعض صورتوں کی ممانعت میں۔ "من اشتری بألف

سلعة حالة" ......**قبل أن يفقد الثمن الأول"** حنفیہ کے یہاں شبہ حقیقت اورتعیین کے ساتھ ملحق ہے محرمات کے باب میں۔ بقول الکاسانی: "**الشبهة في هذا الباب ملحقة بالحقيقة بقول ابن الهمام، إنما ذمت العقد الأول به لأنه وسيلة.......".**

بعض ایسے مسائل ملاحظہ فرمائیں، جن میں مالکیہ نے اسی اصول کی بنیاد پر حکم لگایا ہے، جس کو دیگر بعض علماء نے سد ذریعہ میں مبالغہ سے تعبیر کیا ہے، مثلاً:

(۱) فرض نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت ممنوع ہے، اگرچہ مصلی منفرد ہو۔

(۲) فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کا ممنوع ہونا، امام کے اندر تکبر اور عجب کے خطرہ سے۔

(۳) دوران عدت کسی نے معتدہ سے نکاح کرلیا اور دخول ہوا، تو تفریق کی جائیگی، اور ان دونوں کے درمیان حرمت ابدیہ آجائیگی عندالامام مالکؒ سداً للذریعہ، یہ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔

(۴) صائم کے لیے تقبیل کا ممنوع ہونا امن من الشہوۃ کے باوجود سداً للذریعہ۔

(۵) مرض موت میں مطلقہ مبتوتہ کا وارث بنانا؛ اگرچہ عدت ختم ہوجائے اور اگرچہ وہ عورت دوسرا نکاح کرے، ہر حال میں یہ حکم ہے سداًللذریعہ عندالمالکیہ۔

(۶) اس میں احتکار کی ممانعت ہے۔ احتکار اناج غلہ وغیرہ کو روکنا؛ تاکہ بعد میں زیادہ قیمت پر اس کو بیچا جائے، یہ ممنوع ہے، ورنہ فی نفسہ یہ جائز ہے؛ لیکن عوام پر مضائقہ کے خدشے سے اس کو منع کیا گیا ہے۔

(۷) قضاء القاضی بعلمہ: قاضی کا کسی مسئلہ میں اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا، تو تقریباً تمام فقہاء اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ قاضی کا اپنے علم کی بنیاد پر حدود میں یعنی خالص حدود میں فیصلہ کرنا تو جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ حدود میں احتیاط غالب ہے اور ذاتی علم پر اکتفا احتیاط کے خلاف ہے۔

حقوق العباد کے تعلق سے جو قضایا ہیں، ان کے سلسلے میں مالکیہ کا کہنا ہے کہ قاضی کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنے علم سے فیصلہ کریں، اور یہی قول امام احمد سے بھی مشہور روایت ہے، اور سد ذریعہ کو سامنے رکھتے ہوئے یہ حکم لگایا گیا ہے۔

حنفیہ اس سلسلے میں یہ رائے رکھتے ہیں کہ متقدمین جواز کے قائل تھے، اور ابن حزم اور شافعیہ کا یہی مذہب ہے، اور متاخرین حنفیہ نے عدم جواز کا فتوی دیا ہے، حاشیہ ابن عابدین "والمختار الآن عدمہ........"، امام شافعیؒ ابتداءً جواز کے قائل تھے، پھر اس کو ناپسند کیا، تو ظاہر یہ ہوتا ہے کہ امام شافعی اور متاخرین حنفیہ نے جو منع کیا ہے، اس کا سبب سد ذریعہ ہے۔

(۸) منع زواج الکتابیات یعنی کتابیہ سے نکاح کی ممانعت۔ اللہ تعالی کا قول ہے:

"وطعام الذين اوتوا الكتاب........والمحصنات من الذين اوتوا الكتاب"اس آیت کی بنیاد پر جمہور جواز کے قائل ہیں،فقہاء نے کچھ شرائط کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے، کہ کتابیہ دین سماوی پر ایمان رکھتی ہو اور عفیفہ ہو، ذمیہ ہو اہل حرب سے نہ ہو؛ لیکن اس کے باوجود عام طور پر حضرت عمرؓ سے کئی مواقع پر اس کی ممانعت منقول ہے اور یہ ممانعت سد ذریعہ پر مبنی ہے۔

(۹) **القاضی یقضیٰ بعلمه** (بدائع الصنائع:۷/۷)۔

(۱۰) **تضمین الصناع** (بدائع الصنائع:۴/۲۱۰)۔

(۱۱) **ولا یباح للشواب منهن الخروج إلی الجماعات۔**

نوجوان عورتوں کا مساجد کی جماعت میں شرکت کرنا (بدائع الصنائع:152/1)۔

(۱۲) استمتاع بالحائض کے مسئلے میں مافوق الازار سداً للذریعہ ہے۔

(۱۳) معتدہ یا سوگ منانے والی خاتون کے لیے زینت اختیار کرنے کی ممانعت (الہدایہ ۲/۳۱)۔

(۱۴) مسجدوں میں فقراء کے لیے کمرے بنانا یا درس وغیرہ کے لیے، اگر چہ اس میں منفعت ہے، لیکن مسجد کی تقذیر اور اس پر قبضہ ہوجانا وغیرہ مفاسد کی بنا پر منع کیا گیا۔"**حرمة إحداث الغرف و الخلوات فی المساجد**"۔

(۱۵) **عدم قبول توبة الزندیق المرتد (المشهور بالزندقة) کما عند المالکیة و الحنابلة** .اس کے قبول کرنے میں استخفاف بالدین ہے۔

(۱۶) مرض موت میں دَین کا اقرار مستلزم ہے ابطال حق الغیر کے؛ لہٰذا دیون صحت اس پر مقدم ہوں گے، اور اسی طرح وہ دیون جن کے اسباب معلوم ہوں۔

۶-بعض اہلِ اصول کے نزدیک فتح ذرائع:

علامہ قرافی، علامہ شاطبی، اور ماضی قریب کے علماء میں سے علامہ ابن عاشور رحمۃ اللہ علیہم نے فتح ذرائع پر کلام کیا ہے، بعض علماء اس کو مقدمۃ الواجب کے طور پر ذکر کرتے ہیں، بعض اس کو اس اصول کے تحت ذکر کرتے ہیں؛"**مالا یتم الواجب إلا به فهو واجب**" یا "**مالا یتم المباح إلا به فهو مباح**" . علامہ ابن عاشورؒ لکھتے ہیں: جہاد اگر چہ ظاہری صورت کے لحاظ سے مفسدہ ہے کہ اس میں نفوس اور اموال کی ہلاکت اور ضیاع ہے؛ لیکن انجام کے لحاظ سے اسی میں امت کی سلامتی، دین کی حفاظت وحمایت اور امن کی بقاء مضمر ہے۔ یہ فتح ذریعہ کی مثال ہے۔

فتح ذریعہ یہی ہے کہ جو امر ظاہری لحاظ سے مفسدہ ہو؛ لیکن انجام کے لحاظ سے اس کی مصلحت راجح اور غالب ہو۔

علامہ قرافیؒ نے فتح الذریعہ کی بہت سی مثالیں ذکر کی ہیں، جن میں سے یہ ہیں:

(۱) کفار محاربین کو مسلمان قیدی کو چھڑانے کے لیے مال دینا، یہ اگرچہ اصلاً حرام و ناجائز ہے، لیکن ضرر اعظم کے دفع کے لیے اس کی فتحاً للذریعۃ اجازت دی گئی، مسلمانوں کی تقویت بڑھانے کے لیے اس کا کھولنا ضروری ہے۔

(۲) اہل الحرب کے ملک کو بطور رشوت مال دینا؛ تاکہ اس کے خطرہ سے مامون ہو جائے، یہ اسی وقت ہے جب کہ مسلمانوں کے پاس دفاع کی قوت نہ ہو۔

(۳) حجاج کے راستے میں ڈاکو کو مال دینا ان کے شر سے بچنے کے لیے۔

حجیتِ فتحِ ذرائع:

۱- "فلما جنّ علیه اللیل رأی کوکبا قال هذا ربّی......"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے کو کہنا: "ھٰذا ربی"۔ یہ ظاہر ہے ممنوع قول ہے؛ البتہ چونکہ یہ مقام احتجاج ہے، جس میں مقصود خصم کو بات سمجھانا ہے، ان کے مزعومہ عقائد میں شبہ پیدا کرنا اور ان کی غلطی کو واضح کرنا مطلوب ہے: لہٰذا اس کی اجازت دی گئی ہے۔

۲-"اجعلنی علی خزائن الأرض إنی حفیظ علیم"۔

یوسف علیہ السلام نے منصب کا مطالبہ کیا، جو کہ احادیث کی روشنی میں ممنوع ہے، نیز اس میں تزکیۂ نفس شامل ہے، خود کی تعریف جو منہی عنہ ہے؛ البتہ یہاں ضرورت کی بنا پر جب کہ اس منصب کا اہل ان کے علاوہ موجود نہیں تھا، ان کے قبول نہ کرنے سے امت کے مال کے ضیاع کا خطرہ تھا اور منصب کا غیر اہل کی طرف سپرد ہونے کا خطرہ، لہٰذا عوام کے اموال کی حفاظت وغیرہ امور کی بنا پر یہ ان کے لیے ضروری ہو گیا۔ یہ فتح ذریعہ کے قبیل سے ہے۔

فتح ذرائع کے سلسلے میں حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی وسیلہ محرم لذاتہ ہو اور وہ کسی حق شرعی کے حصول اور مطلوب شرعی کی طرف لے جائے، تب بھی اس کی اجازت نہیں دی جائیگی؛ اس لئے کہ اس کی حرمت باقی رہے گی، مثلاً: شہادت الزور۔

دوسری جانب اگر وسیلہ فی نفسہ محرم نہ ہو بلکہ اس کی حرمت لغیرہ ہو، تب حاجت کے وقت اس کی حرمت ساقط ہو گی، شیخ وہبہ زحیلی نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

۷-عصرِ حاضر میں سدِ ذرائع کی تطبیقات:

ایک قابل لحاظ امر یہ ہے کہ سد ذریعہ کے قاعدے کو جدید قضایا پر تطبیق دینا ضروری ہے؛ تاکہ امت سے ضرر کو ختم کیا جائے، مثلاً:

(۱) العملیات التجمیلیۃ (Cosmetic Surgeries) کی ممانعت-شرعی حدود کا لحاظ نہ کرتے ہوئے ایسے (Operations) جن میں غیر معمولی طور پر شکلیں تبدیل کی جاتی ہیں اور حسن کو بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے، کسی عیب کو دور کرنا مقصود نہیں ہوتا۔

(۲) اسقاط حمل کی عملیات کا منظم کرنا اور حکومت کی سرپرستی اور ماتحتی میں ہونا۔ یہ فی زمانناز نا کے سد باب کے لیے بہت ہی ضروری ہے، ورنہ زنا کے جرم کو چھپانے کا وسیلہ عام ہوجائیگا، اس کی بنا پر لوگ زنا پر جری ہوں گے۔

(۳) پردۂ بکارت کے اعادہ کا عملیہ اور آپریشن ممنوع ہونا ضروری ہے، سداً للز نا۔

(۴) بچوں کو مخلوط اسکول اور کالجوں میں تعلیم کی ممانعت، سداً للز نا۔

(۵) جتنے جرائم پر تعزیرات ہیں، حدود و قصاص کا نظام ہے، ان سب میں سد ذرائع کا اصول مضمر ہے کہ انجام اور مآل کے اعتبار سے اس میں عافیت ہے اور امن وامان وحفظ نفس و مال ہے، ورنہ جرائم کا عام ہونا خود ہلاکت کا باعث ہے۔

(۶) " التقلیل من عدد الحجاج"..... یعنی جوحجاج کی تعداد میں کمی کی جاتی ہے، اس کا کوٹہ بنایا جاتا ہے اور اس کیلئے مختلف پابندیاں لگائی جاتی ہیں، یہ سداً لذریعہ ہے کہ اژدحام کی وجہ سے جان مال کا نقصان ہوتا ہے۔

(۷) عصر حاضر میں سد ذرائع کا استعمال حکومتوں کے نظم ونسق کو برقرار رکھنے میں اور اس کے متعلق جدید قوانین لانے میں معین و مددگار ثابت ہوسکتا ہے، حکومتیں اس سے بڑا فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ بعض علماء نے اس کو السیاسۃ الشرعیۃ کے ضمن میں بھی ذکر کیا ہے۔

(۸) فی زماننا اجتہاد انفرادی کو منع کیا جائے سدّ اًللباب۔

جدید واقعات ونوازل کے لیے اجتہاد کی غیر معمولی اہمیت ہے؛ البتہ یہ بھی اہل علم جانتے ہیں کہ اجتہاد کے اگر قیود وشرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے، تو بجائے فائدہ کے فتنہ اور فساد کا باعث بن سکتا ہے۔

(۹) فی زماننا اس کا بڑا خطرہ انفرادی اجتہاد سے ہے؛ لہٰذا سداً للباب اس کو بند کرنا چاہیے اور اجتماعی اجتہاد کو ہی معتبر مانا جائے۔

(۱۰) قرآن کریم کے ترجمہ کی بغیر متن کے مختلف لغات میں طباعت ممنوع ہونا، تبدیلی کا مفسدہ بہت بڑا ہے تبلیغ و دعوت کی مصلحت سے۔

(۱۱) جو مستقل عالم بننا چاہے، ان کے لیے تفصیلی علمی درس تفسیر صرف عربی زبان سیکھنے والوں کے لیے ہو۔ عربی زبان سیکھنا عالمیت کے لیے شرط قرار دینا؛ اس لئے کہ بغیر عربی زبان کے قرآن کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ نہیں ہوسکتا۔

(۱۲) حکومت کے لیے مختلف ایام میں بالخصوص حرب اور قحط سالی کے زمانے میں اسعار یعنی قیمتوں کی، خدمات کی، نیز اجرتوں کی تحدید کرنا، سدأ للذریعۃ الظلم۔عوام الناس کا استحصال نہ کیا جائے۔

(۱۳) مستقل طور پر حکومتی یا غیر حکومتی اداروں میں نیز عمومی مقامات پر عورتوں کے کام کرنے کو روکنا اور منع کرنا۔اس میں ایک بڑا مفسدہ بچوں کے ضائع ہونے کا ہے، نیز نظام البیت درہم برہم ہوجاتا ہے، عمومی طور پر حکومتوں کے لیے اس کو بڑھاوا نہ دینا ہی مناسب ہے۔

(۱۴) اسی طرح تمام معاملات ومعاہدات کی تسجیل اور لکھنے کا قانون بنانا۔تمام معاملات کو مسجل کیا جائے، چاہے بیع وشراء ہو یا اجارہ ہو یا دیگر عقود ہوں؛ تاکہ لوگوں کے اموال ناحق طور پر نہ کھائے جائیں اور کمزوروں پر ظلم کا سدباب ہو۔

(۱۵) اسی طرح زمین کی دستاویز بنانے اور محفوظ رکھنے کا حکم جاری کرنا۔ نیز نکاح کے رکارڈ رکھنا ضروری قرار دینا سداً للباب۔

(۱۶) حقوق کے استعمال کو مشروط کرنا عدم اساءت سے، اسی طرح اپنا حق استعمال کریں، جس میں دوسروں کو ضرر نہ پہنچے۔

(۱۷) ایسے علاقوں میں جہاں پر لوگ گھروں میں رہتے ہیں، ان علاقوں میں مصانع، کارخانوں اور فیکٹریوں کا بنانا کئی اعتبار سے مضر ہے، لہٰذا اس کا قانون بنانا ضروری ہے؛ تاکہ عوام الناس کا نقصان نہ ہو۔

(۱۸) اسی طرح عام ضرورت کے سامان کے احتکار کو روکنا۔

۸-سدّ ذریعہ کے استعمال میں غلو کرنا:

سد ذریعہ کا اصول اسی وقت کارآمد رہے گا؛ جب اس کی تطبیق اور اطلاق میانہ روی اور اعتدال سے کیا جائے، افراط وتفریط سے یقیناً بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا، ایک طرف اتنا الغاء کرلینا کہ محرمات کو بھی جائز قرار دیا جائے اور دوسری جانب اتنا غلو کرلینا کہ شریعت کی روح یعنی ''یسر'' کا دروازہ بند ہوجائے، مباح چیزوں کو محرمات میں داخل کردیا جاتا ہے، اس میں غلو اختیار کرنا بھی شریعت کے مقاصد کے خلاف ہے، یہ غلو اور تشدد فی الدین کے درجے تک پہنچ جائے گا؛ جب کہ عام طور پر شریعت کا اصول یسر اور دفع الحرج ہے، غلو اور مبالغہ آرائی یہ خود ایک مفسدہ ہے، جس کا سدباب ضروری ہے، سد ذرائع کے اصول کو مبالغہ کے ساتھ استعمال کرنے کی کچھ مثالیں ہیں، جو مذہب مالکیہ میں ملتی ہیں:

(۱) کراھۃ صیام ستۃ شوال .... شوال کے چھ روزوں کو مکروہ قرار دینا، اس وجہ سے کہ وہ رمضان کے ساتھ ملحق ہوجائیں گے، بہر حال یہ مبالغہ ہے اور درست نہیں ہے؛ جب کہ صحیح حدیث اس کو ثابت کرتی ہو۔

(۲) کراهیة قراءة السجدة .... جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ سجدہ پڑھنا۔

خشیة یعتقد...... کہ عام لوگ اس کو سمجھیں گے کہ ایک رکعت زائد جمعہ کے دن پڑھی جاتی ہے، اس پر دوام و مداومت ایک الگ چیز ہے؛ البتہ اس میں امام مالکؒ اور مالکیہ کے نزدیک یہ بات ہوگی کہ ایک مباح چیز پر مداومت کی وجہ سے عوام الناس اس کو واجب اور ضروری سمجھنے لگیں، تو یہ بھی ایک مفسدہ ہے، جس کا سد باب ضروری ہے۔

مجمع الفقہ الاسلامی الدولی جس کا سمینار ابوظبی میں منعقد ہوا تھا، سد ذرائع کے موضوع پر، ذوالقعدۃ ۱۴۱۵ھ میں، اس کی قرارداد ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

(۱) سد ذرائع شریعت کے اصول میں سے ایک اصل ہے اور اس کی حقیقت ہے، ان میں مباحات سے روکنا، جو مفاسد اور محظورات کا وسیلہ بنتے ہوں۔

(۲) سد ذرائع محض مواضع اشتباہ اور احتیاط پر منحصر نہیں ہے؛ بلکہ ہر وہ چیز جو حرام کا ذریعہ یا وسیلہ بن سکتی ہے، اس کو شامل ہے۔

(۳) سدِ ذرائع ایسے حیلوں کی ممانعت کا تقاضا کرتا ہے، جن سے محظورات مقصود ہوں یا مطلوبات کا ابطال مقصود ہو، اور حیلے اور ذریعہ میں فرق صرف قصد و ارادہ کا ہے۔ حیلے میں قصد شامل ہوتا ہے اور ذریعہ میں نہیں۔

(۴) ذریعہ مختلف قسموں کے ہیں:

(۱) جس کی ممانعت پر سب کا اتفاق ہے یا جو قرآن اور سنت میں منصوص ہو یا اس کا مفسدہ کی طرف پہونچنا قطعی اور یقینی ہو یا کثیر و غالب ہو، چاہے وسیلہ مباح ہو یا مندوب ہو یا واجب۔ اسی نوع سے وہ عقود ہیں، جن میں وقوعِ حرام کا قصد ظاہر ہو جائے۔

(۲) مجمع علی فتحہا، جس کے فتح پر سب کا اتفاق ہو، یہ ان ذرائع میں ہے جن میں مصلحۃ مفسدہ پر راجح ہو۔

(۳) مختلف فیہ، یہ وہ تصرفات ہیں جن کی ظاہر صحت ہے؛ لیکن اس کے اندر محظور کی طرف پہونچنا مضمر ہے؛ اس لیے کہ اس کے ذریعہ سے اکثر و بیشتر حرام کا قصد کیا جاتا ہے۔

(۴) ذریعہ کو مباح قرار دینے کا اصول یہ ہے کہ اس کا مفسدہ کی طرف پہونچنا شاذ و نادر ہو، یا کسی فعل کی مصلحت اس کے مفسدہ سے راجح ہو۔

(۵) سد ذریعہ کا ضابطہ اور قانون یہ ہے کہ اس کا مفسدہ تک پہونچنا قطعی یقینی ہو، یا اکثر و غالب ہو، یا کسی فعل کا مفسدہ اس کی مصلحت پر راجح ہو۔

سد ذریعہ-ایک اہم اصول

مولانا محمد سلیم الدین قاسمی☆

سدالذرائع:

ذریعہ: لغت کے اعتبار سے اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کو شکار کرنے والا اپنے شکار کے درمیان چھپنے کے لئے رکھتا ہے، پھر اس لفظ کا استعمال ''وسیلہ'' کے لئے ہونے لگا، اہل لغت نے اس کا استعمال یوں کیا ہے:''**فلان ذریعتی إلیک**'' (فلاں آدمی مجھے آپ تک پہنچانے کا وسیلہ ہے) (لسان العرب، تاج العروس مادہ: ذرع، القاموس المحیط ص ۴۶۸)۔

سدّ: سَدَّ یسدُّ سدًّا (نصر) کے معنی خلل کو بند کرنا، دو چیزوں کے درمیان رکاوٹ پیدا کرنا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''**وجعلنا من بین أیدیهم سداً ومن خلفهم سدًّا فأغشیناهم فهم لا یبصرون**'' (سورۂ یس:۹) (اور ہم نے ان کے سامنے رکاوٹ ڈال دی اور ان کے پیچھے رکاوٹ ڈال دی اور ہم نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا تو وہ لوگ ہدایت کے راستے کو دیکھ نہیں رہے ہیں)۔

ذریعہ کی شرعی حقیقت:

ذریعہ کی تعریف کرتے ہوئے امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:''**التوسل بما هو مصلحة إلی ما هو مفسدة**'' (الموافقات ۴/ ۱۱۴) (جو شئی مصلحت ہے اس کا مفسدہ کے لئے وسیلہ ہونا)۔

ذریعہ کی شرعی تعریف کرتے ہوئے ابن عربی لکھتے ہیں:''**کل عمل ظاهر الجواز یتوسل به إلی محظور**'' (احکام القرآن: ابن العربی ۲/ ۱۸۵) (ہر وہ عمل جو ظاہری طور پر جائز ہو اس کا ممنوع عمل کے لئے وسیلہ بننا)۔

اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:''**الذریعة ما کان وسیلة وطریقا إلی شئ لکن صارت فی عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلی فعل محرم**'' (الفتاوی الکبری ۶/ ۱۷۲) (ذریعہ اصل میں کسی چیز کے وسیلہ اور طریق کو کہتے ہیں؛ لیکن فقہاء کے عرف میں ذریعہ اس شئی کا نام ہے جو فعل حرام تک پہنچا دینے والا ہو)۔

☆ شیخ الحدیث جامعہ فاطمۃ الزہراءؓ ململ، مدھوبنی۔

ان تعریفات سے پتہ چلتا ہے کہ شریعت میں ذریعہ اس مباح شئ کو کہتے ہیں جس کو اختیار کرنے سے کسی ممنوع فعل تک آدمی پہنچ جائے۔

سد الذریعہ کی شرعی حقیقت:

سد الذرائع کا اصول عام طور پر فقہاء مالکیہ اور حنابلہ کے درمیان رائج ہے، اس لئے اس کی تعریف وتوضیح میں انہی کی کتابوں سے ہم کچھ عبارات نقل کرتے ہیں:

۱-علامہ قرافی مالکی سد الذریعہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"**حسم مادة وسائل الفساد دفعا له**"(التنقیح للقرافی ص ۴۴۹) (فساد کو دفع کرنے کے لئے فساد کے وسیلے کے مادہ ہی کو ختم کردینا)۔

۲-امام شاطبی لکھتے ہیں:"**منع الجائز لأنه يجره إلى غير الجائز**"(الاعتصام ۱/۱۰۴) (جائز کام سے روکنا؛ کیونکہ وہ ناجائز کام کرنے تک کھینچ لیتا ہے)۔

ان دونوں عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی جائز شئ کسی فعل حرام یا مکروہ کا جب وسیلہ بن جائے تو اس جائز شئ کو بھی ناجائز کردینا سد الذریعہ کہلاتا ہے، اس مفہوم کو شیخ وہبہ زحیلی نے قدرے تفصیل سے اس طرح ذکر کیا ہے:"**سد الذرائع معناها عند الاصوليين، هو منع كل ما يتوصل بها إلى الشئ الممنوع المشتمل على مفسدة أو مضرة**"(الوجیز فی اصول الفقہ/۱۰۸) (اصولیین کے نزدیک سد الذرائع کا مفہوم یہ ہے، ہر اس چیز سے منع کرنا جس سے ممنوع شئ تک پہنچا جاسکے جو ممنوع شئ کسی نہ کسی فساد یا ضرر پر مشتمل ہو)۔

شیخ وہبہ زحیلیؒ مزید اس کی وضاحت کرتے ہیں:"**فتكون وسيلة الحرام محرمة كما أن وسيلة الواجب واجبة، فالفاحشة حرام والنظر إلى عورة الأجنبية حرام لأداء ها إلى الفاحشة كما أن الحج فرض والسعى إلى البيت الحرام واماكن المناسک فرض لأجله، لأن الشارع إذا كلف العباد أمرا فكل ما يتعين وسيلة مطلوب بطلبه وإذا أنهى الناس عن أمر فكل مايؤدى إلى الوقوع فيه حرام أيضا**"(الوجیز فی اصول الفقہ/۱۰۸) (توحرام شئ کا وسیلہ بھی حرام ہوگا جس طرح واجب کا وسیلہ واجب ہوتا ہے، چنانچہ زنا کاری حرام ہے تو اجنبی عورت کے ستر کو دیکھنا بھی حرام ہوگا؛ کیونکہ یہ دیکھنا زنا کاری کا ذریعہ بنتا ہے، اسی طرح حج فرض ہے تو بیت اللہ اور مناسک حج کے مقامات تک پہنچنے کی سعی کرنا بھی اسی وجہ سے فرض ہوگا؛ کیونکہ شارع جب بندے کو کسی کام کا مکلّف کرتا ہے تو جو بھی شئ اس مطلوبہ شئ کا وسیلہ ہوگی تو وہ وسیلہ بھی مطلوب ہوگا، اور شارع جب لوگوں کو کسی کام سے منع کرتا ہے تو جو بھی شئ اس ممنوعہ چیز کا وسیلہ ہوگی وہ شئ بھی حرام ہوگی)۔

ذریعہ اور سبب میں فرق:

ذریعہ اور سبب کی تعریفات کو اگر سامنے رکھا جائے تو کئی وجوہ سے ان کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے: چنانچہ مذکورہ تعریفات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سبب کی تعریف دیکھئے:

شمس الائمہ علامہ سرخسی سبب کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: "**السبب ما يكون طريق الوصول إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصول به ولكنه طريق الوصول إليه**" (اصول السرخسی ۳۰۱/۲) (سبب وہ چیز ہے جو مطلوب ہو اس تک پہنچنے کا راستہ ہے، صرف اسی سے تو حکم تک نہیں پہنچا جاتا ہے؛ البتہ حکم تک پہنچنے کا وہ راستہ ہوتا ہے)۔

فرق نمبر ۱: ذریعہ اور سبب میں بظاہر کوئی فرق نہیں؛ کیونکہ "ذریعہ" بھی مفسدہ تک پہنچانے کا وسیلہ ہوتا ہے اور "سبب" بھی مطلوبہ حکم تک پہنچانے کا راستہ ہوتا ہے، لیکن علامہ شیخ وہبہ زحیلیؒ کی سبب کی تشریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبب کے وجود پر حکم کا وجود لازم ہوتا ہے، اور سبب کے عدم وجود سے حکم کا بھی عدم لازم ہوتا ہے، لیکن "ذریعہ" کے وجود وعدم پر مفسدہ کا وجود وعدم لازم نہیں ہوتا ہے، شیخ وہبہ زحیلیؒ سبب، شرط اور مانع کے درمیان فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**والمانع عكس السبب أيضا، لأنه يلزم من وجود السبب وجود المسبب ومن عدمه عدمه، وأما المانع فيلزم من وجوده العدم ولا يلزم من عدمه وجود ولاعدم**" (الوجیز فی اصول الفقہ ۴۱۶/۱) (اور مانع بھی سبب کا برعکس ہے: کیونکہ سبب کے وجود سے مسبب کا وجود لازم ہوتا ہے اور سبب کے عدم سے مسبب کا عدم بھی لازم ہوتا ہے، اور مانع ایسی چیز ہے اس کے وجود سے عدم حکم تو لازم ہوتا ہے لیکن مانع کے عدم سے حکم کا نہ تو وجود لازم ہوتا ہے اور نہ ہی عدم لازم ہوتا ہے)۔

فرق نمبر ۲: حکم کے لئے سبب اس وقت سبب بنتا ہے جب شارع اس کا سبب ہونا طے کردے، لیکن ذریعہ بننے کے واسطے شارع کی وضاحت ضروری نہیں، شیخ ابوزہرہ مصری لکھتے ہیں: "**السبب عند جمهور الفقهاء هو الأمر الظاهر المضبوط الذى جعله الشارع امارة لوجود الحكم وبمقتضى هذا التعريف تثبت حقيقتان: إحداها أن السبب لاينعقد سببا إلا بجعل الشارع له سببا الخ**" (اصول الفقہ لابی زہرہ ص۵۵) (جمہور فقہاء کے نزدیک سبب ایسا مستحکم امر ظاہر ہے جس کو خود شارع نے وجود حکم کے لئے علامت بنایا ہو، اس تعریف کے تقاضے سے دو حقیقت ثابت ہوتی ہے، ان میں ایک یہ ہے کہ سبب اس وقت تک سبب نہیں بنتا جب تک کہ شارع نے اس کو سبب نہ بنایا ہو)۔

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ذریعہ اور شئی ہے اور سبب کوئی اور شئی؛ البتہ بسا اوقات جب ذریعہ وجود حکم کے لئے یقینی ہوجاتا ہے تو اس وقت ذریعہ پر سبب کا اطلاق کردیا جاتا ہے، جیسے عام راستہ پر کنواں کھودنا چلنے والوں کے لئے

ہلاکت کا ذریعہ ہے؛ مگر اس پر ہلاکت کے سبب ہونے کا اطلاق کردیا جاتا ہے، اسی طرح کفار و مشرکین کے بتوں کو برا بھلا کہنا ذریعہ ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ کفار و مشرکین اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے؛ مگر اس پر سبب کا اطلاق کردیا جاتا ہے، علامہ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

"واتفق العلماء على أنه لا يجوز التعاون على الإثم والعدوان مطلقا وأن مايودى إلى إيذاء جماعة المسلمين ممنوع كحفر البئر فى الطرقات العامة وإلقاء السم فى طعامهم وأنه لايجوز سبة الأصنام أمام المشركين حتى لا يكون السب سبباً فى سبّ الله لقوله سبحانه: ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسّبوا الله عدوًا بغير علم" (سورۂ انعام:۱۰۸، الوجیز فی اصول الفقہ ۱/۱۱۱) (علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ گناہوں اور ظلم پر تعاون کرنا مطلقاً ناجائز ہے اور جو بھی کام عام مسلمانوں کی تکلیف کا ذریعہ ہوجائے وہ بھی ممنوع ہے جیسے عام راستے پر کنواں کھودنا اور لوگوں کے کھانے میں زہر ملا دینا، اسی طرح مشرکین کے سامنے ان کے بتوں کو برا بھلا کہنا جائز نہیں؛ تاکہ یہ برا بھلا کہنا اللہ تعالی کو برا بھلا کہنے کا سبب نہ ہوجائے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اور جو لوگ اللہ تعالی کے علاوہ کی عبادت کرتے ہیں ان کو برا بھلا نہ کہو ورنہ وہ لوگ بھی دشمنی اور علم نہ ہونے کے سبب اللہ تعالی کو برا بھلا کہیں گے)۔

سدِ ذریعہ کی حجیت کے بارے میں ائمہ کے مسالک اور دلائل:

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک سدِ ذریعہ اصول کے درجے میں حجت ہے، احناف اس کو اصول کے درجے میں واضح نہیں کرتے ہیں؛ البتہ بہت سے فروعی احکام میں سدِ ذریعہ سے استدلال کرتے ہیں، اور شوافع کے ظاہری بیان سے تو سدّ ذریعہ کا دلیل ہونا معلوم نہیں ہوتا ہے مگر احناف کی طرح انہوں نے بھی فروعی مسائل میں اس کا سہارا لیا ہے؛ البتہ ابن حزم ظاہری نے کھلے طور پر سدِ ذریعہ کے حجت ہونے کی نفی کی ہے، ان مختلف مسالک میں ہم پہلے ابن حزم ظاہری کے استدلال کو ذکر کرکے قائلین سدِ ذریعہ کی جانب سے اس کا جواب لکھتے ہیں:

سدِ ذریعہ کی نفی میں ابن حزم یہ دلائل پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"ومالكم أن لا تأكلوا مما ذكراسم الله عليه وقد فصل لكم ماحرم عليكم إلا ما اضطررتم إليه وإن كثيرا ليضلّون بأهوائهم بغير علم إن ربك هو أعلم بالمهتدين"** (انعام:۱۱۹) (اور کیا سبب ہے کہ تم نہیں کھاتے اس جانور میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے جبکہ واضح کرچکا ہے ان چیزوں کو جنہیں تم پر حرام کیا ہے مگر جب تم ان کے کھانے پر مجبور ہوجاؤ، اور بہت سے لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق کے بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والے کو خوب جانتا ہے)۔

اس آیت کریمہ سے ابن حزم اس طرح استدلال کرتے ہیں:"إن الله تبارک وتعالی فصّل لنا ماحرم علینا وأوجب علینا اجتنابه والذرائع فی الأصل حلال لیست بیقین من الحرام ولذا کانت علی حکم الحلال لأنها لیست مما فصل من الحرام"(الاحکام لابن حزم ۱۸۰/۶)(اللہ تعالی نے ان چیزوں کو بیان کردیا ہے جو ہمارے اوپر حرام ہیں اوران سے بچنے کولازم قراردیا ہے،اورذرائع تواصل میں حلال ہیں یقینی طور پرحرام نہیں ہیں،اس لئے وہ حلال ہی کے حکم میں رہیں گے؛ کیونکہ ذرائع ان چیزوں میں داخل نہیں ہیں جن کے حرام ہونے کو بیان کیا گیا ہے)۔

جواب: اس دلیل میں ابن حزم نے ذرائع کو ہمیشہ کے لئے حلال ومباح ہونا ثابت کیا ہے اوروہ محرمات میں بالکل ہی داخل نہیں ہوسکتے، یہ بات اللہ تعالی کے اس ارشاد سے ٹوٹ جاتی ہے:"ولا تسبّوا الذین یدعون من دون الله فیسبّوا لله عدواً بغیر علم"(انعام:۱۰۸)(اور جولوگ اللہ کےعلاوہ کی عبادت کرتے ہیں ان کو برا بھلا نہ کہو ورنہ وہ لوگ بھی دشمنی میں بلا دلیل اللہ تعالی کو برا بھلا کہیں گے)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی کے برا کہنے کے ذریعہ بتوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا گیا ہےاورمحرمات میں اس کو داخل کیا گیاہے،اس لئے ذرائع محرمات میں کبھی داخل نہیں ہوتے یہ بات صحیح نہیں ہے۔

دوسری دلیل:ابن حزم اپنے موقف کی دلیل اس طرح بھی لکھتے ہیں:"إن سد الذرائع فیه تحریم للمباح وحینئذ یکون المباح محظورا وهذا فاسد لا یقوله إلا جاهل أو کافر لأنه ینسب إلی النبی ﷺ إباحة الشیٔ للناس ونهیهم عنه فی وقت واحد وهذا محال لا یقدر علیه أحد-فدل ذلک أن الذرائع لاتسد"(الاحکام ۱۸۲/۶)(سدالذرائع میں مباح کوحرام کیا جاتا ہے،اس وقت مباح چیز ممنوع ہوجاتی ہے اور یہ باطل ہے جس کا قائل جاہل یا کافر ہی ہوسکتا ہے؛ کیونکہ اس وقت اللہ کے نبی ﷺ کی طرف ایک ہی وقت میں لوگوں کے لئے ایک چیز کومباح اورمنع کرنا منسوب ہوگااور یہ بات محال ہے جس پرکسی کوقدرت نہیں ہوتی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ذرائع کو ممنوع قرارنہ دیا جائے)۔

جواب:ابن حزم کےاس استدلال میں کہا گیاہے کہ ایک ہی چیز کوایک وقت میں مباح اورمنع کرنالازم آتا ہے، یہ تسلیم نہیں؛ کیونکہ شریعت نے ذریعہ کوجس وقت مباح کیا ہےاس وقت حرام کی طرف اس کے ذریعہ ہونے کاتعلق نہیں ہے، بلکہ جس وقت حرام کے لئے ذریعہ ہونا گردانا جائے گااس وقت اس ذریعہ کوممنوع کیا جائے گاتواباحت اورحرمت کاحکم الگ الگ وقت میں ہےایک ہی وقت میں نہیں۔

تیسری دلیل: سدذریعہ کی ممانعت پرابن حزم یہ دلیل بھی دیتے ہیں:"إن الأصل فی الأفعال والأشیاء

الإباحة فلا يصير المباح محرما لظن أو احتمال ممكن فهذا من الحكم بالظن والظن لا يغني من الحق شيئا ومن حرم المشتبه وأفتى بذلك وحكم به على الناس فقد زاد في الدين مالم يأذن به الله تعالى وخالف النبي ﷺ واستدرک علی ربه تعالى بعقله أشياء على شرع الله"(الاحکام لابن حزم ۱۸۹/۶) (اشیاء وافعال اصل میں مباح ہیں اس لئے ظن یا ممکنہ احتمال کی وجہ سے کسی مباح کو حرام نہیں کیا جائے گا، اور ذریعہ کو منع کرنا گمان کی بنیاد پر حکم لگانا ہے؛ جبکہ حق کے مقابلہ میں گمان کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا ہے اور جو شخص مشتبہ چیزوں کو حرام کردیتا ہے اور اس کی وجہ سے فتوی دیتا رہتا ہے اور اس کے ذریعہ لوگوں پر فیصلہ کرتا ہے تو وہ شخص دین میں ایسی چیز کا اضافہ کرتا ہے جس کی اجازت اللہ تعالی نے نہیں دی ہے، وہ شخص اللہ کے نبی ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اور اپنی عقل سے اللہ رب العزت کی شریعت میں چیزوں کا اضافہ کرتا ہے)۔

جواب: اس دلیل میں ابن حزم نے سدّ ذریعہ کو ظن کے درجے میں رکھ کر اس کو رد کیا ہے؛ جبکہ فقہاء نے سد ذریعہ کا اثبات اس وقت کیا ہے جب ذریعہ یقین یا ظن غالب کے درجے میں مفسدہ تک پہنچائے؛ کیونکہ غلبہ ظن کا فقہاء اور محدثین نے اعتبار کیا ہے جیسے خبر واحد سے علم ظنی کا حصول ہوتا ہے، اور اس کو جمہور فقہاء و محدثین نے قابل استدلال شمار کیا ہے، اس لئے سد ذریعہ کو ظنی دلیل کہہ کر رد نہیں کیا جاسکتا۔

قائلین سدالذرائع کے دلائل:

۱-اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"**ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم**"(انعام:۱۰۸) (اور ان لوگوں کو برا بھلا نہ کہو جو لوگ اللہ کے علاوہ کی عبادت کرتے ہیں ورنہ وہ لوگ دشمنی میں بغیر علم کے اللہ تعالی کو برا بھلا کہیں گے)۔

اس آیت میں بتوں کو برا بھلا کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ ذریعہ بنے گا اللہ پاک کو برا کہنے کا؛ حالانکہ بتوں کو برا کہنا فی نفسہ مباح ہے، خود اللہ پاک نے اس کی ذلت اور حقارت کو بیان کیا ہے، مگر چونکہ اللہ تعالی کی ذات کی تعظیم کرنا اور ان کی شان میں گستاخی نہ کرنا مطلوب اور بڑی مصلحت ہے، اس لئے اس بڑی مصلحت کو حاصل کرنے کے لئے بتوں کو برا کہنے سے منع کردیا گیا ہے اور یہی سد ذریعہ ہے۔

۲-اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"**ولايضربن بأرجلهن ليُعلم مايخفين من زينتهن**"(سورۂ نور:۳۱) (اور عورتیں اپنے قدم کو زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ ان کی پوشیدہ زینت کی چیزوں کو لوگ جان جائیں)۔

اس آیت کریمہ میں زمین پر زور سے قدم رکھنے سے منع کیا گیا ہے؛ حالانکہ یہ بات فی نفسہ مباح ہے، مگر چونکہ

عورت جب قدم کو زمین پر زور سے رکھے گی تو اس کے پاؤں کی زینت پازیب کی آواز زیادہ پھیلے گی اور سننے والے مردوں کے دلوں میں شہوت بیدار کرے گی جو فسق و فجور تک پہنچا سکتی ہے، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر قدم کو زمین پر زور سے رکھنے کو منع کر دیا گیا۔

تیسری دلیل: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**يا أيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللكافرين عذاب أليم**'' (بقرہ: ۱۰۴) (اے ایمان والو! تم (اللہ کے رسول ﷺ کو) ''راعنا'' نہ کہو بلکہ ''انظرنا'' کہو اور (اللہ اور رسول کی) باتوں کو سنو، اور کافروں کے لئے تو دردناک عذاب ہے)۔

اس آیت سے یوں استدلال ہے کہ صحابہ کرام کا اللہ کے رسول ﷺ کو ''راعنا'' کہنا فی نفسہ صحیح تھا؛ کیونکہ صحابہ کرام اس کلمہ سے رعایت اور توجہ کے معنی مراد لیتے تھے، لیکن اس سے یہودیوں کو اپنے فاسد ارادے میں کامیابی مل رہی تھی؛ کیونکہ وہ لوگ اس کلمہ سے گالی مراد لیتے تھے جو حرام ہے، اس لئے اس حرام سے روکنے کے لئے سد ذریعہ کے طور پر ''راعنا'' کہنے کو منع کر دیا گیا۔

چوتھی دلیل: قرآنی آیات کی طرح احادیث صحیحہ سے بھی ''سد ذریعہ'' کا ثبوت ملتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''**الحلال بين والحرام بين وبينهما أمور مشتبهة فمن ترک ماشبّه عليه من الإثم کان لما استبان أترک، ومن اجترأ على ما يشکّ فيه من الاثم أوشک أن يواقع ما استبان، والمعاصی حمى الله من يرتع حول الحمى يوشک أن يواقعه**'' (بخاری/۱۹۰) (حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، ان کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں تو جو شخص اپنے مشتبہ گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ واضح گناہوں کو یقیناً چھوڑ دے گا اور جو اپنے اوپر مشتبہ گناہوں کے ارتکاب پر جرأت کرتا ہے تو قریب ہے کہ وہ واضح گناہوں کا بھی ارتکاب کرے گا، اور معاصی تو اللہ کے حدود ہیں جو شخص معاصی کے حدود کے اردگرد مباحات کو لیتا رہتا ہے تو قریب ہے کہ وہ معاصی کے حدود میں داخل بھی ہو جائے)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے سد ذریعہ کے طور پر مشتبہ امور کو اختیار کرتے رہنے سے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ مشتبہ امور مباح بھی ہو سکتے ہیں اور ناجائز بھی، تو جو شخص مشتبہ امور کو بار بار اختیار کرے گا تو یقیناً وہ گناہ کا بھی ارتکاب کرے گا۔

پانچویں دلیل: اذان کے بعد جماعت سے پہلے مسجد سے نکلنے کو منع کیا گیا ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''**أمرنا رسول الله ﷺ اذا کنتم في المسجد فنودي بالصلوة فلا يخرج أحدکم حتى يصلي وعن أبي هريرةؓ أنه قال لرجل خرج من المسجد بعد ما أذن فيه بالعصر: أما هذا فقد عصى أبا القاسم ﷺ**'' (تحفۃ الاحوذی ۱/۶۰۸) (اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب تم لوگ مسجد میں رہو اور اذان ہو جائے تو نماز

پڑھنے سے پہلے کوئی شخص مسجد سے باہر نہ نکلے، اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا جو عصر کی اذان کے بعد مسجد سے نکل گیا تھا کہ اس شخص نے ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی)۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت سے پہلے مسجد سے نکلنا نماز نہ پڑھنے کا ذریعہ بن سکتا تھا، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر اللہ کے رسول ﷺ نے مسجد سے نکلنے سے ہی منع فرمادیا۔

چھٹی دلیل: "**عن عائشةؓ قالت: قال لی رسول اللهﷺ: لولا حداثة قومک بالکفر لنقضت البیت ثم لبنیته علی أساس إبراهیم علیه السلام فإن قریشا استقصرت بناءه وجعلت له خلفا**" (بخاری ۱۴۸۲) (حضرت عائشہؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر تمہاری قوم کے کفر کا زمانہ قریب نہیں ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کردیتا پھر اس کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے مطابق کرتا؛ کیونکہ قریش نے اس کی تعمیر میں کچھ کم کردیا ہے، اور میں اس کے لئے ایک دوسرا دروازہ بھی بناتا)۔

اس روایت میں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے بیت اللہ کی تعمیر جدید بطور سد ذریعہ نہیں کی تھی؛ کیونکہ اس تعمیر سے لوگوں میں اللہ کے رسول ﷺ پر اعتراض کا امکان تھا، جو حرام ہے، اس لئے اس حرام تک پہنچنے کے ذریعہ ہی کو چھوڑ دیا گیا۔

ان آیات وروایات کے علاوہ حضرات صحابہ کرام کے فیصلے اور فتاوی سے بھی سد ذریعہ کا ثبوت ملتا ہے، ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

۱-"**روی سعید بن المسیب أن عمر بن الخطاب قتل سبعة من أهل صنعاء قتلوا رجلا واحدا، وقال: لو تمالأ علیه أهل صنعاء لقتلتهم جمیعا**" (موطا مالک ۱۷۸۱) (حضرت سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے اہل صنعاء میں سے سات لوگوں کو اس لئے قتل کیا تھا کہ انہوں نے ایک آدمی کو ظلما قتل کردیا تھا، اور حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر شہر صنعاء کے تمام لوگ اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں ان سب کو قتل کردیتا)۔

اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے بطور سد ذریعہ ہی ان لوگوں کو قتل کیا تھا؛ تاکہ لوگ خونریزی سے اجتناب کرسکیں (اعلام الموقعین ۳/ ۱۱۴)۔

۲-جس درخت کے پاس بیعت رضوان واقع ہوئی تھی اس کو حضرت عمرؓ نے بطور سد ذریعہ ہی کٹوایا تھا کہ اگر اس درخت کو باقی رکھا جاتا تو لوگ اس جگہ نماز پڑھنے کے ساتھ مزید شرک میں مبتلا ہوسکتے تھے (اعلام الموقعین ۳/۱۲۶)۔

۳-حضرت عثمان بن عفانؓ نے جب لغت قریش میں قرآن کریم جمع کروایا تھا تو سابقہ تمام نسخے کو سد ذریعہ کے طور پر جلادیا تھا، بخاری شریف کی ایک لمبی حدیث میں ہے: "**حتی إذا نسخوا الصحف فی المصاحف ردّ عثمان**

الصحف إلی حفصة وأرسل إلی کل أفق بمصحف مما نسخوا وأمر بما سواہ من القرآن في صحیفة أو مصحف أن یحرق" (بخاری ۲/ ۷۴۰) (جب قرآن کو مصاحف میں لکھ لیا تو پرانے صحیفے کو حضرت حفصہؓ کے حوالے کر دیا اور (دار الاسلام کے) ہر اطراف میں اس مصحف کو بھیج دیا جو ان حضرات نے لکھا تھا، اور حضرت عثمانؓ نے یہ حکم دیا کہ اس کے علاوہ جو بھی قرآن کریم کے نسخے ہیں ان سب کو جلا دیا جائے)۔

اس واقعہ میں بھی حضرت عثمانؓ کا قدیم نسخوں کو جلانا سد ذریعہ کے طور پر ہی تھا؛ تاکہ لوگ قرآن کریم کے بارے میں اختلاف وانتشار نہ کر سکیں۔

اصولیین وفقہاء کے نزدیک ذرائع کے درجات ورجحانات:

زیر بحث ذرائع کے بارے میں امام شاطبیؒ نے چار درجات لکھے ہیں:

۱- وہ ذرائع جو یقیناً مفسدہ تک پہنچا دے۔

۲- وہ ذرائع جو اتفاقاً شاذ و نادر مفسدہ تک پہونچائے۔

۳- وہ ذرائع جو اغلب طریقے سے مفسدہ تک پہنچائے۔

۴- وہ ذرائع جو کثرت سے مفسدہ تک پہنچائے لیکن وہ اغلب درجے میں نہ ہو۔

پہلے درجے کے ذرائع کا حکم یہ ہے کہ وہ مباح ذرائع بالا جماع ممنوع ہیں؛ کیونکہ یہ مباح امور حرام کے ارتکاب کے وسائل ہیں، اور قاعدہ ہے: "ما أدی إلی الحرام فھو حرام" (بدائع الصنائع ۱/ ۱۵۷) (جو چیز حرام تک پہنچا دے وہ بھی حرام ہوتی ہے)، اسی طرح ایک دوسرا قاعدہ ہے: "سبب الحرام حرام" (بدائع الصنائع ۱/ ۱۵۷) (حرام کا سبب بھی حرام ہی ہوتا ہے)۔

مذکورہ ذرائع کی مثالیں: ۱- عام راستے پر کنواں کھودنا حرام ہے؛ کیونکہ کنواں کھودنا اگرچہ فی نفسہ مباح ہے لیکن یہ کنواں عامۃ الناس کے لئے ہلاکت کا یقینی ذریعہ ہے، ۲- کفار ومشرکین کے سامنے ان کے معبودان باطل کو برا کہنا ناجائز ہے؛ کیونکہ اگر ان کے سامنے بتوں کو برا کہا جائے گا تو یہ اس بات کا یقینی ذریعہ ہوگا کہ وہ خدا کو برا کہنے لگیں۔

دوسرے درجے کے ذرائع بالا جماع اپنے اصل کے مطابق مباح ہیں؛ کیونکہ ایسے ذرائع میں بندوں کی مصلحت عامہ وابستہ ہے، اس لئے اتفاقی طور پر اگر وہ مفسدہ کا وسیلہ بن جائے تو اس کی وجہ سے وہ منع نہیں ہوگا؛ کیونکہ قاعدہ ہے: "المصالح العامة مقدمة علی المصالح الخاصة" (الموافقات ۶/ ۳۰، موسوعہ فقہیہ ۳۹/ ۴۳) (عمومی مصالح مقدم ہوتے ہیں خصوصی مصلحتوں پر)۔

اس درجے کے ذرائع کی مثالیں: ۱- حدود وقصاص اور مالی حقوق میں گواہوں کی عدالت ظاہری کا اعتبار کیا جاتا

ہے؛ حالانکہ کبھی اس میں جھوٹے ہونے کا احتمال ہوتا ہے مگر عدالت ظاہری کا اعتبار کرتے ہوئے باقی احتمالات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

۲-مسافت سفر میں شریعت نے روزے اور نماز میں رخصت دی ہے؛ جبکہ سفر میں اس بات کا امکان ہے کہ مسافر کے قوی یا مالدار ہونے کی وجہ سے اس کو مشقت لاحق نہ ہو، لیکن شریعت نے اس امکان کا اعتبار کر کے اس کے حق میں رخصت کی نفی نہیں کی ہے۔

۳-تمام فقہاء اور محدثین نے خبر واحد پر عمل کو درست قرار دیا ہے؛ حالانکہ یہاں بھی خبر واحد کے غلط ہونے کا احتمال باقی ہے مگر اس کے نادر الوقوع ہونے کی وجہ سے شریعت نے اس کا اعتبار نہیں کیا ہے (الموافقات ۶/۳۵۸-۳۵۹)۔

تیسرے درجے کے ذرائع جو غالبا مفسدہ تک پہنچاتے ہیں ان کے بارے میں بھی فقہاء کا اتفاق ہے کہ غالب کی رعایت کرتے ہوئے وہ بھی ممنوع ہیں، چنانچہ ابن عابدین لکھتے ہیں: "**في شرح المنية: فقال: فعلم بهذا أن المذهب اعتبار غلبة الظن الخ**" (ردالمحتار ۱/۲۴۲) (شرح المنیہ میں ہے: انہوں نے کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظاہر مذہب میں غلبۂ ظن کا اعتبار ہے)۔

اس درجے کے ذرائع کی مثالیں: ۱-فتنہ کے زمانہ میں ہتھیار کی خرید وفروخت سد ذریعہ کی وجہ سے منع ہے کہ لوگ اس موقع میں ہتھیار کی خرید وفروخت کر کے غالبًا فتنہ کو بڑھاوا دینے والے بنیں گے (الموافقات ۱/۳۴۸)۔

۲-ٹی وی کی خرید وفروخت اسی لئے منع ہے کہ لوگ غالبًا اس سے عریانیت اور فحاشی کو فروغ دیں گے۔

چوتھے درجے کے ذرائع جو کبھی مفسدہ تک پہنچاتے ہیں اور کبھی نہیں لیکن مفسدہ تک پہنچانے کا اوسط مغلوب ہوتا ہے، ایسے ذرائع کے مباح رکھنے اور منع کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، مالکیہ اور حنابلہ ایسے ذرائع کو بھی ممنوع قرار دیتے ہیں، اور احناف کی تشریحات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بھی احتیاطا ایسے ذرائع کے ممنوع ہونے کا رجحان رکھتے ہیں؛ جبکہ شوافع کے نزدیک ایسے ذرائع اپنے اصل کے مطابق مباح ہی رہتے ہیں۔

اس درجے کے ذرائع کی مثال: "بیع عینہ" شرعاً ممنوع ہے؛ کیونکہ عام طور سے اس کے ذریعہ سود تک رسائی ہوتی ہے؛ اس لئے مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک بیع عینہ ناجائز ہے، اور شوافع اس کو مباح کہتے ہیں اور احناف بھی بیع عینہ کی اس شکل کو جس کی تشریح ائمہ ثلاثہ کرتے ہیں اس کو ناجائز کہتے ہیں، چنانچہ صاحب بحر لکھتے ہیں: "**قوله: شراء ما باع بأقل مما باع قبل نقد الثمن–اى لم يجز–انما منعنا جوازه استدلالا بقول عائشةؓ لتلك المرأة وقد باعت بستمأة بعد ما اشترت بثمان مأة: بئس ما شريت واشتريت، ابلغى زيد بن ارقم ان الله تعالى أبطل حجه وجهاده مع رسول الله ﷺ إن لم يتب**" (البحر الرائق ۶/۱۳۶) (ثمن کی ادائیگی سے قبل اس چیز کو اس کے پہلے

ثمن سے کم میں خریدنا جتنے میں بیچا تھا جائز نہیں ہے، اور ہم نے حضرت عائشہؓ کے اس قول سے استدلال کرتے ہوئے اس بیع کے جواز کا انکار کیا ہے جس میں انہوں نے اس عورت سے جس نے چھ سو درہم میں اس سامان کو بیچ دیا تھا، جس کو اس نے آٹھ سو درہم میں خریدا تھا، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تمہارا خریدنا اور بیچنا بہت برا ہے، زید بن ارقمؓ کو یہ بات پہنچادو کہ اللہ تعالی اس کے حج اور جہاد کو باطل کردے گا جو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کیا تھا اگر وہ اس عمل سے توبہ نہیں کرتے ہیں)۔

نوٹ: یہ بات ملحوظ رہے کہ احناف نے بیع عینہ کی بعض صورتوں کو جائز کہا ہے جس کی تفصیل اس مقالہ کے موضوع کے مناسب نہیں ہے۔

ائمہ اربعہ کے نزدیک سد ذریعہ سے استدلال کی مثالیں:

سد ذریعہ کی بنیاد پر تقریبا ائمہ اربعہ نے مسائل اور احکام بیان کئے ہیں، مالکی اور حنبلی مسالک میں تو بہت ہی افراط کے ساتھ اس اصول سے کام لیا گیا ہے، شافعی مسلک میں اس اصول کا دائرہ انتہائی محدود ہے، اور مسلک حنفی میں احتیاط کے ساتھ اس کو اختیار کیا گیا ہے؛ البتہ ابن حزم ظاہری نے صاف طور سے سد ذرائع کا انکار کیا ہے۔ ہم پہلے مالکی پھر حنبلی پھر شافعی مسلک سے مثال لکھتے ہیں اور اخیر میں مسلک حنفی کی مثال لکھیں گے۔

مالکی مسلک کی مثالیں:

۱- مرض الموت میں مبتلا شخص کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ حکم ان کے نزدیک سد ذریعہ کے اصول کی بنیاد پر ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس نکاح کو جائز کہنے سے دوسرے وارثین کا نقصان ہوگا کہ ان کو ایک نئے وارث (بیوی) کا اضافہ برداشت کرنا ہوگا، اس لئے جملہ وارثین کے حق کو بچاتے ہوئے سد ذریعہ کے طور پر اس شخص کے لئے نکاح کرنا ہی جائز نہیں ہوگا؛ جبکہ دیگر تمام ائمہ اس نکاح کو جائز کہتے ہیں، ابن رشد مالکی لکھتے ہیں: "**واختلفوا فی نکاح المریض فقال أبوحنیفة والشافعي یجوز، وقال مالک فی المشهور عنه لا یجوز**" (بدایۃ المجتہد ۳/۱۷۴) (مریض کے نکاح کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ نکاح جائز ہے اور امام مالک کے مشہور قول کے مطابق جائز نہیں ہے)۔

۲- نکاح میں تمام مہر کو موجل کرنا مالکیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور اس کی وجہ بھی سد ذریعہ ہے، فقہ مالکی میں یہ عبارت ہے: "**لئلا یتذرع الناس إلی النکاح بغیر صداق ویظهروا أن هناک صداقا مؤجلا**" (الشرح الکبیر ۲/۳۰۹) (تمام مہر کو موجل کر کے نکاح کرنا اس لئے مکروہ ہے کہ لوگ اس عمل کو بلا مہر نکاح کرنے کا ذریعہ بنالیں گے اور ظاہر کریں گے کہ یہاں مہر ادھار ہے)۔

اس کے مقابلے میں اس مسئلہ میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ یہ نکاح بلا کراہت جائز ہے، "**لا خلاف لأحد أن**

تأجيل المهر إلى غاية معلومة نحو شهر وسنة صحيح"(عالمگیری ۱/۳۱۸)(اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ معلوم مدت مثلاً ایک مہینہ یا ایک سال تک مہر ادھار کرنا صحیح ہے)۔

۳-سد ذریعہ ہی کی وجہ سے امام مالکؒ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ قاضی محض اپنے علم کی بنیاد پر کسی فریق کے لئے فیصلہ نہیں کرسکتا؛ کیونکہ ایسا کرنا اگر جائز کردیا جائے تو پھر بے دین قاضی حق کے خلاف فیصلے کرنے لگیں گے اور بنیاد میں اپنے علم کو پیش کریں گے، علامہ قرافی لکھتے ہیں:"**يقال إنها تصل إلى ألف مسئلة اختص بها مالك وخالفه فيها الشافعي......الحكم بالعلم هل يحرّم؛ لأنه وسيلة للقضاء بالباطل من القضاة السوء أولايحرمّ......وهو كثير في المسائل فنحن قلنا بسدّ هذه الذرائع ولم يقل بها الشافعي**"(الفروق ۲/۳۳)(کہا جاتا ہے کہ سد الذرائع کے اصول سے ایک ہزار مسائل حل کئے گئے ہیں جن میں امام مالکؒ نے اس اصول کو اختیار کیا ہے اور امام شافعیؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے، ان میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ کیا قاضی اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرسکتا ہے یا یہ فیصلہ کرنا حرام ہے؛ کیونکہ بے دین قاضی کے لئے یہ اختیار ناحق فیصلہ کرنے کا ذریعہ بنے گا، یا حرام نہیں ہے، اس طرح کے بہت سے مسائل ہیں جن میں ہم ان ذرائع کے منع کے قائل ہیں اور امام شافعیؒ اس کے قائل نہیں ہے)۔

حنبلی مسلک کی مثالیں:

۱-ابن قدامہ حنبلیؒ نے المغنی میں سدالذریعہ کی یہ مثال دی ہے کہ اگر شوہر مرض الموت میں اپنی بیوی کو خلع دیتا ہے اور اس کے بعد بیوی کے لئے کچھ مال کی وصیت کرتا ہے تو یہ وصیت کلیۃً صحیح نہیں؛ بلکہ اسی مقدار میں وصیت صحیح ہے جو اس عورت کو بیوی رہنے کی حالت میں وراثت سے حق مل سکتا تھا، یا اس سے کم کی وصیت کی تو صحیح ہے، اس مقدار سے زائد کی وصیت صحیح نہیں ہے، اور اس کی وجہ لکھتے ہیں:"**لأن الزوج حينئذ متهم بادخال الضرر بقية الورثة واتخذ الخلع والوصية ذريعة ليعطيها أكثر من حقها**"(المغنی لابن قدامہ ۸/۳۵۸)(کیونکہ اس وقت شوہر پر یہ تہمت آسکتی ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو اس کے حق سے زائد مال دینے کے لئے اور بقیہ وارثین کو نقصان پہنچانے کے لئے خلع اور وصیت کو ذریعہ بنایا ہے)۔

۲-پھلوں کی خرید وفروخت میں اگر بدوصلاح (پھلوں کے کارآمد ہونے) سے قبل پھلوں کو درخت پر خریدا گیا اور توڑنے یا نہ توڑنے کی شرط نہیں لگائی گئی؛ البتہ خریدار نے خریدتے وقت ہی اس کو درخت پر بدوصلاح تک رکھنے کا ارادہ کرلیا تھا تو یہ بیع جائز نہیں، اور اگر خریدتے وقت درخت پر تو چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، لیکن خریدنے کے بعد بھی وہ پھلوں کو چھوڑے رکھا تو بھی امام احمدؒ کے اصح قول کے مطابق یہ بیع صحیح نہیں ہے، اور اس کی وجہ ابن قدامہ اس طرح لکھتے ہیں:"**لأن تصحيح البيع في هذه الصورة يكون ذريعة إلى شراء ثمرة قبل بدوصلاحها ثم تترك إلى أن يبدو**

صلاحها فيكون ذريعة إلى الحرام فيكون حراما"(المغنی لابن قدامہ ۸۵/۴) (کیونکہ اس صورت میں بیع کو صحیح قرار دینا ذریعہ ہوجائے گا بدوصلاح سے قبل پھل کے خریدنے کا اور پھر اس کو بدوصلاح تک درخت پر چھوڑے رکھنے کا، تو یہ بیع حرام کا ذریعہ ہوجائے گی اس لئے یہ بیع بھی حرام ہوجائے گی)۔

جبکہ اس قسم کی بیع کو دیگر ائمہ اور خود احناف نے جائز کہا ہے، صاحب درمختار لکھتے ہیں:"**ولو شراها مطلقا وتركها بإذن البائع طاب له الزيادة وإن بغير إذنه تصدق بمازاد في ذاتها**"(درمختار علی الشامی ۳۹/۴-۳۸) (اگر کوئی شخص درخت پر ظاہر ہو چکے پھل کو بغیر کسی شرط کے خریدتا ہے اور بائع کی اجازت سے اس کو درخت پر چھوڑے رکھتا ہے تو اس پھل میں جو بھی اضافہ ہوا ہے وہ خریدار کے لئے حلال ہے، اور اگر بغیر اجازت کے چھوڑے رکھتا ہے تو جو اس پھل کی ذات میں اضافہ ہوا ہے اس مقدار کو صدقہ کردے گا)۔

شافعی مسلک کی مثالیں:

سدالذرائع کی قسم جس میں مباح چیز حرام ہونے کے لئے یقینی ذریعہ ہوتی ہے ایسے ذرائع بالاتفاق ممنوع ہیں، اس میں تو امام شافعیؒ کا بھی اتفاق ہے؛ البتہ مختلف فیہ قسموں میں جہاں ذرائع درجہ غالب یا اکثری میں مفسدہ تک پہنچاتے ہیں اس میں امام شافعیؒ ذرائع کو ممنوع نہیں کہتے ہیں، لیکن بہت سے فروعی احکام میں شوافع نے سدالذرائع کو اختیار کیا ہے اور مباح امر کو ممنوع قرار دیا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱-حائضہ عورت سے ناف سے لے کر گھٹنا تک صحبت کے علاوہ نفع اٹھانے کو امام شافعیؒ بھی ناجائز کہتے ہیں، اور اس کی وجہ ان کے نزدیک بھی سد ذریعہ ہی ہے، علامہ سیوطی الاشباہ والنظائر میں لکھتے ہیں:"**قال الأئمة إنما كان التحريم أحب لأن فيه ترك مباح لاجتناب محرم**"(الاشباہ والنظائر للسیوطی ص۱۰۶) (ائمہ کرام کہتے ہیں کہ ناف سے نیچے نفع اٹھانے کو حرام کہنا اس لئے بہتر ہے کہ اس میں حرام سے بچنے کے لئے مباح کو چھوڑنا ہوتا ہے)۔

۲-شوافع کے نزدیک باندیوں کو قرض میں دینا منع ہے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں:"**لأن تجويز ذلك يفضي إلى أن يصير ذريعة أن يطأها وهو يملك ردها**"(البحرالمحیط للزرکشی ۹۴/۸) (اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر باندیوں کو قرض میں دینا جائز کردیا جائے تو یہ قرض لینے والے کے لئے اس باندی سے صحبت کا ذریعہ ہوجائے گا؛ جبکہ وہ اس کے واپس کرنے کی قدرت رکھتا ہے)، ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں بھی سد ذریعہ کے طور پر ہی شوافع نے یہ حکم لگایا ہے۔

۳-اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے:"**لا يمنع فضل الماء ليمنع به الكلأ**" (ابوداؤد ۴۹۱/۲) (کوئی شخص زائد پانی کو نہ روکے تاکہ اس کے ذریعہ گھاس کو روک لے)، اس حدیث میں زائد پانی کو روکنے کی ممانعت کی وجہ امام

شافعیؒ نے ''سد ذریعہ'' ہی کو بنایا ہے، چنانچہ ''الأم'' میں لکھتے ہیں:''**وفی منع الماء لیمنع به الکلأ الذی هو من رحمة الله عام یحتمل معنیین: أحدهما إن ما کان ذریعة إلی منع ما أحل الله لم یحل وکذلک ما کان ذریعة إلی إحلال ما حرم الله تعالی**''(اور پانی کو روکنا کہ اس کے ذریعہ گھاس کو روک لے جبکہ یہ اللہ کی رحمت میں سے ہے، یہ حدیث عام ہے جو دو معنی کا احتمال رکھتی ہے: ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو چیز اللہ کے حلال کردہ کو حرام کرنے کا ذریعہ بنے وہ خود بھی حلال نہیں، اسی طرح جو چیز اللہ کے حرام کردہ کو حلال کرنے کا ذریعہ بنے وہ بھی حلال نہیں ہوتی ہے)؛البتہ اس طرح کے فروعی احکام میں جہاں سدالذریعہ کی بنیاد پر احکام ہوتے ہیں وہاں شوافع ''منع الوسائل'' کی تعبیر اختیار کرتے ہیں (الاشباہ والنظائر للسبکی ۱/۱۲۰)۔

احناف کا موقف اور مثالیں:

ائمہ احناف نے بھی قطعی اور یقینی طور پر مفسدہ تک پہنچانے والے ذرائع کو ممنوع قرار دیا ہے جیسے مشرکین کے بتوں کو مشرکین کے سامنے برا کہنا، اسی طرح عام راستے پر کنواں کھودنا وغیرہ، اس طرح جو ذرائع غالباً یا اکثری طور پر مفسدہ تک پہنچاتے ہیں احناف نے ان کو بھی ممنوع قرار دیا ہے، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

۱-جوان عورت کے لئے مسجد کی جماعت میں شریک ہونا ناجائز ہے کہ یہ مباح امر فتنہ کا ذریعہ بنے گا، علامہ کاسانی لکھتے ہیں:''**لأن خروجهن إلی الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما أدی إلی الحرام فهو حرام**''(بدائع الصنائع ۱/۱۵۷)(کیونکہ عورتوں کا جماعت میں شرکت کے لئے نکلنا فتنہ کا سبب بنے گا اور فتنہ حرام ہے، اور جو چیز حرام تک پہنچانے کا ذریعہ ہو جائے وہ بھی حرام ہوتی ہے)۔

۲-ظہار کرنے والے کے لئے اس بیوی سے بوس وکنار منع ہے؛ کیونکہ یہ وطی کا ذریعہ بن سکتا ہے؛ جبکہ کفارہ سے قبل اس کے لئے وطی کرنا حرام ہے، علامہ ابن الہمام لکھتے ہیں:''**لأنه لما حرم الوطی إلی أن یکفر حرم الدواعی للافضاء إلیه ولأن الاصل أن سبب الحرام حرام**''(فتح القدیر ۱۰/۴۷)(اس لئے جب کفارہ ادا کرنے تک وطی حرام ہے تو دواعی وطی بھی حرام ہوگی؛ کیونکہ وہ وطی تک پہنچا دیتی ہے، اور اصل یہ ہے کہ حرام کا سبب بھی حرام ہوتا ہے)۔

۳-جو غلام قتال کرنے سے مجبور ہے اگر وہ دشمنوں کو امن دیتا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ امن صحیح نہیں ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل شرعی کے اعتبار سے تو کفار کو امن دینا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ امن دینے کی وجہ سے جہاد اور قتال کو ترک کرنا لازم آئے گا اور فرض کو چھوڑنا پڑے گا، اس لئے اصل میں امن دینا صحیح نہیں ہے، لیکن شریعت نے مجاہدین کو بوقت ضرورت اس کی اجازت دی ہے کہ جب دشمنوں میں زیادہ قوت ہو اور مسلمانوں میں ضعف ہو تو امن کے ذریعہ مسلمان اپنی کمزوری کو دور کریں گے اور جہاد کی تیاری کریں گے اور جہاد کی تیاری بھی جہاد ہی ہے، اس لئے

مقاتلین کی طرف سے امن دینا صحیح ہے کہ یہ بھی ایک جہاد ہی کرنا ہے، لیکن مجور غلام کا امان دینا صورت اور معنی دونوں اعتبار سے قتال و جہاد کو ترک کرنا ہے، اس لئے اس کا امن دینا صحیح نہیں ہوگا، علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "**والعبد المحجور لاشتغاله بخدمة المولى لا يقف عليها فكان أمانه تركا للقتال المفروض صورة ومعنى فلايجوز**" (بدائع ۶/۷۲) (مجور غلام اپنے مولی کی خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے عام مسلمانوں میں ضعف اور دشمنوں میں قوت پر واقف نہیں ہوسکتا ہے، اس لئے اس کا امان دینا قتال فرض کو صورۃً ومعنیً چھوڑنا ہوگا، اس لئے اس کا امان دینا جائز نہیں ہوگا)۔

۴-مطلقہ ثلاثہ کے لئے زیب وزینت منع ہے، اور اس کی وجہ ائمہ احناف یہی لکھتے ہیں کہ زیب وزینت کی وجہ سے زوجین میں وطی کا داعیہ پیدا ہوگا، جبکہ وطی حرام ہے، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر زینت کرنے کو حرام کہا گیا ہے، صاحب عنایہ لکھتے ہیں: "**إن هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها وهي ممنوعة من النكاح فتجتنبها كي لا تصير ذريعة على الوقوع في المحرم**" (عنایہ ۴/۳۳۹) (یہ چیزیں عورتوں میں وطی کی رغبت پیدا کرتی ہیں جبکہ اس سے نکاح کرنا اس کے اس شوہر کے لئے ممنوع ہے اس لئے یہ عورت زینت کی چیز اختیار کرنے سے گریز کرے گی؛ تاکہ یہ زینت اس کے لئے حرام میں مبتلا کرنے کا ذریعہ نہ بن جائے)۔

۵-جس شخص کو قاضی بننے کے بعد ظلم کرنے یا فیصلہ کرنے سے عاجز ہونے کا ظن غالب ہو اس کے لئے قاضی یا حاکم بننا مکروہ تحریمی ہے؛ حالانکہ لوگوں میں شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن جب اس عہدہ پر فائز ہونے کے بعد ظلم کا یا حرام امور کے ارتکاب کا خطرہ یقینی یا ظن غالب کے درجے میں ہوجائے تو سد ذریعہ کے طور پر اس کے لئے اس عہدہ پر فائز ہونا جائز ہوگا، صاحب درمختار لکھتے ہیں: "**وكره تحريما، التقلد، اى أخذ القضاء لمن خاف الحيف أو الظلم أو العجز، وفي الشامية: فلو كان غالب ظنه انه يجوز في الحكم ينبغي أن يكون حراما**" (درمختار مع الشامیہ ۴/۳۰۷) (عہدہ قضا اختیار کرنا اس کے لئے مکروہ تحریمی ہے، جس کو ظلم کرنے یا فیصلہ کرنے سے عاجز ہونے کا خطرہ ہو، اور شامی میں ہے: اگر اس کو اس بات کا ظن غالب ہو کہ وہ فیصلہ کرنے میں ظلم کرے گا تو اس کے لئے عہدہ قضاء لینا حرام ہونا چاہئے)۔

مذکورہ مثالوں سے واضح ہو رہا ہے کہ جو ذرائع مفسدہ تک غالبًا پہنچاتے ہیں یا عام طور پر ان ذرائع سے لوگ ناجائز امور کا ارتکاب کرتے ہیں ان ذرائع کو احناف نے بھی ممنوع کہا ہے، اس لحاظ سے احناف کے نزدیک مندرجہ ذیل صورت میں سد الذرائع کا اعتبار کیا گیا ہے:

۱-وہ ذرائع جو یقینی اور قطعی طور پر مفسدہ تک پہنچائے۔

۲-وہ ذرائع جو اغلب طریقہ سے مفسدہ تک پہنچائے۔

۳-وہ ذرائع جو کثرت سے مفسدہ تک پہنچائے۔

اور جو ذرائع اتفاقاً یا شاذ و نادر مفسدہ تک پہنچائے ان کا اعتبار احناف نے بھی نہیں کیا ہے۔

فتح الذرائع:

یہ سد الذرائع کی ضد ہے، اس اعتبار سے فتح الذرائع کا مفہوم ہوگا: "**طلب الوسيلة الجائزة إذا كانت طريقا إلى مصلحة راجحة**" (قواعد الوسائل لمصطفى مخدوم/ ۳۶۶) (جائز وسیلہ کو تلاش کرنا اگر وہ کسی راجح مصلحت کا ذریعہ ہو)۔

مالکی اور حنبلی مسلک میں چونکہ سد الذرائع کے اصول کا زیادہ اہتمام ہے اس لئے ان حضرات نے فتح الذرائع کا لحاظ اسی کے مطابق رکھا ہے، اور چونکہ فتح الذرائع سد الذرائع کی ضد ہے اور "**وبضدها تبين الأشياء**" کا قاعدہ بھی واضح ہے اس لئے خاص طور پر امام قرافی مالکیؒ نے سد الذرائع کی ضد فتح الذرائع کی اس طرح وضاحت کی ہے: "**اعلم ان الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح فان الذريعة هى الوسيلة فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعى للجمعة والحج**" (الفروق للقرافی ۲/ ۳۳) (یہ بات جان لو کہ جس طرح ذریعہ کو منع کرنا کبھی واجب ہوتا ہے اسی طرح کبھی ذریعہ کو کھولنا بھی واجب ہوتا ہے اور کبھی مکروہ کبھی مستحب اور کبھی مباح ہوتا ہے؛ کیونکہ ذریعہ تو ایک وسیلہ کا نام ہے تو جس طرح حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوتا ہے تو واجب کا ذریعہ بھی واجب ہوگا جیسے جمعہ اور حج کے لئے سعی کرنا واجب ہے)۔

حنبلی مکتب فکر سے ابن قیم جوزیؒ نے بھی فتح الذرائع پر کلام کیا ہے اور سد الذرائع کی طرح فتح الذرائع کا بھی انہوں نے اعتبار کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: "**والنظر إلى المخطوبة وكلمة الحق عند سلطان جائر ونحو ذلك فالشريعة جاء ت بإباحة هذا القسم أو استحبابه أوايجابه بحسب درجاته فى المصلحة**" (اعلام الموقعین ۳/ ۱۱۰) (اور جس عورت سے نکاح کرنا ہے اس کو دیکھنا اور ظالم و جابر حاکم کے پاس حق بات کہنا وغیرہ مسائل پر مصلحت کے درجات کے مطابق شریعت نے کہیں استحباب کا تو کہیں وجوب کا حکم لگایا ہے)۔

شوافع کے نزدیک بھی مذکورہ طریقے سے فتح الذرائع کے اصول سے استمداد موجود ہے؛ چنانچہ امام زرکشی البحر المحیط میں لکھتے ہیں: "**ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب، وقال: وما لا يتم المستحب إلا به فهو مستحب**" (البحر المحیط للزرکشی ۲/ ۳۶۶) (جس چیز سے واجب کی تکمیل ہوتی ہے وہ بھی واجب ہوتی ہے اور جس سے مستحب کی تکمیل ہوتی ہے وہ بھی مستحب ہے)۔

اسی طرح احناف نے بھی فتح الذرائع کے اصول کو بہت سے فروعی احکام میں اختیار کیا ہے، علامہ کاسانی اس

اصول کے عین مطابق یوں لکھتے ہیں:"**الوسیلة إلی الشئ حکمھا حکم ذلک الشئ**"(بدائع الصنائع ۷/۱۰۶)(کسی شئ تک پہنچانے والے وسیلے کا وہی حکم ہوتا ہے جو اس شئ کا حکم ہوتا ہے)......اس سے وہی بات واضح ہوئی جو فتح الذرائع کے اصول کی تشریح امام قرافی نے لکھی ہے کہ واجب حکم تک پہنچانے کا ذریعہ واجب ہوگا اور مستحب تک پہنچانے کا ذریعہ مستحب ہوگا وغیرہ۔

فتح الذرائع کے معتبر ہونے کی دلیل:

۱-اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"**ما قطعتم من لینة أو ترکتموھا قائمة علی أصولھا فبإذن الله ولیخزی الفاسقین**"(سورۂ حشر:۵)(جن کھجور کے درختوں کو تم نے کاٹا یا اس کو اپنے تنے پر چھوڑ دیا تو وہ سب اللہ کے حکم سے تھا اور یہ اس لئے تھا کہ نافرمانوں کو اللہ رسوا کرے)،اس آیت کریمہ میں درختوں کے کاٹنے کو صحیح کہا گیا ہے؛ حالانکہ درختوں کو بلا ضرورت کاٹنا اچھی چیز نہیں ہے،لیکن چونکہ اس واقعہ میں درختوں کو کاٹنا دشمنوں کو مقہور اور زیر کرنے کی غرض سے تھا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تھا،اس لئے درختوں کے کاٹنے کو وسیلہ بنایا گیا،اور یہی فتح الذریعہ ہے۔

۲-حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے:"**قال اجعلنی علی خزائن الأرض إنی حفیظ علیم**"(یوسف:۵۵)(حضرت یوسفؑ نے بادشاہ مصر سے کہا مجھے زمین کے خزانے پر حاکم بنا دیجئے میں اس کی حفاظت کرنے والا اور اس کے متعلق جانکار ہوں)۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے عہدہ طلب کیا ہے،جبکہ عہدہ طلب کرنا عموماً جائز نہیں ہے لیکن چونکہ اس جگہ عہدہ پر فائز ہوکر قحط کی مصیبت سے عامۃ الناس کو نجات دینا ہے اس لئے اس بڑے مقصد کے حصول کے لئے عہدہ طلب کیا ہے اور یہی فتح الذریعہ ہے۔

فتح الذرائع کے اصول کو اختیار کرنے کے ضوابط:

مذکورہ بیان سے واضح ہوتا ہے کہ فتح الذرائع کا بھی اعتبار کرنا درست ہے؛ البتہ ضروری ہے کہ فتح الذرائع کے اصول کو اختیار کرنے میں اعتدال اختیار کرنا بھی لازم ہے ورنہ معمولی بنیاد پر فتح الذرائع یا سد الذرائع کو اختیار کرنے کی اجازت دے دی جائے گی،تو پھر شریعت کے تمام حدود ختم ہوجائیں گے،اس لئے مندرجہ ذیل ضوابط کا لحاظ رکھتے ہوئے فتح الذرائع کے اصول کو اختیار کرنا چاہئے:

ضابطہ نمبر ۱: فتح الذرائع کا کسی منصوص حکم سے تعارض نہ ہو،اسی وجہ سے حکومتی نظام کو درست کرنے کے لئے سودی معاملے کو جائز نہیں کیا جا سکتا،جیسے امور سلطنت سے مرعوب لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ "**لا دولة بلا اقتصاد ولا اقتصاد بغیر**

بنوک ولا بنوک بغیر ربا‘‘ (فتاوی معاصرہ للقرضاوی ۳؍۴۳۰) (اقتصادیات کی فراوانی کے بغیر کوئی حکومت نہیں چلتی اور اقتصادیات پر کنٹرول بغیر بینکوں کے ممکن نہیں اور کوئی بینک بغیر سود کے کامیاب نہیں)، جبکہ اللہ پاک کا ارشاد: ’’وأحل الله البیع وحرم الربا‘‘ (سورۂ بقرہ:۲۷۵) سے مذکورہ فتح الذرائع کا واضح تعارض ہے، اس لئے اس فتح الذریعہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔

ضابطہ نمبر ۲- فتح الذرائع کسی شرعی مقاصد کے معارض نہیں ہونا چاہئے؛ کیونکہ فتح الذرائع کا مقصد لوگوں میں آسانی پیدا کرنا اور مقاصد شریعت کی حفاظت کرنا ہے تو جب فتح الذرائع سے مقاصد شریعت ہی مجروح ہونے لگے تو فتح الذرائع کی بنیاد ہی ختم ہوجائے گی، علامہ العز بن سلام نے لکھا ہے: ’’الوسائل تسقط بسقوط المقاصد‘‘ (قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۱؍۱۲۸) (مقاصد کے سقوط سے وسائل بھی ساقط ہوجاتے ہیں)۔

ضابطہ نمبر ۳- فتح الذرائع کا اعتبار اسی وقت ہوگا جب ذرائع غالباً مقصود تک پہنچانے والے ہوں، جو ذرائع شاذ و نادر مقاصد تک پہنچائے اس کا اعتبار نہیں ہوگا ورنہ تمام منہیات وممنوعات کے دروازے کھل جائیں گے (الاجتہاد المعاصر للقرضاوی ۱؍۷)۔

ضابطہ نمبر ۴- فتح الذریعہ اسی وقت صحیح ہوگا جب فتح ذریعہ کا مقصد ذریعہ کے مقابلے میں اہم یا مساوی ہو، اگر ذریعہ کے مقابلہ میں مقصد کمتر ہو تو اس وقت فتح الذریعہ کی اجازت نہیں ہوگی، جیسے جمعہ کے خطبہ کے استماع کو ترک کرکے تحیۃ المسجد کی اجازت نہیں ہوگی؛ کیونکہ تحیۃ المسجد مستحب ہے اور استماع واجب ہے، اس لئے واجب کو چھوڑنے کی اجازت مستحب کے واسطے نہیں ہوگی۔

ضابطہ نمبر ۵- اہم مقاصد کے حصول کے لئے کسی ممنوع کو مباح یا کسی مباح کو واجب یا مستحب کرکے فتح الذرائع کی اجازت ہر ایک عامی شخص کو نہیں ہوگی؛ بلکہ قرآن وحدیث اور اجتہاد کے ماہرین کو ایسے احکام بتلانے کی اجازت ہوگی ورنہ تو ہر ایک شخص اپنے باطل نظریات کو ثابت کرنے کے لئے بے ضابطہ فتح الذرائع کے اصول کو بنیاد بنائے گا اور شریعت ایک کھلواڑ بن کر رہ جائے گی۔

سد الذرائع کا اصول اور جدید مسائل:

جو ذرائع ممنوعات تک قطعی اور یقینی طور پر پہنچاتے ہیں ایسے ذرائع کے ممنوع ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، اور ایسے ذرائع کی مثالیں قرآن وحدیث میں موجود ہیں ان کو یہاں لکھنے کی ضرورت نہیں، اسی طرح وہ مسائل جن میں سد ذریعہ کا اصول غالباً موثر ہے، ایسے مسائل بھی احادیث میں اور کتب فقہ میں موجود ہیں، اسی طرح وہ قدیم مسائل جن میں سد ذریعہ کا اصول کثرت سے فیصلہ کن ہوتا ہے وہ کتب فتاوی میں مرقوم ہیں؛ البتہ جدید مسائل جن میں سد ذریعہ کا اصول مؤثر ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱-معتدل حالات میں جیون بیمہ (لائف انشورنس) ناجائز ہے اوراس کی وجہ سد ذریعہ ہی ہے؛ کیونکہ جیون بیمہ میں حادثاتی موت پر مالی تعاون کا ایک معاہدہ ہوتا ہے اور حادثات میں مبتلا کا مالی تعاون کرنا ایک مستحسن کام ہے لیکن اس معاہدہ (بیمہ زندگی) کے ذریعہ لوگ بلاخوف وخطر سودی لین دین کا ارتکاب کرتے ہیں اس لئے سود جیسے حرام کے ارتکاب سے بچانے کے لئے اس کے اس ذریعہ (بیمہ زندگی) کو ناجائز کہا جائے گا۔

۲-انسانی دودھ کا بینک قائم کرنا سد ذریعہ کے اصول کے مطابق ناجائز ہوگا؛ کیونکہ انسانی دودھ پلانے اوراس پر اجرت لینے دینے کا جواز تو شریعت اسلامی میں واضح طور پر ثابت ہے، لیکن انسانی دودھ کی خرید وفروخت کا جواز ثابت نہیں؛ بلکہ انسانی دودھ یا دیگر انسانی اعضاء کی خرید وفروخت کی ممانعت ثابت ہے، ''الانتفاع بأجزاء الآدمی لم یجز قیل: للنجاسة وقیل: للکرامة وهو الصحیح'' (فتاوی ہندیہ ۵/ ۳۵۴) (آدمی کے اجزاء سے نفع اٹھانا جائز نہیں، بعض لوگوں نے اس کی وجہ نجاست بتلائی ہے اور بعض نے کرامت اور یہی صحیح قول ہے)۔

اور ظاہر ہے کہ جب انسانی دودھ بینک قائم ہوگا تو پھر غربت وافلاس کی وجہ سے لوگ انسانی دودھ کی خرید وفروخت کریں گے، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر انسانی دودھ بینک قائم کرنا ناجائز ہوگا۔

۳-عورت کے حمل میں جنین کی جنس کی تشخیص الٹرا ساؤنڈ یا دیگر آلات سے سد ذریعہ کی بنیاد پر ناجائز ہوگی؛ کیونکہ فی نفسہ جنین کی تشخیص میں تو کوئی قباحت نہیں لگتی مگر جب جنین کی تشخیص سے جنین کے مؤنث ہونے کا علم ہوتا ہے تو بہت سے لوگوں کے ارادے بدلنے لگتے ہیں اور بسا اوقات جنین کشی کی حرمت کا ارتکاب کر لیتے ہیں اس لئے اس حرمت کے سد باب کے لئے جنین کی تشخیص ناجائز ہوگی۔

۴-جس سیاسی پارٹی کا نصب العین اسلام دشمنی ہے اس کی رکنیت حاصل کرنا سداً للذریعہ حرام ہے؛ کیونکہ عمومی سیاسی نقطہ نظر کو لے کر تو پارٹی کی رکنیت حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں لیکن جب کوئی اس پارٹی میں شمولیت اختیار کرے گا تو رفتہ رفتہ وہ بھی اسلام دشمنی امور میں مجبوراً شریک ہوگا جو سراسر حرام ہے، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر شروع ہی میں ایسی پارٹی میں شمولیت ہی حرام ہوگی۔

۵-اسلامی ماحول والے اسکول دستیاب ہونے کے باوجود بچوں کو عیسائی یا ہندوانہ رسم ورواج والے اسکول میں داخلہ دلانا جائز نہیں، جس اسکول میں بچوں کو اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات کی تعلیم دی جاتی ہے یا جھاں وندے ماترم جیسے مشرکانہ گیت گانے کی تعلیم وترغیب دی جاتی ہے، اس مسئلہ میں بھی نفس اسکول میں تعلیم کے لئے داخلہ دلانے میں تو کوئی حرج نہیں تھا؛ لیکن یہ داخلہ ذریعہ بن جاتا ہے اسلام میں شکوک وشبہات کا، یا یہ ذریعہ بن جاتا ہے مشرکانہ گیت گانے کا، اس لئے سد ذریعہ کے طور پر ایسے اسکول میں داخلہ کرانا ہی ناجائز ہوگا۔

۶-ٹی وی کی خرید وفروخت اسی طرح اس کی مرمت کا پیشہ اختیار کرنا سد ذریعہ کے طور پر ہی منع ہے؛ کیونکہ فی نفسہ ٹی وی تو ایک مشین کی طرح آلہ ہے جس میں کوئی نجس یا حرام چیز لگی ہوئی نہیں ہے، اس اعتبار سے اس آلہ کے خریدنے میں تو کوئی قباحت نہیں، لیکن اس آلہ کے ذریعہ لوگ یقینی طور پر منکرات ومعاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اس لئے سداً للذریعہ ٹی وی کی خرید وفروخت اور اس کی مرمت کرنا ناجائز ہوگا۔

۷-نیٹ ورک مارکٹنگ میں عدم جواز کی جہاں بہت سی وجوہات ہیں ان میں ایک وجہ سد ذریعہ بھی ہے؛ کیونکہ ایسی تجارت میں بہت سی شکلیں ایسی ہیں جہاں عام طور پر چیزوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے جو فی نفسہ مباح ہے لیکن یہی عمل آگے چل کر ناجائز امور کے ارتکاب کا ذریعہ بن جاتا ہے اس لئے سد ذریعہ کے طور پر ایسی تجارت کرنا شروع ہی سے ناجائز ہوگی۔

سد ذریعہ کے استعمال میں غلو درست نہیں:

جن فقہاء نے سد ذرائع یا فتح ذرائع کا اعتبار کیا ہے انہوں نے یہ واضح کیا ہے کہ اس اصول کے اختیار کرنے میں کسی بھی طرح کا غلو درست نہیں؛ کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور وہ ہر طرح کے افراط وتفریط سے پاک ایک معتدل نظام حیات ہے، اگر اس اصول کا استعمال بے دریغ ہونے لگے تو شریعت کے تمام حدود ختم ہوجائیں گے، اس لئے ''فتح الذرائع'' کے تمام ضابطے سد ذرائع میں اختیار کرنا لازم ہے، علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں: **''المبالغة فی سد الذرائع قد تحرم الناس من خيرات كثيرة ومصالح كبيرة، كما أن المبالغة فی فتحها قد تؤدی إلى شر مستطير وفساد كبير''** (الاجتہاد المعاصر للقرضاوی ۷/۱) (سد ذرائع میں مبالغہ سے لوگوں کو بہت سے خیر اور بڑی بڑی مصلحتوں سے محرومی ہوسکتی ہے، جس طرح فتح الذرائع میں مبالغہ سے بہت سی برائیاں اور بڑے بڑے فساد پیدا ہوسکتے ہیں)۔

فتح الذرائع میں ہم نے پانچ ضابطے لکھے ہیں ان کو یہاں بھی منطبق کرنا چاہئے۔

☆☆☆

سد ذرائع

مولانا عبید اللہ ندوی☆

سد ذرائع کی تعریف:

ذرائع کی لغوی تعریف: ذرائع، ذریعہ کی جمع ہے، اور ذریعہ لغت میں سبب اور وسیلہ کو کہتے ہیں، یعنی ہر وہ شئی جو کسی شئی کے حصول کا ذریعہ بنے، چنانچہ اردو محاورات میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اصطلاح میں ذریعہ اس قول یا عمل کو کہتے ہیں جو بذات خود مباح ہوتا ہے لیکن کسی معصیت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جیسے بیع وتجارت بذات خود مباح ہے لیکن اذان جمعہ کے وقت بیع وتجارت کی یہ مشغولیت ''سعی الی الجمعہ'' سے روکنے کا سبب بن جاتی ہے، جس کا حکم اللہ نے دیا ہے، امام شاطبیؒ ذریعہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''**حقیقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة** ''(الموافقات ۴/ ۱۹۹) (اس کی (ذرائع کی) حقیقت اس قول وعمل کو- جو مصلحت ہے- مفسدہ کا ذریعہ بنالینا ہے)۔

علامہ ابن رشد فرماتے ہیں: ''**انها الأشياء التى ظاهرها الإباحة و يتوسل بها إلى الفعل المحظور**'' (المقدمات لابن رشد، ص: ۱۹۷) (ذرائع وہ اشیاء ہیں جو بظاہر مباح ہیں لیکن انھیں کسی ممنوع عمل کا ذریعہ بنالیا جائے)۔

قاضی عبدالوہاب فرماتے ہیں: ''**الذرائع هى الأمر الذى ظاهرها الجواز، إذا قويت التهمة فى التطرق به الى الممنوع**''(سد الذرائع ص: ۴۷ بحوالہ الاشراف عن مسائل الاختلاف ا/ ۲۷۵ بحوالہ التطبیقات المعاصرہ ص: ۱۰) (ذرائع سے مراد وہ امر ہے جسکا ظاہر جواز ہو، جبکہ ممنوع تک پہونچنے میں تہمت قوی ہوجائے)۔

''**و قال الباجى: إن المنع من الذرائع يكون فى المسئلة التى ظاهرها الاباحة ويتوسل بها إلى فعل المحظور**''(احکام الفصول فی احکام الاصول، ص: ۵۶۷) (الباجی فرماتے ہیں: ذرائع پر بندش اس مسئلہ میں ہوتی ہے جس کا ظاہر مباح ہو اور اس کے ذریعہ فعل محظور تک پہنچا جاسکتا ہو)۔

☆ استاذ حدیث وادب، دار العلوم ماٹلی والا، بھروچ، گجرات۔

شوکانیؒ اور قرطبیؒ بھی یہی فرماتے ہیں، چنانچہ قرطبیؒ لکھتے ہیں: "و الذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه، يخاف من ارتكابه الوقوع فى ممنوع" (الجامع لاحکام القران ۲/۵۷،۵۸) (ذریعہ نام ہے اس امر کا جو فی نفسہ غیر ممنوع ہو، لیکن اس کے ارتکاب سے ممنوع میں پڑنے کا اندیشہ ہو)۔

ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "إن الله سبحانه ورسوله ﷺ سدّ الذرائع المفضية إلى المحارم بأن حرمها ونهى عنها، و الذريعة ما كان وسيلة و طريقا الى الشىء، لكن صارت فى عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلى فعل محرم، ولو تجردت عن ذلك الإفضاء لم يكن فيها مفسدة، و لهذا قيل: الذريعة: الفعل الذى ظاهره أنه مباح، وهو وسيلة إلى فعل المحرم" (الفتاوی الکبری ۳/ ۲۲۳، ۲۲۴) (بے شک اللہ سبحانہ وتعالی اوراس کے رسول ﷺ نے ان ذرائع پر بندش لگائی ہے جو حرام تک پہونچنے کا ذریعہ بنتے ہیں، بایں طور کہ اس کو حرام کیا ہے یا اس سے روکا ہے، اور ذریعہ سے مراد وہ چیز ہے جو شئی تک پہونچنے کا وسیلہ اور راستہ ہو، لیکن فقہاء کے عرف میں ذریعہ نام ہے اس چیز کا جو فعل حرام تک پہونچائے، اگر چہ وہ افضاء اس سے خالی ہو اور اس میں کوئی مفسدہ نہ ہو، اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: کہ ذریعہ سے مراد وہ فعل ہے جو بظاہر مباح ہو، لیکن وہ فعل حرام تک پہونچنے کا وسیلہ ہو)۔

ابن قیم جوزی فرماتے ہیں: "الذريعة ما كان وسيلة وطريقا الى الشيئى، و ان من تأمل مصادر الشريعة و مواردها علم أن الله تعالى و رسوله ﷺ سد الذرائع المفضية إلى المحارم، بأن حرمها أو نهى عنها" (إعلام الموقعين ۳/ ۱۲۰) (ذریعہ سے مراد وہ چیز ہے جو کسی شئی تک پہنچنے کا وسیلہ اور راستہ ہو، اور جو شخص مصادر شریعت اور اس کے موارد پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان ذرائع کو بند کر دیا ہے جو محارم تک پہونچانے والے ہیں، بایں طور کہ اس کو حرام کر دیا یا اس سے منع فرمادیا)۔

پس "سد ذرائع" کے معنی ایسے اقوال واعمال پر بندش لگانا ہے جو بذات خود مباح ہیں لیکن کسی ممنوع کے ارتکاب کا بالواسطہ ذریعہ وسبب بن جاتے ہیں،، اور ممنوع سے مراد وہ عمل ہے جسکی ممانعت نص سے ثابت ہو، چنانچہ ابن العربی "کتاب الاحکام" میں فرماتے ہیں: "و قاعدة الذريعة التى يجب سدّها هو ما يؤدّى من الأفعال المباحة إلى محظور منصوص عليه لا مطلق محظور" (تہذیب الفروق علی حاشیۃ الفروق ۲/ ۳۲) (اور اس قاعدہ ذریعہ -جس کو بند کرنا واجب ہے- سے مراد وہ ذریعہ ہے جو مباح افعال میں سے منصوص ممنوع تک پہونچنے کا ذریعہ بنے، مطلق محظور مراد نہیں ہے)۔

فتح ذریعہ:

ذریعہ کی وضاحت ہو چکی ہے، اور فتح کے معنی کھولنے کے ہیں، پس فتح ذرائع سے مراد انسانی مصالح کے لئے

راستہ ہموار کرنا ہے،ذرائع کا اعتبار اصول تشریع میں کرنا امر لابدی ہے؛ کیوں کہ وہ ضرورت کی اساس پر قائم ہے،اور ضرورت جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کبھی کبھی کسی فعل کی اباحت کا سبب بن جاتی ہے،اس طرح ذریعہ کبھی مصلحت کی رعایت اور مفسدہ کوختم کرنے کیلئے حرام کومباح کردیتی ہے،اور کبھی کبھی ضرورت میں کسی نئے مفہوم کا اضافہ کردیتی ہے،اور جب نتائج اور مآلات مصلحت تک پہونچ جائیں تو مصلحت شرعاً مطلوب ہوتی ہے،اوراسی طرح اس تک پہونچنے کا وسیلہ بھی مطلوب ہوگا۔

اور یہیں سے ''فتح ذرائع'' کی تکمیل ہوتی ہے،اوراس کواختیار کرنے کا راستہ ہموار ہوتا ہے،امام قرافی فرماتے ہیں:''**و اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها،و تكره،وتندب،و تباح،فان الذريعة هى الوسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعى للجمعة والحج،والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل و إلى أقبح المقاصد أقبح الوسائل، و إلى ما يتوسط متوسطة**'' (الفروق ۲/۳۲) (اور جان لو کہ ذریعہ کا جیسے بند کرنا واجب ہے اسی طرح اس کا کھولنا بھی واجب ہے،مکروہ ہے،مندوب ہے،مباح ہے،اس لئے کہ ذریعہ سے مراد وسیلہ ہے،توجس طرح حرام کا وسیلہ حرام ہوتا ہے اسی طرح واجب کا وسیلہ واجب ہوگا،جیسے جمعہ اور حج کے لئے سعی کرنا،بہتر مقاصد کے لئے وسیلہ اختیار کرنا افضل وسائل میں سے ہے،اور بدتر مقاصد کیلئے وسیلہ بدترین وسائل میں سے ہے اور درمیانی مقاصد کے لئے وسیلہ متوسط وسائل میں سے ہے)۔

''فتح ذرائع'' سے مراد وہ ذرائع ہیں جو جلب مصالح اور تحقیق مقاصد کا ذریعہ بنتے ہیں،جنہیں بغیر ''فتح ذرائع'' کے حاصل نہیں کیا جاسکتا ہے،پس ''فتح ذرائع'' کی تعریف یہ ہوگی:''**فعل ما لا يتوصل إلى المامور إلا به**''(وہ عمل جس کے ذریعہ ہی مامور بہ تک پہونچا جاسکتا ہو)۔

فتح ذرائع کے دوسرے اسماء:

بعض فقہاء اس کو''فتح ذرائع'' سے تعبیر کرتے ہیں،جیسے امام قرافیؒ،جب کہ بعض دوسرے فقہاء اسے الگ الگ ناموں اور تعبیرات سے ذکر کرتے ہیں،جیسے:''**ما يتم الواجب إلا به فهو واجب**'' (جس کے بغیر واجب مکمل نہ ہو وہ بھی واجب ہوگا)،''**ما لا يتم الأمر إلا به يكون مأموراً به**'' (جس کے بغیر امر مکمل نہ ہوتو وہ بھی واجب ہوگا)،''**ما لا يتوصل إلى المطلوب إلا به**'' (جس کے بغیر مطلوب تک نہ پہونچا جاسکتا ہو)،''**وسيلة الواجب**''(وسیلہ واجب)،''**مقدمة الواجب**''(مقدمۂ واجب)وغیرہ،یہ اکثر وبیشتر علماء اصول کے نزدیک ہے اور فقہی کتب کی شروحات میں زیادہ مستعمل ہے،اور بعض فقہاء اسے''احتیاط'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

حجیت فتح ذرائع:

۱-قرآن کریم:"ما كان لأهل المدينة و من حولهم من الأعراب أن يتخلفوا عن رسول الله و لا يرغبوا بأنفسهم عن نفسه" (سورہ توبہ:۱۲۰) (مدینہ والوں اوران کے اردگرد جو دیہاتی ہیں انھیں نہ چاہئے تھا کہ رسول اللہ کو چھوڑ کر پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے بڑھ کر عزیز رکھیں)۔

اس آیت میں شارع نے وسائل کا اعتبار کیا ہے بایں طور کہ مجاہد جب اپنے گھر سے جہاد کیلئے نکل جاتا ہے تو واپس آنے تک وہ عبادت میں ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ اعمال اس عبادت کے لئے وسائل اور متممات میں سے ہیں۔

۲-حدیث شریف:"من سلک طريقا يلتمس فيه علما،سهل الله له به طريقا إلى الجنة" (مسلم، رقم:۲۶۹۹) (جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلے گا اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرمادیں گے)۔

وجہ استدلال وہی ہے جو سابقہ آیت میں آچکا ہے۔

۳-وہ" ذرائع"، جن کا فعل مامور بہ میں سے ہونا ضروری ہے وہ امر کے مقتضیات میں سے ہے، چنانچہ جوینیؒ فرماتے ہیں:"الأمر بالشيء يتضمن اقتضاء ما يفتقر المامور به إليه في وقوعه فإذا ثبت في الشرع إفتقار صحة الصلاة إلى الطهارة فالأمر بالصلاة الصحيحة يتضمن أمرا بالطهارة لامحالة وكذلک القول في جميع الشرائط" (دیکھئے مقالہ: ڈاکٹر سعد بن مطر العتیبی،عنوان: أسس السياسة الشرعية) (کسی چیز کا حکم اس کا تقاضہ کرتا ہے جس کی ضرورت مامور بہ کو اس کے وقوع میں ہوتی ہے؛ چنانچہ جب شریعت میں صحت نماز کے لئے طہارت کی ضرورت ثابت ہوگئی تو صلاۃ صحیحہ کا حکم طہارت کے حکم کو ہر حال میں شامل ہوگا اور یہی بات تمام شرائط میں ہوگی)۔

اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ" سد ذرائع" شرعاً مامور بہ ہے، اور علماء کے نزدیک ثابت ہے، لہذا یہ طرق استدلال میں سے ایک صحیح طریقہ ہے، چنانچہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "فقول من قال:يجب التوصل إلى الواجب بما ليس بواجب، صحيح" (حوالہ سابق) (لہذا ان لوگوں کی بات جو یہ کہتے ہیں کہ واجب تک پہونچنا کسی ایسی چیز کے ذریعہ جو خود واجب نہیں ہے، صحیح اور درست ہے، بلکہ کبھی کبھی حرام کا ذریعہ بھی حرام نہیں ہوتا ہے، اور اس کا کھولنا ضروری ہوتا ہے، بشرطیکہ راجح شرعی مصلحت تک پہونچنے کا ذریعہ ہو، نیز فرماتے ہیں:"النهي إذا كان لسد الذريعة أبيح للمصلحة الراجحة" (نہی اگر سد ذریعہ کیلئے ہو تو راجح مصلحت کیلئے مباح ہوگی، مثال کے طور پر اوقات منہی عنہا میں نفل نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے؛ تاکہ شرک کا ذریعہ نہ بنے)۔

امام قرافیؒ فرماتے ہیں:"قد تكون وسيلة المحرم غير محرمة إذا أفضت إلى مصلحة راجحة

كالتوسل إلى فداء الأسرى"(الفروق ۲/ ۳۲،الموسوعہ الفقہیہ ۱۴/ ۲۸۱،۲۸۲)(اور کبھی کبھی حرام کا وسیلہ حرام نہیں ہوتا ہے بشرطیکہ کسی راجح مصلحت تک پہونچنے کا ذریعہ ہو، جیسے کہ مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے کفار کو فدیہ دینا)۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں:"ما حرم سداً للذريعة أبيح للمصلحة الراجحة، كما أبيحت العرايا من ربا الفضل......وأبيح منه ماتدعو إليه الحاجة"(اعلام الموقعین ۲/۱۶۱)(جو چیز سد ذریعہ کے طور پر حرام کی گئی ہے وہ راجح مصلحت کی وجہ سے مباح ہوگی جیسے کہ ربا الفضل میں سے "عرایا" کو راجح مصلحت کیوجہ سے مباح کیا گیا ہے......اور اس کو بھی مباح کیا گیا ہے حاجت جسکی داعی ہو)۔

ذرائع کے اقسام:

امام قرافیؒ نے "ذرائع" کی اصلاً تین اقسام بیان کی ہیں، پھر اسکی ایک قسم کی دو صورتیں بیان کی ہیں، اس اعتبار سے چار اقسام ہوئیں:

۱-جس پر روک اور بندش لگانے پر امت کا اجماع ہے، جیسے مسلمانوں کے راستہ میں کنواں کھودنا؛ کیونکہ وہ انکی ہلاکت کا ذریعہ بنے گا، اسی طرح کھانے میں زہر ملانا، نیز ایسے شخص کے سامنے کفار کے معبودوں کو برا بھلا کہنا، جس کے بارے معلوم ہو کہ وہ اللہ کو برا بھلا کہے گا۔

۲-جس پر بندش نہ لگانے میں امت کا اجماع ہے؛ کیونکہ وہ ایسا ذریعہ ہے جس پر بندش نہیں لگائی جاسکتی ہے، اور نہ اس کو ختم کیا جاسکتا ہے، جیسے انگور کی زراعت سے منع نہیں کیا جائے گا، اس اندیشہ سے کہ اس سے شراب بنائی جاتی ہے؛ کیونکہ علماء میں سے کسی نے اس سے منع نہیں کیا ہے، نیز زنا کے خوف سے گھروں اور محلوں میں مجاورت (پڑوس میں رہنے) سے منع نہیں کیا جائے گا۔

۳-جس کے بارے میں اختلاف ہے کہ بندش لگائی جائے گی یا نہیں؟ جیسے مالکیہ کے نزدیک بیوع آجال (جسکو حنابلہ اور شوافع کے نزدیک "بیع عینہ" کہا جاتا ہے)، مالکیہ کے نزدیک حرام اور شوافع کے نزدیک جائز ہے، نیز عورتوں کی طرف دیکھنا حرام ہوگا یا نہیں؟ اس اندیشہ سے کہ وہ زنا کا ذریعہ ہے، نیز قاضی کا اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا وغیرہ (الفروق ۲/۳۲)۔

امام شاطبیؒ کی تقسیم:

شاطبیؒ نے مآل اور اس پر مرتب ہونے والی مصلحت اور مفسدہ کے اعتبار سے ذرائع کی چار اقسام بیان کی ہیں:

۱-ایک قسم وہ جس کا ذریعہ مفسدہ بننا قطعی ہو، جیسے گھر کے دروازے کے پیچھے کنواں کھودنا، جس میں داخل ہونے والے کا گرنا یقینی ہے، لہذا یہ ممنوع اور ناجائز ہوگا، اور وہ شخص اپنے اس فعل میں تعدی کرنے والا مانا جائے گا، اور فی الجملہ وہ

ضامن ہوگا۔

۲-دوسری قسم جس کا ذریعہ مفسدہ بننا شاذ ونادر ہو، جیسے ایسی جگہ کنواں کھودنا جہاں کسی کے اس میں گرنے کا غالب گمان نہ ہو، نیز ایسی غذا کی فروخت جس سے اکثر وبیشتر کسی کو نقصان نہ پہونچتا ہو، تو یہ مباح ہوگا، اصل پر باقی رہے گا، کرنے کی اجازت ہوگی۔

۳-تیسری قسم جس کا ذریعۂ مفسدہ بننا شاذ ونادر نہیں بلکہ زیادہ ہو، اور غالب گمان ہو کہ فساد کا ذریعہ بنے گا، جیسے حربیوں کو ہتھیار بیچنا، خمار (شراب کشید کرنے والے) سے انگور بیچنا، یا ایسی چیز جس میں دھوکہ دیا جاسکتا ہو، ایسے آدمی کے ہاتھ بیچنا جس کی دھوکہ دہی کی عادت ہو۔

۴-چوتھی قسم جو مفسدہ کا سبب زیادہ تر بنتا ہو، نہ غالب اور نہ ہی شاذ ونادر، جیسے بیوع آجال، کہ یہ ربا کا ذریعہ زیادہ تر بنتا ہے، لیکن اکثر وبیشتر نہیں، کثرت مفاسد کی وجہ سے مالکیہ اور حنابلہ نے حرام مانا ہے، اور اصل بیع کی اجازت کے پیش نظر احناف وشوافع نے جائز مانا ہے۔

ابن قیمؒ کی تقسیم:

۱-جہاں ایک طرف امام شاطبیؒ نے قاعدہ ''سد ذرائع'' کی بنیاد "**النظر فی مآلات الافعال معتبر مقصود شرع ،کانت الافعال موافقة أو مخالفة**" (الموافقات ۴/۱۹۴) پر رکھی ہے، وہیں دوسری طرف ابن قیمؒ نے ''سد ذرائع'' کے بارے میں جب کلام کیا تو اسکوان اسباب طرق میں سے مانا جو مقاصد تک پہونچاتے ہیں، اور یہ کہا کہ محرمات ومعاصی کے وسائل اپنی کراہت اور غایات وارتباط تک پہونچنے کے اعتبار سے ممانعت میں، نیز طاعات وقربات کے وسائل اس کی محبت اور غایات تک پہونچانے کے اعتبار سے اجازت میں مقاصد کے تابع ہیں، چنانچہ مقصود کا وسیلہ مقصود کے تابع ہوگا اور دونوں مطلوب ہونگے، وہ مقصود قصد غایات ہوگا اور یہ مقصود قصد وسائل ہوگا۔

پھر انہوں نے ''ذرائع'' کی چار قسمیں کی ہیں:

۱-"**وسيلة موضوعة للافضاء إلى المفسدة**": وہ ذریعہ جو مفسدہ تک پہونچنے کی لئے ہی وضع کیا گیا ہو، جیسے نشہ آور اشیاء کا پینا جو مفسدہ نشہ کا ذریعہ ہے، قذف جو مفسدہ جھوٹ تک پہونچانے کا ذریعہ ہے، زنا جو مفسدہ اختلاط ماء (انساب) اور فساد فراش کا ذریعہ ہے۔

۲-"**وسيلة موضوعة للافضاء إلى المباح قصد بها التوسل إلى المفسدة**": وہ وسیلہ جو مباح تک پہونچنے کیلئے وضع کیا گیا ہو لیکن اس سے مفسدہ تک پہونچنے کا قصد کیا جائے، جیسے کوئی شخص حلالہ کی نیت سے نکاح کرے، یا

سود کی نیت سے بیع کرے، وغیرہ۔

۳-"**وسيلة موضوعة للمباح، لم يقصد بها التوسل إلى منفعة،و لكنها مفضية اليها غالبا، ومفسدتها أرجح من مصلحتها**"، ایسا وسیلہ جو مباح کے لئے وضع کیا گیا ہو اور اس سے منفعت تک پہونچنے کا قصد نہ ہو، لیکن اکثر وبیشتر وہ اس تک پہونچ جاتا ہو، اور اس کا مفسدہ اس کی مصلحت سے راجح ہو، جیسے کوئی شخص اوقات منہی عنہا میں بغیر سبب نماز پڑھے، یا مشرکین کے معبودوں کو ان کے سامنے برا بھلا کہے، یا متوفی عنہا زوجہا اپنی عدت میں زیب وزینت اختیار کرے۔

۴-"**وسيلة موضوعة للمباح وقد تفضي إلى المفسدة، ومصلحتها أرجح من مفسدتها**"، وہ وسیلہ جو مباح کے لئے وضع کیا گیا ہے لیکن کبھی کبھی مفسدہ کا ذریعہ بن جاتا ہے، حالانکہ اس کی مصلحت اس کے مفسدہ پر راجح ہو جیسے مخطوبہ، مستامہ (وہ زمین جس میں جانوروں کی خرید وفروخت ہوتی ہے) اور مشہود علیہا کو دیکھنا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ موضوع ایک ہی ہے لیکن اس کے اقسام عدد ووصف کے اعتبار سے مختلف ہیں؛ کیونکہ حل قضیہ میں صاحب تقسیم کے رجحان، نقطۂ نظر اور طریقہ کار کا دخل ہے۔

تنبیہ:

۱-امام شاطبیؒ نتائج ظاہرہ کا اعتبار کرتے ہیں اور اس پر حکم لگاتے ہیں، جبکہ ابن قیم نیات ومقاصد پر حکم لگاتے ہیں۔

۲-ابن قیمؒ نے مقاصد کو وسائل سے خلط ملط کر دیا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک قسم اول کی مثالیں مثلاً شرب خمر، قذف اور زنا یہ مقاصد میں سے ہیں وسائل نہیں ہیں، یہ بالذات حرام ہیں نہ کہ مآل کے اعتبار سے، لہذا ان کو "ذرائع" میں شمار نہیں کیا جانا چاہئے، چنانچہ شیخ محمد ابو زہرہ فرماتے ہیں: "**لا يعدّ من الذرائع، بل يعد من المقاصد، لأن الخمر والزنى والقذف، كالربا وأكل أموال الناس بالباطل والغصب والسرقة مفاسد فى ذاتها وليست ذرائع ولا وسائل**" (علم اصول الفقہ: ابو زہرہ) (ان کا شمار ذرائع میں نہیں بلکہ مقاصد میں کیا جائے گا، اس لئے کہ شراب، زنا اور قذف، سود، لوگوں کا مال ناحق کھانے، غصب اور سرقہ جیسے ہیں، مفاسد ان کی ذات میں ہیں اور یہ ذرائع ووسائل نہیں ہیں)۔

۳-قرافیؒ اور شاطبیؒ کی تقسیم میں زیادہ اختلاف نہیں ہے، سوائے اس کے کہ جس صورت میں مفسدہ تک پہونچنا قطعی یا ظنی ہو، قرافیؒ نے اس کو ایک قسم مانا ہے جبکہ شاطبیؒ نے اس کو دو قسموں میں منقسم کر دیا ہے، اس اعتبار سے ہم یہ کہہ سکتے

ہیں کہ تقسیم میں ان دونوں کا اختلاف لفظی ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جس صورت کے منع پر اجماع ہے قرافیؒ نے اس کی جو مثال پیش کی ہے بعینہ وہی مثال امام شاطبیؒ نے اس قسم کی دی ہے جس میں مفسدہ تک پہونچنے کا امکان ظنی ہو، اور وہ مثال اللہ کا یہ فرمان ہے: " **ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم** " (انعام:۱۰۸) (اور انھیں دشنام نہ دو، جن کو یہ (لوگ) اللہ کے سوا پکارتے رہتے ہیں، ورنہ یہ لوگ حد سے گذر کر براہ جہل اللہ کو دشنام دیں گے)۔

۴- اس کے علاوہ اور بھی تقسیمات ہیں جن کو ہم نے اس بحث میں شامل نہیں کیا، مثلا شوافع میں سے ابن رفعہؒ اور ابن سبکیؒ اور مالکیہ میں سے قرطبیؒ اور صاویؒ اور حنابلہ میں سے نجم الدین ابو الربیع سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم طوفی وغیرہ۔

حجیت " سد ذرائع " کے بارے میں ائمہ کے مسالک:

سد ذرائع کو قائم بالذات اور مستقل دلیل- جس پر احکام شرعیہ کا مدار ہو- ماننے یا نہ ماننے میں علماء کے تین مذاہب ہیں:

۱- مالکیہ اور حنابلہ سد ذرائع کو ادلہ فقہ میں سے ایک معتبر شرعی دلیل مانتے ہیں، اور مستقل، قائم بالذات اصل مانتے ہیں، جن فقہاء نے ان ادلہ کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے، ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے شاگرد رشید ابن قیمؒ ہیں، حتی کہ ابن قیمؒ نے " سد ذرائع " کو ربع دین شمار کیا ہے، اور اپنے اس قول کی تائید میں انھوں نے قرآنی آیات واحادیث اور عمل صحابہ سے استدلال کیا ہے، ان میں سے چند اہم دلائل درج ذیل ہیں:

قرآن:

الف: " **ولا يضربن بأرجلهن ليعلم ما يخفين من زينتهن** " (سورۂ نور:۳۱) (اور عورتیں اپنا پیر زور سے نا رکھیں کہ انکا مخفی زیور معلوم ہو)۔

اللہ تعالی نے عورتوں کو زور سے پیر زمین پر رکھنے سے منع فرمایا ہے، گو کہ ان کا پازیب پہننا فی نفسہ درست ہے؛ تاکہ اس کی آواز یا جھنکار فتنہ کا ذریعہ نہ بنے، اور ان کیطرف مردوں کی رغبت اور میلان اور شہوانی کیفیات کو برانگیختہ کرنے کا سبب نہ بنے۔

ب: " **ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم** " (انعام:۱۰۸) (اور انھیں دشنام نہ دو، جن کو یہ (لوگ) اللہ کے سوا پکارتے رہتے ہیں، ورنہ یہ لوگ حد سے گذر کر براہ جہل اللہ کو دشنام دیں گے)، اللہ نے کفار کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا ہے؛ تاکہ وہ اللہ کو برا بھلا نہ کہیں۔

ج:"یا أیها الذین آمنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا" (سورۂ بقرہ:۱۰۴)(اے ایمان والو! "راعنا" مت کہا کرو، اور "انظرنا" کہا کرو)، لفظ "راعنا" کے استعمال سے منع فرمایا؛ تاکہ یہود کے لئے نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کا ذریعہ نہ بنے، کیونکہ یہ لفظ ان کی زبان میں مخاطب کیلئے گالی تھی۔

د:" ولا تقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين" (سورۂ بقرہ:۳۵)(اور اس درخت کے پاس نہ جانا، ورنہ تم گنہگاروں میں سے ہو جاؤ گے)، ابن عطیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:"ان الله لما أراد النهی عن أكل الشجرة نهی بلفظ يقتضی الأكل و ما يدعو إليه العرب وهو القرب، وهذا مثال بين فی سد الذرائع" (ابن عطیہ ۱/۱۲۷ بحوالہ حجیۃ سد الذرائع ص:۵۷) (اللہ تعالی نے جب درخت کے کھانے سے منع فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ایسے لفظ سے منع فرمایا جو کھانے کا تقاضہ کرتا ہے اور جس کی طرف عرب بلاتے ہیں اور وہ "قرب" ہے، اور یہ سد ذرائع کی واضح مثال ہے)۔

احادیث:

الف:" دع ما يريبك إلى ما لا يريبك " (ترمذی ۴/۶۶۸) (جس چیز میں شک ہو اس کو چھوڑ دو، اور جس میں شک نہ ہو اس کو اختیار کرو)۔

ب:" الحلال بين والحرام بين و بينهما أمور مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه و عرضه و من وقع فی الشبهات وقع فی الحرام كالراعی يرعى حول الحمى، يوشك أن يقع فيه" (بخاری مع الفتح ۱/۱۲۶، مسلم ۳/۱۲۱۹) (حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے بیچ کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں، پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین و آبرو محفوظ کر لیا، اور جو شبہات میں مبتلا ہوا وہ حرام میں پڑ یگا، جیسے کہ چرواہا جو چراگاہ کے قریب جانور چراتا ہو تو ہو سکتا ہے کہ اس میں پڑ جائے)۔

ج:"من الكبائر شتم الرجل والديه، قالوا: يارسول الله! وهل يشتم الرجل والديه، قال: نعم، يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه و يسبّ أمه فيسبّ أمه" (مسلم ۱/۹۲، رقم:۱۴۳) (کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا آدمی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں، وہ کسی آدمی کے باپ کو گالی دے گا پھر وہ اِس کے باپ کو گالی دے گا، اور وہ اس کی ماں کو گالی دیگا، پھر وہ اِس کی ماں کو گالی دے گا)۔

وجہ استدلال: دوسرے کے باپ کو گالی دینا اپنے باپ کو گالی دینا ہے، اس لئے کہ جو چیز حرام کا ذریعہ بنے وہ بھی

حرام ہوجاتی ہے،اور یہی ''سد ذرائع'' کے معنی ہیں۔

د:مصلحت ہونے کے باوجود حضور ﷺ نے منافقین کے قتل سے منع فرمایا؛ تاکہ لوگوں کے اسلام سے نفرت کا ذریعہ نہ بنے،اور لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد ﷺ اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں،اور یہ بات ان لوگوں کو اسلام سے متنفر کرے گی،جو اسلام میں داخل ہو چکے ہیں،اور انھیں بھی جو داخل نہیں ہوئے ہیں،اور تنفیر (نفرت دلانے) کا مفسدہ ترک قتل کے مفسدہ سے اور تالیف قلب کی مصلحت قتل کی مصلحت سے بڑھ کر ہے۔

۶-عمل صحابہؓ وتابعین:

الف:افعال صحابہ وتابعین جن پر اجماع ہے،مثلاً اہل شام وعراق کے درمیان حروف قرأت میں اختلاف کے وقت خوف فتنہ کی وجہ سے جمع قرآن کرنا(السیوطی ۱/ ۷۰)۔

ب:نیز پوری جماعت کو ایک کے بدلے قتل کرنے کا مسئلہ،جس پر سب کا اتفاق ہے؛تاکہ عدم قصاص خون بہانے میں تعاون کا ذریعہ نہ بنے۔

ج:مرض الموت میں طلاق دی گئی عورت کو میراث میں حصہ دلانا؛تاکہ لوگ طلاق کو وراثت سے محروم کرنے کا ذریعہ نہ بنائیں۔

د:قاعدہ''سد ذرائع''پر عمل کرنے میں فی الجملہ علماء کا اتفاق ہے،چنانچہ شیخ مصطفیٰ مخدومؒ فرماتے ہیں: **"وبتحرير محل الخلاف يتضح لنا:أن الذرائع متفق عليه و معمول به فى الجملة،و انما وقع الخلاف فى بعض أنواعه و فى بعض الفروع الفقهية التى تتفاوت فيها قوة وقوع المفسدة وظهور القصد إليها"**(قواعد الوسائل فی الشریعۃ الاسلامیہ،ص:۳۶۳)(اور محل اختلاف تحریر کرنے سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ذرائع فی الجملہ متفق علیہ اور معمول بہ ہیں،البتہ اختلاف بعض انواع اور بعض ان فقہی فروعات میں ہے جن میں مفسدہ کی قوت اور اس کے قصد کے ظہور میں تفاوت ہے)۔

قرافیؒ فرماتے ہیں:**"ليس سد الذرائع خاصا بمالك رحمه الله بل قال بها هو أكثر من غيره،و أصل سدها مجمع عليه"**(الفروق ۳/۴۶)، **وايضا قال:"و انما النزاع فى الذرائع خاصة و هى بيوع الآجال ونحوها"** (الفروق ۶/ ۳۲۰)(سد ذرائع امام مالکؒ کے ساتھ خاص نہیں ہے؛البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ انھوں نے اس کا استعمال دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ کیا ہے،اصل ذرائع پر تو سب کا اتفاق ہے،نیز یہ بھی فرمایا:اختلاف خاص ذرائع میں ہے اور وہ بیوع آجال وغیرہ ہیں)۔

شاطبیؒ فرماتے ہیں:''قاعدة الذرائع متفق على اعتبارها في الجملة و انما الخلاف في أمر آخر''(الموافقات،جزء:۵،صفحہ:۱۸۵،طبع:دارابن عفان،۱۹۹۷ء) (قاعدہ ذرائع کے معتبر ہونے میں فی الجملہ اتفاق ہے ؛البتہ اختلاف ایک دوسرے امر میں ہے)۔

۷-معقول:

ا-کسی شئی اوراس کے مقدمات کی حرمت میں تلازم ہے،اوراس کی عمدہ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے کچھ اشیاء کوحرام کیا ہے اوراس سے بچنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ اگراس تک پہونچنے کے ذرائع اور اسباب کو مباح کر دیا جائے تو تحریم کا نقض لازم آئے گا اور شارع کے حق میں تناقض امر باطل ہے۔

۲-احناف وشوافع اور شیعہ امامیہ نے اس سے انکار کیا ہے،یعنی وہ اسے مستقل قائم بالذات دلیل نہیں مانتے ہیں،اوراستدلال یہ کرتے ہیں کہ سد ذرائع ادلہ فقہ میں سے نہیں ہے ؛ کیونکہ ذرائع سے مراد وسائل ہیں اور وسائل میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے، چنانچہ کبھی وہ حرام ہوتے ہیں، کبھی واجب، کبھی مکروہ، یا مندوب یا مباح (موسوعہ فقہیہ ۲۴/ ۲۷۸)۔

لیکن یہ بات درست نہیں ہے، بلکہ درست بات یہ ہے کہ ان حضرات نے بھی اس کو فی الجملہ ادلہ شرعیہ میں سے ایک دلیل مانا ہے؛البتہ بعض تطبیقات وفروع اور تفصیلات (مثلاً بیوع آجال،جن کا ذکر آگے آئے گا) میں مالکیہ وحنابلہ سے اختلاف کیا ہے،لہذا ان کے دلائل وہی ہیں جو فریق اول کے ہیں۔

۳-تیسرا فریق اصحاب ظواہر کا ہے جن کے نزدیک ''سد ذرائع'' مطلقا معتبر نہیں ہے؛ کیونکہ وہ ظاہر نصوص سے استدلال کرتے ہیں، چنانچہ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

قرآن کریم:

الف:''و لا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب إن الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون'' (سورہ نحل:۱۱۶)(اوراپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے یہ مت کہہ دیا کرو کہ یہ چیز حلال ہے اور فلاں حرام، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ تم اللہ پر جھوٹی تہمت لگادوگے، بیشک جولوگ اللہ پر جھوٹی تہمتیں لگاتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے)۔

ب:''قل أرأيتم ما أنزل الله لكم من رزق فجعلتم منه حراما وحلالا قل آلله أذن لكم أم على الله تفترون''(سورہ یونس:۵۹)(آپ کہہ دیجئے کہ یہ تو بتاؤ کہ اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل کیا تھا پھرتم نے اس میں سے (کچھ) حرام اور (کچھ) حلال قرار دے لیا، آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ نے تم کو حکم دیا ہے یا تم اللہ پر گڑھ ہی رہے ہو)۔

بایں طور کہ اللہ تعالی پر افتراء سے منع کیا گیا ہے، چنانچہ ان دونوں آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حرام وحلال میں سے ہر ایک جب تک اللہ کی طرف سے نہ آئے تو یہ اللہ پر افتراء ہے، اور ہم کامل یقین سے کہتے ہیں کہ اللہ نے زمین میں جو چیزیں پیدا کی ہیں، سب ہمارے لئے حلال ہیں سوائے اسکے جس کی حرمت نص سے ثابت ہوجائے۔

احادیث:

الف: " **الحلال بين والحرام بين و بينهما أمور مشتبهات لا يعلمهنّ كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه و عرضه و من وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى، يوشك أن يقع فيه** " (بخاری مع الفتح ۱/ ۱۲۶، مسلم ۳/ ۱۲۱۹) (حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے بیچ کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں، پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین وآبرو محفوظ کرلیا، اور جو شبہات میں مبتلا ہوا وہ حرام میں پڑیگا، جیسے کہ چرواہا جو چراگاہ کے قریب جانور چراتا ہو تو ہوسکتا ہے کہ اس میں پڑ جائے)۔

وجہ استدلال: اس حدیث کے بارے میں ابن حزم فرماتے ہیں: اس میں تقوی پر ابھارا گیا ہے، اور اس میں واضح نص موجود ہے کہ " ما حول الحمى " حمی میں داخل نہیں ہے، نیز وہ مشتبہات یقینی طور پر حرام میں سے نہیں ہیں، تو جب تک کوئی شئی حرام میں سے نہ ہو، جن کی تفصیل بیان کی گئی ہے، تب تک وہ حلال کے حکم میں ہوگی۔

ب: " **إن أعظم المسلمين جرما من سأل عن شيئ لم يحرم فحرم من أجل مسئلته** " (بخاری ۹/ ۹۵، رقم: ۶۸۹۷) (مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جو حرام نہیں تھی لیکن اس کے سوال کرنے کیوجہ سے حرام ہوگئی)۔

معقول:

سد ذرائع پر عمل، جس کی کتاب وسنت، اجماع وقیاس سے کوئی دلیل موجود نہیں ہے، بلکہ مجرد ظن پر عمل ہے، اور عمل بالظن، جو دلیل سے خالی ہو، باطل ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ " سد ذرائع " پر عمل باطل ہے۔

خلاصہ یہ کہ " سد ذرائع " کی حجیت میں اصولیین کے درمیان اختلاف دو مسالک میں منحصر ہے: ایک وہ جو جمہور اصولیین کی رائے ہے، جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " سد ذرائع " بناء احکام میں معتبر ہے، اگرچہ تفصیل اور طریقہ کار میں اختلاف ہے، اور دوسرے ظاہریہ کی رائے ہے، جنہوں نے " سد ذرائع " کا سرے سے انکار کیا ہے، لیکن اگر فریقین کے دلائل کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ " سد ذرائع " مضبوط شرعی منہج ہے، جو نصوص شرعیہ اور احکام صحابہؓ اور بعد کے علماء

اعلام کے استقراء سے مؤید ومؤکد ہے، نیز عقل سلیم سے بھی موافقت رکھتا ہے، اس سے متصادم نہیں ہے۔

جمہور فقہاء نے ''سد ذرائع'' کو اختیار کیا ہے، البتہ تفاصیل اور بعض تطبیقات وفروع میں اختلاف ضرور ہے، چنانچہ شیخ محمد ابوزہرہ اپنی کتاب ''اصول الفقہ'' میں تحریر کرتے ہیں: ''هذا وإن الأخذ بالذرائع كما قررنا، ثابت فى كل المذاهب الإسلامية وإن لم يصرح به، و قد اكثر منه الإمام مالک و أحمد، و كان دونهما فى الأخذ به الشافعي وأبوحنيفة، ولكنهما لم يفرضاه جملة، ولم يعتبراه أصلا، قائما بذاته، بل كان داخلا فى الأصول المقررة عندهما كالقياس، والاستحسان الحنفى الذى لا يبتعد عما يقرره الشافعي إلا فى العرف القائم بين الناس'' (اصول الفقہ، ص: ٢٧٤، ٢٧٥) (یہ بات ہوگئی، اور ذرائع کو اختیار کرنا - جیسا کہ ہم نے ثابت کیا - تمام مسالک اسلامیہ میں ثابت ہے، اگرچہ اس کی صراحت نہیں کی گئی ہے، اور دو جلیل القدر اماموں، احمد و مالکؒ، نے اس کا استعمال زیادہ کیا ہے اور اس سے کم امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے اس کا استعمال کیا ہے، لیکن ان دونوں نے بالکلیہ اس کو فرض ولازم نہیں کیا ہے اور اس کو قائم بالذات اصل نہیں مانا ہے، بلکہ یہ اُن کے نزدیک مقررہ اصول میں داخل ہے جیسے کہ قیاس اور وہ استحسان حنفی، جو اس سے بالکل مختلف نہیں ہے جس کو امام شافعیؒ صرف لوگوں کے درمیان قائم عرف میں ثابت ومعتبر مانتے ہیں)۔

سبب اور ذریعہ میں فرق:

اسباب جملہ وسائل میں سے ہے جیسا کہ قرافیؒ فرماتے ہیں (الفروق ٢/ ٣٣)، اور سبب اور ذریعہ میں فرق دونوں کی تعریف ومفہوم کے درمیان سے واضح ہوتا ہے، جہاں تک سبب کی بات ہے تو اس کے لغوی معنی ہیں: رسی یا وہ شئی جس کے ذریعہ کسی دوسری شئی تک پہونچا جاسکے، اور اصطلاح میں ایک وصف ظاہر اور منضبط ہے، اور سمعی دلیل اس کے کسی حکم شرعی کی علامت ہونے پر دلالت کرتا ہے (ارشاد الفحول ص: ٦، شرح العضد علی مختصر ابن حاجب ٢/ ٧)۔

نیز کبھی کبھی سبب حکم کے مناسب ہوتا ہے تو اس کو علت بھی کہا جاتا ہے، جیسے سفر رمضان میں روزہ نہ رکھنے کے جواز کا سبب ہے، اور یہ سبب مناسب ظاہر ہے؛ کیونکہ یہ مشقت کے معنی کو شامل ہے جو رخصت کا تقاضہ کرتی ہے، اور اسکار (نشہ پیدا کرنا) تحریم خمر کا سبب ہے اور یہ وصف مناسب ہے؛ کیونکہ وہ عقل کو زائل اور ضائع کردیتا ہے، نیز کبھی کبھی وہ غیر مناسب بھی ہوتا ہے، جیسے دلوک شمس جو نماز ظہر کے وجوب کا سبب ہے، اللہ تعالی کے اس فرمان: ''أقم الصلاة لدلوک الشمس''، میں، لیکن ہماری عقلیں سبب اور حکم کے درمیان ظاہری مناسبت کا ادراک نہیں کرسکتی ہیں، اس کی مثال جیسے وجوب صوم کے لئے ماہ رمضان کی شہادت، اور فریضۂ حج کے لئے اشہر حج وغیرہ۔

سبب کا حکم:

اس کا حکم یہ ہے کہ جب سبب پایا جائے گا تو لازماً اس پر مسبب کا ترتب ہوگا، خواہ اس کا مسبب حکم تکلیفی ہو جیسے سفر کی وجہ سے رمضان میں روزہ نہ رکھنا، یا اِثبات ملک یا حلت یا دونوں کا ازالہ جیسے تملک مبیع کیلئے بیع، مرد وعورت کے درمیان استمتاع کی حلت کے لئے نکاح، اور یہ مہر ونفقہ کو ثابت کرتا ہے، اور طلاق حق مراجعت کو ثابت کرتی ہے- اگر چہ شوہر کہہ دے کہ میرے لئے مراجعت کی گنجائش نہیں ہے؛ کیونکہ مسبب ترتیب شارع کی وجہ سے ہے، کسی انسان کی طرف سے نہیں ہے، اور سبب ومسبب کے درمیان ربط اللہ تعالی کی مشیت وارادہ کی وجہ سے ہوا ہے، مگر یہ کہ سبب (یا مقدمہ) کبھی کبھی بغیر اس کے بھی ثابت ہوجاتے ہیں کہ اس کے اندر اِفضاء یا مفسدہ تک پہونچانے والے ذریعہ یا نتیجہ کے معنی مطلقاً پائے جاتے ہیں، جیسے کہ سفر معصیت کہ وہ سبب ہے اور قطع مسافت اور وطن سے نکل جانے پر ارتکاب معصیت کا توقف ہوجاتا ہے، مگر یہ کہ سفر کی شان یہ نہیں ہے کہ وہ معصیت تک لے جائے۔

بالکل اسی طرح ذریعہ میں-جس کے ذریعہ کسی مفسدہ تک پہونچا جاتا ہے- یہ لازم نہیں کہ اس مفسدہ کا وجود اس پر موقوف ہو، چنانچہ کبھی کبھی مقیم نافرمانی کرتا ہے جبکہ مسافر نافرمانی نہیں کرتا ہے، نیز عاصی بالسفر اور عاصی فی السفر میں فرق ہے، پہلا قصر نہیں کرتا ہے اور نہ ہی روزہ افطار کرتا ہے، اس لئے کہ ان دونوں کے سفر کا سبب اس صورت میں معصیت ہے، لہذا رخصت مناسب نہیں، رہی بات معاصی کے اسباب رخصت سے موازنہ اور مقارنہ کرنے کی تو بالا جماع ممنوع نہیں ہے، اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ذریعہ کے تین ارکان ہیں، وسیلہ، اِفضاء، اور متوسل الیہ، یا متذرع الیہ، اور یہی ممنوع ہے، اور اِفضاء کی قوت کا اندازہ لگانے میں اساس بھی ہے، جیسے بیع اور سلف کا اجتماع: کیونکہ بیع وسائل میں سے ہے، اور منع سے مقصود بھی یہی ہے، اس لئے کہ منفعت کے ذریعہ سلف کا وسیلہ ہے، لہذا ممنوع ہوگا (سد الذرائع للبرہانی، ص:۱۰۱، ومابعدہ)۔

نیز یہ واضح ہوتا ہے کہ ذریعہ-جس کے ارکان میں سے نتیجہ تک پہونچنا ہے، اور جو ذریعہ کے دونوں طرف یعنی وسیلہ اور متوسل الیہ کو جوڑتا ہے- متوسل الیہ کے پائے جانے کو مستلزم نہیں ہے، یا تو افضاء عملاً مکمل ہوگا جیسے کہ خمار سے فروخت کردہ انگور سے شراب کشید کرنا، اور یا وجود افضاء کا اندازہ لگایا جائیگا بغیر اس کے کہ بالفعل وہ اس تک پہونچے، اور یہ قصد وارادہ کے عنصر میں محدود ہوتا ہے، چنانچہ کبھی کبھی وسیلہ اختیار کرنے والا متوسل الیہ تک پہونچنے کا ذریعہ بنانے کا قصد کرتا ہے، جیسے وہ شخص جو کسی عورت سے اسی نیت سے نکاح کرے کہ وہ اس کے شوہر اول کے لئے حلال ہوجائے، اور کبھی فاعل کا مقصد اس کو ذریعہ بنانا نہیں ہوتا ہے لیکن عام طور سے کثرت سے اس کو ذریعہ بنانا اس پر دلالت کرتا ہے کہ وسیلہ مفضیہ (الی

الحرام یا الی الربا) ہے جیسے کہ دو دینار میں ایک ماہ کی مہلت پر دو سامان فروخت کرے، پھر ایک دینار نقد کے عوض ایک سامان خرید لے، تو اس پر تہمت لگائی جائے گی کہ اس نے بیع وسلف کو ایک ساتھ جمع کرنے کا قصد کیا ہے، چاہے اس نے بالفعل اس کا قصد نہ کیا ہو، نیز کبھی کبھی فاعل ذریعہ کا مقصد اس کو ذریعہ بنانا نہیں ہوتا ہے لیکن فی نفسہ وہ اس لائق ہوتا ہے کہ اسکو متوسل الیہ تک پہونچنے کا ذریعہ بنایا جائے، جیسے مشرکین کے معبودوں کو برا بھلا کہنا؛ کیونکہ یہ مشرکین کو اسلام، قرآن، یا نبی ﷺ کو گالی دینے پر آمادہ کرنے کے لائق ہے اس لئے ممنوع ہوگا (حوالہ سابق)۔

مذاہب فقہیہ اربعہ میں ''ذرائع'' کی تطبیقی مثالیں:

جمہور علماء اصول وفقہ اس پر متفق ہیں کہ قاعدہ ''سد ذرائع'' کی تطبیقی مثالیں مذاہب اربعہ میں پائی جاتی ہیں، اگر چہ قلت وکثرت میں اس اعتبار سے مختلف ہیں کہ مذہب کے اصول ادلہ میں اس قاعدہ کو شمار کیا جائے یا نہ کیا جائے، چنانچہ قرافیؒ فرماتے ہیں: "و أصل سدّها مجمع عليه"...... وايضا قال: و انما النزاع في الذرائع خاصة و هي بيوع الآجال ونحوها" (الفروق ۲/۳۲) (اصل ذرائع پر سب کا اتفاق ہے، نیز یہ بھی فرمایا: اختلاف خاص ذرائع میں ہے اور وہ بیوع آجال وغیرہ ہے)، شیخ ابوزہرہ اور قرطبیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

انھیں حقائق کو مؤکد اور پختہ کرنے کی لئے ذیل میں ہم مذاہب اربعہ سے اس کی تطبیقی مثالیں پیش کرتے ہیں:

ا-''ذرائع'' فقہ مالکی میں:

اس میں شک نہیں کہ مالکیہ اس میدان کے شہسوار ہیں، اور ''ذرائع'' کو اصول ادلہ میں سے ایک اصل کی حیثیت سے عمل دلانے میں سبقت رکھتے ہیں، ان کے یہاں بہت سے ابواب اور مختلف مسائل میں اس کی مثالیں ملتی ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

الف-بیوع آجال:

یہ وہ بیع ہے جس میں مشتری سے ایک مدت متعینہ کیلئے خرید کردہ شی خود بائع یا اس کے وکیل سے فروخت کرے، یہ ایسی بیع ہے جو بظاہر جائز ہے لیکن کبھی کبھی کسی ممنوع کا سبب بن جاتی ہے، اس لئے ''سد ذرائع'' کے اصول کے پیش نظر ممنوع ہوگی، اگر چہ ممنوع تک پہنچنے کا قصد نہ ہو تو بھی؛ کیونکہ اس میں اندیشہ رہا ہے۔

ب-عبادات میں ''سد ذرائع'':

مثلاً انھوں نے فرض نمازوں میں امام اور منفرد دونوں کیلئے ایسی سورت کی قرأت کو مکروہ قرار دیا ہے جس میں آیت

سجدہ ہو؛ تاکہ مقتدیوں پر معاملہ مشتبہ نہ ہو، اور وہ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ نماز میں ایک رکعت کا اضافہ ہوگیا ہے (المدونہ ۱/۱۱۰، ۱۱۱)، مالکیہ نے ''قاعدہ سد ذرائع'' کا استعمال مبالغہ کی حد تک کیا حتی کہ انھوں نے جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ سجدہ کی قرأت ترک کردی (سد الذرائع للبرہانی،ص:۶۳۲)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ مالکیہ کی طرف سے قاعدہ ''سد ذرائع'' کے استعمال میں غلو ہے؛ کیونکہ یہ صحیح اور صریح نصوص سے متصادم ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں: ''**كان النبی ﷺ يقرأ فی الجمعة فی صلاة الفجر: الم تنزيل السجدة، وهل أتى على الانسان**'' (بخاری ۱/۳۳۶، مسلم ۱/۵۹۹، ابوداود ۱/۶۴۸) (نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں (پہلی رکعت میں) سورۂ سجدہ اور (دوسری رکعت میں) سورۂ دھر پڑھتے تھے)، چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''**فيه دليل لمذهبنا ومذهب موافقينا فی استحبابهما فی صبح الجمعة وأنه لا تكره آية السجدة فی صلاة الصبح ولا السجود، ذكر ذلک مالک وآخرون، وهم محجوجون بهذه الأحاديث الصحيحة الصريحة المروية من طرق عن أبی هريرة و ابن عباس رضی الله عنهم**'' (مسلم بشرح النووی ۶/۱۶۸) (اس میں ہمارے اور ہمارے موافقین کے مذہب کیلئے اس بات کی دلیل ہے کہ جمعہ کے دن ان دونوں سورتوں (سجدہ اور دھر) کا پڑھنا مستحب ہے، نیز نماز میں آیت سجدہ پڑھنا یا سجدہ والی سورت پڑھنا مکروہ نہیں ہے، جس کا ذکر امام مالک اور دیگر ائمہ نے کیا ہے، یہ صحیح اور صریح احادیث - جو حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباسؓ سے مروی ہیں - ان کے خلاف حجت ہیں)۔

نیز حیرت وتعجب کی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے آیت سجدہ کی قرأت سے صرف فرض نمازوں میں منع کیا ہے، نوافل میں نہیں، حالانکہ وجہ دونوں میں ایک ہی ہے، اور وہ ہے تعداد رکعات میں اضافہ کا شبہ۔

شوال کے چھ روزوں کی کراہت:

موطأ امام مالک ''کتاب الصیام'' ۱/۳۱۱ میں ہے: میں نے اہل علم وفقہ میں سے کسی کو شوال کے چھ روزے رکھتے نہیں دیکھا، بلکہ اہل علم اسے ناپسند کرتے تھے اور اس کے بدعت بن جانے کا اندیشہ محسوس کرتے تھے، نیز یہ خوف محسوس کرتے تھے کہ جاہل اور ناواقف لوگ رمضان المبارک کے ساتھ ایسی چیز ملحق نہ کردیں جو اس میں سے نہیں ہے۔

یہ مثال بھی ''سد ذرائع'' میں غلو ومبالغہ ہے، اس لئے کہ یہ اس صحیح اور صریح حدیث کے معارض ہے، جو شوال کے چھ روزوں پر ابھارتی ہے، چنانچہ حضرت ابو ایوبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''**من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال كان كصيام الدهر**'' (صحیح مسلم، رقم: ۲۰۴، ابوداود، رقم: ۲۴۳۳، ترمذی، رقم: ۷۵۹، ابن ماجہ: ۱۷۱۶) (جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ پورے سال روزہ رکھنے کے برابر ہے)۔

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ شارحین حدیث میں سے ہر ایک نے اپنے مسلک کے نقطہ نظر سے اس حدیث کی تشریح کی ہے، اور اپنے امام کی رائے کو راجح کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور اپنے مسلک کا دفاع کیا ہے۔

۲- فقہ حنبلی میں ''ذرائع'':

الف-''ان النبی ﷺ نهى أن يجمع الرجل بين سلف وبيع'' (موطا امام مالک، رقم: ۶۹، ابوداؤد، رقم: ۳۵۰۴، ترمذی، رقم: ۱۲۳۴، نسائی ۷/ ۲۸۸) (نبی کریم ﷺ نے بیع وسلف کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے)۔

حدیث صحیح ہے، اور ہم سب کو معلوم ہے کہ اگر دونوں کو الگ کر دیا جائے تو بیع درست ہوگی، دونوں کو ایک ساتھ جمع کرنے کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک ہزار قرض دے گا اور اس کو سامان کی حیثیت سے دوسرے ایک ہزار کے بدلے آٹھ سو میں فروخت کرے گا، تو گویا کہ اس کو ایک ہزار اور سامان آٹھ سو کے عوض دیا؛ تا کہ اس سے دو ہزار وصول کر سکے، اور یہ سود ہے۔

ب- بیع عینہ (جو مالکیہ کے نزدیک بیوع آجال ہے) حرام ہے، اور اسکی حرمت حضور ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت ہے، اگرچہ دونوں (بائع اور مشتری) نے سود پر اتفاق نہ کیا ہو، اس لئے کہ اس معاملہ میں عموماً ربا کا قصد پایا جاتا ہے، لہذا یہ ''ذریعہ'' ہوا اور اس کا سد ضروری ہے: تا کہ لوگ اسے سود کا ذریعہ نہ بنالیں، اور کہنے والا یہ کہنے لگے کہ میرا قصد یہ (سود) نہیں تھا۔

ج- معتدہ عورت کو صراحتاً پیغام نکاح دینے سے اللہ نے منع کیا ہے، حتی کہ معتدہ بعدۃ الوفات کیلئے بھی حرام ہے، اگرچہ انقضاء عدت میں مرجع عورت کی طرف نہیں ہے، اس لئے کہ پیغام نکاح کو مباح کرنا کبھی کبھی قبول پیغام میں عجلت کا ذریعہ بن سکتا ہے، نیز انقضاء عدت میں جھوٹ کا سبب بن سکتا ہے۔

د- حدیث میں مقرض (قرض دینے والے) کا مقروض کی طرف سے دئے گئے ہدیہ کو قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے، نیز صحابہ کرام نے بھی منع کیا ہے: تا کہ مقرض اسے قرض نہ شمار کرلے، اور ایسا صرف اس لئے ہے تا کہ لوگ اسے تاخیر دَین کا ذریعہ نہ بنالیں، ورنہ وہ ربا ہو جائے گا۔

ھ- اجنبیہ کے ساتھ خلوت سے حدیث میں منع کیا گیا ہے، چاہے قرأت قرآن کے لئے ہی ہو، نیز اس کے ساتھ سفر، خواہ سفر حج یا زیارت والدین ہی کیوں نہ ہو، بہر صورت خلوت حرام ہے: تا کہ فتنہ اور خواہشات نفسانی کا دروازہ نہ کھل جائے، اور یہی ''سد ذرائع'' ہے۔

و- امام احمدؒ نے قیدی کو بحالت قید سداً للذریعہ شادی کرنے سے منع کیا ہے: کیونکہ اگر اس کے یہاں بچے کی ولادت ہوئی تو وہ بھی غلام ہوگا، نیز یہ خدشہ ہے کہ اس کے علاوہ اس کی بیوی سے دوسرے لوگ وطی کر لیں۔

نیز تاجر کو- جو امان لیکر داخل ہوا ہے- شادی نہیں کرنا چاہئے ؛ کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کی بیوی بچہ لے آئے، اور کفار اس پر غالب آجائیں، یہ بھی امکان ہے کہ وہ ان کے درمیان پرورش پائے اور انھیں کے دین کو اختیار کرلے یا اختیار کرنے کی طرف مائل ہوجائے، نیز اس کی بیوی اگر انھیں میں سے ہوئی تو اپنے بچہ پر غالب ہوگی، اور وہ اسی کے دین کو اختیار کرلے گا، گویا کہ یہ شادی بچہ کو اس فساد عظیم پر پیش کرنا ہوگا، اسی لئے حضرت عمرؓ صحابہ کرام کو عجمیوں میں شادی کرنے سے منع کرتے تھے۔

۳- ''ذرائع'' فقہ حنفی میں:

باوجویکہ احناف نے قاعدہ ''سد ذرائع'' کو استدلال کے سلسلہ میں اپنے مذہب کے اصول میں سے نہیں مانا ہے، مگر قیاس اور استحسان کے درمیان سے اس کو لیا ضرور ہے، اور وہ ان دوابواب میں قائدانہ حیثیت رکھتے ہیں، اس باب میں ان کا ایک دور اور حکمرانی رہی ہے، پھر یہ کہ استحسان احناف و مالکیہ کے اصول میں سے ایک اصل ہے، امام ابوالحسن کرخی نے اس کا تعارف کرایا ہے، فرماتے ہیں: **''هو أن يعدل المجتهد عن أن يحكم في المسئلة بمثل ما حكم به في نظائرها لوجه أقوى يقتضي العدول عن الأول''** (اصول الفقہ: ابوزہرہ، ص:۲۴۵) (وہ (استحسان) یہ ہے کہ مجتہد کسی مسئلہ میں وہی حکم لگانے سے عدول کرلے جو وہ اس کی نظیر میں لگا چکا ہے کسی ایسی قوی دلیل کی وجہ سے جو (حکم) اول سے عدول کا تقاضا کرتا ہو)۔

استحسان کی بابت حنفیہ کا قول ایک ایسا دروازہ ہے جس سے وہ عمل بالمصلحۃ میں داخل ہوتے ہیں، اور ''سد ذرائع'' عمل بالمصلحۃ کے وجوہ میں سے ہے، بلکہ احناف کے نزدیک استحسان کی بعض صورتیں، مالکیہ کے ''سد ذرائع'' کی عین صورتیں ہیں، لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ دونوں مذہبوں میں صرف نام کا فرق ہے (سدالذرائع للبرہانی ص:۶۵۱)۔

احناف کے نزدیک ''سد ذرائع'' کی اہم صورتیں اور تطبیقی مثالیں درج ذیل ہیں:

الف- عورتوں پر نماز باجماعت واجب نہیں ہے، نیز جوان لڑکیوں کو جمعہ، عیدین اور دیگر نمازوں میں مسجد جانے کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ ان کا جماعت کے لئے مسجد جانا بلاشبہ فتنہ کا سبب ہے، اور فتنہ حرام ہے، اور جو شئ حرام کا ذریعہ بنے وہ بھی حرام ہوتی ہے (بدائع الصنائع ۱/ ۲۳۲، سدالذرائع للبرہانی، ص:۶۵۱)۔

ب- حائضہ عورت سے مافوق الرکبہ استمتاع سداً للذریعہ جائز نہیں ہے؛ کیونکہ یہ حائضہ سے جماع- جو کہ منہی عنہا ہے- میں مبتلا ہونے کا ذریعہ بن سکتا ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں حدیث وارد ہوئی ہے: **''لک من الحائض ما فوق الإزار''** (تمہارے لئے حائضہ سے مافوق الازار جائز ہے)، نیز حدیث: **''اصنعوا کل شئ إلا النکاح''** (ہر چیز کرو

سوائے جماع کے)۔

پہلی حدیث ناف سے گھٹنا کے درمیان استمتاع کی حرمت کا تقاضہ کرتی ہے، اور دوسری حدیث جماع کے علاوہ تمام امور کی اباحت کا تقاضہ کرتی ہے؛ چنانچہ احتیاطاً تحریم کو راجح مانا جائے گا، اور یہ امام صاحب اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے، اور امام محمدؒ نے خون کی جگہ (شرمگاہ) کو خاص کیا ہے (الاشباہ والنظائر، ص:۱۰۹، کشاف ۱/ ۱۳۴)۔

ج- کسی اجنبی مرد کیلئے معتدہ کو صراحتاً پیغام نکاح دینا جائز نہیں ہے، خواہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا، اس لئے کہ قیام عدت کے دوران بعض آثار کے باقی رہنے کی وجہ سے نکاح من کل الوجوہ قائم ہے، جیسے حرمت کے باب میں ثابت ہر شئ، نیز دوران عدت پیغام نکاح دینا من وجہ قائم مقام تہمت ہے، اور حمی (چراگاہ) کے قریب منہ مارنا ہے، لہذا عدت میں صراحتاً پیغام نکاح دینا سداً للذریعہ جائز نہیں ہوگا (بدائع الصنائع ۳/ ۲۹۷، ۲۹۸)؛ تاکہ عورت پیغام قبول کرنے میں جلد بازی نہ کرے، اور عدت گذرنے کے بارے میں جھوٹ نہ بولے۔

د- مساجد میں خلوات (کمرے (Room) وغیرہ) کی تعمیر کی حرمت، جیسے کہ جامع اموی کے رواق میں ہے، بالخصوص اس وقت جبکہ کھانا پکانے اور نہانے دھونے وغیرہ سے تلویث وتقذیر مسجد کا اندیشہ ہو (ردالمحتار ۳/ ۳۷۱)، باوجودیکہ مساجد میں خلوات اور کمرے طلبۂ علوم نبوت اور عابدین کے بنائے جاتے تھے، لیکن ان کے ٹھہرنے سے تلویث مسجد ہوتی تھی، اس لئے ابن عابدینؒ ان کی تعمیر کی حرمت کا فتوی دیا کرتے تھے، یہی حکم جماعتوں کے قیام کا ہوگا بشرطیکہ تلویث والی علت پائی جائے۔

ھ- احناف کے نزدیک "سد ذرائع" پر عمل کی مثال زندیق ومرتد کی توبہ کی عدم قبولیت ہے امام صاحب سے مروی دو روایتوں میں سے اظہر روایت کے مطابق (یہی امام مالک اور امام احمد کا بھی مسلک ہے)، اس لئے کہ اس کی توبہ قبول کر لینا استخفاف دین کا ذریعہ ہے، اور اس کو خبیث وناپاک مقاصد کیلئے بطور ڈھال استعمال کیا جاسکتا ہے۔

و- اگر شوہر اپنی بیوی کو مرض الموت میں بغیر اس کی رضامندی کے وراثت سے محروم کرنے کی نیت سے طلاق دیدے تو بھی وہ وارث ہوگی، قاعدہ "من استعجل الشيئ قبل أوانه عوقب بحرمانه" (الاشباہ والنظائر، ص:۱۵۹) (جو کسی شئی کے حصول میں قبل از وقت جلدی کرے گا تو اس کو اُس سے محروم کرنے کی سزا دی جائے گی)، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ "سد ذرائع" کے باب سے ہے۔

۴- فقہ شافعی میں ذرائع:

حق بات تو یہ ہے کہ امام شافعیؒ علم اصول فقہ کے رائد ہیں، انہوں نے ہی اس کے قواعد کی بنیاد رکھی ہے، اور اس کے

قوانین وضوابط کو ضبط تحریر میں لائے ہیں، لیکن انھوں نے اس'' ذرائع'' کے لئے اپنی محنت اور وقت کو فارغ نہیں کیا، جس کا استعمال اصولیین نے قاعدہ'' مصالح مرسلۃ'' کی عملی تطبیق کیلئے کیا ہے، بلکہ انھوں نے'' استحسان'' کا ابطال کیا ہے، اور اس کے ذریعہ فساد استدلال پر حجت قائم کر کے قائلین کا مقابلہ کیا ہے۔

لیکن امام شافعیؒ کے انکار'' استحسان'' سے یہ لازم نہیں آتا کہ انھوں نے مطلقاً'' سد ذرائع'' کا بھی انکار کر دیا ہے، بلکہ بعض فروعات میں نظر آتا ہے کہ انھوں نے اس کو قبول کیا ہے، اور بعض میں رد کر دیا ہے، اور سب سے مشہور مسئلہ جس میں قاعدہ'' سد ذرائع'' کو رد کیا ہے وہ'' بیوع آجال'' ہے جس میں مالکیہ کے یہاں'' سد ذرائع'' اختیار کرنے میں کافی توسع ہے، امام شافعیؒ نے ان کی اس میدان میں مخالفت کی ہے؛ کیونکہ انہیں بیع وشراء کرنے والوں کو متہم کرنے کا کوئی سبب نظر نہیں آیا، اور اصل تو یہی ہے کہ مسلمانوں کے معاملات کو صلاح پر محمول کیا جائے، اور بدظنی سے حتی الامکان دور رہا جائے، اسی لئے وہ فرماتے ہیں:"**لا يفسد عقداً أبداً إلا بالعقد نفسه،لا يفسد بشئ تقدمه أو تأخره،ولا بتوهم، و لا بأغلب، وكذلك كل شئ لا يفسد إلا بعقده ولا نفسد البيوع بأن نقول:هذه ذريعة،وهذه نية سوء**"(الام ۷/ ۲۲۰) (کوئی عقد کبھی بھی کسی عقد سے فاسد نہیں ہوگا مگر بذات خود عقد کے ذریعہ، اور نہ ہی کسی چیز کے تقدم وتأخر سے فاسد ہوگا، اور نہ توہم سے، اور نہ اغلب سے، اسی طرح ہر چیز صرف اس کے عقد سے فاسد ہوتی ہے، اور ہم بیوعات کو فاسد نہیں مانتے یہ کہہ کر کہ یہ ذریعہ ہے، یہ بری نیت ہے)۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ امام شافعیؒ نے قاعدہ'' سد ذرائع'' کا مطلقاً انکار کر دیا ہے؛ بلکہ ان کے کلام سے جو چیز قطعیت کے ساتھ ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ انھوں نے خاص عقود میں اس کی تحکیم کا انکار کیا ہے۔

اور علماء نے قدیم وجدید زمانہ میں یہ پایا ہے کہ انھوں نے قاعدہ'' الذرائع سداً وفتحاً'' کو اختیار کیا ہے، اگر چہ اپنے اصول معتمدہ میں اس کیلئے الگ سے مستقل کوئی باب قائم نہیں فرمایا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ علماء شوافع میں سے ابن الرفعہ، ابن سبکی، زرکشی، اور عزالدین بن عبدالسلام رحمہم اللہ- جو کہ کبار فقہاء شوافع میں شمار کئے جاتے ہیں- سب کے سب نے'' سد ذرائع'' کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے، اور اس کی شرح وتقسیم کا کام کیا ہے، ذیل میں ہم شوافع کے نزدیک قاعدہ: '' ذرائع'' کی تطبیقی مثالیں پیش کرتے ہیں:

الف- وہ پانی جس سے گھاس اور چارہ اگتا ہے اس کو بیچنا مسلک شوافع میں حرام قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ یہ چارہ کی افزائش میں رکاوٹ بنے گا؛ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:"**وفى منع الماء ليمنع به الكلأ الذى هو من رحمة الله عام يحتمل معنيين:أحدهما أن ما كان ذريعة ليمنع ما أحل الله، لم يحل،وكذلك ما كان ذريعة إلى**

إحلال ما حرم الله تعالى،ثم قال:فان كان هذا هكذا،ففي هذا ما يثبت ان الذرائع إلى الحلال والحرام تشبه معانی الحلال والحرام"(الام ۳/ ۲۷۲،مجلّہ المجمع الفقهی الاسلامی،ص:۳۵۵)(اور پانی روکنے میں،تا کہ اس کے ذریعہ اس چارہ کوروکا جاسکے جواللہ کی رحمت ہے،دومعنوں کا احتمال ہے:ایک یہ کہ جو چیز اللہ کی حلال کردہ چیز کے روکنے کا ذریعہ بنے وہ حلال نہیں (بلکہ حرام) ہوگی،اسی طرح جو چیز اللہ کی حرام کردہ شئی کے حلال کرنے کا ذریعہ بنے (وہ بھی حرام ہوگی)،پھرفرمایا:اگر بات ایسی ہے تواس میں اس بات کی دلیل موجود ہے جوثابت کرتی ہے کہ حلال وحرام کے ذرائع،حلال وحرام کے معانی وحقائق کے مشابہ ہیں۔

ب-سلطان العلماءعز الدین بن عبدالسلام فرماتے ہیں:"**الوسيلة إلى أرذل المقاصد أرذل من سائر الوسائل...... فالتوسل إلى القتل أرذل من التوسل إلى الزنى، والتوسل إلى الزنى أقبح من التوسل إلى أكل اموال الناس بالباطل، والإعانة على القتل بالإمساك أقبح من الدلالة عليه......والنظر إلى الأجنبية محرم لكونه وسيلة إلى الزنى، والخلوة بها أقبح من النظر إليها......و هكذا تختلف رتب الوسائل باختلاف قوة أدائها إلى المفاسد**"(قواعدالاحکام فی مصالح الانام ۱/ ۱۷۰)(گھٹیا مقاصد کے لئے وسیلہ اختیار کرنا گھٹیا وسائل میں سے ہے،چنانچہ قتل کے لئے وسیلہ،زنا کے لئے وسیلہ اختیار کرنے سے زیادہ گھٹیا ہے،اور زنا کے لئے وسیلہ لوگوں کے اموال ناحق کھانے کے لئے وسیلہ اختیار کرنے سے زیادہ بدتر ہے،اور کسی کو پکڑ کر قتل پر اعانت کرنا اسکا پتہ بتانے سے زیادہ بدتر ہے،اوراجنبیہ کودیکھنا حرام ہے اس لئے کہ وہ زنا کا وسیلہ ہے،اوراسکے ساتھ خلوت،اس کو دیکھنے سے زیادہ بدتر ہے،اسی طرح وسائل کے درجات مفاسد تک پہونچانے کی قوت کے اختلاف سے بدلتے رہتے ہیں)۔

شیخؒ کا یہ کلام قرافیؒ کے کلام سے ملتا ہے،قرافیؒ فرماتے ہیں:"**الوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل، وإلى أقبح المقاصد أقبح الوسائل،و إلى مايتوسط متوسطة**"(الفروق ۲/ ۳۳)(بہتر مقاصد کے لئے وسیلہ اختیارکرنا افضل وسائل میں سے ہے،اور بدتر مقاصد کے لئے وسیلہ بدترین وسائل میں سے ہےاور درمیانی مقاصد کے لئے وسیلہ متوسط وسائل میں سے ہے)۔

ج-ترک جماعت کا عذر رکھنے والے معذورین جیسے بیماراور مسافرین ظہر کی نماز اپنی جگہ پڑھیں گے،جماعت سے یا تنہا،جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے،امام نووی فرماتے ہیں:جب بہت سے معذورین اکٹھا ہوجائیں توصحیح قول کے مطابق ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مستحب ہے،اورامام شافعیؒ فرماتے ہیں:"**واستحب لهم إخفاء الجماعة لئلا يتهموا**"(المھذب ۱/ ۱۱۰،المجموع ۴/ ۳۶۳،سدذرائع برہانی،ص:۶۵۸)(اوران کے لئے اخفاء جماعت مستحب ہے؛ تا کہ ان پر

تہمت نہ لگائی جائے)۔

د- کفار کو مال دینا: اگر کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہو، اور مسلمانوں کے پاس مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو محاصرہ کرنے والے کفار کو مال دینا ان کے لئے جائز ہوگا، اس لئے کہ ان کے یہاں قیدی بن کر رہنے کا مفسدہ، اور ان کے مسلمانوں کو جڑ سے ختم کرنے کی خرابی، مال خرچ کرنے سے بڑی ہے (الفروق ۲/ ۳۲، الاشباہ والنظائر،ص:۸۷)۔

ھ- جس چیز کا لینا حرام اس کا دینا بھی حرام ہے، "**ما حرم أخذه حرم إعطائه**" (جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہوگا) جیسے سود، زانیہ کی اجرت، حلوان کاہن (کاہن کو کہانت کے عوض جو ہدیہ پیش کیا جاتا ہے)، رشوت، نوحہ کرنے والیوں کی اجرت، البتہ اس سے بعض صورتیں مستثنی ہیں، مثلاً حاکم کو رشوت دینا اپنا حق وصول کرنے کیلئے، جبکہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ ہو، اسی طرح قیدیوں کی رہائی کے لئے رشوت دینا، جس سے ہجو کا اندیشہ ہو اس کا منہ بند کرنے کیلئے کچھ دینا (الاشباہ والنظائر،ص:۱۵۰)، یہ سب "سد ذرائع" سے جڑے ہیں؛ کیونکہ لینا مفسدہ اور حرام ہے، اسی طرح دینا مفسدہ اور حرام کا ذریعہ ہے، لہذا وہ بھی حرام ہوگا۔

و- "**منع المفطر بعذر من الأكل عند من لا يعرف عذره**"، عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے شخص کو ایسے آدمی کے سامنے کھانے سے سداً للذریعہ منع کیا جائے گا جو اس کا عذر نہ جانتا ہو؛ تاکہ اس پر فسق ومعصیت کی تہمت نہ لگائی جاسکے، چنانچہ اسی سلسلے میں امام نووی فرماتے ہیں: "**ولو أقام المسافر أو برأ المريض اللذان يباح لهما الفطر في أثناء النهار فلا يجب عليهما الإمساك، لكن يستحب، فان أكلا أخفياه لئلا يتعرضا للتهمة، وعقوبة السلطان**" (سد الذرائع،ص:۶۵۹، المجموع ۶/ ۲۸۸، المہذب ۱/ ۱۷۸) (اگر مسافر مقیم ہوجائے، یا مریض ٹھیک ہوجائے جن کے لئے رمضان کے ایام میں دن میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت تھی تو ان پر امساک (روزہ رکھنا) واجب نہیں ہوگا؛ البتہ مستحب ہوگا، پس اگر وہ دونوں کچھ کھائیں تو چھپ کر کھائیں گے؛ تاکہ تہمت کا نشانہ نہ بنیں اور سلطان کی سزا کا شکار نہ ہوں)۔

ز- ضمان صناع: امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ کاریگروں پر اس کام کا ضمان نہیں ہوگا جسکے لئے ان کو اجرت پر رکھا گیا تھا، لیکن وہ سداً للذریعہ لوگوں کو اس کا فتوی نہیں دیتے تھے، کہ کہیں لوگوں میں فساد نہ در آئے، چنانچہ ربیعؒ فرماتے ہیں: "**الذي يذهب إليه الشافعي فيما رأيت أنه لا ضمان على الصناع، إلا ماجنت أيديهم ولم يكن يبوح بذلك خوفا من الضياع**" (الام ۳/ ۲۶۴) (میرے خیال میں امام شافعیؒ نے جس رائے کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ کاریگر پر ضمان نہیں ہوگا الا یہ کہ ان کے ہاتھوں سے زیادتی ہوئی ہو، لیکن امام شافعیؒ ضیاع کے خوف سے کھل کر اس کا فتوی

نہیں دیتے تھے)۔

اور کتمان فتوی میں امام شافعیؒ کا ''ذرائع'' کو اختیار کرنا پایا جاتا ہے؛ تاکہ کاریگر اپنے قبضہ میں موجود لوگوں کے اموال اور ضروریات میں غفلت وسستی نہ کریں، نیز ضیاع کا دعوی نہ کریں، اور لوگوں کا مال ناحق نہ کھائیں، اور اس میں شک نہیں کہ اس میں ایک موہوم فساد کے ''ذریعہ'' پر بندش لگانا ہے۔

ح-اور ضمان صناع کے مفہوم میں یہ مسئلہ بھی آتا ہے کہ اگر تیراکی سیکھنے والا بچہ غرق ہوگیا تو معلم تیراکی پر ضمان ہوگا؛ تاکہ وہ حفاظت میں کوتاہی نہ کرے، نیز اگر طالبعلم کو مارا اور وہ مرگیا تو اس پر بھی ضمان ہوگا؛ تاکہ وہ بھی احتیاط برتے۔

موجودہ حالات میں ''ذرائع'' کی تطبیقی مثالیں:

ا-حجاج اور معتمرین کی تعداد کی حد بندی: حج وعمرہ کی ادئیگی ہر مسلمان پر-جو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو-فرض ہے، اور فی زماننا مال اور بیت اللہ تک جانے کی قدرت رکھنے والے افراد کثیر تعداد میں ہیں، ان کو بری، بحری اور فضائی سہولیات میسر ہیں، مختلف ممالک اور شہروں میں مسلمانوں کی تعداد اور ان کی زندگی میں فرائض کی ادائیگی کی اہمیت اور اکثر مسلمانوں کے بیت اللہ جانے کے شوق اور مشاعر ومناسک کی ادائیگی کے شغف کے پیش نظر ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر حجاج خصوصاً ادھر آخری چند سالوں میں-بار بار نفلی حج کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں جبکہ ان میں سے اکثر کئی کئی مرتبہ حج کرچکے ہوتے ہیں، حالانکہ یہ مباح اور مندوب عمل ہے۔

لیکن ادھر کئی سالوں سے مناسک حج کی ادائیگی کے دوران مسلمانوں میں کئی بڑے حادثات رونما ہوئے، اور حجاج کرام کی تعداد بعض سالوں میں تین چار ملین (تیس چالیس لاکھ) کے قریب ہوگئی ہے، اس تعداد کی زیادتی -جس کی نظیر سابقہ سالوں میں نہیں دیکھی گئی- کی وجہ سے رمی جمار میں کافی ازدحام ہوا اور دھکا مکی ہوئی، نتیجتاً سیکڑوں لوگ جاں بحق ہوگئے، بلاشبہ یہ ایک فساد ہے جسکا تحقق ہو چکا ہے اور ایسی آفت ومصیبت ہے جس نے مسلمانوں کو گھیر لیا ہے، لہذا ارباب اہل ودانش پر ضروری ہے کہ اس فساد کو حجاج کی تعداد کم کرکے روکیں اور اس کے منفی اثرات ختم کریں اور کسی بڑے خطرے کا سامنا کئے بغیر انھیں مناسک حج کی ادائیگی کا موقع فراہم کیا جائے، اسی لئے مملکت سعودیہ نے دنیا کے مختلف ممالک کے مسلمانوں سے اتفاق کیا کہ حجاج کی تعداد کی حد بندی کردی جائے، اس طرح کہ ہر ملک سے ایک محدود تعداد کو ہی اجازت دی جائے، نیز یہ تعداد اس ملک کے مسلمانوں کے تناسب سے ہو، تاکہ سعودی حکومت کو انتظام کی دشواری نہ ہو اور لوگوں کو بغیر ضرر کے آرام وراحت کے ساتھ شعائر کی ادائیگی کا موقع فراہم کیا جاسکے، اور اس سلسلہ میں حکومت سعودیہ نے سعودی باشندوں اور مقیمین کے لئے یہ قانون بنایا کہ پانچ سال میں صرف ایک بار حج کرسکتے ہیں۔

یہ قانون ان حجاج کیلئے ہے جوفریضہ حج ادا کر چکے ہیں،اس میں مسلمانوں کی مصلحت اور یقینی مفسدہ کو دور کرنے کا-جس کا مشاہدہ ادھر کئی سالوں میں مسلمانوں نے کیا-جذبہ کارفرما ہے،لہذا اس اعتبار سے یہ ''سد ذرائع'' کے باب سے ہے،اور یہ ''صدعن سبیل اللہ'' میں داخل نہیں ہوگا،اور نہ ہی اسے ظلم اور تانا شاہی کہا جائے گا، بلکہ یہ ایک قسم کا نظم ونسق ہے،خاص طور پر اسوقت جبکہ یہ پابندی اور ممانعت نفلی اور دوبارہ حج کرنے والوں کیلئے ہے یا ان مالداروں کیلئے ہے جونفل حج کا شوق رکھتے ہیں،حتی کہ بعض لوگ دسیوں بار حج کر چکے ہیں؛ حالانکہ اللہ نے حج صرف ایک بار فرض کیا ہے۔

نیز اسی کے قریب قریب بعض مسلمانوں کی طرف سے نفلی عمرہ کی ادائیگی کا مسئلہ ہے،اور یہ سلسلہ چونکہ پورے سال چلتا ہے تو شاید قابل برداشت ہو،مگر چونکہ ان میں سے جم غفیر ایسے ہیں جو رمضان میں عمرہ کرتے ہیں اس اجر وثواب کی امید میں جس کا انکار بہر حال نہیں کیا جا سکتا ہے تاہم اس پر بھی غور کی ضرورت ہے؛ کیونکہ نفلی عمرہ کرنے والوں کی تعداد رمضان میں بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے بالخصوص آخری عشرہ میں تو کئی ملین تک تعداد پہونچ جاتی ہے۔

۲-رحم کرایہ پر دینا:اس کی حرمت بھی ''سد ذریعہ'' کی مثال ہے۔

۳-انسانی دودھ بینک (Milk Bank) بھی سد ذرائع کی مثال ہے۔

سابقہ تفصیلات سے یہ واضح ہوگیا کہ ''ذرائع'' کو فتح وسد کے اعتبار سے قبول کرنا ایسا امر ہے جس نے علماء اہل سنت کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اس کے متعلق اپنی دور بینی، دوراندیشی،اور فہم وبصیرت کا ثبوت دیں،اپنی آنکھیں کھولیں اور اسے یاد رکھیں اور برتیں، نیز بلاشبہ اس نے بہت سے قضایا میں،خصوصاً اس میدان کا سب سے اہم قضیہ جس میں علماء کی آراء مختلف ہیں،وہ بیوع آجال ہے-اہم کردار ادا کیا، مالکیہ نے ''سد ذرائع'' میں توسع اختیار کیا،اور اسے حرام قرار دیا،اس اعتبار سے کہ یہ مفضی الی الربا ہے،اور انھیں کے نہج پر حنابلہ بھی چلے،انھوں نے بھی اسے ''سد ذرائع'' کے مطابق حرام قرار دیا۔

لیکن شوافع نے ''بیوع آجال'' کو حرام قرار نہیں دیا، بلکہ اسے جائز مانا،اس لئے کہ وہ دونوں ان کے نزدیک مستقل بیع ہیں،اس سلسلہ میں ان کے پاس دو بنیاد ہیں: ایک یہ کہ حکم ہمیشہ ظاہر پر لگتا ہے،دوسرے یہ کہ کوئی بیع بذات خود فاسد نہیں ہوتی ہے، نیز ہم مسلمان کی نیت اور اس کے چھپے ارادوں پر حکم لگانے کا حق نہیں رکھتے ہیں (الام ۲/ ۲۴، ۴/ ۴۱)۔

جبکہ امام ابوحنیفہؒ پہلی بیع کو جائز اور دوسری کو ناجائز مانتے ہیں۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود احقر کی رائے یہ ہے کہ قاعدہ ''سد ذرائع'' کو اختیار کرنا چاہئے-اگرچہ مالکیہ نے بعض حالات میں غلو کی حد تک اس سے کام لیا ہے-اور اس پر عمل ایسا امر ہے جو مسلم معاشرہ کیلئے مفید ہے،ان شرور وفتن سے

ان کی حفاظت کرتا ہے جو بسا اوقات انھیں گھیر لیتے ہیں، اور اس کے نظام وافراد کو تکلیف پہونچاتے ہیں۔

ذیل میں ہم چند اہم تطبیقاتی امور پیش کرتے ہیں جنہیں اختیار کرنا مسلم حکمرانوں اور اولیاء الامور کے لئے مفید ہوگا، مفاسد سے روکے گا، شرور کے دروازے بند کرے گا:

۱-اشیاء کی قیمت (Rate) کی تعیین: خصوصاً ضرورت کے وقت، تاکہ تاجر، ساہوکار، بنیے وغیرہ لوگوں کی حاجات میں دخل اندازی اور غیرضروری فیصلہ نہ کرسکیں، اور قیمت کی یہ تعیین احتکار (اجارہ داری)، استغلال (Exploitation) یعنی استحصال اور عوام الناس پر تنگی نہ کرسکیں۔

۲-مخدرات اور نشہ آور اشیاء کی زراعت اور کاشت اور اس کی تجارت پر روک لگائی جائے، اور اس کا کاروبار اور لین دین کرنے والوں پر سخت سے سخت سزائیں نافذ کی جائیں، اس فساد کا راستہ بند کرنے کے لئے جس کے نتائج بڑے خطرناک اور دوررس ہوتے ہیں، ان منشیات کے عادی اور رسیا لوگوں کی ذہنی، دماغی، اور جسمانی صلاحیتوں کو ضیاع سے بچانے کے لئے، بلکہ بعض اوقات جوانوں کی جان کی حفاظت کے لئے، کیونکہ کئی لوگ خودکشی تک کر لیتے ہیں۔

۳-سفارتی شعبوں کے افراد، نیز طلباء اور تجار میں سے جو بیرون ممالک کا سفر کرتے ہیں ان کو سداً للذریعہ ملک کے عمومی اور خصوصی مصالح کے پیش نظر اجنبی عورتوں سے شادی کرنے سے روکا جائے؛ تاکہ اجنبی عورتوں سے شادی کرنے کو ان عورتوں سے شادی کا ذریعہ نہ بنایا جائے جو محرمات کی رعایت نہیں کرتی ہیں، نیز غیر شرعی تعلقات میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتی ہیں؛ کیونکہ وہ (مرد) بھی اس کو گناہ تصور نہیں کریں گے اور اس کے مرتکبین کو مجرم نہیں سمجھیں گے، گویا کہ گناہ کی شناعت ان کے دل سے نکل جائے گی۔

۴-اگر ملک کے مصالح اور مفاد، اور امن وسلامتی کا تقاضہ ہو تو غیر ملکیوں کو مخصوص وظائف (نوکریوں) مثلاً فوج، پولیس، سفارتی اداراجات (DIPLOMATIC SECTOR) نیز اسی طرح کے وہ شعبہ جات جن کی حکومت، قوم کے راز اور بلند مقاصد کے لئے حفاظت کرنا چاہتی ہے، سداً للذریعہ کام کرنے سے روکا جاسکتا ہے؛ تاکہ حکومت کے راز کا اِفشاء نہ ہو، اور دشمنوں کے سامنے اس کے اظہار کے امکانات ختم یا کم ہوجائیں، اس میں بڑے خطرے کو ختم کرنا اور خطرناک فسادات پر بندش ہوجائیگی (مجلۃ الفقہ الاسلامی، عدد تاسع، جزء ثالث، ص: ۳۶۳، ۳۶۴)۔

قاعدہ ''سد ذرائع'' کی معاصر فقہی تطبیقات:

۱-شرعی ضوابط کی پابندی کے بغیر کاسمیٹک سرجری کا عمل کرانا جائز نہیں ہوگا، اور وہ شرعی ضوابط درج ذیل ہیں:

الف: ڈاکٹر اوراس کے معاونین کی اہلیت اور امانت۔

ب: سرجری بقصد علاج ہو، بیکار محض، یا مشق یا ستر سے واقفیت حاصل کرنے یا انتظام یا دیگر مادی مقاصد کے لئے نہ ہو۔

ج: سرجری کا عمل مشروع ہو، اس میں حرام مواد کا استعمال نہ کیا جائے۔

د: ڈاکٹروں کو اس سرجری کی کامیابی کا غالب گمان ہو۔

ھ: سرجری شرعاً مباح ہو۔

و: سرجری ترفہ، حب ظہور، اور تشبہ بالفاجرات سے خالی ہو۔

اسی وجہ سے ذیل کی دوصورتوں میں کاسمیٹک سرجری (COSMATIC SURGERY) سدأللذریعہ جائز نہیں ہے:

الف- سرجری عورت کی تزئین محض کے لئے ہو، یا لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے ہو؛ کیونکہ خود عورت کے فتنہ میں مبتلا ہونے اور دیگر محارم وغیر محارم مردوں کو مبتلا کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

ب- سرجری ظاہری عیوب کے اِخفاء اوراس کی تحسین کے لئے ہو، باطنی عیوب کی تبدیلی وتغییر کے لئے نہ ہو، اس لئے کہ لوگ اس کو تدلیس (کتمان عیب) کا ذریعہ بنالیں گے، نیز شوہروں کو ان پوشیدہ عیوب کے رہتے ہوئے کئی بار مکمل احصان حاصل نہیں ہوگا، اور یہ وقوع زنا کا ذریعہ بنے گا بالخصوص جب کہ وہ دوسری شادی کرنے کی پوزیشن میں نہ ہوں۔

۲- بغیر شرعی ضوابط کے طبی جانچ کرانا:

اخلاق اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے اور سدأالذریعۃ الزنا، چنانچہ اس بنیاد پر عورتوں کے لئے ایسے ڈاکٹروں کے پاس جانے کی اجازت نہیں ہوگی جن کے دین واخلاق پر علاج کے دوران بھروسہ نہ ہو، اور جیسا کہ ڈاکٹروں کے لئے ستر دیکھنا اور بار بار دیکھنا درست نہیں ہوگا، یا ضرورت سے زیادہ مقدار میں دیکھنا یا ایسے راز پوچھنا جو شہوت برانگیختہ کرنے والے ہوں؛ کیونکہ فتنہ اور زنا کا اندیشہ ہے، چنانچہ شاطبی فرماتے ہیں: "**إن التكاليف الشرعية ترجع إلى حفظ مقاصدها فی الخلق، وهذه المقاصد لا تعدو إلى ثلاثة اقسام: أحدها أن تكون ضرورية، والثانی أن تكون حاجية، والثالث أن تكون تحسينية**" (۲/۷) (بیشک تکالیف شرعیہ مخلوق میں اسکے (شریعت) مقاصد کی حفاظت کی طرف لوٹتے ہیں اور یہ مقاصد تین اقسام سے تجاوز نہیں کرتے ہیں، ایک: یہ کہ ضروریہ ہوں، دوسری: یہ کہ وہ حاجیہ ہوں، تیسری: یہ کہ وہ تحسینی ہوں)۔

۳-اسقاط حمل: چونکہ بعض حالات میں جرم زنا کو چھپانے کے لئے اسقاط حمل کو ذریعہ بنایا جاتا ہے، اس لئے بہتر ہے کہ کارروائی سے پہلے سدأ للذ ریعۃ الزنا، ماہرین قانون اور ڈاکٹروں کی ایک ٹیم تشکیل دی جائے، تاکہ حقیقی عذر کا تحقق ہو سکے؛ کیونکہ مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد زنا کے ارتکاب میں حمل سے چھٹکارا پانے کے لئے اسقاط کا عمل کراتے ہیں۔

۴-وقوع زنا کی صورت میں پردۂ بکارت کی اصلاح اور اصل حالت میں لانے کا عمل جائز نہیں ہوگا:

اگر پردۂ بکارت کا ازالہ بغیر زنا، یا زنا بالجبر کی وجہ سے ہوا ہو تو اس کی اصلاح اور اصلی حالت یا اس کے قریب قریب کی طرف اعادہ کرنے کی اجازت ہوگی، لیکن اگر وقوع زنا اس عورت کے خبر دینے یا اقرار یا گواہوں کی گواہی یا خبر پھیل جانے کی وجہ سے ثابت ہوگیا، تو ڈاکٹروں کیلئے سدأ للذ ریعہ بکارت کی اصلاح واعادہ جائز نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس سے زنا کے ارتکاب کی حوصلہ افزائی ہوگی، اور جوان لڑکیاں یہ سمجھ کر کہ بکارت کی اصلاح واعادہ تو ہو ہی جائے گا اور کنوارہ پن واپس آجائے گا، زنا کا ارتکاب کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کریں گی، اور اس عمل سے اپنا جرم چھپاتی رہیں گی، جبکہ اللہ نے ان کے بکارت کو ان کی پاکدامنی کا شاہد بنایا ہے نہ کہ ان پر، یعنی کہ ان کی برأت پر دلالت کرنے کے لئے بنایا ہے۔

۵-مخلوط شادی کی تقریبات (Weding Hall) میں شرکت پر بندش:

چونکہ اس طرح کی تقریبات میں دونوں جنسوں کا بیک وقت اختلاط ہوتا ہے، جو وقوع زنا کی دعوت دیتا ہے؛ کیونکہ مرد وعورت اکثر و بیشتر قسم قسم کی زینت اور سنگار کرکے آتے ہیں جو جنسی تقاضوں کو بیدار اور برانگیختہ کرتے ہیں، لہذا سدأ للذ ریعہ اس طرح کی خوشی کی تقریبات شرعاً ممنوع ہونگی۔

۶-جنسی خواہشات برانگیختہ کرنے والے وسائل اور صورتوں کے ذریعہ کئے جانے والے کپڑوں کی نمائش پر پابندی:

فی زمانناکپڑوں کی نمائش کے لئے بہت سی شکلیں اور وسائل ظہور پذیر ہوگئے ہیں، مثلاً ٹیلی ویژن، کمپیوٹر، شوروم (Show Room) سیٹلائٹ ٹی وی (Satellite tv) اخبار وجرائد اور مجسمات (Manicans) وغیرہ، سدأ للذ ریعہ سب حرام ہونگے، حالانکہ یہ محض وسائل ہیں لیکن اس انداز میں ان کا استعمال شرعاً حرام کی طرف لے جانے والا ہے، لہذا قاعدہ ''سد ذرائع'' پر عمل کرتے ہوئے ان پر پابندی لگائی جانی چاہئے۔

۷-شب اسپیکٹر وسکوپی (Nihgt spectro scopy) کا سکونتی محلوں میں استعمال:

جدید ایجادات واختراعات میں سے شب اسپیکٹر وسکوپی کا ایجاد ہے، جو تابکاری شعاعوں سے چلتا ہے، اس کا

استعمال قانونی مقاصد کی تحقیق جیسے امن وامان کی حفاظت کی لئے کیا جاتا ہے،لیکن کبھی کبھی غیر قانونی مقاصد جیسے تجسس،لوگوں کے ستر سے واقفیت حاصل کرنے وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے،اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ شب اسپیکٹر وسکوپی کا استعمال غیر قانونی مقاصد پورا کرنے یا قانونی مقاصد کو اس انداز میں پورا کرنے کے لئے کرنا جس سے لوگوں کی پردہ دری ہو، یا جنسی جذبات برانگیختہ ہوتے ہوں حتی کہ زنا کا ذریعہ بن جائے تو سداً للذریعہ اس پر بندش لگانا لازم ہے۔

۸-شرعی ضوابط -مثلا ستر عورت،عدم اختلاط،عدم رہان،اپنی جان اور دوسروں کو نقصان نہ پہونچانا وغیرہ- کی رعایت کے بغیر ورزش کرنا سداً للذریعہ حرام ہوگا؛ حالانکہ فی نفسہ ورزش اور جسمانی ریاضت مباح ہیں،لیکن چونکہ مفضی الی الحرام ہیں (زنا اور بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے) اس لئے حرام ہونگے۔

شرعی مسائل کے حل میں ''سد ذرائع'' کا استعمال:

جو لوگ قاعدہ ''سد ذرائع'' کو بطور نظیر پیش کرتے ہیں وہ اس کے سد میں توسع کی اجازت نہیں دیتے ہیں؛ کیونکہ توسع امت کو حرج میں مبتلا کرنے کا سبب بن سکتا ہے،اور یہ ایک دوسرے اہم شرعی قاعدہ ''رفع الحرج'' میں خلل پیدا کرے گا،لہذا ''سد ذرائع'' -خواہ کیسے بھی ہو- کی بناء پر مطلقاً فتوی دینا درست نہیں ہے؛ بلکہ سد اور منع کے مناط کا تحقق ہونا ضروری ہے۔

''سد ذرائع'' اکثر وبیشتر ان وسائل واسباب پر بندش لگانے کے لئے ہوتا ہے جو فی نفسہ معتبر اور جائز ہوتے ہیں،جبکہ وہ ایسے مفسدہ کا ذریعہ بن جائیں جو مصلحت کے مساوی یا اس سے بڑا ہو،لہذا اس بات پر ایسی توجہ اور احتیاط ضروری ہے کہ قاعدہ ''سد ذرائع'' کو اخذ کرنے میں ایسا مبالغہ نہ ہو کہ وہ اس کے شرعی حدود اور طرز وانداز سے نکل جائے۔

اور اسکی صراحت کئی علماء اور باحثین نے کی ہے، چنانچہ نظریہ ''سد ذرائع'' کو درج ذیل قیود وشرائط کے دائرہ میں منضبط کیا جاسکتا ہے:

۱-اس میں جس فعل کی اجازت دی گئی ہے، وہ کسی مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو۔

۲-وہ مفسدہ اس فعل ماذون کی مصلحت پر غالب وراجح ہو۔

۳-فعل ماذون ایسے مفسدہ تک پہونچنے کا ذریعہ بنے جو حتمی اور قطعی ہے، یا کم از کم غالب گمان ہو کہ وہ مفسدہ تک پہونچ جائے گا۔

۴-''سد ذریعہ'' عام نہ ہو،اور محکوم فیہ کی تمام صورتوں اور احوال کو شامل نہ ہو، بلکہ صرف اتنی مقدار میں ہو جس سے مفسدہ ختم ہو جائے،اور جب اندیشہ ختم ہو جائے تو خطرہ ٹل جائے گا (العتیبی سعد بن مطر: قاعدہ سد الذرائع، مسلم آن لائن، نیٹ)۔

خلاصۂ بحث:

۱-ذرائع، ذریعہ کی جمع ہے، اور ذریعہ لغت میں سبب اور وسیلہ کو کہتے ہیں، یعنی ہر وہ شئ جو کسی شئ کے حصول کا ذریعہ بنے، چنانچہ اردو محاورات میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

''سد ذرائع'' کے معنی ایسے اقوال و اعمال پر بندش لگانا ہے جو بذات خود مباح ہیں لیکن کسی ممنوع کے ارتکاب کا بالواسطہ ذریعہ وسبب بن جاتے ہیں۔

۲-سد ذریعہ کے چار اقسام ہیں:

الف-وہ جو یقینی طور پر کسی شرعی خرابی کا ذریعہ بنتا ہو۔

ب-جو شاذ و نادر کبھی مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو۔

ج-جس کے ذریعہ مفسدہ بننے کا غالب گمان ہو۔

د-جو بکثرت مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو۔

امام شاطبیؒ کی تقسیم ہی افضل اور بہتر ہے؛ کیونکہ اس میں پوری دقت، وضاحت اور شمولیت ہے۔

۳-قاعدہ ''سد ذریعہ'' معتبر اور شرعا مقصود ہے، اس کی حجیت قرآن وحدیث اور اجتہادات صحابہؓ اور ان کے فتاوی سے ثابت ہے۔

۴-قاعدہ ''سد ذریعہ'' کے تین ارکان ہیں: وسیلہ، اِفضاء، اور متوسل الیہ، یا متذرع الیہ۔

۵-سبب اور ذریعہ میں فرق دونوں کی تعریف سے واضح ہے اور وہ یہ ہے کہ:

الف-سبب مسبب کی علامت ہے، سبب کے وجود سے مسبب کا پایا جانا اور سبب کے عدم وجود سے مسبب کا عدم وجود لازم ہوتا ہے، جبکہ ذریعہ میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔

ب-نیز ذریعہ میں حرام تک پہونچنا ضروری نہیں ہوتا ہے محض امکان ہوتا ہے، جسکی وجہ سے شریعت نے اس پر پابندی لگائی ہے، جبکہ وجود سبب سے مسبب کا پایا جانا لازم و یقینی ہے۔

ج-نیز مسبب ترتیب شارع کیوجہ سے ہوتا ہے کسی انسان کی طرف سے نہیں، اور سبب و مسبب کے درمیان ربط اللہ کی مشیت و ارادہ کی وجہ سے ہوا ہے اگر چہ وہ کبھی کبھی اس کے بغیر بھی ثابت ہو جاتے ہیں۔

۷-دور حاضر کے درج ذیل مسائل میں سد ذریعہ کا اصول فیصلہ کن اور مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے:

الف-اشیاء کی قیمت (Rate) کی تعیین: خصوصا ضرورت کے وقت، تا کہ تاجر، ساہوکار، بنیے وغیرہ، لوگوں کی

حاجات میں دخل اندازی اور غیر ضروری فیصلہ نہ کرسکیں۔

ب-مخدرات اور نشہ آور اشیاء کی زراعت اور کاشت اور اس کی تجارت پر روک لگائی جائے، اور اس کا کارو بار، لین دین کرنے والوں پر سخت سے سخت سزائیں نافذ کی جائیں۔

ج-سفارتی شعبوں (DIPLOMATIC SECTOR) کے افراد، نیز طلباء ((STUDENT)) اور تجار میں سے جو بیرون ممالک کا سفر کرتے ہیں ان کو سداًللذ ریعہ ملک کے عمومی اور خصوصی مصالح کے پیش نظر اجنبی عورتوں سے شادی کرنے سے روکا جائے، تاکہ اجنبی عورتوں سے شادی کرنے کو ان عورتوں سے شادی کا ذریعہ نہ بنایا جائے جو محرمات کی رعایت نہیں کرتی ہیں۔

د-اگر ملک کے مصالح اور مفاد، اور امن وسلامتی کا تقاضہ ہو تو غیر ملکیوں کو مخصوص وظائف (نوکریوں) مثلاً فوج، پولیس، سفارتی ادارہ جات (DIPLOMATIC SECTOR) نیز اسی طرح کے وہ شعبہ جات جن کی حفاظت حکومت قوم کے راز اور بلند مقاصد کے لئے کرنا چاہتی ہے، سداًللذ ریعہ کام کرنے سے روکا جاسکتا ہے۔

ھ-شب اسپیکٹروسکوپی (Nihgt spectro scopy) کا سکونتی محلوں میں استعمال پر پابندی لگائی جائے۔

و-جنسی خواہشات برانگیختہ کرنے والے وسائل اور صورتوں کے ذریعہ کئے جانے والے کپڑوں کی نمائش پر پابندی ہونی چاہئے۔

ز-مخلوط شادی کی تقریبات (Weding Hall) میں شرکت پر بندش لگنی چاہئے۔

ح-وقوع زنا کی صورت میں پردہ بکارت کی اصلاح اور اصل حالت میں لانے کا عمل جائز نہیں ہوگا، بجز اس صورت کے کہ اسکا ازالہ بغیر زنا، یا زنا بالجبر ہوا ہو۔

ط-سرجری اگر عورت کی تزئین محض کے لئے ہو، یا لوگوں کی توجہ حاصل کرنے کے لئے ہو، تو جائز نہیں ہوگا؛ کیونکہ خود عورت کے فتنہ میں مبتلا ہونے اور دیگر محارم وغیر محارم مردوں کو مبتلا کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

ی-سرجری ظاہری عیوب کے اِخفاء اور اس کی تحسین کے لئے ہو، باطنی عیوب کی تبدیلی وتغییر کے لئے نہ ہو، اس لئے کہ لوگ اس کو تدلیس (کتمان عیب) کا ذریعہ بنالیں گے۔

۸-''سد ذرائع''-خواہ کیسے بھی ہو-کی بناء پر مطلقاً فتوی دینا درست نہیں ہے؛ بلکہ سد اور منع کے مناط کا تحقق ہونا ضروری ہے۔

''سد ذرائع''اکثر وبیشتر ان وسائل واسباب پر بندش لگانے کے لئے ہوتا ہے جو فی نفسہ معتبر اور جائز ہوتے

ہیں، جبکہ وہ ایسے مفسدہ کا ذریعہ بن جائیں جو مصلحت کے مساوی یا اس سے بڑا ہو، چنانچہ نظریہ ''سد ذرائع'' کو درج ذیل قیود وشرائط کے دائرہ میں منضبط کیا جاسکتا ہے:

الف-اس میں جس فعل کی اجازت دی گئی ہے، وہ کسی مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو۔

ب-وہ مفسدہ اس فعل ماذون کی مصلحت پر غالب وراجح ہو۔

ج-فعل ماذون ایسے مفسدہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنے جو حتمی اور قطعی ہے، یا کم از کم غالب گمان ہو کہ وہ مفسدہ تک پہنچ جائے گا۔

د-''سد ذریعہ،، عام نہ ہو، اور محکوم فیہ کی تمام صورتوں اور احوال کو شامل نہ ہو، بلکہ صرف اتنی مقدار میں ہو جس سے مفسدہ ختم ہوجائے۔

۹-فتح ذرائع بھی ایک اصل ہے، بعض اہل علم نے اس کو اپنا موضوع بحث بنایا ہے، بوقت ضرورت اس کا استعمال کرنے کی بھی اجازت ہے، اور شریعت میں اسکی نظیر موجود ہے۔

☆☆☆

سد ذریعہ شریعت اسلامیہ میں

مولانا روح الامین قاسمی☆

تمہید:

قرآن مجید جو کتابِ ہدایت وحکمت ہے، اس کے اوامرونواہی میں انسانی ضرورتوں ومصلحتوں کی رعایت ایجابی وسلبی دونوں پہلوؤں پر کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حفظ دین کے لئے ایمان، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو فرض کیا، کھانا پینا، لباس وسکونت کو مباح کیا؛ تاکہ عقل وجان محفوظ رہے، اور طلب رزق کا حکم دے کر عقود ومعاملات کو جائز رکھا؛ تاکہ مال ونسل باقی رہے۔

اسی طرح مریض ومضطر اور مسافر کے لئے احکام میں تخفیف کردیا اور عقل ودل کو راحت پہنچانے کے لئے پاکیزہ عمدہ غذاؤں کو حلال کیا؛ تاکہ حاجیات کی بھی تکمیل ہوسکے۔ پھر تحسینیات کو پورا کرنے کے لئے توبہ، تقوی، شکر واستغفار اور طہارت وغیرہ کا حکم دیا۔

سلبی اعتبار سے بھی مقاصد ثلاثہ (ضروریات، حاجیات، تحسینیات) کی رعایت کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ذرائعِ شر وفساد کو مسدود کیا ہے، چنانچہ کفر وشرک، قتل ناحق واہلاکِ نفس، شراب وزنا، ظلم وبغاوت، غیبت وتہمت، جھوٹ وفریب، چوری اور غلط طریقہ سے دوسروں کے مال کھانے کی حرمت اس کی بہترین مثال ہیں۔

اسی وجہ سے علامہ ابن القیم نے بابِ سد الذرائع کو دین کا ایک چوتھائی بتایا ہے؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''**باب سد الذرائع أحد أرباع التكليف ،فإنه أمر و نهى ، والأمر نوعان: أحدهما : مقصود لنفسه، والثانى: وسيلة إلى المقصود، والنهى نوعان: أحدهما: ما يكون المنهى عنه مفسدة فى نفسه. والثانى: ما يكون وسيلة إلى المفسدة، فصار سد الذرائع المفضية إلى الحرام أحد أرباع الدين**'' (اعلام الموقعین: ۱۵۹/۳)۔

(بابِ سد الذرائع تکلیف (شرعی) کا ایک چوتھائی ہے، اس لئے کہ وہ (حکم شرعی) امر ہوگا یا نہی، اور امر کی دو

☆ المعہد العالی امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

قسمیں ہیں، ایک: وہ جو فی ذاتہ مقصود ہو، دوسرا: جو مقصود کا وسیلہ ہو، اسی طرح نہی کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک: وہ منہی عنہ جو فی نفسہ مفسدہ ہو، دوسرا: جو مفسدہ کا ذریعہ ہو، لہذا جو ذریعہ مفضی الی الحرام ہو اس سے روکنا دین کا ایک چوتھائی ہے)۔

۱- سد ذریعہ کی لغوی وشرعی حقیقت:

یہ قاعدہ دو لفظوں سے مرکب ہے: ''سد'' اور ''ذریعہ''۔

''سد'' کا لغوی معنی ہے: پہاڑ، آڑ، اور فعل: سددت الشی ءسداً بمعنی: سوراخ اور رخنہ بند کرنا، استعمال ہوتا ہے۔

''**السد : الجبل والحاجز . . .السد :إغلاق الخلل وردم الثلم**'' (لسان العرب: ۱۴۹/۷، مادہ: سدد)۔

قرآن کریم میں ہے: ''**وجعلنا من بين أيديهم سدًّا ومن خلفهم سدًّا**'' (یٰس: ۹) (اور ہم نے ایک آڑ ان کے آگے کھڑی کردی، اور ایک آڑ ان کے پیچھے کھڑی کردی ہے)۔

اسی طرح سورہ کہف میں ہے: ''**فهل نجعل لک خرجاً علیٰ أن تجعل بيننا وبينهم سدًّا**'' (کہف: ۹۴) (تو کیا ہم آپ کو کچھ مال کی پیش کش کرسکتے ہیں، جس کے بدلے آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنادیں)۔

''ذریعہ'': اصل میں اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کی آڑ میں چھپ کر شکاری چلتا ہے؛ تاکہ موقعہ ملنے پر شکار کو اپنی گرفت میں لے سکے، اس طرح وہ اونٹ کو وحشی جانور کو فریب دینے کے لئے ذریعہ بناتا ہے؛ تاکہ وہ اس سے مانوس ہوجائے۔ اس لحاظ سے ''ذریعہ'' ہر اس چیز کو کہا جانے لگا جو دوسری چیز سے قریب کردے۔

لہٰذا ''ذریعہ کا'' لغوی معنیٰ ہوا: کسی شئی کا سبب اور وسیلہ۔

''**الذريعة: الوسيلة ..الذريعة مثل الرديئة: جمل يختل به الصيد يمشى الصياد إلیٰ جنبه فيستتر به و يرمى الصيد إذا أمكنه وذٰلک الجمل يسيب أولاً مع الوحش حتیٰ تألفه. والذريعة السبب إلیٰ الشیء ، وأصله من ذٰلک الجمل، ثم جعلت الذريعة مثلاً لكل شیء أدنیٰ من شیء وقرب منه.يقال: فلان ذريعتي إليک اى سببى ووصلتى الذى أتسبب به إليک**'' (لسان العرب: ۲۸/۶، تاج العروس: ۲۷۸/۴)۔

ذریعہ اہل اصول کی نظر میں:

اصطلاحی اعتبار سے ذریعہ کا اطلاق دو معانی پر ہوتا ہے: ۱- عام، ۲- خاص۔

عام: ہر وہ خیر یا شر جو دوسری شئ کا وسیلہ ہو اس سے صرف نظر کہ وہ شئ مقصود جائز ہے یا ناجائز۔

''**الذريعة :ماكان وسيلة وطريقا إلیٰ الشیء**'' (اعلام الموقعین: ۱۳۵/۳)۔

''**الذريعة فى الإصطلاح : مايتوصل به إلیٰ الشیء**'' (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۱/ ۲۱۳)۔

اس عام تعریف کے اعتبار سے یہ ذو وجہین ہوگا اور اس پر ''سد'' اور ''فتح'' دونوں کا اطلاق ہوگا، اگر مفضی الی الحرام ہے تو حسب درجات ''سد ذریعہ'' ہوگا؛ اس لئے کہ مفضی إلی الحرام بھی حرام ہوتا ہے؛ اور اگر جلب منفعت کو متضمن ہے تو ''فتح ذریعہ'' ہوگا؛ اس لئے کہ '' **ما لایتم الواجب إلا به فهو واجب** '' وسیلۂ واجب بھی واجب ہوتا ہے، جیسے: سعی الی الجمعہ۔

''**فان الذريعة هي الوسيلة ، فكما أن وسيلة المحرم محرمة ، فوسيلة الواجب واجبة ، كالسعي للجمعة والحج**''(الفروق:۳/۲۲۲،الفرق الرابع والتسعون والمائة)۔

خاص: اس بابت اہل اصول کی تعبیرات مختلف ہیں:

امام قرطبی لکھتے ہیں: وہ معاملہ جو فی ذاتہ غیر ممنوع ہو، لیکن اس کے ارتکاب سے حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔

''**الذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه ،يخاف من ارتكابه الوقوع في ممنوع**''(الجامع لاحکام القرآن:۲/۴۰،بقرہ:۱۰۴)۔

امام شوکانی کہتے ہیں: وہ مسئلہ جو ظاہری اعتبار سے مباح ہو، مگر اسے فعل محظور تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا جاتا ہو۔

''**الذريعة: هي المسئلة التي ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل محظور**''(ارشاد الفحول:۲/۱۹۳)۔

امام شاطبی کے نزدیک اس کی حقیقت یہ ہے: جو مصلحت کو متضمن ہو اسے مفسدہ کا ذریعہ بنایا جائے۔

''**حقيقة الذرائع التوصل بما هو مصلحة إلى مفسدة**''(الموافقات:۴/۱۱۳)۔

علامہ ابن تیمیہ کی رائے ہے: عرف فقہاء میں ذریعہ وہ ہے جو مفضی إلی الحرام ہو۔

''**في عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلى فعل محرم**''(الفتاوی الکبریٰ:۹/۲۳۵،شاملہ)۔

ان تعبیرات کا خلاصہ یہ ہے کہ ذریعہ بالمعنی الخاص: ہر وہ قول وعمل جو فی نفسہ جائز ومباح ہو، لیکن وہ معصیت وگناہ تک لے جانے کا واسطہ ووسیلہ ہو، جیسے: بیع وشراء فی ذاتہ جائز ہے مگر اذانِ جمعہ کے بعد اس میں مشغول ہونا ترکِ سعی الی الجمعہ کا ذریعہ ہے، اس لئے مکروہ ہے۔

اب ''سد ذریعہ'' کا مفہوم ہوا: ہر اس قول وعمل سے روکنا جو اصلاً گناہ وفساد سے عاری ہو، مگر دوسرے مفسدہ کا ذریعہ ہو۔

''**حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها إذاكان الفعل السالم من المفسدة وسيلة إلى مفسدة**''(الموسوعۃ الفقہیہ:۲۴/۲۷۶)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

سبب کی لغوی تعریف:

لفظ ''سبب'' اہل لغت کے یہاں کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے:

۱۔راستہ،وسیلہ۔جیسے:''**اٰتینا ہ من کل شیء سببا**''(سورہ کہف:۴۸)۔

۲۔رسی،جیسے:''**فلیمدد بسبب الی السماء**''(حج:۱۵)۔

۳۔دروازہ،جیسے:''**لعلی أبلغ الاسباب**''(غافر:۳۶)۔

ان تمام میں ایک مشترک معنی یہ ہے کہ'' وہ دوسری شئ تک پہنچانے والا ہے''؛اس لئے کہ راستہ منزل تک،رسی (ڈول) پانی تک اور دروازہ گھر تک پہنچانے والا ہے۔

''**الجمیع یرجع إلی معنی واحد وھو أن السبب ما یکون موصلا إلی الشیء، فان الباب موصل إلی البیت ، والحبل موصل إلی الماء**''(کشف الاسرار:۱۷۰/۴)۔

سبب کی اصطلاحی تعریف:

جوکسی مطلوبہ حکم تک پہنچنے کا طریق ہو،لیکن اس کے ذریعہ مطلوب تک پہنچا نہ جاتا ہو بلکہ وہ صرف راستہ کا کام دیتا ہو۔جیسے: راستہ کے ذریعہ منزل تک پہنچا جاتا ہے،لیکن منزل تک رسائی اس راستہ پر چلنے سے ہوتی ہے نہ کہ محض راستہ سے، ہاں راستہ بطور واسطہ ہوتا ہے۔

لہٰذا''سبب''،حکم کے وجود وظہور کے لئے بطور علامت ہوتا ہے،اس کے وجود میں مؤثر نہیں ہوتا ہے۔

السبب: عبارۃ عما یکون طریقا للوصول إلی الحکم المطلوب من غیر أن یکون الوصول به ولکنه طریق الوصول إلیه بمنزلة طریق الوصول إلی مکة ؛ فإن الوصول إلیھا یکون بمشی الماشی فی ذٰلک الطریق لا بالطریق ولکن یتوصل إلیھا من ذٰلک الطریق عند قصد الوصول إلیھا''(اصول سرخسی:۲۷۶/۲-۲۷۷)۔

ان تعریفات کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ لغۃً سبب وذریعہ برابر ہیں،ان میں فرق نہیں ہے،جیسا کہ ابن منظور نے ذریعہ کے بارے میں لکھا:''**والذریعة :السبب الیٰ الشیء**''(لسان العرب:۲۸/۶)۔

اسی طرح ذریعہ بالمعنی الاعم اور سببِ اصطلاحی ہم معنی ہیں،جیسا کہ ان کی تعریفات سے واضح ہے،لیکن ذریعہ بالمعنی الخاص اور سببِ شرعی کے درمیان بچند وجوہ فرق ہے۔

ایک فرق یہ ہے کہ ذریعہ وہ عمل ہوتا ہے جو مکلّف کی قدرت واستطاعت میں ہو اور فاعل کا فعل ہو، برخلاف سبب کے کہ یہ کبھی فعل مقدور ہوتا ہے، جیسے: ''سفر''، افطار کا سبب ہے اور ''صیغہ عقد'' ملکیت کا، اور کبھی ''وسعت'' قدرت سے خارج ہوتا ہے، جیسے: ''وقت'' نماز کے لئے سبب ہے اور ''قرابت'' وراثت کے لئے۔

''**أحدهما :سبب ليس من فعل المكلف، والثاني: من فعل المكلف**'' (اصول الفقہ لابی زہرہ:۵۲)۔

پھر یہ کہ ذریعہ میں شئ محظور کا قصد ہوتا ہے، جبکہ سبب میں فاعل کے قصد وارادہ کا دخل نہیں ہوتا، وہ ارادہ کرے یا نہ کرے یا مسبب کے عدم ترتب کا ارادہ کرے تب بھی مسبب کا تحقق ہو جاتا ہے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو؛ کیونکہ سبب فی ذاتہ مؤثر نہیں ہوتا ہے، جیسے نکاح وجوب مہر کا سبب ہے، اگر ناکح اس کی نیت نہ کرے یا عدم وجوب مہر کی نیت رکھے تب بھی مہر واجب ہوگا۔

''**والأسباب تترتب على مسبباتها، ولو لم يرد الفاعل تلك المسببات**'' (اصول الفقہ لابی زہرہ:۵۳)۔

ایک فرق یہ بھی ہے کہ سبب میں عدم کا پہلو غالب ہوتا ہے یعنی وجودِ سبب کے بعد مسبب کا تحقق ضروری نہیں ہے؛ اس لئے کہ کبھی دیگر مانع کی وجہ سے سبب کے ہوتے ہوئے مسبب نہیں پایا جاتا ہے، لیکن ہاں سبب نہیں ہوگا تو مسبب بھی نہیں ہوگا۔

اور ذریعہ میں وجود کا پہلو غالب ہوتا ہے یعنی جب ذریعہ کا وجود ہوگا تو حسب درجہ قطعاً یا احتمالاً مقصود بھی متحقق ہوگا، مگر مقصود کے تحقق کے لئے ذریعہ کا وجود ضروری نہیں؛ اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ وہ مقصود اس ذریعہ کے بغیر پایا جائے۔ جیسے: عورت کا پازیب بجانا مردوں کے لئے قطعاً یا احتمالاً فتنہ کا ذریعہ ہے، لیکن یہ فتنہ اسی سے ہو، یہ ضروری نہیں؛ بلکہ دوسرے ذریعہ سے بھی فتنہ ہوسکتا ہے۔

''**فالظاهر فى المقدمة جانب العدم، بمعنى أنه يلزم من عدم وجودها عدم وجود الواجب، ولا يلزم من وجودها وجوده۔أما الذريعة، فالظاهر فيها جانب الوجود، بمعنى أنه إذا وجدت وجد المقصود قطعاً أو احتمالاً**'' (سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ للبرھانی:۸۴)۔

۴-ذرائع کے درجات:

افضاء وتعدیہ کے اعتبار سے چار درجات ہیں:

ا۔وہ ذرائع جو یقینی (عادت قطعیہ) طور پر مفسدہ کا سبب ہوں، جیسے: کسی کے دروازہ کے سامنے اس طرح کنواں کھودنا کہ تاریکی میں گھر سے نکلنے والا یقیناً اس میں گرجائے۔

۲۔وہ عمل جو شاذ ونادر مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو، جیسے: ایسی جگہ کنواں کھودنا جو شاہ راہ عام نہ ہو کہ اس میں کسی کا گرنا موہوم ونادر ہے۔

۳۔جس کام کا ذریعہ مفسدہ بننے کا غالب گمان ہو، جیسے: زمانہ جنگ میں دشمنوں کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنا؛اس لئے کہ غالب گمان یہی ہے کہ وہ اسے مسلمانوں کے خلاف استعمال کریں گے۔اسی طرح شراب ساز سے انگور بیچنا۔

۴۔جو ذریعہ بکثرت مفسدہ کا سبب بنتا ہو، لیکن نہ تو غالب ہو اور نہ ہی نادر یعنی نہ اتنا زیادہ کہ بار بار بنے اور نہ اتنا کم کہ کبھی کبھی بنے، جیسے: بیوع کی بعض قسمیں جو ربا کا ذریعہ بنتی ہیں۔

”أحدها: مایکون أداؤہ إلی المفسدة قطعیاً، أعنی القاطع العادی،کحفر البئر خلف باب الدار فی الظلام بحیث یقع الداخل فیه بلا بد وشبه ذٰلک. والثانی :مایکون أداؤہ إلی المفسدة نادرا،کحفر البئر بموضع لا یؤدی غالبا إلی وقوع أحد فیه ...والثالث :مایکون أداؤہ إلی المفسدة کثیرا لا نادراً۔وھو علی وجھین. أحدھما:أن یکون غالبا ،کبیع السلاح من أھل الحرب، والعنب من الخمار . . . والثانی: أن یکون کثیرا لا غالباً،کمسائل بیوع الآجال“ (الموافقات:۲/۲۴۲)۔

احکام: پہلی قسم بالاتفاق ممنوع ہے، دوسری قسم بھی بالاتفاق جائز ہے، اس سے روکا نہیں جائے گا؛ کیونکہ ندرت کا اعتبار نہیں ہوتا ہے۔

”قسم أجمعت الأمة علی سدّہ ومنعه وحسمه،کحفر الآبار فی طرق المسلمین فانه وسیلة إلی اھلاکھم فیھا...وقسم أجمعت الأمة علی عدم منعه، وانه ذریعة لاتسدّ، ووسیلة لاتحسم،کالمنع من زراعة العنب خشیة الخمر فانه لم یقل به أحد“(الفروق:۱/۳۸،الفرق الثامن والخمسون)۔

تیسرے درجہ کی بابت علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ بھی پہلی قسم کی طرح ناجائز ہے؛اس لئے کہ عام حالات میں شریعت میں غالب گمان کو علم ویقین کے درجہ میں شمار کیا جاتا ہے۔امام قرافی اس درجہ کے بارے میں بھی پہلی قسم کی طرح سد ذریعہ پر اجماع نقل کرتے ہیں۔

”أجمع علی سدّہ...کحفر الآبار فی طرق المسلمین إذا علم وقوعھم فیھا أو ظن، وإلقاء السم فی أطعمتھم إذا علم أو ظن أنھم یأکلونھا فیھلکون“(الفروق:۳/۲۲۲،الفرق الرابع والتسعون والمائة)۔

چوتھی قسم مختلف فیہ ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ ذریعہ جائز وغیر ممنوع ہے؛اس لئے کہ اس میں مفسدہ غالب نہیں ہے، اور اعتبار غلبہ کا ہوتا ہے؛ جبکہ امام مالک، امام احمد اس صورت کو بھی ممنوع کے دائرہ میں رکھتے ہیں۔

”أما الثامن وهو مایکو ن أداؤہ إلی المفسدة کثیرا لاغالبا ولانادرا فهو موضع نظر والتباس . والاصل فیه الحمل علی الأصل من صحة الإذن کمذهب الشافعی وغیرہ... إلا أن مالکا اعتبرہ فی سد الذرائع بناء کثرة القصد وقوعا“(الموافقات:۲/۲۵۱)۔

”من با ع سلعة بثمن مؤجل ثم اشتراها بأقل منه نقداً لم یجز فی قول اکثر أهل العلم.. . والذرائع معتبرة لما قدمنا“(المغنی:۴/۲۵۶۔۲۵۷)۔

۳- حجیت سدذریعہ کی بابت ائمہ کا موقف:

امام مالک، امام احمد اس کو مصادر شریعت میں شمار کرتے ہیں، اور امام ابوحنیفہ، امام شافعی اس کو مستقل ادلہ شرعیہ میں شمار نہیں کرتے ہیں۔

”قال الباجی:ذهب مالک إلی المنع من الذرائع۔ وقال أبو حنیفة والشافعی:لایجوز منعها“(ارشادالفحول:۲/۳۹۱)۔

”فذهب المالکیة والحنابلة إلی أنه من أدلة الفقه...وأنکر الشافعیة والحنفیة ذٰلک“(الموسوعة الفقهیہ ۲۴/۲۷۸)۔

مالکیہ وحنابلہ کے دلائل:

۱۔اللہ رب العزت نے ایمان والوں کو اپنے نبی کو لفظ ”راعنا“ سے مخاطب کرنے سے منع کیا، حالانکہ یہ لفظ عربی لغت کے اعتبار سے صحیح ودرست ہے اور مسلمان اسی کو ذہن میں رکھ کر حضور ﷺ کو پکارتے تھے جس کا معنی ہے: ”ہماری مصلحت کی رعایت فرمایئے“، مگر چونکہ یہود اس لفظ کو غلط معنی میں لے کر حضور ﷺ کے لئے بددعا کے طور پر استعمال کررہے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اس سے منع کردیا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”یاأیها الذین اٰمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا“(سورہ البقرہ:۱۰۴)۔

۲۔”ولایضرِبْنَ بأرجلهنّ لیُعلم مایُخفینَ من زینتهنّ“(نور:۳۱)(اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے، وہ معلوم ہوجائے)۔

فی نفسہ زمین پر پیر مارنا جائز ہے، مگر اس آیت میں عورتوں کو اس سے روکا گیا؛ کیونکہ پازیب کی آواز مردوں کی سماعت سے ٹکرا کر ان کے لئے شہوت کی برانگیختگی کا ذریعہ بنے گی۔

۳۔اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو سنیچر کے دن مچھلی شکار کرنے سے منع کیا،مگر وہ لوگ حیلہ سے اس دن مچھلیوں کو روک لیتے پھر اگلے دن اسے اٹھا لیتے تھے،اس لئے اللہ تعالی نے ان پر مسخ کا عذاب نازل فرمایا،جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:''**ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم فى السبت فقلنا لهم كونو ا قردة خاسئين**''(البقرۃ:۶۵)۔

۴۔''**مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين ،واضربوهم وهم أبناء عشر،وفرقوا بينهم فى المضاجع**''(سنن ابی داؤد:باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ،رقم:۴۹۵)۔

اللہ کے نبی ﷺ نے دس سال کی عمر میں بچوں کا بستر الگ کرنے کا حکم دیا؛ تاکہ اتحادفراش کی صورت میں قصد وبلاقصد فساد کا ذریعہ نہ بنے۔

۵۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''**المعاصى حمى الله، من يرتع حول الحمى يوشک أن يواقعه**''(بخاری:الحلال بیّن،رقم:۱۹۴۶)۔

اس حدیث میں مشتبہات سے بھی بچنے کا حکم دیا گیا ہے؛ تاکہ یہ ارتکابِ گناہ کا ذریعہ نہ بنے۔

۶۔حدیث میں ہے:"**إن من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه، قيل: يا رسول الله!كيف يلعن الرجل والديه؟ قال: يسبّ الرجل ابا الرجل ،فيسبّ أباه ويسبّ أمه**''(بخاری:رقم:۵۶۲۸،باب لایسب الرجل والدیہ)۔

دوسرے کے والدین کو سب وشتم کرنا،اپنے والدین کو لعن طعن سنانے کا ذریعہ ہے اس لئے اس سے منع کیا گیا۔

۷۔اللہ کے رسول ﷺ نے عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دی تھی اور بعض حالات میں ان کو مسجد آنے سے روکنے سے بھی منع کیا تھا،جبکہ عورتوں کو یہ بھی بتادیا کہ''**بيوتهن خير لهن**''،البتہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورخلافت میں ان کو مسجد آنے سے منع فرمادیا۔اورحضرت عائشہؓ نے بھی یہی فرمایا کہ اگر حضور ﷺ عورتوں کی ان حرکتوں کو دیکھ لیتے ،تو ان کو مسجد آنے سے ضرور روک دیتے ،جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا(سنن ابی داؤد:باب التشدید فی ذلک،رقم:۵۶۹)۔

۸۔قرآن کریم میں صراحۃً اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو بلاکراہت جائز رکھا گیا ہے(مائدہ:۵)،مگر حضرت عمر نے اپنے دورخلافت میں سداً للذریعہ لوگوں کو اس سے منع کردیا حتی کہ حضرت حذیفہ بن الیمان (جنھوں نے اہل کتاب عورت سے نکاح کرلیا تھا) کو خط لکھا اور قسم دے کر کہا کہ اس خط کو رکھنے سے پہلے اس کو اپنی زوجیت سے الگ کردے(کتاب الآثار للامام محمد:رقم:۴۱۵،السنن الکبری للبیہقی:۷/۱۷۲)۔

۹۔جمع قرآن پر صحابہ کرام کا اجماع بھی اسی قبیل سے ہے؛ کیونکہ ترکِ جمع میں ضیاعِ قرآن یا اختلافِ شدید کا اندیشہ تھا،اس لئے سدًالذریعہ قرآن کریم یکجا جمع کرکے تمام لوگوں کو ایک نسخہ پر مجتمع کردیا گیا۔

۱۰۔ایک شئ کوممنوع کرکے اس کے وسیلہ کو جائز رکھنا، یہ خود اس تحریم کے متناقض ہے، جیسے: کوئی حاکم اپنی رعایا یا لشکر کو کسی عمل سے منع کرے اور پھر اس کے وسائل وطرق کو بھی ان کے لئے جائز رکھے، تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔

جب دنیاوی سیاست وحکمت میں وسائل وذرائع سے منع کیا جاتا ہے، تو شریعت مطہرہ جو حکمت ومصلحت سے پر ہے، اس میں ایسا کیوں نہ ہو کہ جس چیز کو اللہ عز وجل نے حرام وممنوع قرار دیا ہو اس کے ایسے ذرائع کو بھی ناجائز کہا جائے جو اس تک پہنچانے والی ہو تا کہ تحریم محقق ہوجائے۔

''**فإذا حرم الرب تعالى شيئا وله وسائل تفضي إليه فانه يحرمها ويمنع منها،تحقيقا لتحريمه. ..ولو أباح الوسائل والذرائع المفضية إليه لكان ذلک نقضا للتحريم...وحكمته تعالىٰ وعلمه يأبىٰ كل الإباء، بل سياسة ملوک الدنيا تأبىٰ ذٰلک...فما الظن بهٰذه الشريعة الكاملة التى هى فى أعلىٰ درجات الحكمة والمصلحة والكمال؟**''(اعلام الموقعین:۳/۱۳۵)۔

احناف وشوافع کے دلائل:

شوافع بڑی شدومد سے اس کی تردید کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا میں ظاہر پر فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے، جو پوشیدہ ہے اس پر دنیاوی احکام نافذ کرنا درست نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو منافقین کے بارے میں بتادیا تھا، لیکن پھر بھی آپ کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا جائے۔

پھر یہ کہ قوت وضعف اور ظہور وخفا کے اعتبار سے مقاصد کے ذرائع کی مختلف قسمیں ہیں، واجب، حرام، مکروہ، مندوب وغیرہ، اس لئے قطعی طور پر اس کو معتبر ماننا یا لغو قرار دینا ممکن نہیں ہے۔

چنانچہ امام شافعی کہتے ہیں: ''**فانه جل وعز ظاهر عليهم الحجج فيما جعل إليهم من الحكم فى الدنيا، بأن لا يحكموا إلا بما ظهر من المحكو م عليه..ثم اطلع الله رسوله على قوم يظهرون الاسلام ويسرون غيره...ولم يجعل له أن يقضى عليهم فى الدنيا بخلاف ما أظهروا**''(الام:۷/۴۸۹)۔

امام نووی لکھتے ہیں: ''**فالذرائع هى الوسائل وهى مضطربة اضطرابا شديدا قد تكون واجبة، وقد تكون حراما، وقد تكون مكروهة، ومندوبة ومباحة ،وتختلف ايضا مع مقاصدها بحسب قوة المصالح والمفاسد وضعفها..فلا يمكن دعوى كلية باعتبارها ولا بإلغائها**'' (المجموع:۱۰/۱۰۸)۔

۵-مسالک اربعہ میں سدذریعہ اوراس کے شواہد:

اگراس لفظی نزاع سے ہٹ کرعملی اعتبار سے دیکھا جائے تو چاروں فقہی مسالک سدذریعہ پرعمل کرنے کے سلسلہ میں متحدنظر آتے ہیں، ہاں قلت وکثرت کا فرق ہے: اس لئے کہ ان کے فقہی جزئیات میں اس کی نظیریں ملتی ہیں، اگرچہ یہ نام نہ ہو، جیسا کہ اس کے درجات کے ضمن میں یہ بات بھی آگئی کہ صرف ایک قسم (جو بکثرت مفسدہ کا ذریعہ ہو لیکن نہ بالکل زیادہ نہ بالکل کم) مختلف فیہ ہے، وہ بھی نقطہ نظر کا اختلاف ہے، جنہوں نے اصل کی جانب دیکھا کہ اصلاً یہ جائز ہے، اس لئے اس کو اصل کے مطابق رکھا، اور جنہوں نے مآل کی جانب نظر کیا تو فساد کی کثرت کی وجہ سے اس کو ناجائز قرار دیا۔

مذہب مالکیہ میں سدذرائع کی حیثیت اوراس کی مثالیں:

مذہب مالکیہ میں سدذرائع کوادلہ شرعیہ میں شمار کیا گیا ہے، اوران لوگوں نے اس میں کافی توسع سے کام لیا ہے۔

مثالیں:

۱۔ بیوع کی وہ تمام شکلیں جو ربا کا ذریعہ بنتی ہوں وہ سب ناجائز ہیں، ان میں سے بیع مؤجل بھی ہے، اس کی بنیادی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے ادھار کوئی سامان فروخت کرے پھر اس سے وہی سامان نقد یا ادھار خرید لے، اس کی مختلف صورتیں ہیں، جیسے: راشد، خالد سے ایک غلام سو دینار میں ادھار فروخت کرے، پھر خالد راشد کو دس دینار نقد کے بدلہ وہ غلام واپس فروخت کردے، تو یہ امام مالک کے نزدیک ناجائز ہے؛ کیونکہ راشد دس دینار اور سامان نقد دے کر بدلہ میں سو دینار ادھار وصول کررہا ہے۔ یہ ''بيع ذهب وعرض بذهب'' ہے (بدایۃ المجتہد: ۱۴۱/۲)۔

۲۔ ایک شخص نے ایک ماہ کے ادھار پر کوئی سامان خریدا، مگر جب وقت مقررہ پر بائع نے رقم کا مطالبہ کیا تو وہ کہتا ہے کہ کوئی دوسرا سامان جس کی قیمت دس روپے ہو، پندرہ روپئے ادھار پر مجھ سے بیچ دو، یہ بھی ناجائز ہے؛ اس لئے کہ پانچ کا اضافہ مدت بڑھانے کے لئے کیا ہے۔ اس بیع کا نام ''أنظرني أزدك'' (موطا امام مالک: ۳۷۵)۔

۳۔ دو سامان دو دینار میں ایک ماہ کے ادھار پر فروخت کیا پھر ان میں سے ایک کو ایک دینار نقد سے خرید لیا، یہ بھی ممنوع ہے؛ کیونکہ نتیجۃً وہ ایک سامان اور ایک دینار دیا تاکہ ایک ماہ بعد دو دینار وصول کرسکے۔ یہ ''بيع وسلف'' ہے (حاشیۃ الدسوقی: ۱۱۷/۳)۔

حنابلہ کے نزدیک سدذریعہ اوراس کے شواہد:

سدذریعہ پرعمل واعتماد اوراس سے استنباط واستخراج کے سلسلہ میں حنابلہ، مالکیہ کے بعد دوسرے درجہ میں

ہیں؛اس لئے کہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگر کسی مسئلہ میں نص،قول صحابی اور حدیث مرسل یاضعیف روایت بھی نہ ملے تو ضرورۃً قیاس کی جانب رخ کیا جائے گا (اعلام الموقعین:۱/۳۲)، اوران کے نزدیک قیاس کی ایک شاخ رعایت مصالح ہے، اسی کا نام سدذریعہ اور فتح ذریعہ ہے،اس لئے حنابلہ کے یہاں اسے مصادر شریعت میں رکھا گیا ہے۔

شواہد:

۱۔حنابلہ بھی مالکیہ کی طرح ان عقود کے عدم جواز کے قائل ہیں جو مفضی اِلی الربا ہوں،جیسے:کوئی شخص ادھار ثمن پر سامان فروخت کرکے اس سے کم نقد قیمت دے کر اسے خرید لے،یہ ناجائز ہے؛اس لئے کہ ذریعہ ربا ہے(المغنی لابن قدامہ:۴/۲۵۶)۔

۲۔ایک شخص نے حالت اضطرار میں دوسرے سے کھانا یا پانی مانگا مگر اس نے استطاعت کے باوجود انکار کردیا اور اس سائل کا انتقال ہوگیا،تو مطلوب منہ ضامن ہوگا؛حالانکہ نہ یہ قتل عمد ہے نہ قتل خطا؛لیکن ذریعہ شر وفساد کوختم کرنے کے لئے ضمان لازم کیا گیا(المغنی:۹/۵۸۰)۔

۳۔ہروہ عمل جوگناہ کا ذریعہ ہواور تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہو وہ ممنوع ہے۔جیسے:حربی کافر یا باغی کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا،گھر ودکان ایسے شخص کوکرایہ پر دینا جواس میں معصیت کا بازار کھولے،یہ سب ناجائز ہیں (اعلام الموقعین ۳/۱۵۸)۔

مسلک شوافع میں سدذریعہ اوراس کی نظیریں:

ان کی نظر ظاہر احکام پر ہوتی ہے،نتیجہ ومقصد کووہ احکام کی بنیادنہیں بناتے ہیں۔اس لئے وہ حضرات بڑی شدومد کے ساتھ اس کی تردید کرتے ہیں،جیسا کہ اوپر گذرا،مگران کے فروعات کودیکھنے سے لگتا ہے کہ انہوں نے بھی سدذریعہ کا اعتبار کیا ہے۔

چندمثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔اجیر مشترک سے کوئی سامان تلف ہوجائے توصحیح قول کے مطابق اس پر ضمان نہیں ہے،لیکن اس بابت امام شافعی کی رائے یہ تھی کہ لوگوں کواس بارے میں نہ بتایا جائے؛چنانچہ ربیع کہتے ہیں:" **كان الشافعي رحمه الله يذهب إلى أنه لاضمان على الأجير ،ولكنه لا يفتي به لفساد الناس** " (المہذب:۲/۶۲۲)۔

۲۔وکیل بالبیع کے لئے جائزنہیں کہ وہ اپنے آپ سے وہ سامان فروخت کرلے؛کیونکہ صحیح قیمت نہ لگانے کا اندیشہ وتہمت ہے (المہذب:۲/۴۵۱)۔

۳۔ جو عمل گناہ کا ذریعہ ہو وہ مکروہ ہے، جیسے: شراب بنانے والے سے انگور فروخت کرنا، نبیذ بنانے والے کے ہاتھ کھجور بیچنا، مفسد شخص کو ہتھیار دینا، یہ سب تعاون علی الاثم کے باب سے ہے، اس لئے سدأ الذریعہ مکروہ ہے (المہذب ۱۸۶/۲)۔

فقہ حنفی میں سد ذریعہ:

اصولِ فقہ حنفی میں سد ذریعہ کا شمار مستقل دلیل شرعی کی حیثیت سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کا تذکرہ ملتا ہے؛ تاہم ان کے فقہی جزئیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں بھی دیگر کی طرح اس کا اعتبار ہے، خاص طور پر معاملات کے مسائل میں۔

حنفیہ کے نزدیک ادلہ شرعیہ میں سے استحسان بھی ہے، جس کی ایک قسم میں استحسان بالضرورۃ ہے، اور سد ذریعہ میں بھی ارتکاب حرام سے بچانے کے لئے ایک جائز عمل سے روکا جاتا ہے جو حفظ دین کی قبیل سے ہے، اور یہ ضرورت کی اقسام خمسہ میں سے ہے؛ لہذا سد ذریعہ، استحسان بالضرورۃ کے ضمن میں آجاتا ہے۔

نیز یہ کہ اصول فقہ میں منہی عنہ کی صفت قبح لذاتہ اور قبح لغیرہ بیان کی جاتی ہے، اور اس کی مثال بیع وقت النداء ہے (نور الانوار: ۶۱-۶۲)، جو سد ذریعہ کی بھی مثال ہے، لہذا غیر منصوص قبیح لغیرہ اور سد ذریعہ میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

اسی طرح فقہ حنفی میں بعض ایسے قواعد ملتے ہیں جو سد ذریعہ کے موافق ہیں، چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی جوان عورتوں کا جماعت کے لئے گھر سے باہر جانے کی ممانعت کی علت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**لأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة، والفتنة حرام، وما أدى الى الحرام فهو حرام**" (بدائع الصنائع: ۳۸۸/۱)۔

علامہ مرغینانی سوگ والی عورت کے لئے زمانہ عدت میں زینت اختیار کرنے کی عدم جواز کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**إن هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها وهي ممنوعة عن النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع في الحرام**" (ہدایہ: ۴۲۷/۲)۔

علامہ ابن الہمام ایک معاملہ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "**انما ذمت العقد الأول لأنه وسيلة، وذمت الثاني لأنه مقصود الفساد**" (فتح القدیر: ۳۹۹/۶)۔

ان قواعد اور سد ذریعہ میں بہت درجہ مماثلت معلوم ہوتی ہے۔

فقہ حنفی سے سد ذریعہ کی مثالیں:

۱۔ مالکیہ وحنابلہ کی طرح احناف نے بھی ان عقود کو ممنوعات کے دائرہ میں رکھا ہے جو ربا کا ذریعہ ہوں، جیسے: کوئی سامان نقد یا ادھار فروخت کرنا جس میں مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا ہو، مگر ثمن پر بائع کے قبضہ سے پہلے بائع، مشتری سے وہ

سامان ثمن اول سے کم پر خرید لے، یہ نا جائز ہے؛ اس لئے کہ اس میں شبہ ربا ہے۔

اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانی لکھتے ہیں: ''**لأن الثمن الثانی یصیر قصاصا بالثمن الأول فبقی من الثمن الأول زیادة لا یقابلها عوض فی عقد المعاوضة وهذا تفسیر الربا**'' (بدائع الصنائع ۴/۴۲۶-۴۲۷)۔

۲۔استبراءِ رحم کے زمانہ میں باندی سے فوق الرکبہ دواعی جماع بھی حرام ہے؛ تا کہ یہ حرام (جماع) تک مفضی نہ ہو۔

''**لأن الاستمتاع بالدواعی وسیلة إلی القربان، والوسیلة إلی الحرام حرام**''(بدائع الصنائع ۶/۲۹۱)۔

۳۔اگر کسی درزی کو فاسق کا کپڑا سینے کے لئے اجرت پر رکھا جائے اور اس پر اسے زیادہ اجرت دی جائے تب بھی اس کے لئے یہ کام بہتر نہیں ہے؛ کیونکہ یہ اعانت علی المعصیت ہے۔

''**والخیاط إذااستؤجر علی خیاطة ثوب الفساق ویعطی فی ذلک کثیر أجر لا یستحب أن یعمل؛ لأنه إعانة علی المعصیة**''(خلاصۃ الفتاوی: ۴/۳۴۷)۔

۶-فتح ذرائع:

شریعت اسلامیہ میں مصالح خلق کا مکمل اہتمام کیا گیا ہے اور اسی پر سعادت دارین کی بنیاد بھی ہے، اور احکام شرعیہ میں غور کرنے سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ شریعت کا مدار ہی جلب منفعت اور درءِ مفسدہ پر ہے۔

چنانچہ علامہ ابن القیم لکھتے ہیں: ''**فان الشریعة مبناها وأساسها علی الحکم ومصالح العباد فی المعاش والمعاد، وهی عدل کلها ،ورحمة کلها ،ومصالح کلها ،وحکمة کلها ، فکل مسئلة خرجت عن العدل إلی الجور، وعن الرحمة إلی ضدها ،وعن المصلحة إلی المفسدة ،وعن الحکمة إلی العبث، فلیست من الشریعة**''(اعلام الموقعین: ۳/۳)۔

(شریعت کی بنیاد واساس بندوں کی دنیوی واخروی مصالح وحکم پر ہے اور وہ (شریعت) سراپا عدل ورحمت ہے اور حکمت ومصلحت سے پر ہے، لہذا اگر کوئی حکم عدل ورحمت اور حکمت ومصلحت سے عاری ہو، تو وہ شریعت کا حصہ نہیں ہے)۔

فتح ذریعہ کی تعریف:

''فتح ذریعہ'' کہتے ہیں: انسانی مصلحت کی راہ ہموار کرنا۔''**تیسیر سبل مصالح البشر**''(الموسوعۃ الفقہیہ: ۲۴/۲۸۱)۔

امام قرافی لکھتے ہیں: اگر مصلحت راجح ہو،تو ہر حرام کے وسیلہ کو بھی جائز کیا جائے گا اگر چہ وہ بعض مفسدہ کو متضمن ہو۔

"قد تکون وسیلة المحرم غیر محرمة، إذاأفضت إلی مصلحة راجحة"(الفروق:۲/۳۹)۔

"هو الأخذ بالذرائع إذاکانت النتیجة مصلحة؛ لأن المصلحة مطلوبة"(اصول الفقہ الاسلامی لوھبہ الزحیلی:۲/۸۷۴)۔

کیونکہ جس طرح ذریعہ الی الحرام سے روکنا ضروری ہے اسی طرح ذریعہ الی الحلال پر بھی حسب درجاتِ مقاصد جواز کا حکم لگانا ضروری ہے۔

"اعلم أن الذریعة کما یجب سدّها یجب فتحها، وتکره وتندب وتباح...فکما أن وسیلة المحرم محرمة، فوسیلة الواجب واجبة، کالسعی للجمعة والحج...والوسیلة إلی افضل المقاصد أفضل الوسائل، وإلی أقبح المقاصد أقبح الوسائل، وإلی مایتوسط متوسطة" (الفروق:۲/۳۸-۳۹)۔

اس کی نظیریں جس طرح فقہی جزئیات میں ملتی ہیں،اسی طرح نصوص شرعیہ میں بھی اس کی مثالیں ہیں:

۱۔اللہ تعالی نے "فاسعوا الی ذکر الله"(جمعہ:۹) کے ذریعہ سعی الی الجمعہ کا حکم دیا،جو کہ اقامت صلاۃ کا وسیلہ ہے۔

۲۔رسول اللہ ﷺ نے فتح خیبر کے بعد حضرت سواد بن غزیہ کو وہاں کا عامل مقرر کیا،وہ وہاں سے جنیب (یہ کھجور کی اعلی قسم ہے) کھجوریں لائے، نبی ﷺ نے پوچھا: کیا خیبر کی ساری کھجوریں ایسی ہوتی ہیں؟ کہا: نہیں، بخدا اے اللہ کے رسول! ہم دو صاع کے بدلہ اس کا ایک صاع لے لیتے ہیں، نبی ﷺ نے فرمایا:"لا تفعل ،بع الجمع بالدراهم،ثم ابتع بالدراهم جنیبا"(ایسا مت کرو، معمولی کھجور کو دراہم کے بدلہ بیچ دو، پھر دراہم کے بدلے میں جنیب کھجوریں خرید لو)(بخاری:۸۵۳،رقم:۴۲۴۴،۴۲۴۵)۔

۳۔دو نقصان دہ چیزوں میں سے اخف الضررین کا ارتکاب کرنا بھی اسی قبیل سے ہے،جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے قصہ میں اللہ تعالی نے حضرت خضرؑ کو حکم دیا کہ کشتی کو عیب دار بنادے؛ تاکہ ظالم بادشاہ اس کو غصب نہ کرلے،جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:"أما السفینة فکانت لمساکین یعملون فی البحر فأردت أن أعیبها وکان وراء هم ملک یأخذ کل سفینة غصبا" (الکہف:۷۹)۔

اس میں مصلحت راجحہ کے حصول کے لئے مفسدہ کا ارتکاب کیا گیا ہے جو کہ فتح ذریعہ کے قبیل سے ہے۔

غیر منصوص فتح ذرائع کی مثالیں:

۱۔مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے مشرک دشمنوں کو مال دینا جائز ہے؛ حالانکہ ان کو مال دینا دشمن کو تقویت پہنچانا اور اپنے کو ضرر میں مبتلا کرنا ہے جو کہ حرام ہے،مگر قیدیوں کو رہا کرانے کی مصلحت اس نقصان سے بڑھی ہوئی ہے،اس لئے کہ اس میں دوسری جانب اپنے کو تقویت پہنچانا ہے(الفروق:۲/۳۹)۔

۲۔اگر حاملہ عورت وفات پا جائے تو اس کے پیٹ کو چاک کر کے جنین کو نکالا جائے گا،حالانکہ یہ میت کے احترام کے خلاف ہے،لیکن جنین کی جان بچانے کی مصلحت اس سے بڑھی ہوئی ہے۔اسی پر مصلحت عامہ کے لئے پوسٹ مارٹم کو قیاس کیا جاسکتا ہے(ہندیہ ۵/۳۶۰)۔

۳۔صلح کے لئے دشمن کو مال دینا امام مالک کے نزدیک جائز ہے،حالانکہ یہ ان کو تقویت دینا ہے،مگر قطع نزاع کی مصلحت اس سے بڑھی ہوئی ہے(الفروق ۲/۳۹)۔

لہذا جس طرح سد ذریعہ کا اعتبار ہے اسی طرح حسبِ درجاتِ مقاصد فتح ذریعہ ہوگا،جیسا کہ ذکر کردہ منصوص وغیر منصوص مثالوں سے واضح ہوتا ہے،نیز یہ کہ اسے احناف کا قاعدہ:''**الضرورات تبیح المحظورات**'' اور''**الحاجة تنزل منزلة الضرورة**'' کی روشنی میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

۷-کس طرح کے معاملات میں سد ذریعہ پر عمل کیا جائے؟

چاروں مسالک فقہیہ کی مثالوں اور نظیروں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ(الف)سودی معاملات(ب) حرمت مصاہرت وثبوت نسب(ج) اور وہ عقود و معاملات جو تعاون علی الاثم کے قبیل سے ہوں،ان تمام میں سد ذریعہ کا ضابطہ بکثرت استعمال ہوا ہے؛اس لئے اس طرح کے معاملات میں اس ضابطہ پر کاربند ہوا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

سد ذریعہ-ایک اہم اصول

مولانا محمد زبیر ندوی☆

تمہید:

اس میں شک نہیں کہ سد ذریعہ ایک نہایت اہم اصول ہے، قرآن مجید اور احادیث نبویہ و تابعین کے آثار میں اس کی بنیادیں نہایت واضح انداز میں موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہم نے بطور اصول اسے بیان کیا ہے، بعض ائمہ نے گو کہ بطور اصول نہ قبول کیا ہو اور نہ ہی ذکر کیا ہو، تاہم ان کے بیان کردہ مسائل میں بے شمار جزئیات و مسائل ایسے موجود ہیں جن میں سد ذریعہ کا اصول کارفرما ہے، نیز دور حاضر میں بھی متعدد ایسے مسائل پیش آتے رہتے ہیں جن میں سد ذریعہ کا اصول اساسی اور کارآمد ہوسکتا ہے، اس لئے ضرورت تھی کہ اس اصول پر تحقیق کی جائے اور مسائل کے حل میں اس سے فائدہ اٹھایا جائے، ذیل میں اس سے متعلق اکیڈمی سے جاری کردہ سوالنامے کے جوابات پیش خدمت ہیں:

۱- ذریعہ کے متعدد معانی اہل لغت اور ماہر لسانیات نے بیان فرمائے ہیں، اور یہ تمام معانی اہل عرب میں حسب موقع استعمال ہوتے رہتے ہیں؛ تاہم جو اس کا عمومی معنی ہے اور جس پر تمام اہل لغت کا اتفاق ہے وہ ہے ''الوسیلۃ''؛ چنانچہ لغات عرب کے جوہر شناس اور ماہر لسانیات امام خلیل بن احمد فراہیدی (م:۱۷۰ھ) ذریعہ کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **"الذريعة: الوسيلة"** (کتاب العین ۹۸/۲)۔

علامہ ابن منظور الانصاری (م:۷۱۱ھ) اس کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں: **"الذريعة: الوسيلة، وقد تذرع فلان بذريعة أي توسل، والجمع: الذرائع"** (لسان العرب ۹۶/۸، باب الدال)۔

محمد بن قاسم الانباری (م:۳۲۸ھ) امام ابوبکر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ کلام عرب میں ذریعہ کے معنی ہوتے ہیں ایسی چیز کے جو انسان کو کسی چیز سے قریب کردے، ابن قاسم انباری کے الفاظ یہ ہیں: **"قال أبوبكر: الذريعة معناها فى كلام العرب: ما يدني الإنسان من الشئ ويقربه"** (الزاہر في معاني کلمات الناس ۵۰۱/۱)۔

☆ امین پور دونگا، ڈیہہ، بہرائچ، اتر پردیش۔

ذریعہ کے شرعی معنی:

ذریعہ کے شرعی معنی کے سلسلے میں بھی متعدد اہل علم اور فقہاء نے متعدد تعریفیں لکھی ہیں؛ لیکن سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ اصطلاح شرع میں ذریعہ ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو بظاہر جائز ہو؛ مگر ممنوع تک پہنچنے کا باعث ہو؛ چنانچہ علامہ باجی مالکی اور علامہ بدر الدین زرکشی رقم طراز ہیں: "**الذرائع هي المسألة التي ظاهرها الإباحة، ويتوصل إلى فعل المحظور**" (کتاب الاشارات في الأصول المالكية / ۱۱۳، البحر المحیط في اصول الفقه ۸/ ۸۹)۔

شیخ محمد زحیلیؒ نے بھی قدرے تبدیلی کے ساتھ یہی تعریف ان الفاظ میں لکھی ہے: "**وهي في تعريف الأصوليين: ما ظاهره مباح، ويتوصل به إلى محرم، فالنهي عن هذا المباح خوفا من أثره**" (شرح المعتمد في اصول الفقه / ۶۷)۔

علامہ قرطبی وغیرہ نے بھی اسی انداز کی تعریف کی ہے، ان کی تعریف میں اصل یہ ہے کہ ذریعہ اسے کہیں گے جو فی نفسہ ممنوع نہ ہو؛ تاہم اس کے کرنے سے ممنوع میں گرفتار ہونے کا اندیشہ ہو: "**الذريعة: عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه يخاف من ارتكابه الوقوع في الممنوع**" (الجامع لأحكام القرآن ۳/ ۵۷، التفسير المنير للزحيلي ۱/ ۲۵۸)۔

مذکورہ بالا سطور تو ذریعہ کی لغوی وشرعی تعریف کے سلسلے میں تھیں، اب سد ذریعہ کی لغوی واصطلاحی تعریفات ملاحظہ فرمائیں:

سَدَّ يَسُدُّ سَدًّا کا لغوی معنی ہوتا ہے: بھرنا، پاٹنا، بند کرنا، مرمت کرنا وغیرہ؛ چنانچہ مشہور عالم لغات احمد بن فارس القزوینی الرازی (م: ۳۹۵ھ) فرماتے ہیں: "**(سد) السين والدال أصل واحد، وهو يدل على ردم شيء وملاء مته، من ذلک سددت الثلمة**" (معجم مقاییس اللغۃ ۳/ ۶۶)۔

علامہ ابن منظور کے مطابق سَدَّ کے معنی ہیں خالی جگہ پر کرنے اور شگاف کو پاٹنے کے؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "**السّدُ: إغلاق الخلل وردم الثلم**" (لسان العرب: ۳/ ۲۰۷)۔

سد ذریعہ کا اصطلاحی وشرعی معنی:

سد ذریعہ کا اصطلاحی وشرعی معنی یہ ہے کہ فساد اور ممنوع تک پہنچنے کا جو ذریعہ یا وسیلہ ہو اسے ختم کر دیا جائے اور اس طرح اس ممنوع سے محفوظ ہو لیا جائے؛ چنانچہ شیخ مصطفیٰ وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں: "**سد الذرائع: ومعناه الحيلولة دون الوصول إلى المفسدة إذا كانت النتيجة فسادا**" (کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۲۹۵)۔

بعض دیگر اہل علم نے سد الذرائع کی شرعی تعریف ان الفاظ میں بھی بیان کرنے کی کوشش کی ہے: "**سد الذريعة:**

هو حسم مادة وسائل الفساد منعا منها ودفعا لها؛إذا كان الفعل السالم من المفسدة وسيلة إلى مفسدة"(حاشیۃ العطار علی جمع الجوامع لابن السبکی ۲/ ۱۹۸)۔

لیکن سب سے واضح اور جامع تعریف وہ ہے جسے شیخ احمد زرقاء وغیرہ نے اختیار کی ہے،جس میں تمام پہلوؤں کا احاطہ ہے، وہ لکھتے ہیں:"يراد بسدّ الذرائع:منع الطرق التى تؤدّي إلى إهمال أمرالشريعة أو الاحتيال عليها، أو تؤدي إلى الوقوع في محاذير شريعة ولو عن غير قصد"(الفقہ الإسلامی فی ثوبہ الجدید ۱/ ۹۷،المدخل الفقہی العام)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

گذشتہ صفحات میں ذریعہ کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذریعہ کہتے ہیں کسی ایسی چیز کو جو دوسری چیز تک پہنچنے کا واسطہ ہو،عموماً سبب بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ شرعی واصطلاحی نقطہ نظر سے سبب اور ذریعہ میں فرق ہے، گوکہ لغوی معنی میں سبب ذریعہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے؛ چنانچہ "النظامی شرح الحسامی" میں ہے:"السبب لغة: الطريق إلى الشيء"(النظامی/ ۲۵،الموجز للأسعدی/ ۶۳)۔

اسی طرح لسان العرب میں بھی ابن منظور نے اس معنی میں استعمال کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:"السبب: كل شيء يتوصل إلى غيره"(لسان العرب ۱/ ۴۵۸)۔

مذکورہ وضاحتوں سے سبب کا لغوی معنی ظاہر ہوگیا؛ تاہم دونوں میں فرق کے لئے اس کے اصطلاحی معنی وشرعی تعریف کو مدنظر رکھنا ضروری ہے، قاضی شوکانی صاحب "نیل الأوطار" فرماتے ہیں کہ سبب ایسے منضبط وصف ظاہر کو کہتے ہیں جو حکم کے وجود کا ذریعہ ہو،اس کے وجود سے حکم کا وجود لازم ہو۔

"السبب:هو جعل وصف ظاهر منضبط مناطا لوجود حكم، أي يستلزم وجودُه وجودَه" (ارشاد الفحول للشوکانی ۱/ ۲۷)۔

اب اگر ذریعہ اور سبب کی تعریفات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ذریعہ حکم تک پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے؛ جبکہ سبب حکم کی بنیاد ہوتا ہے۔گویا ذریعہ کے بغیر حکم پایا جاسکتا ہے؛ جبکہ سبب کے بغیر حکم نہیں پایا جاسکتا؛ چنانچہ مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحبؒ اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں:"أما الفرق بينهما في الاصطلاح هو أن الذريعة يراد بها التوصل إلى محظور،والسبب هو مايترتب عليه الشيء كان مقصودا أوغير مقصود"(کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۴۳۶،مقالہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ)۔

سبب اور ذریعہ کے درمیان ایک اور باریک فرق یہ ہے کہ ذریعہ خاص ہوتا ہے اور سبب عام،اس معنی کر کے کہ

ذریعہ کے لئے فاعل کا فعل اوراس کا ارادہ ہونا ضروری ہے، جبکہ سبب بلاارادہ بھی پایا جاتا ہے، جیسے دخول وقت، نماز کے لئے سبب ہے، اس میں مکلّف کا ارادہ قطعاً مؤثر نہیں، دخول ماہ رمضان روزوں کی فرضیت کے لئے سبب ہے، اس میں مکلّف کے عمل کو دخل نہیں ہے، فاضل مقالہ نگار رقم طراز ہیں: ''الفرق بينهما يأتي من جهة أن الذريعة لا تكون إلا بفعل الفاعل وقصده أحيانا، وعلى هذا، فهي فعل دائما، كما أنها فعل في مقدور المكلف، أما السبب فهو أعم من أن يكون فعلا كدخول الوقت لإيجاب الصلاة'' (کتاب مجلّہ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۲/۱۳،۷۶/۹/۱۲۱۸)۔

قاضی شوکانی صاحب نے سبب کی جو تعریف بیان کی ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے شیخ عبدالکریم زیدان نے سبب اور ذریعہ کے مابین فرق ان الفاظ میں واضح کیا ہے: ''ان الذريعة تختلف عن السبب في الاصطلاح؛ لأن السبب اصطلاحا هو ما جعله الشارع علامة على وجود الحكم الشرعي بحيث يوجد هذا الحكم عند وجوده، وينعدم عند عدمه'' (الوجیز فی أصول الفقہ/ ۴۹)۔

۳-سد ذریعہ کی حجیت-مسالک وشواہد:

سد ذریعہ کو تمام فقہاء ومجتہدین نے مسائل وجزئیات میں استعمال کیا ہے؛ تاہم بحیثیت اصول اسے تسلیم کرنے میں فقہاء اہل اصول کے تین مذاہب ہیں، علامہ قرطبی تحریر فرماتے ہیں: ''وسد الذرائع ذهب إليه مالک وأصحابه وخالفه أكثر الناس تأصيلا وعملوا عليه في أكثر فروعهم تفصيلا'' (البحر المحیط فی أصول الفقہ ۹۰/۸)۔

مذاہب کی تفصیل کے سلسلے میں الموسوعۃ الفقہیہ میں منقول ہے: ''وذهب المالكية والحنابلة إلى أنها من أدلة الفقه......وأنكر الشافعية والحنفية ذلک'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶-۲۷۸)۔

سد ذرائع پر لکھی گئی کتب وتحاریر کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہاء مالکیہ وحنابلہ نے سد الذرائع کو بحیثیت فقہی اصول قبول کیا ہے اور اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، ان حضرات نے مندرجہ ذیل شواہد کو اپنے اصول کی تائید میں پیش کیا ہے:

۱-''ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوًا بغير علم'' (انعام: ۱۰۸)۔

۲-''يا أيها الذين آمنوا لاتقولوا راعنا'' (بقرہ: ۱۰۴)۔

۳-''واسئلهم عن القرية التي كانت حاضرة البحر......'' (اعراف: ۱۶۳)۔

۴-''لعن الله اليهود حرمت عليهم الشحوم فجملوها وباعوها وأكلوا أثمانها''۔

۵-''دع ما يريبک إلى مالايريبک''۔

۶-"الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات"۔

فقہاء احناف وشوافع نے سد الذرائع کو بحیثیت اصول قبول نہیں کیا ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کو بالکل نظر انداز کردیا ہو؛ بلکہ اپنی فروعات میں اس کو پیش نظر رکھا ہے، اس لئے ان کے دلائل وشواہد وہی ہیں جو حنابلہ ومالکیہ کے ہیں، لیکن بحیثیت دلیل قبول نہ کرنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان فقہاء نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ذرائع حقیقتاً وسائل ہیں اور وسائل میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے؛ چنانچہ وسائل کبھی حرام کبھی واجب کبھی مکروہ اور بسا اوقات مندوب ومباح ہوسکتے ہیں، اس اضطراب کی بناء پر اسے کلیہ کا درجہ دینا درست نہیں ہے، موسوعہ فقہیہ میں ان الفاظ میں یہ توجیہ پیش کی گئی ہے:

"لأن الذرائع هي الوسائل، والوسائل مضطربة اضطرابا شديدا، فقد تكون حراما وقد تكون واجبة،و قد تكون مكروهة أو مندوبة أو مباحة، وتختلف مع مقاصدها حسب قوة المصالح والمفاسد وضعفها وخفاء الوسيلة وظهورها، فلا يمكن ادعاء دعوى كلية باعتبارها ولا بإلغائها" (موسوعہ فقہیہ ۲۴/۲۷۸)۔

فقہاء احناف وشوافع کے سد الذرائع کو بطور اصول قبول نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان حضرات کے پاس خود ایسے اصول وقواعد یا فقہی ضوابط موجود ہیں جن سے اس ضرورت کی تکمیل ہوسکتی ہے؛ چنانچہ فقہاء احناف کی کتابوں میں متفرق مقامات پر وہ ضوابط مل جاتے ہیں، بطور نمونہ چند ضوابط لکھے جاتے ہیں:

۱-"الوسيلة إلى الشيء حكمها حكم ذلك الشيء"(بدائع الصنائع ۷/۱۰۶)۔

۲-"ما أدى إلى الحرام فهو حرام"(بدائع ۱/۱۵۷)۔

۳-"سبب الحرام حرام"(فتح القدیر ۱۰/۴۷)۔

فقہاء شوافع کی کتابوں پر نظر ڈالی جائے تو ان کے یہاں بھی اس قسم کے فقہی قواعد وضوابط موجود نظر آئیں گے، جیسا کہ علامہ سیوطی نے لکھا ہے:

"قال الأئمة: وإنما كان التحريم أحب؛ لأن فيه ترك مباح لاجتناب محرم، وذلك أولى من عكسه"(الأشباہ والنظائر ۱/۱۰۶، القاعدۃ الثانیۃ)۔

سد الذرائع کے قبول وعدم قبول کے سلسلے میں تیسرا مسلک اہل ظاہر کا ہے، اصحاب ظواہر نے مطلقاً اس کو قبول نہیں کیا ہے، ان حضرات نے بھی اپنے مسلک کی تائید میں یہ شواہد پیش کئے ہیں:

۱-"ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب، هذا حلال وهذا حرام لتفتروا على الله الكذب" (سورۂ نحل:۱۱۶)۔

۲-"قل أرأيتم ما أنزل الله لكم من رزق فجعلتم منه حراما وحلالا، قل آلله أذن لكم أم على

الله تفترون"(سورۂ یونس:۵۹)۔

اہل ظاہر کے نزدیک ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس چیز کی حرمت وحلت کی اجازت اللہ کی طرف سے نہ ہو اور اس پر حکم لگایا جائے تو افتراء علی اللہ ہے، اور یہ یقینی ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں حلال ہیں سوائے ان چیزوں کے جن کی حرمت نص سے ثابت ہے، اصحاب ظواہر نے آیات کے علاوہ احادیث سے بھی استدلال کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱-"**الحلال بيّن والحرام بين، وبينهما مشتبهات**"(بخاری، حدیث نمبر:۱۴۲۲)۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ابن حزمؒ نے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

"**قال ابن حزم في هذا الحديث: فهذا حضّ منه على الورع، ونص جلي على أن ماحول الحمى ليست من الحمى، وأن تلک المشتبهات ليست بيقين من الحرام، وإذا لم تکن مما فصل من الحرام فهي على حکم الحلال**"(الإحکام في أصول الأحکام ۶/۳)۔

مذکورہ بالا تصریحات سے واضح ہوتا ہے کہ ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک ذرائع کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۴-ذرائع کے درجات اور فقہاء کے رجحانات:

ذرائع چونکہ ایک درجہ کے ہو نہیں سکتے؛ بلکہ ان میں تفاوت کا پایا جانا بدیہی ہے، اس لئے فقہاء اور اہل اصول نے بھی ذرائع کی مختلف تقسیمات ودرجات ذکر کی ہیں، اس کے درجات کی تقسیم میں بنیادی طور پر تین نقاط نظر ہیں: ۱-علامہ ابن قیم کا نظریہ، ۲-امام شاطبی کی تقسیم، ۳-امام قرافی کا رجحان۔

علامہ ابن قیم کی تقسیم: ذرائع خواہ قولی ہوں یا فعلی، امام ابن قیمؒ کے نزدیک چار قسموں میں منحصر ہیں:

۱-ایسا ذریعہ یا وسیلہ جو مفسدہ تک پہنچنے کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے مسکر کا پینا سکر کے مفسدہ کو حاصل کرنے کے لئے ہے۔

۲-ایسا ذریعہ یا وسیلہ جو اصلاً مباح چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو لیکن اس کا استعمال مفسدہ تک پہنچنے کے لئے ہو، جیسے کسی نے نکاح کیا اور ارادہ تحلیل یعنی حلالہ کا ہو، یا عقد بیع کیا لیکن ارادہ سود کا حصول ہو۔

۳-ایسا ذریعہ یا وسیلہ جو درحقیقت مباح کے لئے وضع کیا گیا ہو، لیکن وہ عموماً مفسدہ تک پہنچا دینے والا ہو؛ حالانکہ مفسدہ کے وسیلہ کا ارادہ نہ ہو، نیز اس کا مفسدہ اس کی مصلحت پر راجح ہو، جیسے اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنا، مشرکین کے درمیان ان کے معبودوں کو برا کہنا وغیرہ۔

۴-ایسا وسیلہ جو مباح کے لئے ہو لیکن کبھی کبھی مفسدہ تک پہنچا دینے والی ہو، اور مصلحت مفسدہ پر راجح ہو، جیسے

مخطوبہ کو دیکھنا، ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا وغیرہ۔

"ههنا أربعة أقسام: الأول: وسيلة موضوعة للإفضاء إلى المفسدة، الثاني: وسيلة موضوعة للمباح قصد بها التوسل إلى المفسدة، الثالث: وسيلة موضوعة للمباح لم يقصد بها التوسل إلى المفسدة لكنها مفضية إليها غالبا، ومفسدتها أرجح من مصلحتها، الرابع: وسيلة موضوعة للمباح، وقد تفضي إلى المفسدة ومصلحتها أرجح من مفسدتها" (اعلام الموقعین ۴/ ۵۵۴، انواع الوسائل)۔

امام شاطبی کی تقسیم:

ذرائع کی انواع واقسام اور درجات کی دوسری تقسیم وہ ہے جسے امام شاطبیؒ نے بیان کیا ہے، شاطبی نے اس کی دیگر انواع ودرجات بھی ذکر کئے ہیں؛ لیکن ان کا خلاصہ ان چار میں منحصر ہے:

۱- جو قطعی طور پر مفسدہ تک پہنچادے۔

۲- ایسا ذریعہ جو شاذ ونادر ہی مفسدہ کا سبب ہو۔

۳- ایسا ذریعہ جو زیادہ تر مفسدہ تک پہنچادے۔

۴- ایسا مفسدہ جو کبھی کبھی مفسدہ تک پہنچادینے والا ہو، یعنی نہ غالب ہو نہ نادر (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الموافقات ۳/ ۴۷، القسم الثانی)۔

علامہ قرافی کی تقسیم:

امام قرافیؒ نے بھی امام ابن القیمؒ سے ملتی جلتی باتیں لکھی ہیں، لیکن انہوں نے مزید تلخیص کی ہے اور صرف تین انواع میں منحصر قرار دیا ہے:

پہلی قسم ایسا مفسدہ جو قطعی طور پر مفسدہ تک لے جانے والا ہو، شاطبی نے اس کی حرمت پر اتفاق نقل کیا ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو شاذ ونادر ہی مفسدہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنے، اس قسم پر اتفاق ہے کہ اس میں سد ذریعہ کو استعمال میں نہیں لایا جائے گا۔

تیسری قسم وہ ہے جو زیادہ تر مفسدہ تک لے جاتی ہو لیکن عموماً ایسا ہوتا نہ ہو، امام قرافی کے نزدیک یہی وہ قسم ہے جس میں فقہاء کا اختلاف ہے، واضح رہے کہ یہ اختلاف صرف ان مسائل میں پایا جاتا ہے جو اجتہادی ہیں، الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے: **"وقد قسم القرافي إلى الفساد ثلاثه أقسام: ......أما القسم الأول الذي أجمعت الأمة عليه، فهو ما كان أداء إلى المفسدة قطعيا بلا خلاف أنه يسدّ......وأما القسم الذي أجمعت الأمة على أنه لا**

يسدّ فهو ما كان أداء ه إلى المفسدة قليلا أو نادرا، وأما القسم الذي اختلف فيه فهو ما كان أداء ه إلى المفسدة كثيرا لكنه ليس غالبا فهذا موضع الخلاف"(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۸ تا ۲۷۹، الفروق للقرافی ۲/۳۲، الفرق الثامن والخمسون)۔

تینوں تقاسیم میں موازنہ:

امام ابن القیم وامام قرافی اور امام شاطبی کے اقسام کے درمیان اگر موازنہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ قرافی اور ابن القیم نے ذرائع میں ایسی باتوں کو بھی داخل کر دیا ہے جو مقاصد میں اصلاً داخل ہیں، دوسرا فرق یہ ہے کہ ابن قیم وغیرہ نے فاعل کے قصد وارادہ کو زیادہ اہمیت دی ہے، جبکہ شاطبی نے فعل کے نتائج اور آثار کو ملحوظ رکھا ہے، مجلّہ میں یہ دونوں فرق بیان کئے گئے ہیں:"يلاحظ على ابن القيم في تقسيمه أنه أدخل أمورا ليست من الذرائع فيها، كشرب الخمر المفضي إلى مفسدة السكر، والزنا المفضى إلى اختلاط الأنساب، مع أنه يدخل حقيقة في باب المقاصد، لا الذرائع" (کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۳۸۲)۔

دوسری جگہ یہی فرق ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:"يختلف التقسيمان من ناحية منطقهما، فابن القيم يقوم منطقه على ملاحظة النية والقصد في الفعل، ولهذا تتكرر عنده عبارة الفعل المباح في أصله الذي قصد به التوسل إلى المفسدة، أما الشاطبي فلا ينظر إلى القصد في الفعل بقدر ما ينظر إلى نتائج ذلك الفعل وأثابه بحسب المآل الظاهرى" (کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۳۸۲)۔

۵-فقہاء اربعہ کے یہاں سد الذرائع کی مثالیں:

اس بات میں یقیناً شک نہیں کہ ائمہ اربعہ نے اپنے اجتہادات میں سد الذرائع سے استفادہ کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسائل کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن میں سد ذریعہ کی بنا پر حکم لگایا گیا ہے، گو کہ بعض ائمہ نے بطور اصول تسلیم نہیں کیا ہے، اسی لئے امام قرافی کو لکھنا پڑا:"إن مالكا لم ينفرد بذلك؛ بل كل أحد يقول بها، ولا خصوصية للمالكية بها؛ إلا من حيث زيادتهم فيها" (تنقیح الأصول ص ۴۸۸، ارشاد الفحول ص ۲۴۶)۔

ذیل میں تمام مذاہب کی فقہ سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں؛ تاکہ واضح ہو سکے کہ تمام مذاہب نے سد الذرائع کو استعمال کیا ہے، اولاً مالکیہ کے شواہد پیش خدمت ہیں:

۱-بیع اور سلف کا ذریعہ بننے کی مثال:"من باع سلعتين بدينارين لشهر، ثم اشترى احداهما بدينار نقدا، لم يجز؛ لأن السلعة التي خرجت من يد البائع أولا ثم عادت إليه اعتبرت ملغاة فآل أمره إلى أنه دفع

دينارا وسلعة نقدا ليأخذ عنها بعد شهر دينارين، الأول منهما عن الذي دفعه نقدا، وهذا هو السلف والثاني منهما ثمن السلعة التي خرجت من يده، ولم تعد، وهذا هو البيع"(حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۷۶/۳)۔

۲-ضع وتعجل کی مثال:"ومن ذلک قولهم بعدم جواز تصديق المسلم إليه في وزن المسلم فيه وكيله وعدده، إذا أتى به قبل أجله فلابد للسلم من إعادة الكيل أو الوزن أو العد، وعللوا عدم الجواز بخوف ظهور نقص في المسلم فيه، فيلتزم عليه ضع وتعجل"(الدسوقی علی الشرح الکبیر ۱۹۸/۳)۔

۳-ربا الفضل کا ذریعہ بننے کی مثال:"أن تقع المقاصة بين دينين من عين، مختلفين في القدر عددا، كدينار مع دينارين أو وزنا كدينار كامل مع دينار ناقص، مع اتحاد الصفة وكانا من بيع، وقد حل أحدهما دون الآخر،أو كانا مؤجلين، اتفق أجلاهما او اختلف، وإنما منعت لأنها مبادلة بين عينين أحدهما أكثر من الآخر، ومثله مالو كانا من قرض أو كان أحدهما من قرض، والآخر من بيع"(الدسوقی علی الشرح الکبیر ۲۲۸/۳)۔

دبستان فقہ حنبلی کی مثالیں:

۱-"من يخترط الأقداح لايبيعها ممن يشرب فيها خمرا"(المغنی ۱۹۹/۴،اعلام الموقعین ۱۷۰/۳)۔

۲-"نهى عن بيع الديباج للرجال،ولم ير بأسا ببيعه للنساء"(المصدر السابق)۔

۳-"نقل عن الإمام أحمدؒ من كراهية الشراء ممن يرخص في سلعته ليمنع الناس من الشراء من جاره......وقد رأى ابن القيم أن النهي في الأمرين يتضمن سدّ الذريعة من وجهين"(سد الذرائع فی الشریعۃ الإسلامیۃ ص ۶۴۳،اعلام الموقعین ۱۶۹/۳،ابن حنبل لابی زہرہ ۳۳۲)۔

۴-"منع الإمام أحمد الأسير والتاجر من الزواج فى دار الحرب خشية تعريض ولده للرق، أو لأنه قد لايمكنه منع العدو من مشاركته في زوجته"(المغنی ۲۸۱/۹،اعلام الموقعین ۱۶۴/۳)۔

دبستان فقہ شافعی کی چند مثالیں:

۱-"استحب لهم (للمعذورين) إخفاء الجماعة لئلا يتهموا في الدين، وينسبوا إلى ترك الجماعة تهاوناً"(المجموع للنووی ۲۶۳/۴)۔

۲-"منع الفطر بعذر عن الأكل عند لا يعرف عذره سدًّا لذريعة التهمة بالفسوق والمعصية" (المہذب للشیرازی ۱۷۸/۱)۔

۳-"واختلف أصحابنا فيمن قتل مورثه......ومنهم من قال: يرث القاتل بحال، وهو

الصحيح......لأن القاتل حرم الإرث حتى لا يجعل ذريعة إلى استعجال الميراث، فوجب أن يحرم بكل حال سداً للباب"(المہذب ۲/۲۴،الباجوری علی شرح الرحبیہ/۵۹)۔

دبستان فقہ حنفی کا نقطہ نظر اور مثالیں:

فقہاء احناف کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ وہ سد ذریعہ کو بطور اصول تسلیم نہیں کرتے، اس کی وجہ ہم سوال نمبر ۳ کے جواب میں لکھ چکے ہیں؛ البتہ ایک اہم بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ فقہاء احناف کے یہاں ایک اہم اصول استحسان کا ہے، استحسان کبھی نص سے ثابت ہوتا ہے اور کبھی مزاج شریعت کی رعایت کرتے ہوئے مجتہد اپنے اجتہاد سے ثابت کرتا ہے، غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سد الذرائع کا اصول استحسان کی دوسری قسم میں داخل ہے، اس لئے کہ دوسری قسم میں شریعت اسلامی کے مقاصد خمسہ کی رعایت کی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ سد ذریعہ میں بھی یہی مقاصد پیش نظر ہوتے ہیں، گویا احناف کے یہاں قوی اصول استحسان کا موجود ہے اس لئے اس کے بالمقابل ضعیف اصول اپنانے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن چونکہ احناف کے مسائل وجزئیات میں بھی سد الذریعہ آ گیا ہے اس لئے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

۱-"**القاضي لا يقبل الهدية من رجل لولم يكن قاضيا لا يهدي إليه**" (ردالمحتار علی الدر المختار ۴/۳۳۲)۔

۲-"**إنه يكسر دنان الخمر ولا يكون بإلقاء الملح قناعة ولا ضمان على الكاسر في شيء من ذلک**"(خلاصۃ الفتاوی ۴/۳۳۶)۔

۳-"**ذمي سأل مسلماً عن طريق البيعة لا ينبغي له أن يدلّه**" (خلاصۃ الفتاوی ۴/۳۴۸)۔

۴-"**لا يباح للشواب منهن الخروج إلى الجماعات......لأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام، وما أدى إلى الحرام فهو حرام**"(بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۱/۱۵۷)۔

۵-"**منع الحادة من استعمال الطيب والزينة، يقول المرغيناني: والمعنى فيه وجهان: أحدهما ما ذكرناه من إظهار التأسف، والثاني:أن هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها، وهي ممنوعة عن النكاح فتجتنبها كي لاتصير ذريعة إلى الوقوع في المحرم**"(سد الذرائع في الشريعة الاسلامية/ص ۶۵۵،الہدایہ ۲/۳۲)۔

۶-فتح ذرائع کی تحقیق وخلاصہ:

فتح ذرائع سے متعلق وضاحتیں کم ملتی ہیں، کچھ ہی فقہاء واصولیین نے اس پر بحث کی ہے؛ تاہم ان کی متفرق بیان کردہ تفصیلات کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

فتح ذرائع کی تعریفات مختلف حضرات نے مختلف الفاظ وانداز میں کی ہیں؛ تاہم ان کی تعریفات کا خلاصہ اور نچوڑ یہ

ہے کہ جو ذرائع شر کے بجائے خیر تک لے جانے والے ہوں وہ فتح الذرائع ہیں، چنانچہ الموسوعۃ الفقہیہ میں یہ الفاظ منقول ہیں:

"المراد بفتح الذرائع: تيسير السبل إلى مصالح البشر" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۸۱/۲۴)۔

مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے نہایت سادہ لفظوں میں فتح الذرائع کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "أما فتح الذرائع فمعناه طلب الخير"۔

سد الذرائع اور فتح الذرائع پر نہایت جامع اور محققانہ کام کرنے والے مصنف محمد ہشام البرہانی نے بھی مذکورہ بالا حقائق ان الفاظ میں لکھے ہیں: "ومعنى فتح الذرائع: طلب مامن شأنه تحصيل الخير من بابه الموضوع له" (سد الذرائع في الشريعة الاسلاميہ/ ۳۴۹)۔

فتح الذرائع کی حقیقت کی وضاحت کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جس طرح سد الذرائع کبھی واجب مکروہ اور کبھی مندوب ومباح ہوتے ہیں اسی طرح فتح الذرائع بھی واجب، مندوب، مکروہ اور جائز ہوتے ہیں، امام قرافی اس سلسلے میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اعلم أن الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها، وتكره وتندب وتباح، فإن الذريعة هى الوسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعي للجمعة والحج" (الفروق ۳۳/۲، الفرق الثامن والخمسون)۔

قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں غور کیا جائے تو فتح ذرائع کی متعدد آیات وامثال مل سکتی ہیں، ذیل میں چند ایسی آیات نقل کی جاتی ہیں جن سے فقہاء واہل اصول نے فتح ذرائع کی حجیت پر استدلال کیا ہے:

۱- "إذهبا إلى فرعون إنه طغى، فقولا له قولا ليّناً لعله يتذكر أو يخشى" (طہ:۴۳)۔

۲- "يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع" (جمعہ:۹)۔

۳- "انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا بأموالكم وأنفسكم في سبيل الله" (توبہ:۴۱)۔

قرآن مجید کی بعض آیات پر غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اخف الضررین کو بھی فتح ذریعہ کے طور پر اختیار کیا گیا ہے، جیسے حضرت موسیٰؑ وحضرت خضرؑ کے بارے میں کشتی کے واقعہ کی نشاندہی قرآن نے کی ہے جس میں چھوٹے ضرر کو اختیار کرکے بڑے ضرر سے حفاظت اختیار کی گئی ہے، قرآن کی آیت ہے: "أما السفينة فكانت لمساكين يعملون في البحر فأردت أن أعيبها، وكان وراء هم ملك يأخذ كل سفينة غصبا" (کہف:۷۹)۔

نیز قرآن مجید کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی جائز حیلوں کو اختیار کرنا بھی فتح ذرائع میں داخل ہے،

جیسا کہ حضرت ایوبؑ کے واقعہ میں ہے:"وخذ بیدک ضغثا فاضرب به ولا تحنث إنا وجدناه صابرا نعم العبد إنه أواب" (ص:۴۴)۔

اسی طرح حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں ہے:"فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية في رحل أخيه ثم أذن مؤذّن أيتها العير إنكم لسارقون" (یوسف:۷۰)۔

مذکورہ بالا آیات سے جہاں فقہاء کرام نے فتح الذرائع کی حجیت پر استدلال کیا ہے وہیں اس کی مثالیں بھی اپنی کتابوں میں پیش کی ہیں، امام قرافی نے اس کی چند مثالیں اپنی مشہور تالیف ''الفروق'' میں لکھی ہیں، جنہیں موسوعہ میں نقل کیا گیا ہے:"منها: التوسل إلى فداء أسارى المسلمين بدفع المال للكفار الذي هو محرم عليهم الانتفاع به بناء على أنهم مخاطبون بفروع الشريعة عند المالكية، ومنها: دفع مال لرجل يأكله حراما حتى لايزني بامرأة إذا عجز عن دفعه عنها إلا بذلک، وكدفع المال للمحارب حتى لا يقع القتل بينه وبين صاحب المال عند مالک ولكنه اشترط في المال أن يكون يسيرا" (الفروق ۲/ ۳۳، الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/ ۲۸۲)۔

خلاصہ: فتح ذرائع کے سلسلے میں فقہاء واصولیین کے بیانات کا خلاصہ یہ ہے کہ شریعت اسلامی میں جس طرح سد ذریعہ مطلوب ہے اسی طرح فتح ذریعہ کی بھی ضرورت ہے، قرآن واحادیث میں اس کی بنیادیں موجود ہیں، اوراس اصول کو فقہاء ومجتہدین نے اپنے فقہی نظریات اوراجتہادی آراء میں برتا ہے، جس کی مثالیں سطور بالا میں گزرچکی ہیں۔

۷- دورحاضر کے جدید مسائل:

مندرجہ ذیل چند ایسے جدید مسائل لکھے جاتے ہیں جن میں سدالذرائع کا اصول فیصلہ کن یا مؤثر ہوسکتا ہے:

۱- دورحاضر میں مفقود الخبر شخص کی بیوی کے سلسلے میں فقہاء احناف کے نقطۂ نظر پر عمل کرنا مشکل ہے، اس لئے دور حاضر میں فقہ مالکی کے مطابق فتوی دیا جاتا ہے، جس میں مقدمہ کی سماعت کے بعد عورت چارسال تک انتظار کرے گی پھر قاضی فسخ نکاح کردے گا، لیکن اگر کوئی عورت ایسی جگہ رہتی ہو جہاں عفت وپاکدامنی کی حفاظت مشکل ہو تو ایسے مقام پر سد ذریعہ کے پیش نظر مقدمہ کی سماعت کے بعد چارسال کا موقع دینے کے بجائے فوری طور پر فسخ نکاح کردینا چاہئے، اورزنا وغلط کاری کے سدباب کے لئے سدالذرائع کے اصول سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

۲- ایسے ممالک جو مسلمانوں سے دشمنی پر آمادہ ہوں یا جنگی محاذ پر برسرپیکار ہوں تو ان کے ساتھ اقتصادی بائیکاٹ کرنا بطور سد ذریعہ درست ہوگا، اسی طرح ان کی مصنوعات اور پروڈکٹ پر پابندی عائد کرنا بھی جائز ہوگا؛ تاکہ انہیں مسلمانوں کی جانب سے مالی تعاون حاصل نہ ہو، اوروہ معاشی طور پر پریشان ہوکر اپنی غلط حرکتوں سے باز آئیں۔

۳- کرکٹ یا اس قسم کے کھیل جو مختلف مفاسد پر مبنی ہوتے ہیں انہیں مقصد زندگی بنا کر یا ذریعہ معاش کے طور پر

کھیلنے کی اجازت شرعاً نہیں دینی چاہئے، اور سد ذریعہ کے طور پر مسلمانوں کو ٹورنامنٹ میں یا قومی وعالمی ٹیموں میں شرکت کے عدم جواز کا فتوی دینا چاہئے۔

۴-دور حاضر میں خواتین کا گاڑی ڈرائیو کرنا یا اجنبی ڈرائیور کے ساتھ بنا محرم سفر کرنا شرعاً ناجائز قرار دینا چاہئے؛ تاکہ اس سے پیدا ہونے والے مفاسد سے بچنا ممکن ہو، الا یہ کہ ایسی سخت مجبوری ہو کہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔

۵-مخلوط اجتماعات یا شادی وغیرہ جس میں ناجائز کام مثلاً ناچ، گانا وغیرہ ہوں ان میں علماء اور مقتدر حضرات کو شرکت سے کلی اجتناب کرنا چاہئے؛ تاکہ لوگوں کو ان کی ناراضگی اور عدم شرکت کا احساس ہو، اور لوگ اپنی غلط حرکتوں سے باز آئیں۔

۶-انشورنس کا جائز متبادل تکافل اور سودی بینک کا بدل اسلامی بینک کا قیام عمل میں لانا چاہئے اور اس کے لئے کوشش بھی کرنی چاہئے؛ تاکہ اسلامی ادارے ان غیر اسلامی اداروں کے لئے اور ان کے تعاون کے لئے سد ذریعہ بن سکیں، اور مسلمانوں کا اقتصادی نقصان بھی نہ ہو۔

۷-دور حاضر میں عصری تعلیمی اداروں سے الحاد و بے دینی کی جو وبا مسلمانوں میں پھیل رہی ہے اور اس کے تئیں مسلمانوں کی بڑی تعداد بے راہ روی کا شکار ہوتی جارہی ہے، اور دین سے ان کا رشتہ کمزور ہوجاتا ہے؛ چنانچہ ضرورت ہے کہ ایسے عصری ادارے قائم کئے جائیں جن میں شریعت وسنت کو رواج دیا جاسکے، ایسے اداروں کا قیام فرض کفایہ قرار دینا چاہئے، واضح رہے کہ ان اداروں کا قیام سد الذرائع کے طور پر ہوگا؛ تاکہ مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت ہوسکے، اور علمی وتعلیمی میدان میں ترقی بھی کرسکیں۔

۸-دور حاضر میں اہل کتاب کی پہچان مشکل ہوگئی ہے، یا مشتبہ ہوگئی ہے، وہ حضرات جنہیں ہم اہل کتاب سمجھتے ہیں وہ زیادہ تر لادین اور ملحد ہیں، نیز ان کی خواتین کی سیرت واخلاق از حد خراب اور چال چلن غیر معتبر ہے، اس لئے دور حاضر میں سد ذریعہ کے طور پر مسلمانوں کو یہود ونصاری کی خواتین سے شادی نہیں کرنی چاہئے؛ تاکہ ان کی نسلیں بے دین وملحد یا ماں کے اثر سے متاثر ہوکر بدچلن نہ ہوں۔

مذکورہ بالا چند مثالیں پیش کردی گئی ہیں، اس موضوع پر مزید غور کریں تو متعدد نئے مسائل ایسے سامنے آئیں گے جن میں سد ذریعہ کا اثر ظاہر ہوسکتا ہے اور اس کی بنا پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

۸-سد الذرائع میں افراط وتفریط:

سد ذریعہ کا اصول جس قدر اہم اور کارآمد ہے اسی قدر مشکل اور دقیق ہے، چنانچہ اس اصول کو برتنا اور جدید مسائل کے حل کے لئے استعمال میں لانا مشکل کام ہے، قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے ایک مقام پر سد الذرائع کی اہمیت ودقت پر کلام

کرتے ہوئے لکھا ہے:''**ویمکننا أن نستخدم هذا الأصل للبحث عن حلول تلک القضایا والمشکلات الاجتماعیة ولکن یجب أن یکون الفقیه عمیق النظر، بعید الغور مطلقا علی دقائق هذا الأصل، خبیرا بجمیع نواحي القضیة؛لکیلا یکون ذلک موجبا لهدم أساس الدین، ویجعل الفساد صلاحا وبالعکس، وبدون التمییز الصحیح بین المصلحة والمفسدة**''(کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۴۵۸)۔

قاضی صاحبؒ کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں نہایت محتاط رہنے کی ضرورت ہے؛ کیونکہ سدذرائع میں غلو کرنا اور اس کا بے جا استعمال کرنا یا بالکل نظر انداز کردینا دونوں غلط ہیں، بالغ نظر فقیہ کو چاہئے کہ کسی بھی معاملہ کی تہہ میں اتر کر اور مفسدہ ومصلحت دونوں پہلو پر خوب خوب غور کرکے پھر کسی ایک کو راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دے، سدالذرائع کا اصول کن مواقع پر مفید ہوگا اس کے لئے چند اصول وضوابط لکھے جاتے ہیں جن کو سامنے رکھنے سے بڑی حد تک آسانی ہوگی:

۱-ذرائع ایسے ہونے چاہئیں جو زیادہ تر مقاصد تک پہنچانے والے ہوں۔

۲-ذرائع پر عمل کرنے سے نص معارض نہ ہو، اگر نص سے تعارض ہوگا تو ذرائع کالعدم قرار پائیں گے۔

۳-ذرائع پر عمل کرنے سے مقاصد شریعت فوت نہ ہوتے ہوں، اگر ایسا ہوا تو ذرائع غیر معتبر ہوں گے، اس سلسلے میں علامہ عزبن عبدالسلام نے نہایت خوب بات لکھی ہے:''**الوسائل تسقط بسقوط المقاصد**''(قواعد الأحکام ۱/۱۲۸)۔

۴-ذرائع کے سلسلے میں عرف کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے؛ چنانچہ ایسے فتاوی کا سہارا نہ لیا جائے جن میں ذرائع کے عرف کا اعتبار کیا گیا تھا، مگر اب عرف بدل چکا ہو۔

مذکورہ بالا چار بنیادی ضوابط ہیں، جنہیں سدالذرائع کو استعمال میں لانے کے لئے پیش نظر رکھنا ضروری ہے، ورنہ غلطی کا قوی احتمال ہے، اور مفسدہ کو مصلحت اور مصلحت کو مفسدہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔

☆☆☆

سدذرائع

مفتی ریحان مبشر مئوی قاسمی☆

۱- ذریعہ اور سدذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

ذریعہ کسی چیز کے وسیلہ کو کہا جاتا ہے۔الموسوعۃ الفقہیۃ میں ہے:"الذريعة :الوسيلة إلى الشئ" (موسوعہ فقہیہ ۲۴/۲۷۶)،اورسد کا لغوی معنی: پہاڑ ہے۔قرآن میں ہے:" حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ "(سورہ کہف:۹۳)،اس سے آڑ کا معنی بھی مراد لیا جاتا ہے۔فرمان باری ہے:" وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا "(یس:۹)،اس طرح"سد" کا مفہوم بند کرنا، اور راستہ کو روکنا متبادر ہوتا ہے۔ ذریعہ کہتے ہیں: وہ چیزیں جو ظاہراً مباح ہوں ،مگر ان کا ارتکاب کسی فعل محظور تک منتج ہوتا ہو۔"الذريعة :هي الأشياء التي ظاهرها الإباحة ، ويتوصل بها إلى فعل محظور"(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:"والذريعة :ما كان وسيلةً وطريقاً إلى الشئ، لكن صارت في عرف الفقهاء: عبارة عمّا أفضت إلى فعل محرم ، ولو تجرّدت عن ذلك الإفضاء لم يكن فيها مفسدة، ولهذا قيل:الذريعة الفعل الذى ظاهره أنه مباح ، وهو وسيلة إلى فعل المحرم"(فتاوی کبری۶/۱۷۲، ط:دارالکتب العلمیہ)۔

امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:"حقيقتها:التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة"(الموافقات:۵/۱۸۳،ط:دارابن عفان)۔

مندرجہ بالانقول سے سدذریعہ کی جو حقیقت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ: کوئی جائز فعل جب کسی برائی کے لیے وسیلہ بن رہا ہو تو دفع فساد کے لیے ان وسائل پر روک تھام لگانا سدذریعہ ہے۔اسی کو علامہ قرافی مالکیؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:"سد الذرائع، ومعناه :حسم مادّة وسائل الفساد؛ دفعاً لها،فمتى كان الفعل السالم عن المفسدة وسيلةً للمفسدة منع الإمام مالك من ذلك الفعل"(الفروق:۲/۳۲،ط:عالم الکتب)۔

☆ استاذ مدرسہ دارالعلوم مئو، یوپی۔

''تہذیب الفروق''میں امام ابن عربی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ عمل ممنوع ومحظور سے مراد وہ عمل ہے جس کی ممانعت نص سے ثابت ہو۔ ''قال ابن العربي فی کتاب الأحکام :وقاعدة الذریعة التی یجب سدها هوما یؤدی من الأفعال المباحة إلی محظور منصوص علیه لا مطلق محظور'' (تہذیب الفروق ۲/ ۴۴،ط:عالم الکتب)۔

۲-ذریعہ اورسبب میں فرق:

قرآن کریم میں ''سبب'' کئی معانی میں استعمال ہوا ہے، مثلاً کسی چیز کے راستہ پر اس کا اطلاق کیا گیا:''وَاٰتَیْنَاهُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا فَاَتْبَعَ سَبَبًا'' (سورہ کہف: ۸۴-۸۵)،کبھی اس سے دروازہ کو مراد لیا گیا:''لَعَلِّیْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ'' (سورہ غافر:۳۶-۳۷)،کبھی رسی کا مفہوم لیا گیا:'' فَلْیَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَی السَّمَآءِ'' (سورہ حج:۱۵)،ان تمام معانی کا حاصل یہ ہے کہ کسی شی تک پہنچنے کا راستہ سبب کہلاتا ہے۔''ولهذا قال بعضهم: السبب فی اللغة: عبارة عمّا یتوصّل به إلی مقصود ما'' (کشف الاسرار:۴/ ۱۷۰)۔

اصطلاحِ شرع میں اس کی مختلف تعریفات نقل کی گئی ہیں ۔امام سرخسیؒ نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے : ''مایکون طریق الوصول إلی الحکم المطلوب من غیر أن یکون الوصول به، ولکنه طریق الوصول إلیه'' (اصول سرخسی:۲/ ۳۰۱،ط:دارالمعرفہ بیروت)،کسی حکم مطلوب تک پہنچنے کا راستہ سبب کہلاتا ہے، یہ مطلوب تک پہنچنے کے لیے علت اور موثر حقیقی نہیں ہوتا؛ بلکہ یہ مطلوب تک پہنچنے کا طریق ہوتا ہے۔

''شرح التلویح''میں ہے:''وأما السّبب : وهو لغةً : ما یتوصل به إلی الشیء. واصطلاحاً : ما یکون طریقاً إلی الحکم ، والطریق إلیه لامؤثر فیه '' (کشف الاسرار:۲/ ۲۷۴،ط:صبیح مصر)۔

''الاِحکام''میں ہے:''والسبب في اللغة عبارة عمّا یمکن التوصل به إلی مقصود ما.ومنه سُمِّيَ الحبل سببًا والطریق سببًا؛ لإمکان التوصل بهما إلی المقصود، وإطلاقه في اصطلاح المتشرعین علی بعض مسمیاته في اللغة، وهو کل وصف ظاهر منضبط دل الدلیل السمعی علی کونه معرفا لحکم شرعي '' (الاِحکام فی اصول الاحکام للآمدی:۱/ ۱۲۷،ط:المکتب الاسلامی بیروت)۔

فقہائے احناف نے سبب کی چار صورتیں بیان کی ہیں:(اول) سبب حقیقی۔(دوم) سبب بمعنی العلت ۔(سوم) ایسا سبب جس میں علت کا شبہ ہو۔(چہارم) سبب مجاز۔

(اول)سبب حقیقی ایسا سبب ہے جو حکم تک پہنچائے لیکن اس کی طرف وجوب ووجود(حکم) کی نسبت نہ کی جاسکے، بلکہ سبب اور حکم کے درمیان منسوب الی الحکم علت ہو، مگر پھر بھی سبب کی طرف منسوب نہ ہو۔جیسے چور کو کوئی مال بتلایا اور اس

نے چوری کر لی، غلام کی زنجیر کھولی اور وہ فرار ہو گیا، اصطبل یا پنجرہ کو کھولا اور گھوڑے یا پرندے بھاگ گئے، بچے کو چھری دی جس کی وجہ سے اس نے خود کو زخمی کر لیا۔ ان تمام صورتوں میں چوری، راہ فرار اختیار کرنے اور زخمی کرنے کی نسبت چور، غلام، جانور اور بچے کی طرف کی جائے گی کہ مرتکب کے قوت فعل کی وجہ سے مذکورہ امور صادر ہوئے ہیں، یہی ان کی علت ہے، مال کی راہنمائی، زنجیر، اصطبل، پنجرہ کا کھولنا سبب محض ہے، اس لیے ان صورتوں میں تاوان واجب نہ ہوگا۔

(دوم) دوسری قسم سبب بمعنی العلت ہے، اس میں سبب حکم تک پہنچانے والا ہوتا ہے، لیکن اس کی طرف وجوب و وجود (حکم) کی نسبت نہیں کی جاتی، بلکہ سبب اور حکم کے درمیان علت ہوتی ہے، اور وہ علت سبب کی طرف منسوب ہوا کرتی ہے۔ جیسے لٹکی ہوئی قندیل کی رسی کو کاٹ دیا اور وہ ٹوٹ گئی، یا سیال چیز سے بھرے ہوئے مشکیزہ کو پھاڑ دیا اور سارا مال بہہ گیا، یا کسی جانور کو ہنکا دیا اور وہ بھاگ گیا، یا جانور کو کسی کے کھیت میں داخل کر دیا اور اس نے کھیت کا نقصان کر دیا۔ اس طرح کے افعال گو اپنی اصل کے اعتبار سے اتلاف اور بربادی کے لیے وضع نہیں کیے گئے ہیں، لیکن اسی کے فعل کی وجہ سے املاک کا تلف ہوا ہے، اس لیے اس اتلاف کا تاوان واجب ہوگا۔

(سوم) سبب کی تیسری صورت جس میں علت کا شبہ ہوتا ہے، جیسے راستے میں کنویں کا کھودنا کہ راہگیروں کی ہلاکت کا اصل سبب تو خود ان کا وزن ہے، لیکن کنواں کھودنے والے نے گرنے کی رکاوٹ کو ختم کر دیا ہے، تو اس کو بھی شبہ علت کا درجہ حاصل ہے، لہٰذا حکم کی نسبت ایسے شخص کی طرف باعتبار وجود کے کی جائے گی باعتبار ثبوت کے نہیں کی جائے گی، یعنی اگر کوئی اس میں گر کر مر گیا تو دیت تو واجب ہوگی اور مرنے والا اگر مورث تھا تو وہ میراث سے محروم بھی نہ ہوگا۔

(چہارم) سبب مجاز ہے، امام سرخسی نے اس کا مفہوم یہ نقل کیا ہے کہ جو حکم شرعی کا صورتاً سبب ہو، حقیقتاً اور معنی سبب نہ ہو، جیسے: اللہ کی قسم کھانا، کہ صورتاً کفارہ کا سبب ہے معنی نہیں ہے؛ کیوں کہ قسم کا مقصد کفارہ کی ادائیگی نہیں، بلکہ کفارہ اصل میں حانث ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے نہ کہ یمین سے (اصول السرخسی: ۲/ ۳۰۴، باب القیاس، فصل فی بیان تقسیم السبب، ط: دار المعرفۃ، بیروت، نیز دیکھئے: المغنی فی اصول الفقہ للخبازی، ص ۳۳۷-۳۴۰، طبع: ام القری مکۃ المکرّمہ)۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ مذکورہ تفصیلات فقہائے احناف کی ترجیحات پر ہیں، دوسرے علمائے اصول کے نزدیک سبب وہ ہے جس کے پائے جانے کے وقت ہر حال میں حکم پایا جائے، چاہے وہ حکم اس کے مناسب ہو، اور ہماری عقل اس مناسبت کا ادراک کرتی ہو، جیسے سفر میں مشقت ہونے کی وجہ سے رمضان کے روزوں کو موخر کرنا، یا عقل کو خراب کرنے کی وجہ سے نشہ آور چیزوں کا حرام ہونا۔ یا ہماری عقل اس کا ادراک نہ کرتی ہو، جیسے دلوک شمس کی وجہ سے ظہر کی نماز کا واجب ہونا، روزہ کے واجب ہونے کے لیے ماہ رمضان کا پانا، حج کی فرضیت کے لیے اشہر حج کا آجانا۔

"وفی الإصطلاح الأصولی: هو وصف ظاهر منضبط، دل الدلیل السمعی علی کونه علامةً لحکم شرعی۔ وقد یکون السبب مناسبا للحکم، فیسمی أیضًا علّة، کالسفر سبب لجواز الفطر فی رمضان، وهو مناسب ظاهر، لتضمنه معنی المشقة التی تقتضی الترخیص، والإسکار سبب لتحریم الخمر، وهو وصف مناسب؛ لأنه یذهب العقول ویضیعها۔ وقد یکون غیر مناسب، کدلوک الشمس هو سبب لوجوب صلاة الظهر فی قوله تعالی: ﴿أَقِمِ الصَّلاَةَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ﴾ (الإسراء:۷۸)۔وعقولنا لا تدرک وجه المناسبة الظاهر بین السبب والحکم، ومثل ذلک شهود شهر رمضان لوجوب الصوم، وأشهر الحج لفرضیته .وحکم السبب: أنه إذا وجد ترتب علیه مسببه حتمًا سواء کان مسببه حکماً تکلیفیًا، کإباحة الفطر فی رمضان بسبب السفر"(سدالذرائع لوہبۃ مصطفیٰ الزحیلی)۔

سبب کا استعمال قواعد میں:

فقہ حنفی میں سبب فقہی قاعدہ کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے۔

قاعدہ نمبر(۱): "ما کان سبباً لمحظور فهو محظور"۔

علامہ شامیؒ نے گانے بجانے کی حرمت کے بیان میں ممنوعہ اشعار کا حکم نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جن اشعار میں امردلڑکوں اور نازنینوں کے حسن، ان کے قدوقامت اور دیگر اوصاف کا تذکرہ ہو، ان اشعار کو اوباشوں کے سامنے پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ شہوت ابھارنے والے ایسے اشعار کو سن کر ان کا ذہن ناجائز امور کی طرف منتقل ہوگا۔اور اس مقام پر انھوں نے ایک قاعدہ نقل کیا ہے:'' ما کان سبباً لمحظور فهو محظور " جو کسی ممنوع شئ کا سبب بنے تو وہ شئ خود ممنوع ہوجاتی ہے(شامی زکریا:۹/ ۵۰۴)۔

قاعدہ نمبر(۲):" إذا اجتمع المباشر والمتسبب ، أضیف الحکم إلی المباشر "۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ نے الاشباہ والنظائر میں سترہواں قاعدہ اسی کو نقل کیا ہے۔علامہ حمویؒ مباشر ومتسبب کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"حد المباشر أن یحصل التلف بفعله، من غیر أن یتخلل بین فعله والتلف فعل مختار، کذا فی الولوالجیة من کتاب القسمة ، ویفهم منه أن حد المتسبب هو الذی حصل التلف بفعله، وتخلل بین فعله والتلف فعل مختار"(الاشباہ مع الحموی:۱/ ۴۶۶)۔

مباشر کی تعریف یہ ہے کہ: نقصان اسی کی وجہ سے ہوا ہو، اور اس کے فعل اور تلف میں کوئی فعل مختار نہ ہو، متسبب میں فعل اور تلف کے درمیان کوئی فعل مختار ہوا کرتا ہے۔اس قاعدہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر فعل کا براہ راست مرتکب ایسی

صلاحیت رکھتا ہو کہ اس کی طرف فعل کی نسبت کی جاسکے تو فعل اسی کی طرف منسوب ہوگا، جو شخص بالواسطہ اس کا ذریعہ بنا ہو، اس کی طرف اس فعل کی نسبت نہیں جائے گی، مثال کے طور پر اگر کسی نے راستہ سے ہٹ کر کنواں کھودا، اور اس میں گر کر کوئی مر گیا تو براہ راست اس کا سبب خود اس شخص کا چلنا اور بالواسطہ دوسرے شخص کا کنواں کھودنا ہے، تو اس ہلاکت کی ذمہ داری کنواں کھودنے والے پر ہوگی۔

کتب فقہیہ میں یوں تو بے شمار مسائل سبب پر متفرع ہوتے ہیں، جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوا، مگر ایسے اعمال جو معصیت کے لیے سبب بنیں ان کے احکام میں بعض کتابوں میں تضاد نظر آتا ہے، اس معنی کر سبب کا یہ پہلو بظاہر الجھا ہوا معلوم ہوتا ہے، مفتی شفیع عثمانی صاحبؒ نے ان مسائل میں تضاد ختم کرنے کی کوشش کی ہے، دوران تطبیق سبب کی ایک دوسری تقسیم وجود میں آتی ہے۔ اس بحث کا خلاصہ نقل کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے، نقل کرنے سے وہ مسائل مقصود نہیں ہیں، بلکہ وہ تقسیم پیش نظر ہے جو مذکورہ بالا تقسیم سے علیحدہ وجود میں آئی ہے۔ پہلے ان مسائل کو نقل کیا جاتا ہے، پھر تطبیق اور تقسیم کا خلاصہ پیش کیا جائے گا، وہ مسائل درمختار میں مذکور ہیں:

(الف) انگور کا شیرہ ایسے شخص کو فروخت کرنا جائز ہے جو اس سے شراب بنانے کا ارادہ رکھتا ہے، اس لیے کہ معصیت بعینہ شیرہ انگور کے ساتھ قائم نہیں ہے، بلکہ اس میں تصرف وتبدیلی کے بعد معصیت کا تعلق ہوتا ہے (درمختار مع شامی زکریا:۹/۵۶۰)۔

(ب) گھروں کو ایسے افراد کو کرایہ پر دینا جو اس میں گرجا گھر بنانے یا شراب بیچنے کا ارادہ رکھتے ہوں، امام صاحب کے نزدیک جائز ہے، اور صاحبین کے نزدیک ناجائز (درمختار مع شامی زکریا:۹/۵۶۱-۵۶۳)، ان میں مفتی بہ کون ہے؟ بیشتر کتابوں میں اس کی صراحت نہیں ہے، البتہ ''حاشیہ زیلعی چلپی'' میں مرقوم ہے: '' **قول الإما م قياس وقول صاحبيه استحسان** '' پس اصولی قاعدہ کی رو سے استحسان پر فتوی ہونا چاہیے۔

اور ''خلاصۃ الفتاوی'' میں امام صاحب کا قول یوں مذکور ہے: '' **يصح الإجارة ولكن يأثم** '' ۔

(ج) زمانہ جنگ میں دشمنوں کو اسلحہ فروخت کرنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ معصیت بعینہ ہتھیاروں کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

(د) امرد لڑکے کو اغلام بازی کرنے والے شخص کو فروخت کرنا مکروہ ہے؛ کیوں کہ معصیت بعینہ اس امرد غلام کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔

مذکورہ بالا مسائل میں مفتی صاحب کی تطبیق کا خلاصہ یہ ہے کہ: تسبب ایک وسیع مفہوم ہے جو سارے مباحات کو

شامل ہے، زمین سے غلہ اور پھل اگانے والا اس کا بھی سبب بنتا ہے کہ اس غلہ سے اعداء اللہ کو نفع پہنچے، کپڑا بننا، مکان بنانا ان سب میں بھی یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک بر و فاجر ان کو خریدتا اور استعمال کرتا ہے، اور اپنے فسق وفجور میں بھی استعمال کرتا ہے، اگر اس طرح حرمت کو عام کر دیا جائے تو شاید دنیا میں کوئی کام بھی جائز نہ رہے؛ اس لیے اسباب میں فرق کرنا ضروری ہے۔

سبب کی دو قسم ہے: سبب قریب، سبب بعید۔ سبب بعید، جیسے: کھیتی کرنا، کپڑا بننا وغیرہ، یہ مباح اور جائز ہیں۔

سبب قریب کی دو قسمیں ہیں: (اول) وہ سبب گناہ کے لیے محرک و باعث و جالب ہو۔ (دوم) وہ سبب گناہ کے لیے محرک نہ ہو؛ بلکہ صدور معصیت کسی دوسرے فاعل مختار کے اپنے فعل سے ہو۔ اول جیسے: معبودان باطلہ کو گالی دینا کہ یہ اللہ پاک کی شان میں گستاخی کا محرک بنتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ: یہ حرام ہیں، اور معصیت کی نسبت اس شخص کی طرف ہوگی جس نے سبب کا ارتکاب کیا، کسی فاعل مختار کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے معصیت کی نسبت اس سے منقطع نہ ہوگی، اور سبب کا ارتکاب معصیت کا ارتکاب سمجھا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں دوسرے کے والدین کو گالی دینے والے کے حق میں اپنے ماں باپ کو گالی دینے والا کہا گیا ہے۔ ایسے ہی اسباب کے متعلق علامہ شاطبیؒ نے ''الموافقات'' میں لکھا ہے: '' **إيقاع السبب إيقاع للمسبب**''۔

سبب کی دوسری قسم کی مثال شیرہ انگور کی بیع اور گھر کو کرایہ پر دینا ہے، شیرہ انگور خریدنے سے خمر، اور اجارۂ دار سے عبادتِ اصنام لازم نہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر معصیت کا ارادہ ہو کہ اس سے شراب اور غیر اللہ کی عبادت کا شیوع ہوگا تو حرام ہے، اور گناہ کا ارادہ نہیں تو دو صورت ہے: اول غلط کام کا علم نہ ہو کہ شراب بنے گی یا غیر اللہ کی پوجا ہوگی تو بیع اور اجارہ دونوں جائز، اور اگر غلط کام کا علم ہو تو بیع اور اجارہ مکروہ ہوگا، اسی صورت میں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے۔

اختلاف لفظی یا حقیقی؟

مذکورہ مسئلہ میں امام صاحب کی طرف جو قول جواز منقول ہے اس کا مطلب وہی ہے جو خلاصۃ الفتاوی میں نقل کیا گیا ہے کہ عقد جائز ہوگا مگر گناہ ہوگا، صاحبین اگر عقد کو ناجائز مان کر متعاقدین کے لیے مبیع اور ثمن میں تصرف کو روا نہ جانیں تو یہ اختلاف حقیقی رہے گا۔ اور اگر صاحبین کے عدم جواز سے مراد صرف ارتکاب گناہ ہو فساد عقد نہ ہو تو یہ لفظی ہوگا کہ صاحبین کے نزدیک ناجائز بمعنی الاثم والمعصیت، اور امام صاحب نے جائز قرار دیا بمعنی جواز عقد نہ بمعنی رفع اثم۔ پھر اس مکروہ کی بھی دو قسم ہوگی: اول: معصیت بغیر کسی تغیر وتصرف کے عین کے ساتھ متعلق ہو، دوسرے یہ کہ کچھ تغیر وتصرف کے بعد وہ معصیت کے کام آئے، اول مکروہ تحریمی اور دوم مکروہ تنزیہی ہوگا (جواہر الفقہ جدید مبوب: ۷/ ۵۰۸-۵۱۴، ط: زکریا دیوبند)۔

ذریعہ اور سبب میں فرق:

سبب کی مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ سبب اور ذریعہ میں لغوی معنی کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں، البتہ اصطلاح میں فرق ہے، وہ یہ ہے کہ: ذریعہ سے فعل مباح کے ذریعہ کسی امر ممنوع تک پہنچنے کا ارادہ ہوتا ہے، اور سبب پر کسی شئ کا ترتب ہوتا ہے، وہ شئ مطلوب ہو یا نہ ہو، اس معنی کے اعتبار سے سبب عام ہوگا، اور جب عامل فعل مباح سے محظور شرعی تک پہنچنے کا ارادہ رکھے گا تو اس پر ذریعہ کا اطلاق بھی ممکن ہوگا، اور جب کوئی عمل مطلوب تک پہونچانے والا ہوگا، لیکن اس کے ذریعہ محظور شرعی تک پہنچنے کا ارادہ نہ ہوگا تو سبب کہلائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے دونوں میں دوسرا فرق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”الذریعة الفعل الذی ظاهره أنه مباح، وهو وسیلة إلی فعل المحرم، أمّا إذا أفضت إلی فساد لیس هو فعلا کإفضاء شرب الخمر إلی السکر وإفضاء الزنا إلی اختلاط المیاه، أو کان الشئ نفسه فساداً کالقتل والظلم، فهذا لیس من هذا الباب، فإنا نعلم أنما حرّمت الأشیاء لکونها فی نفسها فساداً بحیث تکون ضرراً لا منفعة فیه، أو لکونها مفضیة إلی فساد بحیث تکون هی فی نفسها فیها منفعة، وهی مفضیة إلی ضرر أکثر منها فتحرم، فإن کان ذلک الفساد فعل محظور سمیت ذریعة وإلا سمیت سببًا ومقتضیاً ونحو ذلک من الأسماء المشهورة“(الفتاوی الکبری:۶/۱۷۲-۱۷۳،ط:دارالکتب العلمیة، بیروت)۔

یعنی ذریعہ وہ فعل ہے جو ظاہراً مباح ہو مگر وہ کسی فعل حرام کا وسیلہ بن رہا ہو۔ لیکن جب وہ فعل ایسے فساد کی طرف مفضی ہو جو فساد کوئی فعل نہ ہو، جیسے: شرب خمر کا نشہ کی طرف لے جانا کہ نشہ فی نفسہ کوئی فعل نہیں، اسی طرح زنا کا مائے محترم کے اختلاط کی طرف مفضی ہونا کہ اختلاط کوئی فعل نہیں، یا وہ شئ بذات خود فساد ہو جیسے: ظلم اور قتل تو اس کا تعلق سد ذریعہ سے نہ ہوگا؛ کیوں کہ اشیاء میں حرمت کا حکم لگانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ بذات خود فاسد اور غیر منفعت بخش ہوتی ہیں، یا ان میں فی نفسہ منفعت تو ہوتی ہے مگر ان کا نقصان نفع سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس لیے حرام ہو جاتی ہیں۔ اگر وہ فساد فعل محظور ہو تو اس کا نام ذریعہ ہوگا، اور اگر فعل محظور نہ ہو تو سبب کہلائے گا۔

ابن تیمیہ کی اس تقریر سے ذریعہ اور سبب میں بہت باریک فرق نظر آتا ہے، وہ یہ کہ عمل جس شئ کی طرف منتج ہو، اگر وہ فعل ہوگا تو ذریعہ ہوگا، جیسے جنگ کے ایام میں دشمن سے ہتھیاروں کی خرید وفروخت فتنہ کا باعث ہے حرام ہے، یہاں بیع وشراء ایک طرح کا فعل ہے تو یہ ذریعہ کہلائے گا، اور اگر وہ فعل نہ ہو جیسے: نشہ، منی کا اختلاط، یہ فعل نہیں ہیں، انھیں سبب کہا جائے گا۔

۳-سدذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسالک:

سدذرائع کی حجیت وعدم حجیت میں گوفقہائے کرام کا اختلاف نقل کیا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کی بعض انواع متفق علیہ ہیں، بعض میں اختلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام دبستانِ فقہ میں کمی وبیشی کے ساتھ اس کا استعمال ہوا ہے، جیسا کہ دیگر سوالات کے ضمن میں یہ مضمون آرہا ہے۔

بہرحال امام مالکؒ کے نزدیک یہ حجت ہے، امام شاطبی نے لکھا ہے کہ: فقہ مالکیہ میں بیشتر ابواب میں اس کو دلیل بنایا گیا ہے، امام قرافی مالکیؒ نے تنقیح الفصول میں استقراء کے ذریعہ سترہ ادلہ شرعیہ کو نقل کیا ہے، اس میں سدذریعہ کو بھی جگہ دی ہے۔

"فأما أدلة مشروعيتها فتسعة عشر بالاستقراء، وأما أدلة وقوعها فلا يحصرها عدد، فلنتكلم أولاّ عن أدلة مشروعيتها، فنقول:هي الكتاب والسنة، وإجماع الأمة ، وإجماع أهل المدينة، والقياس، وقول الصحابى، والمصلحة المرسلة، والاستصحاب، والبراء ة الأصلية، والعوائد، والاستقراء، وسد الذرائع، والاستدلال، والاستحسان، والأخذ بالأخف، والعصمة، وإجماع أهل الكوفة، وإجماع العترة، وإجماع الخلفاء الأربعة"(شرح تنقيح الفصول:۴۴۵،الباب العشرون في جمع أدلة المجتهدين،ط:شركة الطباعة الفنية المتحدة)۔

"قال الشاطبى: قاعدة الذرائع حكّمها مالك فى أكثر أبواب الفقه"(الموافقات:۵/ ۱۸۲،ط:دارابن عفان)۔

"مذهبه مبني على سد الذرائع واتقاء الشبهات ، فهو أبعد المذاهب عن الشبهة"(مواهب الجليل ۱/ ۲۶،ط:دارالفكر)۔

اورحنابلہ نے بھی اس کا اعتبار کیا ہے۔

" يقول ابن النجار: (وتسد) بالبناء للمفعول (الذرائع) جمع ذريعة ، (وهي) أي الذريعة (ما) أي شيء من الأفعال أو الأقوال (ظاهره مباح ويتوصل به إلى محرم)، ومعنى سدها المنع من فعلها؛ لتحريمه"(الكوكب المنير :۴/ ۴۳۴،ط:العبيكان)۔

دوسری طرف شوافع اوراحناف نے اس کوادلہ شرعیہ ماننے سے انکار کیا ہے۔

"يقول الباجى: ذهب مالكؒ إلى المنع من الذرائع ...... وقال أبو حنيفة والشافعى: لا يجوز المنع من الذرائع" (إحكام الفصول فى أحكام الأصول ۲/ ۵۶۷،إرشاد الفحول للشوكانى ۲/ ۱۹۳،ط:دارالكتاب العربى)۔

یہاں ایک تیسرا موقف ابن حزمؒ کا ہے، انھوں نے بڑے سخت الفاظ میں سدذریعہ کی تردید کرتے ہوئے باطل

قرار دینے کی کوشش کی ہے، وہ لکھتے ہیں: جو شخص محض تہمت یا احتیاط سد ذریعہ کی وجہ سے حکم لگائے تو وہ ظن پر فیصلہ کرنے والا ہوگا، اور ظن وگمان کے مطابق باطل اور غلط فیصلہ ہوتا ہے، یہ جائز نہیں ہے، یہ خواہشات نفس کے مطابق حق سے منحرف ہوتے ہوئے فیصلہ مانا جائے گا، ہم ایسے مذہب سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، پھر بذات خود اس مذہب میں تناقض اور فساد ہے؛ اس لیے کہ ہر ایک شخص خود کو صحیح سمجھ کر دوسرے پر تہمت لگاتا ہے، اس طرح جب حرام میں وقوع کے خوف سے لوگ حلال چیزوں کو ممنوع قرار دیں تو انہیں زنا کے خوف سے لوگوں کو خصی کرنا، کفر میں داخل ہونے کے خوف سے لوگوں کو قتل کرنا، خمر کے خوف سے انگور کی کھیتی سے باز رہنا بھی ضروری ہوجائے گا، اس سرزمین پر اس سے خراب مذہب کوئی ہو ہی نہیں سکتا (الإحکام فی اصول الاحکام: ۶/ ۱۳، طبع دار الکتب المصریہ)۔

قائلین کے دلائل:

مالکیہ اور حنابلہ نے آیت: ’’**وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ** ‘‘ (سورہ انعام: ۱۰۸) سے استدلال کیا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں مشہور مالکی عالم مفسر امام قرطبی لکھتے ہیں: ’’**قال العلماء: فمتى كان الكافر فى منعة وخيف أن يسب الإسلام و النبى عليه السلام و الله عز وجل، فلا يحل لمسلم أن يسب صلبانهم ولا دينهم ولا كنائسهم ...... لأنه بمنزلة البعث على المعصية ...... فى هذه الآية أيضا ضرب من الموادعة، ودليل على وجوب الحكم بسد الذرائع**‘‘ (تفسیر قرطبی: ۷/ ۶۱، ط: دار الکتب المصریہ)۔

یعنی: علماء نے کہا ہے کہ جب کسی کافر کے معبودوں اور ان کے مذہب کو برا بھلا کہنے سے وہ ہمارے دین کو برا بھلا کہے، اللہ اور اس کے رسول کو گالی دے تو معبودان باطلہ کو سب وشتم کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اس آیت میں اس قسم کی دھمکی اور سد ذرائع کی دلیل موجود ہے۔

دوسری آیت: ’’ **يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ** ‘‘ (سورہ بقرہ: ۱۰۴) سے استدلال کیا ہے۔

اس کے تحت امام قرطبی لکھتے ہیں: ’’**فى هذه الآية دليلان ...... الثانى: التمسك بسدّ الذرائع وحمايتها، وهو مذهب مالك وأصحابه، وأحمد بن حنبل في رواية عنه، وقد دل على هذا الأصل الكتاب والسنّة، أما الكتاب فهذه الآية ، ووجه التمسك بها: أن اليهود كانوا يقولون ذلك، وهى سبّ بلغتهم، فلما علم الله ذلك منهم منع من إطلاق ذلك اللفظ؛ لأنه ذريعة للسبّ**‘‘ (تفسیر قرطبی:

۲/ ۵۷، ط: دار الکتب المصریہ)۔

اس آیت میں دو دلیلیں موجود ہیں: دوسری دلیل سد ذرائع سے استدلال کرنے کی ہے، یہ امام مالک اور ان کے متبعین اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا مذہب ہے، اور اس اصل پر قرآن وسنت کی دلیل موجود ہے، کتاب اللہ کی دلیل تو یہی آیت کریمہ ہے، وجہ استدلال یہ ہے کہ، اللہ کے رسول ﷺ کو یہودی ''راعنا'' کہہ کر بلاتے تھے، اور یہ لفظ ان کی زبان میں گالی کے طور پر استعمال ہوتا تھا، مسلمانوں کا مقصد اس لفظ سے رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے کا ہرگز نہیں تھا پھر بھی اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو یہ لفظ کہنے سے منع کر دیا؛ کیوں کہ گالی کا وسیلہ بنتا تھا۔

ذیل کی احادیث کو بھی اس باب کی حجیت کے اہم مستدلات میں سے شمار کیا گیا ہے:

حدیث اول: **''عن النعمان بن بشير قال: سمعته يقول: سمعت رسول الله ﷺ يقول وأهوى النعمان بأصبعيه إلى أذنيه: ''إن الحلال بين وإن الحرام بين، وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام، كالراعى يرعى حول الحمى، يوشک أن يرتع فيه ، ألا وإن لكل ملک حمى، ألا وإن حمى الله محارمه'** (مسلم : کتاب المساقات، باب اخذ الحلال وترک الشبہات)۔

حدیث ثانی: **''عن أبى الحوراء السعدى، قال: قلت للحسن بن على رضى الله عنهما: ما حفظت من رسول الله ﷺ؟ قال: حفظت منه:'' دع ما يريبک إلى ما لا يريبک''** (نسائی: کتاب الاشربہ، الحث علی ترک الشبہات)۔

حدیث سوم: **'' عن النواس بن سمعان الأنصارى،قال: سألت رسول الله ﷺ عن البر والإثم، فقال: '' البر حسن الخلق ، والإثم ما حاک فى صدرک، وكرهت أن يطلع عليه الناس ''**(مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تفسیر البر والاثم)۔

''ومن أحسن ما يستدل به على هذا الباب ما قدمنا ذكره من قوله ﷺ: ألا وإن حمى الله معاصيه ، إلخ ''(ارشاد الفحول: ۲/ ۱۹۶، ط: دار الکتاب العربی)۔

ابن القیم نے سد ذرائع کے اثبات پر ننانوے دلائل نقل کیے ہیں، وہ لکھتے ہیں: **''ولنقتصر على هذا العدد من الأمثلة الموافقة لأسماء الله الحسنى التى من أحصاها دخل الجنة، تفاؤلاً بأنه من أحصى هذه الوجوه، وعلم أنها من الدين وعمل بها دخل الجنة؛ إذ قد يكون قد اجتمع له معرفة أسماء الرب**

تعالی ومعرفة أحکامه ، وللّٰه وراء ذلک أسماء وأحکام"(اعلام الموقعین ۳/ ۱۱۰ تا ۱۲۶، ط: دار الکتب العلمیہ بیروت)۔

علامہ ابن حزم نے اپنی کتاب الاحکام فی اصول الاحکام (جلد ششم) میں قائلین کے دلائل نقل کر کے ان تمام پر بہت سختی سے رد کیا ہے، مضمون بہت طویل ہے، اور سوال سے متعلق نہ ہونے کی وجہ سے دلائل اور ان کے جوابات کو ترک کر دیا گیا ہے۔

سد ذرائع کی حیثیت:

سد ذرائع ادلہ شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے، یا اس کی حیثیت ایک فقہی اصول وقاعدے کی ہے؟ اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ ایک اصولی قاعدہ ہے، فقہ اسلامی کے اصول میں سے کوئی اصل نہیں ہے، جیسا کہ محمد ہاشم برہانی نے سد ذرائع کی حیثیت پر مفصل کلام کے بعد لکھا ہے:

"**الحقیقة الثالثة :إن سد الذرائع کقاعدة :هو أقرب الأشیاء إلی حقیقته ، وإنها تدخل في سلک القواعد الأصولیة دون الفقهیة ، فهو من مباحث علم الأصول لا من مباحث الفقه**" (سد الذرائع فی الشریعة الإسلامیة، ص: ۱۷۴)۔

۴- اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک ذرائع کے مختلف درجات ورجحانات:

علماء نے ذرائع کی دو حیثیت سے تقسیم کی ہے: ایک تقسیم ان نتائج کے اعتبار سے ہے جو عموماً اس پر مرتب ہوتے ہیں، دوسری تقسیم مفسدہ تک پہونچانے کے اعتبار سے ہے۔

پہلی تقسیم کی تفصیل:

اس تقسیم کا بیان اعلام الموقعین کے اندر ہے، چنانچہ ابن قیم نے ذریعہ کی ابتداءً دو قسم کی ہے: اول: وہ ذریعہ مفسدہ تک پہنچانے کے لیے ہی وضع کیا گیا ہو، جیسے: سکر تک پہونچانے والے مسکرات۔ دوم: وہ ذریعہ کسی جائز یا مستحب کام تک لے جاتا ہو، مگر ساتھ ہی ساتھ وہ حرام کام کا بالقصد یا بلا قصد ذریعہ بھی بنتا ہو۔ بالقصد کی مثال: حلالہ کے ارادہ سے نکاح کرنا۔ بلا قصد کی مثال: مشرکین کے سامنے ان کے معبودوں کو گالی دینا۔

"**الفعل أو القول المفضی إلی المفسدة قسمان: أحدهما: أن یکون وضعه للإفضاء إلیها، کشرب المسکر المفضی إلی مفسدة السکر...... والثانی: أن تکون موضوعةً للإفضاء إلی أمر جائز أو مستحب، فیتخذ وسیلة إلی المحرم إما بقصده أو بغیر قصد منه؛ فالأول کمن یعقد النکاح قاصداً به**

التحلیل...... والثانی:من یسبّ أرباب المشرکین بین ظهرھم"(اعلام الموقعین:۳/۱۰۹،ط:دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

پھراس نوع ثانی کی دوصورت ہوتی ہے:اول:فعل کی مصلحت اس کے مفسدہ پر غالب اورراجح ہو،دوم:مفسدہ اس کی مصلحت پرراجح ہو۔

"**ثم هذا القسم من الذرائع نوعان: أحدهما: أن تكون مصلحة الفعل أرجح من مفسدته، والثانی: أن تكون مفسدته راجحة علی مصلحته**"(اعلام الموقعین:۳/۱۰۹،ط:دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

اس طرح کل چارقسمیں ہوں گی:

قسم اول:جوصرف مفسدہ تک پہونچانے کے لیے وضع کیا گیاہو۔جیسے:نشہ آوراشیاءکااستعمال نشہ کےمفسدہ تک لےجاتاہے۔

قسم ثانی:جس کی وضع مباح کام کے لیے ہوئی ہے،لیکن اس سے کسی مفسدہ کاارادہ کیاگیاہو،جیسے غیرمحارم عورت سے نکاح جائزہے،مگراس کے ذریعہ سے حلالہ کاارادہ کیاجائے۔

تیسری قسم:جومباح کام کے لیے وضع کیاگیاہو،مفسدہ تک پہنچنے کاارادہ نہ ہو،مگراکثرمفسدہ تک رسائی ہوجاتی ہو،اورمفسدہ مصلحت سے راجح ہو، جیسے:معبودان باطلہ کوسب وشتم فی نفسہ مباح ہے،اوراس سے برائی کاارادہ بھی نہیں ہوتا،مگرکسی کافرکےسامنے یہ کام کرنے سےمفسدہ سامنے آجائے گا،اوروہ اللہ اوراس کے رسول ﷺ کوگالی دینے پرآمادہ ہوجائے گا۔

چوتھی قسم:جومباح کام کے لیے وضع کیاگیاہو،لیکن وہ گاہے بگاہےمفسدہ تک پہونچادیتاہو،اوراس کی مصلحت مفسدہ سےراجح ہو،جیسے:مخطوبہ کودیکھنا(اعلام الموقعین:۳/۱۱۰،ط:دارالکتب العلمیہ)۔

دوسری تقسیم کی تفصیل:

مفسدہ تک پہونچانے کےاعتبارسےذرائع کے چاردرجات مقررکیے گئے ہیں:

اول:وہ ذرائع جن کے نتیجے میں فساد کاپیداہونایقینی ہو،جیسے:کسی کےدروازہ اورگزرگاہ پررات کےاندھیرے میں کنواں کھوددیناکہ گھرسےباہرنکلنےوالےکااس میں گرجانایقینی ہو۔

"**أحدھا:ما یکون أداؤه إلی المفسدة قطعیاً، کحفر البئر خلف باب الدار فی الظلام، بحیث یقع الداخل فیه بلا بد، وشبه ذلک**"(أصول الفقہ الإسلامی:۲/۸۸۵،ط:دارالفکر،دمشق)۔

دوم:وہ ذرائع جن کے نتیجے میں فساد کاپیداہونااتفاقی امراورنادرہو،مثلاً:کسی ایسی جگہ کنواں کھودناجوعام گزرگاہ

نہیں، لیکن کبھی اتفاقاً کوئی ناواقف شخص اندھیرے میں گزرتے ہوئے اس میں گرسکتا ہے۔

"والثانی:ما یکون أداؤه إلى المفسدة نادراً کحفر البئر بموضع لا یؤدی غالبا إلى وقوع أحد فيه، وبيع الأغذية التی غالبها أن لا تضر أحداً" (أصول الفقہ الإسلامی:۲/ ۸۸۵،ط:دارالفکر دمشق)۔

سوم: وہ ذرائع جو اکثر وبیشتر کسی فساد اور بگاڑ کا ذریعہ ہیں جن کے موجب فساد ہونے کا غالب اندیشہ ہو، جیسے: جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار کی فروخت، غالب یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف استعمال ہوگا، یا کسی شراب ساز کے ہاتھ انگور کی بیع کہ غالب یہی ہے کہ وہ انگور سے شراب تیار کرے گا۔

"والثالث:ما يكون أداؤه إلى المفسدة كثيراً لا نادراً ، ويغلب على الظن إفضاؤه إلى الفساد،كبيع السلاح من أهل الحرب، وبيع العنب إلى الخمّار" (أصول الفقہ الإسلامی:۲/ ۸۸۵،ط:دارالفکر دمشق)۔

چہارم: وہ ذرائع جو بسا اوقات موجب فساد ہوتے ہیں لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا، لیکن ان کا موجب فساد ہونا بالکل نادر بھی نہیں، جیسے بیوع کی بعض صورتیں جو بسا اوقات ربوا کو موجب ہوجاتی ہیں، لیکن یہ صورت نہ غالب ہے اور نہ بالکل نادر۔

"والرابع:أن يكون كثيراً لا غالبًا، كمسائل بيوع الآجال ؛فإنها تؤدى إلى الربا كثيراً لا غالباً، وهذا موضع نظر والتباس ، فإما أن ينظر إلى أصل الإذن بالبيع، فيجوز وهو مذهب الشافعى وأبى حنيفة ...... وإما أن ينظر إلى كثرة المفسدة وإن لم تكن غالبةً ، فيحرم ، وهو مذهب مالك وأحمد" (أصول الفقہ الإسلامی:۲/ ۸۸۵-۸۸۶،ط:دارالفکر دمشق)۔

ذرائع کے احکام:

سد ذریعہ کی پہلی قسم کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے، امام قرافی مالکیؒ نے لکھا ہے:"بل الذرائع ثلاثة أقسام : قسم أجمعت الأمة على سده ومنعه وحسمه ، كحفر الآبار في طرق المسلمين ، فإنه وسيلة إلى إهلاكهم فيها ، وكذلك إلقاء السمّ في أطعمتهم ، وسبّ الأصنام عند من يعلم من حاله أنه يسبّ اللّٰه تعالى عند سبّها" (الفروق:۲/ ۳۲،ط:عالم الکتب)۔

یعنی ذرائع کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس پر بندش عائد کرنے ،اسے روکنے اور اس کو ختم کرنے پر امت کا اجماع ہے، جیسے عام گذرگاہوں پر کنواں کھودنا، اس لیے کہ یہ لوگوں کے ہلاک کرنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح لوگوں کے کھانے میں زہر ملادینا، یا غیر مذاہب کے معبودان باطلہ کو یہ جانتے ہوئے برا کہنا کہ وہ اس کے جواب میں اللہ کو برا کہیں گے۔

دوسری قسم: یعنی وہ ذرائع جن کے نتیجے میں کبھی اتفاقاً فساد کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہوتو ایسے اسباب وذرائع کو ممنوع نہیں قرار دیا جائے گا۔اس قسم کے سلسلے میں امام قرافی مالکیؒ نے لکھا ہے:

”قسم أجمعت الأمة على عدم منعه، وأنه ذريعة لا تسدّ، ووسيلة لا تحسم، كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر؛ فإنه لم يقل به أحد، كالمجاورة في البيوت خشية الزنا“(الفروق ۲/ ۳۲، ط: عالم الکتب)۔

وہ قسم جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ ممنوع نہیں اور نہ ان ذرائع پر بندش عائد کی جاسکتی ہے، جیسے: انگور کی کاشت پر اس لیے پابندی عائد نہیں کی جاسکتی کہ اس سے شراب سازی کے لیے خام مواد فراہم ہوگا، کہ اس کا کوئی قائل نہیں، اسی طرح پڑوس میں گھر بنانا اس لیے ممنوع نہیں کہ بدکرداری کا اندیشہ ہے۔

تیسری صورت: یعنی وہ ذرائع جن کے بارے میں غلبہ ظن ہے کہ وہ موجب فساد ہوں گے، ان کے بارے میں بھی علماء کی یہی رائے ہے کہ ایسے ذرائع کا سد باب ضروری ہے، اس لیے کہ عام طور پر شرع میں ظن غالب کو علم ویقین کا درجہ دیا جاتا ہے، اور ایسے ذرائع کا ارتکاب علی العموم ممنوعات کے ارتکاب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔امام قرافی مالکی کی رائے میں جس طرح پہلی قسم کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے اسی طرح دوسری قسم کی ممانعت پر بھی اجماع ہے، وہ لکھتے ہیں:

”وما أجمع على سدّه كالمنع من سبّ الأصنام...... وحفر الآبار في طرق المسلمين إذا علم وقوعهم فيها أو ظن، أوإلقاء السمّ في أطعمتهم إذا علم أو ظن أنهم يأكلونها فيهلكون“(الفروق ۳/ ۲٦٦، ط: عالم الکتب)۔

جن اعمال کے ذریعہ فساد بن جانے کا ظن غالب ہو، ان کی ممانعت پر بھی اجماع ہے، جیسے عام گزرگاہوں پر کنواں کھودنا، چاہے اس میں کسی کے گرنے کا یقین ہو یا ظن غالب ہو، یا کھانے میں زہر ملانا، چاہے کھا کر ہلاک ہونے کا یقین ہو یا ظن غالب ہو۔

چوتھی صورت: یعنی وہ ذرائع جن کے نتیجے میں کسی فساد کا پیدا ہونا نہ اکثری ہے اور نہ نادر، لیکن بسا اوقات ایسا ہو جایا کرتا ہے، یہی وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت کے باب میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور ابن حزم کا نقطہ نظر یہ ہے کہ فساد اس صورت میں ظن غالب نہیں ہے، اور اعتبار غلبہ کا ہے؛ اس لیے ایسے عقود جن کا غالب نتیجہ فساد نہ ہو انہیں ممنوع نہیں قرار دیا جاسکتا ہے، اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل اس صورت میں بھی ذرائع کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس فعل کا اصلاً ماذون اور مباح ہونا بسا اوقات موجب فساد ہونے کی وجہ سے اپنی اصلی اباحت واذن پر باقی نہیں رہے گا، جس کی شرع میں نظیریں بھی موجود ہیں، مثلاً: اجنبی عورت کے ساتھ خلوت یا عورت کا اجنبی کے ساتھ سفر کہ ان

صورتوں میں فتنہ کا اندیشہ اکثر اور غالب نہیں ہے، اور نہ بالکل نادر، بسا اوقات فتنہ پیدا ہوتا ہے اور بہت دفعہ نہیں بھی ہوتا ہے (مباحث فقہیہ: ۸۰-۸۴)۔

۵- ہر فقہ سے سد ذریعہ کی مثالیں:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گناہ اور ظلم کے کاموں میں کسی طرح سے بھی تعاون جائز نہیں ہے، اسی طرح ایسے کام جو عام مسلمانوں کے لیے اذیت وتکلیف کا ذریعہ بنیں وہ بھی ممنوع ہیں، جیسے عام راستے میں کنواں کھودنا۔

اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ معبودان باطلہ کو کسی کافر کے سامنے گالی دینے سے، اللہ اور رسول کو گالی دیے جانے کا خوف ہو تو ان معبودوں کو گالی دینا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

اسی طرح جس کام میں شر اور خیر دونوں کا پہلو ہو، لیکن اس کے کرنے میں عام لوگوں کا نفع ہو تو وہ ممنوع نہیں، جیسے انگور کی کھیتی، کہ اس سے شراب بنائی جاتی ہے، لیکن اصلاً اس کی کھیتی شراب کے لیے نہیں ہوتی ہے، اور انگور سے انتفاع اس کے ضرر سے بڑھا ہوا ہے، اور اعتبار غلبہ کا ہوتا ہے اس لیے اس کی کاشت جائز ہوگی۔ محل نزاع بیع الآجال یا بیع عینہ ہیں، امام شاطبی کہتے ہیں: " **فهذه وجوه كثيرة يستدلون بها ، وهى لاتفيد فإنها تدلّ على اعتبار سدّ الذرائع فى الجملة ، وهذا مجمع عليه ، وإنما النزاع في ذرائع خاصة ، وهي بيوع الآجال** "(الموافقات: ۴/ ۶۶، ط: دار ابن عفان)۔

اور بیوع الآجال سے مراد ہر مباح کام جو کسی مفسدہ کا ذریعہ بنے، جیسے ضرورت کے موقعہ پر اجنبیہ عورت کو دیکھنا مباح ہے، لیکن اس کا دیکھنا اور اس سے گفتگو زنا کا ذریعہ بھی ہوسکتا ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں، اسی میں علماء کا اختلاف واقع ہوا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سد ذریعہ فی الجملہ سب کے یہاں معمول بہا ہے، چناں چہ مثالوں سے اس کی مزید وضاحت ہوجائے گی، ائمہ اربعہ کی فقہ سے مثالیں نقل کرنے سے قبل صحابہ کرام اور تابعین کے تجویز کردہ مسائل کا نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خیر القرون میں سدّ ذرائع کی مثالیں:

(الف) قرآن کریم سے کتابیہ عورت سے نکاح کا جواز معلوم ہوتا ہے، مگر کتابیہ عورت کے دین کی طرف میلان کے خوف سے حضرت عمرؓ نے ان سے نکاح کرنا پسند نہیں فرمایا۔

(ب) حدیث نبوی ﷺ: " **العجماء جرحها جبار** " سے معلوم ہوتا ہے کہ جانور کے نقصان کرنے پر مالک یا جانور کو چرانے والے پر کوئی ضمان نہیں، مگر حضرت عمرؓ ضمان کو اس وقت واجب نہ کرتے تھے جب جانور کے ساتھ مالک یا

چرانے والا نہ ہوتا تھا، مالک یا چرانے والے کے ہوتے ہوئے آپ نے اس طرح کے واقعہ میں ضمان کو واجب کیا ہے؛ تاکہ لوگ اپنے مخالفین سے اسے انتقام کا ذریعہ نہ بنائیں۔

(ج) حدیث نبوی ﷺ: " لاضمان علی راع ولا علی مؤتمن " سے معلوم ہوتا ہے کہ کاریگر کے ہاتھ سے تلف ہونے والے یا گم ہونے والے سامان کا ضمان نہ ہو، اس لیے کہ وہ امین ہے، مگر حضرت علیؓ نے یہ محسوس کیا کہ اگر ضمان واجب نہ ہوگا تو لوگ مال کو ناجائز طور پر حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیں گے، اس لیے سداً للذریعہ ضمان کو واجب کیا۔

مالکیہ کے نزدیک سدّ ذرائع کی مثالیں:

وہ تمام معاملات، جو سود کا ذریعہ بنتے ہیں، مثلاً: بیوع الآجال، اس سے مراد وہ معاملات ہیں جو ظاہراً جائز معلوم ہوتے ہوں مگر سود تک پہنچانے والے ہوں، وہ سب ممنوع ہیں۔ جیسے: "أنظر نی أزدک"، بیع وسلف، سونے وسامان کو سونے کے بدلے فروخت کرنا، وغیرہ۔

(الف)" أنظرنی أزدک ": اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص کپڑا دس درہم میں ایک ماہ کے ادھار پر خریدے، مدت ادائیگی پر مشتری کے پاس اگر پیسے نہ ہوں تو بائع مشتری سے کوئی سامان پندرہ درہم میں خرید لے، دس درہم نقد ہوں، اور پانچ درہم ادھار ہوں، پھر بیع اول کے دس درہم کی ادائیگی ہوجائے۔ اس طرح کی بیع میں ثمن میں زیادتی (بیع اول کے) دس درہم کے ادھار ہونے کی وجہ سے ہوئی، اسی جیسی صورت کو امام مالکؒ نے اپنی موطا میں منع کیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ دور جاہلیت کے اس صورت کے مشابہ ہے کہ جب کوئی کسی کو ادھار پیسے دیتا تھا، تو مدت ادائیگی پر کہتا تھا کہ میرے پیسے ادا کرو یا اس میں اضافہ کرو، اور پھر مزید مہلت دے دی جاتی تھی (موطا: کتاب البیوع، باب ماجاء فی الربا فی الدین)۔

(ب) بیع وسلف کی صورت: دو سامان کو دو دینار کے بدلے ایک ماہ کے ادھار پر فروخت کرنا، پھر اس میں سے ایک سامان کو ایک دینار نقد کے عوض خرید لینا۔ یہ منع ہے؛ اس لیے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دینار اور سامان نقد دیا گیا؛ تاکہ ایک ماہ بعد اس کے عوض دو دو دینار وصول کیا جائے (الدسوقی علی الشرح الکبیر: ۳/۷٦)۔

(ج) اس کی صورت یہ ہے کہ: کوئی شخص دس دینار میں کپڑا ایک ماہ کے ادھار پر فروخت کرے، پھر اس کپڑے کو دوسری چیز (بکری) کے ساتھ دس دینار یا اس سے کم آٹھ دینار میں، نقد یا ایک ماہ سے کم میں ادھار پر خرید لے، تو یہ جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ دوسرے بیع کی وجہ سے بائع کے پاس اس کا سامان واپس آ گیا، جس کے بدلے میں اس نے مشتری اول کو دس دینار یا اس سے کم کی ادائیگی کردی ہے، پھر وہ مشتری اول سے مدت ادائیگی پر دس دینار کے ساتھ بکری کو وصول کرنے

والا ہوگا۔ گویا اس نے دس دینار کو، دس دینار اور بکری کے عوض ، یا آٹھ دینار اور بکری کے عوض فروخت کیا، اور یہ دونوں ناجائز ہیں (سدذرائع، ہشام البرہانی:۶۱۹)۔

حنابلہ کے نزدیک سدذرائع کی مثالیں:

ابوزہرہ کہتے ہیں: جب خیر کا کام کرنے سے برا نتیجہ سامنے آئے تو آیت کریمہ: ’’وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ‘‘ پر قیاس کر کے انجام اور مآل کو دیکھتے ہوئے اس خیر کے کام سے منع کر دیا جائے گا۔(ابن حنبل:۳۴۳۶) اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(الف) بیوع الآجال، جن کا تذکرہ ماقبل میں آچکا ہے۔

(ب) کوئی سامان ادھار خرید کر اس سے کم دام میں نقد خریدنا ممنوع ہے؛ اس لیے کہ یہ ربا تک لے جانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ ’’المغنی‘‘ میں ہے: **’’ومن باع سلعةً بثمن مؤجل، ثم اشتراها بأقل منه نقداً لم يجز في قول أكثر أهل العلم ...... لأن ذلك ذريعة إلى الربا‘‘** (المغنی:۴/۱۳۲، ط:مکتبۃ القاہرۃ)۔

(ج) وہ تمام معاملات جن سے گناہوں پر تعاون ہوتا ہو، ممنوع ہیں، جیسے ایسے آدمی کے ہاتھ انگور کا شیرہ فروخت کرنا جو شراب کا ارادہ رکھتا ہو، یا حربیوں اور ڈاکوؤں کو ہتھیار فروخت کرنا، یا باندی کو طبلہ وسارنگی بجانے کے لیے فروخت کرنا، وغیرہ ۔ ’’المغنی‘‘ میں ہے: **’’فقال في القصاب والخباز: إذا علم أن من يشتري منه، يدعو عليه من يشرب المسكر لا يبيعه، ومن يخترط الأقداح لا يبيعها ممن يشرب فيها. قيل لأحمد: رجل مات، وخلف جاريةً مغنيةً، وولداً يتيماً، وقد احتاج إلى بيعها، قال: يبيعها على أنها ساذجة .فقيل له: فإنها تساوي ثلاثين ألف درهم، فإذا بيعت ساذجة تساوي عشرين ديناراً، قال: لا تباع إلا على أنها ساذجة‘‘** (المغنی:۴/۱۶۸، کتاب البیوع، باب بیع المصراۃ، فصل: بیع مایقصد بہ الحرام، ط:مکتبۃ القاہرۃ)۔

(د) حیلے چوں کہ سدذرائع سے ٹکراتے ہیں، اس لیے معاملات کے وہ تمام حیلے ان کے نزدیک ممنوع ہوں گے، جن کو اختیار کر کے معاملہ کی جائز صورت نکالی جاتی ہے۔ مثلاً: بدو صلاح سے قبل، پھلوں کو فوراً توڑنے کی شرط کے ساتھ خریدنا، اور اسے پکنے تک چھوڑنے کے لیے یہ جائز توجیہ کرنا کہ سستی کی وجہ سے ان پھلوں کو توڑا نہیں جاسکا، یہاں تک کہ وہ پک گئے، یہ حیلہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ ’’المغنی‘‘ میں ہے: **’’فإن تركها حتى يبدو صلاحها بطل البيع ......فإن أراد الحيلة، وقصد بشرطه القطع الحيلة على إبقائه، لم يصح بحال ؛ إذ قد ثبت من مذهب أحمد أن الحيل كلها باطلة‘‘** (المغنی:۴/۶۶، کتاب البیوع، باب بیع الأصول والثمار، ط:مکتبۃ القاہرۃ)۔

شوافع کے نزدیک سدّ ذرائع کی مثالیں:

شوافع نے گرچہ سد ذرائع کا ہر چند انکار کیا ہے، اور اس کی تردید میں دلائل نقل کیے ہیں، مگر ان کے یہاں بھی کسی نہ کسی درجہ میں اس کا استعمال ہوا ہے، جیسا کہ ذیل کی مثالوں سے معلوم ہوتا ہے:

(الف) معذورین کو جمعہ کے دن ظہر کی جماعت قائم کرنا جائز ہے، اور ان کے لیے اخفاء افضل ہے؛ تا کہ ترک جماعت کی وجہ سے ان پر تہمت نہ لگے اور لوگ ان سے بدگمان نہ ہوں۔ جماعت کے اخفاء کی افضلیت سداللذ ریعہ ہے، ”**قال الشافعي والأصحاب: ويستحب للمعذورين الجماعة في ظهرهم، وحكى أنه لا يستحب لهم الجماعة؛ لأن الجماعة المشروعة هذا الوقت الجمعة ، وبهذا قال الحسن بن صالح وأبوحنيفة والثورى. والمذهب الأول: ما لو كانوا فى غير البلد؛ فإن الجماعة تستحب فى ظهرهم بالإجماع، فعلى هذا قال الشافعي: استحب لهم إخفاء الجماعة لئلا يتهموا فى الدين، وينسبون إلى ترك الجماعة تهاوناً**“ (المجموع للنووی: ۴/ ۴۹۴، ط: دار الکفر)۔

(ب) رمضان کے دنوں میں معذور کو کھلم کھلا کھانے سے منع کیا گیا ہے؛ تا کہ لوگ اس پر روزہ نہ رکھنے کی تہمت نہ لگائیں۔ ”**فإن قدم المسافر وهو مفطر، أو برئ المريض وهو مفطر، استحب لهما إمساك بقية النهار لحرمة الوقت ولا يجب ذلک؛ لأنهما أفطرا بعذر، ولا يأكلان عند من لا يعرف عذرهما؛ لخوف التهمة والعقوبة**“ (المجموع: ۶/ ۲۶۲، ط: دار الفکر)۔

(ج) دوران جنگ کفار اگر بچوں اور عورتوں کو ڈھال بنالیں تو اسلامی لشکر کو ان پر حملے سے روکا نہیں جائے گا، اس لیے کہ حملے سے باز رہنا جہاد کو چھوڑنا اور کفار کے غالب آنے کا ذریعہ ہے، اس لیے سداللذ ریعہ کفار کے قتل کے ارادے سے حملہ کردیا جائے گا۔ ”**فإن تترسوا بأطفالهم ونسائهم، فإن كان فى حال التحام الحرب، جاز رميهم ويتوقى الأطفال والنساء ؛لانا لو تركنا رميهم جعل ذلک طريقاً إلى تعطيل الجهاد وذريعة إلى الظفر بالمسلمين**“ (المجموع: ۱۹/ ۲۹۶، ط: دار الفکر)۔

حنفیہ کے نزدیک سدّ ذرائع کی مثالیں:

احناف کے یہاں مصادر واحکام میں یہ اصطلاحی لفظ مذکور نہیں ہے اور نہ ہی مستقلاً اس کا ذکر ملتا ہے، مگر متاخرین فقہاء نے اس قاعدہ پر جزئیات کو منطبق کیا ہے، جیسا کہ ان کے اجتہادات سے معلوم ہوتا ہے، سد ذرائع کے تئیں احناف کا بنیادی نظریہ اس کی حیثیت کی تعیین سے ظاہر ہوجائے گا؛ اس لیے اولاً اس کی حیثیت پر کلام کیا جاتا ہے۔

حنفیہ کے یہاں ایک اصطلاح ''استحسان'' سے متعارف ہے، اس کا مطلب ہے قوت دلیل اور مصلحت عامہ کی وجہ سے قیاس کو ترک کرنا۔قوت دلیل کبھی کتاب اللہ وسنت رسول سے ثابت ہوتی ہے اور کبھی راجح مصلحت، شریعت کے عمومی مزاج و مذاق سے میل کھاتی ہوئی مضبوط ہوجاتی ہے، اول کو استحسان النص اور دوم کو استحسان العرف کہا جاتا ہے، سد ذرائع پر اگر غور کیا جائے تو یہ استحسان کی دوسری قسم کے ذیل میں اس طور پر آتا ہے کہ شرعی مصلحتیں پانچ ہیں: حفظ دین، حفظ جان، حفظ نسل، حفظ عقل، حفظ مال۔اوپر کی بحثوں میں جن مسائل کا تذکرہ آیا ہے عموماً ان کا تعلق حفظ دین سے ہے، ان چیزوں میں قیاس تقاضہ کرتا ہے کہ فی نفسہ وہ کام مباح ہوں، لیکن ان کے کرنے سے انسان محظور شرعی کے ارتکاب تک چلا جاتا ہے اس لیے اس دلیل (حفاظت دین) کی بنیاد پر وہ مباح کام ممنوع ہوجاتے ہیں، اور سد ذریعہ بھی اسی کا نام ہے۔ہمارے یہاں چوں کہ ایک جامع کامل ضابطہ استحسان سے متعارف ہے؛ اس لیے سد ذریعہ کے عنوان سے مستقل کوئی بحث ہماری کتابوں میں نہیں ملتی ہے؛ البتہ سد ذرائع سے ملتے جلتے قواعد کو درج ذیل جزئیات سے استخراج کیا جاسکتا ہے۔

(الف) علامہ کاسانیؒ نے جماعت کے واسطے نوجوان عورتوں کے گھروں سے نکلنے کی بابت لکھا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں فتنہ کا خوف ہے، اور فتنہ حرام ہے، پھر لکھا ہے: ''**ما أدى إلى الحرام فهو حرام**'' (بدائع الصنائع ۱/۱۵۷، ط: دار الکتب العلمیۃ)۔

(ب) علامہ کاسانیؒ نے جمع بین الاختین کی حرمت کے سلسلے میں لکھا ہے کہ سوکنوں میں عام طور پر چپقلش ہوا کرتی ہے، اور دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا آپسی رشتہ کو ختم کرنا ہے؛ اس لیے دو سگی بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی اجازت نہیں۔ وہ لکھتے ہیں: ''**وقطع الرحم حرام، والمفضى إلى الحرام حرام**'' (بدائع الصنائع: ۲/۲۵۷، ط: دار الکتب العلمیۃ)۔

(ج) علامہ کاسانیؒ نے حائضہ سے گھٹنے سے اوپر استمتاع کی حرمت کے بیان میں لکھا ہے: ''**أن الاستمتاع به سبب الوقوع في الحرام، وسبب الحرام حرام**'' (بدائع الصنائع: ۵/۱۱۹، ط: دار الکتب العلمیۃ)۔

(د) علامہ مرغینانیؒ نے مطلقہ ثلاثہ اور متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں لکھا ہے کہ دوران عدت زیب و زینت اختیار کرنا جائز نہیں؛ اس لیے کہ یہ چیزیں نکاح کی رغبت دلانے والی ہیں جب کہ اس عورت کو نکاح سے منع کیا گیا ہے، تو وہ ان امور سے پرہیز کرے گی؛ تاکہ یہ چیزیں حرام میں پڑ جانے کا ذریعہ نہ ہوجائیں۔وہ لکھتے ہیں: ''**أن هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها، وهي ممنوعة عن النكاح فتجتنبها؛ كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع في المحرم**'' (ہدایہ: ۲/۲۶۸، ط: دار إحياء التراث العربی)۔

(س) علامہ ابن ہمامؒ نے اکراہ کے ایک مسئلہ میں لکھا ہے کہ مباح کام کرنا یا اسے ترک کرنا اس وقت جائز ہے

جب اس پر کوئی حرام کام مرتب نہ ہو، اور اس مسئلہ میں ایک محترم جان کے قتل کا ترتب ہوتا ہے، اس لیے کھانے کو ترک کرنا حرام ہوگا؛ کیوں کہ جو چیز حرام کام کی طرف لے جائے وہ بھی حرام ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں: ''أن المباح إنما يجوز تركه والإتيان به إذا لم يترتب عليه محرم، وهاهنا قد ترتب عليه قتل النفس المحرم، فصار الترك حراما؛ لأن ما أفضى إلى الحرام حرام'' (فتح القدیر: ۹/ ۲۳۹، ط: دار الفکر)۔

(ہ) علامہ کاسانیؒ نے لکھا ہے کہ: باندی سے استبراء کے ایام میں نہ صرف یہ کہ وطی ناجائز ہے؛ بلکہ دواعی وطی بھی ممنوع ہیں؛ کیوں کہ یہ وطی کا وسیلہ بنتے ہیں، اور حرام کا وسیلہ بھی حرام ہوتا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں: '' لأن الاستمتاع بالدواعي وسيلة إلى القربان، والوسيلة إلى الحرام حرام'' (بدائع الصنائع: ۲/ ۱۲۰، ط: دار الکتب العلمیۃ)۔

چنانچہ مذکورہ بالا جزئیات سے درج ذیل قواعد مستخرج ہوتے ہیں:

(الف) ''ما أدى إلى الحرام فهو حرام''۔

(ب) ''المفضى إلى الحرام حرام''۔

(ج) ''سبب الحرام حرام''۔

(د) ''ما تكون ذريعة إلى الوقوع في المحرم، فهو حرام''۔

(س) ''الوسيلة إلى الحرام حرام''۔

احناف کی کتابوں میں ایسے بے شمار مسائل موجود ہیں جن کی روح سد ذرائع ہے، طوالت کے خوف سے عربی عبارتوں سے گریز کرتے ہوئے محض مسائل کو نقل کیا جاتا ہے۔

(۱) اجارہ کے سلسلے میں اگر واقف کی طرف سے کسی شرط کی وضاحت نہ ہو تو مفتی بہ قول کے مطابق گھر کو ایک سال اور عام زمین کو تین سال تک کے لیے ایک کرایہ دار سے معاملہ کیا جا سکتا ہے، اس سے زیادہ مدت تک معاملہ کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس سے زیادہ پر معاملہ کرنے میں لوگ مملوکہ ہونے کا گمان کرنے لگیں گے (درمختار مع شامی ۴/ ۴۰۰، دار الفکر)۔

(۲) فسق و فجور کی مجلسوں میں اذکار و تلاوت سے گناہ ہوتا ہے، اگر عبرت کے ارادہ سے ہو تو اچھی چیز ہے (ملتقی الابحر ۲/ ۲۴۶)۔

(۳) اگر کوئی دیوار عام راستہ پر ہو، اور گرنے کے قریب ہو تو عام لوگوں سے ضرر دور کرنے کے لیے مالک پر اسے منہدم کرنا ضروری ہوتا ہے۔

(۴) مفتی ماجن، جاہل طبیب اور مفلس کرایہ دار اور بے وقوف پر پابندی لگانا اسی قبیل سے ہے۔

(۵) سوداگروں میں اگر غبن فاحش کے ساتھ غلہ فروخت کرنے کا عام رواج ہوجائے تو حاکم وقت کی طرف سے دام کاٹے کیا جانا اسی قبیل سے ہے۔

(۶) دو کپڑا فروش کی دوکانوں کے درمیان طباخ کی دوکان کھولنے کا عدم جواز اسی قبیل سے ہے۔

(۷) قاضی کا ایسے شخص سے ہدیہ قبول کرنے کا ناجائز ہونا جس کی عادت قضاء سے قبل ہدیہ پیش کرنے کی نہ رہی ہو، اسی قبیل سے ہے۔

یہ چند مثالیں ہیں، علاوہ ازیں احناف نے اس اصول کا سود کے باب میں زیادہ استعمال کیا ہے، اسی وجہ سے بیع عینہ اور بیع بالوفاء (اکثر علماء کے نزدیک) منع ہے، اور شراء ما باع باقل مما باع قبل نقد الثمن کی صورت ربا تک مفضی ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار پائی ہے۔ اسی طرح دواعی جماع کو جماع کے درجہ میں اتارنے میں، اور ایک حد تک حائضہ سے استمتاع کے جائز ہونے میں اس قاعدہ کو سامنے رکھا گیا ہے۔ بیع کی ان تمام صورتوں کا فاسد ہونا جو جہالت کی وجہ سے مفضی الی النزاع بنتی ہیں، اسی اصول پر مبنی ہیں۔ اور بیع وشراء اور اجارہ کی وہ شکلیں جن میں معاصی پر تعاون ہوتا ہو، ممنوع قرار پاتی ہیں، ان کا بھی اس قاعدے سے گہرا تعلق ہے۔

۶-اہل اصول کے نزدیک فتح ذرائع:

الفروق میں امام قرافی مالکیؒ نے لکھا ہے کہ برے کام کی وجہ سے جس طرح سد ذرائع ممنوع ہے اسی طرح خیر کے کام کے واسطے فتح ذرائع ممدوح ہوتا ہے، اور حالات وتقاضے کے اعتبار سے اس کی حیثیت جدا ہوتی ہے، کبھی مکروہ، کبھی مندوب اور کبھی مباح ہوا کرتا ہے؛ کیوں کہ ذریعہ وسیلہ سے عبارت ہے، جس طرح حرام وسیلہ حرام ہوتا ہے اسی طرح واجب کا وسیلہ واجب ہوا کرتا ہے، جیسے جمعہ اور حج کے لیے سعی، وہ لکھتے ہیں:

”اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها، وتكره وتندب وتباح؛ فإن الذريعة هي الوسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة، فوسيلة الواجب واجبة، كالسعي للجمعة والحج ...... ومما يدلّ على حسن الوسائل الحسنة قوله تعالى:﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ﴾ فأثابهم الله على الظمأ والنصب وإن لم يكونا من فعلهم بسبب أنهما حصلا لهم بسبب التوسل إلى الجهاد الذى هو وسيلة لإعزاز الدين، وصون المسلمين فيكون الاستعداد وسيلة الوسيلة“ (الفروق: ۲/ ۳۳، ط: عالم الکتب)۔

علامہ قرافی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح ذریعہ کی حقیقت کسی خیر کا طلب ہے۔غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقہ کے مشہور قاعدے" مالا یتم الواجب إلا به فهو واجب " کے مماثل ہے۔مثال کے طور پر انسان کا خون بہانا، انسانی مال ومتاع کو تلف کرنا ایک مذموم چیز ہے،لیکن اگر امن وامان کی بقاءاور امت کی سلامتی کے لیے ایسا کرنا ناگزیر ہوجائے تو فتنہ کی سرکوبی کے لیے جہاد کے ذریعہ تلوار اٹھانا واجب ہوجاتا ہے، اس میں طلب خیر کے ساتھ" مالا یتم الواجب إلا به فهو واجب " کی تطبیق بھی پائی جاتی ہے۔اسی طرح روئے زمین پر چکر لگانا، دوڑنا بھاگنا فی نفسہ مباح ہے،مگر یہ جمعہ کی نماز اور مناسک حج کی ادائیگی کا ذریعہ ہے، اور اسی کے ذریعہ واجب کی تکمیل ہوتی ہے؛اس لیے اسے اختیار کرنا ضروری ہوگا۔

فتح ذرائع کی مثالیں:

(الف)اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو مخاطب کیا کہ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، وہ سرکش ہوگیا ہے، جاکر اس سے نرم بات کرنا ممکن ہے کہ وہ نصیحت حاصل کرلے۔"اذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى "(سورہ طہ: ۴۳)،رسالت کی تبلیغ کے لیے ان دونوں حضرات کا فرعون کے پاس جانا ضروری تھا؛یہی سفر اور رحلت اللہ رب العزت کے حکم کی ادائیگی کا وسیلہ اور ذریعہ تھی۔"فَأْتِيَاهُ فَقُوْلَا اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِىْ اِسْرَآئِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِاٰيَةٍ مِنْ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى "(سورہ طہ:۴۷)۔

(ب)اللہ رب العزت نے بندوں کو جمعہ کے لیے سعی کا حکم دیا ہے، چنانچہ فرمایا:"يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ "(سورہ جمعہ:۹)،اصل مقصود جمعہ کی نماز ہے،لیکن سعی اس کی ادائیگی کا وسیلہ ہے۔

(ج)مقصود کی تحصیل میں جو حیلے فقہاء نے جائز قرار دیئے ہیں،غور کیا جائے تو وہ بھی اسی باب سے متعلق نظر آتے ہیں۔مثلاً:حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک تدبیر اور حیلے سے بھائی بنیامین کو اپنے پاس روکنا۔

۷-دور حاضر کے مسائل میں سد ذریعہ کا اصول کا اثر:

درج ذیل مسائل میں اس اصول کو اختیار کیا جاسکتا ہے:

(الف)عورتوں کی ڈرائیونگ کی حرمت:عورتوں کا گاڑی موٹر کی ڈرائیونگ اگر جمیع شرائط کے ساتھ ہو، پردہ کا پورا خیال رکھا جائے تو بظاہر مباح معلوم ہوتی ہے،مگر اپنے اندر بے شمار مفاسد لیے ہوئے ہے، اس لیے سداللذریعہ منع کیا جائے گا،

کمینے اور اوباش قسم کے لوگوں کے سامنے خود کو پیش کر کے عورت اپنی بے حرمتی کا سامان فراہم کرتی ہے، نیز تنہا گاڑی چلانے کی صورت میں فحش کام کی طرف میلان کا امکان زیادہ رہتا ہے، جب کہ اللہ رب العزت نے فحش چیز کے قریب بھی جانے سے منع کیا ہے۔

گھروں سے عورتوں کا بلاضرورت نکلنا پسندیدہ چیز نہیں ہے، اور قرآنی مفہوم ''**وقرن فی بیوتکن**'' کے خلاف ہے، اوراجازت دینے میں بلاضرورت نکلنے کا شدید اندیشہ ہے۔

(ب) بلیک مارکیٹنگ کی ممانعت: بیع کی شرائط اگر پائی جائیں اور جائز اور حلال چیز کی خرید وفروخت ہو، ثمن ومبیع متعین ہو، کوئی ایسی جہالت بھی نہ ہو جو مفضی الی النزاع کا سبب بنے، تو یہ ایسی بیع بلاشبہ جائز ہوتی ہے؛ لیکن اگر کوئی ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بلیک مارکیٹنگ کرے تو اس میں مال، عزت اور بسا اوقات جان کے خطرہ کا مفسدہ ہوتا ہے، اس لیے سداللذریعہ اسے منع کیا جاسکتا ہے۔

(ج) ملٹی میڈیا موبائل اور انٹرنیٹ فی زمانناتحصیل علم کا ایک بڑا ذریعہ ہیں، لیکن اگر کوئی اس کے استعمال کا ایسا عادی ہوجائے کہ وقت کا ضیاع ہو، دین متاثر ہو، صحت وجسم پر برا اثر پڑتا ہو، اخلاق خراب ہوتے ہوں تو سداللذریعہ اس شخص پر اس کے استعمال کی پابندی لگائی جاسکتی ہے۔

۸-سد ذریعہ کے استعمال میں غلو:

دین میں تمام معاملات میں اعتدال کو پسند کیا گیا ہے۔''**خير الأمور أوساطها**''۔ اس لیے سد ذریعہ میں غلو بھی کسی طرح قابل قبول نہ ہوگا، اس لیے کہ اس میں غلو کرنے سے نوافل اور مباح کام کا تعطل لازم آسکتا ہے۔ مالکیہ نے اس سلسلے میں غلو سے کام لیا ہے جس کے نتیجے میں بہت سے مسائل اپنے درجے اور حیثیت سے ہٹتے ہوئے نظر آتے ہیں، ذیل کی مثالوں سے اس کی وضاحت ہوسکتی ہے:

(الف) امام مالکؒ نے شوال کے روزوں کو اس خوف سے منع کر دیا کہ کہیں لوگ اسے بھی واجب نہ سمجھنے لگیں؛ جب کہ حدیث میں صراحت کے ساتھ اس کی بڑی فضیلت آئی ہے کہ جس نے رمضان کے روزوں کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، پورے سال روزہ رکھنے والے کے مانند ہوگا۔

امام نووی کہتے ہیں: ''**قال مالک فی الموطا: ما رأيت أحداً من أهل العلم يصومها، قالوا: فيكره لئلا يظن وجوبه، ودليل الشافعي وموافقيه هذا الحديث الصحيح الصريح، وإذا ثبتت السنة فلا تترک لترک بعض الناس أوأكثرهم أو كلّهم لها، وقولهم: '' قد يظن وجوبها'' ينتقض بصوم يوم**

عرفة وعاشوراء وغيرهما من الصوم المندوب''(حاشیہ نووی علی مسلم:۸/ ۵۶،ط:داراحیاءالتراث العربی)۔

(ب) جمعہ کے روز فجر کی نماز میں الم سجدہ اور سورہ دہر کی قراءت منقول وثابت ہے،مگر مالکیہ سے اس کی ممانعت منقول ہے؛ تاکہ لوگ اسے فجر کی نماز کا جز نہ گمان کرنے لگیں۔

(ج) فرض نمازوں میں امام کے لیے آیت سجدہ پڑھنے سے فقہ مالکی میں منع کیا گیا ہے؛ تاکہ مصلیوں کو تشویش نہ ہو،منفرد کے حق میں مذکورہ علت مفقود تھی،تو اس کے لیے جائز ہونا چاہیے تھا،مگر حسماً للباب منفرد کے لیے بھی منع کر دیا گیا (سد ذرائع،ہشام البرہانی:۶۳۰-۶۳۳)۔

اخیر میں اپنی بات محمد ابوزہرہ کی تحریر پر ختم کرتا ہوں،انھوں نے بہت جامع بات کہی ہے کہ سد ذرائع کو اختیار کرنے میں مبالغہ سے کام نہیں لینا چاہیے؛ کیوں کہ اس میں مبالغہ آرائی کرنے والا بہت سے مباح اور مندوب کام سے کنارہ کشی اختیار کر لے گا،جیسے بہت سے انصاف پسند حضرات یتیموں کے مال اور ان اوقاف کے اموال کے نگراں بننے سے باز رہ جاتے ہیں کہ اس میں تہمت کا خوف ہے،جب کہ فی نفسہ یہ چیزیں بہت باعث ثواب ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

''وإن الأخذ بالذرائع لاتصح المبالغة فيه ، فإن المغرق فيه قد يمتنع عن أمر مباح أو مندوب أو واجب خشية الوقوع فى الظلم، كامتناع بعض العادلين عن تولي أموال اليتامى ، أو أموال الأوقاف خشية التهمة من الناس ، أو خشية على أنفسهم من أن يقعوا فى الظلم''(اصول الفقہ لأبی زہرۃ:۲۹۴،ط:دارالفکر العربی)۔

☆☆☆

سدذرائع کی حیثیت شریعت مطہرہ کی روشنی میں

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی☆

۱- ذریعہ کے لغوی معنی ہیں: وسیلہ، وساطت، طفیل، معرفت، موقع، پہنچنے کا طریقہ (الصحاح ر ص ۴۰۴، ابونصر اسماعیل بن حماد الجوہری (متوفی ۳۹۸ھ)، دار الحدیث القاہرہ مصر ۱۴۳۰ھ ر ۲۰۰۹ء، اردو کی صوتی لغت ر ص ۶۰۹ طبع اول ۲۰۱۴ء، نور اللغات ۳ر ۱۶۶، طبع ۱۹۹۸ء، فرہنگ آصفیہ ۲ر ۱۰۰۳، طبع چہارم ۱۹۹۸ء)۔

"الذريعة لغة:الوسيلة المفضية إلى الشيء، جاء في اللسان:يقال: فلان ذريعتي إليک ای سببی ووُصلتی الذی أتسبب به إليک، والذريعة السبب الى الشئ، وأصله أن الذريعة فی کلامهم جمل يُختلّ به الصيد يمشی الصياد إلى جنبه فيستتر ويرمی الصيد إذا أمکنه، وذلک الجمل يسيّب أولا مع الوحش حتى تالفه" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۱ر ۲۱۳ وزارۃ الأوقاف والشؤون الاسلامیہ کویت طبع ۲۰۱۲ء ر ۱۴۳۳ھ)۔

ذریعہ لغت میں کسی شئ تک پہنچانے والے واسطہ کو کہتے ہیں، لسان العرب میں ہے: کہا جاتا ہے: فلاں شخص آپ تک پہنچنے کا میرے لئے ذریعہ ہے یعنی وہ میرے لئے واسطہ اور وصلہ وجوڑ ہے جس کے ذریعہ آپ تک جانے کے لئے میں اس کو سبب بناتا ہوں، اور ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کا سبب ہوا کرتا ہے، اور اس کی اصل یہ ہے کہ کلام عرب میں ذریعہ اس اونٹ کے مانند ہے جس کے ذریعہ سے شکار کو فریب دے کر شکاری اس کے پہلو میں ہو کر جاتا ہے، شکار سے پوشیدہ رہتا ہے اور شکار کو شکار کر لیتا ہے جب اسے قدرت وموقع حاصل ہو جاتا ہے، اور وہ اونٹ پہلے غیر مانوس کے ساتھ سبب بنا یہاں تک کی اس کے بعد شکاری سے وہ مانوس ہو گیا۔

"والذريعة فی الاصطلاح: ما يتوصل به إلى الشيء، والذريعة کما تکون إلى المفاسد المحرمة، تکون إلى المصالح ايضا، فالوسيلة إلى الحج کالسفر والاستعداد له فالحج من المقاصد، والسفر من الوسائل والذرائع، والمقاصد هی الأمور المکونة للمصالح والمفاسد فی ذاتها، فالربا مقصد محرم، وبيوع الآجال ذريعة إليه، والحج مقصد مشروع، والسفر وسيلة إليه"(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۱ر ۲۱۳)۔

☆ مدرسہ اسلامیہ شکرپور بھرواڑہ دربھنگہ، بہار۔

اور اصطلاح میں ذریعہ اسے کہتے ہیں جس کے واسطے سے کسی چیز تک رسائی حاصل ہو، اور ذریعہ جس طرح حرام مفاسد کے لئے ہوتا ہے، مصالح ومفاد عامہ کے لئے بھی ہوتا ہے، چنانچہ حج کا وسیلہ سفر اور اس کی تیاری یعنی حج کے لئے درخواست دینا، پاسپورٹ بنوانا، زادراہ مہیا کرنا ہے، لہذا حج کا شمار مقاصد اصلیہ میں ہے اور پاسپورٹ وسفر کا شمار حج کے ذرائع ووسائل میں ہے، اور مقاصد وہ امور ہیں جن کو بنایا گیا ہے مصالح ومفاد عامہ کے لئے، اور مفاسد وہ ہیں جن کی ذات میں فساد وفتنہ ہی بھرا ہوا ہو، چنانچہ ربا مقصد حرام ہے، اور بیوع الآجال ربا کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، اور حج مقصد مشروع ہے، اور سفر حج کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ فرماتے ہیں: ''ذریعہ'' لغت میں وسیلہ اور سبب کو کہتے ہیں (لسان العرب ۹۶/۸، مختار الصحاح ص ۲۲۱)، یعنی ہر وہ شی جو کسی دوسری شی کے حصول کا ذریعہ بنے، یعنی اردو محاورات میں بھی لفظ ذریعہ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے جس معنی میں لغت عرب میں، اصطلاح میں ذریعہ اس قول یا عمل کو کہیں گے جو بہ ذات خود مباح ہے لیکن وہ کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہے، مثلاً بیع وتجارت بہ ذات خود مباح ہے لیکن اذان جمعہ کے وقت بیع وتجارت کی یہ مشغولیت مسجد کی طرف ''سعی'' سے روکنے کا سبب بن جاتی ہے جس کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے۔

شاطبیؒ نے ذریعہ کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھا ہے: **"حقيقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلى ما هو مفسدة"** (الموافقات ۱۹۸/۴) (ذرائع کی حقیقت اس قول وعمل کو جو مصلحت ہے، مفسدہ کا سبب بنالینا ہے)۔

علامہ ابن رشدؒ کہتے ہیں: **"إنها الاشياء التى ظاهرها الإباحة، ويتوصل بها إلى فعل المحظور"** (المقدمات لابن رشد ص ۱۹۷) (ذرائع وہ اعمال واقوال ہیں جو بہ ظاہر مباح ہیں لیکن انہیں کسی ممنوع عمل کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے)، اور سد کے معنی بند کرنا ہیں، پس سد ذرائع کے معنی ایسے اقوال واعمال پر بندش لگانا ہے جو بہ ذات خود اگرچہ مباح ہیں، لیکن کسی ممنوع کے ارتکاب کا بالواسطہ سبب بن جاتے ہیں، اور تہذیب الفروق میں امام ابن عربی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ عمل ممنوع ومحظور سے مراد وہ عمل ہے جس کی ممانعت نص سے ثابت ہو۔

"قال الامام ابن العربى فى كتاب الاحكام: قاعدة الذريعة التى يجب سدّها هو مايؤدّى من الأفعال المباحة إلى محظور منصوص عليه لا مطلق محظور" (تہذیب الفروق علی حاشیۃ الفروق للقرافی ۴۴/۲) (امام ابن عربی نے کتاب الاحکام میں کہا ہے کہ سد ذرائع کے قاعدہ کے ذیل میں جن ذرائع پر روک لگانا مقصود ہے ان سے مراد وہ ذرائع ہیں جو کسی ایسے عمل ممنوع کا ذریعہ بنتے ہوں جن کی ممانعت پر نص وارد ہے نہ کہ مطلق ممنوع اعمال)۔

شاطبی نے ذرائع کی چار قسمیں بتائی ہیں:

قسم اول: وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں فساد کا پیدا ہونا یقینی ہو، جیسے کسی کے دروازہ اور گذرگاہ پر رات کے اندھیرے میں کنواں کھود دینا کہ گھر سے باہر نکلنے والے کا اس میں گر جانا یقینی ہو۔

قسم دوم: وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں فساد کا پیدا ہونا اتفاقی امر اور نادر ہو، مثلاً کسی ایسی جگہ کنواں کھودنا جو عام گزرگاہ نہیں، لیکن کبھی اتفاقاً کوئی ناواقف شخص اندھیرے میں گذرتے ہوئے اس میں گر سکتا ہے۔

قسم سوم: وہ ذرائع جن کے موجب فساد ہونے کا غالب اندیشہ ہو، جیسے جنگ کے زمانہ میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار کی فروخت، غالب یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف استعمال ہوگا، یا کسی شراب ساز کے ہاتھ انگور کی بیع کہ غالب یہی ہے کہ وہ انگور سے شراب تیار کرے گا۔

قسم چہارم: وہ ذرائع جو بسا اوقات موجب فساد ہوجاتے ہیں، لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا اور نہ بالکل نادر جیسے بیوع کی بعض صورتیں جو بسا اوقات ربوا کو موجب ہوجاتی ہیں لیکن یہ صورت نہ غالب ہے اور نہ بالکل نادر (اسلامی عدالت ۱/ ۱۲۳، قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز نئی دہلی، طبع چہارم ۲۰۱۶ء، الموسوعہ الفقہیہ ۲۴/ ۲۷۶ تا ۲۸۲)۔

خلاصہ کلام: ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت الم نشرح ہوگئی، جمہور فقہاء عظام کے نزدیک یہ حجت ہے اور یہ شریعت مطہرہ کا جزء لاینفک ہے اور فقہی دلیلوں میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے، حسب ضرورت اس دلیل سے کبھی ایجابی حکم نافذ ہوگا تو کبھی سلبی حکم نافذ ہوگا۔

۲- سبب کے لغوی معنی ہیں: رسی، وجہ، باعث، موجب، واسطے، لئے، کارن، حجت، دلیل، ذریعہ، وسیلہ، جوڑ، پیوند، عروض میں دوحرفی کلمہ، ہر وہ چیز جس سے دوسری چیز کا وجود حاصل ہو (اردو کی صوتی لغت: پروفیسر نصیر احمد خان رص ۶۷۳، طبع اول ۲۰۱۴ء، نور اللغات ۳/ ۲۹۲ مولوی نور الحسن نیر، طبع ۱۹۹۸ء، فرہنگ آصفیہ: مولوی سید احمد دہلوی ۲/ ۱۱۱۱، طبع چہارم ۱۹۹۸ء، الموسوعہ الفقہیہ ۲۴/ ۱۴۵)۔

اور اصطلاح میں سبب اسے کہتے ہیں جو حکم وضعی کے قسموں میں سے کوئی ایک ہو (دیکھئے: الموسوعہ الفقہیہ ۲۴/ ۱۴۵ تا ۱۴۷)۔

”**الحكم يتعلق بسببه ويثبت بعلته ويوجد عند شرطه فالسبب ما يكون طريقا إلى الشيء بواسطة كالطريق فانه مسبّب للوصول إلى المقصد بواسطة المشى والحبل فانه سبب للوصول إلى الماء بالادلاء**“ (اصول الشاشی رص ۱۵۹ تا ۱۶۰، مکتبہ ہلال دیوبند) (حکم شرعی اپنے سبب کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اپنی علت سے ثابت ہوتا ہے اور اپنی شرط کے وقت موجود ہوتا ہے، پس سبب وہ ہے جو کسی واسطہ سے شئ ”حکم، مسبب“ تک پہنچنے کا وسیلہ اور

ذریعہ ہو جیسے راستہ؛ کیونکہ راستہ منزل تک پہنچے کا سبب ہے مشی ''چلنے'' کے واسطہ سے، اور رسی؛ کیونکہ رسی پانی تک پہنچنے کا سبب ہے، ڈول ڈالنے کے واسطہ سے)، پس اس بنیاد پر ہر وہ چیز جو کسی واسطہ سے حکم تک پہنچنے کا وسیلہ ہو اس کو شرعاً سبب کہا جائے گا اور واسطہ کو علت کہا جائے گا، اور سبب کی مثال، پنجرہ اور غلام کی رسی کا کھولنا ہے؛ کیونکہ یہ تلف کرنے کا سبب ہے ایسے واسطہ سے جو جانور، پرندہ اور غلام کی طرف سے پایا جاتا ہے۔

تشریح: وہ دلائل اربعہ جن سے احکام شرعیہ ثابت ہوتے ہیں، جب فاضل مصنف ان کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب ان امور کو بیان کرنا چاہتے ہیں جن کے ساتھ احکام متعلق ہوتے ہیں اور وہ امور چار ہیں: سبب، علت، شرط، علامت۔ ان چاروں کے درمیان دلیل حصر یہ ہے کہ وہ امر جس کے ساتھ احکام شرعیہ متعلق ہوتے ہیں اس کی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ شئ کی حقیقت میں داخل ہوگا یا نہیں، اگر داخل ہے تو وہ رکن ہوگا، اور اگر داخل نہیں ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ شئ کی حقیقت میں داخل ہوگا یا نہیں، اگر داخل ہے تو وہ رکن ہوگا، اور اگر داخل نہیں ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ شئ میں موثر ہوگا یا موثر نہ ہوگا، اگر موثر ہے تو علت ہے، اور اگر موثر نہیں ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ اس شئ کی طرف فی الجملہ موصل اور مفضی ہوگا یا نہیں، اگر اول ہے تو سبب ہوگا، اور اگر موصل نہیں ہے تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: یا تو وہ شئ اس پر موقوف ہوگی یا نہیں، اگر موقوف ہے تو شرط ہوگی اور اگر موقوف نہیں ہے تو علامت ہوگی، مصنف نے علامت کے علاوہ باقی تین امور کو ذکر کیا ہے؛ چنانچہ فرمایا ہے کہ حکم شرعی اپنے سبب کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اپنی علت سے ثابت ہوتا ہے اور اپنی شرط کے وقت موجود ہوتا ہے، اور سبب وہ امر ہے جو واسطہ سے کسی شئ تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہو یعنی سبب اور اس کے حکم کے درمیان ایک واسطہ ہو، اور اس واسطہ سے سبب، حکم کی طرف موصل اور مفضی ہو جیسے راستہ، مشی (چلنے) کے واسطہ سے منزل مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، پس راستہ سبب ہوگا، اور رسی ڈول ڈالنے کے واسطہ سے پانی تک پہنچنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، لہذا رسی سبب ہوگی، پس ہر وہ امر جو کسی واسطہ سے حکم تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہوگا وہ شرعاً سبب کہلائے گا، اور سبب اور حکم کے درمیان جو واسطہ ہوتا ہے اس کو علت کہا جاتا ہے۔

مصنفؒ نے سبب کی مثال بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اصطبل کے دروازے کا کھولنا اور پنجرے کے دروازے کا کھولنا اور غلام کے پاؤں کی زنجیر کا کھولنا، جانور، پرندے اور غلام کے تلف ہونے کا سبب ہے، اور وہ واسطہ جو جانور، پرندے اور غلام کی طرف سے پایا گیا علت ہے، یعنی اگر کسی نے اصطبل کا دروازہ کھول دیا اور جانور نکل کر بھاگ گیا اور گم ہو گیا تو اس جانور کا تلف ہونا اس کے خروج کے واسطہ سے ہوگا، پس اس جانور کا خروج اس کے تلف ہونے کی علت ہوگا اور دروازہ کا کھولنا اس کا سبب ہوگا، اور حکم چونکہ اپنی علت کی طرف منسوب ہوتا ہے، سبب کی طرف نہیں؛ اس لئے دروازہ

کھولنے والے یعنی سبب فراہم کرنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر کسی نے پنجرے کا دروازہ کھولا اور پرندہ نکل کر اڑ گیا تو پرندہ کا خروج چونکہ اس کے تلف ہونے کی علت ہے اور پنجرے کا دروازہ کھولنا سبب ہے، اور حکم علت کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ کہ سبب کی طرف؛ اس لئے پنجرے کا دروازہ کھولنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگا، اسی طرح اگر غلام کی زنجیر کھول دی اور غلام بھاگ گیا تو غلام کا چلے جانا علت اور زنجیر کھولنا سبب ہوگا، اور حکم چونکہ علت کی طرف منسوب ہوتا ہے نہ کہ سبب کی طرف؛ اس لئے زنجیر کھولنے والے پر ضمان واجب نہ ہوگا (دیکھئے: اجمل الحواشی علی اصول الشاشی ص ۴۰۹-۴۱۰ مولانا جمیل احمد سکروڈوی، مکتبہ البلاغ دیوبند، طبع اول ۱۹۹۹ء)۔

ذریعہ اور سبب میں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے، دونوں میں کوئی ذرہ برابر فرق نہیں ہے، دونوں ایک ہی چیز ہے، دونوں میں تساوی کی نسبت پائی جاتی ہے۔

۳- حکم اجمالی: "**اختلف العلماء فی حکم سدّ الذرائع واعتبارها من أدلة الفقه**" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶)، سد ذرائع کے حکم اور فقہی دلائل میں اس کے اعتبار کرنے کے سلسلے میں فقہاء عظام کا اختلاف ہے، یعنی سد ذرائع کو مصادر شریعت میں شمار کیا جائے یا نہیں اس سلسلے میں فقہاء عظام کا اختلاف ہے، "**فذهب المالكية، والحنابلة إلى أنها من أدلة الفقه**" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶)۔

مالکیہ اور حنابلہ کا مسلک سد ذرائع کے سلسلہ میں یہ ہے کہ وہ ادلہ فقہ میں ہے، "مصادر شریعت میں اس کا شمار ہے"؛ اس لئے ان کے نزدیک سد ذرائع کی حجیت کے بارے میں کوئی کلام و اشکال نہیں۔

دلیل اول: "**ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم**" (سورۂ انعام: ۱۰۸) (اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، یعنی ان کے معبودوں کو کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گذر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے)۔

دلیل دوم: "**يأيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللكافرين عذاب أليم**" (سورۂ بقرہ: ۱۰۴) (اے ایمان والو! تم لفظ راعنا مت کہا کرو اور انظرنا کہہ دیا کرو اور اس کو اچھی طرح سن لو، اور ان کافروں کو تو سزائے دردناک ہی ہوگی)۔

دلیل سوم: "......**قال: حفظت من رسول الله ﷺ دع ما يريبك إلى مالا يريبك فإن الصدق طمأنينة وإن الكذب ريبة، وفي الحديث قصة**" (ترمذی ۲/۷۸، ابواب صفۃ القیامۃ، باب ۲۲، مختار اینڈ کمپنی دیوبند، ۱۹۸۵ء) (حضرت حسن بن علیؓ نے کہا کہ میں نے اس کو رسول اللہ ﷺ سے یاد کیا ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چھوڑ دے اس چیز

کو جوشک وتردد میں ڈالے تجھ کو اور اس چیز کو بھی جو شک وتردد میں نہ ڈالے تجھ کو، اس لئے کہ سچ ہی دل میں اطمینان وسکون پیدا کرتی ہے اور جھوٹ اضطراب وتذبذب کی لہر پیدا کرتی ہے، اور اس حدیث میں ایک قصہ ہے)۔

دلیل چہارم: ''سمعت رسول الله ﷺ يقول: الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما مشتبهات لايعلمها كثير من الناس فمن اتقى المشتبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع فى الشبهات كراع يرعى حول الحمى يوشك أن يواقعه ألا وإن لكل ملك حمى ألا وإن حمى الله فى أرضه محارمه ألا وإن فى الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله وإذا فسدت فسد الجسد كله ألا وهى القلب'' (بخاری ۱/ ۱۳، کتاب الایمان، باب فضل من استبرأ لدینه) (حضرت نعمان بن بشیرؓ نے عرض کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس ارشاد کو بیان کرتے ہوئے سنا: حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور دونوں کے بیچ میں بعض چیزیں شبہ کی ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے کہ حلال ہیں یا حرام، پھر جو کوئی آدمی شبہ کی چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا، اور جو کوئی آدمی ان شبہ کی چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو شاہی چراگاہ کے اردگرد اپنے جانوروں کو چرائے، وہ قریب ہے کہ سبز وشاداب کو دیکھ کر اس کے اندر گھس جائے، سن لو ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، سن لو اللہ تعالی کی چراگاہ اس کی زمین میں حرام چیزیں ہیں، سن لو اور یاد رکھو فی الواقع انسان کے بدن کے اندرونی حصے میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے، جب وہ درست رہے گا تو سارا بدن درست رہے گا اور جب وہ بگڑے گا تو سارا بدن بھی بگڑے گا، سن لو! اور وہ دل ہے)۔

ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں کہ ابواب الذرائع کتاب وسنت میں اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں جن کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے (موسوعہ فقہیہ ۲۴/ ۲۷۷)، ابن قیم جوزیؒ نے تحریم الذرائع کی کتاب وسنت سے ننانوے مثالیں بیان کی ہیں (موسوعہ فقہیہ ۲۴/ ۲۷۷)۔

''وأنكر الشافعية والحنفية ذلك، وقالوا: إن سد الذرائع ليس من أدلة الفقه، لأن الذرائع هى الوسائل، والوسائل مضطربة اضطرابا شديدا، فقد تكون حراما، وقد تكون واجبة، وقد تكون مكروهة، أو مندوبة أو مباحة، وتختلف مع مقاصدها حسب قوة المصالح والمفاسد وضعفهما، وخفاء الوسيلة، وظهورها، فلا يمكن ادعاء دعوى كلية باعتبارها ولا بإلغائها، ومن تتبع فروعها الفقهية ظهرله هذا، ويفهم من كلام المالكية أنها من حيث هى غير كافية فى الاعتبار، إذ لوكانت كذلك لاعتبرت مطلقا وليس كذلك بل لا بد من فضل خاص يقتضى اعتبارها أو إلغاء ها، وقالوا:

إن الشرع مبنی علی الحکم بالظاهر، کما قد اطلع الله رسوله علی قوم یظهرون الإسلام ویبطنون الکفر، ولم یجعل له أن یحکم علیهم فی الدنیا بخلاف ما أظهروا"(موسوعہ فقہیہ ۲۴/۲۷۸)۔

(شوافع واحناف نے سد ذرائع کا انکار کیا ہے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ سد ذرائع کا شمار ادلہ فقہ میں نہیں ہے؛ کیونکہ ذرائع وسائل کو کہا جاتا ہے، اور وسائل کی حلت وحرمت کے سلسلہ میں سخت اضطراب پایا جاتا ہے، وسائل کبھی حرام ہوا کرتے ہیں اور کبھی وسائل واجب ہوتے ہیں اور کبھی مکروہ ہوتے ہیں یا مندوب یا مباح ہوتے ہیں۔ اور وسائل مقاصد کے ساتھ مصالح ومفاسد کی قوت وضعف اور اس کے ظہور وخفاء کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں لہذا وسائل کے معتبر وملغی ہونے کا دعوی بہ طور قاعدہ کلیہ کے درست نہیں ہے، چنانچہ جو شخص فقہی فروع کا تتبع کرے گا، تو اس کے سامنے حقیقت ظاہر وباہر ہوجائے گی، اور فقہاء مالکیہ کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے کہ وسائل بالذات معتبر نہیں ہیں؛ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وسائل کا مطلقاً اعتبار ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ یہاں وسائل کو فضیلت حاصل ہے، جو اس کے معتبر وملغی ہونے کے متقاضی ہیں اور فقہاء عظام فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ کا موقف یہی ہے کہ وہ ظاہر پر حکم لگاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو ایک قوم کے احوال سے مطلع کیا، جو ظاہراً اسلام کا دعوی کرتے ہیں اور باطناً کفر کو چھپاتے ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالی نے ان پر کوئی قطعی حکم نہیں لگایا ہے کہ دنیا میں اس کو سزا دو؛ بلکہ اس کی سزا آخرت میں ہوگی اور سنگین طریقے کی ہوگی)، ارشاد باری تعالی ہے:"**إن المنافقین فی الدرک الأسفل من النار ولن تجد لهم نصیرا**"(سورۂ نساء:۱۴۵)(بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے اور تم ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے)۔

۴- پہلی قسم یعنی وہ ذرائع جو یقینی طور پر فساد کو موجب ہیں، ان کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے، امام قرافی مالکی مصریؒ نے اس ذرائع کی جس سے فساد پیدا ہونے کا اندیشہ ہو اس کی تین قسمیں بیان کی ہیں:"**قسم أجمعت الأمة علی سدّه ومنعه وحسمه، کحفر الآبار فی طرق المسلمین، فانه وسیلة إلی إهلاکهم فیها، وکذلک إلقاء السم فی أطعمتهم، وسبّ الاصنام عند من کان من أهلها، ویعلم من حاله أنه یسبّ الله تعالی عند سبّها**" (موسوعہ فقہیہ ۲۴/۲۷۸، اسلامی عدالت ۱/۱۲۳-۱۲۴)(ایک قسم وہ ہے جس پر بندش عائد کرنے، اور اسے روکنے اور اس کو ختم کرنے پر امت کا اجماع، جیسے عام گذرگاہوں پر کنواں کھودنا؛ اس لئے کہ یہ لوگوں کو ہلاک کرنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح لوگوں کے کھانے میں زہر ملا دینا، یا غیر مذاہب کے معبودوں کو یہ جانتے ہوئے برا کہنا کہ اس کے جواب میں وہ اللہ تعالی کو برا کہیں گے)۔

دوسری قسم یعنی وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں کبھی اتفاقاً کسی فساد کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہو، تو ایسے اسباب وذرائع

کوممنوع نہیں قرار دیا جائے گا، امام قرافی مالکی مصریؒ نے لکھا ہے:"وقسم أجمعت الأمة على عدم منعه، وإنه ذريعة لاتسدّ، ووسيلة لاتحسم، كالمنع من زراعة العنب خشية أن تعصر منه الخمر فانه لم يقل به أحد، وكالمنع من المجاورة في البيوت خشية الزنى"(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۸، اسلامی عدالت ۱/۱۲۳ تا ۱۲۴)۔

(دوسری قسم وہ ہے جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ ممنوع نہیں ہیں، اور نہ ان ذرائع پر بندش عائد کی جاسکتی ہے، جیسے انگور کی کاشت پر اس لئے پابندی عائد نہیں کی جاسکتی کہ اس سے شراب سازی کے لئے خام مواد فراہم ہوگا کہ اس کا کوئی قائل نہیں، اسی طرح پڑوس میں گھر بنانا اسلئے ممنوع نہیں ہوگا کہ بدکرداری کا اندیشہ ہے)۔

تیسری قسم یعنی وہ ذرائع جن کے بارے میں غلبہ ظن ہے کہ وہ موجب فساد ہوں گے، ان کے بارے میں بھی علماء کی رائے یہی ہے کہ ایسے ذرائع کا سد باب ضروری ہے، اسی لئے عام طور پر شرع میں ''ظن غالب'' کو''علم ویقین'' کا درجہ دیا جاتا ہے اور''اکثر'' کو حکم کل دیا جاتا ہے، اور ایسے ذرائع کا ارتکاب علی العموم ممنوعات کے ارتکاب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

امام قرافی مالکی مصریؒ کی رائے میں جس طرح پہلی قسم کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے، اسی طرح اس قسم کی ممانعت پر بھی اجماع ہے، وہ لکھتے ہیں:"وما يغلب على الظن إفضاء ه إلى المفسدة، إن هذا القسم قد أجمع على سدّه كالمنع من حفر الآبار في طرق المسلمين إذا علم وقوعهم فيها أو ظن وإلقاء السم في أطعمتهم إذا علم أو ظن أنهم يأكلونها فيهلكون"(الفروق ۳/۲۶۶)۔

(جن اعمال کے ذریعہ فساد بن جانے کا ظن غالب ہو، ان کی ممانعت پر بھی اجماع ہے، جیسے عام گذرگاہوں پر کنواں کھودنا؛ چاہے اس میں کسی کے گرنے کا یقین ہو یا ظن غالب ہو، یا کھانے میں زہر ملانا؛ چاہے اسے کھا کر ہلاک ہونے کا یقین ہو یا ظن غالب ہو)۔

اعلام الموقعین میں ابن قیمؒ نے اس قسم کی ممانعت کے بارے میں اجماع سے انکار کیا ہے، اور اس میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ بعض شافعیہ اور ابن حزم اس کے مخالف ہیں (اعلام الموقعین ۳/۱۳۶)۔

چوتھی قسم یعنی وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں کسی فساد کا پیدا ہونا نہ اکثری ہے اور نہ نادر، لیکن بسا اوقات ایسا ہوجایا کرتا ہے، یہی وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت کے باب میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور ابن حزمؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ فساد اس صورت میں غالب ہے اور اعتبار غلبہ کا ہے؛ اس لئے ایسے عقود اور اعمال جن کا غالب نتیجہ ''فساد'' نہ ہو انہیں ممنوع نہیں قرار دیا جاسکتا، اور امام مالکؒ نیز امام احمد بن حنبلؒ اس صورت میں بھی ذرائع کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس فعل کا اصلاً ماذون اور مباح ہونا بسا اوقات موجب فساد ہونے کی وجہ سے اپنی اصل اباحت واذن پر باقی نہیں رہے گا،

جس کی شرع میں نظیریں بھی موجود ہیں، مثلاً اجنبی عورت کے ساتھ خلوت یا عورت کا اجنبی کے ساتھ سفر کہ ان صورتوں میں فتنہ کا اندیشہ اکثر اور غالب نہیں ہے اور نہ بالکل نادر، بسا اوقات فتنہ پیدا ہوتا ہے اور بہت دفعہ نہیں بھی ہوتا ہے؛ لیکن شریعت نے اس پر روک لگائی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ایسی صورتوں میں بھی ذرائع واسباب کو ممنوع قرار دیا جانا چاہئے (اسلامی عدالت ۱/ ۱۲۴ تا ۱۲۵، نیز دیکھئے: موسوعہ فقہیہ ۲۴/ ۲۷۶ تا ۲۸۲)۔

۵- اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان**" (سورۂ مائدہ:۲) (اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو)۔

"**ولایجرمنّکم شنآن قوم علی أن لا تعدلوا**" (سورۂ مائدہ:۸) (اور کسی خاص قوم کی عداوت تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہوجائے کہ تم عدل نہ کرو)۔

"**ولا تفسدوا فی الأرض بعد إصلاحها**" (سورۂ اعراف:۵۶) (اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کردی گئی ہے، فساد مت پھیلاؤ)۔

"**ولاتقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا**" (سورۂ اسراء:۳۲) (اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے)۔

حضرت صعب بن جثامہ لیثیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک گورخر تحفہ بھیجا، آپ ﷺ اس وقت ابواء میں تھے یا ودان میں، آپ ﷺ نے اس کو واپس کردیا، جب ان کے چہرے پر ملال پایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہم احرام باندھے ہوئے ہیں، اس لئے واپس کردیا ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے (بخاری شریف مترجم ۱/ ۷۴۸ کتاب المناسک، باب إذا أهدى للمحرم ......)۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص محرم کو زندہ گورخر یا دیگر شکار مثلاً خرگوش، ہرن، نیل گائے، چیتل، سانبھر، وغیرہ تحفے میں بھیجے تو قبول نہ کرے؛ کیونکہ یہ حالت احرام میں ممنوع ہے، یہ پانچ مثالیں سد ذرائع کی میں نے تحریر کی ہیں، شریعت مطہرہ نے ان کو سد ذرائع کے طور پر منع کیا ہے اور حنفیہ کے نزدیک حجت ہیں۔

اجنبی عورت کو دیکھنا، اجنبی عورت کے ساتھ خلوت اختیار کرنا، اجنبیہ عورت کا اپنی پوشیدہ زینت کو ظاہر کرنا، اور عورت کا تن تنہا دور دراز کا سفر کرنا اگرچہ سفر حج یا عمرہ کا ہو، یہ سب لغو اور حرام فعل ہیں؛ اسی لئے شریعت مطہرہ نے ان کو بالکل حرام قرار دیا ہے، یہ سب سد ذرائع کی قبیل سے ہیں، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ سب کے نزدیک یہ حرام ہیں اور سب سد ذرائع کے طور پر حجت مانتے ہیں، کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنا واجب

ہے، یہ بھی سد ذرائع کے طور پر یہ حکم لگایا گیا ہے (موسوعہ فقہیہ ۲۴ / ۲۷۷)۔

حالت جنگ میں ہتھیار بیچنا منع ہے؛ کیونکہ کافر ہم سے ہتھیار خرید کر ہمارے اوپر آزمائے گا؛ اس لئے لڑائی کے درمیان کافروں کے ہاتھ ہتھیار بیچنے سے منع کیا گیا ہے، کسی کو سونتی ہوئی تلوار دینا منع ہے؛ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شخص دینے والے ہی پر وار کردے، قصاص واجب ہے انسانوں کی صیانت وحفاظت کی بنا پر، ارشاد باری ہے: "**ولکم فی القصاص حیوۃ یأولی الالباب لعلکم تتقون**" (سورۂ بقرہ: ۱۷۹) (اور اے لوگو! اس قانون قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ تم لوگ ایسے قانون امن کی خلاف ورزی کرنے سے پرہیز رکھوگے)۔

رسول اللہ ﷺ نے طلوع شمس، زوال شمس، غروب شمس کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس طرح کفار کے ساتھ مشابہت سے روکنا مقصود ہے، کہ ان اوقات میں کافر ومشرک لوگ سورج کی پوجا پاٹ کرتے ہیں (مسلم ۱/ ۲۷۶، ابن ماجہ ۱/ ۱۱۰ مکتبہ رشیدیہ دہلی)۔

بت ومورت، یا آگ یا انسان کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے، جمعہ کی اذان کے وقت خرید وفروخت کرنا ممنوع ہے (موسوعہ فقہیہ ۲۴/ ۲۷۸)، اسی طرح پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے سے روکا گیا کہ یہ قطع رحم کا موجب ہے۔ حضور ﷺ نے قرض دینے والے کو مقروض سے ہدیہ لینے سے منع فرمایا کہ اس کے نتیجہ میں قرض سے نفع حاصل کرنے کا رجحان پیدا ہوسکتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس درخت کے پاس نماز پڑھنے سے روک دیا جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی؛ بلکہ اس درخت کو ہی کٹوا دیا کہ اس مباح عمل کے نتیجہ میں خطرہ تھا کہ صنم پرستی کا قدیم رجحان نہ لوٹ آئے۔ مرض الموت کی طلاق کا نتیجہ عورت کو وراثت سے محروم کرنا ہے؛ اس لئے حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی مطلقہ زوجہ کو وارث قرار دیا؛ حالانکہ عدت بھی گزر چکی تھی، اور قاضی شریح کے استفسار پر سیدنا عمرؓ نے یہ رائے دی کہ اگر عدت میں شوہر کی وفات ہوجائے تو عورت کو وراثت ملے گی، ظاہر ہے کہ طلاق جو ایک امر مباح ہے، مخصوص صورت پیدا ہوجانے کی وجہ سے وراثت سے محرومی کا موجب بن رہی ہے، پس اگر چہ شوہر کا یہ مقصود نہ ہو لیکن اس کے عمل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے اس لئے باب وراثت میں اس طلاق کے اثر کو سد ذریعہ کے طور پر کالعدم قرار دیا گیا (اسلامی عدالت ۱/ ۱۲۶)۔

خلاصہ کلام: جمہور فقہاء حضرات کی کتابوں کی ورق گردانی سے یہ بات الم نشرح ہوگئی کہ تعبیرات میں فرق کے باوجود تقریباً سبھی فقہاء ذرائع کے اصول کی رعایت کرتے ہیں، یہ علاحدہ چیز ہے کہ مصلحت ومفسدہ کے موازنہ میں اختلاف رائے ہو، بہرکیف ائمہ اربعہ میں سد ذرائع کے سلسلہ میں کہ وہ مصادر شریعت ہیں یا نہیں اس سلسلے میں اختلاف ہے، مالکیہ اور

حنابلہ سد ذرائع کو مصادر شریعت مانتے ہیں اور حنفیہ اور شافعیہ مصادر شریعت نہیں مانتے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود باہم کوئی خاص نزاع نہیں معمولی فرق ہے؛ مگر سد ذرائع ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے نزدیک کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے۔ سد ذرائع کو شدید اضطراری حالت ہی میں استعمال کرنے کی سعی کریں؛ کیونکہ ہمارے پاس جب ادلہ اربعہ موجود ہیں تو پھر تردد و تذبذب میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا ہے (دیکھئے: اسلامی عدالت ۱/۱۲۷)۔

۶- بعض اہل اصول نے فتح ذرائع کا موضوع بھی چھیڑا ہے، خاص طور پر امام قرافی مالکی مصریؒ نے اپنی کتاب الفروق میں بہت تفصیل سے کلام کیا ہے، میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اس موضوع پر بحث ومباحثہ ہی کو زیر بحث نہ لایا جائے، فتح ذرائع عصر حاضر میں مسلمانوں کے حق میں لعنت کا طوق ہے۔

فتح ذرائع سے مراد یہ ہے کہ انسانی مصالح ومفاد کی خاطر آسانی وسہولت کے طریقے اور وسیلے تلاش کرنا ہے؛ تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں جیسے کفار کو مال دے کر مسلمان قیدیوں کو ان کے چنگل سے چھڑا لینا، کوئی زانی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کو کمزور سمجھ کر اس کے گھر میں گھس کر اس کی بیوی کے ساتھ زنا کاری کرتا ہے اور وہ کمزور ہے دفع کرنے پر قادر نہیں ہے اس لئے وہ زانی کو روپئے دے دیتا ہے کہ اس کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے سے باز رہے، جنگجو کو مال دینا تاکہ اس کے اور مال داروں کے درمیان قتل وغیرہ کی واردات نہ واقع ہو، یہ سب فتح ذرائع ہیں (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۸۱-۲۸۲)، عصر حاضر میں فتح ذرائع سے گناہوں میں ملوث ہونے کا شدید خطرہ ہے اس لئے اس پر بندش لگانا ہی بہتر ہے۔

۷- (۱) اسمارٹ موبائل فون کے استعمال پر عورتوں کے لئے چاہے وہ شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ پابندی لگانے کی عصر حاضر میں بہت شدید ترین ضرورت ہے، یہ بہت سے فتنے پیدا کرنے کے ذرائع اور وسائل کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) عورت کی سرکاری ملازمت پر پابندی لگانے کی ضرورت ہے؛ کیونکہ نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہے عورت پر نہیں، عصر حاضر میں اس ملازمت سے بہت سے گھر خاندان ویران ہو چکے ہیں۔

(۳) مسلم لڑکیوں کی غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی بیاہ رچانے پر سخت کاروائی کی جائے اور پابندی لگائی جائے؛ کیونکہ باہم مسلم غیر مسلم کا نکاح کرنا شرعاً حرام وممنوع ہے۔

(۴) آئین ہند کے ہم پابند ہیں، مگر جب کوئی قانون ہمارے مذہب اسلام سے ٹکرائے گا تو وہ قانون ہمارے لئے ناقابل قبول ہوگا، حکومت ہند پر یہ لازم ہے کہ ایسے قانون کو مسلمانوں کے اوپر زبردستی نافذ نہ کرے۔

(۵) مسلم قوم باہم اتحاد واتفاق کی لڑی میں گتھے ہوئے موتی کی مانند رہیں، باہم اختلاف وانتشار سے اجتناب واحتراز کرنے کا جذبہ وہمت اپنے اندر پیدا کریں۔

(۶) ملٹی میڈیا موبائل فون پر پابندی عائد کردینی چاہئے، اسمارٹ موبائل فون عصر حاضر میں دنیا کا سب سے بڑا فتنہ ہے، اور فحاشی پھیلانے کا سب سے بڑا ذریعہ ووسیلہ ہے۔

مندرجہ بالا مسائل میں سد ذریعہ کا قاعدہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

۸- ۱-شریعت مطہرہ کے بہت سے منصوص احکام بھی سد ذریعہ پر مبنی ہیں، جو چیزیں شریعت مطہرہ میں اصلاً جائز ومباح ہیں، لیکن وہ کسی بڑے مفسدہ اور ضرر کا باعث بنتی ہیں، تو شریعت مطہرہ ان پر پابندی لگادیتی ہے، اس کی ایک واضح مثال قرآن مجید میں منصوص ہے، وہ یہ ہے کہ معبودان باطل کو برا بھلا کہنا اصلاً ممنوع نہیں ہے، لیکن چونکہ انہیں سبّ وشتم کرنے میں اس کا پورا اندیشہ ہے کہ ان کے پرستاران حضرات ردعمل کی نفسیات کا شکار ہوکر اللہ جل شانہ کو سب وشتم کرنے لگیں، اس لئے معبودان باطل کو سبّ وشتم کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے (دیکھئے: معارف القرآن ۳/۴۱۷-۴۲۵، فرید بکڈپو دہلی، ۲۰۱۳ء)۔

۲-جب منافقین کی بعض گھناؤنی حرکتوں پر حضرت عمرؓ نے یہ اجازت چاہی کہ انہیں ہم قتل کردیں تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے منع کیا کہ اگر ہم انہیں قتل کردیں تو یہ بات مشہور ہوجائے گی کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں، اس سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے منافقین کو قتل کرنے سے منع کیا؛ حالانکہ ان کے گھناؤنی اور سازشی اعمال وافعال انہیں قتل کا مستحق بنا چکے تھے (بخاری ۲/۷۲۸، کتاب التفسیر)۔

۳-اہل قریش نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب بیت اللہ ''کعبہ'' کی تعمیر کی تو مالی تنگی کی وجہ سے بیت اللہ (کعبہ) کا ایک حصہ اس میں شامل نہیں کیا، جو حطیم کے نام سے معروف ومشہور ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمہاری قوم ابھی نئی نئی اسلام لائی ہے تو میں بیت اللہ کو منہدم کرکے دوبارہ اس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر از سر نو کرتا اور حطیم کو کعبہ میں شامل کرتا۔ ظاہر ہے کہ بناء ابراہیمی پر کعبہ کی تعمیر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے؛ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس خیال سے اس کام کو انجام نہیں دیا کہ کہیں قریش کے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوجائے کہ ہمارے باپ دادا کی تعمیر کو منہدم کیا جارہا ہے اور اس سے خدانخواستہ دل میں کدورت پیدا ہو جو ان کے ایمان کو متاثر کردے (شرح الوقایہ ۱/۲۶۱-۲۶۲، کتاب الحج، نیز دیکھئے: البدایہ والنہایہ ۱/۱۶۷-۱۶۸، مکتبۃ المعارف بیروت، ۱۹۹۰ء)۔

۴-کعب بن اشرف یہودی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برابر سازش اور فتنہ وفساد کرتا تھا اور مدینہ منورہ کے ماحول کو خراب کرنے کی انتھک کوشش کیا کرتا تھا؛ اس لئے اس کے قتل کرنے کی اجازت دی گئی پھر اس کو ملک عدم پہنچادیا گیا (بخاری ۲/۵۷۶ تا ۵۷۷، مسلم ۲/۱۱۰-۱۱۱)۔

۵-ابورافع عبداللہ بن ابوحقیق یہودی بھی بہت خبیث الطبع تھا،اس نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی؛اس لئے اس کو بھی قتل کی سزادی گئی (بخاری ۲/ ۵۷۷ تا ۵۷۸)۔

۶-حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر چار مرد اور دو عورتوں کے قتل کرنے کا حکم فرمایا تھا؛ کیونکہ یہ سب فتنہ وفساد کے رسیا تھے (تلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر ۴/ ۳۰۳ تا ۳۰۴،دار الکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۰۶ء)۔

۷-ام قرفہ کے تیس بیٹے تھے اور وہ ان کو مسلمانوں کے مقابلہ جنگ پر ابھارتی رہتی تھی؛اس لئے اس کو قتل کر کے کفار کی شوکت کو ختم کر دیا،اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس عورت کو کسی مصلحت اور سیاست کی وجہ سے قتل کیا ہو،جس طرح آپ نے ان عورتوں کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کی خبر سن کر اظہار خوشی کے لئے دف بجایا تھا(المبسوط ۱۰/ ۱۱۰،دار المعرفۃ بیروت، ۱۹۹۳ء)۔

بعض معاصر فقہاء کی رائے ہے کہ جس طرح سد ذریعہ کو سرے سے نظر انداز کرنا اور شرعی مسائل کے حل میں اس کا استعمال نہ کرنا درست نہیں ہے، یہ بات قابل قبول ہے،اس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے،اسی طرح سد ذریعہ کے استعمال میں غلو کرنا بھی درست نہیں ہے،اور اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوئے ہیں، یہ بھی قابل قبول ہے کہ ایسی روش اختیار کرنے سے ہمیں اجتناب واحتراز کرنے کی اشد ترین ضرورت ہے،شریعت مطہرہ کی روشنی میں ہی سد ذریعہ کو شرعی مسائل کے حل کرنے میں استعمال کرنے کی ضرورت ہے،شریعت مطہرہ کا قلادہ ہمارے گردن میں ہر وقت موجود رہے(اسلامی عدالت ۱/ ۱۴۷ تا ۱۵۲)۔

اس مسئلہ کے سلسلے میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ لکھتے ہیں: فقہاء کی کتابوں کے استقراء سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ تعبیرات میں فرق کے باوجود تقریباً سبھی فقہاء سد ذرائع کے اصول کی رعایت کرتے ہیں۔یہ علاحدہ امر ہے کہ مصلحت ومفسدہ کے موازنہ میں اختلاف رائے ہو،کسی کے نزدیک کسی صورت میں مصلحت راجح ہوتی ہے اور فساد مرجوح وناقابل لحاظ،اور اسی صورت میں دوسرا فقیہ مصلحت کو مرجوح قرار دے اور فساد کو راجح قرار دیتے ہوئے اس کی ممانعت کا حکم دے۔ہماری معاشرتی زندگی میں ایسے دسیوں مسائل سامنے آتے ہیں،جن کے حل کے لئے اس اصول پر غور کیا جاسکتا ہے، ایک عورت کا شوہر مفقود ہے،اور شوہر اتنی ملکیت چھوڑ گیا ہے جس کی آمدنی سے وہ عورت اپنی کفالت کرسکتی ہے۔۷،۸ سال تک شوہر کا انتظار کرنے کے بعد وہ قاضی کے یہاں درخواست بابت تفریق دیتی ہے،فقہ مالکی کے مطابق اسے مزید چار سال تک انتظار کا حکم دینا ہوگا،لیکن اس عورت کی جواں عمری،ماحول کا فساد اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے قاضی کو ظن غالب ہے کہ مزید انتظار کا حکم اس برائی میں اس عورت کو مبتلا کردے گا جس سے بچانے کے لئے نکاح مشروع کیا گیا،تو کیا سد باب فتنہ اور

خوف زنا کو بنیاد بنا کر قاضی اس عورت کا نکاح فوراً فسخ کر سکتا ہے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جن کو حل کرنے کے لئے اس اصول کو کام میں لایا جاسکتا ہے؛ لیکن ضروری ہے کہ اس اصول کی نزاکتوں پر اس کی گہری نگاہ ہو ورنہ وہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد قرار دے کر یا مصلحت ومفسدہ کی صحیح قدر وقیمت کا تعین نہ کر کے بناء دین کے انہدام کا موجب ہوجائے؛ اس لئے صحیح فقہی شعور کے بغیر ان نازک اصولوں کا استعمال خود ایسا ذریعہ فساد ہے جس کا سد باب ضروری ہے (اسلامی عدالت ۱؍۱۲۷)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام کی رو سے انسان کا مقصد حیات یہ ہے کہ وہ اللہ تبارک وتعالی کے نام کو دنیا میں بلند کرے اور اس کے نازل کردہ قانون حیات، قرآن حکیم کو دنیا میں نافذ کرے، لہذا ثابت ہوا کہ اشتراکیت اور اسلام ایک دوسرے کی ضد ہیں، اور جو شاعر یا ادیب اشتراکی خیالات کی اشاعت کرتا ہے وہ اسلام کا دشمن ہے، یعنی مسلمان کا دشمن ہے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو ترک کر کے کوئی شخص ترقی نہیں کر سکتا، جو شاعر یا ادیب مسلمانوں کو دین سے برگشتہ کرتا ہے، وہ ترقی پسند نہیں ہے بلکہ تنزل پسند ہے، قرآن حکیم سے سر موانحراف کرنا، سب سے بڑی رجعت پسندی بلکہ جہالت ہے۔

☆☆☆

سد ذریعہ-ایک اہم اصول

مفتی محمد اخلاق حسین قاسمی☆

ا-ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

ذریعہ لغت میں وسیلہ اور سبب کو کہتے ہیں (لسان العرب ۹۶/۸، مختار الصحاح ص/ ۲۲۱)، یعنی ہر وہ شئی جو کسی دوسری شئی کے حصول کا ذریعہ بنے یعنی اردو محاورات میں بھی لفظ ذریعہ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے، جس معنی میں لغت عرب میں۔

اصطلاح میں ذریعہ اس قول یا عمل کو کہیں گے جو بذات خود مباح ہے لیکن وہ کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہے مثلا بیع وتجارت بذات خود مباح ہے لیکن اذان جمعہ کے وقت بیع وتجارت کی یہ مشغولیت مسجد کی طرف سعی سے روکنے کا سبب بن جاتی ہے جس کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے۔

امام ابن العربی مالکیؒ فرماتے ہیں: "**ھی المباحات التی یتوصل بھا الی المحرمات**" (احکام القرآن، سورۃ الانعام، ۲/ ۲۷۰)۔

ذرائع سے مراد ایسے مباحات ہیں جو کہ محرمات تک رسائی کا باعث ہوں۔

امام قرطبیؒ نے سد الذرائع کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے: "**الذریعة عبارة أمر غیر ممنوع لنفسه یخاف من ارتکابه الوقوع فی ممنوع**" (تفسیر قرطبی، سورۃ البقرہ: ۱۰۴، ۲/ ۵۸)۔

ذریعہ ایک ایسے امر سے عبارت ہے جو فی ذاتہ جائز اور مباح ہو لیکن اس کے ارتکاب سے کسی ممنوع چیز کے واقع ہونے کا اندیشہ ہو، گویا سد الذرائع سے مراد وہ مباح اور جائز امور ہیں جو کہ کسی حرام اور ناجائز فعل کا وسیلہ بنیں یا بننے کا قوی اندیشہ ہو (فقہ اسلامی کے ذیلی ماخذ، ص/ ۲۹۹)۔

سد ذریعہ کی شرعی حقیقت:

شاطبی نے الموافقات میں ذریعہ کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھا ہے:

☆ (مفتی واستاذ) معہد الرشید الاسلامی جگادھری، ضلع یمنانگر، ہریانہ۔

”حقيقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة الى ما هو مفسدة “(الموافقات ۱۹۸/۴)(ذرائع کی حقیقت اس قول وعمل کو جو مصلحت ہے مفسدہ کا سبب بنالینا ہے)۔

علامہ ابن رشد کہتے ہیں :”إنها الأشياء التی ظاهرها الإباحة ،ويتوصل بها إلى فعل محظور“ (المقدمات لابن رشد،ص/۱۹۷)(ذرائع وہ (اعمال واقوال) ہیں جو بظاہر حال مباح ہیں لیکن انہیں کسی ممنوع عمل کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے)۔

سد کے معنی بند کرنا ہے تو سد ذرائع کے معنی ایسے اقوال واعمال پر بندش لگانا ہے جو بذات خود اگر چہ مباح ہیں لیکن کسی ممنوع کے ارتکاب کا بالواسطہ سبب بن جاتے ہیں،اور تہذیب الفروق میں امام ابن عربی کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ عمل ممنوع ومحظور سے مراد وہ عمل ہے جس کی ممانعت نص سے ثابت ہو۔

”قال الإمام ابن العربی فی كتاب الاحكام وقاعدة الذريعة التی يجب سدّها هو ما يؤدّی من الأفعال المباحة إلى محظور منصوص عليه لا مطلق محظور “ (تهذیب الفروق علی حاشية الفروق للقرافی)۔

امام ابن عربی نے کتاب الاحکام میں کہا ہے کہ سد ذرائع کے قاعدہ کے ذیل میں جن ذرائع پر روک لگانا مقصود ہے ان سے مراد وہ ذرائع ہیں جو کسی ایسے عمل ممنوع کا ذریعہ بنتے ہوں جن کی ممانعت پر نص وارد ہے، نہ کہ مطلق ممنوع اعمال (اسلامی عدالت،ص/۱۲۲)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں فرق:

ذریعہ اور سبب میں لغوی استعمال کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے؛ بلکہ یہ دونوں آپس میں مترادف ہیں جیسا کہ اس عبارت میں ان دونوں الفاظ کے استعمال سے پتہ چلتا ہے:”ولا يخفىٰ أن سلسلة الأسباب والذرائع غير منقطع ولا محدود“ (احکام القرآن،تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب ۴۷۸/۳-۴۷۹)۔

اسی طرح ”احکام القرآن“ میں دوسری جگہ بھی دونوں الفاظ کو بطور ترادف کے استعمال کیا ہے:”وذلک بأن فرقت بين الأسباب والذرائع القريبة المفضية إلى المعاصی فی العادة الغالبة ،كبيع الخمر ومسّ امرأة بشهوة ،وبيع الأسلحة من أهل الحرب “(احکام القرآن،تفصیل الخطاب فی تفسیر آیات الحجاب ۴۷۸/۳-۴۷۹)۔

البتہ ذیل میں دونوں الفاظ کے لغوی واصطلاحی معنی ذکر کیے جاتے ہیں جس سے دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہوتا ہے:

ذریعہ: لغت میں کسی چیز کی طرف پہنچانے والا وسیلہ کو کہتے ہیں،اور اصطلاح میں ذرائع ان اشیاء کو کہا جاتا ہے جن

کا ظاہراور جن کی ذات مباح ہولیکن وہ شئی کسی ممنوع فعل تک پہنچانے کا سبب بنتی ہو۔

شیخ زہرہؒ نے ذرائع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ''**والذرائع فی لغة الشرع ما یکون طریقا للمحرم وللمحل**''، یعنی ذرائع شریعت کی زبان میں ایسا راستہ ہے جو کسی حرام یا حلال فعل تک پہنچانے کا سبب ہو (فقہ اسلامی کے ذیلی ماخذ، ص/۳۰۰)۔

سبب کا لغوی معنی: رسی ہے۔

پھر اس کا استعمال ہر اس شئی کے لئے کیا گیا جو دوسری شئی تک رسائی کا ذریعہ ہو، اس کی جمع اسباب ہے۔

سبب اصطلاح میں حکم شرعی کی ایک قسم ہے۔

حنفیہ نے اس کی یہ تعریف کی ہے: جو بغیر کسی اثر کے حکم تک پہنچنے کا ذریعہ ہو وہ سبب ہے، یعنی حکم کا پایا جانا یا اس کا واجب ہونا اس کی طرف منسوب نہ ہو، اس میں علت کے معنی بھی سمجھ میں نہ آتے ہوں، لیکن سبب اور حکم کے درمیان ایک علت ہوتی ہے جو سبب کی طرف منسوب نہیں ہوتی ہے (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/۱۸۲)۔

فرق:

(۱) دونوں الفاظ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف پر غور کرنے سے فرق کا پتہ چلتا ہے کہ:

سبب وہ ہے جو دوسری شئی (حکم) تک رسائی کا ذریعہ ہو اور حکم کے پائے جانے میں اس کا کوئی اثر نہ ہو۔

اور ذریعہ وہ ہے جو دوسری شئی تک رسائی کا ذریعہ ہو، خود اس کی ذات مباح ہو لیکن وہ شئی کسی ممنوع فعل تک پہنچا دے۔

(۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ سبب خود نہ اثر ڈالتا ہے اور نہ اثر قبول کرتا ہے، اور ذریعہ اثر تو نہیں ڈالتا ہے، البتہ خود اثر قبول کرتا ہے کہ مباح ہونے کے باوجود بھی حرام ہونے کا حکم قبول کر لیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ دونوں الفاظ رسائی کے معنی میں ایک دوسرے کے مترادف ہیں، البتہ سبب کی حد یہیں ختم ہو جاتی ہے اور ذریعہ کا معاملہ آگے تک پہنچتا ہے کہ وہ ممنوع چیز تک رسائی کی وجہ سے خود بھی ممنوع ہو جاتا۔

۳-سد ذریعہ کی حجیت اور ان کے دلائل:

سد الذرائع کی حجیت (فقہی دلیل) اور اس کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ فقہی دلیل ہے، ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(الف) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**ولا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبّوا اللہ عدواً بغیر علم**'' (سورہ انعام: ۱۰۸)۔

فقہاء کہتے ہیں کہ: اللہ تعالی نے کافروں کے معبود کو گالی دینے سے منع کیا؛ تاکہ یہ اللہ کے دشنام دینے کا ذریعہ نہ بنے، اللہ تعالی نے کلمہ " راعنا " کہنے سے منع کیا، فرمایا: "یا أیها الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا" (سورۃ البقرہ: ۱۰۴)، تاکہ یہ یہودیوں کے لیے نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کا ذریعہ نہ بنے؛ کیوں کہ کلمہ (راعنا) ان کی زبان میں مخاطب کو دشنام دینا ہے۔

(ب) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دع ما یریبک إلی ما لا یریبک " نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے:
"الحلال بین والحرام بین وبینهما مشبهات استبرأ لدینه وعرضه، ومن وقع فی الشبهات کان کراع یرعی حول الحمی یوشک أن یواقعه، ألا وإن لکل ملک حمی، وإن حمی الله فی أرضه محارمه" (مسلم ۳/۱۲۱۹)۔

ابن رشد کا بیان ہے کہ: کتاب اللہ اور سنت رسول میں ذرائع کے ابواب بکثرت ہیں، ان کے ذکر میں طوالت ہے، اور ان کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔

(ج) حرام شئی تک پہنچانے والے وسائل کو مباح قرار دینا حرمت کو ختم کرنا ہے، اور لوگوں کو حرام کی طرف راغب کرنا ہے؛ حالانکہ شارع کی حکمت اور تعلیم مکمل طور پر اس کے خلاف ہے؛ بلکہ دنیاوی بادشاہوں کی سیاست بھی اس کے خلاف ہے، اس لیے کہ اگر کوئی بادشاہ اپنی فوج یا رعایا کو کسی کام سے منع کرے، پھر اس تک پہنچنے کے وسائل اور راستوں کو ان کے لئے مباح کردے تو اسے تضاد سمجھا جائے گا، اور اس کی فوج اور رعایا کی طرف سے اس کے مقصود کے خلاف عمل صادر ہوگا، اسی طرح اطباء جب بیماری کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو مریض کو بیماری تک پہنچانے والے ذرائع واسباب سے بھی منع کرتے ہیں ورنہ جس چیز کی اصلاح مقصود ہے اس میں مزید خرابی ہوگی (اعلام الموقعین ۳/۹۱۵ فصل فی سد الذرائع)۔

(د) کتاب اللہ اور سنت رسول میں مواقع تحریم کی تلاش سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض محرمات کی حرمت مقصود بالذات ہے، جیسے شرک، زنا، شراب نوشی، قتل اور ظلم، اور بعض محرمات کی حرمت اس لئے ہے کہ وہ حرام تک پہنچانے والے اور راستہ ہموار کرنے والے وسائل وذرائع ہیں ابن القیم نے ذرائع کی تحریم کی تلاش کی اور کتاب وسنت سے ننانوے مثالیں پیش کی ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تذکرہ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے:

(۱) زنا کے ذرائع کے سدباب کی چند مثالیں: بالقصد عورت کی طرف دیکھنے کی حرمت، اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کی حرمت، پوشیدہ زینت کو ظاہر کرنے کی حرمت، دور تنہا اس کے سفر کرنے کی حرمت خواہ وہ حج یا عمرہ کا سفر ہو، اس میں اختلاف آراء اور تفصیلات ہیں، قابل ستر حصہ کو دیکھنے کی حرمت، گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت لینے کا وجوب،

اور بھی بہت سے احکام ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول میں مذکور ہیں جن کا اس سے تعلق ہے۔

(۲) قتل کے ذرائع کے سد باب کی چند مثالیں: فتنہ وفساد کے موقع پر اسلحہ بیچنے کی ممانعت، تلوار بے نیام کرنے کی ممانعت، قتل کے فتنہ کو دور کرنے کے لئے قصاص واجب کرنا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**ولكم في القصاص حياة**"۔

(۳) نماز کی بہت سی ممنوعات اور مکروہات کی بنیاد یہی اصل ہے، جیسے آفتاب کے طلوع، زوال اور غروب کے وقت نماز کی ممانعت، تصویر یا آگ یا کسی انسان کے چہرہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی کراہت، اور مثلاً جمعہ کی اذان کے وقت بیع کی ممانعت، اس لئے کہ بیع میں مصروف ہونا جمعہ سے رہ جانے یا اس کے بعض حصہ کے فوت ہونے کا ذریعہ ہے، اگر نہی کے وقت میں بیع ہو تو اس کے فسخ کے بارے میں اختلاف ہے (تبصرۃ الحکام ۲/ ۲۶۸)۔

سد ذرائع کی حجیت میں حنفیہ اور شافعیہ کا موقف:

حنفیہ اور شوافع نے سد ذرائع کے فقہی دلیل ہونے کا انکار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ سد ذرائع کوئی فقہی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ ذرائع وسائل ہیں، اور وسائل بہت زیادہ مختلف ومضطرب ہوتے ہیں، کبھی حرام ہوتے ہیں، کبھی واجب ہوتے ہیں، اور کبھی مکروہ یا مندوب یا مباح ہوتے ہیں۔

مصالح ومفاسد کی قوت وضعف اور وسیلہ کے ظاہر اور پوشیدہ ہونے کے اعتبار سے ذرائع اور اس کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں، لہذا ان کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا کلی دعوی کرنا ممکن نہیں ہے، جو کوئی فقہی جزئیات کی تلاش وجستجو کرے گا تو اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی، مالکیہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذرائع اپنی ذاتی حیثیت سے معتبر ہونے کے لئے کافی نہیں ہیں، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو مطلقا ان کا اعتبار کیا جاتا حالاں کہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ کسی خاص چیز کا اضافہ ضروری ہے جو ذرائع کے معتبر یا غیر معتبر ہونے کی متقاضی ہو۔

حنفیہ اور شافعیہ کی دلیل:

الف۔ شریعت کی بنیاد ظاہر پر حکم لگانے پر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ایسی قوم کے بارے میں مطلع کیا جو کہ اسلام ظاہر کرتی تھی اور اندر کفر چھپاتی تھی، لیکن وہ لوگ جو ظاہر کرتے تھے اس کے خلاف ان پر دنیا میں کارروائی کرنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیا۔

ب۔ شریعت نے لعان کرنے والوں سے حد کو دفع کرنے کا حکم دیا، باوجودیکہ زنا کی علامت پائی جارہی ہے، اور وہ یہ ہے کہ عورت نے ناجائز طریقہ پر بچہ کو جنا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: یہ اس دلالت کے حکم کو باطل کرتا ہے جو ذرائع سے زیادہ قوی ہے، لہذا جب یہ زیادہ قوی

دلیل کو باطل کر دیتا ہے تو ضعیف دلیل یعنی تمام ذرائع کو بدرجہ اولی باطل کر دے گا (الام للشافعی ۷/۲۷۰ کتاب الاستحسان قبل باب ابطال الاستحسان)۔

۴- اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک ذرائع کے مختلف درجات:

اہل اصول اور فقہاء نے ذرائع کے مختلف درجات مقرر کیے ہیں، امام قرافی نے اس کے تین درجات متعین کیے ہیں:

پہلا درجہ: اس کے سد باب پر امت کا اتفاق ہے، جیسے مسلمانوں کے راستے میں کنواں کھودنا؛ کیوں کہ یہ کنواں لوگوں کی ہلاکت کا ذریعہ بنے گا، اسی طرح ان کے کھانے میں زہر ڈالنا، بتوں کے پجاری کی موجودگی میں بتوں کو گالی دینا؛ جب کہ معلوم ہو کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو گالی دے گا۔

دوسرا درجہ: وہ ذرائع ہیں جن کے ممنوع نہ ہونے پر امت کا اتفاق ہے، اور یہ ایسا ذریعہ ہے جو بند نہیں کیا جائے گا، اور ایسا وسیلہ ہے جس کو ختم نہیں کیا جائے گا، جیسے انگور کی کھیتی سے روکنا اس اندیشہ سے کہ اس سے شراب تیار کی جائے گی، اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، اور زنا کے اندیشہ سے ایک دوسرے سے قریب گھر بنانے سے روکنا۔

تیسرا درجہ: ذرائع کے تیسرے درجہ میں علماء کا اختلاف ہے، آیا اس قسم کے ذریعہ کا سد باب کیا جائے گا یا نہیں، جیسے مالکیہ کے یہاں "بیوع الآجال"، مثلاً کوئی شخص کوئی سامان ادھار ایک مہینہ کے وعدہ پر دس درہم میں بیچے، پھر مہینہ ختم ہونے سے قبل اسی سامان کو نقد پانچ درہم میں خرید لے، امام مالک کہتے ہیں کہ اس نے اس وقت پانچ درہم دیا، اور مہینے کے آخر میں دس لے لیا تو یہ پانچ قرض دے کر بعد میں دس لینے کا ذریعہ ہے، اور ان دونوں نے اس کے لئے بیع کی صورت ظاہر کر کے وسیلہ بنایا ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صورت بیع کو دیکھا جائے گا اور اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا، لہذا یہ جائز ہوگا، قرافی کا بیان ہے کہ اس طرح کے بیوع کی تعداد ایک ہزار ہے جن میں امام مالک اور امام شافعی کے درمیان اختلاف ہے۔

سد ذرائع کا پہلا درجہ جس پر امت کا اجماع ہے، یہ وہ ذریعہ ہے جو قطعی طور پر فساد کا سبب ہو، اس لیے اس کے سد باب میں کسی کا اختلاف نہیں ہے؛ البتہ شافعیہ میں سے تقی الدین سبکی نے کہا ہے کہ یہ سد ذرائع کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ نفس وسائل کو حرام کرنا ہے اور وسائل جس کا وسیلہ ہوتے ہیں اس کو مستلزم ہوتے ہیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسے کوئی شخص کسی کو قید کر دے اور اس کا کھانا پینا بند کر دے تو یہ اس کا قاتل ہوگا، اور یہ سد الذرائع کے قبیل سے بالکل نہیں ہے بلکہ صرف اس کے سد باب کے بارے میں ہے۔

تاج الدین ابن سبکی کا بیان ہے: جو یہ کہے کہ سد الذرائع کے قاعدہ کا ہر ایک قائل ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ

امام شافعی اس کے قائل نہیں ہیں۔

امام شافعی نے اپنے مذہب کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے کہ کوئی عقد کبھی فاسد نہیں ہوتا ہے، مگر صاحب عقد میں خلل سے فاسد ہوتا ہے کسی دوسری چیز کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوتا ہے، خواہ وہ چیز پہلے ہو یا اس کے بعد ہو اور نہ ہی کسی توہم سے فاسد ہوتا ہے، اور عقود اس طرح فاسد نہیں ہوتے ہیں کہ کہا جائے کہ یہ ذریعہ ہے، اور یہ بدنیتی ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص ایک تلوار خریدے اور خریدتے وقت کسی کو قتل کرنے کی نیت کرے تو اس کا خریدنا حلال ہوگا، حالاں کہ قتل کی نیت ناجائز ہے اور اس سے بیع باطل نہیں ہوگی، اسی طرح اگر بائع کسی شخص سے تلوار فروخت کرے، اسے معلوم نہیں کہ مشتری کسی کو اس تلوار سے قتل کرے گا تو اس کا بھی وہی حکم ہے (کتاب الام للشافعیؒ: کتاب ابطال الاستحسان من الام ۷/ ۲۶۷)۔

وہ درجہ جس کے عدم سد باب پر امت کا اجماع ہے، اس قسم کا ذریعہ ہے جس کے نتیجہ میں مفسدہ کم ہوتا ہے، یا نادر ہوتا ہے، علامہ ابن القیم نے فرمایا کہ فساد کے ذریعہ کا سد باب کیا جائے گا خواہ فاعل نے اس کے ذریعہ فساد تک پہنچنے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

سد ذرائع کا مختلف فیہ درجہ وہ ہے جس کے نتیجہ میں زیادہ مفسدہ ہوتا ہے مگر اکثر نہ ہوتا ہو، یہی موضع اختلاف ہے، وہ یہ کہ کیا کسی مجتہد کے لیے ایسے مباح وسیلہ پر حرام ہونے کا حکم لگانا جائز ہے جو مفسدہ کا سبب تو ہو مگر یقین یا غالب گمان نہ ہو۔

اس اصل پر مبنی مسائل کی مثالیں:

الف-''بیوع الآجال'': یہ وہ بیوع ہیں جو بظاہر جائز ہیں، لیکن امام مالک نے ان بیوع کو اس وقت ممنوع قرار دیا ہے جب کہ بکثرت لوگ حرام سود حاصل کرنے کے لیے اس طرح کا حیلہ اپنانے لگیں تو یہ عقد بیع سد الذریعہ کے طور پر ممنوع قرار پائے گا۔

ب-ان ہی میں سے مہر مؤجل کا مسئلہ ہے، مالکیہ کے نزدیک مہر کو مؤجل کرنا مکروہ ہے اگر چہ مدت معلوم ہو، جیسے ایک سال مثلاً اگر کل مہر مؤجل ہو، تاکہ لوگ اس کو بغیر مہر کے نکاح کرنے کا ذریعہ نہ بنالیں، اور یہ ظاہر کریں کہ مہر مؤجل ہے۔

ج-اگر کوئی شخص بدو صلاح سے پہلے درختوں پر لگے پھل خریدے تو جائز ہے، بشرطیکہ دونوں فوراً توڑنے کی شرط لگائیں، لیکن خریدار بدو صلاح تک ان کو درخت ہی پر چھوڑ دے، تو اگر عقد کے وقت ہی اس کے چھوڑنے کا ارادہ ہو تو امام احمد کے نزدیک بیع باطل ہوگی۔

لیکن اگر اس کو چھوڑ دے مگر عقد کے وقت ترک کا ارادہ نہ ہو تو اس سلسلہ میں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں:

اصح یہ ہے کہ یہ عقد بھی باطل ہوگا، اس لیے کہ اس صورت میں بیع کو صحیح کرنا اس بات کا ذریعہ ہوگا کہ بدو صلاح سے قبل پھل خریدے جائیں، بدو صلاح تک درخت پر چھوڑے جائیں، اس طرح یہ بیع حرام کے ارتکاب کا ذریعہ بنے گی، لہذا بیع بھی حرام ہوگی۔

اکثر فقہاء کے نزدیک یہ بیع باطل نہیں ہوگی، امام احمد سے دوسری روایت بھی یہی ہے (الموسوعۃ الفقہیۃ (مترجم) ۳۲۱/۲۴)۔

۵-سد ذرائع کی ہر فقہ سے چند مثالیں:

احناف اصولی طور پر سد الذرائع کے قائل نہیں ہیں مگر ان کی کتب میں اس اصول کے مطابق استنباط اور استدلال بکثرت ملتے ہیں، امام ابوزہرہؒ فرماتے ہیں:

"وكان دونهما فى الأخذ به الشافعى وأبو حنيفة ولكنهما لم يرفضاه جملة ولم يعتبراه أصلا قائما بذاته بل كان داخلا فى الأصول المقررة عندهما كالقياس والاستحسان الخفى "(اصول الفقہ لابی زھرہ، الذرائع ص/ ۲۹۴)۔

(اور اس سد ذرائع سے استدلال کرنے میں امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہ یہ دونوں ائمہ (امام مالک اور امام احمد بن حنبل) سے کم ہیں، مگر دونوں نے اصول کو بالکل ترک نہیں کیا ہے اور انہوں نے باقاعدہ اصل کے طور پر اعتبار نہیں کیا ہے مگر ان کے مقرر کردہ اصول جیسے قیاس اور استحسان خفی میں یہ داخل ہے)۔

مختلف مسائل میں سد الذرائع کے تحت اصول کے مطابق توجیہات کا تذکرہ سد الذرائع میں بنیادی طور پر فتنہ فساد کی طرف جانے والے راستوں کو بند کرنے کے لیے ہوتا ہے، اس حوالے سے قرآن وسنت نے بہت سے احکامات بیان کیے ہیں، احناف نے بھی ایسے بہت سے احکامات اور اس کی توجیہات سد الذرائع کے اصول کے مطابق کی ہیں، چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

احناف کے نزدیک سد ذرائع کی مثالیں:

(۱) عورتوں کے لیے جمعہ اور جماعت میں حاضر ہونا اصل کے اعتبار سے جائز ہے:

"عن سالم بن عبد الله عن أبيه رضی اللہ عنہ عن النبى صلی اللہ علیہ وسلم قال: إذا استأذنت امرأة أحدكم فلايمنعها" (صحیح بخاری ۲/ ۷۸۸)۔

"عن ابن عمر أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا تمنعوا إماء الله مساجد الله" (صحیح مسلم ۱/ ۱۸۳)۔

لیکن حضرت عائشہؓ کے ارشاد: ”لو أدرک رسول الله ﷺ ما حدث النساء لمنعهن المسٰجد “ سے پتہ لگتا ہے کہ سد ذرائع کے طور پر عورتوں کو فتنہ سے محفوظ رکھنے کے لیے جمعہ اور جماعت سے روک دیا گیا ہے (دیکھئے: خواتین اسلام کی بہترین مسجد، ص ر ۸، مصنف مولانا حبیب الرحمٰن استاذ حدیث دار العلوم دیوبند)۔

عورتوں کا پردہ بھی شرعا اسی سد ذرائع کے اصول پر مبنی ہے کہ ترک پردہ گناہ میں مبتلا ہونے کا سبب ہے، اس میں کسی جوان مرد کے سامنے جوان عورت کا بدن کھولنا گناہ میں مبتلا ہونے کا قریبی سبب ہوجاتا ہے، اسلئے یہ صورت شریعت کی نظر میں زنا کی طرح حرام ہے؛ کیوں کہ شریعت میں اس عمل کو فاحشہ کا حکم دیا گیا ہے لہذا یہ سب کے حق میں حرام ہوگا (خواتین اسلام کی بہترین مسجد، ص ر ۸)۔

(۲) احناف نے سد ذرائع کو قیاس کے باب میں استعمال کیا ہے جیسے بوقت اذان جمعہ خرید وفروخت کی ممانعت سد ذریعہ کے طور پر ہی ہے کہ نماز کی تیاری میں رکاوٹ اور اس کے فوت ہونے کا باعث ہوگا، اسی طرح بوقت اذان جمعہ نکاح، رہن، یا استیجار وغیرہ میں بھی مشغولیت منع ہے؛ کیوں کہ ان میں مشغولیت بھی نمازی کی تیاری اور نماز کے فوت ہونے کا باعث ہوگا۔

احناف نے اس کو قیاس کے تحت ذکر کیا ہے جب کہ مالکیہ اور حنابلہ اس کو سد الذرائع کے تحت ذکر کرتے ہیں؛ کیوں کہ نکاح، رہن، یا استیجار فی نفسہ جائز ہیں مگر بوقت اذان یہ امور سرانجام دینا نماز جمعہ کے فوت ہونے کا ذریعہ بنتا ہے، سو نماز جمعہ کے فوت ہونے کے اسباب کے خاتمے کے لیے سد الذرائع کے طور پر ایسا کرنا منع ہوگا۔

(۳) ایک بھائی کی بیع پر دوسرے کی بیع اور ایک کی منگنی پر دوسرے کی منگنی کی ممانعت اس وجہ سے ہے کہ دوسرے کی حق تلفی اور اس کی ایذا رسانی اور باہمی عداوت وبغض کا سبب بنے گا، اسی طرح کسی آدمی کی اجرت پر لی ہوئی چیز کو خود اجرت پر لینا اسی بنیاد پر درست نہیں ہوگا؛ کیوں کہ جس طرح ایک شخص کی بیع پر دوسرے شخص کی بیع اس کی حق تلفی کے باعث منع ہے اسی طرح ایک شخص کی اجرت پر لی ہوئی چیز کو خود اجرت پر لینا بھی منع ہے؛ کیوں کہ کسی چیز کا اجرت پر لینا فی نفسہ جائز ہے مگر اجرت پر لی ہوئی چیز کو اگر کوئی اور شخص اجرت پر لے تو اس سے پہلے اجرت پر لینے والے کی حق تلفی ہوگی، سو حق تلفی کے دروازے کو بند کرتے ہوئے سد الذرائع کے پیش نظر ایسا کرنا منع ہے۔

(۴) اگر اجیر مشترک کے پاس لوگوں کا سامان ہلاک ہوجائے تو اس کو اس چیز کے ہلاک ہونے کی بناء پر ضامن ٹھہرایا جائے گا، ہاں اگر وہ ہلاکت کسی قدرتی آفت کے سبب سے ہوئی ہو جس سے بچنا ممکن نہ ہو تو ضامن نہیں ہوگا۔

یہ مثال سد الذرائع کے تحت بھی آسکتی ہے وہ اس طرح کہ اگر اجیر مشترک کو ایک چیز کی ہلاکت کی بناء پر ضامن نہ

ٹھہرایا جائے تو وہ لوگوں کے سامان کی حفاظت نہیں کرے گا۔

(۵) علامہ بدر الدین عینیؒ نے " **لعن الله اليهود اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد** " کی یوں وضاحت فرماتے ہیں:

"**ومما يستفاد منه أن قوله هذا من باب قطع الذريعة لئلا يعبد قبره الجهال كما فعلت اليهود والنصارى بقبور أنبيائهم**" (عمدۃ القاری، کتاب الجنائز ۸/۱۳۶)۔

(اس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذریعہ کو ختم کرنے کے باب میں سے ہے؛ تاکہ ان کی قبر کی جاہل لوگ عبادت کرنا شروع نہ کر دیں جیسا کہ یہود و نصاری نے اپنے انبیاء کی قبور کے ساتھ کیا)۔

گویا علامہ بدر الدین عینیؒ نے حضور ﷺ کی اس حدیث کو قطع الذریعہ کے باب میں سے قرار دیا جو کہ سد الذرائع کا مترادف ہے۔

(۶) کتابیہ سے نکاح کی ممانعت، حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے مدائن میں ایک یہودی خاتون سے شادی کی تو عمر فاروقؓ نے انہیں اس بیوی کو چھوڑنے کا حکم دیا، اس پر انہوں نے پوچھا کہ کیا ایسا کرنا حرام ہے؟ تو اس پر آپؓ نے فرمایا: میرا خط نیچے رکھنے سے پہلے اس کو چھوڑ دو؛ کیوں کہ مجھے خوف ہے کہ مسلمان آپ کی پیروی کریں گے، سو وہ اہل ذمہ کی خواتین کو ان کے جمال کی وجہ سے ترجیح دیں گے اور یہ بات مسلمان خواتین کے لیے فتنہ کے اعتبار سے کافی ہے۔

اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد امام محمدؒ فرماتے ہیں: "**وبه نأخذ لا نراه حرام ولكنا نرى أن يختار عليهن نساء المسلمين وهو قول أبى حنيفة**"۔

(اور اسی چیز کو ہم نے اختیار کیا ہے، ہم اس کو حرام قرار نہیں دیتے مگر مسلمان خواتین کو ان پر ترجیح دینی چاہئے، اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے)۔

اس موقف کی بنیاد بھی سد الذرائع ہے مگر اس کو حرام قرار نہیں دیا گیا، اور ویسے بھی اس پر حکم سد الذرائع کے تحت حرام قرار دینا ضروری نہیں، اور جو چیزیں حرام قرار دی جاتی ہیں ان کی حرمت بھی ظنی ہوتی ہے۔

(۷) "**يدنين عليهن من جلابيبهن**" کے تحت علامہ ابو بکر جصاصؒ فرماتے ہیں کہ جوان عورتوں کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانا چاہئے "**لئلا يطمع أهل الريب فيهن**" (تاکہ آوارہ لوگوں کے دلوں میں ان کے بارے میں بری خواہش پیدا نہ ہو)، یہاں بھی سد الذرائع کے مفہوم کے مطابق آیت کی تشریح کی گئی ہے۔

(۸) کتاب ادب القاضی میں علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ " **وهو نوع من الرشوة** "(اور یہ تحفے رشوت کی قسم

ہے)یعنی جو لوگ قاضی اور والی مقرر ہوتے ہیں ان پر تحفے قبول کرنے سے احتراز ہے، خاص طور پر ان لوگوں سے جو یہ سب منصب سنبھالنے سے پہلے ہدیئے اور تحفے نہیں دیا کرتے تھے؛ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آپس میں تحفے دو اور باہم محبت رکھو، لیکن یہ فرمان عام لوگوں کے حق میں ہے، اور قاضی و جج کو ہدیہ لینے سے روکنا اور ہدیہ کو رشوت کہنا سد الذرائع کے طور پر ہے، اور ہدیہ کے نام پر رشوت کو روک کر رشوت ختم کرنے کے لیے ایک اہم ضابطہ دیا گیا ہے جیسا کہ اس بحث میں علامہ سرخسی نے احادیث کا تذکرہ کیا ہے۔

(۹) ابتدائے اسلام میں شراب کے برتنوں کو توڑنے کا حکم بطور سد الذرائع کے تھا جیسا کہ علامہ ابوبکر جصاصؒ غیر شادی شدہ زانی کو کوڑے مارنے کے ساتھ جلاوطنی کی وجہ تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**لأنه أبلغ فی الزجر وأحری بقطع العادة** "اس جلاوطنی کو اس لیے مناسب سمجھا گیا کہ وہ لوگ زمانہ جاہلیت کی بری عادتوں سے تازہ تازہ الگ ہوئے تھے اس لیے ان کی عادت ختم کرنے کے لیے ایک سال جلاوطنی کا فیصلہ فرمایا گیا۔

جس طرح شراب کی حرمت کے ابتدائی زمانے میں شراب کے مشکوں اور برتنوں کو بھی توڑنے کا حکم دیا گیا تھا، اس مقام پر امام ابوبکر جصاصؒ نے ان احکامات کی توجیہ سد الذرائع کے مفہوم کے مطابق کی ہے؛ تاکہ برائی کا راستہ ختم کر دیا جائے۔

(۱۰) علامہ سرخسیؒ نے عورت کو عدت کے دوران اور محرم نہ ہونے کی وجہ سے سفر حج سے منع کر دیا:

"**المرأة عرضة للفتنة وباجتماع النساء تزداد الفتنة ولا ترتفع إنما ترفع بحافظ يحفظها ولا يطمع فيها وذلك المحرم**"۔

عورت فتنہ کا محل ہے اور عورتوں کے زیادہ ہونے سے فتنہ بڑھے گا اور ختم نہ ہوگا اور یہ فتنہ صرف محافظ کی وجہ سے ہی اٹھ سکتا ہے جو صرف حفاظت کرتا ہے اور خود ان میں خواہش نہیں رکھتا ہے اور وہ محرم ہی ہو سکتا ہے۔

علامہ سرخسیؒ دیگر خواتین کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور اس کی وجہ سد الذرائع کے اصول کے مطابق فتنہ سے محفوظ رہنا بیان کرتے ہیں۔

(۱۱) علامہ بدرالدین عینیؒ زیارت قبور والی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"**وحاصل الكلام من هذا كله أن زيارة القبور مكروهة للنساء بل حرام فی هذا الزمان ولا سيما نساء مصر لأن خروجهن على وجه فيه الفساد والفتنة** "(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۸/۷۰)۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قبور کی زیارت خواتین کے لیے مکروہ ہے بلکہ اس زمانے میں حرام ہے اور

بالخصوص مصر کی خواتین کے لیے؛ کیوں کہ ان کا باہر نکلنا فساد اور فتنہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ کوفی فقہاء احناف کا موقف یہ ہے کہ ”**وقال الکوفیون :لا یسلم الرجال علی النساء إذا لم یکن فیھن محرم**“ جب عورتوں میں کوئی محرم نہ ہوتو مرد عورتوں کو سلام نہ کریں۔

احناف کی یہ بات بھی سد الذرائع کے اصول کے مطابق ہے؛ کیوں کہ ایسا کرنے سے فتنہ وفساد پھیلنے کا خدشہ ہوسکتا ہے۔

(۱۲) علامہ ابن عابدین شامیؒ نے فرمایا کہ اگر عورت نے اتنا چست لباس پہنا ہو کہ وہ اس کے جسم کی ساخت کو ظاہر کرتا ہو یا اتنا باریک کہ اس سے جسم کی ساخت ظاہر ہوتی ہوتو اس صورت میں اس کے اس جسم کی طرف دیکھنا جائز نہیں بلکہ اپنی نگاہ نیچے جھکانی چاہئے، اس کی بنیاد بھی سد الذرائع ہے کہ ایسی صورت میں عورت کی طرف دیکھنا زیادہ فتنہ کا سبب بن سکتا ہے۔

(۱۳) اسی طرح علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ: صالحہ عورت کو چاہئے کہ اس کی طرف فاجرہ عورت نہ دیکھے؛ کیوں کہ وہ اس نیک خاتون کے حسن کا آدمیوں کے سامنے چرچا کرے گی، سو نیک عورت کو ایسی فاحشہ عورت کے سامنے اپنی اوڑھنی اور چادر کو بھی نہ اتارنا چاہئے ”**ولا تنبغی للمرأۃ الصالحۃ أن تنظر إلیھا المرأۃ الفاجرۃ لأنھا تصفھا عند الرجال فلا تضع جلبابھا ولا خمارھا**“، اس بات کی بنیاد انتہائی لطیف ترین سد الذرائع پر ہے مگر انھوں نے اس اصطلاح کا نام نہیں ذکر کیا ہے۔

(۱۴) اس مسئلہ کی بنیاد بھی سد الذرائع پر ہے مگر احناف اسے اس عنوان کے تحت ذکر نہیں کرتے۔

مسئلہ:

جو شخص اپنی بیوی کو اپنے میراث سے محروم کرنے کے لیے مرض الموت میں طلاق دے تو اس کو میراث میں سے حصہ دیا جائے گا؛ تاکہ یہ طلاق اس کی میراث سے محرومی کا ذریعہ نہ بنے؛ حالانکہ اصولی طور پر طلاق کے بعد بیوی کو میراث میں حصہ نہیں ملنا چاہئے ”**وإذا طلق الرجل امرأتہ فی مرض موتہ طلاقا بائنا فمات وھی فی العدۃ ورثتہ والاصل فیہ أن من أبان امرأتہ فی مرض موتہ بغیر رضاھا وھی ممن ترثہ ثم مات عنھا وھی فی العدۃ ورثتہ**“ (فقہ اسلامی اور اس کے مآخذ ص:۳۲۱ تا ۳۳۳)۔

(۱۵) سد ذریعہ کی مثال میں سے یہ ہے کہ کسی شخص نے مرض الموت میں کسی کے قرض کا اقرار کیا تو یہ احتمال ہو کہ اس نے کسی کو اس کے حق سے محروم کرنے کے لیے ایسا کیا ہو، لہذا صحت کے قرضہ کی ادائیگی پہلے کی جائے گی، اسی طرح ان

قرضوں کی ادائیگی پہلے ہوگی جو حالت مرض میں کسی معلوم اسباب کے تحت ہوں جیسے بیوی کا مہر وغیرہ، مرض الموت کے غیر معلوم الاسباب کے قرضہ کو مؤخر کرنا یہ بھی سد ذرائع کے طور پر ہے کہ کہیں کسی کو محروم کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

شوافع کے یہاں سد ذرائع کی مثالیں:

شوافع نے قیاس کی امثلہ میں سدالذرائع کے اصول کو اپنایا ہے، چند ایک امثلہ درج ذیل ہیں:

(۱) قلیل نبیذ کو قلیل خمر پر قیاس کرتے ہوئے حرام قرار دینا، شوافع کے یہاں قلیل نبیذ اگرچہ وہ مسکر نہ ہو قلیل خمر کی حرمت پر قیاس کرتے ہوئے حرام ہے، امام غزالیؒ اس کی وجہ یوں تحریر کرتے ہیں: "إن قليل النبيذ وإن لم يسكر حرام قياسا على قليل الخمر وتعليلنا قليل الخمر بأن ذلك منه يدعو إلى كثيره" یہ نبیذ کی کم مقدار کثیر کی طرف دعوت دیتی ہے، یہ قیاس سدالذرائع کے اصول کے عین مطابق ہے۔

(۲) اس کے بعد امام غزالیؒ نے جو مثال دی ہے وہ بھی سدالذرائع کی ہے: "إذ الخلوة لما كانت داعية إلى الزنا حرمها الشرع كتحريم الزنا" (المستصفی، الباب الثانی فی طریق اثبات علۃ الاصل ۱/۳۱۲)، خلوت جب کہ وہ زنا کی طرف لے جانے والی ہو شریعت نے اس کو زنا کی طرح حرام قرار دیا۔

(۳) شوافع نے قاضی کے لیے پیاس اور زخم کی حالت میں فیصلہ کرنے کو منع کیا ہے، اور اس کو قیاس کے باب میں ذکر کیا ہے اور قیاس کی بنیاد پر پیاس اور زخمی حالت میں فیصلہ نہ کرنے کا حکم لگایا ہے، اور یہی حکم سدالذرائع کے اصول کے تحت بھی ثابت ہوتا ہے کہ ان حالات میں فیصلہ کرنے سے ظلم کا دروازہ کھلتا ہے، سدالذرائع کے اصول کے پیش نظر ظلم کے اس دروازے کو بند کر دیا گیا، فرق صرف یہ ہے کہ شوافع نے مذکورہ حکم کو ثابت کرنے کے لیے سدالذرائع کے لفظ کا استعمال نہیں کیا ہے۔

(۴) امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے قتل کے بدلے قاتلین کے گروہ کو قتل کیا جائیگا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس گروہ کو زندہ چھوڑ دیا جائے تو معاشرے میں لوگوں کی حفاظت ناممکن ہو جائے گی، اس طرح اگر کوئی گروہ مل کر کسی شخص کے کسی عضو کو تلف کر دے تو اس صورت میں تمام گروہ کے اعضاء کو تلف کیا جائے گا۔

اور یہ حکم سدالذرائع کے اصول کے تحت ثابت ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ اگر گروہ کے اطراف کو قصاص میں نہ کاٹا جائے تو اس سے کئی لوگوں کی جانیں اور ان کے اعضاء کے تلف کرنے کا دروازہ کھل سکتا ہے، لہذا سدالذرائع کے اس اصول کے پیش نظر اس گروہ کے اعضاء کو قصاصاً قتل کرنے کا حکم دیا گیا (المستصفی، الباب الثانی فی طریق اثبات علۃ الاصل ۱/۳۱۲)۔

حنابلہ کے یہاں سدالذرائع کی مثالیں:

(۱) امام احمد بن حنبلؒ کے فتوی کے مطابق سدالذرائع کی ایک اہم مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کھانے پینے کا محتاج ہواور دوسرے آدمی نے اس ضرورت اور احتیاج کے باوجود اس کو کھانے یا پینے کے لیے نہ دیا یہاں تک کہ وہ بھوک اور پیاس سے مرگیا تو اس پر دیت لازم ہوگی، اس کی وجہ یوں ذکر کرتے ہیں: "**فتجب الدية لذلک ولسدّ ذريعة الشر والفساد**"۔

(۲) حنابلہ کے یہاں بیع عینہ کی ممانعت ہے، اور اس بیع کی صورت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کو سامان دے اور اس کی قیمت وصول کرلے پھر وہی چیز اس سے زیادہ قیمت پر ادھار خرید لے تو بیع عینہ ہوگی، اس کا معنی یہ ہوگا کہ اس نے قرض لیا؛ تاکہ زیادہ کرکے اس کو لوٹائے۔

(۳) دہشت گردی کے زمانے میں اسلحہ کی فروخت کی ممانعت۔

(۴) امام احمد بن حنبلؒ خواتین سے مصافحہ کو ناپسندیدہ جانتے ہیں اور اس میں سختی بھی کرتے ہیں؛ یہاں تک کہ والد کے علاوہ تمام محارم کو بھی مصافحہ کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں۔

(۵) زکوۃ کی ادائیگی سے راہ فرار اختیار کرنے کے لیے مختلف حیلوں کو اپنانے کے باوجود حنابلہ اور مالکیہ زکوۃ کے سقوط کے قائل نہیں؛ بلکہ ان کے نزدیک ایسی تمام صورتوں میں زکوۃ لازم ہوگی۔

مالکیہ کے یہاں سدذرائع کی مثالیں:

(۱) مالکیہؒ کے یہاں "بیوع الآجال" کی کئی ایک صورتوں کی ممانعت ہے، علامہ ابن رشدؒ اس کی ایک مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو سامان ایک خاص مدت کے لیے سو روپئے کا فروخت کرے پھر اس سے پچاس روپئے کا نقد خرید لے، گویا اس نے پچاس کی مالیت کا سامان ایک سو روپئے میں ایک مدت تک قرض کے طور پر دیا اور یہ حرام ہے۔

(۲) زکوۃ کو ساقط کرنے کے لیے حیلوں کو اختیار کرنا حرام ہے، ان حیلوں کی مختلف شکلیں ہیں:

الف- آدمی اپنا مال کسی فقیر کو ہبہ کردے اور بعد ازاں اس سے خرید لے۔

ب- سال گزرنے سے پہلے اس کو ہبہ کردے پھر اس سے خرید لے۔

ج- نصاب زکوۃ کی جنس کو تبدیل کردیا جیسے جانوروں کو درہم سے بدل دینا۔

د- نصاب زکوۃ میں سے بعض حصہ کو قصداً تلف کردینا تاکہ تھوڑی کمی سے زکوۃ ساقط ہوجائے۔

ھ-خود چرنے والے جانور کو چارے ڈالے جانے والے جانور بنادیا جائے۔

ان تمام صورتوں میں زکوۃ ساقط نہیں ہوگی جیسا کہ شیخ وہبہ الزحیلی نے بیان کیا ہے:"**لم تسقط عنه الزكاة عند الحنابلة والمالكية سدًا للذرائع**"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۳/ ۳۲۲)۔

٦-فتح ذرائع کا خلاصہ بحث:

فتح ذرائع یہ سد ذرائع کی ضد ہے، اس کے معنی وسائل ممنوعہ کو مصلحت کی وجہ سے اختیار کرنا ہے، تا کہ وہ مطلوب شرعی تک پہنچا دے، اور فتح ذرائع کا استعمال بقدر ضرورت ہی جائز ہے جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے:"**الضرورة تقدر بقدر الضرورة**"،"**الضرورات تبيح المحظورات**"۔ نیز اللہ تعالیٰ کے ارشاد:"**فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا إثم عليه إن الله غفور رحيم**"(البقرۃ:۱۷۲) سے فتح ذرائع ہی سمجھ میں آتا ہے؛ اس لیے کہ مضطر کو سور کے گوشت یا مردار بقدر ضرورت کھانے کی اجازت دی ہے، یہ فتح ذرائع کے قبیل سے ہے، اور یہ جب ہے جب کہ مردار لذت کے لیے نہ کھائے اور نہ اللہ کے حدود کو تجاوز کرے۔

اور فتح ذرائع سے انسان کے مفاد تک راستہ کو آسان بنانا ہے، قرافی مالکی فرماتے ہیں: واضح ہو کہ جس طرح ذریعہ کا سد باب ضروری ہے اسی طرح اس کا کھولنا بھی واجب، مکروہ، مندوب اور مباح ہوتا ہے، اس لئے کہ ذریعہ دراصل وسیلہ ہے، اور جیسا کہ حرام کا وسیلہ حرام ہے، اسی طرح واجب کا وسیلہ واجب ہوگا جیسے جمعہ اور حج کے لئے سعی کرنا، افضل مقصد کا وسیلہ افضل ہوگا اور برے مقصد کا وسیلہ برا ہوگا، اور درمیانی مقاصد کے وسیلے اسی اعتبار سے درمیانی وسیلے ہوں گے، اچھے وسائل کا اچھا ہونا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے:"**ذلک بأنهم لا يصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فی سبيل الله ولا يطئون موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا إلا كتب لهم به عمل صالح**" (سورۃ توبہ:۱۲۰)۔

اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو ان کی پیاس اور تھکاوٹ پر ثواب عطا فرمایا اگر چہ یہ دونوں ان کے اعمال میں سے نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ دونوں ان کو جہاد میں جانے کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں جو اعزاز دین اور مسلمانوں کی حفاظت کا وسیلہ ہے۔

قرافی نے اس کی اور بھی مثالیں ذکر کی ہیں، ان ہی میں سے کفار کو وہ مال دے کر جس سے انتفاع ان کے لیے حرام ہے، مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے وسیلہ بنانا ہے، اس بنیاد پر کہ وہ شریعت کے فروعی احکام کے مخاطب ہیں، یہ مالکیہ کا مذہب ہے۔

ان ہی مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی آدمی کو کھانے کے لئے حرام مال دینا؛ تا کہ وہ کسی عورت سے زنا نہ کرے، اگر اس کے بغیر اس کو اس عورت سے باز رکھنا ممکن نہ ہو، اسی طرح حملہ آور کو مال دینا؛ تا کہ اس کے اور صاحب مال کے

درمیان لڑائی کی نوبت نہ آئے، یہ امام مالک کا مذہب ہے، لیکن انہوں نے شرط لگائی ہے کہ مال تھوڑا ہو، قرافی نے فرمایا: ان تمام صورتوں میں مال دینا حرام مال کھانے کی معصیت کا وسیلہ ہے، اس کے باوجود ان صورتوں میں مال دینے کا حکم بھی ہے؛ کیوں کہ اس مفسدہ کے باوجود اس مصلحت کو حاصل کرنا راجح ہے (الفروق للقرافی ۲۵۸/۲)۔

فتح ذرائع کی مثال:

(۱) خنزیر کا کھانا حرام ہے لیکن مضطر کو اس کی اجازت ہے۔

(۲) شراب پینا حرام ہے لیکن جان بچانے کے لیے شراب پینے کی اجازت ہے۔

(۳) خضر علیہ السلام کا کشتی میں سوراخ کرنا، دیوار کو درست کردینا، بچہ کا قتل کردینا، یہ سب فتح ذرائع میں سے ہیں کہ بڑے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے چھوٹے نقصان کو برداشت کیا گیا، اس لیے کہ اگر کشتی میں سوراخ نہ کرتے تو پوری کشتی ہی ظالم بادشاہ لے لیتا، اگر دیوار کو درست نہ فرماتے تو یتیم کا مال ضائع ہوجاتا، اسی طرح اگر بچہ کو قتل نہ کرتے تو ماں باپ کے ایمان کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا۔

(۴) اسی طرح صحابہ نے کفار کے درخت کاٹ دیے تھے؛ حالانکہ مال کا اتلاف درست نہیں ہے لیکن کفار کو ذلیل کرنے کے لیے اس کی اجازت دی گئی۔

(۵) عورت کے پردہ کی جگہ دیکھنا درست نہیں؛ لیکن علاج کے لیے معالج کو عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھنے کی اجازت ہے۔

(۶) حضرت موسی علیہ السلام نے جادوگروں کے مقابلہ کے لیے عید کا دن اختیار کیا؛ حالانکہ اس دن لوگ خوشی کی وجہ سے معصیت میں بھی مبتلا ہوجاتے ہیں لیکن پھر بھی بڑے مقصد نبوت اور وحدانیت کو ثابت کرنے کے لیے اس کی گنجائش پیدا کی گئی۔

(۷) موسی علیہ السلام کی قوم کو اپنے آپ کو قتل کرنے کو کہا گیا؛ حالانکہ خودکشی حرام ہے۔

(۸) اسی طرح یوسف علیہ السلام کا وزیر بنانے کا مطالبہ؛ حالانکہ عہدہ کا مطالبہ درست نہیں لیکن یہ بھی فتح ذرائع کے قبیل سے ہے۔

۷- دورحاضر میں سد ذریعہ کا اصول کن مسائل میں موثر ہے:

ہماری معاشرتی زندگی میں ایسے دسیوں مسائل سامنے آتے ہیں جن کے حل کے لیے اس اصول پر غور کیا جاسکتا ہے، ایک عورت کا شوہر مفقود ہے، اور شوہر اتنی ملکیت چھوڑ گیا ہے جس کی آمدنی سے وہ عورت اپنی کفالت کرسکتی ہے، سات

آٹھ سال تک شوہر کا انتظار کرنے کے بعد وہ قاضی کے یہاں درخواست بابت تفریق دیتی ہے، فقہ مالکی کے مطابق اسے مزید چار سال تک انتظار کا حکم دینا ہوگا، لیکن اس عورت کی جوان عمری، ماحول کا فساد اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے قاضی کا ظن غالب ہے کہ مزید انتظار کا حکم اس برائی میں اس عورت کو مبتلا کردے گا جس سے بچانے کے لئے نکاح مشروع کیا گیا، تو کیا سد باب فتنہ اور خوف زنا کو بنیاد بنا کر قاضی اس عورت کا نکاح فوراً فسخ کرسکتا ہے، یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات ہیں جن کو حل کرنے کے لیے اس اصول کو کام میں لایا جاسکتا ہے، لیکن ضروری ہے کہ اس اصول کی نزاکتوں پر اس کی گہری نگاہ ہو ورنہ وہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد قرار دے کر یا مصلحت ومفسدہ کی صحیح قدر وقیمت کا تعین نہ کرکے بناء دین کے انہدام کا موجب ہوجائے، اس لئے صحیح فقہی شعور کے بغیر ان نازک اصولوں کا استعمال خود ایسا ذریعہ فساد ہے جس کا سد باب ضروری ہے (اسلامی عدالت، ص ر ۱۲۷)۔

۸- سد ذرائع کے استعمال میں غلو درست نہیں:

امام مالکؒ سد الذرائع کے ضمن میں شدید مبالغہ کرتے ہیں، اس امر پر کئی ایک امثلہ پیش کی جاسکتی ہیں، ایک مثال بطور نمونہ یہاں ذکر کی جاتی ہے:

(۱) امام یحیؒ کا بیان ہے کہ میں نے امام مالکؒ کو عید الفطر کے بعد چھ روزوں کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے کسی صاحب علم اور صاحب فقہ کو یہ روزے رکھتے نہیں دیکھا، اور اسلاف میں سے کسی ایک فرد سے یہ بات مجھ تک نہیں پہنچی؛ بلکہ اہل مدینہ اسے مکروہ جانتے اور اس بدعت سے بچتے ہیں کہ کہیں عامۃ الناس ان روزوں کو رمضان کے ساتھ نہ ملادیں، یہ اس کا جز نہیں ہیں۔

امام مالکؒ نے جو بات کہی ہے اس پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت ایسے نہیں ہے؛ کیوں کہ رمضان کے بعد عید ہوتی ہے جو کہ رمضان کے اختتام کا باقاعدہ اعلان ہے، اس طرح اس میں وقفہ بھی ہوجاتا ہے اور پھر احادیث میں باقاعدہ ان چھ روزوں کا ثبوت اور ان کی فضیلت کا تذکرہ بھی ہے، چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**من صام رمضان ثم أتبعه ستّا من شوال كان كصيام الدهر**" (صحیح مسلم)۔

سو محض احتمالات کی بناء پر اس حدیث کو ترک کرتے ہوئے ان روزوں کی ممانعت سد الذرائع کے باب میں غلو کی مثال ہے، آج کے دور میں ہمیں سد الذرائع پر ضرور عمل کرنا چاہیے مگر اس میں غلو سے اجتناب کرنا چاہیے۔

(۲) بعض متقی لوگ سد الذرائع کے پیش نظر یتیموں کا متولی بننے سے احتراز کرتے ہیں کہ کہیں ان کے اموال اپنی

ضروریات میں استعمال نہ ہو جائیں، اس کے نتیجہ میں ظالم اور بد دیانت لوگ متولی بن کر ان کا مال کھا جاتے ہیں۔

(۳) بعض متقی لوگ سد الذرائع کی بناء پر سیاست میں آنے سے کنارہ کش رہتے ہیں؛ تاکہ اپنے کو غلط سیاست کی آلائشوں سے محفوظ رکھیں مگر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان پڑھ اور بد دیانت افراد قانون ساز اسمبلیوں میں پہنچ جاتے ہیں جو معاشرے کے لیے زہر قاتل ثابت ہوتے ہیں۔

☆☆☆

سدّ ذریعہ اسلامی شریعت کی روشنی میں

مولانا عبدالخالق ندوی مدنی ☆

سدّ ذریعہ کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رہا ہے اور ہے، کسی نے اس کو دلیل شمار کیا ہے، علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ میں اس کو ایک فقہی قاعدہ شمار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس قاعدے کے شواہد بہت زیادہ ہیں، ان کا احاطہ ممکن نہیں، انہوں نے اس کے تقریباً تیس شواہد نقل کیے ہیں، نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ وہ شواہد ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے [۱]، اور امام شاطبیؒ موافقات میں فرماتے ہیں: "**سدّ الذرائع مطلوب مشروع وهو اصل من الأصول القطعية فى الشرع**" [۲]، اسی کتاب میں دوسری جگہ فرماتے ہیں: "**وقاعدة الذرائع أيضاً مبنية علىٰ سبق القصد إلى الممنوع**" [۳]، یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے اکثر فقہاء نے اس کو ایک اصل شمار کیا ہے، خاص طور سے شیخ محمد ابوزہرہ نے اس کو ایک اصل قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے: "**وهذا أصل من الأصول التى أكثر من الاعتماد عليها، فى استنباطه الفقهى**" [۴]، اور اس قاعدے کو شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**ماذكره القاضى عياض فى أُصول مذهب مالك**"۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سدّ ذرائع اور فتح ذرائع اسلام کے اندر ایک قانونی قاعدہ ہے جس کی بہت سخت ضرورت ہے؛ تاکہ مفاد اور منافع حاصل کیے جاسکیں اور نقصان اور برائیوں سے بچا جاسکے، اس اعتبار سے سدّ ذرائع کے قاعدے کا اعتبار اسلامی شریعت میں ضروری ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ ایک ضرورت کی وجہ سے ہے جیسا کہ معلوم ہے کہ شرعی ضرورت کبھی فعل کے مباح ہونے کا سبب ہوتی ہے، اسی طرح سدّ ذریعہ ایک حرام چیز کے فساد کو دور کرنے اور مفاد حاصل کرنے کے لیے مباح قرار دے سکتا ہے۔

۱- ذریعہ اور سدّ ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

سدّ کے لغوی معنی: شگاف کو بند کرنا ہے۔

☆ جامعۃ الصالحات، رامپور (یوپی)۔

ذریعہ: کسی شے تک پہنچنے کا وسیلہ، "تذرع فلان بذريعة" فلاں شخص نے اس کو اپنے مقصد تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا۔ جمع "ذرائع" ہے۔

اصطلاحی معنی: وہ اشیاء جو بظاہر مباح ہوں اور ان کے ذریعہ ممنوع عمل تک رسائی حاصل کی جائے۵، چونکہ یہ تعریف ممنوع عمل تک رسائی حاصل کرنے کے لیے خاص ہے اس لیے بہتر ہوگا کہ اس کے ساتھ علامہ ابن قیم الجوزیہ کی تعریف کو شامل کرلیا جائے: "هی ماکان وسیلة وطریقا إلی الشیٔ"٦، چنانچہ وسیلہ کسی مفاد تک رسائی کا ذریعہ ہے تو مطلوب ہوگا اور اگر بگاڑ وفساد تک رسائی کا ذریعہ ہو تو ممنوع ہوگا۔ امام خرافی نے فرمایا: "**الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح، فانّ الذريعة هي الوسيلة، فكما انَّ وسيلة الحرام محرمة، فوسيلة الواجب واجبة كالسعي للجمعة والحج**"٧۔

سدّ الذریعۃ کے معنی: فساد کو دفع کرنے کے لیے اس کے وسائل کی بنیاد کو ختم کرنا جبکہ مفسدہ سے محفوظ عمل مفسدہ تک پہنچنے کا وسیلہ بنے۸، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اس سے زیادہ آسان وسہل تعریف کی ہے: "ان جائز افعال کو منع کردینا ہے جو شریعت کی منع کی ہوئی باتوں کا ذریعہ بن سکتے ہیں"۹۔

درحقیقت سدّ الذرائع شریعت اسلامیہ کی ایک اصل ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ ان مباح وجائز افعال کو منع کر دینا ہے جو شریعت کی منع کی ہوئی باتوں اور بگاڑ وفساد کا ذریعہ بن سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ سدّ ذرائع کا تعلق صرف مشتبہ چیزوں اور احتیاط سے نہ ہوگا؛ بلکہ ان افعال سے بھی ہوگا جس کے نہ منع کرنے سے حرام تک رسائی ہوتی ہے۔ تیسرے یہ ہے کہ ان تدبیروں کو منع کردینا جو شریعت کی منع کی ہوئی باتوں کا ذریعہ بن سکتے ہیں یا کچھ مطلوبات شرعیہ کو ختم کردینا۔

۲- ذریعہ اور سبب میں فرق:

مذکورہ بالا سطور میں اس بات کی وضاحت ہوچکی ہے کہ ذریعہ کہتے ہیں اپنے مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ، اور سبب کے لغوی معنی ہیں: رسی، راستہ، ذریعہ، وسیلہ۔ قرآن پاک میں ہے: "**وآتيناه من كل شيءٍ سبباً فأتبع سببا**"، رشتہ تعلق و قرابت کو کہتے ہیں۔ **مالي إليک سبب**، دلیل وثبوت، علت ووجہ، اصل، شرعاً وہ چیز جو دوسری شے تک پہنچائے مگر اس میں مؤثر نہ ہو، جیسے وقت نماز۱۰، دوسرے لفظوں میں جس چیز کو شارع نے کسی دوسری چیز کے وجود کے لیے علامت کا درجہ دیا ہو اور ان دونوں کا وجود وعدم ایک دوسرے سے مربوط ہو اس کو سبب کہتے ہیں، جیسے زوال شمس سبب ہے ظہر کی نماز کے واجب ہونے کا، اور ملک نصاب سبب ہے زکوۃ کے واجب ہونے کا، اور نسب سبب ہے میراث پانے کا ۱۱۔

سبب اور ذریعہ میں فرق یہ ہے کہ سبب کے وجود سے مسبب لازم ہوجاتا ہے، جیسے نماز کا وقت آ جانے کے بعد نماز فرض ہوجاتی ہے لیکن ذریعہ میں ایسا نہیں ہوتا کہ ایک چیز کا وجود وعدم ایک دوسرے سے مربوط ہو بلکہ وہ تو صرف مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔

۳-سدّ ذرائع کی حجیت کے بارے میں ائمہ فقہ کے مسالک:

سدّ ذرائع کے بارے میں ائمہ فقہ کے مختلف مسالک ہیں:

(۱) امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے اس کو فقہ اسلامی کی ایک اصل کی حیثیت سے تسلیم کیا ہے۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے بعض حالات میں تسلیم کیا ہے اور بعض حالات میں اس پر عمل کرنے سے انکار کیا ہے، اور اسی طرح روافض اس کو تسلیم کرتے ہیں۔ ۱۲

(۳) علامہ ابن حزم نے مطلقاً انکار کیا ہے۔

فریق اول کے دلائل: امام مالکؒ اور امام احمدؒ نے کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے، ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(الف) قران مجید کے دلائل:

(۱)"**یاأیھاالذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا**" ۱۳ (اے ایمان والو! راعنا مت کہا کرو اور انظرنا واسمعوا کہا کرو)۔

وجہ استدلال: اللہ تعالیٰ نے مومنین کو نبی ﷺ کو راعنا کہنے سے منع کیا، اگر چہ وہ اس سے لغوی معنی انتباہ اور کان لگانے کا مراد لیتے ہوں کہ نبی ﷺ ان کی بات سنیں اور سمجھیں؛ کیونکہ یہود اس لفظ کو گالی کا لفظ شمار کرتے تھے، تو صحابۂ کرام کا نبی ﷺ کو اس لفظ سے خطاب کرنا، یہودیوں کے لیے نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کا ذریعہ بنے گا۔

(۲)"**واسئلھم عن القریة التی کانت حاضرة البحر إذ یعدون فی السبت إذ تأتیھم حیتانھم یوم سبتھم شرعا ویوم لایسبتون لاتأتیھم کذلک نبلوھم بما کانوا یفسقون**" ۱۴۔

اور ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے (شور) کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھیے جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے، جبکہ ان کے ہفتہ کے روز تو مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں، ہم ان کی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔

(۳)"**ولا تسبّوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبّوا اللہ عدواً بغیر علم**"۔ ۱۵

(اور انہیں دشنام نہ دو جن کو کہ یہ (لوگ) اللہ کے سوا پکارتے رہتے ہیں ورنہ یہ لوگ حد سے گذر کر براہِ جہل و نادانی اللہ کو گالی دیں گے)۔

وجہ استدلال: فقہاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے معبود کو گالی دینے سے منع کیا؛ تاکہ یہ اللہ کو گالی دینے کا ذریعہ نہ بنیں۔

(ب) سنت کے دلائل:

"قال رسول الله ﷺ: إن من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه قيل: يا رسول الله! كيف يلعن الرجل والديه قال: يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه ويسبّ أُمّه فيسبّ أُمّه"۔ [16]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو برا بھلا کہے، صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیسے کوئی شخص اپنے والدین کو برا بھلا کہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا، اور کوئی کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا، اس طرح وہ اپنے والدین کے لعن طعن کا ذریعہ بنا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"دع ما يريبك إلى مالا يريبك"**۔ [17]

جس چیز میں شک ہو اسے ترک کر دو اور جو چیز تمہارے لیے شک سے پاک ہو اسے اختیار کرو۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **" الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقىٰ المشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع فى المشبهات كان كراع يرعىٰ حول الحمىٰ يوشک أن يواقعه ألا وانّ لكل ملک حمىٰ ألا وانّ حمىٰ الله فى أرضه محارمه"** [18]

حلال واضح ہے، حرام واضح ہے، ان دونوں کے بیچ کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں بہت سے لوگ نہیں جانتے، جو شبہات سے بچے گا وہ اپنے دین اور آبرو کو سلامت رکھے گا، اور جو شبہات میں پڑ جائے گا وہ اس چرواہے کی طرح ہوگا جو کہ محفوظ چراگاہ کے آس پاس جانوروں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ چراگاہ میں چلا جائے، اے لوگو! سنو! ہر بادشاہ کی ایک محفوظ چراگاہ ہوتی ہے اور سنو! اللہ کی محفوظ باڑھ اس کی روئے زمین پر اس کے محارم ہیں۔

علامہ ابن قیم نے فرمایا کہ سدّ ذرائع کے سلسلہ میں دلائل بے شمار ہیں، یہاں تک کہ انھوں نے ۹۹ مثالیں پیش کیں۔ [19]

علامہ ابن رشد کا بیان ہے: کتاب اللہ اور سنت رسول میں ذرائع کے ابواب بکثرت ہیں، ان کے ذکر میں طوالت

ہےاوران کوشمار کرناممکن نہیں ہے۔محمد ہشام برہانی نے اپنے ماجستر کے مقالے ''سدّ الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ'' میں بے شمار دلائل بیان کیے ہیں۔ ۲۰

(ج) حرام شے تک پہنچانے والے وسائل کو مباح قرار دینا حرمت کو ختم کرنا ہے اور لوگوں کو حرام کی طرف راغب کرنا ہے، حالانکہ شارع کی حکمت اور تعلیم مکمل طور پر اس کے خلاف ہے؛ بلکہ دنیاوی بادشاہوں کی سیاست بھی اس کے خلاف ہے، اس لیے کہ اگر کوئی بادشاہ اپنی فوج یا رعایا کو کسی کام سے منع کرے، پھر اس تک پہنچنے کے وسائل اور راستوں کو ان کے لیے مباح کر دے تو اسے تضاد سمجھا جائے گا اور اس کی فوج اور رعایا کی طرف سے اس کے مقصود کے خلاف عمل صادر ہوگا۔ اسی طرح اطباء جب بیماری کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو مریض کو بیماری تک پہنچانے والے ذرائع واسباب سے بھی منع کرتے ہیں، ورنہ جس چیز کی اصلاح مقصود ہے اس میں مزید خرابی پیدا ہوگی۔ ۲۱

(د) کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں مواقع تحریم کی تلاش سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض محرمات کی حرمت مقصود بالذات ہے، جیسے شرک، زنا، شراب نوشی، قتل اور ظلم، اور بعض محرمات کی حرمت اس لیے ہے کہ وہ حرام تک پہنچانے والے اور راستہ ہموار کرنے والے وسائل وذرائع ہیں۔ ابن القیم نے ذرائع کی تحریم کی تلاش کی اور کتاب وسنت سے ۹۹ مثالیں پیش کیں، جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

زنا کے ذرائع کے سدّ باب کی چند مثالیں: بالقصد عورت کی طرف دیکھنے کی حرمت، اس کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کی حرمت، پوشیدہ زینت کو ظاہر کرنے کی حرمت اور تنہا اس کے سفر کرنے کی حرمت، خواہ حج یا عمرہ کا سفر ہو، اس میں اختلاف آراء اور تفصیلات ہیں، قابل ستر حصہ کو دیکھنے کی حرمت، گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت لینے کا وجوب، اور بھی بہت سے احکام ہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں مذکور ہیں، جن کا اس سے تعلق ہے۔ ۲۲

نشہ آور شے کے پینے کے ذرائع کے سدّ باب کی چند مثالیں: اس کی قلیل مقدار کا حرام ہونا، خواہ وہ ایک ہی قطرہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے: **''لو رخصت لکم فی ھذہ لأوشک أن تجعلوھا مثل ھذہ''**، اگر میں تم لوگوں کو اس میں رخصت دوں تو قریب ہے کہ تم لوگ اس کو بھی اسی کے مثل بنالو گے۔

خلیطین کی ممانعت اور پھلوں کے رس کا تین دنوں کے بعد پینے کی ممانعت: بعض ایسے برتنوں (حنتم، دباء، مقیر، مزفت) میں نبیذ بنانے کی ممانعت جن میں نبیذ جلد نشہ آور بن جاتی ہے۔

قتل کے ذرائع کے سدّ باب کی چند مثالیں: فتنہ وفساد کے موقع پر اسلحہ بیچنے کی ممانعت، تلوار بے نیام کرنے کی ممانعت، قتل کے فتنے کو دور کرنے کے لیے قصاص واجب کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **''ولکم فی القصاص حیاۃ''** اور تمہارے لیے اے اہل فہم (قانونِ) قصاص میں زندگی ہے۔

اور نماز کی بہت سی ممنوعات اور مکروہات کی بنیاد یہی اصل ہے، جیسے آفتاب کے طلوع اور زوال وغروب کے وقت نماز کی ممانعت، تصویر، آگ یا کسی انسان کے چہرے کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کی کراہت، اور مثلاً جمعہ کی اذان کے وقت بیع کی ممانعت، اس لیے بیع میں مصروف ہونا جمعہ سے رہ جانے یا اس کے بعض حصہ کے فوت ہونے کا ذریعہ ہے۔ اگر نہی کے وقت میں بیع ہو تو اس کے فسخ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ۲۳

☆فریق ثانی یعنی حنفیہ اور شافعیہ کے دلائل:

وہ کہتے ہیں کہ سدّ ذرائع کوئی فقہی دلیل نہیں ہے، اس لیے کہ ذرائع وسائل ہیں اور وسائل بہت زیادہ مختلف و مضطرب ہوتے ہیں، کبھی حرام ہوتے ہیں، کبھی واجب ہوتے اور کبھی مکروہ یا مندوب یا مباح ہوتے ہیں۔

مصالح ومفاسد کی قوت وضعف اور وسیلہ کے ظاہر اور پوشیدہ ہونے کے اعتبار سے ذرائع اور اس کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا ان کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا کلی دعویٰ کرنا ممکن نہیں ہے، جو کوئی فقہی جزئیات کی تلاش وجستجو کرے گا تو اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی، مالکیہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذرائع اپنی ذاتی حیثیت سے معتبر ہونے کے لیے کافی نہیں ہیں، اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو مطلقاً ان کا اعتبار کیا جاتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے؛ بلکہ کسی خاص چیز کا اضافہ ضروری ہے جو ذرائع کے معتبر ہونے کی متقاضی ہو۔ ۲۴

حنفیہ اور شافعیہ کہتے ہیں کہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر حکم لگانے پر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ایسی قوم کے بارے میں مطلع کیا جو کہ اسلام ظاہر کرتی تھی اور اندر کفر چھپاتی تھی، وہ لوگ جو ظاہر کرتے تھے اس کے خلاف ان پر دنیا میں کارروائی کرنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیا۔

شریعت نے لعان کرنے والوں سے حد کو دفع کرنے کا حکم دیا؛ باوجودیکہ زنا کی علامت پائی جارہی ہے اور وہ یہ ہے کہ عورت نے ناجائز طریقے پر بچہ جنا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: یہ اس دلالت کے حکم کو باطل کرتا ہے جو ذرائع سے زیادہ قوی ہے، لہٰذا جب یہ زیادہ قوی دلیل کو باطل کر دیتا ہے تو ضعیف دلیل یعنی تمام ذرائع کو بدرجۂ اولیٰ باطل کر دے گا۔ ۲۵

☆ فریق ثالث ابن حزم: ابن حزم چونکہ ظاہری ہیں اس لیے انھوں نے ظاہر نص کے علاوہ جتنے دلائل ہیں قیاس، استصلاح، استحسان، سدّ ذریعہ وغیرہ سب کا انکار کیا ہے اور اپنی کتاب (**الاحکام فی أصول الأحکام**) میں تفصیل سے دلائل کو نقل کیا ہے، طوالت کی وجہ سے اشارہ کر دیا ہے۔ اس عنوان کے تحت لکھا ہے (**فی الاحتیاط و قطع الذرائع والمشتبه**)، انھوں نے حضرت نعمان اور عطیہ السعدی کی حدیثوں سے استدلال کیا ہے، لیکن ان کا استدلال محل نظر ہے،

حدیث نعمان احتمال کی وجہ سے اور حدیث السعدی ضعف واحتمال کی وجہ سے۔

۴-اہل اصول وفقہاء کے نزدیک ذرائع کے درجات ورجحانات:

امام شاطبی نے ذرائع کی انجام کے اعتبار سے چار قسمیں کی ہیں اور علامہ ابن قیم نے نتیجہ کے اعتبار سے چار قسمیں کی ہیں۔[۲٦] لیکن امام قرافی نے فساد کے ذرائع کی تین قسمیں بیان کی ہیں:

پہلی قسم: اس کے سدّ باب پر امت کا اتفاق ہے، جیسے مسلمانوں کی راہ میں کنواں کھودنا؛ کیونکہ یہ کنواں لوگوں کی ہلاکت کا ذریعہ بنے گا، اسی طرح ان کے کھانے میں زہر ڈالنا، بتوں کے پجاری کی موجودگی میں بتوں کو گالی دینا، جب کہ معلوم ہو کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کو گالی دے گا۔

دوسری قسم: اس قسم کے ذرائع کے ممنوع نہ ہونے پر امت کا اتفاق ہے، اور یہ ایسا ذریعہ ہے جو بند نہیں کیا جائے گا اور ایسا وسیلہ ہے جس کو ختم نہیں کیا جائے گا، جیسے انگور کی کھیتی سے روکنا، اس اندیشے سے کہ اس سے شراب تیار کی جائے گی، اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، اور زنا کے اندیشے سے ایک دوسرے کے قریب گھر بنانے سے روکنا۔

تیسری قسم: علماء کے درمیان اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس قسم کے ذریعہ کا سدّ باب کیا جائے گا یا نہیں، جیسے مالکیہ کے یہاں (بیوع الآجال) مثلاً کوئی شخص کوئی سامان اُدھار ایک مہینہ کے وعدے پر دس درہم میں بیچے، پھر مہینہ ختم ہونے سے پہلے اسی سامان کو نقد پانچ درہم میں خرید لے، امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اس نے اس وقت پانچ درہم دیا اور مہینہ کے آخر میں ۱۰ لے لیا تو یہ پانچ قرض لے کر بعد میں دس لینے کا ذریعہ ہے، اور اُن دونوں نے اس کے لیے بیع کی صورت ظاہر کر کے وسیلہ بنایا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں: صورت بیع کو دیکھا جائے گا اور اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا، لہٰذا یہ جائز ہوگا۔ امام قرافی کا بیان ہے کہ اس طرح بیوع کی تعداد ایک ہزار ہے جن میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے درمیان اختلاف ہے۔[۲۷]

پہلی قسم جس پر امت کا اجماع ہے، وہ ذریعہ ہے جو قطعی طور پر فساد کا سبب ہو، اس لیے اس کے سدّ باب میں کسی کا اختلاف نہیں ہے؛ البتہ شافعیہ میں سے تقی سبکی نے کہا ہے کہ یہ سدّ ذرائع کے قبیل سے نہیں ہے، بلکہ نفس وسائل کو حرام کرتا ہے اور وسائل جس کا وسیلہ ہوتے ہیں اس کو مستلزم ہوتے ہیں، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسے کوئی شخص کسی کو قید کردے اور اس کا کھانا پینا بند کردے تو یہ اس کا قاتل ہوگا اور یہ سدّ ذرائع کے قبیل سے بالکل نہیں ہے۔ ہمارے اور مالکیہ کے درمیان اختلاف ذرائع میں نہیں ہے؛ بلکہ صرف اس کے سدّ باب کے بارے میں ہے۔

تاج الدین سبکی کا بیان ہے: جو یہ کہے کہ سدّ ذرائع کے قاعدہ کا ہر ایک قائل ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ امام

شافعیؒ اس کے قائل نہیں ہیں۔ ۲۸

امام شافعیؒ نے اپنے مذہب کی صراحت ان الفاظ میں کی ہے کہ کوئی عقد کبھی فاسد نہیں ہوتا ہے مگر صلب عقد میں خلل سے فاسد ہوتا ہے، کسی دوسری چیز کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوتا ہے۔ خواہ وہ چیز پہلے ہو یا اس کے بعد ہو اور نہ ہی کسی توہم سے فاسد ہوتا ہے، اور عقود اس طرح فاسد نہیں ہوتے ہیں کہ کہا جائے کہ یہ ذریعہ ہے، اور یہ بدنیتی ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی شخص ایک تلوار خریدے اور خریدتے وقت کسی کو قتل کرنے کی نیت کرے تو اس کا خریدنا حلال ہوگا؛ حالانکہ قتل کی نیت ناجائز ہے اور اس سے بیع باطل نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر بائع کسی شخص کو تلوار فروخت کرے اور اسے معلوم نہیں کہ مشتری کسی کو اس تلوار سے قتل کرے گا تو اس کا بھی وہی حکم ہے۔ ۲۹

اور وہ قسم جس کے عدم سدّ باب پر امت کا اجماع ہے، اس قسم کا ذریعہ ہے جس کے نتیجہ میں مفسدہ کم ہوتا ہے یا نادر ہوتا ہے۔ علامہ ابن قیم نے فرمایا کہ فساد کے ذریعہ کا سدّ باب کیا جائے گا، خواہ فاعل نے اس کے ذریعہ فساد تک پہنچنے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

مختلف فیہ قسم وہ ہے جس کے نتیجہ میں زیادہ مفسدہ ہوتا ہو مگر اکثر نہ ہوتا ہو۔ یہی موضع اختلاف ہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسولؐ میں وارد سدّ ذرائع کے علاوہ میں اختلاف ہے جس کے ذریعہ کے سدّ باب کے بارے میں نص میں صراحت ہو، اسے بلا اختلاف قبول کیا جائے گا۔ جیسے مشرکین کے معبود کو گالی دینے سے روکنا؛ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کو گالی نہ دے۔ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنے کی ممانعت، البتہ اختلاف صرف اس میں ہے کہ کیا مجتہد کا ایسے مباح وسیلہ پر حرام ہونے کا حکم لگانا جائز ہے جو مفسدے کا سبب تو ہو مگر یقین یا غالب گمان نہ ہو۔

درج ذیل مسائل اسی اصل پر مبنی ہیں:

(الف) **بیوع الآجال**: یہ وہ بیوع ہیں جو بظاہر جائز ہیں، لیکن امام مالکؒ نے ان بیوع کو اس وقت ممنوع قرار دیا، جب بکثرت لوگ حرام سود حاصل کرنے کے لئے اس طرح کا حیلہ کرنے لگیں تو عقد بیع سدّ ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار پائے گا خواہ عقد کرنے والے کا ایسا ارادہ نہ ہو، اور اگر لوگ ایسا بہت کم کرتے ہیں تو ممنوع نہیں ہوگا۔ ان ممنوع بیوع میں سے وہ بیع بھی ہے جس کا نتیجہ نفع کے لیے قرض دینا ہو، مثلاً کوئی شخص دس درہم میں کوئی سامان ایک سال تک کے لئے ادھار فروخت کرے پھر اسی سامان کو پانچ درہم میں نقد خریدے، بالآخر نتیجہ یہ نکلے گا کہ نقد پانچ درہم اور مدت پوری ہونے کے بعد اس کے بدلے میں دس درہم حاصل کرے گا۔ ۳۰

(ب) ان ہی میں سے مہر مؤجل کا مسئلہ ہے۔ مالکیہ کے نزدیک مہر کو مؤجل کرنا مکروہ ہے اگرچہ مدت معلوم ہو،

جیسے ایک سال، مثلاً اگر کل مہر مؤجل ہو؛ تاکہ لوگ اس کو بغیر مہر کے نکاح کرنے کا ذریعہ نہ بنالیں اور یہ ظاہر کریں کہ مہر مؤجل ہے۔ ۳۱

(ج) اگر کوئی شخص بدوصلاح سے پہلے درختوں پر لگے پھل خرید لے تو جائز ہے بشرطیکہ دونوں فوراً توڑنے کی شرط لگائیں، اگر دونوں فوراً توڑنے کی شرط لگائیں لیکن خریدار بدوصلاح تک ان کو درخت ہی پر چھوڑ دے تو اگر عقد کے وقت ہی اس کے چھوڑنے کا ارادہ ہو تو امام احمد کے نزدیک بیع باطل ہوگی، لیکن اگر اس کو چھوڑ دے مگر عقد کے وقت ترک کا ارادہ نہ ہو تو اس سلسلہ میں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں: أصح یہ ہے کہ یہ عقد باطل ہوگا؛ اس لیے کہ اس صورت میں بیع کو صحیح کرنا اس بات کا ذریعہ ہوگا کہ بدوصلاح سے قبل پھل خریدے جائیں اور بدوصلاح تک درخت پر چھوڑے جائیں، اس طرح یہ بیع حرام کے ارتکاب کا ذریعہ بنے گی؛ لہٰذا بیع بھی حرام ہوگی۔ اکثر فقہاء کے نزدیک یہ بیع باطل نہیں ہوگی۔ امام احمد سے دوسری روایت بھی یہی ہے۔ ۳۲

(د) یوم شک اور شوال کے چھ روزے: فتح القدیر میں تحفۃ الفقہاء سے نقل کیا ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن قبل روزہ رکھنا مکروہ ہے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ” **لاتقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين إلا أن يوافق صوما كان يصومه أحدكم** “ ۳۳

اور رمضان پر ایک یا دو یوم کے روزے کو مقدم نہ کرو الّا یہ کہ تم میں سے کوئی روزہ رکھتا ہو اور یوم شک سے موافقت ہو جائے، نیز لکھا ہے: یہ صرف اس لیے مکروہ ہے؛ تاکہ رمضان کے روزے پر اضافہ کا گمان نہ ہو، اگر لوگ اس کے عادی ہو جائیں اور اسی وجہ سے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: رمضان سے متصل شوال کے ۶ روزے رکھنا مکروہ ہے اور فرمایا: یوم الشک کا نفل روزہ مکروہ نہیں ہے۔ اگر ایسے طریقے سے ہو کہ عوام کو اس کا علم نہ ہو تاکہ وہ یوم شک کے روزے کے عادی نہ ہو جائیں اور جہلاء رمضان کے روزے میں اضافہ کا گمان کرنے لگیں۔ ۳۴ شوال کے چھ روزوں کے بارے میں یہی مالکیہ کا بھی مذہب ہے، ابن رشد ”المقدمات“ میں تحریر فرماتے ہیں: امام مالک نے شوال کے چھ روزے کو رمضان سے ملانے کو مکروہ قرار دیا ہے، اس اندیشے سے کہ کہیں جہلاء اور اجڈ لوگ وہ روزہ رمضان سے ملا دیں جو رمضان کے روزے نہیں ہیں۔ جہاں تک آدمی کی اپنی ذات کا تعلق ہے تو اس کے لیے ان ایام کے روزے مکروہ نہیں ہیں۔ ”ذخیرہ“ میں ہے کہ صحیح مسلم میں آیا ہے: ” **من صام رمضان ثم أتبعه ستاً من شوال......** “ ۳۵ (جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے......) امام مالکؒ نے شوال کے علاوہ میں چھ روزے رکھنے کو مستحب قرار دیا ہے، اس اندیشہ سے کہ کہیں لوگ اس کو رمضان سے نہ ملا دیں، شارع نے چھ روزے کے لئے ماہ شوال کو اس لیے متعین کیا ہے کہ رمضان سے قریب

ہونے کی وجہ سے آدمی کے لیے روزہ رکھنا آسان ہے ورنہ دوسرے مہینے میں روزے رکھنے سے مقصود حاصل ہو جائے گا لہٰذا تاخیر مشروع ہوگی؛ تاکہ دونوں مصلحتیں حاصل ہو جائیں۔۳۶؎ شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں رمضان کے بعد شوال میں چھ روزے رکھنا مستحب ہے۔

(ھ) قاضی کا اپنے علم کی بنیاد پر فیصلہ کرنا: اپنے علم کی بنیاد پر قاضی کے فیصلہ کے صحیح ہونے کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک کی رائے ہے کہ حدود وغیرہ میں ممنوع ہے، خواہ قاضی کو اس کا علم اپنی ولایت سے قبل ہوا ہو یا اس کے بعد، یہی قول امام احمد سے بھی منقول ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کو جائز قرار دینا قاضی کو متہم کرنے کا سبب ہوگا اور وہ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرے گا اور اس کی بنیاد اپنے علم کو بنائے گا۔۳۷؎

حدود اللہ کے باب میں ایسا ہی امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مذہب ہے؛ کیونکہ ان کی بنیاد پردہ پوشی ہے، نیز ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب آدمیوں کے ان حقوق کے بارے میں بھی ہے، جن کا علم اس کو ولایت قضا سے قبل ہوا ہو، البتہ جن حقوق کا علم اس کو ولایت قضاء کے بعد حاصل ہوا ہو، ان میں اپنے علم کے مطابق فیصلہ نہیں کرسکتا ہے۔

امام شافعیؒ کا دوسرا قول جس کو امام مزنی نے بھی اختیار کیا ہے، اسی طرح امام احمد کا دوسرا قول ہے کہ قاضی کے لیے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے۔۳۸؎

۵-ائمہ اربعہ کی فقہ سے سدّ ذریعہ کی چند مثالیں:

مالکیہ کے یہاں سدّ ذریعہ کی اصل کا استعمال غلو کی حد تک ہے؛ کیونکہ وہ لوگ مصلحت مرسلہ کو ایک مستقل اصل مانتے ہیں، بیوع الآجال سے متعلق امام مالکؒ کا قول موطا میں ہے: ”**(فی الرجل، یکون لهٗ علیٰ الرجل مائة دینار إلیٰ أجل، فإذا حلّت قال لهٗ الذی حلّ علیه الدین: بعنی سلعة، یکون ثمنها مائة نقدا بمائة وخمسین إلی أجل هٰذا بیع لایصلح، ولم یزل أهل العلم ینهون عنه) وقد بین الإمام مالک رحمه اللہ علة النهی بقوله: ”وإنما کره ذلک، لأنه إنما یعطیه ثمن ما باعه بعینه، ویؤخر عنه المائة الأولی الیٰ الأجل الذی ذکرله آخر مرة، ویزداد علیه خمسین دینارا، فی تاخیر عنه فهذا مکروه لایصلح وهو أیضا یشبه حدیث زید بن اسلم فی بیع الجاهلیة إنهم کانوا إذا حلت دیونهم، قالوا للذی علیه الدین، إما أن تقضیٰ وإما أن تربی، فإذا قضیٰ أخذوا، وإلا زادوهم فی حقوقهم، وزادوهم فی الأجل“** ۳۹؎، اور بھی بہت سی مثالیں گزر چکی ہیں اس سے پہلے والے فقرے کی تشریح کے اندر، مالکیہ کے یہاں غلو کی مثالیں مثلاً بدعت کے سلسلہ میں اور شوال کے چھ روزوں کی کراہت اور جمعہ کے دن فجر میں سورۃ السجدہ اور سورۃ الدہر کی ممانعت جبکہ صحیح حدیث سے اس کے

سنت ہونے اور آپ ﷺ کی اس پر مداومت کی نظیر ملتی ہے۔[۴۰]

حنابلہ: حنابلہ نے بھی مالکیہ کی طرح اس اصل کا اعتبار کیا ہے، لیکن ان کے یہاں غلو نہیں ہے جتنا مالکیہ کے یہاں ملتا ہے؛ کیونکہ حنابلہ نص سے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ نص کے دائرے میں رہتے ہوئے باتیں کرتے ہیں؛ تاکہ سلف کے نہج پر قائم رہ سکیں۔[۴۱]

مثال کے طور پر حنابلہ کا ان بیوع سے منع کرنا جو ربا وسود کا ذریعہ ہیں، اُنھوں نے مالکیہ سے اتفاق کیا ہے۔ بیوع الآجال کے منع کرنے میں تھوڑے اختلاف کے ساتھ بعض تفصیلیں ہیں:

اتفاقی شکل: " **ماجاء فی المغنی: "أو من باع سلعة بثمن مؤجل، ثم اشتراها بأقل منه نقداً، لم يجز فی قول أكثر أهل العلم لأن ذلک ذريعة إلى الربا فإنه يدخل السلعة، يستبيح بيع الكثير كألف بالقليل كخمس مائة والذرائع معتبرة عندنا وقد نص الامام أحمد إلى ذلک"**۔[۴۲]

اختلافی شکل: " **قولهم بجواز بيع السلعة بنقد كمائتی درهم، ثم اشتراها بنقد آخر، كعشرة دنانير لأنهما جنسان لايحرم التفاصيل بينهما فجاز البيع كما لوكان الشراء الثانی، بعرض، أو بمثل الثمن الأول، وقد خالفهم المالكية فمنعوا البيع الثانی يؤدّی إليه من تهمة التصرف المؤخر وقد صحح ابن قدامة هذا القول و نسبه إلى الحنفية فقال: (وقال أبو حنيفه: لايجوز استحساناً، لأنهما كالشئ الواحد فی معنى الثمنية، ولأن ذلک يتخذ وسيلة إلى الربا أشبه ما لو بعها بجنس الثمن الأول، وهذا أصحّ إن شاء الله تعالى)"**[۴۳]۔

مزید بہت سی مثالیں اس سے پہلے والے فقرے کی تشریح میں گذر چکی ہیں۔

حنفیہ: حنفیہ نے اپنے اصولوں کے ضمن میں سد ذریعہ کا تذکرہ نہیں کیا ہے؛ کیونکہ وہ اس پر عمل کرنے کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں، لیکن ان کے یہاں کچھ اشارے ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کا اعتبار کیا ہے، اور یہ متعدد پہلو سے ہے:

(۱) وہ استحسان کے قائل ہیں اور اس کے ذریعہ مصلحت پر عمل کرتے ہیں اور سد ذریعہ منجملہ مصلحت پر عمل کرنے میں سے ایک عمل ہے؛ بلکہ احناف کے یہاں بعض استحسان کی صورتیں ہی مالکیہ کے یہاں سد ذریعہ ہیں۔ اس طرح بظاہر دونوں مسلکوں میں فرق نہیں ہے صرف نام کا فرق ہے۔ احناف کے یہاں اس کو استحسان کہتے ہیں اور مالکیہ کے یہاں اس کو ذریعہ کہتے ہیں۔

(۲) بہت سی فروع میں احناف بالفعل سد ذریعہ کے قائل ہیں اور اس پر ان کا عمل ہے۔ مندرجہ ذیل سطروں میں اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں:

ا-احناف نے مالکیہ اور حنابلہ سے اتفاق کیا ہے بعض بیوع الآجال میں، منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے: ''انهم نصّوا علىٰ أن من اشترىٰ سلعة بألف حالّة أو نسيئة فقبضها، لم يجز له أن يبيعها من البائع بخمس مائة، قبل أن الثمن الأول كله أو بعضهُ لأن من الشروط المعتبرة، فى صحة العقود عندهم، الخلو عن شبهة الربا، لأن الشبهة ملحقة بالحقيقة، فى باب المحرمات، احتياطاً، وأصل ذلک قوله صلى الله عليه وسلم: الحلال بين والحرام بين وبينهما أمور مشتبهات''٤٤

المختار فى مذهب الحنفية : استحباب صوم المفتى ليوم الشک وينبغى أن يفعله سرّاً حتى لايتهم بالعصيان، ويفتى العامة بالتلوم والانتظار، بدون طعام ولاشراب إلى وقت الزوال، ثم يأمرهم عند الزوال بالإفطار، حسما للمادة اعتقاد الزيادة،أما استحباب صوم يوم الشک، فاقتداء بعلى وعائشة رضى الله عنهما، فإنهما كانا يصومانه، وفى ذلک تقول السيدة عائشة: لأن أصوم يوما من شعبان أحب إلىّ من أن أفطر يوما من رمضان۔

۲۔نصّ علماء الحنفية على تحريم اللمس والقبلة للمعتكف، وعللوا ذلک بانهما من دواعى الوطء المحرم عليه، بقوله تعالى (ولا تباشروهن وأنتم عاكفون فى المساجد) ٤٥

وأجازوا ذلک للصائم، الذى يأمن على نفسه، ووجه الفرق بين حال المعتكف وحال الصائم، أن الوطء محرم على الأول بالنص قصداً وعلى الثانى ضمناً، من الأمر بالامساک عن المفطرات، فالتحقت الدواعى بالتحريم فى الأول، ولم تلتحق فى الثانى'' ٤٦

یہ بات واضح وعیاں ہے کہ معتکف پر وطی کے محرکات کی حرمت اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''لا تباشروهن'' سے صراحۃً ثابت نہیں ہے، بلکہ دو محرک پائے جانے کی وجہ سے ممانعت ہے، پہلا مس اور بوسہ لینا، بوسہ لینا سب سے بڑا وطی کا محرک اور وسیلہ ہے، اور حنفیہ کے یہاں مسلمہ اصول ہے کہ وسیلے کا وہی حکم ہوگا جو اس چیز کا ہوتا ہے، اور یہ بنیادی بات ہے سد ذریعہ کے سلسلہ میں۔

دوسری بات یہ ہے کہ معتکف کے لیے وطی حرام ہے اور یہ نص سے ثابت ہے۔ اس نے پہلے محرک کے لیے راہ ہموار کر دی اس وجہ سے احناف نے معتکف کے لیے وطی کے محرکات کی حرمت کا حکم لگایا ہے؛ البتہ روزے دار کے سلسلہ میں

اس طرح کی دلیل نہ مل سکی اس لیے انھوں نے اس کو اس شخص کے لیے جائز قرار دیا جو اپنے نفس پر قدرت رکھتا ہو؛ حالانکہ مناسب ہوتا کہ سدّ ذریعہ کے اصل پر عمل کرتے ہوئے اس کو مکروہ قرار دیتے، لیکن میں سمجھتا ہوں انھوں نے ایسا نہیں کیا؛ کیونکہ یہ نبی ﷺ کے عمل کے خلاف بات ہوتی۔

احناف نے بہت سی جگہوں پر صراحت کی ہے۔''علی أن ماأدّی إلی الحرام فهو حرام، وأن الوسیلة إلی الشئ حكمها ذلک الشئ وهذا أصل الحكم بسد الذرائع۔

فمن الأول: ماجاء فی البدائع : ولایباح للشواب منهنّ الخروج الی الجماعات بدلیل ماروی عن عمر رضی الله عنه، أنه نهی الشواب عن الخروج ولأن خروجهن إلی الجماعة سبب الفتنة، والفتنة حرام وما أدّی إلی الحرام فهو حرام۔۴۷

ومن الثانی : ماجاء فی البدائع أیضاً : أمان العبد المحجور عن القتال اختلف فیه فقال أبو حنیفةؒ و أبو یوسفؒ لایصح، وقال محمدؒ یصح وهو قول الشافعیؒ۔۴۸ وجه قوله : ماروی عن رسول الله ﷺ، أنه قال: المسلمون تتكافأ دماؤهم، ویسعی بذمتهم أدناهم، والذمة العهد، والأمان نوع العهد''۴۹

وفی المعنی الذی لأجله منعت الحادّة من استعمال الطیب، والزینة، والكحل، والدهن المطیب، وغیر المطیب، یقول المرغینانی صاحب الهدایة : (والمعنی فیه وجهان، أحدهما: ماذكرناه من اظهار التاسف، والثانی : أن هذه الأشیاء دواعی الرغبة فیها وهی ممنوعة عن النكاح، فتجتنبها كیلا تصیر ذریعة إلی الوقع فی المحرم۵۰۔

أفتی العلامة ابن عابدینؒ بحرمة إحداث الغرف، والخلوات فی المساجد، ولوكان الأصل فی إحداثها معاونة الفقراء من أهل العلم، علی أسباب الدرس والتحصیل، لأن أكثر المنتفعین بها الیوم، معرضون عن طلب العلم، ویستغلونها بالطبخ، والأكل والشرب، والغسیل، وغیر ذلک، ممایؤدی إلی تقذیر المسجد، وإلی استغلاله فی غیر ما أنشئ لأجله، من وجوه العبادة والطاعة وقال: (ورأیت تالیفا مستقلا فی المنع من ذلک)۵۱۔

احناف کے یہاں سدّ ذریعہ میں سے یہ بھی ہے: عدم قبول توبة الزندیق المرتد، فی أظهر الروایتین عن الإمام أبی حنیفة وهو مذهب الامامین مالک وأحمد رحمهم الله، لأن قبولها منه ذریعة إلی

الاستخفاف بالدين واتخاذها جنة لأغراضه الخبيثة۵۲۔

من الصوم المكروه : عند الحنفية ، إتباع رمضان بست من شوال من غير فصل، بافطار يوم العيد، وسبب الكراهة كما نقله صاحب البدائع عن الإمام أبي يوسفؒ قال: (كانوا يكرهون أن يتبعوا رمضان صوماً خوفاً أن يلحق ذلك بالفريضة، وكذا روى عن الامام مالک أنه قال : أكره أن يتبع رمضان بست من شوال، وما رأيت أحداً من أهل الفقه والعلم يصومها، ولم يبلغنا عن أحد من السلف، وإن أهل العلم يكرهون ذلك ويخافون بدعته، وأن يُلحق أهل الجفاء برمضان ما ليس منه، والإتباع المكروه هو أن يصوم يوم الفطر، ويصوم بعده خمسة أيام، فأما إذا أفطر يوم العيد، ثم صام بعده ستة أيام فليس بمكروه، بل هو مستحب و سنة۵۳۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ احناف کے یہاں بھی سدّ ذریعہ اصل کا استعمال ہے، لیکن بہت احتیاط کے ساتھ، جیسا کہ اس تفصیل سے معلوم ہوااور اس سے پہلے فقرے کی تفصیل میں بھی گذرا۔

شافعیہ نے سدّ ذریعہ کو اپنے اصول میں سے شمار نہیں کیا ہے لیکن انھوں نے بھی بہت سی فروع میں اس کا استعمال کیا ہے۔ مثال کے طور پر بیمار اور مسافر پر جمعہ چھوڑنا جائز ہے کہ وہ ظہر پڑھیں، خواہ تنہا تنہا پڑھیں یا جماعت سے، جیسا کہ اجماع سے یہی ثابت ہے؛ جبکہ شافعیہ کہتے ہیں: ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ جب جماعت سے پڑھیں تو ایسی جگہ پڑھیں جو لوگوں کی نظر میں نہ آئے، تہمت کے ذریعہ کو بند کرتے ہوئے ایسا کہا ہے۵۴۔

دوسری مثال: وہ شخص جو عذر کی وجہ سے افطار کرتا ہو تو وہ اس شخص کے سامنے نہ کھائے پیئے جو اس کے عذر سے واقف نہیں ہے؛ کیونکہ یہ تہمت کا سبب ہوگا۵۵۔

تیسری مثال: قاتل کو ہر حال میں میراث سے محروم کرنا۔ ''سواء كان القتل مضمونا او غير مضمون وسواء كان القاتل متهما بتعجيل الميراث، أوغير متهم، حسما للباب وسدّاً للذريعة'' (اس کی تفصیل مہذب میں دیکھیں: المہذب ۲/ ۲۴-۲۵، نیز دیکھئے: الباجوری علی شرح الرحبیۃ ۵/ ۵-۶۰)۔

ان مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہوگیا کہ شافعیہ نے بھی اس اصل کا استعمال کیا ہے۔

۶- فتح ذرائع کا موضوع:

فتح ذرائع سے مراد انسان کے مفاد تک راستہ کو آسان بنانا ہے، امام قرافی مالکی فرماتے ہیں: واضح ہو کہ جس طرح ذریعہ کا سدّ باب ضروری ہے اسی طرح اس کا کھولنا بھی واجب، مکروہ، مندوب اور مباح ہوتا ہے، اس لیے ذریعہ دراصل

وسیلہ ہے اور جیسا کہ حرام کا وسیلہ حرام ہے اسی طرح واجب کا وسیلہ واجب ہوگا، جیسے جمعہ اور حج کے لیے سعی کرنا، افضل مقصد کا وسیلہ افضل ہوگا اور برے مقصد کا وسیلہ برا ہوگا اور درمیانی مقاصد کے وسیلے اسی اعتبار سے درمیانی وسیلہ ہوں گے۔ اچھے وسائل کا اچھا ہونا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے: "**ذلک بأنهم لایصیبهم ظمأ ولانصب ولامخمصة فی سبیل الله ولا یطئون موطئاً یغیظ الکفار ولاینالون من عدو نیلا إلا کتب لهم به عمل صالح**" (سورۂ توبہ:۱۲۰)۔

یہ (رفاقت ضروری) اس لیے تھی کہ ان مجاہدین کو اللہ کی راہ میں جو پیاس اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا وہ چلے کافروں کو غیظ میں ڈالنے والا اور دشمن سے انھیں جو کچھ حاصل ہوا ان سب پر ان کے نام (ایک ایک) نیک عمل لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو ان کی پیاس اور تھکاوٹ پر ثواب عطا فرمایا اگرچہ یہ دونوں ان کے اعمال میں سے نہیں ہیں، اس لیے کہ یہ دونوں ان کو جہاد میں جانے کی وجہ سے حاصل ہوئے ہیں جو اعزازِ دین اور مسلمانوں کی حفاظت کا وسیلہ ہے۔

امام قرافی نے اس کی اور بھی مثالیں ذکر کی ہیں۔ انہیں میں سے کفار کو مال دے کر جس سے انتفاع ان کے لیے حرام ہے، مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لیے وسیلہ بنانا ہے، اس بنیاد پر کہ وہ شریعت کے فروعی احکام کے مخاطب ہیں، یہ مالکیہ کا مذہب ہے۔

ان ہی مثالوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی آدمی کو کھانے کے لیے حرام مال دینا؛ تاکہ وہ کسی عورت سے زنا نہ کرے، اگر اس کے بغیر اس کو اس عورت سے باز رکھنا ممکن نہ ہو، اسی طرح حملہ آور کو مال دینا؛ تاکہ اس کے اور صاحب مال کے درمیان لڑائی کی نوبت نہ آئے، یہ امام مالک کا مذہب ہے؛ لیکن انھوں نے شرط لگائی ہے کہ مال تھوڑا ہو، امام قرافی نے فرمایا: ان تمام صورتوں میں مال دینا حرام مال کھانے کی معصیت کا وسیلہ ہے؛ کیوں کہ اس مفسدہ کے باوجود اس مصلحت کو حاصل کرنا راجح ہے (الفروق للقرافی ۲/ ۳۳)۔

علامہ وہبہ الزحیلی نے لکھا ہے کہ جس طرح سدّ ذریعہ قانون اسلامی کے لیے ایک اصل ہے اسی طرح فتح ذریعہ بھی ایک اصل ہے اور جدہ کی مجمع فقہی کی تجویز بھی نقل کی ہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے۔

لہٰذا خلاصہ بحث یہ ہے کہ سدّ ذریعہ کی طرح فتح ذریعہ بھی ضرورت ہے مصلحت کو حاصل کرنے کے لیے اور دفع نقصان کے لیے اور یہ بھی اجماعی مسئلہ ہے۔

۷-موجودہ مسائل میں سدّ ذریعہ کا استعمال:

دور حاضر کے بہت سے مسائل میں سدّ ذریعہ کا قاعدہ مؤثر اور فیصلہ کن کردار ادا کرسکتا ہے، آج ایک طوفان مغرب سے اٹھا ہے، جہاں اخلاق کو جہالت سمجھا گیا، کسی دوسرے کو فائدہ پہنچانا بیوقوفی قرار دیا گیا، جہاں بھیڑیے کو ایک

سمبل کے طور پر دکھایا گیا۔ یہ طوفان گھر گھر میں داخل ہوگیا، یہ طوفان ہے مغربی تہذیب وتمدن کا جس نے نئ نسل کو تباہ وبرباد کردیا ہے۔ آج سب سے بڑا مسئلہ ہے کو ایجوکیشن اور مخلوط تعلیم کا، اس میں سدّ ذریعہ کے قاعدہ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ مغربی تہذیب دو چیزوں سے مل کر بنی ہے: (۱) عورت اور مرد کا اختلاط (ملنا جلنا) (۲) بلاٹوک روک آزادی، فکری آزادی، سوچ کی آزادی، عمل کی آزادی جبکہ اسلامی تہذیب میں عورت اور مرد کا اختلاط منع ہے، بلا روک ٹوک آزادی نہیں ہے، اس لیے دور حاضر میں عریانیت وبے حیائی پر قدغن لگانے کے لیے کو ایجوکیشن کو ناجائز قرار دینا ہوگا۔ دوسرا اہم مسئلہ ہے عورتوں کا بغیر محرم کے تنہا سفر کرنا، جس نے آج وبا کی شکل اختیار کر لی ہے، اس پر پابندی سدّ ذریعہ کے قاعدے کے ذریعہ لگائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کی کارڈرائیونگ کا مسئلہ ہے کہ اس سے اختلاط کا اندیشہ ہے اور فتنہ پیدا ہوسکتا ہے۔ اور سب سے بڑا دور حاضر کا مسئلہ ہے اسمارٹ فون پر پابندی، وہ بھی اسی قاعدہ سدّ ذریعہ کے ذریعہ لگائی جاسکتی ہے، اس اسمارٹ فون نے نئی نسل کو تباہی کے دہانے پر لاکر کھڑا کردیا ہے، اگر اس کی طرف توجہ نہ کی گئی تو مسلم نئی نسل تباہ ہوجائے گی۔ اسی طرح دینی اجتماعات میں اور اہم دینی میٹنگوں میں مرد وزن کا اختلاط باعث فتنہ ہے تو اس پر پابندی اس سدّ ذریعہ کے قاعدہ کے ذریعہ لگائی جاسکتی ہے؛ کیونکہ جب عورتوں کو مسجد میں جماعت میں شرکت سے اس لیے روکا گیا ہے کہ اس میں فتنے کا اندیشہ ہے تو یہاں وہی اندیشہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اس قاعدے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس پر پابندی لگائی جائے۔ اختلاط سے بچنا ضروری ہے؛ کیونکہ نقصان زیادہ ہے فائدہ کم ہے۔ دور حاضر میں نئے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ عورت کے رحم کو کرایہ پر دینا، جس کا چلن یورپ وغیرہ میں ہو چکا ہے۔ اس پر بھی پابندی اس قاعدے کے ذریعہ لگائی جاسکتی ہے۔ آج بہت سے مسلم ممالک میں عورتوں کو کلب گھر اور اسٹیڈیم وغیرہ میں جانے کی اجازت دے دی گئی ہے جو نہایت غلط اقدام ہے۔ اس پر بھی سدّ ذریعہ کے قاعدے سے پابندی عائد کی جاسکتی ہے اور اس قاعدہ کا اس میں مؤثر کردار ہوگا۔ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں یہ قاعدہ مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۸-سدّ ذریعہ کے استعمال میں غلو:

جن فقہاء کی رائے ہے وہ شریعت اسلامیہ کے مزاج کے مطابق ہے؛ کیونکہ گزشتہ فقروں کی تشریح میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ سدّ ذریعہ بہت اہم قاعدہ ہے، منصوص اور غیر منصوص اجتہادی مسائل کے حل میں اس کا بہت اہم کردار ہے اور مؤثر رول ہے، لیکن ہاں اس کے استعمال میں غلو بھی درست نہیں ہے اور اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ فقروں کی تشریح میں یہ بات آئی تھی کہ مالکیہ نے اس کے استعمال میں غلو سے کام لیا تو انھوں نے عید کے بعد چھ روزوں کو جو کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے مکروہ قرار دیا اور اسی طرح بہت سی بیوع جو جائز ہیں ان کو مکروہ وناجائز قرار دیا

ہے، اور سب سے خطرناک بات جو اس وقت سامنے آئی ہے کہ عربی فارسی بورڈ سے ملحق مدارس کے اساتذہ اور علماء حضرات نے اپنے مفاد کو حاصل کرنے کے لیے اس قاعدے کو استعمال کرتے ہوئے انتظامیہ کو رشوت دینے کو جائز قرار دیا ہے، اس طرح علماء نے رشوت جو حرام ہے منصوص ہے اس کو اپنے مفاد کو حاصل کرنے کے لیے جائز ٹھہرالیا ہے۔

حوالہ جات

۱-فتاویٰ ابن تیمیہ ۳/ ۱۴۵ ۲-الموافقات ۳/ ۶۱ ۳-الموافقات ۳/ ۱۸۹

۴-مالک لأبی زہرۃ/ ۳۰۵ ۵-لسان العرب، المصباح المنیر ، مادہ: ذرع وسدد، تبصرۃ الحکام ۲/ ۳۲۷، الفروق للقرافی ۲/ ۳۲

۶-اعلام الموقعین ۲/ ۱۴۷ ۷-الفروق ۲/ ۳۳ ۸-الفروق للقرافی ۲/ ۳۲

۹-آسان اصول فقہ، ص ۵۳، اس کو مختلف فیہ ادلۃ میں شمار کیا ہے۔ ۱۰-القاموس الوحید، مادہ: سبّ ص ۷۳۶۔

۱۱-تفصیل کے لیے دیکھیں میری کتاب: مختصر اصول فقہ، ص ۱۸ ۱۲-تفصیل کے لیے دیکھیں: الفقہ الاسلامی وادلتہ الزحیلی ۹/ ۵۲۶

۱۳-سورۃ بقرہ : ۱۰ ۱۴-الأعراف: ۱۶۳ ۱۵-الأنعام: ۱۰۸

۱۶-أخرجہ الشیخان عن عبداللہ بن عمرؓ۔ ۱۷-رواہ الترمذی وقال: حدیث حسن صحیح ۱۸-بخاری ومسلم

۱۹-أعلام الموقعین ۳/ ۱۴۹ ۲۰-أعلام الموقعین لابن القیم ۳/ ۱۳۵، الموافقات للشاطبی ۴/ ۱۹۸-۲۰۰، القاہرۃ المکتبۃ التجاریۃ۔

۲۱-سدّ الذرائع فی الشریعۃ الإسلامیۃ، المطبعۃ العلمیۃ دمشق۔ ۲۲-تفصیل کے لیے محمد ہشام البرہانی کی کتاب دیکھیں۔

۲۳-تبصرۃ الحکام ۲/ ۲۶۸ ۲۴-المجموع شرح المہذب ۱۰/ ۱۶۰

۲۵-الأم للشافعی ۷/ ۲۷۰، کتاب الإستحسان میں ۲۶-الفقہ الإسلامی وأدلتہ ۹/ ۵۲۳

۲۷-الفروق ۲/ ۳۲

۲۸-شرح المحلی ومعہ حاشیۃ العطاء علی جمع الجوامع فی آخر الکتاب الخامس ۲/ ۳۹۹، شائع کردہ دار الکتب العلمیۃ، نیز دیکھئے: أثر الأدلہ المختلف فیہا فی الفقہ الاسلامی للدکتور مصطفیٰ البغا ص ۵۷۹، دمشق دار الامام البخاری

۲۹-الأم للشافعی: کتاب ابطال الاستحسان من الام ۷/ ۲۶۷ طبع بولاق، نیز دیکھئے: اعلام ۴/ ۱۴۱، ۳/ ۴۳

۳۰-الشرح الکبیر وحاشیۃ الدسوقی ۳/ ۷۶، المقدمات لابن رشد ۲/ ۲۰۰، ۲۰۲، مالکیہ کے نزدیک بیوع الآجال اور ان کے احکام کا تذکرہ جن کی بنیاد سد ذرائع کے قاعدے پر ہے تفصیل کے ساتھ موجود ہے، دیکھئے: بدایۃ المجتہد ۲/ ۱۲۷، شائع کردہ المکتبۃ التجاریۃ۔

۳۱-الشرح الکبیر ۲/ ۳۰۹ ۳۲-المغنی لابن قدامہ ۴/ ۸۵ ۳۳-مسلم ۲/ ۶۲۷ ۳۴-فتح القدیر ۲/ ۵۴ طبع بولاق

۳۵-مسلم ۲/ ۸۲۲ طبع الحلبی ۳۶-مواہب الجلیل للحطاب ۲/ ۴۱۴ ۳۷-المغنی لابن قدامۃ ۳/ ۱۷۲

۳۸-المغنی ۹/ ۵۴، شرح المنہاج مع حاشیۃ القلیوبی ۴/ ۳۰۴، جواہر الاکلیل ۲/ ۲۳۰، تبصرۃ الحکام ۲/ ۴۵، ابن عابدین ۴/ ۳۵۵

۳۹-المؤطا: کتاب البیوع، باب ماجاء فی الربا فی الدین ۱/ ۶۷۲

۴۰-تفصیل کے لیے مقالہ دیکھیں: ہشام

۴۱-علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ میں اور شیخ ابوزہرہ نے اپنی کتاب ابن حنبل میں تفصیل بیان کی ہے۔

۴۲-بتصرف کبیر من المغنی لابن قدامۃ ۴/ ۱۵۷-۱۵۸ ۴۳-المغنی لابن قدامۃ ۴/ ۱۵۸

۴۴-البدائع للکاسانی ۵/۱۹۹، نیز دیکھئے: الہدایۃ ۲/۷۴، فتح القدیر ۵/۲۰۷، ۲۰۹

۴۵-البقرہ/۱۸۷
۴۶-فتح القدیر ۲/۱۱۲
۴۷-بدائع الصنائع ۱/۱۵۷، ۲/۱۱۹-۱۲۰۔

۴۸-دیکھئے: الأم للشافعی ۴/۲۲۶ الطبعۃ الأخیرۃ۔
۴۹-بدائع الصنائع ۷/۱۰۶

۵۰-الہدایۃ ۲/۲۳
۵۱-حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین ۲/۲۷۱

۵۲-دیکھئے: فتح القدیر ۴/۲۸۷
۵۳-بدائع الصنائع ۲/۷۸

۵۴-اس کی تفصیل المجموع للنووی ۴/۲۶۲ میں دیکھیں، نیز دیکھئے: المہذب للشیرازی ۱/۱۱۰

۵۵-تفصیل دیکھیں: المہذب ۱/۱۸۷، المجموع للنووی ۶/۲۸۸

☆☆☆

سدذرائع وفتح الذرائع

مفتی اسرار قاسمی احمدآبادی☆

۱-ذریعہ اور سدذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

ذریعہ کی لغوی تحقیق:

ذریعہ:۔اس کا مادہ ''ذال، راء اور عین'' ہے جس کے معنی پھیلاؤ، تسلسل اور آگے کی جانب حرکت کرنے کے آتے ہیں، اس مادہ کے تمام مشتقات میں یہ معنی کارفرما ہوتے ہیں۔

''**(ذرع) الذال والراء والعین أصل واحد یدل علی امتداد وتحرک إلی قدم ثم ترجع الفروع إلی ھذا الاصل** ''(مقاییس اللغۃ لابن فارس/۸۵۸)۔

چنانچہ ''ذریعہ'' کے لغات میں چند معنی بیان ہوئے ہیں:

(۱)وسیلہ: ''**الذریعة:الوسیلة وقد تذرع فلان بذریعة ای توسل، والجمع الذرائع** ''(لسان العرب ۳۷/۵)۔

(۲)اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جسے شکاری شکار کرنے کے لئے آڑ بناتا ہے، اس کے ساتھ چلتا ہے اور موقع پا کر شکار پر تیر چلادیتا ہے۔

''**الذریعة ناقة یتستر بھا الرامی یرمی الصید**''(مقاییس اللغۃ/۸۵۸)،''**الذریعة مثل الردیئة:جمل یختل به الصید یمشی الصیاد إلی جنبه فیستتر به ویرمی الصید إذا أمکنه** ''(لسان العرب ۳۷/۵، تہذیب اللغۃ ۳۱۵/۲)۔

(۳)اس حلقہ کو بھی کہا جاتا ہے جس پر تیراندازی کی مشق کی جاتی ہے۔

''**الذریعة : حلقة یتعلم علیھا الرمی** ''(لسان العرب ۳۷/۵،تہذیب اللغۃ ۳۱۵/۲)۔

خلاصہ یہ کہ لغت میں ذریعہ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو دوسری چیز کا وسیلہ ہو؛ چنانچہ جو اونٹنی شکار تک پہنچنے کا وسیلہ

☆ استاذ جامعہ دارالقرآن، سرخیز، احمدآباد۔

ہوا سے بھی ذریعہ کہا جاتا ہے، اور اس حلقہ کو جو تیر اندازی کی مہارت حاصل کرنے کا وسیلہ بنتا ہے اسے بھی ذریعہ کہا جاتا ہے، ”والمعنی المشترک بین هذه المعانی أنها وسیلة إلی شیئ“ (سد الذرائع عند الامام ابن قیم واثرہ فی اختیاراتہ الفقہیہ ر۴۰)۔

مفتی تقی عثمانی صاحب ”اصول الافتاء وآدابہ“ میں تحریر فرماتے ہیں: ”الذریعة: فی اللغة بمعنی الوسیلة کما فی القاموس، وهی التی یتوصل بها إلی شیئ آخر“ (اصول الافتاء وآدابہ ر۲۷۴)۔

”الذرائع جمع ذریعة، والذریعة فی اللغة: الوسیلة إلی الشیئ“ (اعمال قاعدۃ سد الذرائع فی باب البدعۃ ر۹)۔

”ذریعہ“ لغت میں وسیلہ وسبب کو کہتے ہیں (قاموس الفقہ ۴ر۱۴۱)۔

ذریعہ کی شرعی تحقیق:

اگر بغور دیکھا جائے تو عامۃ الفقہاء ومحققین نے ذریعہ کی جو تعریف کی ہے وہ مختلف الفاظ وتعبیرات کے پیرائے میں ایک خاص تعریف ہے جو سد ذریعہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے؛ البتہ تمام کا لب لباب وخلاصہ ایک ہی ہے کہ ”ایسا غیر ممنوع فعل جو ممنوع اور محظور فعل تک پہنچانے والا ہو“، چنانچہ مفتی تقی صاحب نے علامہ ابن رشد اور علامہ قرطبیؒ کے حوالہ سے تحریر کیا ہے: ”أما الذریعة وفی اصطلاح الفقهاء، فقد عرفها ابن رشد الجد بقوله ” الذرائع هی الأشیاء التی ظاهرها الاباحة ویتوصل بها إلی فعل المحظور“، وعرفه القرطبیؒ بقوله ”الذریعة عبارة عن أمر غیر ممنوع فی نفسه، یخاف من ارتکابه الوقوع فی ممنوع“ (اصول الافتاء وآدابہ ر۲۷۵)۔

”الذریعة: هی المسئلة التی ظاهرها الاباحة ویتوصل بها إلی فعل المحظور“ (ارشاد الفحول ر۲۸۱)۔

جبکہ ابن تیمیہؒ، ابن قیمؒ، امام قرافیؒ وغیرھم نے ذریعہ کی عام تعریف کی ہے جو لغوی معنی سے قریب تر ہے اور جو سد ذریعہ وفتح ذریعہ دونوں کو شامل بھی ہوجاتی ہے، چنانچہ ان کے یہاں ذریعہ ہر وہ چیز ہے جو دوسری چیز تک پہنچانے کا وسیلہ ہو (دیکھئے: سد الذرائع عند شیخ الاسلام ابن تیمیہ ر۲۷، اعمال قاعدۃ الذرائع فی باب البدعۃ ر۹)۔

”الذریعة فی اصطلاح علماء الشریعة: المعنی العام والخاص للذریعة حین نقرأ ما کتبه الذین تکلموا عن الذرائع من العلماء یظهرلنا أن لها معنیین واضحین: أحدهما عام والآخر خاص الخ“ (سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ ر۶۹، وکذا فی سد الذرائع وفتحھا، المقالۃ لمرضی بن مشوح العنزی ر۱)۔

سد ذریعہ:

سد: اس کا مادہ ”سین، دال، دال“ ہے، یہ باب نصر کا مصدر ہے، جس کے معنی سراخ یا شگاف بند کرنے کے آتے ہیں۔

"السد: السين والدال أصل واحد وهو يدلّ على ردم شيئ، والسدّ إغلاق الخلل وردم الثلم"(سدالذرائع عندشیخ الاسلام ابن تیمیہ/ ۲۵،وکذافی سدالذرائع عندالامام ابن القیم/ ۳۸،وکذافی قاعدۃ سدالذرائع واثرھاالفقہی /۶)۔

سدذریعہ کی تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ: غیرممنوع فعل کوممنوع قرار دینا ہے اس کے ممنوع فعل کا وسیلہ بننے کی وجہ سے(تفصیل کے لئے دیکھئے: سدالذرائع عندالامام ابن قیم/ ۴۲وکذاسدالذرائع عندشیخ الاسلام ابن تیمیہ/ ۲۸)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: مفسدہ کا ذریعہ بننے والی ظاہری مصلحت کو روک دینے کا نام ''سدالذریعۃ'' ہے۔

۲-ذریعہ اورسبب میں فرق:

سبب کے لغوی معنی:

سبب لغت میں ہراس چیزکوکہاجاتا ہے جودوسری چیزتک پہنچنے کا ذریعہ اوروسیلہ ہو، چاہے وہ حسی ہوجیسا کہ''رسی''، چاہے وہ معنوی ہوجیسا کہ علم، کہ وہ خیرتک پہنچانے کا سبب ہے۔

"السبب في اللغة :هو كل مايتوصل به إلى غيره يقال :جعلت فلانا لى سببا إلى فلان في حاجتى اى وصلة وذريعة ،والسبب يكون حسيا كالحبل ومنه قوله تعالى:"فليمدد بسبب إلى السماء"، ويكون السبب معنويا كالعلم فانه سبب للخير ومنه قوله تعالى:"وآتيناه من كل شيئ سببا"(سدالذرائع عندشیخ الاسلام ابن تیمیہ/ ۴۰)۔

سبب کے اصطلاحی معنی:

علماء اصول نے سبب کی مختلف الفاظ میں تعریف کی ہے، جن کا ماحصل قریب قریب ہی ہے، چنانچہ حسامی میں سبب کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے:"أما السبب الحقيقى فما يكون طريقا إلى الحكم من غير أن يضاف إليه وجوب ولاوجود ولايعقل فيه معانى العلل لكن يتخلل بينه وبين الحكم علة لاتضاف إلى السبب "(حسامی/۱۱۸)۔

جبکہ''اصول الشاشی''میں ان الفاظ سے کی گئی ہے:" السبب مايكون طريقا إلى الشيئ بواسطة "(اصول الشاشی/۹۶)۔

''اصول سرخسی''میں تحریر ہے:"مايكون طريقاً للوصول إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصول به ولكنه طريق الوصول إليه" (اصول السرخسی ۲/ ۲۲۲)۔

خلاصہ یہ کہ سبب حکم تک پہنچانے کا ایک راستہ ہے، حکم کا وجوب یا وجود اس کی طرف منسوب نہیں ہوتا جیسا کہ چور کو کسی کے مال کا پتا بتا دینا اس کی وجہ سے نہ چور پر چوری واجب ہوتی ہے اور نہ چوری کا تحقق ہوتا ہے۔

احناف کے علاوہ دیگر علماء کے یہاں سبب وہ ہے کہ جس کے پائے جانے کے وقت حکم پایا جائے، چاہے وہ حکم اس کے مناسب ہو اور ہماری عقل اس مناسبت کا ادراک کرتی ہو جیسے نشہ آور چیزوں پر حرمت کا حکم، یا وہ چیز اس حکم کے مناسب نہ ہو یعنی ہماری عقل اس کے ادراک سے قاصر ہو جیسے زوال آفتاب کی وجہ سے ظہر کی نماز کی فرضیت (قاموس الفقہ ۱۱۹/۴)۔

"السبب عند جمهور الأصوليين هو مايوجد عنده الحكم لا به سواء أكان مناسبا للحكم ،أم لم يكن مناسبا،مثال المناسب :الاسكار سبب لتحريم الخمر لأنه يؤدى إلى ضياع العقول ومثال غير المناسب اى بحسب إدراكنا دلوك (زوال) الشمس سبب لوجوب الظهر" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۶۹/۱)۔

"وعرفه ابن جزیؒ فقال:"السبب مايلزم من وجوده وجود الحكم ومن عدمه عدمه لذاته كدخول رمضان سبب فى وجوب الصيام، ومضى أكثر الأصوليين على هذا التعريف "(سد الذرائع عند شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۴۱/۱)۔

سبب وذریعہ میں فرق:

اگر سبب وذریعہ کے لغوی معنی کو دیکھا جائے تو وہ مترادف لفظ ہیں، اسی طرح اگر ذریعہ کی عام تعریف اور سبب کی اصطلاحی تعریف کے مغز اور خلاصہ کو دیکھا جائے تو دونوں ہی دوسری چیز تک پہنچنے کا واسطہ اور وسیلہ ہیں لہذا ان دونوں کے درمیان بظاہر کوئی فرق نہیں ہے، شاید اسی لئے سد ذریعہ کی بعینہ مثالوں کو مفتی شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ میں "تسبب" کے لفظ سے ذکر کیا ہے، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں: "البتہ اعانت سے ملتی جلتی ایک اور چیز ہے جس کو اصطلاح میں تسبب کہتے ہیں، وہ بھی از روئے نص قرآن حرام ہے، خواہ ہیئت معصیت ہو یا نہ ہو، مثلاً سبّ الٰہہ مشرکین کی نص قرآنی میں ممانعت اسی لئے فرمائی گئی ہے کہ وہ سبب ہوتی ہے سبّ الٰہ حق کیلئے، اسی طرح کسی کے ماں باپ کو گالی دینا حدیث میں اپنے ماں باپ کو گالی دینا اسی تسبب کی بنا پر قرار دیا گیا الخ (جواہر الفقہ جدید ۵۱۰/۷)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے "سد ذریعہ" کو سبب الحرام حرام کی روح قرار دیا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں: چند قواعد کا ذکر کیا جاتا ہے جو فقہاء حنفیہ سے منقول ہیں جن کی روح یہی "سد ذریعہ" ہے: **"ما أدى إلى الحرام فهو حرام "** جو حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے، "سبب الحرام حرام" سبب حرام بھی حرام ہے (قاموس الفقہ ۱۴۱/۴۔۱۴۲)۔

اور اگر ذریعہ کی خاص تعریف اور سبب کی تعریف کو دیکھا جائے تو دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، اس

لئے کہ ذریعہ تو صرف اس وسیلہ کو کہیں گے جو بذات خود غیر ممنوع ہو لیکن وہ ممنوع فعل کا واسطہ بنتا ہو جبکہ سبب ہر اس وسیلہ کو کہیں گے جو علت کے واسطہ سے حکم تک پہنچانے کا ذریعہ ہو، گویا ذریعہ ممنوع تک پہنچانے کی قید کے ساتھ خاص ہے؛ جبکہ سبب ممنوع وغیر ممنوع دونوں کے اعتبار سے عام ہے لہذا ہر ذریعہ کو سبب تو کہا جائے گا لیکن ہر سبب کو ذریعہ کہنا درست نہ ہوگا۔

۳-سد ذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسالک:

سد ذریعہ کا اعتبار تمام فقہاء نے کیا ہے؛ البتہ کسی کے یہاں اس کا استعمال زیادہ ہے تو کسی کے یہاں کم ہے، کسی نے اس کو سد ذریعہ کے لقب سے ملقب کیا ہے تو کسی نے دوسری تعبیر اور دوسرے طریق سے ثابت کیا ہے، اسلئے کہ فقہاء اربعہ کے یہاں ایسی مثالیں موجود ہیں جن کا ماحصل اور بنیاد سد ذریعہ پر ہے، ان میں سب سے زیادہ اس پر عمل امام مالکؒ نے کیا ہے اور سب سے کم امام شافعیؒ نے، جبکہ امام احمدؒ کا منہج قریب با امام مالکؒ ہے اور امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ سے زیادہ قریب معلوم ہوتے ہیں؛ البتہ ذریعہ کی بعض قسموں میں ائمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض اس کو بھی ممنوع قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے اسے ممنوع نہیں مانتے جیسا کہ ذریعہ کے اقسام میں اس کی بحث آ رہی ہے۔

"فانها تدل على اعتبار الشرع سد الذرائع فى الجملة وهذا مجمع عليه، وانما النزاع فى ذرائع خاصة "(الموافقات ۳/۲۲۶، نیز دیکھئے: سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ/ ۶۶۴، قاعدۃ سد الذرائع وأثرها الفقہی/ ۱۷)۔

"والتطبيقات الفقهية عند المذاهب الفقهية تدل على اعتبارهم للذرائع وإن اختلفوا فى المصطلح فلامشاحة فى الاصطلاح "(سد الذرائع وفتحها/ ۳)۔

سد ذریعہ امام مالکؒ کے یہاں ایک مستقل قاعدہ اور اصول ہے جس پر انہوں نے بے شمار مسائل کا استنباط کیا ہے اور ائمہ مالکیہ نے اس کے حجت ہونے کو صراحتاً تسلیم کیا ہے؛ چنانچہ چند کے اقوال یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

قول الباجيؒ :"ذهب مالک إلى المنع "۔

قول القرطبيؒ : "سد الذرائع ذهب إليها مالک وأصحابه "۔

قول القرافيؒ : "وكان مالكؒ شديد المبالغة فيها"۔

قول الشاطبيؒ : "سد الذريعة أصل عنده متبع مطرد فى العادات والعبادات"۔

وقوله :"قاعدة الذرائع حكمها مالک فى اكثر أبواب الفقه" (قاعدۃ سد الذرائع وأثرها الفقہی/ ۱۹)۔

امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کو بطور قاعدہ کے تسلیم کیا ہے اور اس کے ذریعہ بہت سی فروعات کا استخراج کیا ہے اور اس پر ان کے علماء کے قول شاہد ہیں جن میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

قول ابن عقیلؒ : ”مذهبنا أن الذرائع محسومة “۔

وابن قدامةؒ : ”والذرائع معتبرة“۔

والطوفیؒ :”ومن مذهبنا أيضا سد الذرائع “۔

والزرکشیؒ:”والذرائع معتبرة عندنا فی الاصول “۔

والمرداویؒ:”سد أحمد ومالك الذرائع “(قاعدۃ سدالذرائع واثرھاالفقہی ۲۰/،سدالذرائع عندشیخ الاسلام ابن تیمیۃ ۷۰/)۔

احناف کے یہاں اگرچہ یہ کوئی مستقل قاعدہ نہیں ہے لیکن کتب احناف میں ایسے بہت سے شواہد اورقواعد ہیں جو سدذریعہ کے معتبر ہونے پردال ہیں،مثلاً صاحب ہدایہؒ حداد کے باب میں ترک زینت کی وجہ اور عقلی دلیل ذکرکرتے ہوئے تحریرفرماتے ہیں:

”إن هذه الأشياء دواعی الرغبة فيها وهی ممنوعة من النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع فی المحرم “(ہدایہ ۴۲۷/۲)۔

ابن ہمامؒ نے ایک معاملہ کوممنوع قرار دینے کی وجہ ممنوع کا ذریعہ بننا ہی قرار دیا ہے؛چنانچہ فرماتے ہیں:”إنما ذمت العقد الأول لأنه وسيلة وذمت الثانی لأنه متصورالفساد “(فتح القدیر ۲۰۹/۵بحوالہ قاموس الفقہ ۱۴۲/۴)۔

نیز مفتی تقی عثمانی صاحب نے”اصول الافتاءوآدابہ“میں تغیراحکام کی بحث میں جہاں علت کا تبدیل ہوجانا،عرف وعادت کا بدل جانااورضرورت شدیدہ وعموم بلوی کا ذکرکیا ہے وہیں چوتھی وجہ سدذریعہ کوبھی قراردیا ہے،جس سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ احناف کے یہاں بھی سدذریعہ کوثبوت احکام میں اثر حاصل ہے؛چنانچہ آپ تحریرفرماتے ہیں: ”الوجه الرابع لتغير الأحكام هو سدّ الذرائع فقد يكون أمرا جائزا مباحا فی نفسه ولكن يمنع منه لكونه يتطرق إلى محظور“(اصول الافتاءوآدابہ/ ۲۷۴)۔

مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب سدذریعہ کے بارے میں تحریرفرماتے ہیں:”گواس اصل فقہی کے استعمال میں فقہاء مالکیہ وحنابلہ معروف ہیں لیکن حنفیہ کے یہاں بھی کثرت سے اس کا استعمال موجود ہے،اس سلسلہ میں جزئیات کا نقل کرنا تو خاصا طوالت کا باعث ہوگا لیکن چندقواعد کا ذکرکیا جاتا ہے جوفقہاء حنفیہ سے منقول ہیں اورجن کی روح یہی”سد ذریعہ“ ہے:”ما أدى إلى الحرام فهو حرام “جوحرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے۔ ”سبب الحرام حرام “سبب حرام بھی حرام ہے(قاموس الفقہ ۱۴۱/۴،۱۴۲)۔

احناف کی کتابوں میں یہ قاعدہ بھی مشہور ہے:”کسی چیز کے وسیلہ کواسی چیز کا حکم دیا جائے گا“،”إذ الوسيلة إلى

الشیئ حکمها حکم ذلک الشیئ "(بدائع ۶/۲۷)، اس کی بنیاد پر ممنوع کے ذریعہ کو بھی ممنوع قرار دیا جائے گا، اور یہی مفہوم سد ذریعہ کا بھی ہے، گویا تعبیر کے فرق کے ساتھ سد ذریعہ احناف کے یہاں بھی موجود ہے۔

اور سب سے اہم یہ ہے کہ کتب احناف میں بہت سے ایسے مسائل موجود ہیں جن کی ممانعت کی وجہ "سد ذریعہ" ہے، لہذا احناف نے چاہے "سد ذریعہ" کو مستقل اصل قرار نہیں دیا لیکن عملی طور پر احناف بھی سد ذریعہ کے قائل ہیں۔

امام شافعیؒ نے "سد ذریعہ" کو اصل اور قاعدہ کا درجہ نہیں دیا بلکہ بقول بعض امام شافعیؒ اس قاعدہ کے مخالف ہیں اس لئے کہ ان کے یہاں جو استدلال کے پانچ طرق ہیں: کتاب اللہ، سنت، اجماع، قول صحابی، اور قیاس، اس کے برخلاف "سد ذریعہ" کی بنیاد عمل بالرای پر ہے، لہذا یہ معتبر نہیں ہے، یا اس لئے کہ شریعت اور حکم کی بنیاد ظاہر پر رکھی گئی ہے اور "سد ذریعہ" میں ظاہری شکل سے تجاوز کر کے باطن اور مقصود پر نظر کی جاتی ہے اور اس کے مطابق حکم لگایا جاتا ہے، لہذا اس کا اعتبار نہ کرتے ہوئے ظاہر پر ہی حکم کی بنیاد رکھی جائے گی (دیکھئے: سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ ۶۷۹-۶۸۱)۔

البتہ ان کے بالتفصیل جوابات دئے گئے ہیں جن کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ مطلقا استحسان، مصلحت وغیرہ کو ممنوع قرار نہیں دیتے؛ بلکہ ان کی مختلف قسمیں ہیں جن میں سے بعض کو شوافع نے صراحتاً تسلیم کیا ہے، اسی طرح امام شافعیؒ بہر صورت ظاہر پر فیصلہ کرنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس کے مختلف درجات ہیں جن میں سے بہت سے مقامات پر شوافع نے مصلحت اور مقصد پر حکم کی بنیاد قائم کی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے: "سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ، صفحہ ۶۸۶ تا ۷۱۵)۔

اگر چہ امام شافعیؒ نے سد ذریعہ کو مستقل قاعدہ قرار نہیں دیا لیکن ان کے یہاں بھی ایسے قواعد پائے جاتے ہیں جن میں سد ذریعہ کی روح پائی جاتی ہے جن میں سے چند کو ذکر کیا جاتا ہے:

"**الاصل الاول: جلب المصالح ودرء المفاسد**"۔

"**والاصل الثانی: اعتبار المآل**"۔

"**والاصل الثالث: ما لایتم الواجب إلا به فهو واجب**"۔

"**والاصل الرابع: إنهم لایجیزون التذرع بأمر ظاهر الجواز لغرض غیر مشروع**"۔

"**والاصل الخامس: اعتبار الشبهات والاحتیاط**" (سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ ۶۷۶)۔

نیز کتب شوافع میں بھی بہت سے وہ مسائل ہیں جن کی بنیاد سد ذریعہ پر ہے، لہذا شوافع بھی بالجملہ "سد ذریعہ" کے عملا قائل ہیں۔

۴-اہل اصول اور فقہاء کے یہاں ذرائع کے مختلف درجات ورجحانات:

ذرائع کی اولاً دو قسمیں ہیں: پہلی وہ قسم ہے جس میں ذرائع کو خود شارع نے نص کے ذریعہ ممنوع قرار دیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: "ولاتسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم "(انعام/۱۰۸)، اس میں اللہ تعالی نے معبودان باطلہ کو اس لئے برا بھلا کہنے سے منع کیا کہ جواب میں وہ بھی اللہ تعالی کو برا بھلا کہیں گے، اورجیسا کی حدیث شریف میں ہے: "إن من اكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه قالوا: يارسول الله! وكيف يلعن الرجل أبويه؟ قال: يسبّ الرجل أبا الرجل فيسبّ أباه ويسبّ الرجل أمه فيسبّ أمه"(مسند احمد)، چونکہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دینا اپنے والدین کے گالی کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اس کو اپنے والدین کو گالی دینا قرار دیا، اسی طرح حدیث شریف میں ہے: "إذا شهدت إحداكن المسجد فلاتمسّ طيبًا" (مسلم)، اس میں بھی عطر سے منع کیا گیا؛ اسلئے کہ یہ ان کی جانب مردوں کے مائل ہونے کا ذریعہ ہے، اسی طرح حضور ﷺ نے ربا الفضل کو حرام قرار دیا؛ اسلئے کہ یہ ربا القرض تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، ایسی بہت سی مثالیں ہیں جس میں خود شارع نے ذریعہ کو ممنوع قرار دیا ہے۔

اس قسم کے ذرائع کی ممانعت چونکہ منصوص ہے لہذا اس قسم میں تو تمام ہی متفق ہیں اور اس قسم کے حکم کی بنیاد سد ذریعہ پر نہیں مانی جائے گی؛ بلکہ سد ذریعہ ان احکام میں بطور حکمت کے مانا جائے گا اور حکم کی بنیاد نص پر ہوگی نہ کہ حکمت پر۔

"ثم إن الذرائع على نوعين: الاول: الذرائع التى سدّها الشارع بنص من نصوص الشريعة كما منع القرآن الكريم سبّ آلهتهم المزعومة فى الاٰية المذكورة أو كماحرم رسول الله ﷺ ربا الفضل لكونه ذريعة إلى ربا القرض فسدّ مثل هذه الذرائع واجب بالنص ولو لم تفض إلى محظور فى جزئية خاصة لكون هذه الاحكام صارت أصلا بنفسها بعد مانص عليها الشارع ولم يبق سد الذريعة إلا حكمة لتلك الاحكام ولايدور الحكم مع الحكمة كما فصلناه من قبل" (اصول الافتاء وآدابہ/۲۷۵)۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں ذریعہ کو شارع نے ممنوع قرار نہیں دیا لیکن وہ کسی ممنوع اور محظور تک پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے، اس قسم میں چار درجات ہیں:

(۱) جو یقینی طور پر کسی شرعی خرابی کا ذریعہ بنتا ہو جیسا کہ کسی کے دروازہ پر رات میں کنواں کھودنا، یہ ایسا ذریعہ ہے کہ گھر میں موجود آدمی کا اس میں گرنا یقینی ہے، اس ذریعہ کو بالاتفاق ممنوع قرار دیا ہے۔

(۲) جو شاذونادر مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو جیسا کہ ایسی جگہ پر کنواں کھودنا جس میں غالب گمان کسی کے گرنے کا نہ ہو، یا ایسی غذا کا بیچنا جو عموماً کسی کو نقصان دہ نہ ہو، یہ ذریعہ بالاتفاق ممنوع نہیں ہے۔

(۳) جس کے متعلق مفسدہ کا ذریعہ بننے کا غالب گمان ہو جیسا کہ زمانۂ جنگ میں دشمنوں کے ہاتھوں اسلحہ فروخت کرنا، یا شراب فروش کو انگور بیچنا، یا جس چیز سے دھوکا دیا جاسکتا ہے اس چیز کو دھوکے باز آدمی کے ہاتھ پر فروخت کرنا، اس کے ممنوع ہونے پر بھی اتفاق ہے۔

(۴) جس کا مفسدہ کا ذریعہ بننے کا غالب گمان نہ ہو اور نہ وہ شاذ و نادر مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو، بلکہ بکثرت مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہو، اس کے متعلق اختلاف ہے، احناف اور شوافع اس قسم کے ذریعہ کو ممنوع قرار نہیں دیتے؛ اسلئے کہ ممانعت کی بنیاد یقین یا غالب گمان پر قائم کی جاتی ہے، اور یہاں جب مفسدہ کا یقین یا غالب گمان نہیں ہے تو ذریعہ کی جو اصل حیثیت جواز کی ہے اسے برقرار رکھا جائے گا نیز عامل نے جس مفسدہ کا قصد نہیں کیا تو کیسے ہم اس کا اعتبار کرتے ہوئے اسے ناجائز قرار دے سکتے ہیں۔

جبکہ مالکیہ اور حنابلہ اس کو بھی ممنوع قرار دیتے ہیں، اسلئے کہ یہ جب کثرت سے مفسدہ کا ذریعہ بنتا ہے تو اس میں احتیاط یہی ہے کہ اس کو ممنوع قرار دیا جائے، نیز یہاں دو دلیلیں جمع ہو رہی ہیں، اصل کے اعتبار سے یہ جائز ہے؛ البتہ مآل کے اعتبار سے ممنوع ہے، لہذا سد ذریعہ کے طور پر اس کو بھی ممنوع قرار دیا جائے گا، نیز ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ نصوص میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں جو اصل کے اعتبار سے جائز ہے لیکن کثرت سے مفسدہ کا ذریعہ بننے کی وجہ سے اس ذریعہ کو ممنوع قرار دیا ہے؛ لہذا جو ذریعہ بکثرت مفسدہ کا واسطہ بنے گا اسے ممنوع قرار دیا جائے گا (دیکھئے: اصول الفقہ الاسلامی ۴/ ۸۸۵ا-۸۸۷ا-الموافقات ۲/ ۲۶۴، سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ/ ۱۰۶، قاموس الفقہ ۴/ ۱۴۱، اصول الافتاء وآدابہ/ ۲۸۲)۔

یہاں مفتی تقی عثمانی صاحب نے ایک بہت قیمتی بات لکھی ہے کہ اگر کسی مباح کے محظور کا ذریعہ بننے کا یقین یا غالب گمان نہ ہو، بلکہ اس کا احتمال ہو تو عدم جواز کا تو حکم نہیں لگایا جائے گا؛ البتہ مفتی کو چاہئے کہ ایسی تعبیر کا استعمال کرے جس کی وجہ سے مستفتی اس مباح سے باز رہے، مثلاً کہے: ''آپ کے لئے مناسب نہیں ہے'' یا ''اس سے پرہیز کرنا چاہئے'' وغیرہ۔

"أما إذا كان الوقوع فى المحظور محتملا لا على سبيل اليقين او غلبة الظن فلا يحكم عليه بعدم الجواز صراحة ولكن يختار المفتى تعبيرا مناسبا لكفّ المستفتي عن ذلک المباح مثل أن يقول: "لاينبغی لک"، أو "ينبغی التجنب منه أو "لا آذن لک" أو "لا أشير عليک" ونحو ذلک" (أصول الافتاء وآدابہ/ ۲۸۲)۔

۵-مسالک اربعہ کے یہاں سد ذریعہ کی مثالیں:

ا-مذہب حنفی:

(الف) اگر عورت ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرلے تو اصل مذہب کے اعتبار سے یہ نکاح منعقد

ہوجائے گا؛البتہ ولی کواعتراض کا حق حاصل ہوگا،وہ قاضی کے ذریعہ اس کو فسخ کراسکتا ہے،لیکن حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق یہ نکاح بالکل منعقد نہیں ہوگا،متأخرین احناف نے سد ذریعہ کے طور پر حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق فتوی دیا ہے۔

"ومن أمثلة سدّ الذرائع فی المذهب الحنفی أن المرأة إن تزوجت بدون إذن الولی فی غیر الکفو فان أصل المذهب أن النکاح ینعقد ولکن یحق للولی الاعتراض فیفسخه بالقاضی، وهناک روایة عن الحسن بن زیادؒ أنه لاینعقد النکاح أصلا فأفتی المتأخرون من الحنفیة بهذه الروایة سدًّا للذریعة، جاء فی الدر المختار: "ویفتی فی غیر الکفؤ بعدم جوازه اصلا وهو المختار للفتوی لفساد الزمان" (اصول الافتاء وآدابہ/۲۷۸)۔

(ب) عورت اگر مرتد ہوجائے العیاذ باللہ تو احناف کے اصل مذہب کے مطابق اس کا نکاح فسخ ہوجائے گا،اور اس کو اسلام لانے پر اور شوہر چاہے تو نکاح کی تجدید پر مجبور کیا جائے گا،لیکن جب مشائخ سمرقند اور بلخ نے دیکھا کہ بعض عورتیں اپنے شوہروں سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے ارتداد کا حیلہ اختیار کرتی ہیں تو انہوں نے سد ذریعہ کے طور پر نکاح مرتدہ کے باقی رہنے کا فتوی دیا۔

"وکذلک أصل مذهب الحنفیة أن المرأة إن ارتدت(والعیاذ بالله العظیم) ینفسخ نکاحها مع زوجها المسلم وتجبر علی الاسلام وتجدید النکاح إن أراد الزوج ذلک ،ولکن مشایخ سمرقند وبلخ رأوا أن بعض النسوة تحیلن فی الخلاص من أزواجهن بالارتداد (والعیاذ بالله تعالی) فأفتوا بان المرتدة تبقی فی نکاح زوجها سدا لهذه الذریعة " (اصول الافتاء وآدابہ/۲۷۹)۔

(ج) مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا اگر مسلمان اور بالغہ ہو تو زینت کی اشیاء کو ترک کردیگی حالانکہ فی نفسہ زینت کی اشیاء عورتوں کے لئے جائز ہے لیکن چونکہ زینت ان میں رغبت پیدا کرکے نکاح کا ذریعہ بنتی ہے اور نکاح ان کے لئے عدت میں ممنوع ہے لہذا زینت بھی سد ذریعہ کے طور پر ممنوع ہوگی۔

"الحداد أن تترک الطیب والزینة والکحل......إن هذه الأشیاء دواعی الرغبة فیها وهی ممنوعة عن النکاح فتجتنبها کیلاتصیر ذریعة إلی الوقوع فی المحرم " (ہدایہ ۲/۴۲۷)۔

(د) زندیق کی توبہ کو قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ توبہ فی نفسہ جائز بلکہ مستحسن ومطلوب امر ہے لیکن زندیقیت کے خاتمہ کے لئے اس کی توبہ دنیوی احکام میں قبول نہیں کی جائے گی۔

"وفی الدراية قال: فی الزنديق لنا روايتان، فی رواية لاتقبل توبته كقول مالک وأحمد، وفی رواية تقبل كقول الشافعی، وهذا فی حق أحكام الدنيا"(فتح القدیر ۵/۳۰۹)،" الثالث لا تقبل توبة الزنديق فی ظاهر المذهب "(البحرالرائق ۵/۲۱۲)۔

(ھ) کتابیہ سے نکاح جائز ہے لیکن وہ بہت سے مفاسد کا ذریعہ ہے اس لئے اس سے منع کیا جاتا ہے۔

"ويجوز تزويج الكتابيات، والأولى أن لايفعل ولايأكل ذبيحتهم إلا للضرورة وتكره الكتابية الحربية اجماعا لانفتاح باب الفتنة "(فتح القدیر ۳/۱۳۵)۔

(و) ظہار کرنے والے کے لئے کفارہ سے قبل دواعی جماع بھی ممنوع ہے؛اس لئے کہ یہ ممنوع یعنی جماع کا ذریعہ بنتے ہیں۔

"ثم الوطء إذا حرم حرم بدواعيه، تفيد هذه العبارة أن هذا هو الأصل إذ طريق المحرّم محرّم " (فتح القدیر ۴/۸۷)۔

(ز) عورتوں کا باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں آنا فی نفسہ جائز ہے، لیکن چونکہ یہ فتنہ کا سبب ہے اس لئے اسے ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

"ولايباح للشوابّ منهن الخروج إلى الجماعات بدليل ماروى عن عمرؓ "انه نهى الشوابّ عن الخروج" ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام– وما أدى إلى الحرام فهو حرام " (بدائع ۱/۳۸۸)۔

(ح) اجنبیہ کا چہرہ اور ہتھیلی کا دیکھنا فی نفسہ جائز ہے لیکن شہوت کا خوف ہو تو اس کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔

"ولايجوز أن ينظر الرجل إلى الاجنبية إلا إلى وجهها وكفيها......فان خاف الشهوة لم ينظر من غير حاجة تحرزا عن المحرم"(ہدایہ ۴/۴۵۸)۔

۲-مذہب مالکی:

(الف) مشتری نے ثمن ادا کردیا اور بائع کو ایک ماہ بعد گیہوں ادا کرنے تھے لیکن جب مہینہ مکمل ہوا تو اس کے پاس گیہوں نہیں تھے؛ چنانچہ بائع نے مشتری سے ہی ثمن کے بدلے گیہوں خریدے تاکہ وہی گیہوں مشتری کو ادا کردے تو یہ بیع امام مالکؒ کے یہاں درست نہیں ہے؛ اسلئے کہ یہ گیہوں وصول کرنے سے پہلے ہی اس کو بیچنے کا ذریعہ بنے گی؛ حالانکہ وصول کرنے سے پہلے چیز کا بیچنا جائز نہیں ہے۔

"قال ابن رشدؒ من اشترى طعاما بثمن إلى أجل معلوم فلما حل الاجل لم يكن عند البائع طعام يدفعه إليه فاشترى من المشترى طعاما بثمن يدفعه إليه مكان طعامه الذى وجب إليه فمالکؒ يمنعه ويراه

من الذريعة إلى بيع الطعام قبل أن يستوفى لأنه رد إليه الطعام قبل أن يستوفيه "(سدالذرائع عندابن تیمیہ/ ۶۸)۔

(ب) ایک مد دودھ اور ایک مد مکھن کے بدلے دو مد مکھن خریدنا امام مالکؒ کے یہاں جائز نہیں ہے؛ اسلئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ دودھ والا دودھ ملا کر اپنے مکھن سے زیادہ مکھن لینا چاہتا ہے، لہذا یہ ربا الفضل کا ذریعہ بنے گا؛ چنانچہ یہ بھی درست نہیں ہوگا۔

"قال مالکؒ لايصلح مدّ زبد ومدّ لبن بمدّی زبد...... وانما جعل صاحب اللبن اللبن مع زبده ليأخذ فضل زبده على زبد صاحبه حين أدخل معه اللبن" (المرجع السابق)۔

(ج) مکلّف چاہے مرد ہو یا عورت اس کے لئے سونے چاندی کے برتن بنانا جائز نہیں ہے چاہے وہ اس کو استعمال نہ کرے؛ اس لئے کہ برتن بنانا اس کے استعمال کا ذریعہ ہے لہذا جب استعمال جائز نہیں تو بنانا بھی جائز نہیں ہوگا۔

"حرمة اتخاذ المكلف ذكرا كان أوانثى آنية من ذهب أوفضة مطلقا،ولولم يستعملها بالفعل لأنه ذريعة لاستعمالها وسد الذرائع واجب "(قاعدة سدالذرائع واثرهاالفقهی/ ۲۳)۔

(د) جن پر جمعہ واجب نہیں ہے ان کے لئے بھی جمعہ کی اذان کے بعد بازار میں سامان بیچنا جائز نہیں ہے؛ تاکہ یہ جن پر جمعہ واجب ہے ان کو مشغول کرنے کا ذریعہ نہ بنے۔

"ومما ذهبوا إليه منع البيع فى الأسواق ممن لاتجب عليهم الجمعة كالعبيد كما يمنع من ذلک من تجب عليه الجمعة سداً للذريعة"(المرجع السابق)۔

۳-مذہب حنبلی:

(الف) ایک لفظ کی تین طلاق کو اگر تین طلاق قرار دیتے ہیں تو یہ نکاح حلالہ کا ذریعہ بنتا ہے جو ممنوع ہے، لہذا سدِ ذریعہ کے طور پر اس کو ایک طلاق ہی قرار دیا جائے گا۔

"إن إيقاع طلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثا ذريعة إلى نكاح التحليل فاختار مذهب شيخه فى ايقاعه طلقة واحدة سدًاللذريعة إليه "(سدالذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ/ ۶۴۸)۔

(ب) وکیل بالبیع اگر وہ چیز خود خریدنا چاہے تو ایک روایت کے مطابق اس کو منع کیا جائے گا، اسلئے کہ عموماً وہ اس صورت میں ثمن کی انتہاء تک نہیں پہنچے گا؛ لہذا سدِ ذریعہ کے طور پر اس سے منع کیا جائے گا۔

"فى إحدى الروايتين عن الامام أحمد يمنع الوكيل فى بيع الشيئ من ابتياعه لنفسه سدًا للذريعة لأنه لايستقصى فى الغالب فى الثمن "(المرجع السابق)۔

(ج) اگر کوئی آدمی اضطراری حالت کو پہنچ جائے اور اس نے دوسرے کے پاس ضرورت سے زائد موجود کھانا طلب کیا اور اس نے نہیں دیا پھر مضطر مر گیا تو یہ آدمی دیت کا ضامن ہوگا؛ حالانکہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن منع کرنے کو موت کا ذریعہ قرار دیا جائے گا۔

"من اضطر إلى طعام وشراب لغير فطلبه منه فمنعه اياه مع غناه عنه فى تلك الحال فمات بذلك ضمنه المطلوب منه ووجب عليه الدية فى ماله مع أنه لم يقتل لاعمدا ولاخطأ لكنهم اعتبروا منعه وسيلة مباشرة للموت فأوجبوا عليه الضمان والدية لذلک ولسدّ ذريعة الشر والفساد ولبث روح التعاون بين الناس"(المرجع السابق)۔

(د) اگر کسی نے ۱۰۰۰ر ادھار پر سامان بیچا پھر اس سامان کو ۵۰۰ نقد میں خرید لیا تو یہ ربا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے۔

"قال ابن قدامةؒ من با ع سلعة بثمن مؤجل ثم اشتراها بأقل منه نقدا لم يجز فى قول اكثر أهل العلم لأن ذلک ذريعة إلى الربا فانه يدخل السلعة ليستبيح بيع ألف بخمس مائة إلى أجل معلوم"(سد الذرائع عند شیخ الاسلام ابن تیمیہ ر ۷۳)۔

۴-مذہب شافعی:

(الف) اگر کسی نے لکڑی غصب کر کے دروازہ یا کشتی بنالی یا لوہا غصب کر کے زرہ بنالی تو ان صورتوں میں غاصب مغصوبہ شئی کا مالک نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ اگر مالک بنا دیا جائے تو یہ غصب پر اقدام کا ذریعہ بنے گا۔

"ولوعمل اللوح المغصوبة بابا أو بناه سفينة أو غصب حديدا فعمله درعا لم يملكه فى هذه الأحوال كلها وجعله أبوحنيفة مالكا لذلک بعمله وذلک من أقوى الذرائع فى الاقدام على المغصوب"(سد الذرائع عند شیخ الاسلام ابن تیمیہ ر ۱۰۹)۔

(ب) جنگ کے دوران اگر کفار اپنے بچوں اور عورتوں کو ڈھال بنائیں تو ان کو بھی مار دیا جائے گا؛ اسلئے کہ اگر ان کو نہ مارا گیا تو یہ جہاد کو ترک کرنے اور مسلمانوں پر فتح یاب ہونے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

"قال الشيرازيؒ: فإن تترسوا بأطفالهم ونسائهم فإن كان فى حال التحام الحرب جاز رميهم ويتوفى الأطفال والنساء لأنا لو تركنا رميهم جعل ذلک طريقا إلى تعطيل الجهاد وذريعة إلى الظفر بالمسلمين"(المرجع السابق)۔

(ج) معذورین جمعہ کے دن اگر باجماعت ظہر ادا کریں تو ان کے لئے جماعت کا اخفاء مستحب ہے؛ تا کہ یہ تہمت کا ذریعہ نہ بنے۔

"المعذورون فی ترک الجمعة کالمرضی والمسافرین یصلون الظهر مکانها جماعة أو فرادی کما هو مقرر بالاجماع وقد استحب الشافعیة لهم إذا أدّوها جماعة أن یخفوها سدا لذریعة التهمة فی ترکهم لصلوة الجمعة" (سدالذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ/۶۵۸)۔

(د) رمضان میں عذر کی وجہ سے افطار کرنے والے کو ایسے شخص کے سامنے کھانے سے منع کیا جائے گا جو اس کے عذر سے واقف نہیں ہے؛ تا کہ یہ فسق کی تہمت کا ذریعہ نہ بنے۔

"منع المفطر بعذر من الاکل عند من لایعرف عذره سدّاً لذریعة للتهمة بالفسق والمعصیة" ۔

احناف کے یہاں سد ذریعہ کے بارے میں گفتگو:

احناف کے یہاں سد ذریعہ کے بارے میں خلاصہ یہ ہے کہ احناف نے بھی اس قاعدہ کو معتبر مانا ہے جیسا کہ ماقبل میں ذکر کردہ چند قواعد اور بہت سے مسائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے؛ اگرچہ اس کو سد ذریعہ سے موسوم نہیں کیا گیا، اور یہ بات بھی طے ہے کہ ہر ممنوع کے ذریعہ کو ممنوع قرار دینا حرج عظیم کا باعث ہے، لہذا ذریعہ کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا، پہلی دو قسم اس ذریعہ کی ہے جس کے متعلق یقین یا غالب گمان ہو کہ وہ ممنوع تک پہنچانے کا واسطہ بنے گا ایسے ذریعہ کو ممنوع قرار دیا جائے گا، تیسری قسم اس ذریعہ کی ہے جو شاذ و نادر ممنوع کا ذریعہ بنتا ہے اس کو ممنوع قرار نہیں دیا جائے گا اور چوتھی قسم اس ذریعہ کی ہے جو یقینی طور پر یا غالب گمان کے اعتبار سے ممنوع تک نہیں پہنچاتا؛ البتہ اکثر وہ ممنوع کا ذریعہ بنتا ہے تو اس کو صراحتاً ممنوع نہیں کہا جائے گا؛ البتہ مفتی کو چاہئے کہ ایسے الفاظ استعمال کرے جس کی وجہ سے مستفتی اس ذریعہ کے ارتکاب سے رک جائے، مثلاً کہے کہ "آپ کے لئے مناسب نہیں ہے"، "آپ کو اس سے بچنا چاہئے"، "میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتا" وغیرہ۔

"وبالجملة فان الفقهاء اعتبروا سدّ الذرائع اصلا بنوا علیه کثیرا من الاحکام والذی یظهر بعد النظر فی المسائل المبنیة علی هذا الأصل أنه إذا ثبت أن الامر المباح یؤدی إلی محظور یقینا أو بغلبة الظن فإنه یحکم علی ذلک المباح بأنه غیر جائز لأن ما أدی إلی محظور فهو محظور أما إذا کان الوقوع فی المحظور محتملا لاعلی سبیل الیقین أو غلبة الظن ،فلا یحکم علیه بعدم الجواز صراحة، ولکن یختار المفتی تعبیرا مناسبا لکفّ المستفتی عن ذلک المباح ،مثل أن یقول: "لاینبغی

لک، أو ينبغي التجنب منه، أو لاآذن لک "أو لاأشير عليک" ونحو ذلک "(اصول الافتاء وآدابہ/ ۲۸۲)۔

سدذریعہ میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ذریعہ کا حکم از منہ، امکنہ اور اشخاص کے اعتبار سے بدلتا ہے؛ لہذا ہر زمانہ اور ہر جگہ پر ذریعہ کا ایک ہی حکم رہنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اس کا حکم بدل سکتا ہے، جیسا کہ عورت کا جماعت کے لئے مسجد جانا مباح امر ہے، چنانچہ حضور کے زمانہ میں فسق وفجور اور فتنہ کے نہ ہونے کی وجہ سے جائز تھا جبکہ ہمارے زمانہ میں فسق وفجور کے شیوع کی وجہ سے ممنوع قرار دیا گیا، بنابریں سد ذریعہ کا فیصلہ ایسے عالم ہی کو کرنا چاہئے جو ذوق سلیم اور فقہی ملکہ کا حامل ہو، عرف وعادت سے بخوبی واقف ہو اور طویل زمانہ سے منصب افتاء پر فائز ہو؛ تاکہ وہ اپنے طویل تجربہ، عملی مہارت اور عرف کی رعایت کے ساتھ سدذریعہ کا فیصلہ کرے۔

"ويتبين من هذا الحديث أن الحكم على الذرائع أنها تسدّ أو لاتسدّ يمكن أن يختلف من شخص إلى شخص، ومن حال إلى حال فالمرجع في ذلک إلى الملكة الفقهية والذوق السليم الذى لايكاد يحصل إلا بممارسة طويلة تحت إشراف أصحاب هذه الملكة" (اصول الافتاء وآدابہ/ ۲۸۳)۔

۶-فتح الذرائع:

فتح ذریعہ کے متعلق اصول کی کتابوں میں اتنا نہیں لکھا گیا جتنا سد ذریعہ کے متعلق تشریح وتوضیح کی گئی ہے؛ البتہ قرآن وحدیث اور فقہ واصول میں بہت سی ایسی مثالیں، مسائل اور قواعد کا تذکرہ ملتا ہے، جو فتح ذریعہ پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ امام ابوعباس احمد بن ادریس قرافیؒ نے تحریر کیا ہے کہ جس طرح سدّ ذریعہ واجب ہے اسی طرح فتح ذریعہ بھی واجب، مندوب اور مباح ہوتا ہے، اس لئے کہ ذریعہ وسیلہ ہوتا ہے، لہذا جس طرح حرام کا وسیلہ حرام ہوتا ہے اسی طرح واجب کا وسیلہ بھی واجب ہوگا، جیسا کہ جمعہ اور حج کے لئے سعی کرنا۔

"اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره، وتندب، وتباح فان الذريعة هى الوسيلة فكما أن وسيلة المحرم محرمة، فوسيلة الواجب واجبة كالسعى للجمعة والحج "(الفروق ۲/ ۶۱)۔

امام قرافیؒ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ احکام کا دارومدار دو چیزوں پر ہے: ایک تو مقاصد ہیں جو بذات خود مصلحت اور مفسدہ دونوں کو متضمن ہوتے ہیں، اور ایک وسائل ہیں جو مقاصد تک پہنچانے کا ذریعہ ہوتے ہیں، چنانچہ جو حکم مقاصد کا ہوگا اس سے قریب تر حکم ان کے وسائل کا بھی ہوگا، بنابریں افضل ترین مقصد کا جو ذریعہ ہوگا اسے افضل ترین وسیلہ شمار کیا جائے گا، اور جو بدترین مقصد کا ذریعہ ہوگا اسے بدترین ذریعہ شمار کیا جائے گا، چنانچہ آپؒ نے حسن وسیلہ کی دلیل کے طور پر سورۂ توبہ آیت نمبر/ ۱۲۰ کا حوالہ دیا ہے جس میں اللہ تعالی نے مجاہدین کے پیاس تھکن اور بھوک وغیرہ کو نیکی

قرار دیا ہے، اس لئے کہ یہ احوال وسیلۂ جہاد کے طور پر پیش آئے ہیں، اور چونکہ جہاد اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ ہے تو اس کے ذریعہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے نیکی قرار دیا ہے (الفروق ۲/۶۱)۔

دلائل شرعیہ سے ثابت شدہ فتح ذریعہ کی بعض مثالیں:

(۱) حضرت ابراہیمؑ کا ستارے کو "هذا ربی" کہنا، "**فلما جنّ عليه الليل رأى كوكبا قال هذا ربی فلما أفل قال لاأحبّ الافلين**" (الانعام/۷۶)، حالانکہ ستارے کو "**هذا ربی**" کہنا ممنوع ہے لیکن چونکہ حضرت ابراہیمؑ اس کے ذریعہ اپنی قوم کو یہ بات سمجھانا چاہتے تھے کہ جو خود غروب ہو جائے وہ کیسے رب ہو سکتا ہے، گویا ان پر حجت الزامی قائم کرنے کے لئے ان ہی کے قول کو اپنی زبان سے بعینہ آپ علیہ السلام نے دہرایا۔

(۲) حضرت یوسفؑ کا اپنا تزکیہ پیش کرنا، "**قال اجعلنی علی خزائن الأرض إنی حفيظ عليم**" (یوسف/۵۵)، حالانکہ اپنا تزکیہ بیان کرنا ممنوع ہے؛ لیکن چونکہ اس کے ذریعہ پورے ملک کو قحط کے ضرر سے بچانا مقصود تھا بنا بریں آپ علیہ السلام نے اپنا تزکیہ پیش کیا۔

(۳) مال کو ضائع کرنا ممنوع ہے لیکن معرکۂ بنی نظیر میں کھجوروں کے درختوں کو کاٹا گیا، "**ماقطعتم من لينة أوتركتموها قائمة على أصولها فبإذن الله وليخزی الفسقين**" (حشر/۵)؛ اس لئے کہ یہ نافرمانوں کو رسوا کرنے کا ذریعہ تھا جیسا کہ آیت کا آخری جملہ اس کی جانب مشیر ہے۔

(۴) ستر کا کھولنا اور دوسرے کے لئے دیکھنا حرام ہے؛ لیکن بالغ نومسلم کا بھی ختنہ کیا جائے گا؛ اس لئے کہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے اور اس کے اسلام پر ثابت قدم رہنے کا ذریعہ بھی ہے، بنا بریں بقدر ضرورت ستر کھولنا اور ختنہ کرنے والے کا دیکھنا مباح قرار دیا گیا۔ "**وكذا الحجام أن ينظر إلى فرج البالغ عند الختان**" (فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیہ ۳/۴۰۹)۔

(۵) زنا کی گواہی کے لئے وقتِ زنا زانی و مزنیہ کے ستر کو دیکھنے کی اجازت بھی اسی قبیل سے ہے۔ "**فإن بينوه وقالوا رأيناه وطئها فی فرجها كالميل فی المكحلة**" (درمختار علی الشامی ۶/۱۰)۔

(۶) اجنبیہ کو شہوت کے ساتھ دیکھنا ممنوع ہے لیکن قاضی اور گواہ کے لئے شہوت کے باوجود دیکھنا جائز ہے؛ تاکہ حقوق الناس محفوظ رہیں۔ "**ويجوز للقاضی إذا أراد أن يحكم عليها والشاهد إذا أراد الشهادة عليها النظر إلى وجهها وإن خاف أن يشتهی للحاجة إلى إحياء حقوق الناس بواسطة القضاء وأداء الشهادة**" (ہدایہ ۴/۴۵۹)۔

(۷) جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ہے لیکن حدیث شریف میں دو مسلمان کے درمیان اصلاح کے لئے یا جنگ میں دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے یا شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو راضی کرنے کے لئے بولے تو اس کی اجازت ہے بلکہ مظلوم کی

جان بچانے کے لئے تو جھوٹ بولنا واجب ہوجاتا ہے،''**زاد مسلم فی روایة قالت أم کلثوم :ولم أسمعه یرخص فی شیئ مما یقول الناس إلا فی ثلاث تعنی الحرب والاصلاح بین الناس ،وحدیث الرجل امرأته وحدیث المرأة زوجها**''(ریاض الصالحین/۵۹۳)۔

(۸)مویشیوں کا ذبح کرنا کھانے کے لئے جائز ہے،اس کے بغیر جائز نہیں ہے؛لیکن دارالحرب سے مویشیوں کو منتقل کرنے پر امام قادر نہ ہوتو ان کو ذبح کر کے جلا دیگا؛تا کہ کفار کی شان وشوکت کو ختم کیا جائے اور وہ جانوروں سے انتفاع پر قادر نہ رہیں،''**وإذا أراد الامام العود ومعه مواشی فلم یقدر علی نقلها إلی دار الإسلام ذبحها وحرقها**'' (ہدایہ ۲/۵٦۷)۔

(۹)''**الضرورات تبیح المحظورات** ''،''**الضرر الأشد یزال بالضرر الأخف** ''،''**المشقة تجلب التیسیر** ''،وغیرہ قواعد میں بھی فتح ذریعہ کی روح پائی جاتی ہے،''**وقد فصل لکم ماحرم علیکم إلا ما اضطررتم إلیه** '' (الانعام/۱۱۹)۔

(۱۰)اکراہ کے باب میں ایسے بے شمار مسائل ہیں جن میں مکرَہ کو ممنوع چیز کی اجازت دی جاتی ہے؛بلکہ بعض مرتبہ اس کا کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

نوٹ:ماقبل سے فتح ذریعہ کا ثبوت تو ہوتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر جگہ اور ہر مقصد کے لئے ممنوع ذریعہ کو جائز قرار دیا جائے ورنہ تو تجارت کے لئے سود،عدل کے لئے ظلم وغیرہ کو بھی جائز قرار دینا ہوگا،اور تمام ممنوع اشیاء یا اکثر کو جواز کے دائرہ میں لاکر نفسانی خواہشات کو پورا کیا جائے گا اور دین کے ساتھ کھلواڑ کیا جائے گا،لہذا فتح ذریعہ سے پہلے چند قیودات کا لحاظ بے حد ضروری ہے:

(ا)غایت اور مقصود شرعاً معتبر ہو،اس لئے کہ اگر غایت ہی ممنوع ہے تو اس کے ممنوع ذریعہ کو کیسے جائز قرار دیا جاسکتا ہے؛جبکہ بہت سی مباح چیزوں کو ممنوع کا ذریعہ بننے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔

(ب)ممنوع ذریعہ ان ذرائع کے قریب قریب ہو جن کی اجازت شریعت میں موجود ہو،چاہے بعض وجوہ کے اعتبار سے ہو،لہذا ایسے کسی بھی ذریعہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی جس کے مانند ذریعہ کی اجازت شریعت میں کسی بھی جگہ منقول نہ ہو۔

(ج)شریعت کی نظر میں غایت کا درجہ ذریعہ کے درجہ سے بڑھا ہوا ہو؛چنانچہ مندوب کے لئے محرم کی اجازت دینا جائز نہیں ہوگا۔

(د)وسیلہ قطعی طور پر غایت تک پہنچانے والا ہو،یا کم از کم غالب گمان یہ ہو کہ اس وسیلہ سے مقصود حاصل ہوجائے گا،

لہذا جب تک یقین یا غالب گمان نہ ہو وہاں تک ممنوع ذریعہ کے جواز کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا۔

(ھ) مقصود تک پہنچنے کے لئے اس ممنوع وسیلہ کے علاوہ کوئی وسیلہ موجود نہ ہو، لہذا اگر کوئی جائز وسیلہ بھی موجود ہو تو ممنوع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(و) شارع نے کسی خارجی وجہ سے اس وسیلہ کو مقصود کے لئے ممنوع قرار نہ دیا ہو؛ چنانچہ وسیلہ چاہے قطعی طور پر مقصود تک پہنچانے کا ذریعہ ہو لیکن شارع نے کسی خارجی سبب کی وجہ سے اسے ممنوع قرار دیا ہے تو ایسے ذریعہ کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

(ز) مقصود تک پہنچانے والا قطعی ذریعہ حضور ﷺ کے عہد میں بھی موجود تھا؛ لیکن حضور ﷺ نے اس ذریعہ سے اعراض کیا ہو تو ایسے ذریعہ کی بھی اجازت نہیں ہوگی۔

(ح) ممنوع ذریعہ کی اجازت صرف ایسا مفتی ہی دے سکتا ہے جو علوم دینیہ میں مہارت رکھتا ہو، ادلہ شرعیہ وطرق علل سے کامل طور پر واقف کار ہو اور مقاصد و وسائل میں گہری نگاہ رکھنے والا ہو، لہذا جو اس درجہ پر فائز نہ ہو اس کے لئے ممنوع ذریعہ کی اجازت دینے کی گنجائش نہیں ہوگی (دیکھئے: فتح الذرائع - أدلته وضوابطه، مقالة: افلح بن احمد الخلیلی، رئیس قسم الدراسات والبحوث بمکتب الافتاء، وزارة الاوقاف والشئون الدینیہ سلطنة عمان، ص ۸ تا ۱۱)۔

فتح ذریعہ کی بعض جدید مثالیں:

(۱) گونگے بہروں کی تعلیم کے لئے ذی روح کی تصاویر کو جائز قرار دینا؛ اس لئے کہ کلام ان کے لئے بالکل نفع بخش نہیں ہوتا۔

(۲) قاتل نے کسی کو قتل کیا اور اپنے جرم کو لوگوں سے مخفی رکھنے کے لئے لاش کو دفن کر دیا ہو تو اس لاش کو نکالنے کی اجازت ہوگی، اسی طرح اگر قاتل کی تحقیق کے لئے لاش کو نکالنی پڑے تو اس کی بھی گنجائش ہوگی۔

(۳) اگر دکان ایسی جگہ ہو جہاں فساد کی وجہ سے دکان کی ہلاکت کا غالب گمان ہو تو اس دکان کا انشورنس کرانا جائز ہوگا۔

۷-سد ذریعہ کی جدید مثالیں:

(۱) دف بجانا فی نفسہ جائز ہے جس کا ثبوت احادیث میں بھی ملتا ہے لیکن فی زمانناوہ بہت سے مفاسد کا ذریعہ بنتا ہے اور بات دف سے طبلہ وسارنگی اور مزامیر تک جا پہنچتی ہے، لہذا ازراہ احتیاط دف سے بھی منع کیا جائے گا (قاموس الفقہ ۳/۴۲۶)۔

(۲)عورت کا کام کرنا فی نفسہ جائز ہے لیکن یہ مردوں کے ساتھ اختلاط ، بے حیائی ،گھریلو ذمہ داریوں میں لاپرواہی وغیرہ کثیر مفاسد کا ذریعہ ہے،لہذا جہاں ان مفاسد کا غالب گمان ہوگا وہاں عورت کے لئے کام کرنا جائز نہیں ہوگا۔

(۳)انٹرنیٹ اگر چہ دنیوی اور دینی فوائد کا ذریعہ ہے لیکن فوائد سے کئی گنا زیادہ مفاسد کا ذریعہ ہے جو بچوں کی بے راہ روی،مردوں اور عورتوں میں عریانیت وفحاشیت اور لوگوں کو لغویات میں مبتلا کرنے کا دور حاضر کا سب سے بڑا اور مؤثر ذریعہ ہے،لہذا بغیر ضرورت دنیویہ یا دینیہ کے اس کا استعمال ممنوع قرار دیا جائے گا۔

(۴) کالجوں اور اسکولوں کے باہر کھڑا رہنا بدنظری سے زنا تک پہنچانے کا مؤثر ذریعہ ہے،اور بسا اوقات یہ لڑائی جھگڑا اور قتل کا بھی ذریعہ بنتا ہے،لہذا یہ ممنوع قرار دیا جائے گا۔

(۵) حکومتِ سعودیہ کی اجازت کے بغیر حج کرنا یہ ازدحام کثیر،مناسک کی ادائیگی میں محنت شاقہ ،انتظامی امور کو درہم برہم کرنے اور حادثات کے رونما ہونے کا مؤثر ذریعہ ہے،لہذا حکومت کی اجازت کے بغیر حج کرنا ممنوع ہوگا۔

۸-سد ذریعہ کے بارے میں غلو کی رائے:

آیات واحادیث سے سد ذریعہ کا ثبوت ملتا ہے،لہذا اس کو سرے سے نظر انداز کرنا تو بالکل درست نہیں ہے؛ چنانچہ تمام فقہاء نے اس اصل کو استعمال کیا ہے، چاہے وہ سد ذریعہ کے نام سے ہو یا دوسرے نام سے،اور اس اصل پر مسائل کی تخریج بھی کی ہے،لہذا اس کے معتبر ہونے میں تو کوئی دو رائے نہیں ہے،اور اگر اس کو معتبر نہ مانا جائے تو بہت سی ممنوع چیزوں کا دروازہ کھولنا لازم آئے گا؛ حالانکہ شریعت کا مزاج یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کو گناہ قرار دیتی ہے تو اس کے اسباب کا بھی سد باب کر دیتی ہے، نیز اگر سد ذریعہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو خواہش پرست لوگ بہت سی ممنوع چیزوں کو حیلوں اور مختلف ذرائع کے واسطہ سے جواز کے دائرہ میں لانے کی مذموم سعی کرنے لگیں گے جیسا کہ آج کل جواز ربا کے مختلف حیلوں اور ذرائع کو استعمال کیا جارہا ہے۔

اور سد ذریعہ کے باب میں شدت اختیار کرنا اور اس میں غلو کرنا بھی شریعت کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے،اس لئے کہ شریعت میں ایک حد تک لوگوں کی آسانی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے ؛چنانچہ ”الدین یسر“،”یسروا ولاتعسروا“، ”الضرر یزال “ ،”الضرورات تبیح المحظورات“ وغیرہ تمام کا ماحصل یہی ہے کہ دین میں ایک حد تک آسانی کا اعتبار کیا جائے گا اور لوگوں کو مشقت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ جہاں زیادہ مشقت ہو وہاں شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے آسانی پیدا کی جائے گی،اور اگر سد ذریعہ کے باب میں غلو سے کام لیا جائے تو اکثر مباح کام سد ذریعہ کے دائرہ میں آکر ممنوع ہو جائیں گے جو لوگوں کے لئے حرج کا باعث ہوگا؛ بلکہ مستحب اور مسنون عمل بھی سد ذریعہ کی گرفت

سے نہیں بچ پائیں گے جیسا کہ مالکیہ کے یہاں ایسی مثالیں موجود ہیں، مثلاً:

(۱) جمعہ کی صبح سورۂ الم سجدہ پڑھنا مسنون عمل ہے لیکن مالکیہ کے یہاں اس کو ترک کر دیا گیا ہے؛ اس لئے کہ امام کا اس پر مداومت کرنا عوام کے اعتقاد کو بگاڑنے کا ذریعہ ہے کہ لوگ جمعہ کی صبح میں تین رکعت کا اعتقاد کرنے لگیں گے؛ لہذا سدِ ذریعہ کے طور پر سورۂ سجدہ کی تلاوت نہیں کی جائے گی، "**وما ذكره المالكية من محذور، يدفعونه بترك قراء تها وهو خشية اعتقاد العامة كون فريضة الفجر يوم الجمعة ثلاث ركعات**" (سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیہ ۲/ ۶۳۲)۔

(۲) فرض نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کو امام مالکؒ مکروہ قرار دیتے ہیں؛ اسلئے کہ یہ مصلیان کی تشویش کا ذریعہ بنتا ہے، "**نقل علماء المالكية عن الامام مالكؒ كراهة قراء ة الامام لاٰية السجدة فى الفريضة لأنها يؤدّي إلى تشويش المصلين**" (المرجع السابق)۔

(۳) نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو بھی امام مالکؒ مکروہ قرار دیتے ہیں؛ اس لئے کہ یہ امام میں تکبر پیدا کرنے کا ذریعہ ہے، "**عن الامام مالكؒ كراهة الدعاء بأثر الصلوات على هيئة الاجتماع وعللوا كراهة لذلك بأنه سبب لحصول الكبر والخيلاء للامام**" (المرجع السابق)۔

(۴) اگر روزہ دار شہوت سے مامون ہو تو بیوی کو بوسہ دینا جائز ہے لیکن مالکیہ اس کے لئے بھی بوسہ دینا مکروہ قرار دیتے ہیں؛ اس لئے کہ یہ جماع تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکتا ہے، "**وقال المالكية يكره له ذلك ولو كان يأمن على نفسه**" (المرجع السابق)۔

مفتی شفیع صاحبؒ "جواہر الفقہ" میں تحریر فرماتے ہیں: لیکن یہاں ایک اہم بات قابل غور یہ ہے کہ تسبب ایک ایسا وسیع لفظ ہے جس میں سارے مباحات آجاتے ہیں، اگر تسبب کے مفہوم کو مطلق سببیت کے لئے عام رکھا جائے تو شاید دنیا کا کوئی مباح کام بھی مباح اور جائز نہیں رہے گا، زمین سے غلہ اور پھل اگانے والا اس کا بھی سبب بنتا ہے کہ اس غلہ اور ثمرات سے اعداء اللہ کو نفع پہنچے، کپڑا بننا، مکان بنانا، ظروف اور استعمالی چیزیں بنانا ان سب میں بھی یہ ظاہر ہے کہ ہر ایک بر و فاجر ان کو خریدتا استعمال کرتا ہے، اور اپنے فسق و فجور میں بھی استعمال کرتا ہے اور سبب ان کا ان چیزوں کو بنانے والا ہوتا ہے، اگر اس طرح حرمت کو عام کیا جائے تو شاید دنیا میں کوئی کام بھی جائز نہ رہے (جواہر الفقہ جدید ۷/ ۵۱۰)۔

خلاصہ یہ کہ سدِ ذریعہ میں غلو سے کام لینا لوگوں کو حرج میں مبتلا کرنا ہے، لہذا "**خير الأمور أوسطها**" کے پیش نظر اعتدال سے کام لیا جائے، اور فقہاء نے ذرائع کے جو درجات قائم کئے ہیں اس کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی بھی ذریعہ کے متعلق فیصلہ کیا جائے، نیز ذریعہ کے حکم میں حالات، زمانہ، مکان اور اشخاص کے اعتبار سے بھی فرق کیا جاتا ہے، لہذا اس کا

فیصلہ ایسے مفتی کے قلم سے ہونا چاہئے جو سلیم الطبع، علوم میں مہارت، افتاء سے طویل زمانہ سے وابستگی اور عرف وعادت سے بھی پوری طرح واقف ہو۔

خلاصۂ جوابات:

۱- ذریعہ لغت میں وسیلہ کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں اس کی دو تعریف کی گئی ہے: ایک عام ہے اور ایک خاص ہے۔

خاص تعریف: ایسا غیر ممنوع فعل جو ممنوع ومحظور فعل تک پہنچانے والا ہو۔

عام تعریف: ہر وہ فعل جو دوسرے فعل تک پہنچانے کا وسیلہ ہو۔

سد ذریعہ: ممنوع فعل تک پہنچانے والے مباح فعل کو ممنوع قرار دینا محظور کا سبب بننے کی وجہ سے۔

۲- ذریعہ کی عام تعریف اور سبب کی تعریف میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کا ماحصل ایک ہی ہے، اور ذریعہ کی خاص تعریف وسبب میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

۳- ائمہ اربعہ کے یہاں سد ذریعہ بالجملہ حجت ہے اگرچہ کسی نے اسے سد ذریعہ سے موسوم کیا ہے اور کسی نے دوسرے لقب سے ملقب کیا ہے، اور ہر فقہ میں ایسے مسائل موجود ہیں جو سد ذریعہ کے معتبر ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

۴- ذرائع کی اولاً دو قسمیں ہیں: ۱- وہ ذرائع جن کے ممنوع ہونے پر نص وارد ہے، اس کے معتبر ہونے میں تو کوئی دو رائے نہیں ہے، ۲- وہ ذرائع جن کے متعلق کوئی نص وارد نہیں ہے، اس قسم کو چار درجات پر منقسم کیا ہے: (ا، ب) جس کے متعلق ممنوع کا ذریعہ بننے کا یقین یا غالب گمان ہو، اس کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے، (ج) جو شاذ ونادر ممنوع کا ذریعہ بنتا ہو، اس کے ممنوع نہ ہونے پر اتفاق ہے، (د) جو بکثرت ممنوع کا ذریعہ بنتا ہو؛ البتہ یقین یا ظن غالب نہ ہو، یہ ذریعہ مالکیہ وحنابلہ کے یہاں ممنوع ہے، جبکہ احناف وشوافع اس کو ممنوع قرار نہیں دیتے۔

۵- ائمہ کی کتب فقہ میں سد ذریعہ کی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ تفصیلی جواب میں مذکور ہے۔

۶- فتح ذریعہ کی بہت سی مثالیں کتاب اللہ اور احادیث میں مروی ہیں، نیز فقہاء کے یہاں بھی بہت سے مسائل اور اصول کا دارومدار فتح ذریعہ پر ہے؛ لہذا مقالہ میں مذکور چند شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے ممنوع ذریعہ کی گنجائش دی جاسکتی ہے۔

۷- سد ذریعہ کی جدید مثالیں تفصیلی جواب میں مذکور ہیں۔

۸- سد ذریعہ میں غلو لوگوں کو حرج میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہے، لہذا اس غلو کو بھی سد ذریعہ کے طور پر ممنوع قرار دیا جائے گا اور اعتدال کی راہ اختیار کی جائے گی۔

☆☆☆

سدذریعہ

مولانا محمد سالم قاسمی سریانوی☆

۱-ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی و شرعی حقیقت:

ذریعہ کا لغوی معنی:

''ذریعہ'' لغت میں ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز تک پہنچائے اور جس کے واسطے سے کسی مقصد تک پہنچا جا سکے، یعنی سبب اور وسیلہ، اس کی جمع ''ذرائع'' آتی ہے۔ کہا جاتا ہے: ''**فلان ذريعتي إليک، أي سببي ووصلتي الذي أتسبب به إليک**'' (لسان العرب: ۸/ ۹۶، ذرع، دار صادر بیروت)۔

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے: ''**الذريعة: الوسيلة إلى الشيء، يقال: تذرع فلان بذريعة أي توسل بها إلى مقصده، والجمع ذرائع**'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/ ۲۷۶، سد الذرائع)۔

الحاصل لغوی اعتبار سے ''ذریعہ'' کا لفظ سبب اور وسیلہ کے معنی میں مستعمل ہے کہ ہر وہ چیز جس کے واسطے سے کسی چیز تک پہنچا جا سکے۔

''سد'' کے معنی بند کرنا اور روکنا ہے۔ ''**السد**'': **إغلاق الخلل وردم الثلم**'' (لسان العرب: ۳/ ۲۰۷)۔

اب ''سد ذریعہ'' کا لغوی مطلب ہوگا ایسے اسباب اور واسطوں کو بند کرنا جو دوسری چیزوں تک پہنچائے، خواہ وہ کسی بھی قسم کے سبب اور واسطے ہوں، اور ایسے ہی ''متوسل الیہ'' یعنی جن چیزوں تک پہنچائے وہ بھی کسی قسم کے ہوں۔

ذریعہ کا اصطلاحی معنی:

''ذریعہ'' کی مختلف حضرات نے الگ الگ تعریفیں کی ہیں، بعض حضرات نے عام تعریف کی ہے اور بعض حضرات نے خاص تعریف کی ہے۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے علماء اصول فقہ کی تعریف ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''**ما يتوسل به إلى الشيء الممنوع المشتمل على مفسدة**'' جس کے ذریعہ کسی ممنوع چیز تک پہنچا جائے جو کہ کسی مفسدہ پر مشتمل ہو (موسوعۃ الفقہ الإسلامي ۱۰/ ۵۲۰، القسم الثاني: النظريات الفقهية، الفصل السابع: نظرية الضرورة الشرعية، مکتبۂ اشرفیہ دیوبند)۔

☆ جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اعظم گڑھ۔

علامہ شاطبیؒ نے تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:"حقیقة قاعدة الذرائع هي التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة"(الموافقات: ۵/۱۸۳، کتاب الاجتهاد، المسئلة العاشرة، دار ابن عفان المملكة العربية السعودية)۔

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:"الذريعة عبارة عن أمر غير ممنوع لنفسه، يخاف من ارتكابه الوقوع في ممنوع"(تفسیر القرطبی:۲/۲۹۴،تحت قوله تعالى: يا ايها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا الخ،مؤسسة الرسالة بیروت)۔

علامہ ابن القیمؒ لکھتے ہیں:"الذريعة:هي ما كان وسيلة وطريقا إلى الشيء"(إعلام الموقعين:۴/۵۵۳،فصل في سد الذرائع،دار ابن الجوزي،المملكة العربية السعودية)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:"هي الأشياء التي ظاهرها الإباحة ويتوصل بها إلى فعل محظور" (۲۴/۲۷۶)۔

ان تعریفوں میں بیشتر تعریفیں خاص ہیں جو کہ اصولیین کے یہاں ذکر کی جاتی ہیں اور یہی عرف میں مستعمل بھی ہیں،جن کا حاصل یہ ہے کہ کسی جائز ومباح چیز کو کسی ممنوع اور مفسدہ کا ذریعہ وسبب بنالیا جائے۔

جب کہ بعض حضرات جیسے علامہ ابن القیم وغیرہ نے تعریف کو عام رکھا ہے کہ کسی چیز کو ایک دوسری چیز تک پہنچنے کا ذریعہ بنالیا جائے،خواہ وہ ذریعہ وسبب جائز ومباح ہو یا ناجائز وممنوع ہو،اسی طرح جس مقصد تک پہنچا جائے وہ بھی عام ہے، خواہ وہ جائز ہو یا ناجائز،اسی کو ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے پسند بھی کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"والذريعة في اللغة: هي ما يتوصل بها إلى الشيء۔ وعند أصول الفقه: هي ما يتوصل به إلى الشيء الممنوع المشتمل على مفسدة وبما أن هذا التعريف قاصر على الذرائع المحرمة، فأفضل عليه تعريفا آخر ذكره ابن القيم الجوزية، وهو أن الذريعة: هي ما كان وسيلة وطريقا إلى الشيء" (موسوعة الفقه الإسلامي۱۰/۵۲۰)۔

سدذریعہ کی بالعموم خاص تعریف ہی ذکر کی جاتی ہے، غالباً اصولیین نے اسی لیے خاص تعریف کو ہی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔

اب''سدذریعہ'' کا اصطلاحی مطلب یہ ہوگا کہ ان جائز ذرائع ووسائل پر بندش اور روک لگادی جائے جو کسی مفسدہ اور ممنوع چیز تک پہنچائیں،اس تعلق سے علامہ شاطبی کی تعریف بالکل واضح ہے،ایسے ہی الموسوعۃ الفقہیہ کویتیہ کے الفاظ بھی اپنے مقصد پر ظاہر ہیں۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں''سدذریعہ'' کی توضیح کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:"حسم مادة وسائل الفساد دفعا لها إذا كان الفعل السالم عن المفسدة وسيلة إلى مفسدة" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶)۔

یہ توضیح بعینہ امام قرافی مالکی کی ہے جو ان کی کتاب الفروق سے لی گئی ہے (دیکھئے: الفروق: ۲/ ۳۲، الفرق الثامن والخمسون بین قاعدۃ المقاصد وقاعدۃ الوسائل، دار النوادر الکویت)۔

۲- ذریعہ اور سبب میں فرق:

سبب کی تعریف:

''سبب'' لغت میں ''رسی'' کو کہتے ہیں، پھر اس کا استعمال ہر اس چیز میں ہونے لگا جس سے کسی دوسری چیز تک پہنچا جا سکے۔ لسان العرب میں ہے:

"والسبب: كل شيء يتوصل به إلى غيره، والجمع أسباب، وكل شيء يتوصل به إلى الشيء فهو سبب، وجعلت لى فلانا سببا إلى فلان في حاجتي وودجا أي وصلة وذريعة. ...... والسبب: الحبل" (۱/ ۴۵۸، سبب)۔

اصطلاح میں ''سبب'' کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ سبب اس کو کہتے ہیں جس سے کسی حکم شرعی تک پہنچا جائے؛ البتہ وہ سبب اس میں مؤثر نہ ہو۔

علامہ جرجانی لکھتے ہیں: **"عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه"** (التعریفات: ۱۲۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں احناف سے منقول اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا گیا ہے: ''**بأنه ما يكون طريقا إلى الحكم من غير تأثير، أي من غير أن يضاف إليه وجوب ولا وجود، ولا يعقل فيه معاني العلل، لكن يتخلل بينه وبين الحكم علة لا تضاف إلى السبب**'' (۲۴/ ۱۴۵)۔

لغوی اعتبار سے ذریعہ اور سبب کے مابین کوئی فرق نہیں ہے، جیسا کہ دونوں کے لغوی معنوں سے ظاہر ہے؛ البتہ اصطلاحی اعتبار سے فرق کیا جا سکتا ہے کہ ''ذریعہ'' اس کو کہتے ہیں جس کے واسطے سے کسی ممنوع چیز کے ارتکاب تک پہنچا جائے، جب کہ ''سبب'' اس کو کہیں گے جس پر کسی چیز کا ترتب ہو، خواہ وہ مقصود ہو یا مقصود نہ ہو، سبب کے پائے جانے سے مسبب کا ترتب ہوتا ہے، لیکن اس میں مباشر کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے، جب کہ ذریعہ میں مباشر کا دخل ہوتا ہے، اور وہ اس کے واسطے سے ایک ممنوع چیز کے ارتکاب تک پہنچ جاتا ہے۔ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ دونوں کے مابین فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إن الذريعة والسبب متقاربان في اللغة، أما الفرق بينهما في الإصطلاح هو أن الذريعة يراد بها التوصل إلى محظور، والسبب هو ما يترتب عليه الشيء كان مقصودا أو غير مقصود" (بحث سد

الذرائع للقاضی مجاہد الإسلام القاسمی المنشور فی مجلۃ مجمع الفقہ الإسلامی، العدد التاسع، الجزء الثالث ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء، ص:۲۸۱)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ دونوں کے مابین فرق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سبب میں مسبب کا ترتب ہوتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ اس کے مسبب یا نتیجہ تک افضاء اور پہنچنا پایا جائے، اور ذریعہ میں متوسل الیہ جہاں پہنچا جاتا ہے وہ اس ذریعہ اور واسطے پر موقوف نہیں ہوتا ہے، بلکہ دوسرے ذرائع سے بھی اس تک پہنچا جاسکتا ہے؛ جب کہ سبب میں مسبب تک پہنچنے کا ذریعہ صرف سبب ہی ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

”وحكم السبب أنه إذا وجد ترتب عليه مسببه حتما .... إلا أن السبب قد يتحقق من غير أن يكون فيه معنى الإفضاء أو الذريعة المفضية إلى المفسدة أو النتيجة مطلقا، ...... كذلك لا يلزم في الذريعة التي يتوصل بها إلى ما فيه مفسدة أن يتوقف عليها وجود تلك المفسدة“ (بحث سد الذرائع للزحيلي المنشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي، العدد التاسع، الجزء الثالث ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء، ص:۱۱۲)۔

اس فرق کی طرف اشارہ امام سرخسیؒ کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتا ہے جس میں انھوں نے سبب کی اصطلاحی تعریف کی ہے۔ لکھتے ہیں:

”السبب: عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم المطلوب من غير أن يكون الوصول به ولكنه طريق الوصول إليه“ (اصول السرخسی: ۲/۳۰۱، فصل في بيان الكلام في القسم الثاني وهو السبب، إحياء المعارف النعمانية حيدرآباد)۔

۳- سد ذرائع کی حجیت کے بارے میں ائمہ فقہ کے مسالک اور ان کے دلائل:

سد ذرائع پر گفتگو کرنے والے تقریبا سب ہی علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ”سد ذرائع“ شریعت کے اندر مجموعی اعتبار سے معتبر ہے اور فقہاء اربعہ نے اس سے کسی نہ کسی درجہ میں استفادہ کیا ہے، البتہ فقہاء مالکیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس کے بانی ہیں، اسی لیے ان کے یہاں اس کا استعمال سب سے زیادہ ہے، انھوں نے مختلف مقامات پر باقاعدہ اس سے مسائل کا استخراج کیا ہے اور اس کو اپنے مذہب کے بنیادی مصادر میں قرار دیا ہے، فقہاء مالکیہ کے بعد فقہاء حنابلہ کا نام اس تعلق سے مشہور ہے کہ انھوں نے مالکیہ کے بعد سب سے زیادہ اس سے استشہاد واستخراج کیا ہے، ان کے بعد حنفیہ کا نمبر آتا ہے، جن کے یہاں اس کو شریعت کے بنیادی مصادر میں سے شمار نہیں کیا گیا ہے، اسی لیے اس عنوان پر باقاعدہ حنفیہ کی کتابوں میں بحث موجود نہیں ہے؛ البتہ ”استحسان“ کے تحت اس کا تذکرہ آتا ہے، اسی لیے سد ذرائع ہمارے (حنفیہ کے) نزدیک شریعت کے ذیلی مصادر میں سے تسلیم کیا گیا ہے اور مختلف مقامات پر اس سے استفادہ کرتے ہوئے احکام کو بیان کیا گیا ہے، چوتھے نمبر پر فقہاء شافعیہ ہیں، جن کے یہاں اصولی طور پر اس کا انکار کیا گیا ہے، لیکن بعض جزئیات میں اس کا

اعتبار کیا گیا ہے۔

اس طریقہ سے تمام ہی فقہاء اربعہ کے یہاں کسی نہ کسی درجہ میں اس کی حجیت مسلم ہے اور اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:

''إن سد الذرائع معمول به في الاجتهاد في فقه الصحابة والتابعين، وفي المذاهب الاجتهادية الأربعة على تفاوت مدى الأخذ به، أو درجة الأخذ به، ...... وصرح المالكية كالقرطبي والقرافي وابن رشد الجد كما تقدم بأنهم لم ينفردوا في الأخذ بالذرائع، وشاركهم أئمة المذاهب الأخرى بها، ولا خصوصية للمالكية بها إلا من حيث زيادتهم فيها'' (بحث سد الذرائع للزحيلي المنشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي، العدد التاسع، الجزء الثالث ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء، ص: ۱۳۳)۔

شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں: ''إن الأخذ بالذرائع ثابت في كل المذاهب الإسلامية، وإن لم يصرح به، وقد أكثر منه الإمامان: مالک وأحمد، وكان دونهما في الأخذ به: الشافعي وأبو حنيفة، ولكنهما لم يرفضاه جملة، ولم يعتبره أصلا قائما بذاته، بل كان داخلا في الأصول المقررة عندهما كالقياس والاستحسان الخفي الذي لا يبتعد عما يقرره الشافعي إلا في العرف'' (أصول الفقه: ۲۹۴، الذرائع، دار الفكر العربي)۔

سد ذرائع کو قبول کرنے اور اس کو مصادر شریعت میں شمار کرنے والے مالکیہ اور حنابلہ ہیں، ان حضرات نے بکثرت اس سے استفادہ کیا ہے؛ بلکہ اس کو ادلۂ اربعہ کے ساتھ قابل استدلال مانا ہے، جب کہ حنفیہ اور شافعیہ نے مصادر شریعت میں اس کو جگہ نہیں دی ہے، البتہ قیاس اور استحسان کے ذیل میں بعض حالات میں قبول کیا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی تحریر فرماتے ہیں: ''وقد جعل الإمامان مالک وأحمد مبدأ الذرائع أصلا من أصول الفقه، وأخذ به الشافعي وأبو حنيفة في بعض الحالات، وأنكر العمل به في حالات أخرى'' (موسوعة الفقه الإسلامي: ۱۰/ ۵۲۲۲)۔

محمد ہشام البرہانی ''البهجة'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''وفي البهجة نقلا عن راشد: يعد الأدلة التي بنى عليها مالک مذهبه ستة عشر دليلا، منها أيضا: سد الذرائع، وهي: خمسة تتعلق بالقرآن الكريم، ......ومن السنة مثل هذه الخمسة، والإجماع، والقياس، وعمل أهل المدينة، وقول الصحابي، والاستحسان، والحكم بسد الذرائع، ومراعاة الخلاف'' (سد الذرائع في الشريعة الإسلامية: ۱۲۶)۔

اوپر کی تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ''سد ذرائع'' فقہاء اربعہ کے یہاں کسی نہ کسی درجہ میں مسلم ہے اور سب

نے ہی اس سے حسب ضرورت استفادہ کیا ہے،'' سد ذرائع'' کی حجیت کو اہل اصول وفقہاء نے قرآن کریم کی مختلف آیات، احادیث نبویہ اور اجماع صحابہ سے ثابت کیا ہے، بطور مثال چند دلائل کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

(الف) قرآن کریم:

قرآن کریم میں کئی احکامات ایسے ہیں جن کی بنیاد'' سد ذریعہ'' ہے اور تقریباً تمام ہی علماء نے ان آیات کے ذیل میں مذکورہ احکام کے تعلق سے'' سد ذرائع'' کو بنیاد مانا ہے، چہ جائے کہ یہ بھی صراحت کی ہے کہ قرآن کریم میں جن چیزوں سے ممانعت ہے اس سے ممنوع ہونے کی وجہ سے رکنا ضروری ہے، لیکن یہ رکنا بحیثیت نہی منصوص ہوگا، نہ کہ سد ذرائع کی بنیاد پر۔

(۱) اللہ تعالی کا فرمان ہے:'' **وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ** '' (الأنعام:۱۰۸)۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے مشرکین کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے؛ کیوں کہ مشرکین اس کے جواب میں خود اللہ رب العزت کو برا بھلا کہیں گے۔

(۲) اللہ تعالی کا فرمان ہے:'' **يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا** ''(البقرۃ:۱۰۴)۔

اس آیت میں عام مسلمانوں کو'' راعنا'' کہنے سے منع کیا گیا ہے، جب کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اس کا لغوی معنی مراد لیتے تھے؛ لیکن پھر بھی حضرات صحابہ کو اس کے کہنے سے منع کر دیا گیا؛ کیوں کہ یہود اس کو آپ ﷺ کی برائی وہجو کا ذریعہ بنا رہے تھے۔

(۳) اللہ کا فرمان ہے:'' **يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ** ''(الجمعۃ:۹)۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے اذان جمعہ پر سعی کے حکم کے ساتھ بیع وشراء سے روک دیا ہے؛ تا کہ بیع وشراء میں مشغولی حضور جمعہ کے لیے مانع نہ ہو۔

(ب) احادیث نبویہ:

قرآن کریم کی طرح مختلف احادیث میں بھی بعض احکامات کی بنیاد'' سد ذریعہ'' پر رکھی گئی ہے:

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:'' **إن من أكبر الكبائر أن يلعن**

الرجل والديه، قيل: يا رسول الله! كيف يلعن الرجل والديه؟ قال: يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه، ويسبّ أمه فيسبّ أمه"(رواہ البخاري ومسلم)۔

اس روایت میں دوسرے کے والدین کو لعن طعن کرنے کو گناہ کبیرہ میں شمار کرکے اس سے منع کیا گیا ہے؛ کیوں کہ یہ خود اس کے والدین کے لعن طعن کا سبب ہے۔

(۲) منافقین کے احوال کو دیکھتے ہوئے حضرت عمرؓ نے آپ سے درخواست کی تھی کہ ان کے قتل کی اجازت مرحمت فرمادیں، لیکن آپ ﷺ نے منع فرمادیا، کہ لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرارہے ہیں، جس کی وجہ سے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے متنفر ہوں گے (دیکھئے: اعلام الموقعین: ۳/۱۱۱)۔

(۳) شراب پینا حرام ہے، روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے قلیل شراب پینے سے بھی منع فرمایا ہے؛ اس لیے کہ یہ زیادہ شراب پینے کا سبب ہے، فرمایا: "**ما أسكر كثيره فقليله حرام**" (دیکھئے: اعلام الموقعین: ۳/۱۱۲)۔

ج-اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم:

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مرض الموت میں بیوی کو طلاق بائن دیتا ہے اور عدت کے زمانے میں ہی اس کا انتقال ہوجاتا ہے تو بھی اس کی بیوی وارث ہوگی، اس لیے کہ اس نے طلاق کے ذریعہ بیوی کو وراثت سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے (مسند احمد بن حنبل)۔

(۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں قرآن کریم کو لغت قریش پر جمع فرمایا اور صحابہ نے اس کی تائید فرمائی؛ تاکہ اختلاف لغات قرآن میں اختلاف کا سبب نہ بن جائے (شرح النووی علی مسلم)۔

(۳) حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں "درخت بیعت رضوان" کو کٹوادیا تھا، اس لیے کہ لوگ بغرض تبرک وہاں جاتے تھے اور نماز پڑھتے تھے (سد الذرائع: ۵۷۰)۔

۴-اہل اصول وفقہاء کے نزدیک ذرائع کے درجات:

اہل اصول اور فقہاء نے اپنے رجحان اور نظریہ سے "ذرائع" کے مختلف اقسام بیان کیے ہیں، اور انھیں اقسام کے تحت ذرائع کے احکامات بھی بیان کیے ہیں، عام طور سے اقسام کے تعیّن علامہ شاطبی، علامہ ابن القیم اور امام قرافی مالکی کا نام مشہور ہے، اور بعد کے حضرات نے انھیں حضرات کی تقسیم کو ذکر فرمایا ہے، جس کی قدرے وضاحت درج ذیل ہے:

۱-پہلی تقسیم امام قرافی مالکی کی:

امام قرافی مالکی نے بحث کرتے ہوئے ذرائع کی تین اقسام ذکر کی ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

(الف) ایسا ذریعہ ووسیلہ جس کے بند کرنے اور روکنے پر امت کا اتفاق ہے، جیسے مسلمانوں کے عام راستے میں کنواں کھودنا، کھانے میں زہر ملانا اور ایسے کافر ومشرک شخص کے سامنے معبودان باطلہ کی برائی کرنا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ ہمارے معبود کی بھی برائی کرے گا۔

(ب) ایسا ذریعہ ووسیلہ جس کے نہ روکنے اور نہ بند کرنے پر امت متفق ہے، جیسے انگور کی کاشت، کہ شراب بنانے کا خدشہ ہے، لیکن یہ بہت معمولی درجہ رکھتا ہے، ایسے ہی کمپنیوں کا ہوائی جہاز وغیرہ بنانا، کہ اس میں کثرت منافع کے ساتھ گرکر ہلاک ہونے کا بھی خطرہ ہے، لیکن یہ خطرہ معمولی ہے۔

(ج) ایسا ذریعہ ووسیلہ جس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس پر روک لگائی جائے یا نہیں؟ جیسے ''بیوع آجال'' کی مختلف اقسام، کہ جمہور فقہاء عدم جواز کے قائل ہیں، جب کہ امام شافعی ظاہر کو دیکھتے ہوئے جواز کا فتوی دیتے ہیں (الفروق: ٢/ ٣٢-٣٣)۔

٢- دوسری تقسیم علامہ ابن القیم کی:

علامہ ابن القیم نے ''ذرائع'' کی چار اقسام ذکر کی ہیں، جو کہ درج ذیل ہیں:

(الف) ایسا ذریعہ ووسیلہ جو یقینی طور پر کسی مفسدہ تک پہونچائے، جیسے کہ نشہ آور اشیاء کا پینا جو عقل ودین کے فساد تک پہنچاتا ہے، ایسے ہی زنا جو کہ فساد انساب تک پہنچاتا ہے۔

(ب) ایسا ذریعہ ووسیلہ جو کسی مباح تک پہنچائے، لیکن اس سے کسی مفسدہ تک پہنچنا مقصود ہو، جیسے عقد نکاح کرنا منکوحہ کو پہلے شوہر کے لیے حلال کرنے کے ارادے سے، ایسے ہی عقد بیع کرنا سود کے ارادے سے۔

(ج) ایسا ذریعہ ووسیلہ جو کسی مباح چیز کے لیے بنایا گیا ہو، اور اس سے کسی مفسدہ تک پہنچنا مقصود نہ ہو لیکن ظن غالب کے طور پر وہ کسی مفسدہ تک پہنچاتا ہو اور ساتھ ہی اس کا مفسدہ اس کی مصلحت سے راجح ہو، جیسے کسی ایسے شخص کے سامنے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنا جس کے بارے میں غالب گمان ہو کہ وہ خدائے برحق کو برا بھلا کہے گا، ایسے ہی اوقات ممنوعہ میں بغیر کسی سبب کے نماز پڑھنا۔

(د) ایسا ذریعہ ووسیلہ جو کسی مباح تک پہنچائے، لیکن کبھی مفسدہ کا سبب بھی بن جائے؛ البتہ اس کی مصلحت اس کے مفسدہ سے راجح ہو، جیسے مخطوبہ عورت کو دیکھنا (اعلام الموقعین: ٣/ ١١٩-١٢١)۔

٣- تیسری تقسیم علامہ شاطبی کی:

علامہ شاطبی نے بھی علامہ ابن القیم کی طرح چار ہی تقسیمات بیان کی ہیں؛ البتہ ان کی تقسیم کی نوعیت میں فرق ہے،

اقسام اربعہ درج ذیل ہیں:

(الف) ایسا ذریعہ ووسیلہ جو کسی مفسدہ وخرابی تک یقینی طور پر پہنچائے، جیسے گھر کے دروازے پر کنواں کھودنا کہ یہ یقینی طور پر آنے والے کے کنویں میں گرنے کا سبب ہے۔

(ب) ایسا ذریعہ جو نادر طور پر کسی مفسدہ کا سبب بنے، جیسے ایسی جگہ کنواں کھودنا جہاں کسی کے گرنے کا کبھی کبھار خطرہ ہو، یا ایسی غذائیں استعمال کرنا جو بالعموم نقصان دہ نہیں ہوتی ہیں۔

(ج) ایسا ذریعہ جو کسی مفسدہ کا سبب ظن غالب کے طور پر بنے، جیسے جنگ کے زمانے میں دشمنوں کو ہتھیار فروخت کرنا۔

(د) ایسا ذریعہ جو کسی مفسدہ کا سبب زیادہ بنے، لیکن اتنا زیادہ نہیں کہ ظن غالب کے طور پر ہو جائے اور نہ ہی اتنا کم کہ اس کو شاذ ونادر سمجھا جانے لگے، جیسے بیوع آجال کی اقسام۔

ذرائع کے مختلف درجات اور اقسام اوپر ذکر کی گئی ہیں، جو تقسیم کنندہ کے رجحانات کی بنیاد پر مختلف ہیں، اس تعلق سے چند باتیں قابل ذکر ہیں:

(۱) امام قرافی مالکی نے بنیادی طور سے ذرائع کی تین اقسام بیان کی ہیں، جب کہ علامہ شاطبی اور علامہ ابن القیم نے چار قسمیں بیان کی ہیں، قرافی کی پہلی دونوں قسمیں بالکل واضح ہیں، جن میں مآل کے اعتبار سے حکم لگایا ہے اور جن میں امت ''سد'' یا ''عدم سد'' کے حوالے سے متفق ہے، پہلی قسم کے سد پر اتفاق ہے، جب کہ دوسری قسم کے عدم سد پر امت متفق ہے، انھوں نے تیسری قسم کی کوئی حتمی تفصیل بیان نہیں کی ہے، بلکہ فقہاء کے نظریات کے اختلاف کی بنیاد پر اس کے دونوں حکم کو ذکر کیا ہے، اور اس کی مثال میں بیوع آجال کا تذکرہ کیا ہے، جس میں دوسری بیع سود کا سبب بنتی ہے، قرافی کے بیان کے مطابق مالکیہ کے یہاں یہ بیع سد ذرائع کے طور پر ناجائز ہے؛ جب کہ شوافع اس بیع کے جواز کے قائل ہیں، اور حنفیہ کے یہاں پہلی بیع شرائط بیع کے پائے جانے کی وجہ سے جائز ہے؛ جب کہ دوسری بیع جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر یوسف عبدالرحمٰن لکھتے ہیں: ''**القسم الثالث: قسم اختلف فيه العلماء، هل يسد أم لا؟ كبيوع الآجال عندنا (المالكية)، وضرب (أي القرافي) لها مثلا بمن باع سلعة بعشرة دراهم إلى شهر، ثم اشتراها بخمسة قبل الشهر، ثم بين فيها رأي العلماء فقال: فمالک يقول: إنه أخرج من يده خمسة الآن، وأخذ عشرة آخر الشهر، فهذه وسيلة لسلف خمسة بعشرة إلى أجل، توسلا بإظهار صورة البيع لذلک (يريد أن مالكا حرمها سدا للذريعة؛ لأنها تفضي في المآل إلى الربا، والشافعي يقول: ينظر إلى صورة البيع، ويحمل الأمر على ظاهره، فيجوز ذلک، ...... وأما الحنفية فيرون أن العقد الأول جائز وصحيح، بخلاف**

العقد الثاني؛ فإنه فاسد، من حيث إنه هو الذي يتحقق به معنى الربا'' (التطبیقات المعاصرۃ لسد الذریعۃ:۵۴-۵۵)۔

(۲) علامہ شاطبی اور علامہ ابن القیم دونوں حضرات نے ذرائع کو چار قسموں میں تقسیم کیا ہے، لیکن دونوں کی تقسیم الگ الگ ہے، ابن القیم کی تقسیم میں مآل ونتیجہ کے ساتھ قصد اور ارادہ کا بھی دخل ہے، جب کہ شاطبی کی تقسیم میں نتیجہ ومآل کا لحاظ اس کے قطعی، اغلبی، اکثری اور شاذ ونادر ہونے کے اعتبار سے کیا گیا ہے، اس میں متوسل کے ارادہ وقصد کا کوئی دخل نہیں ہے۔

(۳) ابن القیم نے اپنی تقسیم میں مقاصد ووسائل کو خلط کر دیا ہے، اس لیے کہ انھوں نے قسم اول میں جو مثالیں دی ہیں وہ مقاصد میں داخل ہو کر ممنوع ہیں، نہ کہ وسائل میں شمار کر کے، جب کہ شاطبی نے ایسا نہیں کیا ہے؛ بلکہ صرف وسائل کی اقسام ذکر کی ہیں۔

(۴) قرافی اور شاطبی کی تقسیم قریب قریب ہے، بس فرق یہ ہے کہ قرافی نے یقین اور ظن غالب کو ایک ہی قسم قرار دیا ہے، جب کہ شاطبی نے دونوں کو الگ الگ کیا ہے۔

ذرائع کی تقسیم کے تعلق سے سب سے بہتر تقسیم شاطبی کی تقسیم معلوم ہوتی ہے۔

۵-فقہاء اربعہ کے یہاں سد ذرائع کی مثالیں:

ماسبق میں یہ بات گزر چکی ہے کہ تقریباً سب ہی فقہاء کے یہاں ''سد ذرائع'' کسی نہ کسی درجہ میں معتبر ہے، چہ جائے کہ بعض نے اس کا استعمال بکثرت کیا ہے، جب کہ بعض نے کم، خاص خاص حالات میں، ذیل میں مسالک اربعہ میں سد ذریعہ کے استعمال کرنے کی کچھ مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

(الف) فقہائے مالکیہ:

فقہاء مالکیہ کے یہاں سد ذریعہ کے طور پر سب سے مشہور مثال ''بیوع آجال'' کی ہے، جس کی مختلف شکلیں فقہاء نے بیان کی ہیں، بیوع آجال کی بنیاد یہ ہے کہ ایک آدمی نے کوئی سامان ایک آدمی سے متعینہ قیمت پر بطور ادھار ایک معلوم مدت تک فروخت کیا، پھر اسی بائع نے وہی سامان اپنے مشتری سے کم قیمت پر یا کسی دوسری مدت تک کے لیے خرید لیا، تو اگر چہ یہ ظاہراً بیع ہے، لیکن چونکہ اس میں ربا پایا جاتا ہے، اس لیے مالکیہ نے اس پر سداً للذرائع ناجائز ہونے کا فتوی دیا ہے۔ علامہ ابن رشد بیوع آجال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**بيوع الآجال هي: أن يبيع الرجل سلعة بثمن إلى أجل، ثم يشتريها بثمن آخر إلى أجل آخر أو نقدا**'' (بدایۃ المجتہد:۲/۲۶۳)۔

بیوع آجال کی بہت ساری شکلیں فقہاء مالکیہ نے ذکر کی ہیں، یہاں تک کہ علامہ قرافی فرماتے کہ بیوع آجال کی شکلیں ایک ہزار تک پہنچتی ہیں (الفروق:٢/٣٢)۔

علامہ قرافی نے اس کی ایک مثال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جیسے کسی نے کوئی سامان دس درہم کا ایک مہینے کے ادھار پر فروخت کیا، پھر اسی بائع نے وہی سامان مشتری سے مہینہ پورا ہونے سے پہلے پانچ درہم میں خرید لیا، تو اب یہ بیع مالکیہ کے یہاں جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس نے پہلے دس درہم کے ادھار پر سامان فروخت کیا، پھر مہینہ سے پہلے ہی وہ سامان اسی مشتری سے پانچ درہم میں خرید لیا، تو اب یہ سامان اس کا ہو گیا، اور اس کی جیب سے پانچ درہم خرچ ہوئے، جب مہینہ مکمل ہو گا تو اس مشتری سے دس درہم پہلی والی بیع کا وصول کرے گا جو مشتری کے ذمہ ادا کرنا باقی رہ گیا تھا، تو اب صورت مذکورہ میں بائع نے پانچ درہم دے کر دس درہم حاصل کر لیے جو کہ سود ہے، اس لیے یہ بیع جائز نہیں ہے۔ علامہ قرافی لکھتے ہیں:

''كبيوع الآجال عندنا، كمن باع سلعة بعشرة دراهم إلى شهر، ثم اشتراها بخمسة قبل الشهر، فمالك يقول: إنه أخرج من يده خمسة الآن، وأخذ عشرة آخر الشهر، فهذه وسيلة لسلف خمسة بعشرة إلى أجل، توسلا بإظهار صورة البيع لذلك'' (الفروق:٢/٣٢)۔

فقہائے مالکیہ کے یہاں سد ذرائع کی دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسقاط زکاۃ کے لیے حیلے اختیار کرتا ہے تو بھی اس کی زکاۃ ساقط نہیں ہوگی؛ بلکہ اس کے ذمہ زکاۃ کی ادائیگی باقی رہے گی، جیسے کسی نے حولان حول سے پہلے اپنا مال فقیر کو ہدیہ کر دیا، پھر اس سے خرید لیا، یا حولان حول سے پہلے کسی غریب کو دیدیا، پھر اس سے واپس لے لیا، یا جنس نصاب میں تبدیلی کر دی، جیسے جانوروں کو روپے وغیرہ سے بدل دیا، یا نصاب زکاۃ کا کچھ حصہ جان بوجھ کر ضائع وتلف کر دیا، تاکہ نصاب کی تکمیل نہ ہو سکے، یا خود چرنے والے جانوروں کو چارہ ڈالنے والا جانور بنا دیا، تو ایسی تمام شکلوں میں اسقاط زکاۃ کے لیے جو حیلے کیے گئے ہیں وہ غیر معتبر ہوں گے اور زکاۃ ساقط نہیں ہوگی، بلکہ ذمہ میں باقی ہوگی۔ ڈاکٹر وہبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''يحرم التحايل لإسقاط الزكاة كأن يهب المال المزكي لفقير ثم يشتريه منه، أو يهبه لقريب قبل حولان الحول ثم يسترده منه فيما بعد، ولو أبدل النصاب بغير جنسه كإبدال الماشية بدراهم، فرارا من الزكاة، أو أتلف جزءا من النصاب قصدا للتنقيص لتسقط عنه الزكاة، أو جعل السائمة علوفة، لم تسقط عنه الزكاة عند الحنابلة والمالكية سدا للذرائع'' (الفقہ الإسلامي وأدلتہ:٢/ ٨٩٣-٨٩٤، الباب الرابع: الزکاۃ، المبحث السادس، المطلب الثاني)۔

فقہاء مالکیہ کے یہاں سد ذرائع کی تیسری مثال یہ ہے کہ اگر کوئی رمضان کے بعد شوال کے چھ نفل روزے رکھتا ہے تو یہ روزے رکھنا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ رمضان کے معاً بعد روزہ رکھنے سے رمضان کے ساتھ الحاق کرنا ہو گا اور نادان لوگ

سمجھیں گے کہ یہ چھ روزے بھی رمضان کے ساتھ رکھنا ضروری ہیں، جو کہ دین کے مغائر ہے، موطأ مالک میں بروایت یحیی مذکور ہے:

''قال يحيى: وسمعت مالكا يقول: في صيام ستة أيام بعد الفطر من رمضان، إنه لم ير أحدا من أهل العلم والفقه يصومها، ولم يبلغني ذلك عن أحد من السلف، وإن أهل العلم يكرهون ذلك، ويخافون بدعته، وأن يلحق برمضان ما ليس منه أهل الجهالة والجفاء، ولو رأوا في ذلك رخصة عند أهل العلم، ورأوهم يعملون ذلك''(موطأ مالک، کتاب الصیام، باب جامع الصیام)۔

ب-فقہائے حنابلہ:

فقہاء حنابلہ نے بھی فقہاء مالکیہ کی طرح ''بیوع آجال'' کی کئی ایک شکلوں کو سد ذریعہ کے طور پر ناجائز قرار دیا ہے، المغنی میں اس کی ایک شکل یوں ذکر کی گئی ہے:

''ومن باع سلعة بثمن مؤجل ثم اشتراها بأقل منه نقدا، لم يجز في قول أكثر أهل العلم؛ لأن ذلك ذريعة إلى الربا، فإنه يدخل السلعة ليستبيح بيع الكثير كألف بالقليل كخمسمائة، والذرائع معتبرة عندنا، وقد نص الإمام أحمد على ذلك'' (المغني:٦/٢٦٠-٢٦٢، بتصرف، کتاب البيوع، مسألة من باع سلعة بنسيئة، دار عالم الكتب الرياض)۔

ایسے ہی فقہاء حنابلہ کے یہاں ''بیع عینہ'' بھی ناجائز ہے، اور یہ بیوع آجال کی ہی شکل ہے جو مالکیہ کے یہاں گزر چکی ہے، شیخ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:''ومنع بيع العينة كأن يبيع سلعة بنقد، ثم يشتريها بأكثر منه نسيئة إلا أن يغير السلعة؛ لأن ذلك يتخذ وسيلة إلى السلف بزيادة''(بحث سد الذرائع للزحيلي المنشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي، العدد التاسع، الجزء الثالث ١٤١٧ھ-١٩٩٦ء، ص:١٣٦)۔

فقہاء حنابلہ کے یہاں سد ذریعہ کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ ہر وہ چیز جو کسی گناہ کا سبب بنے وہ ناجائز ہے؛ جیسے انگور کا شیرہ اس شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جو شراب بناتا ہو، اگر کسی نے ایسی بیع کر لی تو وہ باطل ہوگی، بشرطیکہ مشتری کے ارادہ کا بائع کو علم ہو جائے۔ محمد ہشام البرہانی لکھتے ہیں:

''منعهم لكل ما هو ذريعة إلى الإثم، من باب التعاون عليه، ومن ذلك: منع بيع العصير لمن يتخذه خمرا؛ لما فيه من المعاونة على الإثم، قال تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم و العدوان﴾ (المائدة:٢)، ولو وقع البيع فهو باطل، إن علم البائع قصد المشتري ذلك، إما بقوله، وإما بقرائن مختصة به، تدل على ذلك''(سد الذرائع:٦٤٣)۔

فقہاء حنابلہ کے یہاں سد ذریعہ کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ مرد کے لیے کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ احادیث میں خلوت کو حرام قرار دیا گیا ہے، چاہے یہ خلوت قرآن کریم کی تلاوت کے لیے ہو، یا سفر میں ہو، خواہ وہ سفر حج کا ہو یا زیارت والدین کا؛ کیوں کہ اس سے فتنہ کا اندیشہ ہے، اس لیے سد ذریعہ کے طور پر خلوت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ابن القیم لکھتے ہیں:

"أنه ﷺ حرم الخلوة بالأجنبية، ولو في قراء ة القرآن، والسفر بها ولو في الحج، وزيارة الوالدين، سداً للذريعة ما يحاذر من الفتنة وغلبة الطباع" (إعلام الموقعین: ۳/ ۱۲۳)۔

ج- فقہائے شافعیہ:

فقہاء شافعیہ نے بنیادی طور سے سد ذرائع کا انکار کیا ہے، لیکن پھر بھی ضمنی طور پر مختلف مقامات میں اس کا اعتبار کیا ہے، چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

فقہاء شافعیہ کے یہاں اور دیگر ائمہ کے یہاں بھی معذور لوگ جیسے بیمار اور مسافر وغیرہ جن پر جمعہ فرض نہیں ہے وہ اپنی جگہوں پر نماز ظہر ادا کریں گے، چاہے تنہا ادا کریں، یا جماعت کے ساتھ؛ البتہ اگر زیادہ ہو جائیں تو ان کے لیے جماعت سے ادا کرنا مستحب ہے، لیکن جماعت میں اخفاء ضروری ہوگا؛ تاکہ ان پر تہمت نہ لگائی جاسکے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

"وإذا اجتمع معذورون استحب لهم الجماعة في ظهرهم على الأصح، قال الشافعي: واستحب لهم إخفاء الجماعة لئلا يتهموا، قال الأصحاب: هذا إذا كان عذرهم خفيا، فإن كان ظاهرا فلا تهمة، ومنهم من استحب الإخفاء مطلقا" (المجموع: ۴/ ۳۶۳)۔

فقہاء شافعیہ کے یہاں سد ذریعہ کی دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا ہے جس کے لیے عذر کی بنیاد پر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے تو وہ کسی ایسے شخص کے سامنے نہ کھائے جو اس کے عذر کو نہ جانتا ہو؛ تاکہ گناہ وغیرہ کی تہمت نہ لگائی جاسکے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

"وإن قدم المسافر وهو مفطر أو برئ المريض وهو مفطر استحب لهما إمساك بقية النهار؛ لحرمة الوقت، ولا يجب ذلك؛ لأنهما أفطرا لعذر، ولا يأكلان عند من لا يعرف عذرهما؛ لخوف التهمة والعقوبة" (المجموع: ۶/ ۲۸۸)۔

تیسری مثال یہ ہے کہ اجیر مشترک سے اگر بلا قصد وارادہ کوئی سامان ضائع ہو جائے تو اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا؛ البتہ لوگوں کو اس کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا، لوگوں کے حالات کی خرابی کی وجہ سے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں: "قال الربيع: كان الشافعيؒ يذهب إلى أنه لا ضمان على الأجير، ولكنه لا يفتى به لفساد الناس" (المہذب: ۱/ ۱۷۸)۔

(د) فقہائے حنفیہ:

فقہاء حنفیہ نے اگرچہ سد ذریعہ کو مصادر شریعت میں شمار نہیں کیا ہے، لیکن ہمارے یہاں اس کو ''استحسان'' کے تحت ذیلی مصادر میں شمار کیا گیا ہے اور مختلف مقامات پر اس سے استفادہ کیا گیا ہے، چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

جیسے فقہاء مالکیہ وحنابلہ کے یہاں ''بیوع آجال'' کی کئی شکلیں عدم جواز کے دائرے میں آتی ہیں ایسے ہی ہمارے یہاں بھی اس کی بعض شکلیں عدم جواز کے دائرے میں سد ذریعہ کے طور پر آتی ہیں، جیسے کسی شخص نے ایک سامان ایک ہزار روپیے کا خریدا، خواہ ادھار ہو یا نقد، اب اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ وہی سامان بائع سے پانچ سو روپئے میں فروخت کرے، جب تک کہ وہ پہلی والی بیع کی کل قیمت یا بعض وصول نہ کرلے؛ اس لیے کہ اس میں ربا کا شبہ پایا جاتا ہے جو کہ جواز کے لیے مانع ہے۔ علامہ کاسانی عدم جواز اور شبہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''إن الثمن الثاني يصير قصاصا بالثمن الأول، فبقي من الثمن الأول زيادة لا يقابلها عوض في عقد المعاوضة، وهو تفسير الربا، إلا أن الزيادة ثبتت بمجموع العقدين، فكان الثابت بأحدهما شبهة الربا، والشبهة في هذا الكتاب ملحقة بالحقيقة، بخلاف ما إذا نقد الثمن؛ لأن المقاصد لا تتحقق بعد الثمن، فلا تتمكن الشبهة بالعقد'' (بدائع الصنائع: ٥/١٩٩، کتاب البیوع، فصل في شرائط جریان الربا في البیوع)۔

علامہ ابن الہمام نے اسی صورت کے ذیل میں سد ذرائع کی طرف درج ذیل جملے سے اشارہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

''وإنما ذمت العقد الأول؛ لأنه وسيلة، وذمت الثاني؛ لأنه مقصود الفساد'' (فتح القدیر: ٥/٢٠٩، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد)۔

دوسری مثال یہ ہے کہ عورتوں پر جماعت کی نماز فرض نہیں ہے، اسی بنیاد پر نوجوان عورتوں کے لیے جمعہ وعیدین وغیرہ میں جانے کی اجازت نہیں دی جائے گی؛ اس لیے کہ ان کا مذکورہ نمازوں کے لیے باہر نکلنا فتنہ وفساد کا سبب ہے، اور فتنہ حرام ہے، لہذا فتنہ کا سبب بھی حرام ہوگا۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

''ولا يباح للشواب منهن الخروج إلى الجماعات، بدليل ما روي عن عمر رضي الله عنه أنه نهى الشواب عن الخروج، ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة، والفتنة حرام، وما أدى إلى الحرام فهو حرام'' (بدائع: ١/١٥٧، کتاب الصلاۃ، فصل بیان من یصلح للإمامۃ في الجملۃ)۔

تیسری مثال یہ ہے کہ ہمارے نزدیک حائضہ عورت سے گھٹنے کے اوپر سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ چیز اس عورت سے جماع پر داعی ہے، اور حائضہ سے جماع حرام ہے، لہذا سبب حرام بھی حرام ہوگا۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "**الاستمتاع بها بما يقرب الفرج سبب للوقوع في الحرام، قال رسول الله** ﷺ: "**ألا إن لكل ملك حمى، ألا وإن حمى الله في أرضه محارمه، فمن حام حول الحمى أوشك أن يقع فيه.**" **وفي رواية:** "**من رتع حول الحمى يوشك أن يقع فيه.**" **والمستمتع بالفخذ، يحوم حول الحمى، ويرتع حوله، فيوشك أن يقع فيه، دل على أن الاستمتاع به سبب الوقوع في الحرام، وسبب الحرام حرام**" (بدائع: ۲/۱۱۹، کتاب الاستحسان)۔

ہمارے نزدیک سدذریعہ کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ عدت گزارنے والی عورت پر لازم ہے کہ وہ زیب وزینت نہ کرے، اس کی ایک وجہ تو اظہار افسوس ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ زیب وزینت کرنا رغبت کے دواعی میں سے ہے، اوراس عورت کے لیے نکاح ممنوع ہے۔صاحب ہدایہ وجوب حداد کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**والمعنى فيه وجهان، أحدهما: ما ذكرناه من إظهار التأسف، والثاني: أن هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها، وهي ممنوعة عن النكاح، فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع في المحرم**" (ہدایہ ۲/۴۳۲، کتاب الطلاق، فصل في الحداد)۔

ہمارے سدذریعہ کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ قاضی یا کوئی بھی ذی منصب شخص ایسے شخص کا ہدیہ قبول نہ کرے جو اس کو پہلے سے ہدیہ نہ دیتا آیا ہو؛ اس لیے کہ یہ رشوت کی ایک قسم ہے۔علامہ شامی نے جامع الفصولین سے نقل کیا ہے:

"**القاضي لا يقبل الهدية من رجل لو لم يكن قاضيا لا يهدى إليه**" (ردالمحتار: ۸/۵۰، کتاب القضاء، مطلب في حكم الهدية للمفتي)۔

ہمارے یہاں سدذریعہ کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ شوہر اگر اپنے مرض الموت میں بیوی کو میراث سے محروم کرنے کے لیے طلاق مغلظہ دیتا ہے، تو بھی اس کی بیوی کو میراث میں حصہ ملے گا، بشرطیکہ شوہر کا انتقال عدت کے زمانہ میں ہوا ہو، اگرچہ وہ اس کی بیوی باقی نہیں رہی، لیکن یہ سدذریعہ کے طور پر ہی ہے، اگرچہ ہمارے اکابر نے اس کو سدذریعہ کا نام نہیں دیا ہے۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: "**وإذا طلق الرجل امرأته في مرض موته طلاقا بائنا فمات وهي في العدة ورثته، وإن مات بعد انقضاء العدة فلا ميراث لها، قال الشافعي رحمه الله: لا ترث في الوجهين،** ...... **ولنا أن الزوجية سبب إرثها في مرض موته، والزوج قصد إبطاله فيرد عليه قصده بتأخير عمله إلى زمان انقضاء العدة دفعا للضرر عنها**" (ہدایہ، کتاب النکاح، باب طلاق المریض)۔

یہ چند مثالیں ہیں، جن میں ہمارے فقہاء حنفیہ نے سدذریعہ کا استعمال کیا ہے، چہ جائے کہ بعض مقامات پر اس کی تصریح نہیں کی گئی ہے، لیکن پھر بھی وہ سدذریعہ کے طور پر ہی ہے، ان مثالوں کے علاوہ اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جن میں

احناف نے سد ذریعہ کو بنیاد بنایا ہے، جیسے غلہ بیچنے والے اگر غبن فاحش کے ساتھ فروخت کرنا شروع کردیں تو امام وقت قیمت متعین کرسکتا ہے؛ تاکہ لوگوں کا نقصان نہ ہو، ایسے ہی اگر کسی نے احتکار کرلیا اور ضرورت کے وقت بھی فروخت نہیں کررہا ہے تو اس کا مال جبراً فرخت کیا جائے گا؛ تاکہ عمومی ضرر کو دور کیا جاسکے وغیرہ۔

٦-فتح ذرائع:

ماسبق میں ''سد ذرائع'' سے متعلق یہ بات گزرچکی ہے کہ اس کا مقصد مفاسد کو روکنا ہے؛ کیوں کہ مفاسد شرعاً ممنوع ہیں، لیکن کچھ ذرائع ایسے بھی ہوتے ہیں جو طاعات وبندگی اور منافع وفوائد تک پہنچاتے ہیں، لہذا ایسے ذرائع اپنے حدود میں رہتے ہوئے مطلوب ہوں گے؛ اس لیے کہ شریعت نے بندوں کے مقاصد ومصالح کی رعایت کی ہے، اور اس کے لیے مختلف اصول وقواعد طے کیے ہیں، لہذا ہر خیر وبھلائی کا راستہ کھولنا اور اس کو استعمال کرنا پسندیدہ ہوگا، اس ضمن میں یہ بات فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ مقاصد ومصالح احکام شرعیہ کے لحاظ سے تین قسموں کے ہیں:

(۱) ضروری مقاصد: یہ ایسے مقاصد ومصالح کو کہا جاتا ہے جن پر دارین کے مصالح کا قیام ہے اور ان کے عدم وجود سے دنیاوی زندگی میں نقص وخلل واقع ہوتا ہے اور اخروی اعتبار سے بھی نقصان ہوتا ہے، اور یہ مقاصد ومصالح کل پانچ ہیں: دین، جان، نسل، مال اور عقل۔

(۲) مقاصد حاجیہ: ان مقاصد کو کہا جاتا ہے جن سے وسعت وکشادگی حاصل ہوتی ہے، اور ضرر کو دور کیا جاتا ہے اور حرج وتنگی کو ختم کیا جاتا ہے، لیکن ان پر زندگی کا دار ومدار نہیں ہوتا ہے، جیسے معاملات وغیرہ۔

(۳) مقاصد تحسینیہ: ان مقاصد کو کہا جاتا ہے جن کا تعلق بندوں کی عادات حسنہ اور مکارم اخلاق وغیرہ سے ہوتا ہے، اور یہ مقاصد ضروریہ وحاجیہ سے کم درجہ کے ہوتے ہیں، جیسے کھانے پینے کی عادات وغیرہ۔

مذکورہ مقاصد ومصالح ایسے ہیں جن کی شریعت نے بنیادی طور پر رعایت کی ہے اور ان کے لیے مختلف اصول وقواعد متعین کیے ہیں، جن کے ذریعہ آدمی ان کو انجام دے سکتا ہے، لہذا ان مقاصد ومصالح کی ادائیگی کے لیے جو ذرائع ہوں گے وہ بھی مقصود ومطلوب ہوں گے، اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ مقصد جس درجہ کا ہوگا اسی اعتبار سے اس کے ذریعہ ووسیلہ کا بھی اعتبار ہوگا، جس کی طرف امام قرافی نے اشارہ کیا ہے۔

مقاصد کی اقسام ثلاثہ کو نقل کرنے کے بعد مقاصد کے تعلق سے مزاج شریعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ قاسمی لکھتے ہیں: **''وقد اعتبرت الشريعة الإسلامية هذه المقاصد، وراعتها كل المراعاة، ووضعت قواعدها العامة، وبنت أصولها الأساسية، وإن فتح الذرائع إلى كل خير وبر معروف؛ لأن الخير**

وصف يلزم كل أمر تمحض لمصلحة راجحة أو كان يؤدي إلى مصلحة راجحة، فما كان يؤدي إلى المصلحة فهو ذريعة ولا شک بوضوح الإفضاء فيه، وأما ما كان يتمحض بنفسه لمصلحة فضلا عن القاعدة فنادر الوجود في الواقع" (بحث سد الذرائع للقاضي مجاہد الإسلام المنشور في مجلة مجمع الفقه الإسلامي، العدد التاسع، الجزء الثالث ١٤١٧ھ-١٩٩٦ء،ص:٣٠٥)۔

ڈاکٹر یوسف عبد الرحمٰن لکھتے ہیں:"فإذا كانت النتائج والمآلات تفضي إلى مصلحة، فالمصلحة مطلوبة شرعا، والوسيلة إليها مطلوبة كذلک، وهنا يتم فتح الذرائع والأخذ بها، قال القرافي: "اعلم أن الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها، وتكره، وتندب، وتباح؛ فإن الذريعة هي الوسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة، فوسيلة الواجب واجبة، كالسعي للجمعة والحج" (التطبيقات المعاصرة لسدّ الذرائع:١٢، وانظر قول القرافي في الفروق:٢/ ٣٣)۔

''فتح ذرائع'' کے لیے اہل اصول نے مختلف آیات قرآنیہ سے استدلال کیا ہے،جیسا کہ قرافی کے قول میں حج اور جمعہ کے لیے سعی کرنا گزرا،جس کا حکم خود اللہ تعالی نے دیا ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:''يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوْا الْبَيْعَ''(الجمعۃ:٩)۔

اس آیت میں اللہ تعالی نے جمعہ کی ادائیگی لیے سعی کا حکم دیا ہے جو کہ مقصود بالذات نہیں ہے؛ بلکہ جمعہ کے لیے وسیلہ وذریعہ ہے۔

اوپر کی باتوں سے یہ واضح ہوگیا کہ جیسے شریعت میں''سد ذریعہ'' کا اعتبار کیا گیا ہے، ایسے ہی مقاصد شریعت کی تکمیل میں''فتح ذرائع'' کا بھی اعتبار کیا گیا ہے، لہذا وہ ذرائع ووسائل جو کسی حکم شرعی کی ادائیگی تک پہنچاتے ہوں وہ معتبر ومقصود ہوں گے،اور جس درجہ کا حکم ہوگا اسی درجہ میں اس ذریعہ کا بھی اعتبار ہوگا۔

۷-چند مسائل کا تذکرہ جن میں سد ذریعہ کا قاعدہ استعمال کیا جاسکتا ہے:

جیسا کہ گزرچکا ہے کہ ہمارے فقہاء احناف کے یہاں''سد ذرائع'' کو ذیلی مصادر میں شمار کیا گیا ہے، اس لیے بعض مسائل میں جہاں بنیادی مصادر کی روشنی میں مسئلہ حل نہ کیا جاسکتا ہو وہاں مصالح کی رعایت رکھتے ہوئے''سد ذریعہ'' سے استفادہ کیا جاسکتا ہے اور اس کی بنیاد پر مسئلہ کا حکم شرعی بیان کیا جاسکتا ہے، جس کی چند مثالیں گزرچکی ہیں، ذیل میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں جن میں''سد ذریعہ'' سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱) ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا حکم:

آج کل ایسے میاں بیوی جن کی اولاد نہیں ہوتی ان کے لیے جدید میڈیکل سائنس نے ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی'' کا طریقہ ایجاد کیا ہے، جس میں باقاعدہ مرد وعورت کی منی کو ملا کر ایک ٹیوب میں آبیاری کی جاتی ہے، اس کے بعد اسے کسی عورت کے رحم میں ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے، جس کے نتیجہ میں اس عورت کو حمل ہوتا ہے اور بچہ کی ولادت ہوتی ہے، یہ طریقہ جہاں مختلف شرعی مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ممنوع قرار دیا جائے گا، وہیں اس کے ممنوع ہونے کی ایک وجہ ''سدذریعہ'' بھی ہے؛ اس لیے کہ اس میں اختلاط انساب پایا جاتا ہے، جو کہ شریعت میں کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، لہٰذا ''ٹیسٹ ٹیوب بے بی'' ایک مفسدہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بھی ممانعت کے دائرے میں داخل ہوگا۔

(۲) جدید موبائل وویڈیو گیم کا حکم:

حال میں ایسے کھیل کود اور گیم رائج ہوگئے ہیں جو ماضی میں نہیں پائے جاتے تھے، جیسے موبائل وکمپیوٹر کے گیم، اس طرح کے کھیل کود اور گیم میں نفع کا تصور برائے نام ہے، بعض تو ایسے ہیں جن میں سوائے ضیاع کے کوئی نفع نہیں ہے، جیسے پب جی وغیرہ، تو ایسے کھیل اور گیموں میں شریک ہونا ناجائز ہوگا، اس لیے کہ یہ مختلف دینی فرائض کے ترک اور دوسری بے حیائیوں کے ارتکاب تک پہنچاتا ہے، اور ایسا ذریعہ استعمال کرنا جو مفسدہ تک پہنچائے اس کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اس تعلق سے مفتی شبیر احمد عثمانیؒ کی ایک عبارت قابل ذکر ہے، انھوں نے اپنے رسالہ میں تفصیلی طور پر مختلف کھیلوں کا جائزہ لیا ہے، اسی ضمن میں فرماتے ہیں:

"وأما ما لم يرد فيه النهي عن الشارع، وفائدة ومصلحة للناس فهو بالنظر الفقهي على نوعين: الأول: ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه، ومفاسده أغلب على منافعه، وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده عن الصلوات والمساجد التحق ذلک بالمنهي عنه، لاشتراک العلة، فكان حراما أو مكروها" (رسالة الناهي عن الملاهي، المشمولة في أحكام القرآن للعثماني، ص: ۲۰۰)۔

(۳) قرآن کریم کے پاروں کی ترتیب جدید:

اس وقت قرآن کریم کی ترتیب جدید کا مسئلہ بہت زور وشور پر ہے، بعض علماء کی رائے ہے کہ موجودہ پاروں کی ترتیب غلط ہے، جس میں معنی ومفہوم کی رعایت نہیں کی گئی ہے، اس لیے اس کی کوئی ایسی ترتیب ہونی چاہیے جس میں معنی ومفہوم کی رعایت کی گئی ہو؛ چناں چہ انھوں نے اپنے نظریہ کے مطابق نئی ترتیب کے ساتھ قرآن کریم کی طباعت کرائی ہے؛ جب کہ دوسرے بیشتر علماء کی رائے ہے کہ موجودہ پاروں کی ترتیب میں اگرچہ معنی ومفہوم کی مکمل رعایت موجود نہیں ہے، لیکن

پھر بھی یہ اپنی جگہ درست ہے؛ کیوں کہ اس کا مقصد آسانی وسہولت ہے، اور نماز وغیرہ میں مطلق تلاوت سے بھی نماز ہوجاتی ہے، اس لیے اس کو علی حالہ باقی رکھا جائے۔

اس مسئلہ کے تعلق سے اگر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر چہ فی نفسہ موجودہ پاروں کی تقسیم نئے سرے سے کی جاسکتی ہے اور یہ عمل جواز کے دائرے میں آتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں بڑے فساد کا قوی اندیشہ ہے، کہ ایسا کرنے کی صورت میں قرآن کریم کی حقانیت پر غیروں کو شبہ ہوگا، عام مسلمان کشمکش و بے چینی کے شکار ہوں گے، اور نہ معلوم پھر کتنی نئی ترتیبیں مارکیٹ میں علماء کے ہاتھوں وجود میں آئیں گی، نتیجہ یہ ہوگا کہ قرآن بازیچۂ اطفال بن جائے گا؛ اس لیے اگر یہاں ''سدذریعہ'' کا قاعدہ جاری کیا جائے اور اس کی بنیاد پر مفسدہ کو روکا جاسکے تو یقیناً اس جگہ یہ قاعدہ جاری ہوسکتا ہے، اور اس کی بنیاد پر نئی ترتیب کے عدم جواز کا فتوی دینا درست ہوگا۔

(۴) ٹی وی وغیرہ کی مرمت کی تجارت:

ٹی وی اور اس طرح کی دوسری اشیاء جن میں بیشتر ناجائز چیزیں برتی جاتی ہوں ان کو ذریعۂ معاش بنانا اور ان کے ذریعہ تجارت کرنا ''سدذریعہ'' کے طور پر عدم جواز کے دائرے میں آئے گا، اگر چہ ان چیزوں کے استعمال میں جواز کا پہلو بھی ہے، لیکن اس کا مفسدہ کا حامل ہونا غالب ہے، اس لیے سدذریعہ کے طور پر عدم جواز کا فتوی ہی مناسب ہوگا۔

(۵) فلم انڈسٹریوں میں کام کرنا:

فلم انڈسٹری میں کام کرنا جہاں مختلف شرعی مفاسد پر مشتمل ہے وہیں پر یہ خدائی احکامات سے بغاوت اور صرف دنیاوی لذتوں میں مشغولی کا ذریعہ ہے، جو کہ نظریہ اسلام سے متصادم ہے؛ اس لیے اس میں بھی ''سدذریعہ'' کا قاعدہ جاری کیا جاسکتا ہے۔

(٦) دودھ بینک قائم کرنا:

آج کل ایسے نومولود کے لیے، جن کو خود اپنی حقیقی ماں کا دودھ پلانا ناممکن ہو کسی دوسری عورت کا دودھ پلانے کے لیے ''دودھ بینک'' قائم کرنے کے رجحانات میں اضافہ ہوا ہے، ماں کا دودھ نومولود کے لیے انتہائی ضروری ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ماں کو دودھ ہی نہیں اترتا، یا وہ بہت کمزور ہے، جس کی وجہ سے دودھ نہیں پلاسکتی، تو ایسی صورت میں کسی دوسری عورت کا دودھ پلایا جاسکتا ہے، شریعت نے اس کی پوری اجازت دی ہے، اسی پر رضاعت کے مسائل متفرع ہیں، لیکن اس کے لیے ''دودھ بینک'' قائم کرنا ''سدذریعہ'' کے طور پر ناجائز ہوگا، اگر چہ وہ بعض صورتوں میں منافع کو شامل ہے، لیکن اس میں ایک بہت بڑی خرابی رضاعت کے مسائل کے تعلق سے ہے، جس کی وجہ سے حرمت نکاح کے مسائل پیچیدہ ہوجائیں گے اور ان کے حل کی کوئی سبیل نہیں ہوگی، اس لیے ایسے بینک قائم کرنا ''سدذریعہ'' کے طور ممنوع قرار دیے جائیں گے۔

(۷) سوئیمنگ پول قائم کرنا:

آج کل ایک عام رجحان سویمنگ پول کا ہے، شہروں میں بڑے بڑے سویمنگ پول بنائے جارہے ہیں اور ان کے ذریعہ لاکھوں کروڑوں کی کمائی کی جارہی ہے، یہ بھی ''سد ذریعہ'' کے طور پر ناجائز ہوں گے؛ اگر چہ شریعت نے بنیادی طور سے ''تیراکی'' کی اجازت دی ہے، بل کہ روایات میں اس کی ترغیب بھی آئی ہے، لیکن مخلوط سویمنگ پول بنانا اس مصلحت کے ساتھ بھی ناجائز قرار دیا جائے گا؛ کیوں کہ یہاں پر خرابی بہت بڑی ہے، جو کہ معاشرہ کے اندر بہت سی نئی خرابیوں کو جنم دیتی ہے۔

(۸) بیوٹی پارلر کھولنے کا حکم:

عورت کے لیے اللہ تعالی نے مختلف طرح کے تزئین کی اجازت دی ہے، لیکن ان کے لیے بھی ایسی زیب وزینت اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے جس میں تخلیق انسانی میں تبدیلی کرنا لازم آتا ہو، لہذا اگر کوئی ایسا بیوٹی پارلر بغرض تجارت کھولتا ہے، جس میں تخلیق انسانی کے ساتھ خرد برد ہو اور اس میں تغیر وتبدل کیا جائے، نیز وہ دوسرے مفاسد پر بھی مشتمل ہو تو ایسی تجارت جہاں دوسرے دلائل کی روشنی میں ممنوع و ناجائز قرار دی جائے گی وہیں پر اسے ''سد ذریعہ'' کے ضمن میں بھی لایا جاسکتا ہے۔

۸-سد ذرائع میں غلو:

یقیناً یہ نظریہ درست ہے کہ سرے سے ''سد ذرائع'' کو استعمال نہ کرنا غلط ہے، ایسے ہی یہ بھی درست ہے کہ ''سد ذریعہ'' میں غلو کرنا بھی درست نہیں ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں تنگی پیدا ہوگی اور لوگوں کے لیے حرج ہوگا، جو کہ شرعاً ممنوع قرار دیا گیا ہے، بل کہ بعض صورتوں میں نصوص کی مخالفت بھی لازم آسکتی ہے، جیسے کہ مالکیہ نے رمضان کے بعد شوال کے چھ روزوں کا رکھنا مکروہ قرار دیا ہے، اور یہی ایک روایت امام اعظم کی بھی ہے (اگر چہ علماء حنفیہ نے اس کی نسبت میں تردد کا اظہار کیا ہے)، انھوں نے کراہت کا قول اس لیے اختیار کیا ہے تا کہ اس کو عوام الناس رمضان کے ساتھ لاحق نہ سمجھنے لگیں، اور اس کو رمضان کے روزوں کے ساتھ رکھنا ضروری نہ سمجھا جانے لگے، جب کہ مختلف روایات میں شوال کے چھ روزوں کی فضیلت نقل کی گئی ہے، دراصل یہ ''سد ذرائع'' میں غلو کی مثال ہے۔

ایسے ہی مالکیہ نے جمعہ کے دن نماز فجر میں ایسی سورت کی قرأت کو مکروہ کہا ہے، جس میں آیت سجدہ ہو؛ کیوں کہ اس سے مصلیوں کو تین رکعت ہونے کا شبہ ہوگا، اس لیے سد ذریعہ کے طور پر ایسی سجدہ والی سورت کی تلاوت کرنا مکروہ ہوگا، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سد ذریعہ کے استعمال میں مبالغہ اور غلو ہے، متعدد روایات میں آپ ﷺ کا جمعہ کے دن نماز فجر میں سورہ سجدہ پڑھنا نقل کیا گیا ہے، لہذا محض شبہ کی بنیاد پر کراہت کا قول اختیار کرنا درست نہیں ہے، اور اگر عوام الناس میں

شوال کے چھ روزوں اور سورہ سجدہ پڑھنے سے التباس کا شبہ ہو تو اسے علمی و عملی طور پر دور کیا جا سکتا ہے۔

محمد ہشام البرہانی روزوں کے تعلق سے لکھتے ہیں: ’’**وعلاج هذا الأمر، يمكن استدراكه في أمرين: البيان بالقول، والتنبية على أنها مستحبة، غير واجبة، وبالفعل بتركها في بعض السنين، من بعض من يقتدى به، وصومها في البعض الآخر، ليقرر ذلک عندهم قولاً وفعلاً**‘‘ (سدالذرائع:٦٣٢)۔

یہی بات انھوں نے سورہ سجدہ کی قرأت کے تعلق سے بھی ذکر کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ’’سدذریعہ‘‘ کو مواقع ضرورت میں استعمال کرنا مناسب ہے، بہت سے جدید مسائل کے حل میں اس سے معاونت ملے گی، لیکن اس کو اتنا زیادہ استعمال کرنا کہ غلو ہونے لگے اور نصوص کی مخالفت ہونے لگے درست نہیں ہے۔

☆☆☆

سدذریعہ

مولانا محمدانیس ندوی☆

علماء کے لئے یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ اُصول،عقائد،توحید، رسالت وآخرت تمام انبیاءؑ کی شرائع میں مشترک اورمتفق علیہ چلے آئے ہیں،اسی طرح عام معاصی اورفواحش ومنکرات ہرشریعت میں حرام قرار دے گئے ہیں،لیکن شرائع سابقہ میں اس کے اسباب وذرائع کو مطلقا حرام نہیں کیا گیا جب تک کہ ان کے ذریعہ کوئی جرم واقع نہ ہو جائے، شریعت محمدیہ ﷺ چونکہ قیامت تک رہنے والی شریعت تھی اس لئے اسکی حفاظت کا منجانب اللہ خاص اہتمام یہ کیا گیا کہ ذرائع معاصی توحرام تھے ہی،ان اسباب وذرائع کوبھی حرام قرار دے دیا گیا جو عادت غالبہ کےطور پر ان جرائم تک پہنچا دینے والے ہیں یعنی جو کام اپنی ذات کے اعتبار سے جائز بلکہ کسی درجہ میں محمود بھی ہوں مگر انکے کرنے سے کوئی فساد لازم آتا ہو یا اس کے نتیجے میں لوگ مبتلاء معصیت ہوتے ہوں تو وہ کام بھی ممنوع ہو جاتا ہے جیسا کے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:''**ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله**''،کیونکہ معبودان باطلہ کو برا کہنا جائز تو ہے اور ایمانی غیرت کے تقاضے سے کہا جائے تو شاید اپنی ذات میں ثواب اورمحمود بھی ہومگر اس کے نتیجہ میں یہ اندیشہ ہوگیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو برا کہیں گے تو برا کہنے والے اس برائی کا سبب بن جائیں گے اس لئے اس جائز کام کو بھی منع کر دیا گیا،اسی لیے اہل اصول نے''سدّ ذریعہ'' کا قاعدہ مرتب کیا،جس سےفقہاءامت نے ہزاروں مسائل کے احکام نکالے ہیں۔

ا- ''سدّ ذریعہ'' کی اصطلاح مرکب اضافی ہےسدّ (بالضم والفتح) جس کی جمع ''أسداد'' آتی ہے،لغت میں اس کے معنی ہیں دو چیزوں کے درمیان آڑ، پہاڑ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:''**فهل نجعل لک خرجا علىٰ أن تجعل بيننا وبينهم سدّا**''(سورۂ کہف:۹۴)،سدّ (س) کے معنیٰ ہیں: بند کرنا، بندش لگانا (لسان العرب: مادہ: سدد،ص:۱۹۶۸- مصباح اللغات:۳۵۳)۔

ذریعۃ جمع ذرائع: لغت میں وسیلہ اورسبب کو کہتے ہیں،یعنی ہروہ چیز جوکسی دوسری چیز کے حصول کا ذریعہ بنے، کہا

☆ استاذ جامعہ ریاض العلوم، کھجرانہ، اندور۔

جاتا ہے:"فلان ذریعتی إلیک"، فلاں آپ کے پاس میرے لئے وسیلہ ہے (لسان العرب، مادہ: ذرع، ص:١٤٩٨)، اردو بول چال میں بھی لفظ ذریعہ کا استعمال اسی معنیٰ میں ہوتا ہے جس معنیٰ میں لغت عرب میں، اصطلاح میں ذریعہ اس قول یا عمل کو کہیں گے جو بذات خود مباح ہے لیکن وہ کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہے، مثلاً بیع وتجارت بذات خود مباح ہے لیکن اذان جمعہ کے وقت بیع وتجارت کی یہ مشغولیت مسجد کی طرف سعی سے روکنے کا سبب بن جاتی ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

علاّمہ شاطبیؒ نے ذریعہ کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھا ہے:"حقیقة الذرائع التوسل بما هومصلحة إلیٰ مفسدة" ذرائع کی حقیقت: اس قول وعمل کو جو مصلحت ہے، مفسدہ کا سبب بنالینا ہے (الموافقات ٥/ ١٨٢)۔

علامہ باجیؒ فرماتے ہیں:"الذریعة هی المسئلة التی ظاهرها الإباحة ویتوصل بها إلیٰ فعل محظور" (الاشارات فی اصول الفقہ المالکی:١٠١) (ذرائع وہ چیزیں ہیں جو بظاہر مباح ہیں لیکن انھیں کسی ممنوع عمل کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے)۔

علامہ ابن قیمؒ نے ذریعہ کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:"والذریعة ماکان وسیلةً وطریقاً إلیٰ الشیء"، یعنی ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے حصول کا ذریعہ بنے (اعلام الموقعین ٤/ ٥٥٣)۔

امام ابن تیمیہؒ نے ذریعہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے :"الذریعة ما کان وسیلةً وطریقاً الیٰ الشئ، ولکن صارت فی عرف الفقهاء عبارة عما أفضت إلیٰ فعل محرم"، ذریعہ نام ہے ہر اس چیز کا جو کسی دوسری چیز کے حصول کا سبب بنے، لیکن فقہاء کی اصطلاح میں ذریعہ ان اشیاء کا نام ہوگیا جو کسی حرام عمل تک پہنچادیں (القواعد الفقہیۃ عند ابن تیمیہ ١/ ٢٨٤)۔

ابن رشدؒ لکھتے ہیں: "الذرائع هی الأشیاء التی ظاهرها الإباحة، و یتوصل بها إلیٰ فعل المحظور" (سد الذرائع للبرھانی:٧٥)، ذرائع وہ چیزیں ہیں جو بظاہر مباح ہوں لیکن انھیں کسی ممنوع چیز تک پہونچنے کا ذریعہ بنالیا جائے۔

محمد ہشام برہانیؒ نے قرطبی کا قول نقل کیا ہے: "الذریعة عبارة عن أمر غیر ممنوع لنفسه یخاف من ارتکابه الوقوع فی ممنوع"، یعنی ذریعہ نام ہے ایسی چیز کا جو بذات خود تو ممنوع نہ ہو لیکن اس کے ارتکاب سے کسی ممنوع وحرام عمل میں پڑنے کا اندیشہ ہو (سد الذرائع للبرھانی:٧٥)۔

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے "ذریعہ" کی تعریف اس طرح سے کی ہے:"الذرائع: الوسائل. الذریعة: هی االوسیلة والطریق إلیٰ الشئ سواء أکان هٰذا الشئ مفسدة أو مصلحة، قولاً أو فعلاً ولکن غلب اطلاق اسم "الذرائع" علیٰ الوسائل المفضیة إلیٰ المفاسد" (الوجیز فی أصول الفقہ/ ٥٤٢)، ذرائع کے معنیٰ وسائل کے

ہیں، ذریعہ کسی چیز تک پہونچنے کے لئے وسیلے یا راستے کو کہتے ہیں خواہ یہ چیز خرابی (مفسدہ) کا باعث ہو یا فائدہ (مصلحت) کا باعث ہو اور یہ قول ہو یا فعل ہو، موجود سیاق وسباق میں لفظ ''ذرائع'' کا اطلاق ان وسائل پر ہوتا ہے جو مفاسد تک پہونچاتے ہیں؛ چنانچہ جب یہ کہا جائے کہ فلاں چیز ''سد الذرائع'' کے قبیل سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا تعلق ان وسائل واسباب کو روکنے سے ہے جو مفاسد تک پہونچاتے ہیں۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی ''ذرائع'' کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **''الذريعة في اللغة: هي الوسيلة التي يتوصل بها إلیٰ الشئ، وعند علماء الاصول: هي مايتوصل به إلیٰ الشئ الممنوع المشتمل على مفسدة''**، لغت میں ذریعہ نام ہے ایسے وسیلے اور سبب کا جو کسی دوسری چیز کے حصول کا ذریعہ بنالیا جائے، اور علماءِ أصول کے نزدیک ذریعہ کہتے ہیں ایسی چیز کو جو کسی ایسی ممنوع چیز کا سبب وذریعہ بنے جو کسی خرابی (مفسدہ) پر مشتمل ہو (أصول الفقہ الإسلامی؛ ۲/۸۷۳)۔

لہذا ''سد الذرائع'' کے معنیٰ ایسے اقوال واعمال پر بندش لگانا جو بذات خود اگرچہ مباح ہیں لیکن کسی ممنوع کے ارتکاب کا بالواسطہ سبب بن جاتے ہیں۔ تہذیب الفروق میں امام ابن العربی کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ عمل ممنوع ومحظور سے مراد وہ عمل ہے جس کی ممانعت نص سے ثابت ہو: **''قال الإمام ابن العربی في كتاب الاحكام: و قاعدة الذريعة التي يجب سدّها هو مايؤدى من الأفعال المباحة إلى محظور منصوص عليه لا مطلق محظور''**، یعنی امام ابن عربیؒ نے کتاب الاحکام میں کہا ہے کہ ''سد الذرائع'' کے قاعدہ کے ذیل میں جن ''ذرائع'' پر روک لگانا مقصود ہے ان سے مراد وہ ذرائع ہیں جو کسی ایسے عمل ممنوع کا ذریعہ بنتے ہوں جن کی ممانعت پر نص وارد ہے نہ کہ مطلق ممنوع اعمال (تہذیب الفروق علی حاشیۃ الفروق ۲/۴۴)۔

۲- ذریعہ کی تعریف سامنے آجانے کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فقہاء کے یہاں سبب وذریعہ میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ کیونکہ دونوں اصطلاحات کا استعمال کتب فقہیّہ میں موجود ہے، لہذا ''سبب'' اور ''ذریعہ'' کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر وہبہ زحیلی فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کے معنیٰ کو واضح کردینے سے فرق خود بخود واضح ہو جائے گا؛ چنانچہ سبب کے لفظی معنیٰ اس ذریعہ کے ہیں جس سے کسی مقصود تک پہونچا جائے، اور اصطلاح میں سبب اس چیز کو کہتے ہیں جس کو شریعت نے کسی شرعی حکم کا معرّف یعنی علامت یا پہچان کا ذریعہ اس طرح بنایا ہو کہ اس چیز کے وجود کے ساتھ وہ حکم موجود ہو اور اس کے معدوم ہونے کے ساتھ وہ حکم بھی معدوم ہو جائے، اس اعتبار سے علاّمہ شوکانی نے سبب کی اصطلاحی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: **''السبب: هو جعل وصف ظاهر منضبط مناطا لوجود حكم أن يستلزم وجودُ**

ہٗ وجودہٗ''، سبب کہتے ہیں ایسے ظاہری وصف کو جو کسی حکم کے وجود کی علامت کے طور پر مرتب ہو، یعنی حکم کا وجود سبب کے وجود کا مقتضی ہو (ارشادالفحول للشوکانی ۱/ ۷۵)۔

محمد ابوزہرۃ نے اس تعریف کو اس طرح سے بیان کیا ہے: ''**السبب عند جمہور الفقہاء ہو الامر الظاہر المضبوط الذی جعلہ الشارع امارۃ لوجود الحکم**'' جمہور فقہاء کے نزدیک ''سبب'' نام ہے، ایسی مرتب ظاہری چیز کا جس کو شارع نے کسی حکم کی علامت کے طور پر بنایا ہو (أصول الفقہ: ۵۵)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے اسی بات کو اس طرح سے نقل کیا ہے: ''**أما السبب في اللغة فهو الحبل ومايتوصل به إلىٰ غيره، وفي الإصطلاح الأصولي: هو وصف ظاهر منضبط، دل الدليل السمعي على كونه علامة لحكم شرعي**'' (شرح العضد علی مختصر المنتھی الاصولی لابن الحاجب: ۲/ ۲۲۵، مجمع الفقہ الإسلامی ۹/ ۱۱۱، أصول الفقہ الإسلامی ۱/ ۹۳)، اس کی مثال جیسے زنا حد کے وجوب کا سبب ہے، جنون ''حجر'' یعنی معاملات وتصرفات سے روکنے کا سبب ہے، لہذا زنا نہیں ہوگا تو حد بھی معدوم ہوگی، اور جنون نہیں ہوگا تو تصرفات کی ممانعت بھی نہیں ہوگی۔

پھر شارع نے جس چیز کو حکم کے وجود وعدم وجود کی علامت مقرر کیا ہو اس علامت اور حکم کے درمیان مناسبت کی وجہ عقلاً سمجھ میں آتی ہوگی یا حکم کے ساتھ اس چیز کی مناسبت اتنی مخفی ہوگی کہ عقل اس کو سمجھنے سے قاصر ہوگی، پہلی صورت میں اسکو ''علّت'' کہیں گے اور بعض اوقات اسکو مجازاً سبب بھی کہہ دیا جاتا ہے، دوسری صورت میں اسکو صرف سبب کہیں گے علّت نہیں۔

علّت کی مثال: سفر روزہ چھوڑنے کی علّت ہے، نشہ حرمت شراب کی علّت ہے، ان مسائل میں سبب اور حکم کے درمیان وجہ مناسبت آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ سفر میں مشقّت کا امکان ہے اس لئے رخصت دینا اس کے مناسب ہے، نشہ سے انسان ہوش وحواس کھو دیتا ہے اس لئے یہ حرمت شراب کا سبب ہے؛ تاکہ انسانی عقل اور حوش وہواس باقی اور محفوظ رہیں۔

جن اسباب کی مناسبت ان کے احکام کے ساتھ عقلاً سمجھ میں نہیں آتی جن کو ''سبب'' کہا جاتا ہے ان کی مثال پیش کی جاتی ہے، جیسے رمضان کا مہینہ وجوب صوم کا سبب ہے، لہٰذا عقل رمضان کے مہینے اور وجوب صوم کے درمیان مناسبت کو نہیں سمجھ سکتی، اسی طرح غروب آفتاب مغرب کی نماز کے وجوب کا سبب ہے لیکن ان دونوں کے درمیان وجہ مناسبت سمجھ میں نہیں آتی اس لئے یہ صرف ''سبب'' کہلاتے ہیں۔

لہٰذا ہر علّت ''سبب'' ہے لیکن ہر ''سبب'' علّت نہیں ہے، حقیقت میں یہ اختلاف بہت معمولی سا ہے جو لوگ علّت

کو ''سبب'' کے معنیٰ میں داخل سمجھتے ہیں، وہ دونوں کو اس لحاظ سے جمع کرتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک حکم کی علامت ہے۔

''سبب'' کی اقسام:

''سبب'' کی اس لحاظ سے کہ آیا وہ مکلّف کا فعل ہے اور اس کی قدرت میں ہے یا اس کا فعل نہیں اور نہ ہی اس کی قدرت میں ہے، دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم وہ ہے جو مکلّف کا نہ تو فعل ہو اور نہ ہی اسکی قدرت میں ہو اسکے باوجود جب سبب پایا جائے گا؛ تو حکم بھی پایا جائے گا؛ کیونکہ شارع نے حکم کے وجود وعدم وجود کو سبب کے ساتھ مربوط کیا ہے، لہذا سبب حکم کے وجود اور اسکے ظہور کی علامت ہے جیسے زوال کے بعد سورج کا ڈھلنا ظہر کی نماز کے وجوب کا سبب ہے اور رمضان کا مہینہ روزے کے وجوب کا سبب ہے۔

دوسری قسم: یہ وہ سبب ہے جو مکلّف کا فعل ہو، اور اسکی قدرت میں ہو جیسے سفر روزہ چھوڑنے کا سبب ہے، قتل عمد وجوب قصاص کا سبب ہے۔

اب اس دوسری قسم کا اعتبار بھی دو طرح سے کیا جائے گا:

(۱) سبب مکلّف کا ایک فعل ہے تو اس صورت میں یہ خطاب تکلیفی میں داخل ہوگا اور اس پر سارے احکام اسی کے جاری ہونگے، پھر اس میں یہ بھی دیکھا جائے گا کہ شارع نے اس فعل کے کرنے یا چھوڑنے کا مطالبہ کیا ہے یا اختیار دیا ہے۔

(۲) اگر شارع نے اس پر دوسرے احکام بھی مرتب کئے ہوں تو اس صورت میں یہ حکم وضعی میں داخل ہوگا، مثلاً نکاح اس صورت میں واجب ہے جب کسی شخص کو زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہو اور وہ اس کے اخراجات برداشت کرنے کی قدرت رکھتا ہو، یہ وجوب حکم تکلیفی ہے، لیکن یہ نکاح سبب بھی ہے، اور اس کے نتیجے میں تمام شرعی اثرات بھی مرتب ہونگے یعنی مہر، نفقہ، اور وراثت وغیرہ واجب ہوں گے، اس لحاظ سے یہ سبب حکم وضعی بھی ہوگا (الوجیز فی أصول الفقہ: ۵۵-۵۸، أصول الفقہ الاسلامی ۱/۹۳)۔

اسباب ونتائج کے اعتبار سے بھی سبب کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جب یہ حکم تکلیفی کا سبب ہو جیسے سفر روزے کے چھوڑنے کا سبب ہے اور ملک نصاب زکاۃ کے وجوب کا سبب ہے۔

(۲) یا کسی ایسے حکم کا سبب ہو جو مکلّف کے فعل کا اثر ہو جیسے بیع مال کی ملکیت کا سبب ہے یعنی خریدار خریدے ہوئے مال کا مالک ہو جاتا ہے، نکاح زوجین کے حلال ہونے کا سبب ہے، اسی طرح طلاق دونوں کے درمیان تفریق یعنی

حلت کے ازالے کا سبب ہے۔

جب اسباب موجود ہوں اور ان کی تمام شرطیں پوری ہوجائیں اور اس میں کوئی رکاوٹ نہ ہوتو اسباب کے اثرات ونتائج مرتب ہونگے، ان کو ''مسببات'' کہتے ہیں، اور شرعی اسباب کے مسببات شارع کے حکم سے مرتب ہوتے ہیں، اس میں مکلّف کی رضا یا عدم رضا کا کوئی دخل نہیں ہوتا، شارع ہی نے اسباب کو مسببات کے مرتب ہونے کا ذریعہ بنایا ہے، کوئی مکلّف اسکو چاہے یا نہ چاہے، ان کو پسند کرے یا نا کرے، مثلاً ایک شخص اس شرط کے ساتھ نکاح کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مہر نہیں دے گا یا اسکو نفقہ نہیں دے گا، یا دونوں کے درمیان کوئی میراث نہیں ہوگی تو یہ شرط لغو ہوگی اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی؛ کیونکہ شارع نے عقد نکاح کے نتیجے میں ان اثرات کے مرتب ہونے کا حکم دیا ہے۔

امام قرافیؒ لکھتے ہیں: ''**الأسباب من جملة الوسائل**'' (الفروق ۲/ ۳۳) کہ اسباب اور ذرائع دونوں ایک ہی چیز ہیں، لیکن ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے ذریعہ اور سبب کے درمیان جو فرق ہے اسکو واضح کیا ہے، لکھتے ہیں: ''**مقدمة الشئ (السبب): هی الأمر الذی یتوقف علیه وجود ذلک الشیء، وأما الذریعة: هو معنی التوسل والإفضاء إلی المقصود بالحکم**'' (أصول الفقه الاسلامی ۲/ ۸۷۵)، یعنی سبب کہتے ہیں جس پر کسی چیز کا وجود موقوف ہو، اور ذریعہ کہتے ہیں جو مقصود حکم کا وسیلہ بنے اور وہاں تک پہونچا جائے، مثلاً دیوار کی بنیاد، دیوار کے قیام کا ''سبب'' ہے؛ کیونکہ دیوار کا وجود اسکی بنیاد پر ہی موقوف ہے، اور سیڑھی چھت پر پہنچنے کا ''ذریعہ'' ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی فرق واضح ہو جاتا ہے: ''**ولایضربن بأرجلهن لیعلم مایخفین من زینتهن**'' (النور: ۳۱) (عورتیں اپنے پیر زمین میں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا چھپا ہوا سنگھار کھل جائے (یعنی اس طرح نہ چلیں کہ زیورات کی آواز دوسرے کو سنائی دے)، یہ حکم ''سبب'' کے قبیل سے نہیں ہے؛ کیونکہ عورتوں کے ذریعہ مردوں کا فتنہ میں پڑھنا صرف پازیب کی آواز سننے پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ یہ فتنہ کا ایک ''ذریعہ'' ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ: ''**لاتسبّوا الذین یدعون من دون الله، فیسبّوا الله عدواً بغیر علم**'' (الأنعام: ۱۰۸) اس حکم کا تعلق بھی ''سبب'' سے نہیں ہے؛ کیونکہ مشرکوں کا اللہ کو گالی دینا اس پر موقوف نہیں ہے کہ مؤمنین مشرکوں کے معبودوں کو گالی ہی دیں، ہاں یہ چیز ''ذریعہ'' بن سکتی ہے۔

لہٰذا ایسا ''سبب'' جس پر کسی مفسدہ (خرابی) کا وجود موقوف ہو ضروری نہیں کہ وہ سبب مفسدہ تک ہی پہنچائے، اس طرح ایسا ''ذریعہ'' جس کو کسی مفسدہ تک پہونچنے کا وسیلہ بنایا جاتا ہو، ضروری نہیں کہ اس مفسدہ (خرابی) کا وجود بھی اسی پر موقوف ہو، بسا اوقات مفسدہ کا سبب جس میں ذریعہ کا معنی بھی نہیں پایا جاتا ہے لیکن وہ اس مفسدہ تک پہونچانے والا ہوتا

ہے مثلاً معصیت کی غرض سے سفر کرنا؛ کیونکہ اس معصیت کا ارتکاب کرنا سفر ہی پر موقوف ہے حالانکہ سفر بذات خود اس معصیت تک پہونچانے والانہیں ہے۔

اسی طرح کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ''ذریعہ'' اور ''سبب'' دونوں ایک ساتھ جمع ہوجاتے ہیں مثلاً نشہ آور چیز کا پینا سکراور عقل کے زائل ہونے کا ذریعہ بھی ہے اور سبب بھی ہے، اسی طرح زنا نسب کے اختلاط کا ذریعہ بھی ہے اور سبب بھی ہے۔

اس خلاصہ کے بعد ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ رقمطراز ہیں: ''**ويتبين من هذا أن أركان الذريعة ثلاثة: الوسيلة، والإفضاء ، المتوسل إليه أو المتذرع إليه وهو ممنوع والأساس فى تقدير قوة الافضاء كاجتماع البيع والسلف**'' (مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۱۲) جہاں پر بھی یہ تین چیزیں پائی جائیں گی اکثر علماء اُصول کے نزدیک اس کو ''ذریعہ'' کہا جائے گا۔

۳- سبب وذریعہ کی اس تفصیلی بحث کے بعد اب ہم ''سدّ ذریعہ'' کی حجیت کے بارے میں گفتگو کریں گے کہ آیا ائمہ و فقہاء کی اس اصطلاح کو اُصول ماننے میں کیا آراء ہیں اور اس پر ان کے دلائل کیا ہیں؟ چنانچہ مالکی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک ''سد ذرائع'' من جملہ اُصول تشریع میں سے ایک اصول ہے، نیز ابن تیمیہؒ اور شیعوں میں سے فرقہ امامیہ بھی اسی کے قائل ہیں، لیکن احناف، شوافع اور اصحاب ظواہر، اسکو اصول تشریع میں سے ایک مستقل دلیل (ماخذ) تسلیم نہیں کرتے، نیز ابن حزمؒ نے بھی ''سد ذرائع'' کو دلیل ماننے سے انکار کیا ہے (الوجیز: ۲۴۶، شرح الکوکب المنیر: ۴۳۴، اصول الفقہ الاسلامی: ۲/ ۸۸۸، ارشاد الفحول: ۱۰۰۷، المدخل الیٰ مذہب احمد بن حنبل: ۱۳۸، مجمع الفقہ الاسلامی ۹/ ۱۲۲، اصول الفقہ لابی زھرۃ: ۲۸۷)۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''**فصار سد الذرائع المفضية إلى الحرام أحد أرباع الدين** ''یعنی ''سد ذرائع'' کا اصول جو مفضیٰ الی الحرام ہو دین کا چوتھائی حصہ ہے (اعلام الموقّعین ۵/ ۶۶)، نیز فرمایا کہ اگر مقاصد ایسے ہوں جن تک صرف اسباب وذرائع سے رسائی ہوتی ہو تو ان مقاصد تک پہونچنے کے اسباب وذرائع ان کے تابع ہونگے اور انہیں کے سبب معتبر ہونگے، حرام چیزوں اور معاصی تک پہونچانے والے وسائل مکروہ یا ممنوع ہونگے؛ کیونکہ وہ حرام مقصد تک لے جاتے ہیں اور اس مقصد کے ساتھ مربوط ہیں، اور ایسے وسائل جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے قریب تک پہونچاتے ہیں، اپنے اس مقصد تک لے جانے کے سبب پسندیدہ ہیں، اور ان کی اجازت ہے (اعلام الموقّعین ۴/ ۵۵۳)۔

علامہ شوکانیؒ نے سد ذرائع کے قائلین کے کچھ دلائل پیش کئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**يا أيهاالذين آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا** '' (البقرۃ: ۱۰۴) (اے ایمان والو! تم نبی ﷺ کو اپنی طرف مخاطب کرنے کی غرض سے ''راعنا'' نہ کہا کرو بلکہ ''انظرنا'' کہا کرو اور پوری توجہ

سے سنا کرو)، اللہ تعالی نے مسلمانوں کو اس آیت میں ''راعنا'' کہنے سے منع کیا؛ حالانکہ ان کی نیت اچھی تھی، یہ ممانعت یہودیوں کی وجہ سے کی گئی جن کا مقصد اس لفظ سے نبی کریم ﷺ کو برا کہنا تھا، اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ اگر اپنے کسی جائز فعل سے دوسروں کو ناجائز کاموں کی گنجائش معلوم ہو تو یہ جائز فعل بھی اسکے لئے جائز فعل نہیں رہتا۔

(۲) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **''واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر إذ يعدون فى السبت إذ تأتيهم حيتانهم يوم سبتهم شرّعاً ويوم لايسبتون لا تأتيهم كذلك نبلوهم بماكانوا يفسقون''** (الأعراف:۱۶۴) (اوران سے اس بستی کے بارے میں پوچھئے جو سمندر کے سامنے تھی جب وہ سنیچر کے دن حد سے تجاوز کرتے تھے، جب ان کے سنیچر کا دن ہوتا تو مچھلیاں اوپر آتیں، اور جب وہ سنیچر کا دن نہ منا رہے ہوتے تو نہ آتیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے اس لئے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ یہ ایلہ کے باشندوں کا قصہ ہے وہ حیلہ اختیار کرکے مچھلیوں کا شکار کیا کرتے تھے، اللہ نے اس سے بھی منع کیا اور نہ ماننے پر ان پر سخت عذاب بھیجا اور ان کو بندر بنادیا گیا)۔

(۳) حضور ﷺ کا ارشاد ہے: **''الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهنّ كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع فى الشبهات وقع فى الحرام كالراعى يرعى حول الحمىٰ يوشک أن ترتع فيه''** (مشکوۃ:۱/۲۴۱، ترمذی:۱/۲۲۹) (حلال ظاہر ہے، حرام ظاہر ہے، اوران دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے، لہذا جس شخص نے مشتبہ چیزوں سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ کرلیا اور جو مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوا وہ حرام میں مبتلا ہوگیا، اوراس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چراتا ہے اور ہر وقت اس کا امکان رہتا ہے کہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں گھس کر چرنے لگیں)۔

(۴) نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **''إنّ من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه، قيل: يا رسول الله! كيف يلعن الرجل والديه؟ قال: يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه، ويسبّ أمه فيسبّ أمه''** (ابوداؤد:۲/۶۲۹) (کبیرہ گناہوں میں سے یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو برا بھلا کہے، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیسے آدمی اپنے ہی والدین کو برا بھلا کہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کسی کے والد کو گالی دے گا تو پلٹ کر وہ اس کے والد کو گالی دے گا، اگر وہ کسی کی ماں کو گالی دے تو وہ بھی اسکی ماں کو گالی دے گا)، لہذا یہ شخص اپنے والدین کو گالی دینے کا ذریعہ بن جائے گا، اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع کیا اوراس کے اس عمل کو گناہ کبیرہ قرار دیا۔

عبدالکریم زیدان نے ''سد ذریعہ'' کے قائلین کی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس اصول کی اپنی ذاتی حیثیت ہے، نیز ماٴخذ احکام میں سے یہ ایک معتبر ماٴخذ ہے اوراس پر بہت سے احکام مبنی ہیں، جب تک ایک فعل کسی خرابی ومفسدہ

کی طرف لے جاتا ہو اور اس کا غالب گمان ہو تو اس فعل کی ممانعت ہونی چاہئے؛ کیونکہ شریعت مفاسد کو روکنے اور خرابی کی طرف لے جانے والے وسائل، ذرائع اور راستوں کو بند کرنے کیلئے آئی ہے اور ان حضرات کی نگاہ ان افعال کے مقاصد، غرض وغایت اور نتائج پر ہے اس لئے وہ ان کی ممانعت کے قائل ہیں، انہوں نے ان کی اباحت کو مدنظر نہیں رکھا اور نہ ہی اس کا اعتبار کیا (الوجیز فی اصول الفقہ: ٢٤٦)، نیز ابن قیمؒ نے ''سد ذریعہ'' کے ماخذ ہونے پر ننانوے (٩٩) دلائل پیش کئے ہیں (اعلام الموقعین: ٥/٥)۔

جو حضرات ''سد ذریعہ'' کو ادلۂ احکام میں سے کوئی مستقل دلیل نہیں مانتے ان کی دلیل یہ ہے: **"ان هذه الأفعال مباحة فلاتصير ممنوعة لاحتمال إفضائها الى المفسدة"** (الوجیز: ٢٤٦) (جب تک ایک فعل مباح ہو اور اس کے کرنے کی اجازت ہو تو محض اندیشہ واحتمال سے کہ وہ خرابی وفساد کا باعث بن سکتا ہے اسکو ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا)، اس قسم کے احتمالات کبھی وقوع پذیر ہوتے ہیں اور کبھی نہیں، یہ احتمالات ظن کے قبیل سے ہیں اور ظن حق بات معلوم کرنے کیلئے مفید نہیں ہے، اصلاً ان حضرات نے ان کی اباحت کو مدنظر رکھا ہے اور ان کے انجام سے اغماض کیا ہے اس لئے وہ ان کو ممنوع نہیں سمجھتے؛ کیونکہ شریعت نے اس قسم کے افعال کی عام اجازت دی ہے جن میں ضرر کا محض احتمال ہو یقین نہ ہو، اسلئے وہ شریعت کی اس عام اجازت کو ترجیح دیتے ہیں؛ حالانکہ عبدالکریم زیدان نے کہا ہے: **"والحق أن هذه الحجة ضعيفة"** (الوجیز: ٢٤٧) (سچ یہ ہے کہ یہ ایک کمزور دلیل ہے)؛ کیونکہ یہاں بات ایسے ''ذرائع'' کی چل رہی ہے جو خرابی کی طرف پوری طرح کھینچ کر لائیں اور غالب گمان ہو کہ اس سے خرابی واقع ہوجائے گی۔

لہٰذا ''سد ذریعہ'' مأخذ احکام میں سے ایک شرعی ماخذ ہے، جو لوگ اس کو اصول تشریع نہیں مانتے اور ایک مستقل اصل تسلیم نہیں کرتے وہ بھی اپنے بعض اجتہادی مسائل میں اس کے مقتضیٰ پر عمل کرتے ہیں اور وہ کسی دوسری اصل یا کسی دوسرے قاعدے میں داخل ہونے کی بنا پر اس پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ ابو زہرہؒ نے نقل کیا ہے: **"أن الذرائع أصل فى الفقه الاسلامي أخذ به الفقهاء جميعاً وأنهم اختلفوا فى مقداره ولم يختلفوا فى أنه أصل مقرر ثابت"** (أصول الفقہ لابی زہرۃ: ٢٩٣) بے شک فقہ اسلامی میں ذرائع ایک اصول ہے جس کو تمام فقہاء نے اختیار کیا ہے، اس کے استعمال کی مقدار میں اگرچہ اختلاف کیا ہے لیکن اس کو ایک ثابت شدہ اصول ماننے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

فقیہ امام قرافی مالکیؒ نے بھی تحریر کیا ہے: **"فليس سد الذرائع خاصا لمالك بل قال بها هو اكثر من غيره وأصل سدها مجمع عليه"** کہ مالکیہ ''سد ذرائع'' کا اصول ماننے میں تنہا نہیں ہیں؛ البتہ دوسرے فقہاء سے زیادہ ان کا اس پر عمل ہے، اور یہ اصول متفق علیہ ہے (الفروق للقرافی ٢/٣٣)۔

مثلاً اہل ظواہر کہتے ہیں کہ ایسے شخص کو اسلحہ کی فروخت ناجائز اور باطل ہے جسکے بارے میں یقین ہو کہ وہ جارحیت کر کے پر امن لوگوں کے خلاف اس کو استعمال کرے گا، اسی طرح جس شخص کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ انگور کے شیرے سے شراب بنائے گا، اسکے ہاتھ انگور فروخت کرنا ناجائز ہے؛ کیونکہ یہ ارتکاب گناہ میں تعاون ہے اور قرآن کی اس آیت کے مطابق یہ ناجائز ہے: "**وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**" (المائدہ:۵) (پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو، گناہ وظلم کے کاموں پر ایک دوسرے کا تعاون نہ کیا کرو)۔

اسی طرح حنفیہ کے بارے میں منقول ہے: "**والحنفية أخذوا بتوريث مطلقة الفار منه باعتباره مذهباً لصحابي لم يعرف له مخالف وهكذا**" (الوجیز فی أصول الفقہ:۲۵) (جس نے اپنی بیوی کو وراثت سے محروم کرنیکی نیت سے طلاق دی ہو، ایسی مطلقہ عورت کو جو وراثت دلانے کا حکم ہے، حنفیہ نے اسکو قول صحابی ہونے کی بنیاد پر اختیار کیا ہے، جسکی کسی نے مخالفت نہیں کی)۔

اسی طرح امام شافعیؒ بھی اپنی کتاب "الأمّ" میں فرماتے ہیں: "**وفي منع الماء ليمنع به الكلأ الذي هو من رحمة الله عام يحتمل معنيين: أحدهما أن ما كان ذريعة إلى منع ما أحل الله لم يحل، وكذلك ما كان ذريعة إلى إحلال ما حرم الله**" (کتاب الأمّ للشافعی ۵/۱۰۰) آپ ﷺ نے ضرورت سے زائد پانی روکنے سے منع فرمایا ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے گھاس کا اُگنا بند ہو جائیگا، جس کا تعلق اللہ کی رحمت سے ہے، جس سے ذی روح جانوروں اور انسان کی ضرورت جڑی ہوئی ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم عام ہے، اس میں دو احتمال ہیں: ایک تو یہ کہ جو چیز اللہ کی کسی حلال کردہ چیز کے روکنے کا ذریعہ بنے وہ حلال نہیں، دوسرے وہ چیز جو اللہ کی کسی حرام کردہ چیز کے حلال کرنے کا ذریعہ بنے وہ جائز نہیں۔

مذکورہ تمام مثالوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ "سد ذریعہ" کا اصول تمام فقہاء نے کسی نہ کسی درجہ میں اختیار کیا ہے۔

۴- "سد ذریعہ" کی حجیت کے سلسلے میں فقہاء کے رجحانات اور انکے دلائل کی نشاندہی کرنے کے بعد ذرائع کے جو مختلف درجات اہل اُصول وفقہاء نے مقرر کئے ہیں اب ہم ان پر روشنی ڈالتے ہیں؛ چنانچہ ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے امام شاطبیؒ کے حوالے سے ذرائع کی چار قسمیں نقل کی ہیں:

قسم اول: وہ ذرائع جنکے نتیجے میں فساد کا پیدا ہونا یقینی ہو جیسے کسی کے دروازے اور گزرگاہ پر رات کے اندھیرے میں کنواں کھود دینا کہ گھر سے باہر نکلنے والے کا اس میں گرجانا یقینی ہو۔

قسم دوم: وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں فساد کا پیدا ہونا اتفاقی امر اور نادر ہو، مثلاً کسی ایسی جگہ کنواں کھودنا جو عام

گزرگاہ نہیں، لیکن کبھی اتفاقاً کوئی ناواقف شخص اندھیرے میں گزرتے ہوئے اس میں گرسکتا ہے۔

قسم سوم: وہ ذرائع جو اکثر وبیشتر کسی فساد اور بگاڑ کا ذریعہ ہیں جنکے موجب فساد ہونے کا غالب اندیشہ ہو، جیسے جنگ کے زمانہ میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار کی فروخت، غالب یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف استعمال ہوگا، یا کسی شراب ساز کے ہاتھ انگور کی بیع، کہ غالب یہی ہے کہ وہ انگور سے شراب تیار کریگا۔

قسم چہارم: وہ ذرائع جو بسا اوقات موجب فساد ہوجاتے ہیں لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا، لیکن ان کا موجب فساد ہونا بالکل نادر بھی نہیں جیسے بیوع کی بعض صورتیں جو بسا اوقات ربوا کو موجب ہوجاتی ہیں لیکن یہ صورت نہ غالب ہے اور نہ ہی بالکل نادر (مجمع الفقہ الاسلامی: ۱۱۶/۹، أصول الفقہ الاسلامی ۸۸۵/۲)۔

پہلی قسم کے ذرائع جو یقینی طور پر فساد کو موجب ہیں ان کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے، امام قرافیؒ نے لکھا ہے: ''بل الذرائع ثلاثة أقسام: قسم أجمعت الأمة على سدّه ومنعه وحسمه كحفر الآبار فى طرق المسلمين فانه وسيلة إلى إهلاكهم فيها وكذلك إلقاء السمّ فى أطعمتهم، وسبّ الاصنام عند من يعلم من حاله أنه يسبّ الله تعالىٰ عند سبّها'' (الفروق للقرافی ۳۲/۲) (ذرائع کی تین قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس پر بندش عائد کرنے اسے روکنے اور اس کو ختم کرنے پر امت کا اجماع ہے جیسے عام گذرگاہوں پر کنواں کھودنا، اس لئے کہ یہ لوگوں کو ہلاک کرنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح لوگوں کے کھانے میں زہر ملا دینا یا غیر مذہب کے معبودوں کو یہ جانتے ہوئے برا کہنا کہ وہ اسکے جواب میں اللہ کو برا کہیں گے)۔

دوسری قسم: یعنی وہ ''سد ذرائع''، جن کے نتیجہ میں کبھی اتفاقاً فساد کے پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہو تو ایسے اسباب وذرائع کو ممنوع نہیں قرار دیا جائے گا، امام قرافیؒ لکھتے ہیں: ''قسم أجمعت الأمة على عدم منعه، وأنه ذريعة لا تسدّ و وسيلة لا تحسم كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر، فإنه لم يقل به أحد كالمجاورة فى البيوت خشية الزنى'' (الفروق ۳۲/۲) (وہ قسم جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے وہ ممنوع نہیں اور نہ ان ذرائع پر بندش عائد کی جاسکتی ہے، جیسے انگور کی کاشت پر اس لئے پابندی عائد نہیں کی جاسکتی کہ اس سے شراب سازی کے لئے خام مواد فراہم ہوگا کہ اس کا کوئی قائل نہیں، اسی طرح پڑوس میں گھر بنانا اس لئے ممنوع نہیں ہوگا کہ بدکاری کا اندیشہ ہے)۔

تیسری قسم: یعنی وہ ذرائع جن کے بارے میں غلبہ ظن ہے کہ وہ موجب فساد ہونگے، ان کے بارے میں بھی علماء کی رائے یہی ہے کہ ایسے ذرائع کا سدّ باب ضروری ہے، اس لئے کہ عام طور پر شروع میں ظن غالب کو علم ویقین کا درجہ دیا جاتا ہے، اور ایسے ذرائع کا ارتکاب عام طور پر ممنوعات کے ارتکاب کا ذریعہ بن جاتا ہے، امام قرافیؒ کی رائے میں جس طرح پہلی

قسم کے ممنوع ہونے پر اتفاق ہے اسی طرح تیسری قسم کی ممانعت پر بھی اجماع ہے، وہ لکھتے ہیں: "**وما يغلب على الظن إفضائه إلى المفسدة، أن هذا القسم قد أجمع على سدّه كالمنع من حفر الآبار فى طرق المسلمين، إذا علم وقوعهم فيها أوظن، و إلقاء السمّ فى أطعمتهم إذا علم أو ظن إنّهم يأكلونها فيهلكون**" (الفروق للقرافی ۳/۲۶۶) (جن اعمال کے ذریعہ فساد بن جانے کا ظن غالب ہوان کی ممانعت پر بھی اجماع ہے، جیسے عام گزرگاہوں پر کنواں کھودنا، چاہے اس میں گرنے پر یقین ہو یا ظن غالب ہو، یا کھانے میں زہر ملانا، چاہے کھا کر ہلاک ہونے کا یقین ہو یا ظن غالب ہو)۔

امام زرکشی نے اس قسم کی ممانعت کے بارے میں اجماع سے انکار کیا ہے اور اس میں علماء کا اختلاف نقل کیا ہے۔ ذرائع کی تین قسمیں لکھنے کے بعد فرمایا: "**والثاني والثالث اختلف الأصحاب فيه فمنهم من يراعيه ومنهم من لايراعيه**" (البحر المحیط للزرکشی الشافعی ۶/۸۲) بعض شافعیہ اس کے مخالف ہیں، اسی طرح ابن حزم بھی اس کے اجماع کے منکر ہیں، لکھتے ہیں: "**وإذا حكم بالظن فقد حكم بالكذب و الباطل**" (الإحکام لابن حزم ۶/۱۳) (اگر ظن وگمان کے مطابق فیصلہ کیا گیا تو وہ جھوٹ اور باطل فیصلہ ہوگا)۔

چوتھی قسم: یعنی وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں کسی فساد کا پیدا ہونا نہ اکثری ہے اور نہ نادر، لیکن بسا اوقات ایسا ہو جایا کرتا ہے، یہی وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور ابن حزم کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ فساد اس صورت میں ظن غالب نہیں ہے اور اعتبار غلبہ کا ہے، اس لئے ایسے عقود اور اعمال جن کا غالب نتیجہ فساد نہ ہو، انہیں ممنوع نہیں قرار دیا جا سکتا، اور امام مالکؒ نیز امام احمد بن حنبلؒ اس صورت میں بھی ذرائع کو ممنوع قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس فعل کا اصلاً ماذون اور مباح ہونا بسا اوقات موجب فساد ہونے کی وجہ سے اپنی اصلی اباحت و اذن پر باقی نہیں رہے گا، جس کی شرع میں نظیریں بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں بھی ذرائع و اسباب کو ممنوع قرار دیا جانا چاہئے جیسے بیع آجال یعنی ایک مدت مقرر کر کے خرید و فرخت کرنا ہے۔

۵- جب یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے یہاں "سد ذریعہ" کسی نہ کسی درجہ میں حجت ہے تو ہر فقہ سے اسکی چند مثالیں بھی پیش کی جاتی ہیں:

مالکیہ کے نزدیک "سد ذریعہ" کی مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) بیع آجال کی وہ تمام صورتیں جو سود یا کسی ممنوع تک پہنچنے کا ذریعہ بنیں ان تمام صورتوں سے منع کیا ہے جن کی تعداد ایک ہزار مسائل تک پہنچتی ہے (المدونۃ الکبریٰ بروایۃ السحنون: بیع الآجال ۹/۱۱۷)۔

(۲) ایک صحیح حدیث جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’من صام ستة أيام بعد الفطر كان كصيام السنة،من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها‘‘ (ابن ماجہ) (کہ جو شخص رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھ لے وہ پورے سال روزہ رکھنے والے کی طرح ہے؛ کیونکہ جو ایک نیکی کرتا ہے اس کو دس گنا ثواب ملتا ہے)۔

امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ شوال کے چھ روزے کے استحباب کے قائل ہیں، لیکن امام مالکؒ فرماتے ہیں: ’’مارأيت أحدا من أهل العلم والفقه يصومها ولم يبلغني ذلک عن أحد من السلف وأن أهل العلم يكرهون ذلک ويخافون بدعته‘‘ (المؤطا لمالکؒ: ۹۸) (کہ میں نے علماء اور فقہاء میں سے کسی کو ان روزوں کو رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی سے مجھ تک یہ چیز پہنچی ہے، بلکہ اہل علم اس کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس کی بدعت سے ڈرتے تھے)، لہٰذا امام مالکؒ کے نزدیک یہ روزے مکروہ ہیں اس اندیشہ سے کہ یہ بدعت کا ذریعہ نہ بن جائیں اور لوگ انہیں واجب نہ سمجھ بیٹھیں۔

(۳) حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ ﷺ کا معمول نقل کیا ہے: ’’كان رسول الله ﷺ يقرأ يوم الجمعة فی صلاة الفجرالٓم تنزيل السجدة وهل أتىٰ على الإنسان‘‘ (البخاری) (آپ ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں ’’سورۂ الٓم تنزیل السجدۃ‘‘ اور ’’سورۂ ھل أتی علی الانسان‘‘ پڑھا کرتے تھے)، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ان سورتوں کو فجر کی نماز میں پڑھنا مستحب ہے لیکن امام مالکؒ اس سے منع کرتے تھے اور ممانعت کی وجہ بھی بیان کی ہے: ’’هو خشية اعتقاد العامة كون فريضة الفجر يوم الجمعة ثلاث ركعات‘‘ (سد الذرائع فی الشریعۃ الاسلامیۃ: ۶۳۲) (عوام الناس جمعہ کے دن فجر کی فرض نماز کو تین رکعت نہ سمجھنے لگیں)، جیسا کہ صاحب مرقاۃ نے ایک واقعہ بھی نقل کیا ہے: ’’إن بعض العجم راحواالى بخارىٰ،فقال واحد: رأيت من العجائب فی مكة أن الشافعية يصلون الصبح ثلاث ركعات‘‘ (حاشیہ مشکوۃ المصابیح ۱/ ۸۰) (بیشک کچھ عجمی بخاریٰ واپس آئے تو ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے مکہ میں عجیب وغریب چیز دیکھی کہ حضرات شافعیہ فجر کی نماز تین رکعت پڑھتے ہیں)۔

لہٰذا امام مالکؒ کے نزدیک فرض نماز میں بھی سجدہ والی آیت پڑھنا مکروہ ہے چاہے وہ امام ہو یا منفرد، فرمایا: ’’لأنها تشويش على المأموم فكرهها للا مام ثم للمنفرد حسماً للباب‘‘ (ایضاح المسلک: ۲۱۹)؛ کیونکہ مقتدی کو تشویش سے بچانا مقصود ہے، لہٰذا اس ذریعہ کو بالکل ختم کردیا۔

(۴) امام مالکؒ نے ائمۂ مساجد کے لئے فرض نمازوں کے بعد جہراً اجتماعی دعا کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے؛ کیونکہ امام کیلئے اس میں دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں: (۱) نماز میں حق تقدم (۲) اور لوگوں کے فوائد کے حصول کے لئے اللہ اور اس

کے بندوں کے درمیان واسطہ بننے کا شرف حاصل ہونا، اور یہی دو چیزیں کراہت کا ذریعہ ہیں، امام قرافیؒ لکھتے ہیں: ''**کونہ سببا لتوقع فساد القلوب وحصول الکبر والخیلاء**'' کہ ہوسکتا ہے وہ اس کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگے جس کے نتیجہ میں اس کا دل بگڑ جائے اور اللہ کا نافرمان ہوجائے، لہٰذا اس عمل کے مکروہ ہونے کا سبب فساد قلب اور غرور و گھمنڈ پیدا ہونیکی امید ہے (الفروق للقرافی ۴/۳۰۰)۔

حنابلہ کے یہاں سد ذریعہ کا اصول استعمال کرنے کی مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) بیع آجال میں حنابلہ مالکیہ کے ساتھ ہیں سوائے چند صورتوں کے جن میں حنابلہ نے اختلاف کیا ہے۔

(۲) ہر وہ چیز جو گناہ میں معاونت کا ذریعہ بنے حنابلہ نے ان تمام چیزوں سے منع کیا ہے، مثلاً ایسے شخص کے ہاتھ انگور بیچنا جو اس سے شراب بنائے، اگر بائع کو معلوم ہے کہ مشتری اس سے شراب ہی بنائے گا تو یہ بیع باطل ہوگی، اسی طرح کافروں اور رہزنوں کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا اور گانے بجانے کیلئے باندی کو بیچنا یا اجرت پر دینا، یا اپنی دکان یا مکان شراب بیچنے کیلئے اجرت پر دینا، اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ سے منقول ہے کہ قسائی اور نانبائی کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ گوشت اور روٹی ایسے شخص سے بیچیں جو نشہ آور چیز پینے والے کو اس پر مدعو کرے گا، اور نہ ہی پیالہ بنانے والا اپنا پیالہ ایسے شخص کو فروخت کرے جو اس میں شراب پئے گا، نیز مردوں کیلئے ریشم بیچنے سے بھی منع کیا ہے، عورتوں کیلئے بیچنے کی اجازت دی ہے (المغنی لابن قدامہ ۶/۳۱۹)۔

امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کا انتقال ہو چکا تھا اور اس نے ترکہ میں مغنّیہ باندی اور ایک یتیم بچہ چھوڑا تھا، لڑکے کو اس باندی کے بیچنے کی ضرورت پیش آئی تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ بغیر بناؤ سنگار کے بیچ سکتے ہو، ان سے کہا گیا کہ بناؤ سنگار کے ساتھ بیچا گیا تو اس کی قیمت ۳۰ ہزار درہم ملے گی اور بغیر بناؤ سنگار کے ۲۰ دینار سے زیادہ قیمت نہیں ملے گی، تو امام احمدؒ نے فرمایا: بیچا جائے گا تو اسی شرط کے ساتھ ورنہ نہیں (المغنی لابن قدامہ ۶/۳۱۹)۔

(۳) امام احمدؒ سے منقول ہے: ''**یمنع الوکیل فی بیع الشیئ من إبتیاعه لنفسه، سداً للذریعة لأنه لایستقصی فی الغالب فی الثمن**'' (المغنی لابن قدامہ ۷/۲۲۸) (وہ وکیل فی البیع کو اپنے لئے خریدنے سے منع کرتے ہیں؛ کیونکہ وہ ثمن میں اضافہ کرنے کیلئے چھان بین اور تحقیق نہیں کرے گا جس کی وجہ سے اس پر عدم احتیاط اور چھان بین نہ کرنے کا الزام لگے گا)۔

(۴) اگر کسی شخص کی کھانے اور پانی کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو اور وہ ایسے شخص سے یہ چیزیں مانگے جسکے پاس یہ چیزیں ضرورت سے زائد موجود ہوں، لیکن وہ نہ دے، اب اگر بھوک پیاس کی وجہ سے یہ شخص مرجائے تو ابن قدامہؒ

لکھتے ہیں: ”**فأوجبوا عليه الضمان والدية لذلک ولسدّ ذريعة الشر والفساد ولبثّ روح التعاون بين الناس**“ (المغنی ۸/ ۴۲۲) (ایسے شخص پر ضمان اور دیت واجب ہوگی؛ تاکہ یہ چیز شر وفساد اور لوگوں کے درمیان باہم تعاون کی روح ختم ہونے کا ذریعہ نہ بنے)۔

امام شافعیؒ نے ”سد ذریعہ“ کے اصول کو رد کیا ہے اور اس کا انکار کیا ہے، اس کے باوجود بہت سے فروعی مسائل میں شافعیہ نے بھی اس اصول کو استعمال کیا ہے، چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) معذورین پر جمعہ واجب نہیں ہے بلکہ وہ جمعہ کی جگہ ظہر پڑھیں گے، چاہے جماعت سے پڑھیں یا تنہا تنہا، جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے، لیکن شافعیہ کے یہاں جماعت کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں اخفاء (چھپانا) مستحب ہے؛ تاکہ لوگ انھیں جمعہ ترک کرنے کا الزام نہ لگائیں، امام شیرازیؒ لکھتے ہے: ”**قال الشافعيؒ: أحب إخفاء الجماعة لئلا يتهموا في الدين**“ (المهذب للشيرازی ۱/ ۲۰۶) (امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ جماعت کا اخفاء کیا جائے؛ تاکہ لوگ دین (جمعہ کی جماعت) ترک کرنے کا الزام نہ لگائیں، امام شافعیؒ کا یہ حکم ”سد ذریعہ“ ہی کے استعمال کی وجہ سے ہے)۔

(۲) اگر کوئی چیز کام کیلئے اُجیر مشترک کے پاس رکھی گئی اور وہ چیز اس سے ضائع ہوگئی تو اس پر ضمان واجب ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں دو قول ہیں: (۱) ایک قول تو یہ ہے کہ اس پر ضمان واجب ہوگا (۲) اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر ضمان واجب نہیں ہوگا، امام شافعیؒ بھی اسی کے قائل ہیں کہ ضمان واجب نہیں ہوگا، اس کے بعد امام شیرازیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا: ”**ولكنه لايفتى به لفساد الناس**“ (المهذب ۲/ ۲۶۷)، لیکن لوگوں کے فساد و بگاڑ کی وجہ سے اس کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا ورنہ فاسق وفاجر لوگ اس کو لوگوں کے مال کو ناجائز طریقے پر کھانے کا ذریعہ بنالیں گے، امام شافعیؒ کا ”سد ذریعہ“ کے اصول کو استعمال کرنے کی یہ سب سے واضح دلیل ہے۔

(۳) ایسا مسافر جو سفر کی وجہ سے روزے سے نہ ہو اور دن میں وہ مقیم بن جائے یا ایسا مریض جس نے مرض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا اور وہ دن میں ٹھیک ہوجائے تو دونوں کیلئے مستحب ہے کہ بقیہ دن کھانے پینے سے رکے رہیں، لیکن امام شیرازیؒ لکھتے ہیں: ”**لايأكلان عند من لا يعرف عذرهما لخوف التهمة والعقوبة**“ (المهذب ۱/ ۳۲۷) (وہ دونوں ایسے شخص کے پاس نہ کھائیں جو ان دونوں کے عذر سے واقف نہ ہو تہمت اور سزا کے ڈر سے)؛ حالانکہ وہ معذور ہیں، کھانا جائز ہے، لیکن امام شافعیؒ نے ”سد ذریعہ“ کا استعمال کرتے ہوئے کھانے سے منع کیا۔

(۴) اگر وارث اپنے مورث کو قتل کردے تو اس کو وراثت سے محروم کردیا جائے گا؛ کیونکہ اس نے وراثت کے اس

حق کو جلدی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے جس کو شریعت نے اس کے لئے مؤخر کر رکھا تھا، لہٰذا بعض حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ اگر ایسے حق کے ساتھ اس کو قتل کیا جو قابل ضمان نہ ہو اور جس کی وجہ سے اس پر وراثت کو جلد حاصل کرنے کا الزام بھی عائد نہ ہوتا ہو تو اس کو وراثت سے محروم نہیں کیا جائیگا، مثلاً مورث نے اپنے زنا کا اقرار خود کرلیا، اس کے نتیجہ میں وارث نے اس کو قتل کر دیا اور اس پر میراث کو جلد حاصل کرنیکا الزام بھی عائد نہیں ہوا تو ایسی صورت میں وہ میراث کا حقدار ہوگا، لیکن امام شافعیؒ نے فرمایا: ''**حتی لایجعل ذریعة الی استعجال المیراث، فوجب أن یحرم بکل حال سداً للباب**'' (المھذب ۲/۴۰۷) (یعنی اگر یہ قتل میراث کو جلد حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنا ہو پھر بھی واجب ہے کہ ہر حال میں اسے میراث سے محروم کیا جائے تا کہ اس کا سد باب ہو سکے)۔

(۵) شافعیہ ہر اس چیز پر مکروہ کا حکم لگاتے ہیں جو کسی گناہ کے کام میں معاونت کا ذریعہ بنے، لہٰذا علامہ شیرازیؒ رقمطراز ہیں: ''**یکرہ بیع العنب ممن یعصر الخمر والتمر ممن یعمل النبیذ وبیع السلاح ممن یعصی اللہ تعالیٰ به، لأنه لا یأمن أن یکون ذلک معونة علیٰ المعصیة**'' (المھذب ۲/۲۱) (یعنی انگور کی بیع کرنا ایسے شخص سے جو اس سے شراب بنائے گا، اور کھجور کی بیع کرنا ایسے شخص سے جو اس سے نبیذ تیار کرے گا، اور ہتھیار کی بیع کرنا ایسے شخص سے جو اس کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کرے گا مکروہ ہے؛ کیونکہ ایسا شخص گناہ میں معاونت سے محفوظ نہیں رہ سکتا)۔

بہت سے فروعی مسائل میں حنفیہ کا عمل بھی ''سد ذریعہ'' پر ہے، اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) بیع آجال کی بعض صورتوں کو منع کرنے میں احناف بھی مالکیہ اور حنابلہ کے موافق ہیں۔

(۲) یوم الشک (یعنی شعبان کی ۳۰ تاریخ) کو روزہ رکھنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض احناف روزہ رکھنے کی افضلیت کے قائل ہیں اور بعض افطار کی افضلیت کے قائل ہیں، اور بعض نے کہا ہے: ''**یصام سراً ولایفتی به العوام لئلا یظنه الجهال زیادةً علی صوم رمضان**'' (بدائع الصنائع ۲/۵۶۴) (امت کے خواص (علماء ومفتیان کرام وغیرہ) کیلئے یہ حکم ہے کہ سری طور پر اور چھپا کر روزہ رکھ لیا جائیگا اور عوام کو اس کا فتویٰ نہیں دیا جائیگا؛ تا کہ ان پڑھ اور جاہل لوگ یہ نہ گمان کریں کہ رمضان کے روزے میں ایک روزہ کا اضافہ ہوگیا ہے)، یہ حکم احناف کے یہاں ''سد ذریعہ'' ہی کے طور پر ہے۔

علامہ کاسانیؒ نے نقل کیا ہے: امام ابو یوسفؒ کا قصہ ہے کہ وہ ہارون رشید کے دربار میں تشریف لائے اور وہ دن یوم الشک کا تھا تو انہوں نے لوگوں کو افطار کا فتویٰ دیا، ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ بھی روزہ سے نہیں ہیں؟ تو امام ابو یوسفؒ اس شخص کے قریب گئے اور اس شخص کے کان میں چپکے سے کہا: ''**أنا صائم**'' (میں روزے سے ہوں)۔

(۳) عوام النّاس کو ۳۰ شعبان یعنی یوم الشک میں انتظار کا حکم دیا جائیگا کہ وہ زوال شمس تک بغیر کھائے پیئے انتظار کریں اور زوال شمس تک اگر کوئی خبر نہ آئے چاند دیکھنے کی، تو پھر عوام کو افطار کا حکم دے دیا جائے گا؛ تاکہ عوام میں رمضان کے روزے میں ایک روزے کے اضافہ کا اعتقاد نہ پیدا ہونے پائے، محمد ہشام برھانی لکھتے ہیں: "**هذا تطبيق آخر يشهد لإعمال الحنفية لسد الذرائع**" کہ یہ حنفیہ کا ''سد ذریعہ'' کو عمل میں لانے کی دوسری دلیل ہے جو عوام کے تعلق سے بیان کی گئی (الذرائع للاستاذ البرھانی: ۶۵۲)۔

(۴) احناف کے نزدیک خاص طور پر نوجوان عورتوں کیلئے باجماعت نماز پڑھنے کیلئے مسجد جانا مباح نہیں ہے، علامہ کاسانیؒ نے ممانعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: "**لأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما أدى إلى حرام فهو حرام**" (بدائع الصنائع ۱/۶۶۸) (کیونکہ ان کا مسجد جانا فتنہ کا سبب ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز حرام تک پہنچائے وہ خود بھی حرام ہو جاتی ہے)، یہی ہے اصلاً ''سد ذریعہ'' جسکا استعمال حنفیہ نے کیا ہے۔

(۵) علماء احناف نے معتکف کے لئے حالت اعتکاف میں بیوی کو چھونے اور بوسہ لینے کو حرام قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے: "**ولاتباشروهن وأنتم عاكفون في المساجد**" حالانکہ اس آیت میں مباشرت یعنی جماع سے منع کیا گیا ہے، چونکہ یہ چیزیں دواعی وطی ہیں، ان کے ذریعہ انسان وطی تک پہنچ جاتا ہے اس لئے احناف نے ان کو بھی حرام کیا ہے، محمد ہشام برہانیؒ فرماتے ہیں: "**ومن المقرر عند الحنفية أن الوسيلة إلى الشئ حكمها حكم ذلك الشئ**" (سدّ الذرائع فی الشریعۃ: ۶۵۳) کہ حنفیہ کا اصول ہے کہ کسی چیز کے وسیلہ اور ذریعہ کا وہی حکم ہوتا ہے جو اصل چیز کا ہے، لہٰذا ''سدّ ذریعہ'' کا اعتبار کرنے میں اصل چیز تو یہی ہے۔

(۶) ایسی عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا (متوفٰی عنھا زوجھا) اور ایسی مطلقہ جس سے رجعت کا حق ختم ہو چکا ہو یعنی مطلقہ بائنہ یا ثلاثہ، انکے لئے حکم ہے کہ عدت کے زمانے میں بغیر عذر کے نہ خوشبو لگائیں نہ سرمہ لگائیں نہ خوشبودار تیل لگائیں، صاحب ہدایہؒ نقل فرماتے ہیں: "**فيه وجهان ماذكرناه من إظهار التأسف والثانى أن هذه الأشياء دواعى الرغبة فيها، وهى ممنوعة عن النكاح، فتجتنبها كيلا تصير ذريعة الى الوقوع في المحرَّم**" (الھدایہ ۲/۴۲۷) اس حکم کی دو وجہیں ہیں: (۱) اول وہ جو ہم نے ذکر کیا کہ افسوس کا اظہار کرنا (۲) ایسی چیزیں اس عورت کی طرف زیادہ رغبت دلاتی ہیں؛ حالانکہ اس عورت کو عدت کے زمانے میں نکاح سے منع کیا گیا ہے، تو وہ ان چیزوں سے باز رہے؛ تاکہ یہ چیزیں حرام میں پڑ جانے کا ذریعہ نہ بن جائیں۔

(۷) زندیق کی توبہ قبول کی جائیگی یا نہیں؟ جبکہ وہ مرتد ہو گیا ہو تو صحیح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ

اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں کی جائیگی، محمد ہشام برھانی نے نقل کیا ہے:"**لأن قبولها منه ذريعة إلى الاستخفاف بالدين واتخاذها جُنّة لأغراضه الخبيثة**"(کتاب الافصاح:٣٤٨/٨،احمد بن حنبل لابی زھرۃ:٣٧٣،الذرائع للبرھانی:٦٥٦)؛ کیونکہ اس کی توبہ قبول کرنا دین کو حقیر سمجھنے کا ذریعہ بن جائے گا جس کو وہ اپنے برے اور گندے مقاصد کیلئے بطور ڈھال کے اپنائے گا، لہٰذا احناف نے اس مسئلہ میں بھی ''سد ذریعہ'' ہی کے اصول کو استعمال کیا ہے۔

(٨) حائضہ عورت سے جماع کے علاوہ گھٹنا اور ناف کے درمیان کے حصہ سے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک فائدہ اٹھانا حرام ہے، اور یہی حکم امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی ہے، وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:"**لأنه سبب للوقوع في الحرام**"(کیونکہ یہ حرام میں پڑ جانے کا سبب اور ذریعہ ہے)(فتح القدیر ١/ ١٦٩، مجمع الفقہ الاسلامی ١٣٨/٩)۔

(٩) حنفیہ کے نزدیک عید الفطر کے بعد متصلاً شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں، کراہت کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ کاسانیؒ نے امام ابویوسفؒ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ:"**كانو يكرهون أن يتبعوا رمضان صوماً،خوفاً أن يلحق ذلک بالفريضة**"،رمضان کے ساتھ کسی روزہ کو ملانا یہ حضرات اس لئے مکروہ سمجھتے تھے کہ کہیں اس کو فرض روزہ کے ساتھ شامل نہ کرلیا جائے (بدائع الصنائع ٥٦٢/٢)۔

(١٠) ''سد ذریعہ'' کی فقہ حنفی میں ایک مثال یہ بھی ہے کہ ایک عورت اگر ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو (اپنے خاندان سے کم تر خاندان) میں نکاح کرلے تو اصل مذہب کے مطابق یہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے لیکن ولی کو اس پر اعتراض کا حق حاصل ہوتا ہے اور وہ اس نکاح کو قاضی کے ذریعہ فسخ کرواسکتا ہے لیکن اس مسئلہ میں حسن بن زیادؒ کی یہ روایت ہے کہ نکاح بالکل منعقد ہی نہیں ہوگا، متأخرین حنفیہ نے ''سد ذریعہ'' کے طور پر اسی روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے، درمختار میں ہے:"**ويفتى في غير الكفو بعدم جوازه اصلاً وهو المختار للفتوى لفساد الزمان**"(ردالمحتار علی الدرالمختار ١٥٧/٤)(یعنی غیر کفو میں نکاح کی صورت میں اس کے بالکل عدم جواز کا فتویٰ دیا جائیگا، یہی قول فساد زمانہ کی بناء پر فتویٰ کیلئے مختار ہے)۔

٦- اب جبکہ مقاصد کے ذرائع واسباب ان کے تابع ہوتے ہیں، اگر اسباب حرام تک پہونچانے والے ہوں تو حرام ہونگے، اور اگر کسی خیر تک پہونچانے والے ہونگے تو وہ مباح ہونگے اور ان کی اجازت ہوگی؛ کیونکہ کسی بھی مقصد کا ذریعہ اسی مقصد کے تابع ہوتا ہے اور وہ دونوں ہی شریعت میں مقصود ہوتے ہیں، لیکن ان میں ایک مقصد کی حیثیت سے مقصود ہوتا ہے اور دوسرا وسائل واسباب کی حیثیت سے مقصود ہوتا ہے، لہٰذا شرعی احکام میں مقاصد کے دو پہلو ہیں:(١) اطاعت (٢) معصیت، تو فقہاء نے بھی ذرائع کی اصطلاح دو طرح سے استعمال کی ہے:(١) سدّ الذرائع (٢) فتح الذرائع۔

سدّ الذرائع کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس چیز کا حرام کرنا جس کے ذریعہ اور وسیلے سے کسی مفسدہ اور معصیت تک پہونچا جائے۔
فتح الذرائع کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس چیز کو اختیار کرنا اور طلب کرنا جس کے ذریعہ اور وسیلے سے خیر حاصل ہو؛ کیونکہ اللہ تعالی نے کچھ چیزیں بعینہٖ واجب نہیں کیں؛ بلکہ دوسری مطلوبہ چیزوں کو وسائل وذرائع کے طور پر واجب کی ہیں۔

امام قرافیؒ لکھتے ہیں: "**إعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح فإن الذريعة هى الوسيلة كما أن وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعى للجمعة**" (الفروق للقرافی ۲/ ۳۳) (تم جان لو کہ جس طرح سے "سد ذریعہ" واجب ہے اسی طرح فتح ذریعہ بھی واجب ہے، اور ذریعہ کبھی مکروہ ہوتا ہے اور کبھی مندوب اور کبھی مباح؛ کیونکہ ذریعہ کہتے ہیں وسیلہ اور سبب کو، لہٰذا حرام کا وسیلہ وذریعہ حرام ہوتا ہے، اسی طرح واجب کا وسیلہ واجب ہوتا ہے جیسے جمعہ کے لئے سعی)، مفاسد کے درجات جیسے ہونگے ویسے اسباب وذرائع کے درجات مکروہ یا ممنوع یا حرام ہونگے، اور جس طرح مصالح کے درجات ہونگے اسی طرح اس کے ذرائع کے درجات واجب یا مندوب یا مباح یا مستحب ہونگے، جمہور علماء کا اُصول ہے کہ "**مالايتم الواجب إلا به فهو واجب**" یعنی جس کے بغیر واجب پورا نہ ہو تو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے، جیسے جمعہ فرض ہے تو اس کے لئے سعی بھی فرض ہے، اسی طرح بدکاری حرام ہے اور اجنبیہ عورت کو دیکھنا بھی حرام ہے؛ کیونکہ یہ بدکاری تک پہونچانے کا ذریعہ ہے (اصول الفقہ للزحیلی ۲/ ۸۷۴)۔

فتح ذرائع کی چند مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**يأيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع**" (الجمعۃ: ۹) (اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دے دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور کاروبار چھوڑ دو)، اس آیت میں اللہ تعالی سعی کا حکم دے رہے ہیں؛ حالانکہ یہ ایک وسیلہ وذریعہ ہے، سعی بذات خود مقصود نہیں ہے؛ بلکہ فرض نماز قائم کرنے کا ذریعہ ہے، اسی طرح جمعہ کی اذان کے وقت بیع کے چھوڑنے کا حکم دے رہے ہیں؛ حالانکہ نفس بیع سے روکنا مقصود نہیں ہے؛ کیونکہ اس کی شریعت نے اجازت دی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وأحل الله البيع**"، بلکہ نماز کے لئے سعی جیسے فریضہ کو حاصل کرنے کیلئے یہ حکم دیا جا رہا ہے۔

(۲) اللہ کا ارشاد ہے: "**انفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ**" (التوبہ: ۴۱) (نکلو ہلکے اور بھاری ہوکر اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو)، اللہ تعالی اس آیت میں مؤمنین کو نکلنے کا حکم کفار سے مڈبھیڑ کیلئے دے رہے ہیں؛ حالانکہ کفار کے مقابلہ میں آنے کیلئے، اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کیلئے "نکلنا" ایک وسیلہ اور ذریعہ ہے، جس کا ثبوت نفس آیت سے ہو رہا

ہے،اور ایسی بہت سی مثالیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔

(۳) اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:" فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ، ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ"(البقرۃ:۱۹۸-۱۹۹)(پھر جب عرفات سے کوچ کروتو مشعر حرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو،اور اسی طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تم کو بتایا ہے اور اس سے پہلے یقیناً تم بھٹکے ہوئے تھے، پھر (طواف کیلئے) اسی جگہ سے کوچ کرو جس جگہ سے لوگ کوچ کرتے ہیں اور اللہ سے مغفرت چاہو، بیشک اللہ تعالی بہت مغفرت فرمانے والا، غایت درجہ رحم فرمانے والا ہے)۔

کفار مکہ کا خیال تھا کہ چونکہ عرفات حدود حرم سے باہر ہے اس لئے ہم حرم میں رہنے والوں کو وہاں جانا مناسب نہیں ہے، ہمارے لئے صرف حرم کی تعظیم مناسب ہے نہ کہ حِل کی، وہ مزدلفہ ہی میں ٹھہرے رہتے اور باقی لوگ عرفات جاتے، یہاں حکم دیا جارہا ہے کہ جہاں جا کر لوگ پلٹتے ہیں تم بھی وہاں جا کر واپس ہو، اس کے بعد "ثم" کے کلمہ کے ذریعہ عطف کر کے اللہ تعالی مزدلفہ سے کوچ کرنے کا حکم دے رہا ہے؛ حالانکہ "کوچ کرنا" اس حج کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے جس کو اللہ نے اپنے اس فرمان "وأتموا الحج والعمرة" کے ذریعہ فرض کیا ہے۔

(۴) اللہ تعالی نے اپنے نبی موسیؑ اور انکے بھائی ھارونؑ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "اذْهَبا إِلى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغىٰ، فَقُولا لَهُ قَوْلاً لَيِّناً لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ" (طٰہ:۴۳-۴۴)(تم دونوں (موسی اور ہارون) فرعون کے پاس جاؤ، بے شک وہ طاغوت بن چکا ہے، پس تم دونوں جا کر اس سے نرم انداز میں گفتگو کرنا شاید وہ یاددہانی کر لے یا ڈر جائے)، اس آیت میں اللہ تعالی موسیؑ وہارونؑ کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دے رہا ہے حالانکہ "جانا" اللہ کے اس پیغام کے پہونچانے کا "وسیلہ" اور "ذریعہ" ہے، جسکو اللہ نے ان دونوں پر فرض کیا تھا۔

(۵) اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ"(یونس:۱۰۱)(کہہ دیجئے کہ دیکھو کیا کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور نشانیاں اور خبردار کرنے والے ایسے لوگوں کو کچھ فائدہ نہیں پہونچا سکتے جو مانتے نہیں)، اللہ تعالی اس آیت میں آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، سیارے، جمادات، نباتات، حیوانات، اور جوان کے اندر عجائبات اور نشانیاں ہیں، ان میں غور کرنے کا حکم دے رہا ہے؛ تاکہ اللہ کے وجود، اسکی قدرت، اسکی صفات، اور توحید پر دلیل عقلی قائم ہو جائے اور اس کے ذریعہ دل کے اندر ایمان پختہ ہو جائے اصلاً "غور کرنا" بذات خود مقصود نہیں ہے؛ بلکہ اس کا حکم اس لئے دیا گیا کیونکہ یہ ذریعہ اور وسیلہ ہے اس ایمان کے حاصل

ہونے کا جسے ہر انسان کو مکلّف بنایا گیا ہے۔

ہشام برھانیؒ نے ان تمام آیات کو ''فتح ذرائع'' کے دلائل کے طور پر پیش کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس اُصول کا ثبوت بھی نصوص قرآنیہ میں موجود ہے(الذرائع للبرھانی:۳۴۹)۔

لہذا مقاصد جس درجہ کے ہونگے وہی درجہ انکے ذرائع کا ہوگا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"ذٰلِکَ بِاَنَّھُمۡ لَا یُصِیۡبُھُمۡ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخۡمَصَۃٌ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَلَا یَطَئُوۡنَ مَوۡطِئًا یَّغِیۡظُ الۡکُفَّارَ وَلَا یَنَالُوۡنَ مِنۡ عَدُوٍّ نَّیۡلًا اِلَّا کُتِبَ لَھُمۡ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ''(سورۃ التوبہ:۱۲۰)(یہ اس لیے ہے کہ انکو اللہ کی راہ میں جو بھی پیاس اور تھکن اور بھوک لگتی ہے اور وہ جو بھی قدم کافروں کو غیظ وغضب میں لانے کے لئے اٹھاتے ہیں اور دشمنوں کو جو بھی زک پہنچاتے ہیں، اس پر انکے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے)،ان میں سے بہت سے عمل اور کام غیر اختیاری ہیں لیکن اللہ کے یہاں ان پر بھی نیکیاں لکھی جاتی ہیں؛ کیونکہ یہ سب کچھ اس جہاد کے وسیلہ کے سبب ہیں جو دین کو اعزاز بخشنے اور مسلمانوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے، لہٰذا ذریعہ کا ذریعہ اختیار کرنا بھی ثواب سے خالی نہیں ہے۔

مذکورہ دلائل اور مثالوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جس طرح ''سدّ ذرائع''فقہاء کا ایک اصول ہے اس طرح ''فتح ذرائع'' بھی ایک اصول ہے،اسکی بھی رعایت ضروری ہے؛ تاکہ شریعت کے اصل مقصد تک پہونچا جاسکے۔

۷- جب تعبیرات واصطلاحات میں فرق کے باوجود تقریباً تمام فقہاء ''سدذرائع'' کے اُصول کی رعایت کرتے ہیں، اگرچہ مصلحت ومفسدہ کے موازنہ میں اختلاف رائے ہے، کسی کے نزدیک کسی صورت میں مصلحت راجح ہوتی ہے اور فساد مرجوح، اور کسی کے نزدیک مصلحت کو مرجوح قرار دیا جاتا ہے اور فساد کو راجح قرار دیتے ہوئے اسکی ممانعت کا حکم دیا جاتا ہے،جس کی بنیاد پر قاضی مجاہدالاسلامؒ قاسمی فرماتے ہیں کہ ہماری معاشرتی زندگیوں میں بھی ایسے دسیوں مسائل سامنے آتے ہیں جن کے حل کیلئے اس اصول پر غور کیا جاسکتا ہے مثلاً ایک عورت کا شوہر مفقود ہے اور شوہر اتنی ملکیت چھوڑ گیا ہے کہ اس کی آمدنی سے وہ عورت اپنی کفالت کرسکتی ہے، سات، آٹھ سال تک شوہر کا انتظار کرنے کے بعد وہ قاضی کے یہاں درخواست بابت ''تفریق'' دیتی ہے، فقہ مالکی کے مطابق اسے مزید چار سال تک انتظار کا دینا ہوگا،لیکن اس عورت کی جواں عمری، ماحول کا فساد اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے قاضی کو ظن غالب ہے کہ مزید انتظار کا حکم اس برائی میں اس عورت کو مبتلا کردے گا جس سے بچانے کے لئے نکاح مشروع کیا گیا ہے،تو سد باب فتنہ اور خوف زنا کو بنیاد بنا کر قاضی اس عورت کا نکاح فوراً فسخ کرسکتا ہے(مباحث فقہیۃ:۸۴)۔

اسی طرح احقر کی رائے ہے کہ ''طلاق ثلاثہ'' جوکہ مباحات میں سے ہے،لیکن آج ہندوستانی معاشرہ میں اسلام کو

بدنام کرنے کا ایک ذریعہ بنا ہوا ہے جسکی وجہ سے حلالہ جیسا عمل بھی وجود میں آتا ہے جس پر آج مسلمان اس طرح عمل کررہے ہیں جیسے کوئی مستحب کام ہو، جبکہ اللہ اور رسول ﷺ کی ایسے شخص پر لعنت برستی ہے، ان فتنوں اور برائیوں کے سد باب کے لئے سدذرائع کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ''طلاق ثلاثہ'' پر پابندی عائد کی جائے؛ تاکہ کفار ومشرکین کا دین میں مداخلت کرنے کا یہ راستہ توکم ازکم بند ہوجائے، جبکہ امام صاحبؒ نے ایک مجلس کی تین طلاق کو بدعت کہا بھی ہے لیکن ''للحاجۃ إلی الخلاص'' کہہ کر مباح قرار دیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے فتنے معاشرہ میں جنم لے رہے ہیں۔

۸- لیکن ''سدذرائع'' کے اُصول کے تعلق سے یہ بات سمجھ لینی ضروری ہے کہ جو کام اپنی ذات میں جائز بلکہ طاعت وثواب بھی ہومگر مقاصد شرعیہ سے نہ ہو، اگراس کے کرنے پر کچھ مفاسد لازم آجائیں تو وہ کام ترک کردینا واجب ہوجاتا ہے بخلاف مقاصد شرعیہ کے کہ وہ لازم مفاسد کیوجہ سے ترک نہیں کئے جاسکتے، ورنہ یہ اشکال پیدا ہوگا کہ اللہ تعالی نے جہاد وقتال مسلمانوں پر لازم فرمایا ہے حالانکہ قتال کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ مسلمان کسی غیر مسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کریگا تو وہ مسلمان کو قتل کریگا اور مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے، تو اس اصول پر جہاد بھی ممنوع ہوجانا چاہئے، ایسے ہی ہماری تبلیغ اور اسلام اور تلاوت قرآن، نیز اذان اور نماز پر بہت سے کافر مذاق اڑاتے اور مضحکہ بناتے ہیں تو کیا ہم ان کے اس غلط رویہ کی بناء پر اپنی عبادت سے دست بردار ہوجائیں؟

صاحب روح المعانی نے نقل کیا ہے:''**ولذا لم یحضر ابن سیرین جنازۃ اجتمع فیھا الرجال والنساء وخالفہ الحسن قائلاً: لو ترکنا الطاعۃ لأجل المعصیۃ لأسرع ذلک فی دیننا للفرق بینھما**'' (روح المعانی ۷/۲۵۲) (یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ اور امام محمد بن سیرینؒ دونوں حضرات ایک جنازہ کی نماز میں شرکت کے لئے چلے، وہاں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی اجتماع ہے، اسکودیکھ کر ابن سرینؒ واپس ہوگئے لیکن حسن بصریؒ نے فرمایا کہ لوگوں کی غلط روش کی وجہ سے ہم اپنے ضروری کام کیسے چھوڑ دیں، نماز جنازہ فرض ہے اسکو اس مفسدہ کی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا، ہاں اسکی کوشش حتی المقدور کی جائیگی کہ یہ مفسدہ مٹ جائے)۔

لہذا مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمیؒ فرماتے ہیں کہ اس اصول کی نزاکتوں پر اسکی گہری نگاہ ہونا ضروری ہے، ورنہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد قرار دے کر، یا مصلحت ومفسدہ کی صحیح قدر وقیمت کا یقین نہ کرکے بناء دین کے انہدام کا موجب ہوجائے گا، اس لئے صحیح فقہی شعور کے بغیر ان نازک اصولوں کا استعمال خود ایسا ذریعۂ فساد ہے جسکا سدّ باب ضروری ہے۔

ہاں اگر جائز کام میں مبتلا ہونے کا صرف احتمال ہو، یقین یا غالب گمان نہ ہو تو پھر جائز کام پر صراحتاً عدم جواز کا

حکم نہیں لگایا جائے گا لیکن جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب نے نقل کیا ہے: مفتی ایسی مناسب تعبیر اختیار کرے گا کہ مستفتی اس جائز کام سے بھی رک جائے، مثال کے طور پر مفتی یوں کہے: ''یہ کام آپکے لئے مناسب نہیں ہے''، یا یہ کہے کہ ''اس کام سے بچنا ہی مناسب ہے''، یا یہ کہہ دے کہ '' میں آپ کو اس کام کی اجازت نہیں دیتا''، یا اس طرح کہہ دے کہ '' میں آپ کو اس کا مشورہ نہیں دیتا'' وغیرہ (أصول الافتاء وآدابہ: ٣٢٩)۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس وقت یہی طرز تعبیر اختیار فرمایا تھا، جب آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا تھا: ''**فلا آذن ثم لا آذن ثم لا آذن إلا أن يريد ابن أبي طالب أن يطلق ابنتي وينكح ابنته**'' (صحیح البخاری، کتاب النکاح: ٥٢٣٠) (میں اس کی اجازت نہیں دیتا، پھر میں اسکی اجازت نہیں دیتا، پھر میں اس کی اجازت نہیں دیتا سوائے اس کے کہ ابن ابی طالب یہ چاہے کہ میری بیٹی کو طلاق دیدے اور ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرلے؛ کیونکہ بیشک حضرت فاطمہؓ میرا جزء ہے، مجھے بھی وہ چیز تشویش میں مبتلا کرتی ہے جو اسے تشویش میں مبتلا کرتی ہے اور میرے لئے بھی وہ بات تکلیف دہ ہے جو اس کے لئے تکلیف دہ ہے)۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''**إن فاطمة مني وأنا أتخوف أن تفتن في دينها**'' (فاطمہؓ مجھ سے ہے اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اسے اس کے دین کے بارے میں فتنہ میں ڈال دیا جائے) لیکن اسی روایت میں آپ ﷺ نے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا: ''**واني لست أحرّم حلالا و لاأحلّ حراماً ولكن و الله لاتجتمع بنت رسول الله و بنت عدو الله أبداً**'' (صحیح البخاری: کتاب فرض الخمس: ٣١١٠) (اور میں کسی حلال کو حرام اور کسی حرام کو حلال نہیں کررہا ہوں لیکن اللہ کی قسم اللہ کے رسولؐ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کبھی بھی جمع نہیں ہوں گی)۔

اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کی تصریح فرمادی کہ یہ نکاح بذات خود حرام نہیں ہے، لیکن اس کے نتیجہ میں ایک بڑے ممنوع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اور وہ یہ کہ جب آپ ﷺ کی صاحبزادیؓ کی سوکن ابو جہل کی بیٹی بنے گی، تو ان کو تکلیف پہونچے گی، اور اس تکلیف کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کو تکلیف پہنچے گی، اس لئے اس نکاح سے منع کردیا گیا؛ کیونکہ تکلیف پہنچانے کا سبب وذریعہ حضرت علیؓ کا نکاح کرنا بنے گا۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب رقمطراز ہیں: ''**ويتبين من هذا الحديث أن الحكم على الذرائع أنها تُسَدُّ أو لا تُسَدُّ، يمكن أن يختلف من شخص إلى شخص، ومن حال إلى حال، فالمرجع في ذلك إلى الملكة الفقهية والذوق السليم الذي لايكاد يحصل إلّا بممارسةٍ طويلةٍ تحت إشراف أصحاب هذه الملكة**'' (أصول الإفتاء وآدابہ: ٣٢٩)۔

اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ ذرائع پر حکم لگانا کہ ان سے روکا جائے یا نہ روکا جائے، ممکن ہے کہ مختلف اشخاص اور مختلف حالات کی بناء پر الگ الگ ہو، لہٰذا اس سلسلے میں بھی اس ملکہ فقہیّہ (فقہی استعداد وصلاحیت) اور ذوق سلیم کی طرف ہی رجوع کرنا ہوگا، جو ایسی استعداد رکھنے والے حضرات کی نگرانی میں ایک طویل عرصے تک فتویٰ کا کام کئے بغیر عام طور پر حاصل نہیں ہوسکتا۔

لہٰذا احقر کی رائے بھی یہی ہے کہ اس اصول کے استعمال کی اجازت ہر ایک کو نہ دی جائے بلکہ مخصوص رکھا جائے ورنہ فتنہ کا اندیشہ ہے۔

☆☆☆

سد ذریعہ-ایک اہم فقہی اصول

مولانا محمد قمر الزماں ندوی☆

۱-ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی اور شرعی حقیقت:

''ذریعہ'' لغت میں وسیلہ وسبب کو کہتے ہیں (لسان العرب ۸/ ۹۳)، ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: **"الذريعة فی اللغة: هی الوسيلة التی يتوصل بها إلى الشئ، وعند علماء الأصول: هی ما يتوصل به الشئ الممنوع المشتمل على مفسدة إلا أن هذا التعريف مقصور على الذرائع المحرمة، والأنسب ما ذكره ابن القيم (فی كتابه أعلام الموقعين ۳/ ۱۴۷) وهو أن الذريعة: ما كان وسيلة وطريقا إلى الشئ، والمقصود من (الشئ) ليس هو المعموم، وانما يفهم من قرينة الكلام التحدث عن الذريعة فی الأحكام الشرعية من طاعة أو معصية"۔**

امام ابوزہرہ نے اپنی کتاب ''اصول الفقہ'' میں ذرائع کی شرعی اور اصطلاحی تعریف کی ہے: **"والذرائع فی لغته الشرعية ما يكون طريقا لمحرم ولحل"** (ذرائع کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ جو کسی حلال یا حرام کا سبب بنا ہو)۔

صاحب موافقات سد ذریعہ کی تعریف یوں کرتے ہیں: **"التوسل بما هو مصلحة إلى ما هو مفسدة"** (الموافقات ۴/ ۱۹۸)۔

''سد'' کے معنی ایسے ذریعہ اور واسطہ کو روکنے کے ہیں، پس مفسدہ کا ذریعہ بننے والی ظاہری مصلحت کو روک دینے کا نام ''سد ذریعہ'' ہے۔

غرض ''سد ذرائع'' ان اسباب وطریقوں پر بندش لگانا ہے جو کسی مصالح یا مفاسد کا موجب ہوں۔

سد ذرائع کی ضد فتح ذرائع ہے:

سد ذرائع میں ان ذرائع سے بحث کی جاتی ہے جو موجب فساد ہیں، اس لئے ''سد ذرائع'' کا مفہوم یہاں ان اسباب اور طریقوں پر روک لگانا ہے جو عمومی حالات میں مفسدہ اور ضرر کا ذریعہ بنتے ہیں، اور جن سے اکثر فساد پیدا ہونے

☆ استاذ مدرسہ نور الاسلام سرجونگر کنڈہ، پرتاپ گڑھ۔

اور ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہے، وہ اسباب اور ذرائع نہیں جو مصالح کے مطابق اور شریعت کی نگاہ میں مطلوب ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۷۴)۔

سدذرائع کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں:

یہ حقیقت ہے کہ شرع نے جن چیزوں کو ممنوع وحرام قرار دیا ہے ان کے مرتکبین کو عذاب وعقاب کی دھمکی دی ہے وہیں ان راستوں کو بھی مسدود کر دیا ہے جو شئی ممنوع تک پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ سدذرائع کے معتبر ہونے کی بابت کتاب وسنت میں کثرت سے نظیریں موجود ہیں، اللہ تعالی نے معبودان باطل کو اس لئے برا بھلا کہنے سے منع فرمایا کہ جواب میں وہ بھی اللہ کو برا بھلا کہیں گے، "**ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم**"، رسول اللہ ﷺ نے آفتاب کے طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا ہے کہ یہ کفار سے تشبہ کا ذریعہ بنے گا۔

حدیث میں حاملہ عورتوں پر حد قائم کرنے سے منع کیا گیا ہے؛ کیونکہ اس کی وجہ سے حمل کی ہلاکت یقینی ہے، "**نهى رسول الله ﷺ عن اقامة حد الزنا على الحامل حتى تضع لئلا يكون ذلک ذريعة إلى قتل ما في بطنها**" (اعلام الموقعين ۳/ ۱۶۶)۔

اسلام میں خرید وفروخت کی عام اجازت ہے، اللہ تعالی نے اس کو بقاء نوع انسانی کا ذریعہ بنایا ہے مگر اذان جمعہ کے بعد مسلمانوں کو خرید وفروخت سے منع کیا گیا ہے، اس وقت اس پر روک لگانے کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مشغول رہنے سے اور خرید وفروخت میں الجھے رہنے کی وجہ سے نماز جمعہ چھوٹ جانے کا قوی امکان اور اندیشہ ہے، اور اللہ تعالی نے جس کی طرف لپکنے کا حکم دیا ہے وہ مخدوش اور متأثر ہو رہا ہے۔

ایسے ہی حدیث میں کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے، صحابہ نے عرض کیا کہ انسان اپنے والدین کو کیسے گالی دے سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسان دوسرے کے والدین کو گالیاں دیتا ہے اور جواب میں دوسرا شخص بھی اس کے والدین کو گالی دینے لگتا ہے، اس حدیث میں دوسرے کے والدین کو برا بھلا کہنے سے اسی لئے روکا گیا ہے کہ یہ بالواسطہ اپنے والدین کو برا بھلا کہنا ہے، "**من الكبائر شتم الرجل والديه قالوا: يا رسول الله! وهل يشتم الرجل والديه؟ قال: نعم؛ يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه ويسبّ أمّه فيسبّ أمه**" (متفق علیہ)۔

ایسے ہی ایک موقع پر صحابہ کرامؓ کو "راعنا" کہنے سے روکا گیا اور اس کی جگہ "انظرنا" کہنے کی ہدایت دی گئی، "**يأيها الذين آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا**"؛ کیونکہ صحابہ کو اس تعبیر میں مخلص تھے مگر یہود اس تعبیر کا غلط استعمال کرتے تھے۔

سوال نمبر ۵ کے جواب میں مختلف فقہی مسالک میں ذرائع کی مثالیں ہم پیش کریں گے یہاں صرف موضوع کے تعارف کے لئے چند مثالیں ذکر کردی گئی ہیں۔

قرآن وسنت میں وسائل کی حیثیت:

قرآن وسنت میں وسائل کا درجہ اور اس کی حیثیت کیا ہے، شریعت نے اسے کس نظر سے دیکھا ہے، کیا شریعت نے اس کا لحاظ کیا ہے یا نہیں؟ ''سد ذریعہ'' کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ان چیزوں کا جاننا اور اس سے واقف ہونا ضروری ہے، ہم یہاں وسائل کی حیثیت اور درجہ قرآن وحدیث میں کیا ہے؟ اس کا اجمالاً تذکرہ کریں گے؛ تاکہ موضوع کے مالہ وماعلیہ کو سمجھنا آسان اور سہل ہو۔

جب ہم قرآن وحدیث پر نظر ڈالتے ہیں اور اس کے اصول وضوابط پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی نے جہاں مقاصد کو ملحوظ رکھا ہے، ان کی ادائیگی، یا ان سے اجتناب کا حکم فرمایا ہے وہیں ان اسباب ووسائل کا بھی پورا لحاظ کیا ہے جو کسی مصلحت یا مفسدہ کا سبب بنتے ہیں، شریعت نے جہاں کسی عمل پر پابندی عائد کی ہے وہیں ان ذرائع پر بھی بندش لگائی ہے، جو اس عمل کے داعی وسبب ہیں، اس مقام پر اس امر کا اظہار اور اس حقیقت کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ اسلامی شریعت کی بنیاد واساس عدل، رحمت، مصالح اور فطرت انسانی کے مطابق ہے، اسلام کے ہر قانون اور شریعت کے تمام احکام سے رحمت وعدالت کا ظہور ہوتا ہے، لہذا جو فعل اور عمل عدل ورحمت سے خالی ہوگا شریعت میں وہ ناجائز اور ممنوع ومحظور قرار پائے گا، اسی طرح وہ معاملات جو عام انسانی مصلحت کے خلاف ہوں جن سے انسانی سماج اور معاشرے میں ظلم وفساد رونما ہوتا ہے وہ بھی شریعت کی نگاہ میں ناجائز اور قابل مواخذہ ہوں گے، یہی وجہ ہے کہ شریعت نے جن مفاسد سے روکا ہے، ان کی جتنی راہیں ہیں ان سب کو بھی مسدود کیا ہے۔ شریعت نے فعل زنا سے روکا؛ اس کے مرتکب کے لئے سزائیں مقرر کیں تو وہیں مرد وزن دونوں کو غض بصر کا بھی حکم دیا؛ کیونکہ یہ اس جرم اور حرام کاری کا پیش خیمہ بن سکتا تھا، قرآن حکیم نے عورتوں کو اس طرح چلنے سے روکا کہ ان کے پازیب کی آوازیں سنی جائیں، قبرستان میں مساجد بنانے سے منع فرمایا اور قبر کی طرف نماز سے پڑھنے سے روکا گیا؛ کیونکہ اس سے بتدریج قبر پرستی اور کفر وشرک کی راہیں کھلنے کا خطرہ اور اندیشہ تھا۔

اسی طرح شریعت میں جو چیزیں مقصود وباعث اجر وثواب ہیں ان کی بجا آوری کی تاکید آئی ہے، ان کے ذرائع اور اسباب کو بھی اپنانے میں اجر وثواب رکھا ہے، چنانچہ نماز، اعلاء کلمۃ اللہ، اشاعت دین اسلام کے اہم فرائض اور عظیم مقاصد ہیں، تو ان کے ذرائع یعنی طہارت اور جہاد کو بھی عبادت قرار دیا گیا ہے، غرض جس طرح مقاصد یعنی مامور بہ مطلوب اور منہی عنہ قابل اجتناب ہے، اسی طرح وسائل بھی دونوں طرح کے ہیں، اگر وسیلہ امر مستحسن کا سبب ہے تو وسیلہ بھی مستحسن

ومطلوب ہوگا، اور وہ فتح ذریعہ کہلائے گا، اسی طرح ممنوع بات کا ذریعہ بھی ممنوع ومحظور قرار پائے گا اور اس کو شریعت کی اصطلاح میں سد ذریعہ کہا جائے گا (مستفاد از فقہ اسلامی: اصول وخدمات اور تقاضے رص ۲۸۱)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں کیا فرق ہے؟

قبل اس کے کہ ہم ذریعہ اور سبب کے مابین فرق کو واضح کریں دونوں کی جو الگ الگ تعریف ہے اس کو تحریر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں؛ تاکہ دونوں کے درمیان فرق کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

ذرائع کی حقیقت اس قول وعمل کو جو مصلحت ہے، مفسدہ کا سبب بنالیتا ہے، "**حقيقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلى ما هو مفسدة**" (الموافقات ۴/۱۹۸)، یعنی ذرائع وہ اعمال واقوال ہیں جو بظاہر حال مباح ہیں، لیکن انہیں کسی ممنوع عمل کا ذریعہ بنالیا جاتا ہے۔

لغت میں سبب کی تعریف ہے: "**اسم لما يتوصل به إلى المقصود، وفي الشريعة: عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه**"۔

لغوی تعریف: کسی چیز تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ، اسی لئے راستہ، رسی اور سیڑھی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، جمع: اسباب۔

اصطلاحی تعریف: کسی حکم سے متعلق وہ وصف خارجی جو اس حکم تک پہنچانے کا کسی طرح ذریعہ بنے، لیکن نہ تو اس وصف کی طرف حکم کے وجوب کی نسبت ہو اور نہ اس کے وجود کی، اس پر کوئی مواخذہ اور گرفت نہیں ہوتی، مثلاً چور کو کسی کے مال کا پتہ بتانا، جس کے نتیجہ میں وہ اسے چرالے، تو اس چوری کا سبب، خبر دینے والے کا خبر دینا ہے، اور محض ایسی خبر کوئی جرم اور قابل گرفت ومواخذہ حرکت نہیں ہے، اس لئے کہ صرف خبر نہ تو چوری کے لئے موجب ہوتی ہے اور نہ موجد، بلکہ اس خبر کے بعد چور اپنے ارادے سے چوری کرتا ہے (اصول الفقہ از مولانا عبیداللہ اسعدی رص ۶۰)۔

علماء نے سبب اور ذریعہ میں جو فرق واضح کیا ہے ہم اس کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں:

ذریعہ حکم تک پہنچنے کا واسطہ ہوتا ہے، جبکہ سبب حکم کی بنیاد ہوتا ہے، گویا ذریعہ کے بغیر حکم پایا جاسکتا ہے؛ جبکہ سبب کے بغیر حکم نہیں پایا جاسکتا؛ چنانچہ قاضی شریعت حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ سبب اور ذریعہ کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "**أما الفرق بينهما في الإصطلاح هو أن الذريعة يراد بها التوصل إلى محظور، والسبب هو ما يترتب عليه الشئ كان مقصودا أو غير مقصود**" (کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۱۴۳۶، مقالہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ)۔

سبب اور ذریعہ کے درمیان ایک اور فرق ہے جو بہت باریک ہے، وہ یہ ہے کہ ذریعہ خاص ہوتا ہے اور سبب عام، اس معنی کر کے کہ ذریعہ کے لئے فاعل کا فعل اور اس کا ارادہ ہونا ضروری ہے، جبکہ سبب میں ارادہ نہیں پایا جاتا ہے، جیسے دخول وقت نماز کے وجوب کے لئے، اس میں مکلّف کا ارادہ قطعاً موثر نہیں ہوتا۔

"الفرق بينهما يأتي من جهة، أن الذريعة لا يكون إلا بفعل فاعل وقصده أحيانا، وعلى هذا فهي فعل دائما، كما أنها فعل في مقدور المكلف أما السبب فهو أعم من أن يكون فعلا كدخول الوقت لإيجاب الصلاة" (کتاب مجلۃ مجمع الفقہ الاسلامی ۹/۶/۷ ۱۳)۔

شیخ عبد الکریم زیدان نے ان الفاظ میں فرق کو واضح کیا ہے: "إن الذريعة تختلف عن السبب في الاصطلاح، لأن السبب في الاصطلاح هو ما جعله الشارع علامة على وجود الحكم الشرعي، بحيث يوجد هذا الحكم عند وجوده وينعدم عند عدمه" (الوجیز فی أصول الفقہ ۴۹)۔

مجلّہ الفقہ الاسلامی میں ہے: "فالسبب لا يعدو عن كونه أمارة لوجود الحكم وعلامة لظهوره وقد يكون بفعل المكلف وفي قدرته كالسفر لإباحة الفطر وقد يكون خارجا عن إرادته ومقدوره كدلوك الشمس لوجوب الصلاة–في حين أن المقصود بالذرائع هنا،هي الوسائل التي سلكها المكلف باختياره اي نفس الفعل، والوسيلة غير العلامة والأمارة ومن هنا كان الفرق بين الذريعة والسبب" (کتاب مجلۃ الفقہ الاسلامی ۹/۱۲۱۸)۔

۳-سدذرائع کی حجیت-اور ائمہ فقہ کے مسالک:

سدذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے مسالک اور ان کی نشاندہی ذیل کی تحریروں میں پیش ہے:

اس اصل فقہی اصول کے استعمال میں فقہاء مالکیہ وحنابلہ معروف ہیں، ان کے یہاں یہ اصول فقہ کی اصل اور بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے، امام ابن قیمؒ تو فرماتے ہیں: "إن سدّ الذرائع ربع الدين"، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے بھی بعض حالات میں سدذریعہ کو اصول کے طور پر مانا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور بعض دیگر حالات میں اس سے دامن بھی بچایا ہے یعنی اس اصول پر عمل کرنے سے انکار کیا ہے، شیعوں کے یہاں بھی سدذرائع کو فقہی اصول اور ضابطہ کی حیثیت حاصل ہے، "وكذلك الشيعة أخذوا به" (الاصول العامۃ ۴۱۴)، علامہ ابن حزمؒ نے سرے سے ذرائع کا انکار کیا ہے، وہ اس اصول پر عمل کرنے اور اس کو فقہی اصول کے طور پر تسلیم کرنے کے سخت منکر تھے، اس کے رد میں ان کی سخت تحریریں ان کی کتابوں میں موجود ہیں (تفصیلی گفتگو آگے آرہی ہے)۔

سدذرائع احناف کے یہاں:

اس فقہی اصول ''سدذرائع'' کے استعمال میں فقہاء مالکیہ وحنابلہ معروف ہیں، لیکن احناف اور شوافع کے یہاں بھی کثرت سے اس کا استعمال ہوا ہے۔

علامہ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: "اعتبر الإمامان: مالک واحمد مبدأ الذرائع أصلا من اصول الفقه، وقال ابن القيم: إن سد الذرائع ربع الدين، وأخذ به الشافعي وأبوحنيفة فی بعض الحالات، وأنكرا العمل به فی حالات أخرى وكذلک الشيعة أخذوا به وأنكره ابن حزم الظاهری مطلقا"(اصول الفقہ الاسلامی ۲/۱۸۷)۔

سدذرائع شافعیہ کےنزدیک:

امام شافعیؒ نے بھی ذرائع کو حیثیت دی ہے اور بہت سے مسائل میں سدذرائع پر عمل کیا ہے، چنانچہ امام شافعیؒ نے اپنی کتاب ''الأم'' میں تحریر فرمایا ہے:

"وفی منع الماء ليمنع به الكلأ الذی هو من رحمة الله عام يحتمل معنيين:أحدهما أن ماكان ذريعة إلى إحلال ما حرم الله لم يحل، وكذلک ما كان ذريعة إلى إحلال ما حرّم الله–ثم أضاف قائلا:فإن كان هذا هكذا، ففی هذا ما يثبت أن الذرائع إلى الحلال والحرام تشبه معاني الحلال والحرام، وقال الشافعي:يترک الأضحية أحيانا اعلاما بعدم وجوبها، ولكن فی مسئلة بيوع الآجال عارض القول بسدّ الذرائع عنده دليل آخر، ورجع على غيره، فأعمله، فترک سدّ الذريعة لأجله، وذلک الدليل هوأنه لا يتهم من لم يظهر منه قصد إلى الممنوع، ومالک وغيره يعمل بالتهمة بسبب ظهور فعل اللغو، وهو حال على القصد إلى الممنوع"۔

سدذرائع فقہ حنبلی میں ایک اہم اصول:

امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں مصالح مرسلہ ہی کی طرح ذرائع بھی ان اصولوں میں سے ہے جو فقہ حنبلی کو دوسری دبستان فقہ سے ممتاز کردیتا ہے، جس کی تفصیلات ''المدخل إلی مذہب الامام احمد'' اور ''الموافقات'' میں دیکھی جاسکتی ہے، امام ابن قیمؒ جو فقہ حنبلی ہی کے اصلا شارح اور ترجمان ہیں وہ کہتے ہیں: "إن سد الذرائع ربع الدين"(اعلام الموقعین ۳/۱۷۱)۔

علامہ ابن قیمؒ نے ''أعلام الموقعين'' میں سدذرائع کے ۹۹ وجوہات ذکر کئے ہیں، جو دلالت کرتے ہیں کہ سدّ ذرائع کی اصل کو سامنے رکھتے ہوئے یہ چیزیں حرام یا ممنوع ہیں۔

"أفاض ابن القيم فی ذكرها، حتی إنه أورد تسعة وتسعين وجها للدلالة علی سد الذرائع والمنع منها"(أعلام الموقعين ۳/۱۴۹-۲۱۷)۔

سدّ ذرائع فقہ مالکی میں:

فقہ مالکی میں بھی اس اصول کا استعمال بہت زیادہ ہے، ان کے یہاں اس کو فقہی اصل کا درجہ حاصل ہے، علامہ قرطبی لکھتے ہیں:"سد الذرائع ذهب إليه مالک وأصحابه، وخالفه اكثر الناس تأصيلا، وعملوا عليه فی اكثر فروعهم تفصيلا"،"وقال القرافی:مالک لم ينفرد بذلک، بل كل أحد يقول بها، ولا خصوصة للمالكية بها، إلا من حيث زيادتهم فيها"۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:"اعتبر الإمامان: مالک وأحمد مبدأ الذرائع أصلا من أصول الفقه"، شیعہ حضرات کے یہاں بھی ذرائع کا اعتبار کیا جاتا ہے؛ ان کے یہاں بھی اس کو اصول کا درجہ حاصل ہے۔

علامہ ابن حزم کی نظر میں سد ذرائع:

علامہ ابن حزمؒ (اور دیگر ظاہری حضرات) نے سد ذرائع کا سرے سے انکار کیا ہے؛ بلکہ اس کے قائلین کے خلاف سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ علامہ وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:"أنكر ابن حزم أصل الذرائع لأنه من أبواب الاجتهاد بالرأي، وهو عدو الرأي كله، وقد خصص الصفحات الأولی من الجزء السادس فی كتابه الإحكام للرد علی القائلين بالذرائع والإحتياط"، آگے لکھتے ہیں:"وابن حزم فی هذا يلتقی مع الإمام الشافعی، فيحكم بأن التحريم والتحليل لايثبت بالظن، ومن حرم الذرائع فقد حرم بالظن، والله تعالی يقول: إن الظن لا يغنی من الحق شيئا" (یونس ۱۰/۳۶)، نیز ڈاکٹر زحیلیؒ نے علامہ ابن حزمؒ پر اور ان کی اس رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:"والحقيقة أن ابن حزم أنكر الذرائع تمشيا مع مبدئه ، وهو الأخذ بظواهر الالفاظ فقط، دون الإتجاه إلی المعانی يعهدها النص، وقد أدی به تعصبه لهذا المبدأ إلی إنكار ما اتفق العلماء علی اعتباره وإلغائه، كما يتضح من تجويزه شهادة الأصول والفروع والأزواج والأصدقاء بعضهم بعض ماداموا عدولا؛ لأن التهمة مظنونة والعدالة مؤكدة"(اصول الفقہ الإسلامی ۲/۲۰۲)۔

۴-سد ذرائع کے درجات:

اصحاب فقہ وفتاوی نے ذرائع کے چار درجات بیان کئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

۱-پہلی قسم وہ ہے جو یقینی طور پر موجب فساد ہوتی ہے، جیسے کسی کے دروازہ کے سامنے گڑھا کھودنا، یا عام گزرگاہ اور

شاہ راہ میں کنواں کھودنا، ظاہر ہے کہ تاریکی میں گزرنے والے کا اس میں گرنا اور ڈوبنا یقینی ہے۔

۲- دوسری قسم وہ ہے جو اتفاقاً فساد کا سبب بنتی ہے، یعنی اس کے نتیجے میں ضرر کا پیدا ہونا نادر اور اتفاقی ہوتا ہے، جیسے انگور کی زراعت یا ان غذاؤں کی خرید وفروخت کرنا جو بعض حالتوں میں قابل ضرر ہوتے ہیں، انگور سے زیادہ تر (اور عام اوقات میں) منافع وابستہ ہیں، لیکن کبھی کبھی شراب بننے کی وجہ سے باعث ضرر بھی ہوتا ہے اور یہ پہلو نادر اور اتفاقی ہے۔

۳- تیسری قسم وہ ہے جس میں فساد کی حالت غالب رہتی ہے، یعنی اکثر وبیشتر فساد کا موجب ہوتی ہے، مثلاً جنگ کے زمانہ میں حربیوں سے اسلحہ وغیرہ کی فروخت یا شراب کے کاروبار کرنے والوں سے انگور فروخت کرنا۔

۴- چوتھی قسم وہ ہے جو کثرت سے فساد کا سبب بنتی ہے مگر اکثر نہیں یعنی فساد کا واقع ہونا نہ نادر ہے اور نہ اکثر، البتہ بسا اوقات فساد کا ذریعہ بنتی ہے، مثلاً ایسا عقد جو ''ربا'' کا ذریعہ بنتا ہے، جیسے کوئی عقد سلم ''ربا'' کے ارادے سے کرے، اس قسم میں اور تیسری قسم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ وہاں اکثر ہوتا ہے اور یہاں کثیر تو ہوتا ہے لیکن اکثر نہیں۔

ذرائع کے ان درجات میں فقہاء کی رائیں:

ذرائع کے پہلے تین درجات میں ائمہ اربعہ متفق ہیں، یعنی پہلا اور تیسرا درجہ یہ دونوں سب کے نزدیک معتبر ہیں اور دوسرا درجہ غیر معتبر ہے، البتہ چوتھے درجہ میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے اس کا اعتبار نہیں کیا ہے، یعنی ایسے ذریعہ کو ممنوع قرار دیا ہے؛ کیونکہ اس میں فعل کی اجازت یقینی ہے اور اس پر فساد کا پیدا ہونا ظن کے درجہ میں ہے، اور ظاہر ہے کہ یقین کے رہتے ہوئے ظن کا اعتبار نہیں ہوتا ہے؛ جبکہ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس فساد کے پہلو کو ترجیح دیتے ہوئے اسے معتبر قرار دیا ہے اور ایسے ذریعہ کو بھی ممنوع قرار دیا ہے؛ کیونکہ یہاں ایک طرف شریعت کی اجازت ہے اور دوسری طرف اس میں فساد وضرر کا کثیر الوقوع ہونا اور فساد کا دور کرنا کسی مصلحت کے حصول پر مقدم ہے، اس لئے ایسے ذرائع بھی ممنوع ہوں گے (اصول الفقہ لأبی زہرہ بحوالہ فقہ اسلامی ص ۲۸۳- ۲۸۴)۔

۵- سد ذرائع کی مثالیں مختلف مسالک میں:

سد ذریعہ اس فقہی اصول کا استعمال تقریباً تمام ائمہ اربعہ کے یہاں پایا جاتا ہے، اگرچہ فقہاء مالکیہ وحنابلہ معروف ہیں، شوافع کے یہاں بھی مخصوص حالات اور صورتوں میں ''سد ذریعہ'' کا استعمال ہے اور اس اصول کی بنیاد پر بہت سے مسائل کا اخذ واستنباط فقہاء شوافع نے کیا ہے، لیکن ان کے یہاں اس میں بہت زیادہ احتیاط وتحفظ ہے، بہت سی صورتوں میں ''سد ذریعہ'' میں امام شافعیؒ اور ان کے متبعین علامہ ابن حزمؒ کے ساتھ ہیں، شوافع کا ان سے توافق ہے کہ سد ذریعہ یہ ظن ہے اور اس سے کسی اصل اور حقیقت تک رسائی نہیں ہوسکتی، ''ثم إن ابن حزم بعد هذا النقد يلتقي مع الشافعيؒ فيحكم

بأن التحريم والتحليل لايثبت بالظن، وحرم الذرائع فقد حرم بالظن والله تعالى يقول: إن الظن لا يغني من الحق شيئا" (یونس:۱۰/۳۶، اصول الفقہ الإسلامی ۲/۲۰۱)۔

حنفیہ کے یہاں بھی کثرت سے اس کا استعمال موجود ہے، اس سلسلہ میں جزئیات کا نقل کرنا اور مثالوں کا بہت زیادہ احاطہ کرنا تو خاصا طوالت کا باعث ہوگا لیکن اس سلسلہ میں چند قواعد اور پھر کچھ مثالیں تمام مسالک کی فقہ سے پیش کرنے کی کوشش کررہے ہیں، پہلے فقہاء احناف سے منقول چند قواعد ذکر کرتے ہیں، جن کی روح یہی "سدذریعہ" ہے:

"**ما أدى إلى الحرام فهو حرام**" (جو حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے)، "**سبب الحرام حرام**" (سبب حرام بھی حرام ہے)، "**إن هذه الأشياء دواعي الرغبة وهي ممنوعة من النكاح فتجتنبها كيلا تصير ذريعة إلى الوقوع في المحرم**" (یہ باتیں رغبت پیدا کرنے کے محرکات ہیں، حالانکہ ابھی عورت کے لئے نکاح جائز نہیں ہے، لہٰذا عورت ان چیزوں سے اجتناب کرے گی) (قاموس الفقہ ۴/۱۴۲)۔

علامہ ابن ہمامؒ نے ایک معاملہ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ: "**إنما ذمت العقد الأول لأنه وسيلة وذمت الثاني لأنه متصور الفساد**" (فتح القدیر ۵/۲۰۹ بحوالہ قاموس الفقہ ۴/۱۴۲)۔

سدذرائع کے نظائر احکام شرع میں:

۱- قرآن مجید میں فرمایا گیا: "**ولاتسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغير علم**" (سورۂ انعام:۱۰۸) (یہ کفار اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن معبودوں کو پوجتے ہیں تم لوگ انہیں برا نہ کہو کہ وہ بھی اللہ کو ضد میں بے جانے بوجھے برا نہ کہیں)، ظاہر ہے کہ معبودان باطلہ، معبودان باطلہ ہیں، ان کو برا کہنا بذات خود کوئی شر اور برائی نہیں، لیکن اس کے ردعمل میں اللہ کو برا کہے جانے کا عمل بہت برا ہے، اس لئے قرآن نے اس ذریعہ شر کو ممنوع قرار دیا۔

۲- حدیث رسول اللہ ﷺ میں طلوع وغروب شمس کے وقت نماز سے منع کیا گیا ہے اور اس طرح کفار کے ساتھ مشابہت سے روکنا مقصود ہے کہ ان اوقات میں سجدہ سے یہ مشابہت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کو نکاح میں جمع کرنے سے روکا گیا کہ یہ قطع رحم کا موجب ہے، حضور ﷺ نے قرض دینے والے کو مقروض سے ہدیہ لینے سے منع فرمایا کہ اس کے نتیجے میں قرض سے نفع حاصل کرنے کا رجحان پیدا ہوگا۔

۳- حضرت عمر فاروقؓ نے اس درخت کے پاس نماز پڑھنے سے روک دیا جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی، بلکہ اس درخت ہی کو کٹوا دیا کہ اس مباح عمل کے نتیجے میں خطرہ تھا کہ صنم پرستی کا قدیم رجحان نہ لوٹ آئے، حضرت عمرؓ نے اس موقع پر لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا: "**أراكم أيها الناس رجعتم إلى العزّى، ألا لا أوتى منذ اليوم بأحد عاد**

لمثلها إلا قتلته بالسيف كما يقتل المرتد، ثم أمر بها فقطعت" (اے لوگو! میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ عزی کی طرف لوٹ گئے ہو، سن لو آج سے کوئی آدمی میرے پاس ایسا لایا گیا جس نے یہ کام کیا ہو تو میں اسے تلوار سے قتل کردوں گا جیسے مرتد کو قتل کیا جاتا ہے، پھر سیدنا عمرؓ نے حکم دیا اور اس درخت کو کاٹ دیا گیا)۔

۴-مرض الموت کی طلاق کا نتیجہ عورت کو وراثت سے محروم کرنا ہے، اس لئے سیدنا عثمانؓ نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی مطلقہ زوجہ کو وارث قرار دیا؛ حالانکہ عدت بھی گزر چکی تھی، اور قاضی شریح کے استفسار پر سیدنا عمرؓ نے یہ رائے دی کہ اگر عدت میں شوہر کی وفات ہوجائے تو عورت کو وراثت ملے گی، ظاہر ہے کہ طلاق جو ایک امر مباح ہے، مخصوص صورت پیدا ہوجانے کی وجہ سے وراثت سے محرومی کا موجب بن رہی ہے، پس اگرچہ شوہر کا یہ مقصود نہ ہو، لیکن اس کے عمل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، اس لئے باب وراثت میں اس طلاق کے اثر کو سد ذریعہ کے طور پر کالعدم قرار دیا گیا ہے (مباحث فقہیہ از حضرت قاضی مجاہد الاسلام قاسمی/ص ۸۳)۔

۵-سد ذریعہ کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ جب منافقین کی بعض گھناؤنی حرکتوں پر حضرت عمرؓ نے یہ اجازت چاہی کہ انہیں ہم قتل کردیں، تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے منع کیا کہ اگر ہم انہیں قتل کریں گے تو یہ بات مشہور ہوگی کہ "محمد" (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں، اس سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے منافقین کو قتل کرنے سے منع کیا؛ حالانکہ ان کے گھناؤنی اور سازشی اعمال انہیں قتل کا مستحق بنا چکے تھے۔

۶-حدیث وسیر سے سد ذریعہ کی ایک مثال فقہاء نے یہ دی ہے کہ اہل قریش نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب خانہ کعبہ کی تعمیر کی تو مالی تنگی کی وجہ سے خانہ کعبہ کا ایک حصہ اس میں شامل نہیں کیا، جو حطیم کے نام سے معروف ہے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمہاری قوم ابھی نئی نئی اسلام لائی ہے تو میں خانہ کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ اس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر ازسرنو کرتا، اور حطیم کو کعبہ میں شامل کرتا، ظاہر ہے کہ بناء ابراہیمی پر کعبہ کی تعمیر نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس خیال سے اس کام کو انجام نہیں دیا کہ کہیں قریش کے لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوجائے کہ ہمارے باپ دادا کی تعمیر کو منہدم کیا جارہا ہے اور اس سے خدانخواستہ دل میں کدورت پیدا ہو جو ان کے ایمان کو متاثر کردے۔

۷-ذرائع کا مطلب جیسا کہ پہلے بھی اس کا تذکرہ آچکا ہے کہ مطلوب تک پہنچنے کے لئے جو اشیاء درکار ہیں وہ بھی مطلوب ہیں اور ممنوع تک جو چیزیں پہنچاسکتی ہیں وہ بھی ممنوع ہیں، مثلاً نماز جمعہ واجب ہے اور شریعت نے اس کے لئے سعی کو بھی واجب کیا ہے، لیکن اس راہ میں خرید وفروخت ایک رکاوٹ ہے اس لئے وہ بھی ممنوع ہوگا، ہتھیار اور اسلحوں کی خرید

وفروخت بالکل جائز ہے،لیکن یہی کام اگر فتنہ اور فساد کے زمانہ میں کیا جائے تو ناجائز ہوگا؛ کیونکہ فتنہ وفساد کے زمانہ میں ہتھیار بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ فتنہ میں اضافہ کا سامان فراہم کررہے ہیں، زنا حرام ہے اس لئے اس تک پہنچانے والی چیز جو بھی ہوگی وہ بھی حرام ہوگی یعنی زنا کے ساتھ دواعی زنا بھی حرام ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے سد ذرائع کی جو قولی وعملی مثالیں احادیث سے پیش کی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱-"الحديث السابق الذى ينهى عن شتم الرجل أبوي غيره-حتى لا يكون ذريعة إلى سبّ أبويه نفسه، لأن سبّ الغير يؤدى إليه"۔

۲-"إن الشارع نهى عن خطبة المعتدة، لأنه قد يجرّ إلى ما هو أكبر منه، وهو الزواج فى العدة"۔

۳-"نهيه عليه الصلاة والسلام عن بيع وسلف، مع أنه لو أفرد أحدهما عن الآخر يصح، لئلا يؤدى إلى الربا.

۴-"نهى النبى ﷺ وأصحابه المقرض عن قبول الهدية المقترض، حتى يحسبها من دينه، لئلا يتخذ ذريعة إلى تأخير الدين لأجل الهدية فيكون ربا"۔

۵-"إن الشارع منع أن يكون للقاتل ميراث، لكيلا يتخذ القتل سبيلا لتعجيل الميراث"۔

۶-"اتفق الصحابة على قتل الجماعة بالواحد، مع مافيه من عدم المساواة وذلك لكيلا يكون ذريعة إلى الإجرام، ولا عقاب عليه"۔

۷-"إن الله سبحانه و تعالى منع رسول الله ﷺ لمّا كان بمكة من الجهر بالقرآن، حتى لا يسبّوا القرآن ومن أنزله ومن جاء به، ثم علق ابن تيمية قائلا: والكلام فى سد الذرائع واسع لا يكاد ينضبط ولم نذكر من شواهد هذا الأصل إلا ما هو متفق عليه أو منصوص عليه، أو مأثور عن الصدر الأول شائع عنهم، اذ الفروع فيها منها ما يحتجّ لها بهذه الأصول، ومنها مالا يحتجّ بها" (اصول الفقہ الاسلامی ۲/۱۸۹-۱۹۰)۔

مذاہب اربعہ میں سد ذرائع سے متعلق مثالیں اور جزئیات بے شمار ہیں، علامہ ابن قیمؒ نے سد ذرائع سے متعلق ۹۹ مثالیں اعلام الموقعین میں درج کی ہیں، اور یہ بھی فرمایا ہے: **"وباب سد الذرائع أحد أرباع التكليف، فإنه أمرونهي، والأمر نوعان، أحدهما: مقصود لنفسه، والثاني: وسيلة إلى المقصود، والنهي نوعان، أحدهما: ما يكون المنهي عنه مفسده فى نفسه، والثاني:ما يكون وسيلة إلى المفسدة، فصار سد الذرائع المفضية إلى الحرام أحد أرباع الدين"** (أعلام الموقعين ۳/۱۲۶)۔

غرض قرآن وحدیث میں ان اسباب وذرائع کونہایت واضح طور پر مسدود کردیا گیا ہے جومفاسد ونقصان کا سبب بنتے ہیں، علامہ ابن قیمؒ نے ''اعلام الموقعین'' میں سد ذرائع کی مثال اور شریعت میں اس کی اصل واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے:''إن الله تعالى أمر بغض البصر سدا لذريعة الإراداة–والشهوة المفضية إلى المحظور أنه ﷺ حرم الخلوة بالأجنبية ولوفي إقراء القرآن''،اس لئے فی الجملہ سد ذرائع کی بحث فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے؛البتہ اس کی بعض صورتوں میں اختلاف ہے،جس کی تفصیلات یہاں ذکر کرنا ناممکن اور دشوار ہے،قاضی مجاہدالاسلام قاسمیؒ تحریر فرماتے ہیں:فقہاء کی کتابوں کے استقراء سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ تعبیرات میں فرق کے باوجود تقریباً سبھی فقہاء''سد ذرائع'' کے اصول کی رعایت کرتے ہیں، یہ علاحدہ امر ہے کہ مصلحت ومفسدہ کے موازنہ میں اختلاف رائے ہو،کسی کے نزدیک کسی صورت میں مصلحت راجح ہوتی ہے اور فساد مرجوح وناقابل لحاظ،اور ایسی صورت میں دوسرا فقیہ مصلحت کو مرجوح قرار دے اور فساد کو راجح قرار دیتے ہوئے اس کی ممانعت کا حکم دے(مباحث فقہیہ ص ٨٤)۔

٦-فتح ذرائع کی حقیقت:

بعض علماء اصول نے اپنی کتابوں میں سد ذرائع کے ساتھ فتح ذرائع پر بھی بحث کی ہے اور اس کو بھی موضوع بحث بنا کر ایک اصل کے درجہ میں رکھا ہے،خاص طور پر مالکی فقیہ امام قرافیؒ نے اس پر سیر حاصل بحث کی ہے،امام قرافی مالکیؒ نے یہاں تک لکھا ہے،جس طرح سد ذرائع واجب ہوتا ہے،اسی طرح بسا اوقات فتح ذرائع بھی واجب ہوتا ہے۔

امام قرافیؒ لکھتے ہیں:''**اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها، يجب فتحها، وتكره، وتندب وتباح، فإن الذريعة هى الوسيلة، فكما أن وسيلة المحرم محرمة، فوسيلة الواجب واجبة كالسعى للجمعة والحج**''(الفروق للقرافی ٢/٣٣)۔

اگر ہم قرآن مجید اور احادیث نبوی میں غور وتدبر کریں توہمیں فتح ذریعہ کی متعدد آیات اور مثالیں مل سکتی ہیں،ذیل میں چند ایسی ہی آیات ہم ذکر کررہے ہیں،جن سے فقہاء اور اہل اصول نے فتح ذرائع کی حجیت پر استدلال کیا ہے:

١-''**إذهبا إلى فرعون إنه طغى فقولا له قولا ليّنا لعلّه يتذكر أو يخشى**'' (طہٰ:٤٣)۔

٢-''**انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا بأموالكم وأنفسكم فى سبيل الله الخ**'' (التوبۃ:٤١)۔

٣-''**يا أيها الذين آمنوا إذا نودى للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذروا البيع**''(جمعہ:٩)۔

شریعت میں جو چیزیں مقصود ومطلوب ہیں، باعث اجر ہیں،مصالح کے مطابق اور شرع میں جائز ومستحسن ہیں،ان کی بجا آوری کی تاکید آئی ہے،ان کے اسباب وذرائع کو بھی اپنانے میں اجر وثواب رکھا ہے،مثلاً نماز،اعلاء کلمۃ اللہ اور

اشاعت دین اسلام کے اہم فرائض اور عظیم مقاصد ہیں، تو ان کے ذرائع یعنی طہارت اور جہاد کو بھی عبادت قرار دیا گیا ہے، غرض جس طرح مقاصد یعنی ماموربہ امر مطلوب اور منہی عنہ قابل اجتناب ہے، اسی طرح وسائل بھی دونوں طرح کے ہیں، اگر وسیلہ کسی امر مستحسن کا سبب ہے تو وسیلہ بھی مستحسن ومطلوب ہوگا، اسی طرح ممنوع امر کا ذریعہ بھی ممنوع ومحظور قرار پائے گا، پہلے کو فتح ذریعہ کا نام دیا جائے گا اور دوسرے کو سدّ ذریعہ کا۔

فتح ذریعہ کی مثال میں چند اور آیات کو ہم پیش کرسکتے ہیں، کبھی کبھی ''أخف الضررین'' کو بھی فتح ذریعہ کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے، سورہ کہف کی یہ آیت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر کے واقعہ سے متعلق ہے اس کو اس مثال میں پیش کرسکتے ہیں:

''أما السفينة فكانت لمساكين يعملون فى البحر فأردت أن أعيبها، وكان وراء هم ملك يأخذ كل سفينة غصبا''۔

کبھی کبھی مباح اور جائز حیلوں کو اختیار کرنا (کسی دینی یا جائز دنیاوی مقصد کے لئے) بھی فتح ذریعہ میں داخل ہوتا ہے، اس کی مثال ہم حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ سے پیش کرسکتے ہیں:

''فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية فى رحل أخيه ثم أذّن مؤذن أيتها العير إنكم لسارقون'' (سورۂ یوسف:۷۰)۔

''وخذ بيدك ضغثا، فاضرب به، ولا تحنث إنا وجدناه صابرا نعم العبد إنه أوّاب'' (سورۂ ص:۴۴)۔

کتب فقہ میں فتح ذرائع کی مثالیں بھی متعدد مقامات پر ملتی ہیں، علامہ قرافیؒ نے اپنی کتاب الفروق میں لکھی ہیں، چند مثالیں ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں: **''ثم ذكر القرافى أمثلة من ذلك، منها التوسل إلى فداء أسارى المسلمين بدفع المال للكفار، الذى هو محرم عليهم الإنتفاع به بناء على أنهم مخاطبون بفروع الشريعة عند المالكية، ومنها دفع مال لرجل يأكله حراما حتى لا يزنى بامرأة إذا عجز عن دفعه عنها الا بذلك، وكدفع المال للمحارب حتى لا يقع القتل بينه وبين صاحب المال عند مالك ولكنه اشترط فى المال أن يكون يسيرا''** (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/ ۲۸۲، الفروق ۲/ ۲۳)۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں فتح ذریعہ کی ہیں، طوالت کی وجہ سے ان کو ترک کیا جاتا ہے، اوپر کی تفصیلات اور مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جس طرح 'سد ذریعۂ' ایک اصل اور حقیقت ہے فتح ذریعہ بھی ایک اصل اور ضرورت

ہے، جس سے بہت سے جدید مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے، ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: "وفتح الذرائع معناه الأخذ بالذرائع إذا كانت النتيجة مصلحة، لأن المصلحة مطلوبة، وموارد الأحكام على قسمين: مقاصد: وهى المتضمنة للمصالح والمفاسد فى أنفسهما، ووسائل: وهى الطرق المفضية إليها-وحكمها حكم ما أفضت إليه من تحريم وتحليل، غير أنها أخفض رتبة من المقاصد فى حكمها، والوسيلة إلى أفضل المقاصد أفضل الوسائل وإلى ما يتوسط متوسطة ومما يدل على حسن الوسائل الحسنة قوله تعالى: ذلك بأنهم لا يصيبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فى سبيل الله ولا يطئون موطئا يغيظ الكفار ولا ينالون من عدو نيلا إلا كتب لهم به عمل صالح" (توبہ:۱۲۰)، " فأثابهم الله على الظمأ والنصب، وإن لم يكونا من فعلهم بسبب أنهما حصلا لهم سبب التوسل إلى الجهاد الذى هو وسيلة لإعذار الدين وصون المسلمين، فيكون الإستعداد وسيلة الوسيلة" (اصول الفقہ الاسلامی ۲/ ۱۷۴)۔

۷-کن نئے مسائل میں سد ذریعہ کا اصول موثر ہوسکتا ہے؟

ہماری عائلی اور معاشرتی زندگی میں بہت سے ایسے مسائل ہیں، جن کو سد ذریعہ کے اصول کی روشنی میں حل کیا جاسکتا ہے، عائلی اور معاشرتی زندگی کے ہی نہیں بلکہ سیاسی، معاشی اور دیگر دینی و دنیاوی مسائل کو بھی اس اصل کی روشنی میں حل کیا جاسکتا ہے، لیکن یہ کام وہی علماء اور اصحاب فقہ وافتاء انجام دے سکتے ہیں جو صحیح معنی میں فقیہ ہوں اور اس کے ساتھ وہ عابد و متقی ہوں، ساتھ ہی اس اصول کی نزاکتوں پر ان کی گہری نگاہ ہو، ورنہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد قرار دے کر، یا مصلحت ومفسدہ کی صحیح قدر و قیمت کا تعین نہ کر کے بناء دین اور قصر اسلام کے انہدام کا موجب ہوجائے گا، اس لئے صحیح فقہی شعور کے بغیر ان نازک اصولوں کا استعمال اور اس سے مسائل کا اخذ واستنباط خود ایسا ذریعہ فساد ہوجائے گا جس کا سد باب ضروری ہوگا۔

سد ذرائع: اس اصل کی روشنی میں بہت سے نئے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے، اور جن میں سد ذریعہ کا اصول فیصلہ کن یا موثر ہوسکتا ہے، میری نگاہ میں مندرجہ ذیل چند ایسے مسائل ہیں جہاں سد ذریعہ سے مدد اور رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

۱-ایک خاتون کا شوہر مفقود ولاپتہ ہے اور شوہر اتنی ملکیت چھوڑ گیا ہے جس کی آمدنی سے وہ عورت اپنی گذر بسر اور کفالت کرسکتی ہے، ۷، ۸ سال تک شوہر کا انتظار کرنے کے بعد وہ قاضی کے یہاں درخواست بابت تفریق دیتی ہے، فقہ مالکی کے مطابق اسے مزید چار سال تک انتظار کا حکم دینا ہوگا، لیکن اس عورت کی جواں عمری، ماحول کا فساد اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے قاضی کو ظن غالب ہے کہ مزید انتظار کا حکم اس برائی میں اس عورت کو مبتلا کردے گا جس سے بچانے کے لئے نکاح مشروع

کیا گیا ہے، تو کیا سد باب فتنہ اور خوف زنا کو بنیاد بنا کر قاضی اس خاتون کا نکاح فوراً ختم کرسکتا ہے؟ راقم کی نظر میں قاضی کو اس صورت میں جب (زنا وغلط کاری کا یقینی خطرہ ہو) اس اصل کو سامنے رکھ کر نکاح کو فسخ کر دینا چاہئے؛ تاکہ زنا اور غلط کاری کا سد باب ہو جائے، اس موقع پر اس اصل سے فائدہ اٹھانے میں حرج نہیں ہے۔

۲- ایسے ممالک جو مسلمانوں سے عداوت ودشمنی پر آمادہ ہوں، یا جنگی لحاظ سے مسلمانوں سے برسر پیکار ہوں، ان کے ساتھ معاشی بائیکاٹ کرنا بطور سد ذریعہ درست معلوم ہوتا ہے، اسی طرح مخالف اور دشمن ملکوں کی مصنوعات و پروڈکٹ پر پابندی لگانا بھی درست ہوگا؛ تاکہ انہیں معاشی طور پر کمزور کیا جا سکے، اور انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو اور اپنے رویہ میں تبدیلی لائیں۔

۳- دور حاضر میں اہل کتاب کی پہچان مشکل یا مشتبہ ہوگئی ہے، وہ اپنی شناخت بالکل کھو چکے ہیں، اہل کتاب کی خوبو ان میں باقی نہیں ہے جنہیں ہم اہل کتاب خیال کرتے ہیں، وہ زیادہ تر بے دین اور ملحد ہوگئے ہیں، ان کی عورتوں کا سیرت وکردار، اخلاق وعادات، چال چلن غیر معتبر ہے، دور حاضر میں سد ذریعہ کے طور پر مسلمانوں کو یہود ونصاری کی خواتین سے شادی کرنا بالکل جائز نہیں ہونا چاہئے؛ تاکہ ہماری نسلیں بے دین اور الحاد سے محفوظ ہوں؛ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ بچے ماں کی سیرت اور کردار کو زیادہ اپناتے ہیں۔

۴- مخلوط اجتماع یا شادی بیاہ کے موقع پر جس میں ناچ گانا اور ڈھول تماشہ ہو، علماء اور اصحاب مقتدا کو شرکت سے کلی اجتناب کرنا چاہئے؛ تاکہ ان کی عدم شرکت کا احساس لوگوں کو ہو اور لوگ غیر شرعی حرکتوں اور اعمال سے اجتناب کریں اور باز آئیں۔

۵- جن تعلیمی اداروں میں تعلیم کے ساتھ الحاد وزندیقیت کے زہر کو مسلم طلبہ میں منتقل کیا جاتا ہو، مخلوط تعلیم کی وجہ سے بے حیائی عروج پر ہو، پوری پلاننگ اور اسکیم کے تحت مسلم طلبہ کے دین وایمان کو لوٹا جاتا ہو، وہاں سے تعلیم حاصل کرنے والا اپنے دین وایمان کا سودا کر لیتا ہو، ایسے تعلیمی اداروں میں مسلم طلباء کا تعلیم حاصل کرنا اس اصل یعنی سد ذرائع کی بنیاد پر ناجائز اور حرام قرار دینا چاہئے اور مسلمان اہل ثروت پر ایسے ادارے قائم کرنا فرض قرار دینا چاہئے جہاں ایمان وعقیدہ کی حفاظت کے ساتھ دینی وعصری تعلیم دی جائے۔

٦- وہ کھیل جو مختلف مفاسد پر مبنی ہو، جس میں بے پردگی اور عریانیت ہو یا وقت کا بالکل ضیاع اور بربادی ہو، اور جس کھیل کو کرانے کا مقصد ہی نوجوان نسل اور خاص طور پر مسلمان نوجوانوں کو بے کار اور بے حیثیت کرنا ہو، ایسے کھیل کے بارے میں صرف کراہت کا ذکر کر کے اکتفا نہیں کرنا چاہئے؛ بلکہ اس کو اب ناجائز اور حرام قرار دے دینا چاہئے۔

٨-سدذریعہ کے استعمال میں افراط وتفریط:

اسلام افراط وتفریط کے درمیان ایک معتدل اور متوسط مذہب ہے، وسطیت واعتدال اس امت کے عوام وخواص کی شناخت اور پہچان ہے، اسلام نے اپنے متبعین اور ماننے والے کو افراط وتفریط اور غلو وشدت سے روکا ہے، اصول وقواعد سے مسائل کے اخذ واستنباط میں بھی افراط وتفریط اور غلو سے منع کیا ہے، کلی اور ذیلی مصادر سے مسائل کے حل کی اجازت صرف ان حضرات کو دی ہے جن کے اندر فقہی بصیرت کمال کے درجہ میں ہو تو دوسری طرف زہد وتقوی کی صلاحیت سے مالا مال ہو۔

قرآن وسنت کی تشریح وتفسیر اور روزمرہ پیش آنے والے نت نئے مسائل میں ان سے احکام مستنبط کرنا کس کا کام ہے؟ اور اس کام کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور کیا صفات ضروری ہیں؟ اس سوال کا جواب حضرت علیؓ کی ایک صحیح روایت سے ملتا ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا: ”**قلت: يا رسول الله! إن نزل بنا أمر ليس فيه بيان أمر ولا نهى فما تأمرنا؟ قال: تشاوروا الفقهاء والعابدين ولا تمضوا فيه رأى خاصة**“ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)۔

(میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ہمارے درمیان کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس کا بیان (قرآن وسنت میں) موجود نہ ہو، نہ کوئی امر اور نہ کوئی نہی، تو ایسی صورت میں میرے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: فقہاء و عابدین سے مشورہ کرو اور اس معاملہ میں انفرادی رائے کو ظاہر (جاری) نہ کرو)۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ احکام ومسائل قرآن وحدیث سے وہ لوگ اخذ کرسکتے ہیں جن کے اندر قرآن وسنت کا وسیع اور محیط وعمیق علم ہو، احکام کے جو اصول ان میں بیان کئے گئے ہیں ان سے پوری طرح باخبر ہو اور جس نے اپنی زندگی اس کام میں صرف کر کے دین وشریعت کا مزاج سمجھنے کی پوری کوشش کی ہو، تو دوسری طرف زہد وتقوی ان کی زندگی کا شعار ہو، عملی زندگی میں وہ بالکل کامل ہو؛ کیونکہ احکام مستنبط کرنے کا کام درحقیقت حق کی تلاش کا دوسرا نام ہے، اور قرآن مجید کی تصریح کے مطابق اللہ تعالی حق شناسی کی صفت اس شخص کو عطا فرماتا ہے جو اپنی زندگی میں عملی طور پر حق کا احترام کرتا ہو، ”**إن تتقوا الله يجعل لكم فرقانا**“۔ اس تمہیدی گفتگو کے بعد سوال کا جواب مندرجہ ذیل ہے:

قرآن وحدیث میں ان اسباب وذرائع کو نہایت واضح طور پر مسدود کیا گیا ہے جو مفاسد ونقصان کا سبب بنتے ہیں، اس لئے فی الجملہ سد ذرائع کی بحث ایک فقہی مأخذ کی حیثیت سے فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے؛ البتہ اس کی بعض صورتوں میں ضرور اختلاف ہے۔

سدذریعہ ایک فقہی مأخذ ہے لیکن اس ماخذ سے مسائل کا استنباط وہی کرسکتا ہے جن کی اس اصول کی نزاکتوں پر

گہری نگاہ ہو، ورنہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد قرار دے کر، یا مصلحت ومفسدہ کی صحیح قدر و قیمت کا تعین نہ کر کے بناء دین کے انہدام کا موجب ہو جائے گا، اس لئے صحیح فقہی شعور کے بغیر اس نازک اصول کا استعمال اور اس میں غلو اور افراط وتفریط خود ایسا ذریعہ فساد بن جائے گا جس کا سد باب ضروری ہو جائے گا، اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس طرح سد ذریعہ کو نظر انداز کرنا اور شرعی مسائل کے حل میں اس کا استعمال نہ کرنا درست نہیں ہے (کیونکہ اس سے امت زحمت، حرج اور دقت میں مبتلا ہوگی، مفاسد پر روک نہ لگ سکے گی، حرام ذرائع پر قدغن نہ لگے گا)، اسی طرح سد ذرائع کے استعمال میں غلو اور افراط وتفریط بھی درست نہیں ہے، اس لئے کہ پھر اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔

☆☆☆

سد ذرائع

مولانا محمد رمضان علی فرقانی ☆

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا خاصہ ہے کہ وہ صرف برائیوں سے ہی نہیں روکتی بلکہ ان وسائل سے بھی منع کرتی ہے جو منکرات کی طرف لے جاسکتے ہیں، اسی لئے مذہب اسلام نے ہر اس جائز کام سے بھی منع کیا ہے جو ممنوع امر کی طرف لے جانے والا ہو، فقہ کی اصطلاح میں اس کو "سد ذرائع" کہا جاتا ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں، مثلاً: اللہ تعالی نے فرمایا: "یا ایہا الذین آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا" (سورۃ:) (یعنی اے مومنو! تم راعنا مت کہو، انظرنا کہو)، لفظ "راعنا" یہودیوں کی زبان میں ایک گالی تھی اگرچہ مسلمان بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں وہ معنی مراد نہیں لیتے تھے لیکن اس لفظ کے نامناسب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بھی اس کے استعمال سے منع کردیا گیا؛ تاکہ یہودیوں کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ صحیح لفظ کو بھی غلط معنی کے لئے استعمال کریں۔

حدیث میں بھی سد ذرائع کی مثالیں کثرت سے موجود ہیں مثلاً جب عیسائیوں کے پہلے لوگوں نے نیک انسانوں کی تصویریں اس لئے بنوائی تھیں کہ ان کو دیکھ کر ان کے نیک اعمال کو یاد کریں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں لیکن جب کافی زمانہ گزر گیا تو بعد کے لوگوں کے عقائد واعمال میں فساد پیدا ہوگیا اور وہ تصاویر کے مقاصد سے ناواقف ہوگئے، تب شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ تمہارے آباء واجداد ان تصاویر کی عبادت کرتے تھے تو وہ لوگ عبادت کرنے لگے، نبی کریم ﷺ نے اس کے سد باب کے لئے مسلمانوں کو تصاویر بنانے سے مطلقا منع فرمادیا۔

ذرائع اور سد ذرائع:

سد الذرائع دولفظوں کا مرکب ہے۔ پہلا لفظ "سد" اور دوسرا لفظ "الذرائع" ہے۔ عربی زبان میں "سد" کے معنی ہیں "روکنا" اور "بند" کرنا، اور "ذرائع" ذریعہ کی جمع ہے۔ عربی میں "ذریعہ" کے معنی وسیلہ کے ہیں اور "وسیلہ" ہر وہ چیز ہے جس سے کسی چیز تک پہنچا جاسکے، چنانچہ "لسان العرب" میں ہے:

"الذریعة الوسیلة وقد تذرع فلان بذریعة ای توسل والجمع الذرائع یقال فلان ذریعتی

☆ استاذ دار العلوم مجیبیہ خانقاہ پھلواری شریف، پٹنہ، بہار۔

الیک ای سببی و وصلتی الذی أتسبب به الیک"(لسان العرب ۸/ ۹۳)۔

فقہاءکرام کے مطابق سدالذرائع کی تعریف:

علامہ ابن رشدؒ نے فرمایا:'**ھی الاشیاء التی ظاھر ھا الاباحۃ ویتوصل بھا الی فعل المحظور**''(مقدمات ابن رشد ۲/ ۳۹)۔

(سد ذرائع وہ اشیاء ہیں جو بظاہر مباح ہوں لیکن وہ ایسے فعل کی طرف لے جائیں جو ناجائز ہے)۔

علامہ ابن تیمیہؒ نے فرمایا:"**الذریعۃ الفعل الذی ظاھرہ انہ مباح وھو وسیلۃ الی فعل المحرم**"(الفتاوی الکبری ۶/ ۱۷۲)۔

(ذریعہ سے مراد وہ فعل ہے جو بظاہر مباح ہو لیکن فعل حرام کا وسیلہ بنے)۔

علامہ شاطبیؒ نے فرمایا:"**قاعدۃ الذرائع التی حقیقتھا التوسل بما ھو مصلحہ الی مفسدۃ**"(الموافقات ۵/ ۱۸۳)۔

اصولیین کے مطابق سد ذرائع:

"**سد الذرائع معناہ عند الاصولیین ھو منع کل ما یتوصل بھا الی الشئ الممنوع المشتمل علی مفسدۃ او مضرۃ**"(الوجیز لوھبۃ الزحیلی:۱۰۸)۔

(اصولیین کے نزدیک سدالذرائع کا مطلب ہر وہ چیز ہے جس کے ذریعہ کسی ایسی ممنوع شے تک پہنچا جائے جو کسی خرابی یا نقصان پر مشتمل ہو)۔

مذکورہ بالا تمام تعریفات کے پیش نظر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ہر وہ کام جو فی نفسہ جائز ہو لیکن کسی ناجائز یا حرام کام کی طرف لے جانے والا ہو تو اس کا شمار سدالذرائع میں ہی ہوگا۔

ذریعہ اور سبب میں فرق:

لغت میں ذریعہ، وسیلہ کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کی طرف پہنچا جائے، اور سبب، راستہ کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی طرف لے جائے، لغوی اعتبار سے دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے، لیکن شرعی اعتبار سے دونوں میں کافی فرق ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو فعل بظاہر جائز ہو لیکن کسی حرام فعل تک لے جائے وہ ذریعہ ہے جیسا کہ گزشتہ حوالوں سے اس کی تعریف سامنے آ گئی، اور سبب وہ ہے جو چیز تک پہنچنے کا راستہ ہو کہ اس کو اختیار کرنے سے وہاں تک رسائی ہو جائے، چنانچہ اصول بزدوی میں ہے:

"السبب فهو ما يكون طريقا الى الشئ وهو فى الشريعة عبارة عما هو طريق الى الشئ من سلكه وصل اليه فناله فى طريقه ذلک لا بالطريق الذى سلک كمن سلک طريقا الى مصر بلغه من ذلک الطريق لا به لكن يمشيه" (اصول بزدوی:۳۰۹)۔

سد ذرائع کی حجیت اور اس کی قسمیں:

آیت کریمہ: "ولاتقربا هذه الشجرة فتكونا من الظالمين" (سورۃ:) کے ضمن میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

"ان الله تعالى لما أراد النهى عن اكل الشجرة نهى عنه بلفظ يقتضى الاكل وما يدعو اليه العرب وهو القرب۔ قال ابن عطية: وهذا مثال بيّن فى سد الذرائع" (تفسیر القرطبی ۱/۳۰۴)۔

(جب اللہ تعالی نے (حضرت آدم علیہ السلام کو) اس درخت کے کھانے سے منع کرنا چاہا تو اس لفظ سے منع کیا جو کھانے کے ساتھ ان چیزوں سے بھی روکتا ہے جو کھانے کی طرف لے جاسکتے ہیں اور وہ لفظ قرب ہے۔ علامہ ابن عطیہ نے فرمایا: یہ سد ذرائع کی واضح مثال ہے۔

اسی آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

"منع عن قرب الشجرة مبالغة فى النهى عن اكله لان قرب الشئ يورث داعية وميلانا الى ذلک الشئ فيلهيه عما هو مقتضى العقل والشرع فالاقتراف بما هو يقرب الى المعصية مكروه" (تفسیر مظہری ۱/۵۸)۔

(اللہ تعالی نے حکم میں زور پیدا کرنے کے لئے درخت کے پاس جانے سے منع فرمایا ورنہ اصل مقصد تو اس کے کھانے سے منع کرنا تھا اور اس لئے بھی منع فرمایا کہ کسی چیز کے پاس جانے سے اس کی طرف خواہش اور رغبت ہوتی ہے اور فرط انبساط میں شریعت کا حکم بھی یاد نہیں رہتا۔ اس آیت کریمہ سے اس مسئلہ کا استنباط ہوتا ہے کہ جو چیز معصیت کے قریب کرنے والی ہو وہ مکروہ ہے)۔

علماء کرام آیت کریمہ: "يا أيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا" سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اہل ایمان "راعنا" کہہ کر خطاب کرتے تھے اور اس لفظ سے یہ مرا دلیتے تھے کہ ہماری رعایت کیجئے، یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کے لئے آتا تھا اور اس لفظ کا مطلب تھا "اسمع لا

سمعت" (یعنی سنو تمہاری بات نہ سنی جائے گی)، یہود نے اس موقع کو غنیمت جانا اور آپس میں کہنے لگے کہ پہلے ہم ان کو تنہائی میں بد دعا کرتے تھے اور اب تو سب کے سامنے بد دعا کرنے کا موقع مل گیا ہے، وہ حضور ﷺ کو "راعنا" کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے، حضرت سعد بن معاذؓ کو یہودیوں کی لغت کا علم تھا انہوں نے جب ان سے یہ سنا تو فرمایا: "لئن سمعتها من رجل منكم يقولها للنبى ﷺ لأضربنّ عنقه " (یعنی اگر میں نے آئندہ تم کو حضور ﷺ سے یہ لفظ کہتے ہوئے سنا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا)۔ یہود نے کہا: تم لوگ بھی یہ کہتے ہو، اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور مسلمانوں سے کہا گیا کہ تم "راعنا" مت کہو بلکہ اس لفظ کی جگہ "انظرنا" کہو۔ انظرنا کے معنی ہیں ہم پر شفقت کیجئے اور کرم فرمائیے۔ مسلمانوں کو راعنا کہنے سے اس لئے منع کیا گیا تا کہ یہود کو یہ موقع نہ ملے کہ وہ صحیح لفظ کو غلط معنی میں استعمال کریں اور جب تک کسی لفظ کے معنی صحیح طور پر معلوم نہ ہو اس کو استعمال نہ کریں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ سد الذرائع کی واضح دلیل ہے۔ لفظ راعنا یہود کی لغت میں ایک نامناسب لفظ تھا اس لئے مسلمانوں کو اس کے استعمال سے منع کر دیا گیا، اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی صحیح کام سے برائی کا راستہ نکلتا ہو اس برائی کو روکنے کے لئے اس صحیح کام کو بھی ترک کر دیا جائے گا۔

مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں: اس آیت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر اپنے کسی جائز فعل سے دوسروں کو ناجائز کاموں کی گنجائش ملتی معلوم ہو تو یہ جائز فعل بھی اس کے لئے جائز نہیں رہتا جیسے اگر کسی عالم کے جائز فعل سے جاہلوں کو مغالطہ میں پڑنے اور ناجائز کاموں میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو اس عالم کے لئے یہ جائز فعل بھی ممنوع ہو جائے گا، بشرطیکہ یہ فعل شرعاً ضروری اور مقاصد شرعیہ میں سے نہ ہو، اس کی مثالیں قرآن وسنت میں بہت ہیں، ایسے احکام کو اصول فقہ کی اصطلاح میں سد ذرائع سے تعبیر کیا جاتا ہے جو سبھی فقہاء کے نزدیک معتبر ہے خصوصا حضرات حنابلہ اس کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں (معارف القرآن ۱/۲۸۱)۔

علامہ محمد بن احمد بن جزی مالکی آیت کریمہ: "يا ايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن ان بعض الظن اثم" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واستدل بعضهم بهذه الآية على صحة سد الذرائع فى الشرع لانه أمر باجتناب كثير من الظن، وأخبر ان بعضه إثم باجتناب الاكثر من الإثم احترازاً من الوقوع فى البعض الذى هو إثم" (التسہیل لعلوم التنزیل ۱/۲۱۱۱)۔

(اس آیت کریمہ سے بعض مفسرین کرام نے یہ استدلال کیا ہے کہ شریعت میں سد ذرائع درست ہے اس لئے کہ

اس آیت میں بہت سے گمانوں سے بچنے کا حکم دیا گیا اور اس بات کی اطلاع دی گئی ہے کہ ان گمانوں میں بعض گمان گناہ ہیں، اکثر گمانوں سے بچنے سے بعض ان گمانوں سے بھی حفاظت ہوجائے گی جو گناہ و معصیت ہیں۔

علامہ ابن رجب حنبلیؒ آیت کریمہ: "**تلک حدود الله فلا تعتدوها ومن يتعد حدود الله فأولئک هم الظالمون**" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہ سے مروی ہے:

"**لا يصيب عبد حقيقة الايمان حتى يجعل بينه وبين الحرام حاجزا من الحلال وحتى يدع الاثم وما تشابه منه**" (انسان اس وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ اس کے اور حرام کے درمیان حلال کی رکاوٹ حائل نہ ہو اور جس وقت تک انسان گناہ اور اس کے ساتھ گناہ کے شبہ سے بھی پرہیز نہ کرے)۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد وہ فرماتے ہیں:

"**ويستدل بهذا الحديث من يذهب الى سد الذرائع الى المحرمات وتحريم الوسائل اليها ويدل على ذلک ايضا من قواعد الشريعة تحريم قليل ما يسكر كثيره، وتحريم الخلوة بالاجنبية، وتحريم الصلاة بعد الصبح و بعد العصر سدا لذريعة الصلاة عند طلوع الشمس وعند غروبها، ومنع الصائم من المباشرة اذا كانت تحرک شهوته، ومنع كثير من العلماء مباشرة الحائض فيما بين سرتها وركبتها الا من وراء حائل**" (روائع التفسیر ۱/۱۴۵)۔

(اس حدیث سے ان علماء نے بھی استدلال کیا ہے جو سد ذرائع کو مانتے ہیں اور حرام چیزوں کے وسائل کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ احکام اسلامی میں سد ذرائع کی اور بھی بہت سی دلیلیں ہیں مثلاً جس چیز کی کثرت مقدار نشہ آور ہو اس کی قلت مقدار بھی حرام ہوتی ہے۔ اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار کرنا، طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت بالترتیب فجر اور عصر کی ممانعت، روزہ دار کو روزہ کی حالت میں مباشرت سے روکنا جب اس سے مجامعت کا خوف ہو، اور بہت سے علماء کا شوہر کو بیوی کے ساتھ حالت حیض میں ناف سے گھٹنے تک بغیر کسی حائل کے مباشرت سے روکنا)۔

آیت کریمہ: "**ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم**" کی تفسیر کرتے ہوئے عالم دین ابن عاشورؒ فرماتے ہیں:

"**وقد احتج علماؤنا بهذه الآية على إثبات أصل من أصول الفقه عند المالكية وهو الملقب بمسألة سد الذرائع، قال ابن العربى: منع الله فى كتابه أحدا أن يفعل فعلا جائزا يؤدّى الى محظور ولأجل هذا تعلق علماؤنا بهذه الآية فى سد الذرائع... وقال فى تفسير سورة الاعراف عند قوله**

تعالی: واسئلهم عن القریة التی کانت حاضرة البحر إذ یعدون فی السبت۔ قال علماؤ نا:هذہ الآیة أصل إثبات الذرائع"(التحریر والتنویر۶/۲۶۴)۔

(ہمارے فقہاء نے اس آیت سے مالکیہ کے ایک اصول فقہ کے اثبات پر استدلال کیا ہے جو مسئلہ ''سد الذرائع'' کے نام سے مشہور ہے، علامہ ابن العربی فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ہر ایک ایسے کام سے منع فرمایا جو فی نفسہ جائز ہو لیکن وہ ایک ممنوع امر کی طرف لے جانے والا ہو، اسی لئے ہمارے علماء نے اس آیت کو سد ذرائع کے ساتھ متعلق کیا ہے اور فرمایا ہے کہ آیت کریمہ: ''**واسئلهم عن القریة التی کانت حاضرة البحر إذ یعدون فی السبت**''، سد ذرائع کے اثبات میں بنیادی اصولوں میں سے ہے)۔

احادیث میں سد ذرائع کی مثالیں:

علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''باب من استعاذة من الدین'' کے ضمن میں فرمایا کہ نبی کریم ﷺ قرض سے پناہ مانگتے تھے۔ آپ ﷺ کا قرض سے پناہ مانگنا دراصل سد ذرائع ہی کی ایک قسم ہے، کیونکہ قرض لینا شریعت میں برا فعل نہیں ہے لیکن بسا اوقات قرض دار اس کی وجہ سے اپنے قرض خواہ سے یا تو جھوٹ بولتا ہے یا رقم واپس کرنے کا وعدہ کر کے اس وعدہ کی خلاف ورزی کرتا ہے جو کہ شریعت کے نزدیک مذموم و مکروہ اور ناجائز ہے اس لئے قرض سے ہی پناہ مانگتے تھے؛ تا کہ ان مذموم چیزوں کی نوبت ہی نہ آئے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

"**یستفاد من هذا الحدیث سد الذرائع؛ لانه ﷺ استعاذ من الدَین؛ لأنه فی الغالب ذریعة إلی الکذب فی الحدیث والخلف فی الوعد مع ما لصاحب الدَین علیه من المقال**"(فتح الباری لابن حجر ۵/۶۱)۔

(اس حدیث سے سد ذرائع کا ثبوت ہوتا ہے اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے قرض سے اس لئے پناہ چاہی اس کی وجہ سے اکثر جھوٹ بولنے اور وعدہ خلافی کی نوبت آتی ہے)۔

ابن حجر عسقلانی ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:"**قوله لاتباشر المرأة المرأة، زاد النسائی فی روایته فی الثوب الواحد، قوله فتنعتها لزوجها کأنه ینظر إلیها هذا أصل لمالک فی سد الذرائع فان الحکمة فی هذا النهی خشیة أن یعجب الزوج الوصف المذکور فیفضی ذلک إلی تطلیق الواصفة أو الافتتان بالموصوفة**"(فتح الباری لابن حجر، باب ما یحل من الدخول ۹/۳۳۸)۔

(نبی کریم ﷺ کا فرمان کہ کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ اپنا برہنہ جسم نہ لگائے پھر اپنے شوہر کے سامنے اس عورت کے جسم کی تعریف و توصیف اس طرح بیان نہ کرے کہ گویا وہ اس عورت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو، امام مالکؒ کے

نزدیک سد ذرائع کے باب میں یہ بنیادی اصول ہے؛ کیونکہ اس ممانعت کی اصل وجہ اور حکمت یہ ہے کہ اس تعریف سے ہوسکتا ہے کہ شوہر کے دل میں اس دوسری عورت سے محبت ہوجائے اور وہ (اپنی بیوی) جو تعریف کرنے والی ہے کو طلاق دے دے یا اس کے شوہر کو اس دوسری عورت کا خیال آتا رہے)۔

علامہ محمد بن اسماعیل صنعانی فرماتے ہیں:"**عن عبد الله بن عمرو بن العاص ان رسول الله ﷺ قال: من الكبائر شتم الرجل والديه قيل: وهل يسبّ الرجل والديه قال: نعم،يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه ويسبّ أمه فيسبّ أمه متفق عليه۔ قوله شتم الرجل والديه اى يتسبب الى شتمهما فهو من المجاز والجواب من استعماله المسبب فى السبب وقد بينه ﷺ بجوابه عمن سأله بقوله نعم، وفيه تحريم التسبب إلى أذية الوالدين وشتمهما ويأثم الغير بسبّه لهما۔ قال ابن بطال:هذا الحديث أصل فى سد الذرائع**"(سبل السلام ۴/۱۶۶)۔

(حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہوں میں سے آدمی کا اپنے والدین کو گالی دینا ہے۔آپ ﷺ سے معلوم کیا گیا کہ کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو گالی دے گا؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں، وہ کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ بھی اس کے والد کو گالی دے گا، وہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ بھی اس کی ماں کو گالی دے گا)۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان"کسی کا اپنے والدین کو گالی دینا"یعنی اپنے والدین کو گالی دینے کا سبب بننا دراصل مجاز کے قبیل سے ہے یعنی اس حدیث میں سبب بول کر مسبب مراد لیا گیا ہے جس کا ذکر آپ ﷺ نے اپنے جواب میں "نعم"فرما کر کیا۔اس حدیث میں اپنے ماں باپ کو گالی دینے کا سبب بننے اور ان کو تکلیف دینے کی حرمت کا بیان ہے۔ابن بطال نے فرمایا: یہ حدیث سد ذرائع کے لئے اصل ہے۔

شریعت میں باپ کی گواہی بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول نہیں کی جاتی ہے؛ کیونکہ ایسی صورت میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ دونوں رشتہ داری کی وجہ سے جھوٹی گواہی دے کر ایک دوسرے کو بچانے کی کوشش کریں گے۔اسی طرح دشمن کی گواہی اس کے مخالف کے حق میں قبول نہیں کی جاتی ہے؛ کیونکہ اس میں بھی اس بات کا امکان ہے کہ وہ اپنے دشمن سے بدلہ لینے کے لئے جھوٹی گواہی دے۔یہ تمام مثالیں سد ذرائع ہی کی ہیں، چنانچہ امام قرافی فرماتے ہیں:

"**قوله عليه الصلاة والسلام "لايقبل الله شهادة خصم ولا ظنين"خشية الشهادة بالباطل،**

ومنع ﷺ شهادة الآباء للابناء والعكس فقد اعتبر الشرع سد الذرائع"(الفروق ٦/ ٣٢٥)۔

(حضور ﷺ کا فرمان" اللہ تعالی مخالف اور متہم کی گواہی قبول نہیں کرتا ہے" جھوٹی گواہی کے امکان کی وجہ سے، اور نبی کریم ﷺ نے باپ کی گواہی بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں قبول کرنے سے منع فرمایا، یہ چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ شریعت نے سدالذرائع کا اعتبار کیا ہے)۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی قرآنی آیتوں اور حدیثوں سے سد ذرائع کی حجیت ثابت ہے جس بناء پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سد ذرائع احکام اسلامی کا ہی ایک حصہ ہے۔

سد ذرائع کی قسمیں:

امام قرافی کے نزدیک سد ذرائع کی تین قسمیں ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

"**وهى ثلاثة أقسام: منها ما أجمع الناس على سده ومنها ما أجمعوا على عدم سده ومنها ما اختلفوا فيه**"(الفروق ٦/ ٣١٩)۔

(سد ذرائع کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ قسم جس کے سد پر علماء کا اجماع ہے، اور دوسری وہ قسم جس کے عدم سد پر علماء کا اجماع ہے، اور تیسری وہ قسم جس میں علماء کا اختلاف ہے)۔

جمہور علماء کرام کے نزدیک سد ذرائع کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ ذرائع جن سے فساد بہت شاذ و نادر ہو تو ایسے افعال میں مصلحت کو راجح اور مفسدہ کو مرجوح قرار دیا جائے گا، یعنی ان افعال کا ممنوع نہیں ہوگا جیسے انگور کی کھیتی کرنا کہ اس سے شراب کی تیاری میں اسی متعین انگور کا استعمال شاذ و نادر ہی ہے۔ اسی طرح مخطوبہ یعنی جس لڑکی کو شادی کا پیغام دیا گیا ہے اس کو دیکھنا۔

دوسری قسم: وہ ذرائع جن کی وجہ سے فساد یقینی ہو تو ایسے ذرائع ممنوع اور حرام ہیں، جیسے گھر کے دروازے کے سامنے اندھیرے راستے میں گڑھا کھودنا کہ اس میں گرنا یقینی ہے۔ اس آدمی کے سامنے بتوں کو گالی دینا جس کے بارے میں یقین ہو کہ ایسا کرنے سے وہ بھی اللہ تعالی پر سب وشتم کرے گا۔

تیسری قسم: وہ ذرائع جن سے فساد کا پیدا ہونا ظن غالب ہو تو ان کا کرنا ممنوع ہے جیسے فتنہ وفساد کے زمانے میں ہتھیار فروخت کرنا اور اس شخص کے ہاتھوں انگور بیچنا جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ شراب ہی بناتا ہے۔

چوتھی قسم: وہ ذرائع جن سے فساد کا پیدا ہونا اکثر و بیشتر پیش آتا ہو لیکن ظن غالب نہ ہو جیسے خرید وفروخت کے وہ

طریقے جوسودور با کی طرف لے جاتے ہوں۔

مذکورہ بالا اقسام کے پیش نظر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ذرائع مقاصد کے تابع ہیں یعنی مقصد کا اعتبار کرتے ہوئے ذریعہ پر حکم لگے گا، پس جو ذرائع حرام اور معاصی تک پہنچانے والے ہوں گے وہ ممنوع ہوں گے، چنانچہ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

”لما كانت المقاصد لا يتوصل إليها إلا باسباب وطرق تفضى إليها كانت طرقها وأسبابها تابعة لها معتبرة بها فوسائل المحرمات والمعاصى فى كراهتها والمنع منا بحسب إفضائها الى غاياتها وارتباطاتها بها“(اعلام الموقعین، فصل فی سد الذرائع ۱۳۵/۳)۔

(جب مقاصد تک صرف اسباب وذرائع سے ہی رسائی ممکن ہو تو ان مقاصد تک پہنچنے کے ذرائع اور اسباب ان کے تابع ہوں گے اور انہیں کی وجہ سے معتبر ہوں گے۔ حرام چیزوں اور گناہوں تک پہنچانے والے وسائل مکروہ اور ممنوع ہوں گے؛ کیونکہ وہ اس حرام مقاصد تک لے جاتے ہیں اور ان مقاصد کے ساتھ مربوط ہیں)۔

فتح الذرائع:

امام قرافی اور دیگر اصولیین نے فتح الذرائع کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ سد الذرائع کی طرح فتح الذرائع بھی احکام شرعیہ کا معتد بہ حصہ ہے جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے درجات ہیں یعنی بعض فتح الذرائع واجب، بعض مکروہ، بعض مندوب اور بعض مباح ہیں، چنانچہ امام قرافی فرماتے ہیں:

”فليس كل ذريعة يجب سدّها بل الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح بل قد تكون وسيلة المحرم غير محرمة إذا أفضت إلى مصلحة راجحة كالتوسل إلى فداء الأسارى بدفع المال للكفار الذى هو محرم عليهم الانتفاع به بناء على الصحيح عندنا من خطابهم بفروع الشريعة وكدفع مال لرجل يأكله حراما حتى لا يزنى بامرأة إذا عجز عن دفعه عنها إلا بذلك وكدفع المال للمحارب حتى لا يقع القتل بينه وبين صاحب المال عند مالك رحمه الله تعالى ولكنه اشترط فيه أن يكون يسيرا و مما يدلّ على حسن الوسائل الحسنة“(الفروق ۵۱/۳)۔

مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کام فی نفسہ حرام ہے لیکن وہ کسی مصلحت کا ذریعہ اور وسیلہ بنے تو وہ فعل، فعل حرام نہیں رہے گا بلکہ وہ خود بھی مصلحت کہلائے گا اور وہ جائز ہوگا، سد ذرائع کی طرح فتح ذرائع بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے، مثلاً قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہے:

"فلما جنّ علیه اللیل رأی کوکبا قال هذا ربی فلما أفل قال لا أحب الآفلین" (سورۂ انعام:٧٦) (جب ان (ابراہیم علیہ السلام اور تمام لوگوں) پر رات کی تاریکی چھائی تو انہوں (ابراہیم علیہ السلام) نے ایک ستارہ کو دیکھا (اور اپنی قوم سے) فرمایا: یہ میرا رب ہے، پس جب وہ غائب ہوگیا تو فرمایا کہ میں غائب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں)۔

کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ ستارہ ان کا معبود ہے؟ ہرگز نہیں، انہوں نے اپنی قوم کے سامنے اعتقاداً یہ نہیں فرمایا بلکہ اپنی قوم کی اصلاح اور حقیقت کو بیان کرنے کے لئے آپ علیہ السلام نے ایسا فرمایا تھا، چنانچہ آخری حجت بیان کرنے کے بعد آپ علیہ السلام نے حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:"یاقوم إنی بریء مما تشرکون" (سورۂ انعام:٧٨) یعنی اے میری قوم! میں تمہارے ان مشرکانہ خیالات وافکار کی وجہ سے بیزار ہوں تم نے ان چیزوں کو معبود بنالیا جو تغیر پذیر ہیں، اور جو طلوع وغروب، عروج وزوال کے زیر اثر ہیں، محتاج ہیں؛ حالانکہ معبود حقیقی وہ ہے جو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے۔

فتح ذرائع کے اصول اوراس کی مثالیں:

فتح ذرائع کے کچھ اصول وضوابط ہیں:

الف-جس مقصد کے لئے ذریعہ کا استعمال کیا جارہا ہے وہ مقصد شرعاً معتبر ہو۔

ب-شریعت کے نزدیک اس مقصد کا مقام وسیلہ سے زیادہ ہو۔

ج-وہ وسیلہ، مقصد تک یقینی طور پر پہنچانے والا ہو۔

د-مصلحت دینی ہو دنیوی نہ ہو۔

فتح الذرائع کی مثالیں:

ذی روح کی تصویریں بنانا حرام ہے لیکن بہرے اور گونگے انسان کی تعلیم کے لئے جائز ہے؛ اس لئے کہ اس کے بغیر وہ تعلیم حاصل نہیں کرسکتے، پس حصول علم جو کہ فرض ہے اس کے لئے ذی روح کی تصویریں بنانا جائز ہے۔

کسی انسان کی لاش کو باقی رکھنا درست نہیں ہے، لیکن میڈکل کالجوں اور یونیورسٹیوں میں علم طب کے طلبہ کی تعلیم کے لئے لاش کو رکھنا بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کو کھولنا درست نہیں ہے، لیکن کسی عذر شرعی کے تحت جائز ہے۔ یہ سب فتح الذرائع کی

مثالیں ہیں۔

دور حاضر کے مسائل میں سد ذرائع:

فقہاء کرام کے نزدیک سد ذرائع کی جو اہمیت ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوسکتی، دور حاضر میں بھی سد ذرائع کے اصول کا موثر کردار ہے، دور حاضر میں بھی علماء کرام حیات اجتماعی کی مشکلات کے حل کے لئے اس کی افادیت واہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے روزمرہ کے مسائل کا استنباط کرتے ہیں۔ درج ذیل سد ذرائع کے چند ایسے مسائل پیش کرتا ہوں جن میں اس کے قواعد کا استعمال کیا گیا ہے:

عورت کو محرم کے ساتھ سفر کرنے کی اجازت ہے لیکن جب محرم غیر مسلم ہو تو بعض علماء کے نزدیک اس کے ساتھ عورت کا سفر کرنا جائز نہیں ہے، کتابی محرم اور مجوسی کے ساتھ تو عورت کا سفر کرنا جائز ہی نہیں؛ کیونکہ ان کے ساتھ سفر کرنے میں عورت کے ایمان وعصمت کی حفاظت غیر یقینی ہے؛ چنانچہ علامہ حمویؒ نے فرمایا کہ کتابی محرم کے ساتھ عورت کا سفر کرنا درست نہیں ہے؛ کیونکہ وہ مسلمان عورت کو اسلام سے برگشتہ کردے گا، اور مجوسی تو محرم بن ہی نہیں سکتا ہے؛ کیونکہ ان کے یہاں رشتوں میں تفریق نہیں ہے، اس لئے عدم تحفظ کی وجہ سے ان کے ساتھ سفر کرنا بھی جائز نہیں ہے:

"إلا أن يكون مجوسيا لأنه يعتقد إباحة نكاحها فلا تسافر معه لأنه لا يؤمن عليها كالاجنبى" (بدائع الصنائع ۲/ ۱۲۴)۔

"فأحرى أن لا يكون الكتابى محرما لها خشية أن يفتنها عن دين الاسلام إذا خلا بها فليتأمل" (غمز عیون البصائر علی الاشباہ والنظائر ۱/ ۴۶۷)۔

پہلے جوان عورت کے لئے چہرہ کا کھولنا منع تھا لیکن آج کے دور میں خوف وفتنہ کی وجہ سے علماء کرام نے چہرہ کا چھپانا فرض قرار دیا ہے:

"تمنع الشابة عن كشف وجهها لئلا يؤدى الى الفتنة وفى زماننا المنع واجب بل فرض لغلبة الفساد، وعن عائشة جميع بدن الحرة عورة إلا إحدى عينيها فحسب لاندفاع الضرورة" (مجمع الانہر ۱/ ۱۲۲)۔

بلاضرورت کھانے میں چمچوں اور کانٹوں کا استعمال کرنا اگرچہ جائز بعض علماء کے نزدیک ہے لیکن بعض کے نزدیک مسنون طریقہ کے خلاف ہونے کیوجہ سے مکروہ بھی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ ہاتھوں سے کھانا تناول فرماتے تھے۔

"**عن كعب أن رسول الله ﷺ كان يأكل بثلاث أصابع فإذا فرغ لعقها**"(مسلم)۔

علم حاصل کرنا فرض ہے لیکن اس کے باوجود خوف فتنہ کی وجہ سے علماء کرام مخلوط تعلیم کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ ایسے ہی اگر عورت کے تنہا گھر سے نکلنے سے خوف فتنہ ہو تو اس کو نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔ موبائل کے فوائد بے شمار ہیں لیکن جس شخص کے بارے میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ محض فحش ویڈیو ہی دیکھے یا غیر محرم سے بات کرے تو ایسی صورت میں اس کے لئے موبائل کا استعمال درست نہیں ہوگا۔

دور حاضر میں اس جیسی بہت سی مثالیں ہیں جن میں سد ذریعہ کا قاعدہ استعمال میں لایا جاسکتا ہے اس لئے روزمرہ کے شرعی مسائل کے حل میں سد ذریعہ کا استعمال نہایت مفید ہے؛ البتہ اس کے استعمال میں غلو درست نہیں ہے، جیسا کہ بعض حضرات کرتے ہیں، مثلاً عوام کے علاوہ بہت سے علماء کرام کو دیکھا گیا کہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگتے، ان سے معلوم کیا گیا تو بتایا کہ کہیں لوگ یہ نہ سمجھ لیں کہ صاحب قبر سے مانگ رہے ہیں، یہ غلو ہے؛ کیونکہ جب نبی کریم ﷺ جنت البقیع میں تشریف لے گئے تو مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی، تو نبی کریم ﷺ کو خوف شرک نہیں ہوا تو علماء کرام کو اس کا خدشہ کیوں ہے اور وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

"**جاء البقيع فقام فأطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات**"(مسلم ٣/٦٤)۔

(حضور ﷺ بقیع میں تشریف لائے تو کھڑے ہوگئے اور دیر تک کھڑے رہے پھر تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائی)۔

امام نووی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"**قولها جاء البقيع فأطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات، فيه استحباب اطالة الدعاء وتكريريه، ورفع اليدين فيه، وفيه ان دعاء القائم اكمل من دعاء الجالس فى القبور**"(شرح المسلم للنووی ٣/٤٠١)۔

حضرت عائشہؓ کے فرمان "**جاء البقيع فاطال القيام ثم رفع يديه ثلاث مرات**" سے ثابت ہوتا ہے کہ لمبی دعا کرنا، کئی بار دعا کرنا، اور دعا میں ہاتھوں کو اٹھانا مستحب ہے، اور ان کے فرمان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قبروں کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا بیٹھ کر دعا کرنے سے بہتر ہے۔

خلاصہ کلام:

لغت میں ذریعہ، وسیلہ کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز تک پہنچا جاسکے۔ ہر وہ فعل جو خود تو جائز ہو لیکن وہ کسی ممنوع فعل

کی طرف لے جائے تو شریعت میں اس کو سد ذریعہ کہتے ہیں، سد ذرائع کی حجیت قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس کی مثالیں قرآن وحدیث سے لے کر فقہ کی کتابوں تک بکثرت موجود ہیں۔ سد ذرائع کے علاوہ فتح ذرائع بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے، جو فعل خود تو حرام ہو لیکن وہ کسی مصلحت کی طرف لے جائے تو اس کو فتح ذریعہ کہا گیا ہے، اس کی مثالیں بھی فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں، سد ذرائع کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر اس کا استعمال ناقابل گزیر ہے؛ البتہ اس کے استعمال میں غلو بھی درست نہیں ہے۔

☆☆☆

تیسرا باب

مختصر تحریریں

سدذرائع

مفتی حبیب اللہ قاسمی☆

۱-سدذریعہ کی لغوی وشرعی حقیقت کیا ہے؟

''سد'' کالغوی معنی ہے بند کرنا، اور ذریعہ کا معنی ہے وسیلہ، دونوں کا ایک ساتھ معنی ہوا کچھ وسائل کو بند کرنا۔ اس سے مراد ایسے وسائل ہیں جو کسی امر قبیح تک پہنچانے والے ہوں، اس کی اصطلاحی تعریف کے بارے میں اصولیین حضرات کی مختلف عبارتیں ملتی ہیں، سب کا خلاصہ یہی ہے کہ ایسے ذرائع جو فی نفسہ تو جائز ہوں لیکن ممنوع چیز کا ذریعہ بننے کی وجہ سے حرام ہوں، اس لئے سدالذرائع مقصود نہیں بلکہ جس کی طرف پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے وہ مقصود ہے۔

چنانچہ علامہ ابن القیم الجوزی فرماتے ہیں کہ ذریعہ ایک ایسا فعل ہے جو فی نفسہ تو مباح ہوتا ہے لیکن وہ کسی حرام کی طرف پہنچانے کا داعی بنتا ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: ذریعہ ایک ایسی چیز ہے جو فی نفسہ ممنوع نہیں لیکن اس کے ارتکاب کی وجہ سے حرام میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔

سدذریعہ کی شرعی حیثیت:

یہ بات مخفی نہیں ہے کہ فقہ اسلامی کے مصادر قرآن، سنت، اجماع، قیاس ہیں اور اس کے ساتھ استحسان، اجتہاد، مصالح مرسلہ، عرف وعادت اور سدالذرائع بھی اسی کے اجزاء میں سے ہیں، چاروں مذاہب کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جو سدالذرائع سے مستنبط ہیں، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں: سدالذرائع کی بہت سی مثالیں ہیں، ہم صرف ایسی مثالوں کو ذکر کریں گے جو متفق علیہ ہیں۔

علامہ قرافی اپنی کتاب ''تنقیح الاصول'' میں لکھتے ہیں کہ تلاش بسیار کے بعد یہ ملتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کے دلائل انیس ہیں: کتاب، سنت، اجماع، اجماع اہل المدینہ، قول الصحابی، المصلحۃ المرسلہ، القیاس، الاستصحاب، البراءۃ الاصلیہ، العوائد، استقراء، سدالذرائع، الاستدلال، الاستحسان۔

☆ ناظم وبانی جامعہ اسلامیہ دارالعلوم، مہذب پور، اعظم گڑھ۔

اور کچھ حضرات فقہاء اس کو قواعد فقہیہ میں شمار کرتے ہیں اور کچھ حضرات اس کو کبھی مبدأ کہتے ہیں اور کبھی اصل قرار دیتے ہیں اور کبھی قاعدہ کہتے ہیں، چنانچہ علامہ شاطبی نے اس کو مصادر فقہ میں شمار کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام ائمہ حضرات سد الذرائع کو تسلیم کرتے ہیں لیکن تسلیم کا طریقہ الگ الگ ہے، چنانچہ علامہ قرافی مالکی نے اپنی کتاب الفروق میں ذکر کیا ہے کہ جس طرح شریعت کے کچھ ذرائع کو کھولنا چاہئے اسی طرح کچھ ذرائع بند بھی کرنا چاہئے؛ کیونکہ حرام کا ذریعہ حرام ہوتا ہے، مباح کا ذریعہ مباح ہوتا ہے اور واجب کا ذریعہ واجب ہوتا ہے جیسا کہ جمعہ اور حج کے لئے سعی کرنا۔

الدلیل علی ماقلنا:

"السد فی اللغة: إغلاق الخلل والذريعة الوسيلة إلى الشئ، وفی الاصطلاح هی الأشياء التی ظاهرها الجواز والإباحة ويتوصل بها إلى فعل محظور" (الموسوعة الفقهیہ ۲۵/۲۷۶)۔

"اختلفت آراء العلماء فی تحديد ضابط لمعرفة قاعدة سد الذرائع ولكن الغالب يركزون على كونها وسيلة أو طريقة تكون فی ذاتها جائزة ولكنها توصل إلى ممنوع فليست هی المقصودة فی نفسها وإنما المقصود ما توصل إليه" (قاعدہ سد الذرائع ۴/)۔

"ويقول ابن القيم رحمه الله فی أعلام الموقعين الذريعة الفعل الذی ظاهره مباح وهو وسيلة إلى فعل محرم" (اعلام الموقعین ۲/۱۰۸)۔

"ويقول الامام القرطبی رحمه الله: الذريعة عبارة عن أمرغير ممنوع فی نفسه يخاف من ارتكابه الوقوع فی ممنوع" (الجامع لاحکام القرآن ۱/۴۰)۔

"ويقول الشاطبی رحمه الله: حقيقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلى مفسدة" (الموافقات ۵/۱۸۳)۔

"ذكر العلامة ابن تيمية فی فتاواه: أما شواهد هذه القاعدة يعنی سد الذرائع فأكثر من أن تحصر ولم نذكر شواهد هذا الأصل إلا ما متفق عليه" (فتاوی ابن تیمیہ ۳/۱۴۰)۔

"ذكر القرافی فی كتابه "تنقيح الاصول": يحصر أدلة المجتهدين فيجدها تسعة عشر منها سد الذرائع وهی الكتاب والسنة وإجماع الأمة، وإجماع أهل المدينة، والقياس وقول الصحابی والمصلحة المرسلة والاستصحاب والبراء ة الأصلية والعوائد، والاستقراء وسد الذرائع، والاستدلال

والاستحسان والأخذ بالأخف والعصمة وإجماع أهل الكوفة وإجماع العترة وإجماع الخلفاء الأربعة"(تنقیح الاصول ۱/۱۹۸)۔

"**ويقول القرافي: اعلم أن الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها، وتكره وتندب وتباح فإن الذريعة هي الوسيلة كما أن وسيلة المحرّم محرّمة فوسيلة الواجب واجبة**" (الفروق للقرافی ۲/۳۲)۔

۲-ذریعہ اور سبب میں کیا فرق ہے؟

ذریعہ کا لغوی معنی ہے وسیلہ، اور اس کو کبھی سبب کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور سبب کے لغوی معنی ہیں: طریقہ، راستہ، اور اصطلاح میں سبب کہا جاتا ہے: "**ما يتوصل به إلى غيره**"، یعنی جو دوسری چیز کی طرف پہنچنے کا واسطہ بنتا ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے: "**جعلت فلاناً سبباً إلى فلان أي وصلة وذريعة**"۔

علماء محققین دونوں کے درمیان فرق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "**أصل السبب يدلّ على الطول والامتداد**"، یعنی سبب اس کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے طول وامتداد پر دلالت کرے۔

اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ طول وامتداد اس کو کہتے ہیں جو شئی کے ساتھ قائم ہو۔

اور ذریعہ کہتے ہیں: "**وهو أصل يدلّ على الامتداد والتحرك إلى أمام وكل ما تفرع عن هذا الأصل يرجع إليه**"، یعنی جو طول وامتداد کے ساتھ تحرک پر بھی دلالت کرے۔

"**الذريعة هو أصل يدل على الامتداد والتحرك إلى أمام وكل ما تفرع عن هذا الأصل يرجع إليه**"(سد الذرائع للبرہانی/۵۲)۔

"**أصل السبب في اللغة يدل على الطول والامتداد وهو قريب جداً من التحرك والامتداد ولعل الفرق الأول وصف قائم بالشئ والثاني فعل الامتداد والتحرك**"(المصدر السابق/۵۳)۔

"**السبب هو الوصف الظاهر المنضبط الذي دل عليه الدليل السمعي على كونه معرفاً لحكم شرعي**"(درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ۱/۸۶)۔

۳-سدذرائع کی حجیت کے بارے میں حضرات ائمہ کی آراء اور دلائل:

اکثر اہل علم اور محققین اور ائمہ اربعہ سدذرائع کو مانتے ہیں یعنی اس سے مسائل اخذ کرتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں؛ البتہ حضرات مالکیہ اور حنابلہ کے یہاں اس میں بہت وسعت ہے جو حضرات شافعیہ اور حنفیہ کے یہاں نہیں ہے، لیکن ابن حزم اور اہل ظواہر اس پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

دلائل القائلین بحجیتہ:

۱۔"قوله تعالى: لا تسبّوا الذين يدعون من دون الله ......الخ"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے کفار کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا؛ تاکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو برا بھلا نہ کہیں۔

۲۔"قوله تعالى: ولا تقربا هذه الشجرة......الخ"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا؛ کیونکہ قریب جانے کے بعد اصل حرمت یعنی پھل کھانے کا ارتکاب نہ ہو۔

۳۔"قوله تعالى: ولا تقربوا الزنا ......الخ"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے زنا کے قریب جانے سے بھی منع فرمایا، اصل حرمت کا تعلق تو زنا کے ساتھ ہے پھر بھی قریب جانے سے منع فرمایا؛ تاکہ یہ زنا کا ذریعہ نہ بنے۔

۴۔"قوله عليه السلام: لا يجمع بين امرأة وعمتها"۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت اور اس کی پھوپھی کو ایک ساتھ جمع نہ کیا جائے، ایسی صورت میں جمع کرنے میں صلہ رحمی کا قطع لازم آتا ہے اس لئے ایک ساتھ جمع کرنے کو حرام قرار دیا۔

الدلیل علی ماقلنا:

"ذهب أبو حنيفة ومالك والشافعي وأحمد رحمهم الله وجمع من المحققين من أهل العلم لا حصر لهم إلى اعتبار قاعدة سد الذرائع وإعمالها والأخذ بها إلا أن المالكية والحنابلة توسعوا فى الأخذ أكثر من الحنفية والشافعية مع العلم أن لكل مذهب تطبيقات فقهية على هذه القاعدة ومذهب ابن حزم وأهل الظواهر فقد أنكروا العمل بسدّ الذرائع جرياً على مذهبهم من الأخذ بظاهر النص" (الموافقات للشاطبی ۱۸۸/۵)۔

"واستدلوا بما يأتي: قوله تعالى ولا تسبّوا الذين يدعون من دون الله، نهى تبارك وتعالى عن سبّ آلهة الكفار لئلا يكون ذلك ذريعة إلى سبّ الله" (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۷۶/۲۵، ہکذا فی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۵۷/۱، فتاوی ابن تیمیہ ۱۴۰/۳، الموافقات للشاطبی ۱۸۶/۵، سد الذرائع للبرہانی ۶۵۳، الفروق للقرافی ۳۲/۲، البحر المحیط ۸۲/۶)۔

۴- اہل اصول وفقہاء نے ذرائع کے جو مختلف درجات مقرر کئے ہیں اس کی وضاحت:

اہل اصول وفقہاء نے ذرائع کے مختلف درجات مقرر کئے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ اصولیین حضرات ذرائع کو

دو معنی میں لیتے ہیں: ایک معنی عام اور ایک معنی خاص، اگر ذریعہ اپنے خاص معنی میں ہو تو اس کی چار قسمیں ہوتی ہیں:

۱۔ایسا ذریعہ جو کسی مصلحت کی طرف لے جانے والا ہو اور وہ ذریعہ بھی جائز ہو۔

۲۔ایسا ذریعہ جو کسی فساد کی طرف لے جانے والا ہو اور وہ ذریعہ بھی ناجائز ہو۔

۳۔ایسا ذریعہ جو کسی مصلحت کی طرف لے جانے والا ہو اور وہ ذریعہ ناجائز ہو۔

۴۔ایسا ذریعہ جو کسی فساد کی طرف لے جانے والا ہو اور وہ ذریعہ جائز ہو۔

اور اگر ذریعہ اپنے عام معنی میں ہو تو اس کی بھی چار قسمیں ہیں:

۱۔ایسا جائز وسیلہ جو دوسرے کسی جائز وسیلہ تک پہنچانے والا ہو۔

۲۔ایسا ناجائز وسیلہ جو کسی ناجائز وسیلہ تک پہنچانے والا ہو۔

۳۔ایسا ناجائز وسیلہ جو جائز وسیلہ تک پہنچانے والا ہو۔

۴۔ایسا جائز وسیلہ جو کسی ناجائز وسیلہ تک پہنچانے والا ہو۔

ذرائع کے اقسام کا حکم بدلتا ہے ارکان ثلاثہ کے بدلنے سے، اور ارکان ثلاثہ یہ ہیں: الوسیلۃ، المتوسل الیہ، الإفضاء۔

قواعد المقری میں مذکور ہے کہ ذریعہ کے درجات تین ہیں اور یہ حرام کے اعتبار سے ہے یعنی جو حرام کا سبب بنتا ہے:

۱۔قریب ذریعہ جس میں کوئی معارض نہ ہو وہ بالاتفاق حرام ہے۔

۲۔ایسا ذریعہ جو حرام سے بہت دور ہو یہ بالاتفاق حرام نہیں ہے۔

۳۔ایسا ذریعہ جو نہ حرام کے قریب ہو اور نہ حرام سے دور ہو اور اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صاحب قواعد المقری اتفاق اور اختلاف کی علت قرب اور بعد کو قرار دیتے ہیں۔

اور صاحب احکام الفصول نے درجات کی چار قسمیں بیان کی ہیں:

۱۔ایسا ذریعہ جو یقین کے ساتھ حرام تک پہنچاتا ہے۔ ۲۔ایسا ذریعہ جو غالباً حرام تک پہنچاتا ہے۔

۳۔ایسا ذریعہ جو حرام اور حلال تک پہنچانے میں برابر ہو۔ ۴۔ایسا ذریعہ جو حرام تک بہت کم پہنچتا ہو۔

الدلیل علی ماقلنا:

"الذريعة بمعنى الخاص لها أقسام: الذريعة المفضية إلى المصلحة وهى مصلحة الذريعة المفضية إلى المفسدة وهى مفسدة الذريعة المفضية إلى المصلحة وهى مفسدة الذريعة المفضية

إلى المفسدة وهى مصلحة"(سد الذرائع فی التشریع الاسلامی/١٨٨)۔

"الذريعة بمعنى العام لها أقسام: الوسيلة الجائزة المؤدية إلى الجائز، الوسيلة المحظورة المؤدية إلى محظور، الوسيلة المحظورة المؤدية إلى الجائز، الوسيلة الجائزة المؤدية إلى محظور" (المصدر السابق/١٩٥)۔

"ذريعة توصل إلى الحرام قطعاً وذريعة توصل إلى الحرام غالباً وذريعة توصل إلى الحرام كثيراً أو تستوى حالات إفضائها إلى الحرام وعدمه ووسيلة توصل إلى الحرام نادراً"(احکام الفصول/٦٥٧)۔

"الذريعة القريبة ولا معارض لها تحرم بالاتفاق الذريعة البعيدة لا تحرم بالاتفاق، المتوسطة بين البعيدة والقريبة، هذا محل خلاف، وجعل مناط الاختلاف والاتفاق القرب والبعد"(قواعد المقری ٧/١٠٧)۔

٥-ہر امام کے نزدیک سد ذریعہ کی کچھ مثالیں:

ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کے یہاں سد ذرائع حجت ہے لیکن حجت ماننے کا طریقہ الگ ہے جیسا کہ پہلے بھی یہ عرض کیا جاچکا ہے، یہاں پر ہر مذہب کی ایسی مثالیں پیش کی جارہی ہیں جو سد ذریعہ سے مستنبط ہیں:

من أمثال الحنفية:

حنفی مذہب کی مشہور کتاب بدائع الصنائع میں مذکور ہے کہ کسی چیز کے وسیلہ کا وہی حکم ہوتا ہے جو اس شئی کا ہوتا ہے، مثال: جوان عورت کو جماعت میں حاضر ہونے سے منع کیا گیا ہے، چونکہ اس کے نکلنے میں فتنہ ہے اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، اور زنا حرام ہے، لہذا اس کا نکلنا بھی حرام ہوگا۔

من أمثال المالكية:

امام قرافی مالکی نے اپنی کتاب ''الفروق'' میں ذکر کیا ہے کہ سد ذریعہ سے مستنبط ہونے والے مسائل بہت ہیں، سرفہرست بیع الآجال ہے، امام مالک کے یہاں ہزاروں مسائل کا تعلق سد ذرائع سے ہے، اس کی مثال ''بیع الطعام قبل القبض'' ہے۔

من أمثال الشافعية:

حضرت امام شافعیؒ کے مذہب کی مثال جیسے کوئی شخص انگور ایسے شخص سے فروخت کرے جو شراب بناتا ہو اور ایسے شخص سے کھجور بیچے جو نبیذ بناتا ہو۔

من أمثال الحنابلة:

امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کی مثال جیسے اخروٹ بچوں کے ہاتھ میں فروخت کرنا؛ کیونکہ اس سے جوا کھیلا جا سکتا ہے اور جوا حرام ہے، لہذا چھوٹے بچوں کے ہاتھ اخروٹ فروخت کرنا بھی حرام ہے جو کہ فی نفسہ مباح ہے۔

"الوسيلة إلى الشئی حكمها حكم ذلک الشئ" (بدائع الصنائع ١٠٦/٧)۔

"لا يباح للشواب منهن الخروج إلى الجماعات بدليل روى عن عمر أنه نهى الشواب عن الخروج ولأن خروج النساء إلى الجماعة مسببٌ للفتنة مما أدى إلى الحرام فهو حرام" (بدائع الصنائع ١٥٧/١)۔

من أمثال المالكية:

"الأمثلة فی مذهب المالكية كثيرة جداً وفی مقدمتها بيع الآجال كما يسمونها وقد ذكر القرافی أنها تصل إلى ألف مسألة منها بيع الطعام قبل القبض" (الفروق للقرافی ١٣٤٩/٢، الفرق الرابع والتسعون والمائة ١٩٤)۔

"ويكره بيع العنب ممن يعصر الخمر والتمر لمن يجعل النبيذ وبيع السلاح ممن يعصى الله لأنه لا يؤمن أن يكون معونة على المعصية" (الموافقات ١٨٥/٥)۔

"نهى أن لا بيع الجوز على الصبيان خشية لعب القمار" (المغنی لابن قدامہ ٣٠٧/٤)۔

٦- امام قرافی مالکی کے نزدیک فتح ذرائع کی تحقیق کا خلاصہ:

امام قرافی مالکی اپنی کتاب الفروق میں ذکر کرتے ہیں کہ جس طرح کچھ ذرائع کو بند کرنا ضروری ہے اسی طرح کچھ ذرائع کو کھولنا بھی ضروری ہے، اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اگر کچھ ذرائع کو کھولا جائے تو جس کے لئے کھولا جائے تو اس کے اعتبار سے ذریعہ کا حکم بھی بدل جائے گا، یعنی اس فعل کا جو حکم ہوگا ذریعہ کا بھی وہی حکم ہوگا، اگر کام مباح ہو تو ذریعہ بھی مباح ہوگا، اور اگر کام مکروہ ہو تو ذریعہ بھی مکروہ ہوگا، اور اگر کام حرام ہو تو ذریعہ بھی حرام ہوگا۔

"ويقول القرافی: اعلم أن الذريعة كما يجب سدّها يجب فتحها وتكره وتندب وتباح فإن الذريعة هی الوسيلة كما أن وسيلة المحرّم محرمة فوسيلة الواجب واجبة" (الفروق للقرافی ٣٢/٢)۔

"فتح الذرائع يحتمل فی وجوه ثلاثة:

الأول أن يدخل التذرع فی حدود المباحات التی يجوز للإنسان فعلها وتركها ككل الوسائل التی يحصل الإنسان مصلحة مباحة، والحكم هنا ترک الذرائع كفعله سواء بسواء" (سد الذرائع فی التشریع الاسلامی ٢٤٥، بحوالہ الموافقات ٨٣/٥)۔

۷-دور حاضر میں کن مسائل میں سد ذرائع مؤثر ہے یا بن سکتا ہے؟اس کی چند مثالیں:

قدیم متون فقہ میں یہ بات مذکور ہے کہ بوڑھی عورت کے لئے مغرب اور عشاء کی نماز کی جماعت میں حاضر ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن دور حاضر میں بوڑھی عورتوں کے لئے بھی حضور جماعت ممنوع ہے؛ چونکہ مغرب اور عشاء اور فجر کے لئے نکلنے میں بھی فتنہ کا اندیشہ ہے "**لكل ساقطة لاقطة**"، لہذا سد ذریعہ کی بنیاد پر مذکورہ بالا نمازوں کے لئے بھی جانے کی اجازت نہیں۔

"**كره حضور الشابة كل جماعة والعجوز الظهر والعصر لا الباقية أى لا بأس للعجوز بالخروج فى المغرب والعشاء والفجر**"(شرح الوقایہ ۱/۱۵۲)۔

۸-سد ذرائع کا استعمال موقوف کردینا مناسب نہیں:

چونکہ فقہ اسلامی کی یہ بھی ایک اساس و بنیاد ہے، لہذا اس کا ترک تو مناسب نہیں؛ البتہ یہ شرط لگادی جائے کہ انہیں فقہاء کو اس کی اجازت ہے جن کو فقہ وفتاوی میں مہارت تامہ حاصل ہو اور حالات حاضرہ پر گہری نظر ہو اور اجتہاد وتطبیق مسائل کی صلاحیت رکھتے ہوں، عمومی استعمال کی اجازت نہ دی جائے۔

☆☆☆

سدّ ذرائع

مولانا عبداللہ خالد لوناواڑہ☆

۱-ذریعہ اور سد ذریعہ کی لغوی تحقیق:

ذریعہ لغت میں وسیلہ اور سبب کو کہتے ہیں، یعنی ہر وہ شئ جو کسی دوسری شئ کے حصول کا ذریعہ بنے۔

لسان العرب میں ذریعہ کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے: "**هی الوسیلة التی یتوصل بها إلی الشئ**"۔

اسی طرح "قاموس" میں ہے: "**الذریعة: الوسیلة، وهی التی یتوصل بها إلی شئ آخر**"۔

اور سد کے معنی بند کرنا ہیں۔

اور اصطلاح میں سد ذرائع کے معنی ایسے اقوال اور اعمال پر روک لگانا ہے جو گرچہ بذات خود مباح ہوں لیکن کسی ممنوع کے ارتکاب کے بالواسطہ سبب بن جاتے ہوں۔

علامہ ابن رشدؒ سد ذرائع کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**الذرائع هی الأشیاء التی ظاهرها الإباحة ویتوصل بها إلی فعل محظور**"۔

علامہ قرطبیؒ سد ذرائع کی حقیقت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "**الذریعة عبارة عن أمر غیر ممنوع فی نفسه، یخاف من ارتکابه الوقوع فی ممنوع**" (احکام القرآن ۲/ ۲۹۴)۔

علامہ شاطبیؒ ذریعہ کی حقیقت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں: "**حقیقة الذرائع التوسل بما هو مصلحة إلی ما هو مفسدة**" (الموافقات ۴/ ۱۹۸) (ذرائع کی حقیقت اس قول وعمل کو جو مصلحت ہے، مفسدہ کا سبب بنالینا ہے)۔

اسی طرح "الموسوعۃ الفقہیۃ" میں ہے: "**الذریعة هی الأشیاء التی ظاهرها الإباحة ویتوصل بها إلی فعل محظور**" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۴/ ۲۷۲)۔

۲-سد ذرائع کی حجیت کے بارے میں ائمہ فقہ کے مسالک اور ان کے دلائل:

امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے یہاں سد ذرائع کو فقہ کی ایک اہم اصل اور احکام شرعیہ کے استنباط کے

☆ استاذ دار العلوم لوناواڑہ، مہی ساگر، گجرات۔

لئے مستقل بنیاد مانا گیا ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہا اللہ کے یہاں بھی سدذرائع کا استعمال کثرت سے ہے، لیکن بعض حالات میں انہوں نے انکار کیا ہے، علامہ شاطبیؒ نے سد ذرائع کے چار درجات بیان کئے ہیں، ان میں سے تین میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے؛ البتہ چوتھی قسم کے بارے میں امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا اختلاف ہے، اور ابن حزم نے مطلقاً سد ذرائع کا انکار کیا ہے۔

علامہ وہبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں: "**اعتبر الامامان مالک وأحمد مبدأ الذرائع أصلاً من أصول الفقه، وأخذ به الشافعي وأبوحنيفة في بعض الحالات، وأنكر العمل به في حالات أخرىٰ، وأنكره ابن حزم الظاهري مطلقاً**" (اصول الفقہ الاسلامی: ۱۸۷)۔

قائلین کے دلائل:

"**لا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدواً بغير علم**" (الانعام: ۱۰۸)۔

ظاہر ہے کہ معبودان باطلہ کو برا کہنا بذات خود کوئی شر نہیں، لیکن اس کے رد عمل میں اللہ کو برے کہے جانے کا عمل بہت برا ہے، اس لئے قرآن میں ذریعۂ شر کو ممنوع قرار دیا۔

"**يا أيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا**" (سورۂ بقرہ: ۱۴)۔

اس میں یہودیوں کی شرارت سے بچنے کے لئے لفظ "راعنا" کے استعمال سے منع کیا گیا سد ذرائع کے طور پر۔

اور احادیث میں بھی کثرت سے سد ذرائع کی مثالیں موجود ہیں۔

علامہ ابن القیم جوزیؒ نے اعلام الموقعین میں ننانوے مثالوں سے اس امر کو واضح کیا ہے۔ یہاں پر کچھ کا تذکرہ کیا جاتا ہے (اعلام الموقعین: ۳/ ۱۴۷)۔

"**دع ما يريبک إلى ما لايريبک**" (الترمذی: ۲۵۱۸)۔

"**الحلال بيّن والحرام بيّن وبينهما أمور مشتبهات**" (مسلم: ۱۵۹۹)۔

"**من حام حول الحمى يوشک أن يواقعه**" (البخاری: ۵۲)۔

"**إن من أكبر الكبائر أن يلعن الرجل والديه، قيل: يا رسول الله كيف يلعن الرجل والديه، قال: يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه ويسبّ أمه فيسبّ أمه**" (البخاری)۔

رسول اللہ ﷺ نے طلوع وغروب شمس کے وقت نماز سے منع فرمایا، اس سے کفار کے ساتھ مشابہت سے روکنا مقصود ہے کہ ان اوقات میں سجدہ سے یہ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے اس درخت کے پاس نماز پڑھنے سے روک دیا جہاں بیعت رضوان ہوئی تھی؛ بلکہ اس درخت کو ہی کٹوادیا کہ اس مباح عمل کے نتیجہ میں خطرہ تھا کہ صنم پرستی کا قدیم رجحان نہ لوٹ جائے۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے قرض دینے والے کو مقروض سے ہدیہ لینے سے منع فرمایا جس کے نتیجہ میں قرض سے نفع اٹھانے کا رجحان پیدا ہوسکتا تھا۔

اسی طرح احتکار سے منع فرمایا، کیونکہ اس صورت میں لوگوں پر تنگی آئیگی۔

مذکورہ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث رسول ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں سد ذرائع کا بھی اعتبار کیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اور آئندہ سوالات کے جوابات کے ذیل میں بھی اس کی تفصیل آئے گی کہ مخصوص صورت (بیوع الآجال ونحوہا) کے علاوہ سد ذرائع کے استعمال کے سلسلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے، اس لئے مانعین کے دلائل کی ضرورت نہیں رہی۔

علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں: ''وانما قلنا إن هذه الأدلة لا تفيد فى محل النزاع، لأنها تدل على اعتبار الشرع سد الذرائع فى الجملة، وهذا أمر مجمع عليه، وانما النزاع فى ذريعة خاصة، وهو بيع الآجال ونحوها'' (ارشاد الفحول: ۱۷۸)۔

۴- اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک مختلف درجات اور رجحانات:

اہل اصول اور خاص طور پر علامہ شاطبیؒ نے ذرائع کے چار درجات مقرر کئے ہیں:

قسم اول: وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں فساد کا پیدا ہونا یقینی ہو، جیسے کسی کے دروازے اور گزرگاہ پر رات کے اندھیرے میں کنواں کھودنا کہ گھر سے باہر نکلنے والے کا اس میں گرجانا یقینی ہو۔

قسم دوم: وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں فساد کا پیدا ہونا اتفاقی امر اور نادر ہو، جیسے طالب علم کو قرض دیا جائے اور وہ طالب علم بھاگ جائے، بشرطیکہ وہ طالب علم بھگوڑا نہ ہو۔

قسم سوم: وہ ذرائع جن کے مفضی إلى الفساد ہونے کا غالب اندیشہ ہو، جیسے جنگ کے زمانے میں دشمن کے ہاتھوں ہتھیار کی فروخت، غالب یہی ہے کہ وہ ہمارے خلاف استعمال ہوگا، یا کسی شراب کی فیکٹری میں فیکٹری والے سے انگور کی بیع کرنا، غالب یہی ہے کہ وہ انگور سے شراب تیار کرے گا۔

قسم چہارم: وہ ذرائع جو بسا اوقات موجب فساد ہو جاتے ہیں، لیکن اکثر ایسا نہیں ہوتا، جیسے بیوع کی بعض صورتیں۔

ذرائع کے احکام:

پہلی قسم کے ذریعہ کے ممنوع ہونے پر علمائے کرام کا اتفاق ہے،اوراس بات پر بھی اکثر فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ ذریعہ کی دوسری قسم ممنوع نہیں ہے۔

تیسری صورت: یعنی وہ ذرائع ہے جن کے بارے میں غلبہ ظن ہے کہ وہ موجب فساد ہونگے،ان کے بارے میں بھی علمائے کرام کی رائے یہی ہے کہ ایسے ذرائع کا بھی سد باب ضروری ہے،اس لئے کہ عام طور پر شرع میں ظن غالب کوعلم و یقین کا درجہ دیا جاتا ہے،اور ایسے ذرائع کا ارتکاب علی العموم ممنوعات کے ارتکاب کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

چوتھی صورت: یعنی وہ ذرائع جن کے نتیجہ میں کسی فساد کا پیدا ہونا نہ اکثر ہو نہ نادر ہو،لیکن بسا اوقات ہوجایا کرتا ہے،یہی وہ ذرائع ہیں جن کی ممانعت کے باب میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہؒ،امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ذریعہ ممنوع نہیں ہے۔اورامام مالکؒ اورامام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ ذریعہ بھی معتبر ہے یعنی وہ اس ذرائع کوممنوع قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ امام قرافی مالکیؒ لکھتے ہیں:"**بل الذرائع ثلاثة اقسام:قسم أجمعت الأمة على سده،ومنعه،و حسمه كحفر الآبار فى طرق المسلين، فإنه وسيلة إلى إهلاكهم فيها،وكذلک إلقاء السم فى أطعمتهم.و سبّ الاصنام عند من يعلم من حاله أنه يسبّ الله تعالىٰ عند سبّها**"۔

"**قسم أجمعت الأمة على عدم منعه،وأنه ذريعة لاتسد وسيلة لا تحسم كالمنع من زراعة العنب خشية الخمر، فانه لم يقل به أحد كالمجاورة فى البيوت خشية الزنىٰ۔إلى آخره....**"(الفروق للقرافی ۲/۳۲)۔

اسی طرح اس کی پوری تفصیل علامہ شاطبیؒ نے الموافقات:۲/۳۶۱ میں اور علامہ ابن القیم جوزیؒ نے اعلام الموقعین:۳/۱۴۱ میں ذکر کی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب ذرائع کے چار درجات بیان کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:"اس پر اتفاق ہے کہ پہلی صورت کا ذریعہ ممنوع ہے،اس پر بھی اتفاق ہے کہ دوسرا درجہ ممنوع نہیں ہے،تیسرے درجہ کا ذریعہ بھی ممنوع ہے اور اکثر علمائے کرام کی یہی رائے ہے،چوتھی صورت کی بابت فقہاء کے درمیان اختلاف ہے،امام ابوحنیفہ اورامام شافعی کے نزدیک اس ذریعہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ ذریعہ ممنوع نہیں،اور مالکیہ اورحنابلہ کے نزدیک یہ ذریعہ بھی معتبر ہے(قاموس الفقہ ۴/۱۴۱)۔

۵-ائمہ اربعہ کی فقہ سے اس کی چند مثالیں:

اگر چہ سد ذرائع کے استعمال کے سلسلہ میں فقہائے مالکیہ وحنابلہ مشہور ہیں لیکن حنفیہ اور شوافع کے یہاں بھی

کثرت سے اسکا استعمال موجود ہے، چنانچہ شیخ ابوزہرہ فرماتے ہیں:

"وأن الأخذ بالذرائع كما قررنا ثابت من كل المذاهب الإسلامية،وإن لم يصرح به،وقد اكثر منه الإمامان مالک وأحمد،وكان دونهما فى الأخذ به الشافعي وأبوحنيفة،ولكنهما لم يرفضاه جملة،ولم يعتبراه اصلاً قائماً بذاته،بل كان داخلاً فى الأصول المقررة عندهما كالقياس والاستحسان الخفى الذى لا يبتعد عما يقرره الشافعي إلا فى العرف" (اصول الفقہ:۲۶۵)۔

فقہ حنفی میں سد ذرائع کا استعمال:

فقہائے حنفیہ نے کثرت سے اس سلسلہ میں جزئیات نقل کئے ہیں، اور قواعد بھی نقل کئے ہیں جن کی روح یہی سد ذرائع ہیں:

۱-**"ما أدى الى الحرام فهو حرام"** (بدائع الصنائع ۱/۱۵۷) (جو حرام تک پہنچائے وہ بھی حرام ہے)۔

۲-**"سبب الحرام حرام"** (بدائع الصنائع ۱/۱۵۷) (سبب حرام بھی حرام ہے)۔

اسی طرح فقہائے احناف نے جوان عورت کو مسجد کی جماعت میں شریک ہونے سے روکا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ: **"لأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة،والفتنة حرام،وما أدى إلى الحرام فهو حرام"** (بدائع الصنائع ۱/۱۵۷)۔

اور ظہار کرنے والے کو جب تک وہ کفارہ ادا نہ کردے اس وقت تک اپنی بیوی کو چھونے اور بوسہ دینے سے روکا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ **"لأنه لما حرم الوطء أن يكفر حرم الدواعى للإفضاء إليه،ولأن الأصل أن سبب الحرام حرام"** (فتح القدیر ۱۰/۴۷)۔

اسی طرح مفتی تقی عثمانی صاحب نے فقہائے احناف سے دو جزئیے نقل فرمائے ہیں کہ اگر عورت ولی کی اجازت کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو اصل مذہب میں نکاح منعقد ہوجائیگا لیکن ولی کو اعتراض کا حق ہوگا اور وہ قاضی کے ذریعہ فسخ کرا سکتا ہے، لیکن حسن بن زیاد کی روایت کے مطابق نکاح بالکل منعقد نہیں ہوگا، اور متأخرین حنفیہ نے سد ذریعہ کے طور پر اسی روایت کے مطابق فتویٰ دیا ہے (درمختار)۔

حنفیہ کا اصلی مذہب یہ ہے کہ عورت نعوذ باللہ مرتد ہوجائے اسکا نکاح فسخ ہوجائے گا مسلم شوہر سے، اور اس کو اسلام پر اور تجدید نکاح پر مجبور کیا جائیگا لیکن بعض عورتوں نے اپنے شوہروں سے خلاصی پانے کے لئے ارتداد کا سہارا لیا تو فقہائے متأخرین نے اس بات کا فتویٰ دیا کہ مرتدہ اپنے شوہر کے نکاح میں باقی رہے گی، سداًللذریعۃ۔

”ومن أمثلة سد الذرائع فی المذهب الحنفی أن المرأة إن تزوجت بدون إذن الولی فی غیر الکفو،فان أصل المذهب أن النکاح ینعقد،ولکن یحق للولی الاعتراض،فیفسخه بالقاضی،وهناک روایة عن الحسن بن زیاد رحمه الله تعالیٰ أنه لا ینعقد نکاح أصلاً،فأفتی المتأخرون من الحنفیة بهذه الروایة سداً للذریعة،جاء فی الدر المختار:ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه أصلاً،وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان“(الدر المختار مع رد المحتار: باب الولی۸/۱۹۰)۔

”وکذلک أصل مذهب الحنفیة أن المرأة إن ارتدت والعیاذ بالله العظیم ینفسخ نکاحها مع زوجها المسلم، وتجبر علی الإسلام وتجدید النکاح،إن أراد الزوج ذلک، ولکن مشایخ سمرقند وبلخ رأوا أن بعض النسوة تحیلن فی الخلاص من أزواجهن بالإرتداد، والعیاذ بالله تعالی فأفتوا أن المرتدة تبقی فی نکاح زوجها سداً لهذه الذریعة “(اصول الافتاء وآدابہ:۲۷۹)۔

علامہ ابن ہمام ایک معاملہ کو ناجائز قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

” إنما ذمت العقد الأول لأنه وسیلة وذمت الثانی لأنه متصور الفساد“ (فتح القدیر۵/۲۰۹)۔

فقہائے شافعیہ کے یہاں سد ذرائع کا استعمال:

بعض فقہائے شافعیہ نے شدت سے سد ذرائع کا انکار کیا ہے،لیکن فقہ شافعی میں کثرت سے سد ذرائع کو استعمال کیا گیا ہے اور بعض علمائے کرام نے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں ۱۶ جگہ پر سد ذرائع کا استعمال کیا ہے(الام للشافعیؒ:۳/ ۱۲۴، ۴/۵۱، ۱۲۰، ۱۲۱، ۲۳۰، ۲۳۲، ۲۳۳، ۶/۱۴۹، ۷/ ۱۳۲)۔

انہوں نے باندی کو قرض پر دینے سے منع کیا،اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لأن تجویز ذلک یفضی إلی أن یصیر ذریعة أن یطأها وهو یملک ردها وفیه منع الذرائع “ (البحر المحیط۸/ ۹۴)۔

اسی طرح انہوں نے گھاس کی بیع کو روکنے کے لئے پانی کی بیع سے منع کیا(الام:۴/ ۵۱)۔

حائضہ سے ناف اور گھٹنوں کے مابین استمتاع سے منع فرمایا،اس کی وجہ بیان فرماتے ہوئے علامہ سیوطی تحریر فرماتے ہیں:”قال الأئمة:وانما کانت تحریم أحب،لأن فیه ترک مباح لاجتناب محرم“(الاشباہ والنظائر للسیوطی:۱۰۶)۔

اسی طرح انہوں نے جہاں امام متعین ہو ایسی مسجد میں دوبار جماعت کرنے سے منع فرمایا،اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ زرکشی فرماتے ہیں:”وانما کرهته لئلا یعمد قوم لا یرضون إماماً فیصلون بإمام غیره“ (البحر المحیط۶/۸۶)۔

ان جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہ شافعی میں بھی سدذ رائع کا استعمال موجود ہے۔

فقہائے مالکیہ اور فقہائے حنابلہ کے یہاں تو سدذ رائع کو فقہ کی ایک اہم اصل اور احکام شرعیہ کے استنباط کے لئے مستقل بنیاد مانا گیا ہے، چنانچہ ان کی کتب میں سدذ رائع کو کثرت سے استعمال کیا گیا ہے اور ابن قیم حنبلیؒ نے سدذ رائع کو ربع دین قرار دیا ہے (اعلام الموقعین ۳/۱۷۱)۔

چنانچہ انہوں نے بیع اجل سے منع کیا ربوٰ کے شبہ کی وجہ سے، مثلاً بائع نے کچھ سامان دس درہم میں ادھار بیچا، پھر اس کو مشتری کے پاس سے نقد پانچ درہم میں خرید لیا سود کے شبہ سے بچتے ہوئے (حاشیۃ الدسوقی ۳/۱۱۳)۔

اسی طرح انہوں نے ادھار مہر کو مکروہ قرار دیا اگر چہ وقت متعین کیا ہو، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لئلا یتذرع الناس إلی النکاح بغیر صداق ویظهروا أن هناک صداقاً مؤجلاً" (الشرح الکبیر ۲/۳۰۹)۔

اسی طرح انہوں نے شوال کے چھ روزوں کو رمضان کے متصلاً بعد رکھنے سے منع فرمایا۔ علامہ ابن رشدؒ نے فرمایا:

"کره مالک أن یلحق برمضان ست من شوال مخافة أن یلحق برمضان ما لیس منه أهل الجهالة والجفاء۔۔۔الخ" (مواہب الجلیل ۲/۴۱۴)۔

اس طرح کی بہت سی مثالیں اور جزئیات علامہ ابن تیمیہؒ، علامہ ابن القیم جوزیؒ، علامہ شاطبیؒ، علامہ قرافیؒ، اور دیگر فقہائے مالکیہ اور حنابلہ نے نقل کئے ہیں (اعلام الموقعین ۳/۱۷۱، الموافقات ۲/۳۴۸، المغنی)۔

۶-بعض اہل اصول کے نزدیک فتح ذرائع کی بحث:

فتح الذرائع یعنی وہ کام جو شریعت میں مطلوب امر کا ذریعہ بنے، تو یہ ذریعہ بھی مطلوب قرار پائے گا۔ اسی کو ''فتح الذرائع'' کہتے ہیں۔

جو بات کسی واجب یا فرض کی ادائیگی کے لئے ضروری ہو اس کا بھی وہی حکم ہوگا اور جو بات کسی مباح کا ذریعہ بنتی ہو تو وہ بھی مباح ہوگی اور جو بات کسی مندوب کا ذریعہ بنتی ہو تو وہ بھی مندوب ہوگی۔

فتح الذرائع کے شواہد بھی شریعت میں موجود ہیں: **"یاأیها الذین آمنوا إذا نودی للصلوٰة من یوم الجمعة، فاسعوا إلی ذکر الله وذروا البیع"** (سورۂ جمعہ:۹)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''سعی الی الجمعۃ'' کا حکم دیا جو کہ بذات خود مقصود نہیں ہے لیکن چونکہ یہ فرض نماز کے قائم کرنے کا ذریعہ ہے، لہذا اسے بھی واجب قرار دیا۔

"ذلک لأنهم لا یصیبهم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فی سبیل الله ولا یطأون موطئا یغیظ الکفار ولاینالون من عدو نیلاً إلا کُتب لهم به عمل صالح" (سورۂ توبہ:۱۲۰)۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے بھوک اور تھکان پر ثواب کو محقق فرمایا؛ حالانکہ یہ ان کا فعل نہیں تھا لیکن یہ جہاد فی سبیل اللہ جو دین کی حفاظت اور اعزاز کا سبب ہے، کی طرف توسل کی وجہ سے پیش آیا لہذا اس پر بھی ثواب کو محقق فرمایا۔

"قل انظروا ماذا فی السماوات والأرض وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون" (یونس:١٠١)۔

مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے عالم سماوی کی طرف غور کرنے کا حکم دیا؛ حالانکہ وہ مقصود بالذات نہیں ہے لیکن چونکہ عالم سماوی میں غور وفکر کرنا وسیلہ ہے حصول و پختگی ایمان کا، لہذا اس کا حکم فرمایا۔

علامہ قرافی مالکیؒ نے فتح الذرائع کی کچھ مثالیں ذکر فرمائی ہیں:

جیسے مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کے لئے مال دینا، ظلم سے بچنے کے لئے رشوت دینا، کمزور مسلمان ملک کا طاقتور کفار ملک کو مال دینا ان کے شر سے بچنے کے لئے (الفروق ٢/ ٣٣)۔

علامہ وہبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں: "**وبناء علیه یجب علی الأمة تعلم الصناعات المختلفة، لأنها ذرائع للمصالح العامة التی یقوم علیها شأن العمران، وهذا من باب فتح الذرائع**" (اصول الفقہ الاسلامی: ١٧٧)۔

شیخ ابوزہرہؒ ذرائع کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "**مایکون طریقاً للمحرم أو للمحلل فانه یأخذ حکمه،فالطریق إلی الحرام حرام، والطریق إلی المباح مباح، وما لا یؤدی الواجب إلا به فهو واجب، والجمعة فرض فترک البیع لأجل أدائها واجب،لأنه ذریعة،والحج فرض والسعی إلیه فرض مثله عند القدرة علیه**" (أصول الفقہ :٢٥٩)۔

٧- دور حاضر کے چند نئے مسائل:

ہماری معاشرتی زندگی میں ایسے دسیوں مسائل سامنے آتے ہیں جن کے حل کے لئے اس اصول پر غور کیا جا سکتا ہے، جیسے ایک عورت کا شوہر مفقود ہے اور شوہر اتنی ملکیت چھوڑ گیا ہے کہ جس کی آمدنی سے وہ عورت اپنی کفالت کر سکتی ہے تو سات آٹھ سال تک شوہر کا انتظار کرنے کے بعد وہ قاضی کے یہاں درخواست تفریق دیتی ہے۔ فقہ مالکی کے مطابق اسے مزید چار سال تک انتظار کرنا ہوگا جیسا کہ حضرت تھانویؒ وغیرہ نے فتویٰ دیا ہے، لیکن اس عورت کی جوان عمری، ماحول کا فساد اور مخلوط معاشرت کی وجہ سے قاضی کو ظن غالب ہے کہ مزید انتظار کا حکم اس کو برائی میں مبتلا کر دیگا، یا سد باب فتنہ اور خوف زنا کو بنیاد بنا کر قاضی اس عورت کا نکاح فوراً فسخ کر سکتا ہے (جیسا کہ بعض دار القضاء کا عمل ہے)۔

بالغ اور قریب البلوغ لڑکوں اور لڑکیوں کا مخلوط تعلیمی نظام اور ان کو جنسی تعلیم دینا ناجائز ہوگا؛ کیونکہ اس سے بے حیائی پیدا ہوتی ہے۔

جوان ساس کا اپنے داماد سے تنہائی اختیار کرنا؛ کیونکہ فساد زمانہ کی وجہ سے فتنہ کا خوف ہے۔
سودی کاروبار کرنے والے بینک کو مکان کرایہ پر دینا، یہ سودی کاروبار میں تعاون کا ذریعہ بنتا ہے۔
اوراسی طرح کے کئی معاشرتی، تجارتی مسائل ہیں جن میں سد ذرائع کا اصول استعمال میں لایا جاسکتا ہے۔

۸-سد ذرائع کے استعمال میں غلو کرنا:

جیسا کہ اوپر تفصیل سے گزرا کہ شریعت میں سد ذرائع کا اعتبار ہے، لیکن اس میں غلو کرنا درست نہ ہوگا، اس لئے کہ آدمی اس میں غلو کرنے سے بہت سے مباح، مندوب اور واجب امور سے رک جائیگا۔

شیخ ابوزہرہ فرماتے ہیں: ''**وأن الأخذ بالذرائع لا تصح المبالغة فيه،فإن المغرق فيه قد يمتنع عن أمر مباح أو مندوب أو واجب، ولأنه لوحظ أن بعض الناس قد يمتنع عن أمور كثيرة خشية الوقوع فى الحرام**''(اصول الفقہ: ۲۶۵)۔

حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحبؒ فرماتے ہیں: ضروری ہے کہ اس اصول کی نزاکتوں پر اس کی گہری نظر ہو، ورنہ فساد کو صلاح اور صلاح کو فساد قرار دیکر، یا مصلحت ومفسدہ کی صحیح قدر و قیمت کا تعین نہ کرکے بناء دین کے انہدام کا موجب ہو جائے گا، اس لئے صحیح فقہی شعور کے بغیر ان نازک اصولوں کا استعمال خود ایسا ذریعہ فساد ہے کہ خود اس کا سد باب ضروری ہے (مباحث فقہیہ: ۸۴)۔

☆☆☆

سَدِّ ذرائع

مولانا مفتی محمد صادق مبارک پوری☆

اسلامی شریعت میں جس طرح گناہ اور معصیت حرام وممنوع ہے،اسی طرح اسباب اور ذرائع جو گناہ ومعصیت کا باعث بنتے ہیں،اسلامی شریعت ان پر بھی پابندی لگاتی ہے،جنھیں فقہائے کرام کی اصطلاح میں ’’سدِّ ذرائع‘‘ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قرآن وحدیث میں بکثرت اس کی مثالیں ونظیریں موجود ہیں،چند مثالیں ونظیریں زیب قرطاس کی جاتی ہیں:

(۱)’’ولاتسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبّوا الله عدوا بغيرعلم كذلك زيّنا لكل أمة عملهم ثم إلى ربّهم مرجعهم فينبئهم بما كانوا يعملون‘‘(سورۃ الانعام/ ۱۰۸)(معبودان باطلہ کو گالی مت دو،اس لیے کہ وہ نادانی میں دشمنی کی بنا پر اللہ کو گالی دیں گے،اسی طرح ہر امت کے لیے اس کے عمل کو مزین کردیا،پھر ان کے رب کی طرف ان کو لوٹنا ہے،پس ان کے اعمال ان کو جتادے گا)۔

معبودانِ باطلہ کو سب وشتم کرنے سے اس لیے منع کیا گیا کہ ان کے پجاری لوگ نفسیات کا شکار ہوکر اللہ تعالیٰ کو سب وشتم کریں گے۔

(۲)’’ياأيها الذين آمنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا‘‘(سورۃ البقرۃ/ ۱۰۴)(اے مومنو! راعنا نہ کہو،انظرنا کہو)۔

راعنا کہنے کی ممانعت اس لیے کی گئی کہ لفظ راعنا یہود کی زبان میں گالی کا کلمہ تھا،مسلمان اس کلمہ کو استعمال کرکے یہود کے لیے نبی ﷺ کو گالی دینے کا ذریعہ نہ بنیں۔

(۳)’’والذين اتخذوا مسجدا ضرارا وكفرا وتفريقا بين المؤمنين وإرصادا لمن حارب الله ورسوله من قبل و ليحلفنّ إن أردنا إلا الحسنىٰ والله يشهد إنهم لكاذبون‘‘ (سورۃ التوبۃ/ ۱۰۷)(وہ لوگ جنھوں

☆ صدر المدرسین ومفتی جامعہ نور الاسلام ولید پور ضلع مئو۔

نے مسجد بنائی کہ (اسلام کو) نقصان پہونچائیں، (اس میں بیٹھ کر) کفر کی باتیں کریں، اور ایمان داروں میں تفریق ڈالیں، اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں، جو اس سے پہلے خدا اور رسول کا مخالف ہے، اور قسمیں کھا جائیں کہ بجز بھلائی کے ہماری اور کچھ نیت نہیں، اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں)۔

(۴)'' **قطع شجرة بيعة الرضوان، لما رأى عمر بن الخطاب -رضى الله عنه- الناس يأتون شجرة بيعة الرضوان ويقصدونها فى الصلاة قطعها وقال: ياأيها الناس رجعتم إلى العزىٰ ألا لاأوتى منذ اليوم بأحد عاد لمثلها إلاقتلته بالسيف كمايقتل المرتد**'' (بیعتِ رضوان کے درخت کو کاٹنا۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ لوگ بیعت رضوان کے درخت کے پاس آتے ہیں، اور وہاں نماز پڑھتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اس کو کاٹنے کا حکم دیا، اور فرمایا: اے لوگو! تم لوگ عزیٰ بت کی طرف لوٹ گئے، خبردار! آج سے یہاں آ کر ایسا کیا تو میں اس کو مرتد کی طرح تلوار سے قتل کردوں گا)۔

حضرت عمرؓ نے سختی سے اس لیے منع فرمایا کہ یہ دین میں فساد اور شرک کا ذریعہ ہے، اسی لیے سد ذرائع پر عمل کرتے ہوئے اس درخت کو کاٹنے کا حکم دیا، اور نہ ماننے والوں کو دھمکی دی کہ آئندہ ایسا کیا تو میں مرتد کی طرح قتل کردوں گا۔

(۵)''**عن عائشة -رضى الله عنها- قالت: ''قال رسول الله ﷺ: يا عائشة! لولا أن قومك حديثو عهد بشرك لهدمت الكعبة فألزقتها بالأرض وجعلت لها بابين بابا شرقيا وبابا غربيا وزدت فيها ستة أذرع من الحجرفان قريشا اقتصرتهاحيث بنت الكعبة**'' (اخرجہ مسلم فی کتاب الحج، باب نقض الکعبۃ وبناءھا)
(حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تمہاری قوم کے لوگ شرک کے زمانہ سے قریب نہ ہوتے تو خانہ کعبہ کو منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیتا، اور اس کے دو دروازے بناتا، ایک دروازہ مشرق میں اور دوسرا دروازہ مغرب میں، پتھر سے اس میں چھ ذراع کا اضافہ کرتا، اس لیے کہ قریش نے تعمیر کعبہ کے وقت اسی پر اکتفا کیا)۔

حضور ﷺ کی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کو منہدم کر کے بناء ابراہیمی کے مطابق تعمیر کروں، قریش جدید الاسلام تھے، اس لیے آپ ﷺ نے سد ذرائع کے اصول پر عمل کرتے ہوئے خانہ کعبہ کی تعمیر کو اسی حال پر چھوڑ دیا۔

(٦)''**قوله ﷺ: ''أنا برىء من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين ،قالوا: يارسول الله ! لم؟ قال: لاتراءى ناراهما**'' (ابوداود فی سننہ ۳/۴۵، باب النھی عن قتل من اعتصم بالسجود) (حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں ہر اس مسلمان سے بیزار ہوں، جو مشرکین کے درمیان قیام پذیر ہو، لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں؟ فرمایا: ان دونوں میں ملاپ نہ ہو)۔

حضور ﷺ نے اس حدیث شریف میں مشرکین کے ساتھ قیام کو منع فرمایا ہے؛ کیوں کہ یہ دین میں فساد کا ذریعہ بنے گا۔

(۷)''عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: لايقولنّ أحدكم :عبدي وأمتي كلكم عبيدالله وكل نساء كم إماء الله ولكن ليقل :غلامي ، جاريتی وفتاي وفتاتي''(رواہ مسلم ۴/ ۱۷۶۴، باب حکم اطلاق لفظة العبد، ابوداؤد ۴/ ۲۹۴، باب لايقول المملوک ربي) (تم میں سے کوئی اپنے غلام اور باندی کو عبدی اور امتی نہ کہے، تم سب کی سب اللہ کے غلام ہو، اور تمہاری تمام عورتیں اللہ کی باندیاں ہیں، لیکن غلامی، جاریتی، فتای، اور فتاتی کے الفاظ کہے)۔

(۸)''عن النعمان بن بشیرؓ يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول :''الحلال بين والحرام بين وبينهما مشبهات لايعلمهاكثير من الناس فمن اتقى المشبهات استبرأ لدينه وعرضه ،ومن وقع فى الشبهات كراع يرعى حول الحمىٰ يوشک أن يواقعه ألا وإن لكل ملک حمى ألا إن حمى الله فى أرضه محارمه ، ألا إن فى الجسد مضغة ،إذا صلحت صلح الجسدكله وإذا فسدت فسد الجسدكله، ألا وهى القلب'' (صحيح البخاری، ۱/ ۲۰، باب فضل من استبرأ لدينه، صحيح مسلم ۳/ ۱۲۱۹، باب أخذ الحلال وترک الشبهات) (حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ حلال واضح ہے، اور حرام واضح ہے، جو شخص شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا، اور جو شخص شبہات میں مبتلا ہوگیا، اس چرواہے کی طرح ہے، جو چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے، قریب ہے کہ اس کو (دوسرے کے کھیت) میں چرادے، سنو! ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہے، سنو! اللہ کی چراگاہ اس کی زمین میں اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں، سنو! جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب یہ درست ہوگا سارا جسم درست ہوگا، اور جب یہ بگڑ جائے گا سارا جسم بگڑ جائے گا، سنو! یہ دل ہے)۔

حضور ﷺ نے اس حدیث شریف میں شبہات سے بچنے اور پرہیز کرنے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ شبہات میں مبتلا ہونا حرام میں مبتلا ہونے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

نیز آپ ﷺ نے اس کی وضاحت کے لیے چراہ گاہ کی مثال بھی دے دی کہ جو چرواہا چراہ گاہ کے اردگرد جانور چراتا ہے، خطرہ ہوتا ہے کہ دوسرے کے کھیت میں نہ چرادے۔

سوالات کے جوابات:

۱- ذریعہ: لغت میں وسیلہ کو کہا جاتا ہے، عرب کا محاورہ ہے: ''هو ذريعتي الى فلان''، وہ فلاں کے پاس میرے لیے وسیلہ ہے۔

ذریعہ: اصطلاح میں کہا جاتا ہے: مصلحت کو مفسدہ کا سبب بنالیا جائے۔

علامہ شاطبیؒ ارقام فرماتے ہیں: "**حقيقة الذرائع : التوسل بما هومصلحة إلى ما هومفسدة**" (الموافقات ۵/۴۴۱)۔

سبب: لغت میں ذریعہ کو کہا جاتا ہے، مصباح اللغات میں ہے: السبب: رسی، ذریعہ، راستہ۔

کتاب التعریفات میں ہے: "**السبب فی اللغة: اسم لما يتوصل به الى المقصود**" (ص ۱۳۱، مکتبہ فقیہ الامت دیوبند)۔

لغت میں سبب کا معنیٰ ہے: جو کسی مقصود کا وسیلہ بنے۔

اور شریعت کی اصطلاح میں کہا جاتا ہے: جو کسی حکم تک پہونچنے کا راستہ ہو، جو اس میں مؤثر نہ ہو۔

کتاب التعریفات میں ہے: "**السبب فی الشريعة : عبارة عما يكون طريقا للوصول إلى الحكم غير مؤثر فيه**" (شریعت کی نظر میں سبب: جو کسی حکم تک پہونچنے کا راستہ ہو، جو اس میں مؤثر نہ ہو)۔

۲- ذریعہ اور سبب میں فرق یہ ہے:

ذریعہ: اگر فساد ممنوع فعل ہو تو اس کو ذریعہ کہا جاتا ہے۔

سبب: اگر ممنوع فعل نہ ہو تو اس کو سبب اور مقتضی کہتے ہیں۔

سد الذرائع عند شیخ الاسلام ابن تیمیہ میں ص ۱۵۹ پر ہے: "**فإن كان ذٰلک الفساد فعل محظور سميت ذريعة وإلا سميت سببا ومقتضيا ونحو ذٰلک من الأسباب المشهورة**" (اگر یہ فساد ممنوع فعل ہو تو اس کو ذریعہ کہا جاتا ہے، ورنہ اس کو سبب اور مقتضی وغیرہ کہا جاتا ہے)۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ ص ۱۶۰ پر ہے: "**الخلاصة :إذاالفرق بين الذريعة والسبب عند شيخ الإسلام هوأن الوسيلة إذاكانت في أصل وضع الشرع جائزة وأفضت إلى محرم فهذه هي الذريعة المقصودة بالمعنىٰ الخاص وأما إذاكانت الوسيلة غير مأذون بها شرعا وأدت إلىٰ محرم فهذه يطلق عليها سببا أومقتضيا ولاتسمىٰ ذرائع بالمعنىٰ الخاص**" (خلاصہ بحث یہ ہے کہ شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) کے نزدیک ذریعہ اور سبب میں فرق یہ ہے کہ وسیلہ جب شریعت کی اصل وضع میں جائز ہو، اور کسی حرام تک پہونچائے تو یہی ذریعہ ہے، جو خاص معنیٰ میں مقصود ہے، اور بہر حال جب یہ وسیلہ شرعاً جائز نہ ہو اور حرام تک پہنچائے تو اس کو سبب اور مقتضی کہا جاتا ہے، اور خاص معنیٰ میں اس کو ذریعہ نہیں کہا جاتا ہے)۔

۳- سدّ ذرائع مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک فقہی دلیل ہے، اوران حضرات نے ’’ولاتسبّوا الذین یدعون الخ ، یاأیها الذین آمنوا لاتقولوا راعنا‘‘، حضور ﷺ کے ارشاد:’’دع مایریبک إلی مالا یریبک‘‘ وغیرہ دلائل سے استدلال کیا ہے۔

’’اختلف العلماء في حكم سد الذرائع واعتبارها من أدلة الفقه :فذهب المالكية والحنابلة إلى أنها من أدلة الفقه ‘‘(الموسوعۃ الفقہیہ ۲۴/۲۷۶،وزارۃ الأوقاف والشؤن الاسلامیہ،الکویت)۔

جبکہ حنفیہ اور شافعیہ کا قول ہے کہ سدِّ ذرائع دلیل نہیں ہے۔

’’وأنكره الشافعية والحنفية ذلک.وقالوا:إن سدالذرائع ليس من أدلة الفقه‘‘(مذکورہ حوالہ)۔

۴- کس درجہ کا ذریعہ ممنوع ہوگا اور کس درجہ کا ذریعہ ممنوع نہیں ہوگا؛ کیونکہ ذریعہ بعیدہ اورواسطہ درواسطہ ذرائع کو بھی ممنوع قراردیا جائے تو بڑی دشواری اور دقت پیدا ہوجائے گی ،اسی لیے حکم کے اعتبار سے فقہاء اور اہل اصول نے چار درجات قائم فرمائے ہیں:

(۱) جو یقینی طور پر کسی شرعی خرابی کا ذریعہ بنتا ہو،مثلاً کسی کے دروازہ پر رات میں کنواں کھودنا۔

(۲) جو شاذونادر کبھی مفسدہ کا سبب بنتا ہو،مثلاً ایسی جگہ کنواں کھودنا جو شاہراہ عام نہ ہو۔

(۳) جس کے ذریعہ مفسدہ بننے کا غالب گمان ہو،مثلاً زمانہ جنگ میں دشمنوں کو اسلحہ فروخت کرنا۔

(۴) جو مفسدہ کا بکثرت ذریعہ بنتے ہوں،لیکن نہ اتنا زیادہ کہ اکثر بنے اور نہ اتنا کم کہ کبھی کبھی بنے۔

علامہ شاطبیؒ ’’الموافقات‘‘میں تحریرفرماتے ہیں :’’أحدها ما يكون أداؤه إلى المفسدة قطعيا ....كحفرالبئرخلف باب الدار فی الظلام بحيث يقع الداخل فيه بلابد وشبه ذلک.

الثانی:مايكون أداؤه إلى المفسدة نادراكحفرالبئر بموضع لايؤدي غالباًإلى وقوع أحد فيه.

الثالث: مايكون أداؤه الى المفسدة كثيراً لانادراً وهوعلى وجهين :

أحدها :أن يكون غالباًكبيع السلاح من أهل الحرب.

الثاني:أن يكون كثيراً لاغالباً كمسائل بيوع الآجال‘‘(۳/۵۴دارابن عفان)۔

احکام: پہلی صورت کا ذریعہ بالاتفاق ممنوع ہے،اسی طرح تیسرے درجہ کا ذریعہ بھی ممنوع ہے؛ کیونکہ عملی احکام میں غالب گمان بھی ’’یقین‘‘ کے درجہ میں ہوتا ہے۔

دوسری صورت کا ذریعہ ممنوع نہیں ہے، یہ تینوں صورتیں بالاتفاق متفق علیہ ہیں۔

چوتھی صورت کے ذریعہ میں ائمہ اربعہ اور فقہائے امت کے مابین اختلاف ہے، امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس ذریعہ کا اعتبار نہیں، یعنی یہ ممنوع نہیں ہے، اور مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ ذریعہ بھی معتبر ہے، یعنی ممنوع ہے۔

وجہِ اختلاف یہ ہے کہ یہاں دو اصل متعارض ہیں:

ایک پہلو یہ ہے کہ شریعت نے اس کی اجازت دی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جائز ہو، امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ نے اسی پہلو کے پیشِ نظر اس درجہ کے ذریعہ کو ممانعت کے لیے کافی نہیں مانا اور اسے ممنوع نہیں قرار دیا۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ بکثرت مفاسد کا ذریعہ بنتا ہے، اس اعتبار سے اس کو ممنوع ہونا چاہیے، مالکیہ اور حنابلہ نے اسی پہلو کو سامنے رکھتے ہوئے اس ذریعہ کو بھی ممنوع قرار دیا۔

سد الذرائع عند شیخ الاسلام میں ص ۱۲۵ پر ہے:

''القسم الاول :الذريعة التى تؤول إلى المحرم قطعاً .

القسم الثاني :الذريعة التي تؤول إلى المحرم ظناً.

القسم الثالث :الذريعة تؤول إلى المحرم كثيراً.

القسم الرابع:الذريعة التي تؤول إلى المحرم نادراً.

١ -اتفقت المذاهب الأربعة على اعمال قاعدة سد الذرائع فى القسم الأول والثاني منها وقدحكى الامام القرافي -رحمه الله تعالىٰ- الاجماع على اعمال هذين القسمين.

٢ -اتفقت المذاهب الأربعة على عدم اعمال الذريعة فى المرتبة الرابعة.

٣-لم يبق من الأقسام الأربعة إلا القسم الثالث،هومايؤول إلى المفسدة كثيراً لاقطعاً ولا نادراً فهذا القسم هوالذي وقع فيه النزاع بين المذاهب الأربعة، فالمذهب المالكي والحنبلي رأيا اعمال سد الذرائع فيه وأ ما المذهب الحنفي والشافعي فقد رأيا ألا يعملا سد الذرائع في هذاالقسم أخذا على أصل الاباحة ''.

۵-سدِّ ذرائع کے سلسلہ میں حنفیہ کا مسلک:

حنفیہ کے نزدیک ''سد ذرائع'' شرعی دلیل اور حجت نہیں ہے، ہاں فقہ حنفی کے قواعد فقہیہ سے اشارہ ملتا ہے کہ فقہ حنفی میں بھی سد ذرائع کا کسی نہ کسی درجہ میں اعتبار ہے، اور فقہ حنفی کی کتابوں سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے۔

چنانچہ صاحبِ ہدایہ علامہ مرغینانی ''بدایۃ المبتدی'' میں فرماتے ہیں: ''وعلى المبتوتة والمتوفىٰ عنها

زوجها إذاكانت بالغة مسلمة الحداد وهوأن تترک الطيب والزينة والكحل والدهن المطيب وغير المطيب إلا من عذر،ثم قال: والمعنیٰ في ذٰلک -أي في إيجاب ترک الطيب والزينة وجهان:

أحدها:إظهار التأسف.

"الثاني أن هذه الأشياء دواعي الرغبة فيها وهي ممنوعة فی النكاح فتجتنبهاکی لاتصير ذريعة إلی الوقوع فی المحرم"(الھدایہ ۴/۳۳۹)۔

اس کے علاوہ کثرت سے اس کا استعمال حنفیہ کی کتابوں میں موجود ہے،جن کا ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا،ہاں چندقواعد کا ذکر کیا جاتا ہے،جوفقہائے حنفیہ سے منقول ہیں،جن کی روح یہی ''سد ذرائع'' ہے۔

(۱)''ماأدیٰ إلی الحرام فھوحرام''(بدائع الصنائع ۱/۱۵۷)(جوحرام تک پہونچائے وہ بھی حرام ہے)۔

(۲)''سبب الحرام حرام''(حوالہ سابق)(حرام کا سبب بھی حرام ہے)۔

(۳)''إنماذمت العقد الاول لأنه وسيلة وذمت الثاني لأنه متصور الوجود''(فتح القدیر ۵/۲۰۹)(پہلاعقداس لیے مذموم ہے کہ وہ مذموم کا ذریعہ ہے،اور دوسرااس لیے کہ اس میں فساد ممکن ہے)۔

سدِّ ذرائع کے سلسلہ میں مالکیہ کا مسلک:

مالکیہ نے سدِ ذرائع کوفقہی دلیل قرار دیا ہے،انھوں نے مختلف مسائل میں اس کواختیار فرمایا ہے،ایک مسئلہ بطورِ مثال ملاحظہ فرمائیں:

بيع الآجال: جس کی تشریح آگے آرہی ہے۔

سدِّ ذرائع میں حنابلہ کا مسلک:

حنابلہ بھی سدِّ ذرائع کوفقہی دلیل اورمعتبر قرار دیتے ہیں۔

(۱) بیع الآجال: مثلاً جس نے کوئی سامان ادھار فروخت کیا،پھراسی کواس سے کم قیمت پرنقدخریدلیا،تو یہ جائز نہیں؛کیوں کہ یہ سود کا ذریعہ ہے۔

(۲)جس نے کوئی پھل بدوصلاح سے پہلے خریدا،پھر درخت پراس کو چھوڑ رکھا،یہاں تک کہ بدوصلاح ہوگیا،تو بیع باطل ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں:اگراس بیع کوصحیح قرار دیا جائے تو یہ بدوصلاح سے پہلے خریدنے اور بدوصلاح تک درخت پر چھوڑنے کا ذریعہ بن جائے گی،اورحرام کا ذریعہ بھی حرام ہوتا ہے،اس لیے یہ بیع باطل ہے۔

سدِّ ذرائع کے سلسلہ میں امام شافعیؒ کا مسلک:

سدِ ذرائع امام شافعیؒ کے نزدیک معتبر ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں محققین علماء کا اختلاف ہے، امام شافعیؒ کی کتاب ''الام'' میں ایک جگہ صراحت ہے کہ وہ اس کو اختیار فرماتے ہیں، اور اسی کتاب میں دوسری جگہ ہے کہ وہ اس کو معتبر نہیں مانتے ہیں۔

فقہِ شافعی میں ایک مسئلہ بطورِ مثال:

معذور لوگ ترکِ جمعہ میں مریضوں اور مسافروں کی طرح ہیں، اس کی جگہ پر نماز ظہر تنہا یا جماعت سے پڑھیں گے، جیسا کہ اجماع سے ثابت ہے، شوافع نے جماعت سے پڑھنے کی صورت میں ان کے لیے مستحب قرار دیا ہے کہ جمعہ چھوڑنے کے الزام سے بچنے کے لیے اس کو چھپا کر پڑھیں۔

شوافع نے چھپا کر پڑھنے کو سدا للباب کہا ہے۔

۶- امام قرافی مالکی نے سدِ ذرائع کے برعکس ''فتح ذرائع'' کی بحث بھی چھیڑی ہے کہ جیسے سدِ ذرائع ضروری ہے، اسی طرح فتح ذرائع بھی ضروری ہے، اس لیے کہ ذریعہ وسیلہ کو کہا جاتا ہے، جس طرح حرام کا وسیلہ حرام ہے، اسی طرح واجب کا وسیلہ بھی واجب ہے، جیسے سعی الی الجمعہ والحج، افضل مقصد کی طرف وسیلہ افضل وسیلہ ہے، اور قبیح مقصد کی طرف وسیلہ قبیح وسیلہ ہے۔ اس کی دلیل بھی اس آیت قرآنی سے مترشح ہوتی ہے:

"ذٰلک بأنهم لايصيبهم ظمأ ولانصب ولامخمصة في سبيل الله ولايطئون موطئا يغيظ الكفار ولاينالون من عدو نيلا إلا كتب لهم به عمل صالح إن الله لايضيع أجر المحسنين" (سورۃ التوبہ/۱۲۰) (یہ اس وجہ سے کہ ان (رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جانے والوں) کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی، اور ماندگی پہونچی، اور جو بھوک لگی، اور جو چلے جو کفار کے لیے موجبِ غضب ہوا ہو، اور جو کچھ دشمن کی طرف سے ان کو پہنچا ہو، ان سب پر ان کے نام ایک نیک کام لکھا گیا، (اگر ساتھ جاتے تو ان کا نام بھی لکھا جاتا) یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے)۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیاس اور تکلیف پر بھی ثواب سے نوازیں گے، اگر چہ یہ قصداً ان کا فعل نہیں ہے، ہاں یہ دونوں اس جہاد کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے پیش آئے ہیں، جو دین کی سربلندی اور مسلمانوں کی حفاظت کے مقصد سے ہوتا ہے۔

''يا أيها الذين آمنوا إذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا إلىٰ ذكر الله وذروا البيع'' (سورۃ

الجمعہ/۹) (اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز (نماز جمعہ) کے لیے اذان کہی جائے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز وخطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑو، اور خرید وفروخت (اور دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں) چھوڑ دو)۔

اس آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ "سعی الی الجمعة" کا حکم دے رہے ہیں، یہ سعی الی الجمعہ نماز جمعہ کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، مقصود نہیں۔

"**اذهبا إلى فرعون إنه طغى فقولا له قولا لينا يتذكر أويخشىٰ**" (سورۃ طٰہٰ / ۴۳، ۴۴) (تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، اس لیے کہ وہ سرکش ہوگیا ہے، پھر اس سے نرمی کے ساتھ بات کرو، شاید کہ نصیحت قبول کرے یا (عذاب سے) ڈرے)۔

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دے رہے ہیں؛ کیوں کہ یہ رسالت کو پہونچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

"**قل انظروا ماذا فى السمٰوات والأرض وما تغنى الآيات والنذر عن قوم لايؤمنون**" (سورۃ یونس /۱۰۱) (آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو (اور دیکھو) کیا کیا چیزیں آسمان وزمین میں ہیں، اور جولوگ (عناداً) ایمان نہیں لاتے، ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہونچاتیں)۔

اللہ تعالیٰ آسمان وزمین، شمس وقمر، نباتات، حیوانات، عجائبات واسرار میں غور وفکر کا حکم فرما رہے ہیں؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور اس کی صفات پر استدلال کے ذریعہ دل میں ایمان پختہ ہوگا، غور وفکر بالذات مقصود نہیں، مگر ایمان کے حصول کے لیے ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

"**انفروا خفافا وثقالا وجاهدوا بأموالكم وانفسكم فى سبيل الله ذلكم خير لكم إن كنتم تعلمون**" (سورۃ التوبۃ/۴۱)۔

اللہ تعالیٰ کفار سے مڈبھیڑ کے لیے نکلنے کا حکم فرما رہے ہیں؛ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

میرے خیال میں سدِّ ذرائع کی طرح فتح ذرائع بھی ہونا چاہیے۔

۷- دورِ حاضر کے درج ذیل مسائل میں سدِ ذریعہ کا اصول مؤثر کردار ادا کرسکتا ہے:

(۱) نشہ آور گھاس کی زراعت کو ممنوع قرار دیا جائے؛ تاکہ لوگوں کے درمیان نشہ آور کی اشاعت کے ذریعہ کو روکا جائے۔

(۲) ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنے والے مسافر کے لیے پاسپورٹ کو ساتھ لے جانا ضروری قرار دیا جائے۔

(۳) گاڑیوں کے حادثہ کو روکنے کے لیے سگنل کے موافق چلنا ضروری قرار دیا جائے۔

(۴) فوجی کو دوسرے علاقہ میں جا کر کسی اجنبی عورت سے نکاح کرنے کو ممنوع قرار دیا جائے، ہوسکتا ہے کہ یہ عورت جاسوسی کے مقصد سے نکاح کررہی ہو۔

(۵) طلبۂ مدارس کے لیے رنگین موبائل پر پابندی لگادی جائے؛ تاکہ موبائل کا بے جا استعمال تعلیمی ترقی کے لیے رکاوٹ کا ذریعہ نہ بن جائے۔

(۶) بے شادی شدہ لڑکیوں کے ہاتھ میں شادی سے پہلے موبائل دینا ممنوع قرار دیا جائے؛ کیونکہ یہ بے حیائی، فحاشی اور زنا کاری کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

(۷) بچوں کے لیے انٹرنیٹ کے استعمال پر پابندی لگائی جائے؛ کیوں کہ اس کی دلچسپی سے تعلیم کا حرج ہوتا ہے۔

(۸) دینی واصلاحی پروگرام کے دیکھنے کے مقصد سے بھی ٹیلی ویژن خریدنے اور رکھنے کو ممنوع قرار دیا جائے۔

۸- سدِّ ذریعہ میں غلو اختیار کرنا یقیناً درست نہیں ہے، فقہائے امت نے جہاں جہاں سدِ ذریعہ کی بنا پر ممانعت کا حکم جاری کیا ہے، قواعد وضابطے کی روشنی میں احکام جاری کیا ہے، اسے غلو کہنا درست نہیں ہے۔

☆☆☆

سد ذریعہ

مولانا فضل الرحمٰن اصلاحی قاسمی☆

تمہید:

اسلام ایک مکمل نظام حیات کی رہنمائی کرتا ہے اور بنیادی طور پر یہ ایک اخلاقی اور روحانی نظام کا داعی ہے، چنانچہ اسی کے پیش نظر اس کا مطمح نظر انفرادی اور اجتماعی سطح پر انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت ہے، قرآن مجید واحادیث سے ائمہ وفقہاء نے بعض ایسے اصول مستنبط کئے ہیں، جن پر ان اخلاقی وروحانی تربیت کا انحصار ہے اور اس سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ نے عملی طور سے اسے برتا ہے، انہیں اہم اصولوں میں سے ایک اہم اصول سدّالذریعہ ہے، ڈاکٹر محمود غازیؒ نے سد ذریعہ کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:

پانچواں اصول جو قرآن پاک نے بیان فرمایا ہے اور جس پر فقہاء اسلام نے بڑے تفصیلی احکام مرتب کئے ہیں وہ 'سد ذریعہ' ہے، ذریعہ کے معنی Vehicle یا راستہ، یا Means، اور سد ذریعہ کے معنی ہیں: راستہ کو بند کرنا، کسی ذریعہ کا سد باب کرنا۔ قرآن پاک نے یہ اصول دیا ہے کہ اگر کوئی چیز فی نفسہ جائز ہو لیکن اس کے نتیجے میں کوئی برائی پیدا ہو رہی ہو تو پھر وہ جائز چیز ناجائز قرار پائے گی (ڈاکٹر محمود احمد غازی: محاضرات فقہ)۔

سد ذریعہ کی اس وضاحت کے بعد اب سوالنامے میں جو سوالات قائم کئے گئے ان کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

۱- سد ذریعہ کی لغوی تعریف یہ ہے: "**الذرائع في اللغة جمع ذريعة، وتطلق على الوسيلة**" (الصحاح للفارابی ۳/۱۲۱۱ بذریعہ نیٹ)، یعنی ذریعہ کی جمع ذرائع ہے اور اس کا اطلاق وسیلہ پر ہوتا ہے، سد ذریعہ کی وسیع تر تعریف "الصحاح للفارابی" میں ان الفاظ میں موجود ہے: "**الذال والراء والعين أصل واحد يدلّ على امتداد وتحرک إلى قدم، ثم ترجع الفروع إلى هذا الأصل**" (معجم مقاییس اللغۃ لابن فارس ۲/۳۵۰، بذریعہ نیٹ)۔

المنجد اور لسان العرب میں ذریعہ کا معنی یہ دیا ہے: "**تذرّع بذريعة: توسل بوسيلة**"، چنانچہ عرب بولتے ہیں: "**يقال: تذرّع فلان بذريعة أى توسّل بوسيلة**" وسیلہ بنانا، واسطہ بنانا۔

☆ دارالمصنفین اعظم گڑھ۔

اس کی شرعی حقیقت یہ ہے کہ ایسا کام جو فی نفسہ حرام یا ناجائز نہ ہولیکن وہ کسی حرام یا ناجائز کے ارتکاب یا گناہ کا سبب بن جائے تو شرعا ایسے کاموں پر بھی پابندی اور روک لگا دی جاتی ہے، چنانچہ سد ذریعہ پر ائمہ نے بہت کچھ لکھا ہے، مولانا مجیب اللہ ندویؒ ''فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل'' میں لکھتے ہیں:'' حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں اور امام شاطبی وغیرہ نے سد ذریعہ پر بڑی عمدہ بحث کی ہے اور انہوں نے اس کی بہت سی مثالیں بھی دی ہیں (مولانا مجیب اللہ ندویؒ: فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل، دار التالیف والترجمہ اعظم گڑھ، ۱۹۹۳ء، ص ۱۰۸)۔

۲- ذریعہ اور سبب میں مندرجہ ذیل فرق ہے؛ البتہ سبب کی جگہ بعض کتابوں میں وسیلہ کی تعبیر استعمال کی گئی ہے:

''أن الوسيلة عند أهل اللغة هى القربة وأصلها من قولک سألت أسال أى طلبت وهما يتساؤلان أى يطلبان القربة التى ينبغى أن يطلب مثلها وتقول توسّلت إليه بكذا فتجعل كذا طريقا إلى بغيتک عنده والذريعة إلى الشيء هى الطريق إليه ولهذا يقال جعلت كذا ذريعة إلى كذا فتجعل هى الطريقة نفسها وليست الوسيلة هى الطريقة فالفرق بينهما بيّن'' (بذریعہ نیٹ)۔

یعنی وسیلہ اہل لغت کے یہاں قربت کے معنی میں آتا ہے اور ذریعہ طریقے کے معنی میں، امام قرافی مالکیؒ نے ذریعہ کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے:**''جمع ذريعة بذال معجمة وعين مهملة كوسيلة وزناً ومعنى ويعبر عن ذلک بالاستصلاح وبالمناسب المرسل أيضا''** (مجموع متون اصولیۃ لأ شہر مشاہیر علماء المذاہب الأربعۃ......مکتبۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۴۰۴ھ، ص ۹۳)۔

اس اصطلاح سد ذریعہ میں بڑی وسعت ہے، اور مذاہب کے لوگوں نے اس کے لئے کچھ دوسری تعبیرات اختیار کی ہیں، جیسا کہ مولانا مجیب اللہ ندوی رقم طراز ہیں:......جو احناف کے یہاں ''استحسان'' اور مالکیہ کے نزدیک ''مصلحت مرسلہ'' یا ''سد ذریعہ'' وغیرہ کے عنوان سے ذکر کی گئی ہیں (مولانا مجیب اللہ ندویؒ: فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل ص ۱۰۳)۔

علامہ محمد بن صالح عثیمینؒ نے وسیلہ اور ذریعہ میں فرق کرتے ہوئے ایک سوال کا جواب اس طرح دیا ہے:**''أن الوسيلة:ما توصل إلى الغاية قطعا أو ظنا، والذريعة:ماقد يوصل إلى الغاية ولكذا ليس قطعيا ولا ظنيا''** (شرح الأصول من علم الأصول لابن عثیمین، بذریعہ نیٹ)۔

اس کے بعد ایک مثال سے اس فرق کو واضح کیا ہے: اللہ تعالی نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ شراب مطلقا حرام ہے، چاہے پی جائے یا نہ پی جائے، اس لئے کہ یہ ایک وسیلہ ہے گناہ کا۔

''إن الله سبحانه وتعالى حرّم شرب الخمر، فاقتناء الخمر بغير الشرب حرام لأنه وسيلة الى شربه'' (ایضا)۔

۳- سد ذرائع کی حجیت کے بارے میں مختلف ائمہ فقہ کے موقف درج ذیل ہیں:

"نص المالكية والحنابلة على أن اعتبار سد الذرائع أصل من أصولهم" (المقدمات الممہدات لابن رشد ۲/۳۹، بذریعہ نیٹ)، مالکیہ اور حنابلہ سد ذرائع کو اصولوں میں ایک اصول مانتے ہیں، یہ بات علامہ ابن رشد نے "المقدمات الممہدات" میں لکھی ہے۔

شیخ ابوزہرہؒ نے بھی اسی بات کو اس انداز میں قلم بند کیا ہے کہ سد ذرائع فقہی اصولوں میں ایک اصول ہے جس پر امام مالکؒ کے استنباط پر اعتماد کیا جاتا ہے، اور امام احمد بن حنبل کا قریب قریب یہی موقف ہے۔

"قال أبو زهرة: هذا أصل من الأصول التى أكثر من الاعتماد عليها فى استنباطه الفقهى الامام مالك وقاربه فى ذلك الإمام أحمد بن حنبلؒ" (مالک: ابوزہرہ، ص ۳۴۵)۔

اور اس سلسلے میں حنفیہ کا موقف یہ ہے کہ انہوں نے سد ذرائع کو ایک اصول کے طور پر واضح نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس چیز کو اس طرح عملی طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ اس کو وہ وسیلہ کہتے ہیں اور اس چیز کو انہوں نے فقہی جزئیات میں ہوتا ہے، مثلاً حنفیہ کے نزدیک جماعت کے لئے جوان عورت کا باہر نکلنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ جماعت کے لئے نکلنا یہ فتنہ کا ذریعہ ہے۔

اسی طرح حنفیہ کے نزدیک اپنی بیوی سے لمس اور بوس و کنار کھلے طور پر منع ہے یہاں تک کہ پردہ کرلیا جائے؛ کیونکہ یہ جنسی عمل کا محرک بن سکتا ہے، اور یہی چیز "سبب الحرام حرام" کی قبیل میں داخل ہے، اسی بنا پر امام شاطبیؒ نے ذکر کیا کہ اس سے "سد ذرائع" کا ترک کرنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک لازم نہیں آتا (دیکھئے: سد الذرائع وفتحها: ڈاکٹر مرضی بن مشوح العنزی)۔

سد ذرائع کا شوافع نے بظاہر اعتبار نہیں کیا ہے، لیکن فقہی جزئیات میں اس پر عملاً عمل کیا ہے، جیسا کہ اپنے مقالہ میں ڈاکٹر مرضی العنزی لکھتے ہیں: "أما الشافعية فقد نصوا على عدم اعتبارها أصلا إلا أنهم أعملوها فى فروعهم الفقهية، فقد منعوا مباشرة الحائض ما بين السرة والركبة" (حوالہ سابق)۔

اس کے علاوہ اور بھی مثالیں شوافع کے یہاں پائی جاتی ہیں جو سد ذرائع پر محمول کی جاسکتی ہیں، امام سبکیؒ نے امام شافعیؒ کی کتاب "الام" کا جائزہ لیا تو اس میں "تحریم الوسائل کی اصطلاح سد الذرائع کی جگہ ۱۶ بار استعمال کی گئی ہے اور عملی طور پر اس سے مراد سد ذریعہ ہی ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارت اس پر شاہد ہے:

"......لأنه بالرجوع إلى مصطلح الذريعة والذرائع عند الشافعى فى كتابه الأم نجد أنه استخدمها ست عشرة مرة وكلها بالمعنى المعروف لها والذى يستخدمه غيره من المذاهب، مما يدل على أن المراد بها هنا الذريعة بمعناها المعروف" (حوالہ سابق)۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ ''کتاب الأم'' میں ایک آدمی اور امام شافعیؒ کے درمیان اس سلسلے میں مکالمہ ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت سے ثابت ہے:

''ونقل الشافعی فی الأم محاورة رجل له عن فروع أعمل الشافعی فیها الذرائع، وذکر الشافعی أن دلیله القیاس، ثم لما سأله الرجل: أفتقول بالذریعة؟ قال: لا، ولا معنی فی الذریعة، إنما المعنی فی الاستدلال بالخبر اللازم أو القیاس علیه، أو المعقول فالشافعی یُعمل الذرائع لکنه لا یجعلها دلیلا بل یستدل بأدلة أخری کالخبر والقیاس والمعقول، والفقهاء الذین یستدلون بالذریعة لا تخرج أدلتهم عن هذه الأدلة التی ذکرها الشافعی'' (حوالہ سابق)۔

مندرجہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ امام شافعیؒ بھی عملی لحاظ سے سد ذرائع کے قائل ہیں؛ البتہ اس کی جگہ وہ خبر، قیاس اور معقول کی تعبیرات استعمال کرتے تھے۔ آگے نتیجے کے طور پر ڈاکٹر مرضی بن مشوح العنزی اپنے مقالے ''سد الذرائع وفتحہا'' میں لکھتے ہیں:

''فالنتیجة واحدة وهی إعمال الذرائع عند الشافعیة وعند غیرهم، والتطبیقات الفقهیة عند المذاهب الفقهیة تدل علی اعتبار هم للذرائع، وإن اختلفوا فی المصطلح فلا مشاحة فی الاصطلاح لقد تبیّن ''أن قاعدة الذرائع متفق علی اعتبارها فی الجملة'' (حوالہ سابق)۔

نتیجۃً سد ذرائع شوافع کے علاوہ دیگر فقہاء کے یہاں عملی طور سے رائج ہے، گرچہ اصطلاحات میں اختلافات ہیں اور مجملہ سب کے یہاں یہ چیز متفق علیہ ہے۔

اس بات کو امام القرافی نے ان الفاظ میں پیش کیا ہے: ''**فلیس سد الذرائع خاصا بمالک، بل قال بها هو أکثر من غیره، وأصل سدّها مجمع علیه**'' (الفروق للقرافی ۲/ ۳۳)۔

سد ذرائع کی اہمیت و معنویت کے پیش نظر علامہ ابن تیمیہ وعلامہ ابن قیمؒ کی آراء پیش کرنا اس سلسلے میں مفید ہوگا، علامہ ابن تیمیہ مقاصد شرعیہ پر زور دیتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ سد ذریعہ اور فتح ذریعہ کا فائدہ یہ ہے کہ لوگ حرج میں نہ پڑیں؛ بلکہ اسی سے بچانے کے لئے ان ذرائع سے کام لینا چاہئے۔

''فمن المقاصد الشرعیة رفع الحرج، فلا ینبغی أن تسدّ ذریعة یلحق الناس حرج فی سدها، ولا تفتح ذریعة یلحق الناس حرج فی فتحها'' (سد الذرائع وفتحہا)۔

اسی طرح ''اعلام الموقعین'' میں علامہ ابن قیمؒ نے ''سد ذرائع'' کے حق میں ۹۹ دلائل قرآن وسنت سے جمع کردیئے ہیں، جو بدلتے ہوئے حالات اور احکام فقہیہ کی تطبیق میں ہمارے لئے مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

”والأدلة علی اعتبار الذرائع کثیرة، وقد ذکر ابن القیم فی إعلام الموقعین تسعة وتسعین دلیلا علی المنع من فعل ما یؤدی إلی الحرام، ولو کان جائزا فی نفسه“(حوالہ سابق)۔

ایسے ہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام شہاب الدین قرافیؒ نے سد ذرائع کی حجیت پر جو تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ پیش کر دیا جائے: ”مختصر تنقیح الفصول“ میں ائمہ مجتہدین کے جو اہم ۱۹/اصول پیش کئے ہیں، ان میں کتاب وسنت، اجماع امت، اجماع اہل مدینہ، قیاس، قول صحابی، مصلحۃ مرسلہ، استصحاب اور سد ذرائع وغیرہ شامل ہیں۔

۴- اہل اصول اور فقہاء نے ذرائع کے مختلف درجات مقرر کئے ہیں، امام قرافیؒ نے امت کے اجماع کا ان الفاظ میں احاطہ کیا ہے:

”وأما الذرائع فقد أجمعت الأمة علی أنها ثلاثة أقسام: أحدها معتبر إجماعا کحفر الآبار فی طریق المسلمین وإلقاء السمّ فی أطعمتهم وسبّ الأصنام عند من یعلم من حاله أنه یسبّ الله تعالی حینئذ، وثانیها ملغی إجماعا کزرع العنب فانه لا یمنع خشیة الخمر، وثالثها مختلف فیه کبیوع الآجال اعتبرنا نحن الذریعة فیها“(مجموع متون اصولیہ/۹۶)۔

مولانا مجیب اللہ ندویؒ نے سد ذرائع کے چار درجے مقرر کئے ہیں، ان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

فقہاء نے اس کے چار درجے مقرر کئے ہیں اور اس میں کچھ فرق بھی کیا ہے لیکن جب بھی یقین یا گمان غالب ہو جائے کہ یہ کام کسی حرام یا ناجائز کے ارتکاب کا سبب بنے گا تو اس سے روکا جائے گا (فقہ اسلامی اور دور جدید کے مسائل/ص ۱۰۹)۔

۵- امام شوکانیؒ ”ارشاد الفحول“ میں سد ذریعہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں مالکیہ امام قرافی کے بقول منفرد نہیں ہیں؛ بلکہ یہ اجتماعی طور سے قابل اعتبار ہے، مثلاً مسلمانوں کے راستے میں کنویں کھودنا، اور کھانے کی چیزوں میں زہر ملانا، اور بتوں کو لعن طعن کرنا، یہ سارے مسائل متفق علیہ ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور بعض اختلافی مسائل بھی اس میں واقع ہوئے ہیں مثلاً بیوع الآجال وغیرہ۔

”قال الشوکانی فی إرشاد الفحول: قال القرافی لم ینفرد بذلک یعنی مالکا بل کل واحد یقول بها، ولا خصوصیة للمالکیة بها إلا من حیث زیادتهم فیها، قال: فان من الذرائع ما هو معتبر بالاجماع، کالمنع من حفر الآبار فی طریق المسلمین وإلقاء السمّ فی طعامهم وسبّ الأصنام عند من یعلم من حاله أنه یسبّ الله، ومنها ما هو ملغی إجماعا......ومنها ما هو مختلف فیه کبیوع الآجال“ (ارشاد الفحول للامام شوکانی ۱/ ۴۱۲، بذریعہ نیٹ)۔

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ اہل اصول اور فقہاء کے نزدیک ذرائع کی

اصطلاحات میں اختلاف کے علاوہ درجات اور قسمیں پائی جاتی ہیں، اور اس میں اجماع بھی ہوا ہے اور بعض مسائل میں اختلاف بھی واقع ہوا ہے، مثلاً بیوع الآجال وغیرہ۔

۶- امام قرافیؒ نے فتح الذرائع کی اصطلاح استعمال کی ہے، ان کے نزدیک جس طرح سد ذریعہ واجب ہے، ایسے ہی فتح الذریعہ بھی واجب ہے اور اس کی کئی اقسام بیان کی ہیں، مثلاً مکروہ، مندوب اور مباح، چنانچہ ان کے یہاں ذریعہ ہی وسیلہ ہے جیسا کہ حرام کا وسیلہ حرام ہے، ایسے ہی واجب کا وسیلہ واجب ہے، ان کے الفاظ درج ذیل ہیں:

"واعلم ان الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها ويكره ويندب ويباح فان الذريعة هي الوسيلة فكما ان وسيلة المحرم محرمة فوسيلة الواجب واجبة كالسعي للجمعة والحج" (مجموع متون اصولیہ/ ۹۷)، ایسے ہی ڈاکٹر مرضی العنزی نے اپنے مقالے ''سد الذرائع وفتحہا'' میں اس کی تعریف یوں کی ہے: **''أما تعريف فتح الذرائع، فهو طلب الوسيلة الجائزة إذا كانت طريقا إلى مصلحة راجحة''**۔

اس کے بعد امام قرافی کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے: **"قال القرافي: واعلم أن الذريعة كما يجب سدها يجب فتحها......فان الذريعة هي الوسيلة فكما أن وسيلة المحرم محرمة، فوسيلة الواجب واجبة، وقد اختار هذا الاتجاه في تعريف الذريعة عدد من المعاصرين"** (الفروق للقرافی ۲/ ۱۳۳، بحوالہ سد الذرائع وفتحہا: ڈاکٹر مرضی العنزی)۔

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ سد الذرائع کی طرح فتح الذرائع بھی ایک اہم اصول ہے جس کے ذریعہ نئے نئے پیش آمدہ مسائل حل کرنے میں بڑی معاونت ہوتی ہے، جیسے مسلمانوں کے مال کی حفاظت کے لئے اسلامک بینکنگ نظام کو رائج کرنا وغیرہ۔

اس کے بعد چند مثالیں قرآن وسنت سے پیش کی جاتی ہیں؛ تاکہ مباحث کو سمجھنے میں آسانی ہو:

قرآنی دلائل لسدّ الذرائع:

۱- قرآن مجید میں ہے: **''يا أيها الذين آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا''** (بقرہ:)، اللہ تعالی نے مومنین کو ''راعنا'' کہنے سے منع کیا ہے؛ کیونکہ یہودی اس کلمہ کو ذرا سا تحریف کرکے ''راعینا'' کہتے تھے؛ تاکہ نبی ﷺ کو تکلیف پہنچائیں۔

۲- **''ولا تقربوا مال اليتيم إلا بالتي هي أحسن حتى يبلغ أشده''**، اس آیت میں یتیم کے مال کے پاس جانے ہی سے روک دیا گیا؛ کیونکہ یہ روکنا ہی سد ذریعہ ہے یتیم کے مال کھانے کا۔

سنت سے دلائل:

۱- نبی ﷺ نے صالحین کے مرنے کے بعد ان کی تصویریں بنانے سے اور ان کی قبروں پر مسجدیں بنانے سے

روک دیا؛ کیونکہ اس عمل سے اندیشہ تھا کہ لوگ انہیں کی پوجا نہ کرنے لگیں،"من حديث عائشة أن النبیﷺ قال فيمن يفعل ذلک: إن أولئک إذا كان فيهم الرجل الصالح فمات بنوا على قبره مسجداً وصوّروا فيه تلک الصور......" (رواہ الشیخان)۔

۲-والدین کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے:"إن من الكبائر شتم الرجل والديه، قالوا: يارسول الله! وهل يشتم الرجل والديه؟قال: نعم يسبّ أبا الرجل فيسبّ أباه ويسبّ أمه فيسبّ أمه"۔

۳-قاتل کو میراث سے محروم کرنا؛ تا کہ قتل کے رواج سے روکا جائے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:"عن أبی هريرة عن النبیﷺ قال: القاتل لا يرث" (رواہ الترمذی فی سننہ، کتاب الفرائض)۔

۷- اب دور حاضر کے چند مسائل میں سد ذریعہ اور فتح ذریعہ فیصلہ کن اور مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں، ان میں سے بطور نمونہ یہ ہیں:

۱-جیسے ان اہم مسائل میں علماء معاصرین کا یہ موقف ہے؛ تا کہ فتنے اور مصائب کا ازالہ ہو سکے،"من فتوى العلماء بعدم جواز دفع المال للعدو المحارب، وجواز إعطاء المال لقاطعی طريق الحجاج لدفع أذاهم وهذا عند بعض المالكية"۔

۲-اسلامک بینکنگ نظام کو عام کرنا؛ تا کہ بلا سود مسلمانوں کے مال کی حفاظت ہو سکے،"وإنشاء البنوک الاسلامية لحفظ أموال المسلمين،فهذه يجب فتحها"، جیسا کہ ڈاکٹر مرضی العنزی علامہ یوسف قرضاوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سود کا شائبہ جہاں جہاں بھی پایا جائے گا، ان سے بچانے کے لئے سد ذریعہ کے طور پر قرآن مجید کی اس آیت "وأحل الله البيع وحرم الربا" کو مدنظر رکھنا پڑے گا (دیکھئے: سدالذرائع وفتحہاللدکتورمرضی العنزی)۔

۳-مذکورہ مباحث پر غور کرنے سے چند مسائل ذہن میں آتے ہیں ان کے لئے بھی کوئی شرعی حل نکالنا مناسب ہوگا۔

مثلاً کالجوں میں مخلوط نظام، بغیر محرم کے جوان عورت کا حج وعمرہ کے لئے جانا، نوجوان لڑکیوں کو بڑے بڑے شاپنگ مال میں ملازم بنانا، نیم ڈاکٹروں اور طبیبوں سے علاج ومعالجہ کرانا وغیرہ۔

علامہ ابن قیمؒ قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"إن الله تعالى أمر بغضّ البصر سداً لذريعة الإرادة والشهوة المفضية إلى المحظور" (اعلام الموقعین ۱۶۶/۳، بحوالہ فقہ اسلامی اوردور جدید کے مسائل، ص۱۰۹)، مذکورہ بالا مسائل میں جن کا تعلق عورتوں سے ہے، ان میں یہ آیت ہماری رہنمائی کے لئے کافی وشافی ہے۔

اس بحث کے جائزہ کے بعد یہ بات بڑے وثوق اور اعتماد سے کہی جا سکتی ہے کہ بعض علماء جو سد ذریعہ کو نظر انداز

کرر ہے ہیں وہ اسلام میں بے جا شدت وزحمت کا باعث بن رہے ہیں، اوران کا یہ عمل قرآن مجید کی اس صریح آیت **"یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر"** کے منافی ہے۔

۸- اسی طرح بعض علماء جو سد ذریعہ اور فتح ذریعہ کا حیلہ کر کے ان میں مبالغہ کرتے ہیں، ان کا یہ عمل دین میں مداہنت اورغلو ہے، اس کی ہرگز ہرگز پذیرائی نہیں ہونی چاہئے۔

علامہ یوسف القرضاوی کا مندرجہ ذیل اقتباس لائق مطالعہ ہے: **"فان المبالغة فی سد الذرائع، قد تحرم الناس من خیرات کثیرة ، ومصالح کبیرة، کما أن المبالغة فی فتحھا قد تؤدی الی شرّ مستطیر و فساد کبیر"** (الاجتہاد المعاصر للقرضاوی رص ۱۰۴، بذریعہ نیٹ)۔

☆☆☆

سدذریعہ

مفتی رجیب احمد قاسمی☆

ذریعۃ ذرع سے مشتق ہے، اس کا اصل معنی ذراع کو بڑھانے کے آتا ہے، کہا جاتا ہے: ''**ذرع الرجل فی سباحته**'' فلاں نے تیرنے میں اپنا ہاتھ پھیلایا۔

اسی طرح ذریعہ کا اطلاق وسیلہ پر بھی ہوتا ہے؛ کیونکہ اصل میں اس کا اطلاق ایسے اونٹ پر بولا جاتا ہے جو شکاری وحشی جانوروں کو مانوس کرنے کے لیے بھیجا جاتا ہے (التطبیقات المعاصرة لسد الذرائع)۔

اس لحاظ سے یہ سبب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے؛ کیونکہ شکار حاصل کرنے کے لئے یہ جانور سبب ہوا ہے، ''**فلان ذریعتی الیک**'' کا معنی ہوا: ''**فلان سببی ووسیلتی الذی أتسبب به الیک**''، یعنی فلاں میرا تم تک پہنچنے کا سبب ہے۔

سدّ کا معنی خلل کو بند کرنے کا آتا ہے، اور دو چیزوں کے درمیان کوئی چیز روکنے والا آڑ کو بھی سدّ بولا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''**حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِن دُونِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا**''۔

اب سدّ ذرائع کا معنی ہوا کسی شئی تک پہنچانے والے سبب کو روکنا، قطع نظر اس کے وہ شئی اچھی ہو یا بری ہو، اب رہا اس کا اصطلاحی معنی، علماء اصولیین سے اس کی بہت ساری تعریفیں کچھ اختلاف کے ساتھ منقول ہیں؛ کیونکہ کسی نے کچھ قید بڑھا کے نقل کیا ہے اور کسی نے گھٹا کے، ظاہر ہے کہ سب کا مآل ایک ہی ہے۔

تمام تعریفوں کا خلاصہ یہ ہے: ''**منع الفعل الذی ظاهره الاباحة ویتوصل به إلی فعل محظور حسما لمادة وسائل الفساد**''۔

سدّ ذرائع کا اعتبار کرنے میں علماء کا اختلاف:

سدذرائع کا اعتبار کرنے نہ کرنے میں اگرچہ فقہاء کا اختلاف علماء نے نقل کیا ہے لیکن درحقیقت اختلاف اس کی

☆ الجامعۃ الکوثریہ، کیرالا۔

تفصیلات میں ہے نہ کہ اصل شئ میں ؛ کیونکہ ’’ موسوعہ فقہیہ‘‘ جو علماء کے مابین اختلاف بھی نقل کرتا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ’’فذهب المالكية والحنبلية إلى أنه من أدلة الفقه وأنكر الشافعية و الحنفية ذلك‘‘(الموسوعة الفقهية)

آگے چل کر یوں بیان ہے کہ یہ اختلاف تفاصیل میں ہے: چنانچہ لکھتے ہیں:’’وتختلف مع مقاصدها حسب قوة المصالح والمفاسد وضعفها وخفاء الوسيلة وظهورها فلا يمكن ادعاء دعوى كلية باعتبارها ولا بإلغائها ومن تتبّع فروعها الفقهية ظهرله هذا، و يفهم من كلام المالكية أنها من حيث هى غير كافية فى الاعتبار إذ لو كانت كذلک لاعتبرت مطلقا وليس كذلک بل لا بد من فصل الخاص يقتضى اعتبارها وإلغائها ‘‘ (المجموع شرح المہذب 10/120،بحوالۃ الموسوعۃ الفقہیہ)۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ اصل اختلاف اس کو مطلقا اعتبار کرنے نہ کرنے میں نہیں بلکہ قیود اور تفاصیل میں ہے، نیز امام ابو اسحاق شاطبیؒ اپنی مایہ ناز کتاب ’’ الموافقات فی اصول الاحکام‘‘ میں رقمطراز ہیں:’’ وبرغم أن الحنفية والشافعية لم يعتمدوها أصلا من أصول أدلتهم فإن تفريعات مذهبهم لم تخل من العمل بها إذن فالمسألة تتفاوت فى كثرة التطبيقات وقلتها بين المذاهب ‘‘(الموافقات ۱۶۰/۴)۔

خلاصہ ترجمہ:

اگر چہ حنفیہ وشافعیہ اس کو ان کے دلائل کے بنیادی اصول قرار نہیں دیتے ہیں لیکن ان کے مذاہب میں ذکر کردہ جزئی مسائل کی بنیاد اس قاعدہ کا اعتبار کرنے سے خالی نہیں تو فقہاء کے اختلاف کا حاصل قاعدہ کو زیادہ تطبیق کرنے اور کم کرنے میں ہے نہ کہ کلی طور پر اعتبار کرنے نہ کرنے میں، یہ بات واضح ہے کہ اس قاعدے کو بہت اہتمام اور اپنے پورے تفاصیل کے ساتھ جس طرح فقہ مالکی میں استعمال کیا گیا ہے کوئی دوسرے مذہب میں اس کا استعمال اس پیمانے میں نہیں ہوا، چنانچہ ہمارے اکابرین سنت اور بدعت کی بحث میں زیادہ تر امام ابو اسحاق شاطبی جو مذہب مالکی کے مشہور عالم ہیں، ان کی کتاب ’’ موافقات‘‘ سے استدلال کرتے ہیں ؛ کیونکہ انہوں نے اس کو اپنا بنیادی اصول قرار دیا ہے؛ کیونکہ آجکل جتنے بدعات رائج ہیں پہلے زمانے میں یہ کام ایک مباح یا مستحب کے طور پر کیا گیا تھا لیکن آگے چل کر عوام اس کو لازم اور واجب سمجھ کر عمل کرنے لگے، اسی وقت اس قاعدہ کو سامنے رکھ کر علامہ ابو اسحاق جیسے بڑے بڑے علماء شروع ہی سے ایسے کاموں سے منع کرتے آئے تھے جو کام آگے چل کر بدعت کا روپ اختیار کر گیا۔

قاعدہ کی تفاصیل اور قیود:

اس کی بنیادی تفاصیل احکام القران میں مفتی شفیع صاحبؒ نے بہت واضح انداز میں بیان کیا ہے، چنانچہ مفتی

صاحب فرماتے ہیں:"**ثم الاختلاف فی هذه المسالة عندهم متفرع علی ضابطة تسمی بسد الذرائع المعروفة فی الأصول الخ**"

حضرت والا نے یہاں پر حنفیہ اور مالکیہ کے مذہب میں بہت ساری اہم تفصیلات ذکر کی ہیں جس کا خلاصہ نمبروار ذکر کیا جارہا ہے:

۱- اگر وہ عمل خود شعائر و مقاصد میں سے ہو پھر بھی کسی منکر کا ذریعہ بنے تو اس عمل کو منع نہیں کیا جائے گا بلکہ اس منکر کی اصلاح ضروری ہے جبکہ اس کی اصلاح اسکی قدرت میں ہوں، ظاہر ہے کہ یہ ایک اہم اصل ہے، اس کو ایک مثال سے یوں سمجھ سکتے ہیں: حج کے موقع پر طواف میں اختلاط الرجال بالنساء یا اور کوئی منکر ہونے کے خوف سے نفس طواف کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

۲- منکر کوئی دوسرے سے سرزد ہو تب بھی اس کام کو ترک نہیں کیا جائے گا، واضح رہے کہ یہ قید اس وقت ہے جب کہ غیر سے منکر صادر ہونے میں اس کے فعل کا بالکل دخل نہ ہو؛ بلکہ یہ کرے یا نہ کرے اس دوسرے سے منکر صادر ہوگا۔

"**وفی بدائع الصنائع (فی کتاب الاستحسان): و لا تترک السنة لمعصیة توجد من الغیر ألا تری أنه لا یترک تشییع الجنازة وشهود الماتم وإن کان هناک معصیة من النیاحة وشق الجیوب**"؛ البتہ غیر سے منکر صادر ہونے میں اس کے فعل کا دخل ہو تب اس فعل سے بھی روکا جائے گا۔

احناف کے یہاں بہت سارے مسائل اس بنیادی اصول پر مبنی ہیں، جیسے اشعار الھدی کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک کراہت ہونا، باجماعت نفل نماز کا مکروہ ہونا؛ کیوں کہ یہاں اس کے اس کام سے دوسروں سے عملِ منکر پائے جانے کا اندیشہ ہے، لہذا اس سے بھی روکا جائے گا، اب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ خود کسی معصیت تک پہنچانے والا سبب ہو تو یہ عمل بھی حرام ہوگا جب معصیت حرام ہو، مکروہ ہوگا جبکہ معصیت مکروہ ہو (دیکھیے: احکام القرآن 3/ 254)۔

۳- اگر مقاصد و شعائر میں سے نہ ہو، بلکہ مباح و مستحب ہو لیکن اس کے ساتھ منکر عادتاً لازم آئے تب بھی اس سبب اور ذریعہ سے روکا جائے گا، مالکیہ اور حنفیہ کے یہاں اس شخص کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ منکر تک پہنچانے والی ہو تب اس سے روکا جائے گا؛ چاہے اس منکر کو کرنے کی نیت ہو یا نہ ہو۔

۴- اگر قاعدہ سد ذرائع کوئی دوسرے قاعدہ سے ٹکرا جائے بایں معنی کہ اس کے خلاف کوئی قاعدہ آ گیا ہو تو پھر حکم لگانے میں دونوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے، مثلاً ایک قاعدہ ہے: "**المشقة تجلب التیسیر**"، اگر سد الذرائع کا لحاظ کرنے میں مشقت شدیدہ لازم آجائے تو پھر قاعدہ ہذا کو ترک کر کے اس دوسرے قاعدہ کا لحاظ کر کے اس فعل کو اپنی اباحت اصلیہ پر

باقی رکھا جائے گا، مثال کے طور پر خلوت بالاجنبیہ اس وجہ سے حرام ہے کہ وہ زنا تک پہنچانے والی ہے، فتنے کا اندیشہ ہو یا نہ ہو، لیکن اسی طرح خلوت بالامرد الحسن بھی حرام ہونی چاہیے؛ کیونکہ وہ بھی برے نتیجہ کی طرف لے جانے والی ہے لیکن تعلیم و تعلم وغیرہ کی ضرورت کے باوجود امرد حسن کے ساتھ خلوت حرام قرار دینے میں مشقت شدیدہ لازم آئیگا، لہذا جبتک فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تب تک المشقۃ تجلب التیسیر کے قاعدے کو بھی مدنظر رکھ کر حرام نہیں کہا جائے گا۔

آج کل بہت سارے مسائل جہاں مسلم اقلیت میں ہوں ان دونوں قاعدے کا لحاظ رکھنا انتہائی ضروری ہے خصوصا معاشرتی اور معاملاتی مسائل میں، اور بالخصوص ضرر و مشقت ذاتی نہیں بلکہ ملت پر ہو تو دوسرے قاعدہ ہی کو مدنظر رکھ کر حکم لگایا جائے گا، مثلا پولیس یا کوئی سرکاری عہدہ جہاں مسلمانوں کا معتد بہ تعداد کا ہونا ضروری ہے وہاں کسی غیر شرعی کام کا مرتکب ہونا پڑے تو اس وجہ سے اس کام کو حرام قرار نہیں دیا جائے گا؛ جبکہ یہ کام غیر شرعی ہونا مجتہد فیہ مسائل میں سے ہو، مثال کے طور پر اوپر ذکر کردہ کسی عہدے میں داڑھی منڈانا ضروری ہو؛ ایک دو مسلمان اس عہدے میں رہنا امت کے لئے ضروری ہو، اس بنیاد پر اس عہدے کو حرام قرار دینا مناسب نہیں، لہذا سد ذرائع کے استعمال میں غلو کرنا یا اس کو نظر انداز کرنا دونوں جائز نہیں ہے۔

سبب اور اس کے اقسام:

اب رہا سبب تو سبب کے مختلف درجات ہیں جس کو علامہ شفیع صاحبؒ احکام القرآن میں اور کافی تفصیل کے ساتھ جواہر الفقہ میں ذکر فرمایا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سبب جب قریب ہو اور جالب و باعث ہو، گناہ کے لئے محرّک ہو کہ اگر یہ سبب نہ ہوتا تو صدورِ معصیت کے ہونے کی کوئی ظاہری وجہ نہ تھی، ایسے سبب کا ارتکاب معصیت ہی کا ارتکاب ہے، ایسا سبب اور اوپر ذکر کردہ ذریعہ یہ دونوں گویا ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں، اگر سبب معصیت کے لئے محرک نہیں لیکن صدور معصیت کسی دوسرے فاعلِ مختار کے اپنے فعل سے ہوتا ہے، جیسے: بیع عصیر عنب ممن یتخذہ خمرا، یا اجارۃ دار ممن یتعبد فیہ الاصنام وغیرہ، اس جیسے سبب میں تفصیل ہے، اس کو کلیتا سد ذرائع کے قاعدے کے تحت نہیں لایا جائیگا، بلکہ اس میں بیچنے والا یا اجارہ پر دینے والے کی نیت کا اعتبار کیا جائے گا، اگر اس کی نیت معصیت کا ہو تب یہ کام بھی معصیت رہے گا، اگر اس کی کچھ بھی نیت نہ ہو یا نیت ہو لیکن معصیت کرانے کا نہ ہو بلکہ اس کو معلوم نہیں لینے والا کیا کرے گا تو پھر اس کام کو معصیت کے دائرے میں نہیں لایا جائے گا، اگر معلوم ہو لیکن نیت اس کی نہ ہو تو پھر اس کو مکروہ کہا جائے گا لیکن ممنوع نہیں قرار دیا جائے گا اور تیسرا سببِ بعید ہے، ظاہر ہے کہ اس کو قاعدہ سد الذرائع سے تعلق نہیں۔

فتح ذرائع:

یہ قاعدہ ظاہراً سد ذرائع کے برعکس ہے، عبدالکریم زیدان کی کتاب الوجیز فی أصول الفقہ کی عبارت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:" **وهم المالكية ومن تابعهم أخذوا ايضا بالذرائع فقالوا بسدها إذا أدت إلى معصية وبفتحها إذا أدت إلى مصلحة راجحة ، ولو كانت الوسيلة بذاتها محرمة**"۔

پس ظاہر ہے کہ اس کا مطلب معصیت کی وجہ سے کسی مباح کو ممنوع قرار دینے کا نام سد ذرائع ہے، اسی طرح کسی مصلحت کی بنا پر کسی ممنوع کام کو مباح قرار دینا فتح ذرائع ہے؛ کیونکہ انکی عبارت:" **ولو كانت الوسيلة بذاتها محرمة**" اس پر مشیر ہے، ظاہر ہے کہ یہ شریعت کے اصول کے بالکل خلاف ہے؛ کیونکہ شریعت میں جس طرح مقصد مطلوب ہے، اسی طرح طریقہ بھی مطلوب ہے، لہذا اچھے نتائج ومقاصد کی بنا پر کسی ممنوعہ شئ کو مباح قرار دینا ہرگز جائز نہیں۔

البتہ کوئی کام ظاہراً وعقلاً اچھا نہیں نہ کہ شرعاً، لیکن وہ کام کسی اچھے مقصد کا ذریعہ ہے تب یہ کام پسندیدہ بن جائے گا، چنانچہ باری تعالی کا ارشاد ہے:"**مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ**"۔

ظاہر ہے درختوں کو بے فائدہ خراب کرنا ظاہراً اچھا کام نہیں ہے لیکن مقصد جب اعلائے کلمۃ اللہ کے واسطے کفار کو غیض دلانا ہو تو باری تعالی نے اس کام کو بھی اچھا اور صحیح قرار دیا ہے۔

اسی طرح کسی مسئلے کے جواز وعدم جواز یا کراہت وعدم کراہت میں علماء کا اختلاف ہو یا اسکا حکم منصوص نہ ہو بلکہ مجتہد فیہ ہو تب فتح الذرائع کے قاعدہ کا لحاظ کر کے جواز اور مباح کے پہلو کو اختیار کرنا یا عدم کراہت کے پہلو کو اختیار کرنا قرین صواب ہوگا، مثال کے طور پر مسلم اقلیتی علاقوں میں ماہ رمضان میں دن کے وقت ہوٹل کھلا رکھنے کا مسئلہ خصوصا ہوٹل ہسپتال کے قریب ہو یا بڑے شہروں میں ہو؛ کیوں کہ ایک ہوٹل دن میں بند رہنے سے غیروں کو مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمی ہوگی کہ جب مسلمان روزے سے ہو تو دوسرے کو چاہے وہ مسافر ہو یا غیر مسلم یا مریض کھانے نہیں دے گا، اسلام میں اتنا تشدد ہے، نیز خود ہوٹل چلانے والے کو بھی مشقت میں ڈالنا ہوگا جبکہ مسئلہ مذکور میں نہ کوئی نص ہے نہ متقدمین فقہاء کی صریح عبارت ہے، ایسی صورت میں گنجائش کا پہلو نکالنا مناسب معلوم ہوتا ہے، شاید اسی کو ہمارے فقہاء نے استحسان سے تعبیر کیا ہے؛ کیونکہ کسی مسئلہ میں علت اور مصلحت میں تعارض ہو اور مصلحۃ کو نظر انداز کرنے میں حرج ہو تب مصلحت کا لحاظ کر کے حکم بتانے کا نام استحسان ہے جیسے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اپنے ایک مقالہ میں استحسان کی یہی تعریف ذکر کی ہے، اس بنیاد پر بھی اس مسئلہ میں اتنا تشدد اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

دور حاضر کے چند مسائل اور قاعدۃ سد الذرائع سے اس کی تطبیق:

دور حاضر میں اعضاء انسانی کی پیوندکاری متاخرین علماء نے سد ذرائع کی اصول کے بنا پر حرام قرار دیا تھا (دیکھئے: جواہر الفقہ، جلد 2، صفحہ 41 از مفتی شفیع عثمانی)، لیکن معاصر علماء نے ''المشقۃ تجلب التیسیر'' کی بنا پر اس کو چند شرائط وقیود کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، اسی طرح سد الذرائع کی بنیاد پر دودھ بینک (milk bank) منی بینک (seman bank) وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے اور ''المشقۃ تجلب التیسیر'' کی بنیاد پر بلڈ بینک (blood bank) میں خون دینے کو معاصرین علماء نے جائز قرار دیا ہے۔

☆☆☆

چوتھا باب

اختتامی امور

مناقشہ:

سدّ ذریعہ-ایک اہم اصول

مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی:

سدذرائع کے موضوع پر جوعرض مسئلہ پیش ہوااس میں دریافت کرنا یہ ہے کہ اگر بالفرض سدذرائع ایک اصولی بحث ہے، اگراس کاٹکراؤ دوسرے اصول سے ہوجائے اس صورت میں ترجیح کس کو حاصل ہوگی؟ مثال کے طور پر کاروبار کے تعلق سے اور بیع وشراء کے اندر مشہور قاعدہ ہے:"العبرة بالمقاصد والمعانی دون الألفاظ والمبانی "تو کبھی ایسا ہوسکتا ہے کہ سدذرائع بظاہر معلوم ہورہا ہے کہ ناجائز ہونا چاہئے، مقاصد پر غور کیا جائے تو جائز ہونا چاہئے، کبھی اس کا الٹا ہوسکتا ہے، تو ایسی صورت میں ہمیں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے؟

مولانا خالدسیف اللہ رحمانی:

مولانا مصطفیٰ عبدالقدوس صاحب نے ایک بہت ہی اہم اور بنیادی اصولی مسئلہ اٹھایا ہے؛ کیونکہ فقہ کے جو اصول ہیں وہ سب کلی ہیں، اور فقہ کے جو قواعد ہیں وہ سب اکثری ہیں، اور سدذریعہ کی جو بحث ہے اس کے تحت جو قواعد آئے ہیں کتب فقہ میں، زیادہ تر قواعد کے زمرہ میں آتے ہیں اس لئے بہت سی جگہ اس کی تطبیق میں دشواری ہوگی، تعارض ہوگا، اب اس کے لئے کوئی ایک بات نہیں کہی جاسکتی جو ہمارے فقہاء نے بالخصوص علماء اصول نے اصول ترجیح بیان کئے ہیں، اور اصول حدیث میں بھی یہ موضوع آیا ہے کہ نصوص میں ترجیح کے کیا اصول ہوں گے؟ تو ایسا خیال ہوتا ہے کہ ان ہی اصولوں کو سامنے رکھ کر مجتہد اور فقیہ کسی ایک پہلو کو ترجیح دے گا، جہاں دلائل منصوص نہ ہوں، اجتہاد اور قیاس پر مبنی ہو وہاں بالکل دو اور دو چار کی طرح ترجیح کا فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے، اور اس لئے ایسے ہی مسائل میں اختلاف رائے بھی ہوتا ہے، تو یہ تو اس کے ذوق کی اس کے زمانہ شناسی کی بات ہے کہ وہ اس میں سے کس رائے کو ترجیح دیتا ہے، ابھی جو مسئلہ خواتین کا سفر بغیر محرم کے آیا ہے تو اگر ہم لوگ غور کریں تو اس میں بھی دونوں جہتیں ہیں اور دونوں جہتوں میں تعارض محسوس ہوتا ہے، اور بعض فقہاء نے ایک پہلو کو زیادہ اہمیت دی ہے، دوسرے فقہاء نے دوسرے پہلو کو زیادہ اہمیت دی ہے اگر اس کے لئے کوئی ایک بندھا ٹکا اصول مقرر ہوجائے تو پھر آپ حضرات کے لئے محنت کی اور جولانئ فکر کی کیا جگہ باقی رہ جائے گی؟ میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ بڑا

اہم مسئلہ ہے اور دیگر حضرات بھی اس پر اظہار خیال فرمائیں۔ مجلس کے اخیر میں مولانا مفتی صادق محی الدین صاحب اور اس مجلس کے صدران شاء اللہ خطاب فرمائیں گے۔

مولانا محمد عثمان بستوی، گورینی:

سد ذریعہ کے سلسلہ میں یہ تعیین کرنا کہ یہ سد ذریعہ میں داخل ہے اور یہ سبب میں داخل ہے یہ بات درست نہیں، اس لئے کہ ایک ہی چیز کو بہت سے فقہاء کرام نے سبب مانا ہے اور ایک چیز کو سد ذریعہ مانا ہے، اور یہ اختلاف صرف نام کا ہے، اصل یہ ہے کہ وہ چیز کسی برائی تک پہنچتی ہے یا نہیں پہنچتی ہے، تو اگر لازمی نتیجہ یہ ہو تو اس کو سد ذریعہ سے تعبیر کردیتے ہیں، اور اگر مختلف ہو تو اس کو سبب سے تعبیر کرتے ہیں، بس یہی فرق ہے، اور جو بات میں نے لکھی ہے بلا حوالہ اور بلا دلیل کے میں نے نہیں لکھی ہے اس کو یعنی بیع خمر کو ''ویتخذ خمرا'' کو سد ذریعہ کے تحت منع کیا گیا ہے اور فقہاء نے اس کو نقل کیا ہے، مثلاً ابن القیمؒ نے اور دوسرے بہت سے فقہاء نے، اس لئے بغیر دلیل جبکہ مقالہ میں عبارتیں بھی موجود ہیں اور حوالے بھی موجود ہیں، اس پر نقد کردیا جائے یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

مفتی احمد نادر القاسمی:

مجھے فتح ذریعہ کے متعلق یہ بات عرض کرنی ہے کہ جس طرح سے آج سوشل میڈیا، ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ ہیں، تو ذرائع ابلاغ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، بہت سے لوگ اس بات کے خواہش مند ہیں کہ فتح ذریعہ کو سامنے رکھتے ہوئے اگر موجودہ زمانے میں ٹیلی ویژن اسٹیشن قائم کیا جائے اور اس کے ذریعہ سے دینی پروگرام، ثقافتی پروگرام، اصلاحی پروگرام وغیرہ پیش کیا جائے اور اس میں جو شریعت کے حدود ہیں اس کا بھی پاس ولحاظ ہو، بچیاں ہیں خواتین ہیں اگر پردہ میں رہ کر ثقافتی پروگرام پیش کریں، سد ذریعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور دین کی نشر واشاعت کو سامنے رکھتے ہوئے، تو کیا آج کے زمانے میں اس بات کی اجازت ہوگی کہ دینی ٹیلی ویژن اسٹیشن قائم کیا جائے اور اس کے ذریعہ سے دین کی نشر و اشاعت کا کام لیا جائے، اور اسلامی ثقافت کو فروغ حاصل ہو، چونکہ یہ مسئلہ فتح ذریعہ سے متعلق ہے اس لئے ساتھ میں یہ بھی کہ آج کے زمانے میں اسلام کے خلاف طرح طرح کے اعتراضات بھی ہوتے ہیں اسلاموفوبیا کا جو سلسلہ رہتا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے، ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے اگر اپنا ٹی وی اسٹیشن قائم کرنے کی کوئی ہمت کرتا ہے تو کیا حضرات علماء فتح ذریعہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی اجازت دیں گے؟۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

یہ جو موضوع ہے جدید ذرائع ابلاغ کا دینی مقاصد کے لئے استعمال، غالباً اکیڈمی کے سمینار میں یہ تفصیل سے

زیر بحث آچکا ہے اور یہ تمام شرائط وقیود جن کا مولانا نادر صاحب نے ذکر فرمایا ان جزئیات پر بحث بھی ہوچکی ہے اور تجاویز بھی آچکی ہیں۔

خطاب:

مولانا ڈاکٹر سید صادق محی الدین فہیم:

نحمده ونصلى على رسوله الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين أما بعد۔

فقد قال الله سبحانه وتعالى :"وما كان المؤمنون لينفروا كافة فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين ولينذروا قومهم إذا رجعوا إليهم لعلهم يحذرون"۔

وقال النبي ﷺ: "من يرد الله به خيرا يفقهه في الدين"۔

بزرگان محترم اور عزیزان گرامی! یہ علمی مجلس ہے اور قابل رشک ہے، اس میں ہمارے اکابر علماء شہ نشیں پر تشریف فرما ہیں اور پھر جو حضرات سامنے تشریف فرما ہیں ان کا بھی بڑے علماء میں شمار ہوتا ہے، اس مجلس میں مجھ ادنی طالب علم کو کچھ کلمات کہنے کا موقع دیا گیا احقر شکر گزار ہے۔

بزرگان گرامی! اللہ سبحانہ وتعالی کا مقصود یہ ہے کہ سارے مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ہو جو علم میں تفقہ حاصل کرے، کتاب وسنت کی گہرائی میں ڈوب کر موتی نکالے اور اس سے امت کو فائدہ پہنچائے، رسول اللہ ﷺ نے کیسے خیر سے سرفراز کئے جانے کی تعریف فرمائی ہے کہ اللہ تعالی جب کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کو تفقہ فی الدین کی نعمت نصیب فرماتے ہیں، اس اعتبار سے ہماری مجلس میں جو اکثر علماء تشریف فرما ہیں وہ سب کے سب الحمد للہ اس نعمت سے سرفراز ہیں، اللہ تعالی ان سب کو سلامت رکھے اور ان کو امت وقوم کی رہبری کرنے کا جو فریضہ ہے اس کو مستحکم طریقے پر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور پھر ان سارے بزرگان دین کو اور اکیڈمی کے جو ہمارے اکابر رہے ہیں اور اس وقت دنیا سے رخصت ہوچکے ہیں اور بہت سے اس وقت الحمد للہ موجود ہیں ہم ان کے لئے بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی جو مرحومین ہیں ان کی مغفرت وبخشش فرمائے، اور جو اس وقت موجود ہیں اور جن پر امت کی نظریں لگی ہوئی ہیں ان سب کو صحت عاجلہ اور شفاء کاملہ نصیب فرمائے، اور ان کی زندگی کو فیوضات سے مالا مال فرمائے؛ تاکہ قوم وملک کو فائدہ پہنچ سکے۔

بزرگان گرامی! اس وقت دنیا جس طرح ترقی کے راستے پر گامزن ہے، اتنے ہی بڑے پیمانے پر اخلاقی گراوٹ کا بھی شکار ہے، اس وقت ایجادات کا زمانہ ہے، نئی نئی چیزیں نئے نئے مصنوعات سے دنیا روشناس ہورہی ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا بیجا استعمال بھی ہوسکتا ہے، اور درست استعمال بھی ہوسکتا ہے، ایسا بھی نہیں ہے کہ ہر ایجاد کی جانے والی چیز اپنے اندر

صرف فوائد رکھتی ہے نقصان کا غالب امکان نہیں ہے، اور ایسا بھی نہیں ہے کہ جو ضرورت کی چیزیں ایجاد ہو رہی ہیں وہ سب مفاسد سے بھرپور ہوں، منافع اس میں کچھ بھی نہ ہوں، لیکن عامۃ المسلمین کو ظاہر ہے اس میں تمیز نہیں کہ کن مصنوعات کے استعمال میں مفاسد کیا ہیں اور کن مصنوعات کے استعمال میں فوائد کیا ہیں، اس لئے امت کے علماء کو سر جوڑ کر بیٹھنا اور ان مسائل میں غور وفکر کر کے ان ایجادات میں کیا کیا منافع ہیں اور کیا کیا مفاسد ہیں ان کی تحقیق کرنے کے بعد امت تک یہ پیغام پہنچانا ظاہر ہے یہ علماء کی ذمہ داری ہے اور ان کا فریضہ ہے، میں مبارک باد دیتا ہوں اس کل ہند فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں کو جو عرصہ دراز سے اس راستہ پر گامزن ہیں اور نئے نئے موضوعات پر مباحث ہو رہے ہیں اور الحمد للہ ہر سال اس کی اشاعت بھی عمل میں آ رہی ہے، ان پر مناقشات بھی ہوتے ہیں اور مفید نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں، اور الحمد للہ آج جو ہم نے مقالات سنے ہیں وہ ظاہر ہے علمی تحقیق سے مالا مال ہیں، ایسی مجلسوں میں شرکت سے روح کو غذا ملتی ہے، اور الحمد للہ بشاشت نصیب ہوتی ہے، میں شکر گزار ہوں کہ اس موقع پر احقر کو کچھ کہنے کا موقع دیا گیا، رب سے دعا ہے کہ پروردگار عالم اس سفر کو رواں دواں رکھے اور اس کے معاونین ومخلصین سب کو اللہ تعالی سلامت رکھے۔ آمین

صدارتی خطاب:

مولانا انیس الرحمٰن قاسمی:

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله وأصحابه أجمعين، أمابعد۔

حضرت صدر محترم جو اسلامک فقہ اکیڈمی کے صدر ہیں اور ہم سب کے سرپرست ہیں۔ آپ حضرات نے سد ذرائع سے متعلق ہمارے ان علماء ومفتیان کرام کی تحقیقات کو سنا، یہ آٹھوں سوالات بہت اہم ہیں، اور فقہ اکیڈمی نے ہمیشہ سے اپنے ان سمیناروں میں یہ اصول رکھا ہے کہ جو اصولی مسائل ہیں ان پر بھی فروعی مسائل کے ساتھ ساتھ بحث ہوا کرے، اس سے پہلے بھی دیگر اصولی مسائل پر بحث ہوتی رہی ہے، آج اسی سلسلہ کی ایک کڑی سد ذریعہ بھی ہے، دراصل فقہ اسلامی کے جو مآخذ طے کئے گئے ہیں خاص طور پر احناف نے جن چار بنیادی مآخذ کی طرف نشاندہی کی ہے وہ کتاب اللہ ہے، سنت رسول اللہ ﷺ ہے، اجماع ہے اور قیاس ہے، قیاس ہی کے ذیل میں اسی کی ایک قسم استحسان بھی ہے اور فقہاء احناف اسی کے ذیل میں اس طرح کے مسائل ذکر کرتے ہیں جو سد ذرائع سے متعلق ہوتے ہیں، ہمارے بعض مقالہ نگار حضرات نے اس طرف نشاندہی بھی کی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ جس طرح امت کے حالات میں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں اور ہمارے علماء نے مسائل اور احکام کے استنباط کے علاوہ ان کی مصلحتوں پر بحث کی ہے، سد ذرائع یا مصالح عامہ کو بھی اجاگر کیا ہے، خاص طور پر

ہمارے مقالہ نگاروں نے جن علماء کے اقتباسات نقل کئے ہیں، چاہے علامہ قرافی ہوں، علامہ ابن قیم ہوں، علامہ شاطبی ہوں، اور ہمارے دور کے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں خاص طور سے شریعت کے ان مصالح کو اجاگر کیا ہے، اور مصالح پر بحث کرنا، شرعی قوانین کو عقلوں میں لاتا ہے اور شریعت کو ایک طرح سے استحکام عطا ہوتا ہے، اس لئے ہمارے بزرگوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ''حجۃ اللہ البالغہ'' کو اپنے مطالعہ میں رکھا، اور حقیقت میں وہ ایسی کتاب ہے جس کو ہمارے علماء کو اپنے مطالعہ میں رکھنا چاہئے اور اس سے صرف نظر نہیں کرنا چاہئے، اس سے دین کی ایک صحیح تصویر سامنے آتی ہے کہ ہمارے جو دینی احکام ہیں، چاہے فقہاء نے فروعات کے سلسلہ میں ذکر کئے ہوں، ان کی مصلحتوں کو انہوں نے بیان کیا ہے، اور پھر اس دور کے ہمارے ہندستانی علماء نے خاص طور پر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اور دیگر علماء نے بھی اس طرف توجہ فرمائی ہے، آج جن مصالح ومفاسد کا فروعات کے ذیل میں تذکرہ ہوا یہ بہت ہی اہم ہیں، اور خاص طور پر مصالح عامہ کو اپنی نگاہوں میں رکھنا ضروری ہے، جو شریعت کے مصالح عامہ ہیں ان میں امن ہے، امن کا حصول شریعت کا مطلوب ہے اور امن جن چیزوں سے ختم ہوتا ہے وہ محمود نہیں ہے، ظاہر ہے سد ذرائع میں وہ مسائل آئیں گے، اسی طرح اتحاد امت ایک مطلوب ہے اور اتحاد جن چیزوں سے ختم ہوتا ہے وہ محمود نہیں ہے وہ سد ذرائع میں آئیں گے، ایسے طریقے اختیار کرنا، چاہے وہ مسلکی فروعات کو بیان کرنے میں جس سے امت کا اتحاد ختم ہو اور افتراق ہو اور گروہ بندی پیدا ہو، یقیناً وہ طریقہ کار محمود نہیں ہوگا، اور وہ سد ذرائع میں آنا چاہئے اور اس پر ہمیں غور کرنا چاہئے۔

اگر ہم پورے ملک کی نہیں، بلکہ عالم اسلام کے ان مختلف ملکوں پر نگاہ ڈالیں جہاں ہمارے علماء کی ان فروعات کی بحثوں نے جس کی طرف حضرت صدر محترم نے اشارہ کیا تھا، افتراق کی شکل پیدا کی ہے، تحزب کو بڑھاوا دیا ہے، گروہ بندی پیدا کی ہے، ان کے اوپر لگام لگانا ہم لوگوں کی نگاہوں میں رہنا چاہئے، اور ان طریقوں کو چھوڑنا ہمارے علماء کو ضروری ہونا چاہئے۔ ہندوستان میں اس سے کتنے نقصانات ہو رہے ہیں، چاہے وہ مستحبات کو ہم لوگ اس طرح بیان کریں کہ انہیں واجب کے درجے میں عوام سمجھنے لگے، چاہے وہ رفع یدین کا مسئلہ ہو یا درود شریف پڑھنے کے جو طریقے ہوتے ہیں وہ مسائل ہوں، یا جو دیگر مسائل پیدا ہوئے ہیں، یہ ربیع الاول کا مہینہ آئے گا اور جو مہینہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو بیان کرنے کا، سیرت کے اتباع کرنے کا تھا وہ آپسی اختلاف، اختلاف ہی نہیں، بلکہ تفرق وتحزب کا ذریعہ بن جاتا ہے، ہمیں اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور اس طریقہ کو چھوڑ دینا چاہئے جس سے افتراق کی بو آتی ہو۔

مفتی نادر صاحب نے جس مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ موبائل کا استعمال ہو یا ٹی وی کا اس کے مفاسد کیا کیا ہو سکتے ہیں؟ ان کے اوپر بھی نگاہ رکھنی ضروری ہے، اور ان مفاسد کا سد باب آپ کیسے کریں گے اس کی بھی تفصیل تیار ہو جانی

چاہئے، تب ہی اس طرح کی اجازت ہونی چاہئے، ہمارے لئے اس وقت مفاسد کے ذیل میں یا ان ذرائع کو چھوڑ دینے کے ذیل میں ایک بڑا فتنہ بھی پیدا ہو رہا ہے جسے ہم اس وقت اپنے خواتین کے ارتداد کے فتنہ سے موسوم کرتے ہیں، ظاہر ہے چند چیزوں کے ذریعہ معاشرہ میں خرابی پیدا ہوئی ہے، جن میں ایک موبائل کا استعمال بھی ہے۔

ہمارے یہاں مردوں سے خواتین کا بات کرنا آپ اس کی اجازت دے دیں، لیکن اس اجازت دینے کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے کہ موبائل پر ہمارے گھروں کی لڑکیاں اگر ایک دوسرے سے بات کرتی ہیں تو بات کرنے کے نتیجہ میں آگے چل کر جو مفاسد ہو رہے ہیں وہ ہمارے سامنے رہنے چاہئیں، تصویروں کے استعمال کی اجازت تو نہیں ہے، لیکن ہم لوگوں نے عملاً وہ طریقے اختیار کر رکھے ہیں جن سے موبائل میں تصویروں کو دیکھنا، علماء اور ہمارے مفتیان کرام کا اپنے موبائل میں اپنا فوٹو لگانا، اب تو اپنی شان بڑھانے کا ایک ذریعہ سمجھنے لگے ہیں کہ وہ جب بھی موبائل میں واٹس ایپ استعمال کریں گے تو اپنے نام کے ساتھ اپنا فوٹو بھی لگاتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس کو ہمیں سد ذریعہ میں داخل کرنا چاہئے، اس لئے کہ اس سے بڑے مفاسد کا دروازہ کھل رہا ہے، اور ہمارے گھروں میں خواتین ہوں، لڑکے ہوں یا لڑکیاں ہوں، اس کو استعمال کرنے اور اس طریقہ کو رواج دینے میں قباحت نہیں محسوس کرتی ہیں، آپ نے اگر اپنا فوٹو موبائل ایپ پر لگایا تو آپ کے گھر کے بچے بھی لگائیں گے، تو ظاہر ہے کہ کسی غیر مسلم لڑکے کا اگر فون آیا اور اس نے بھی موبائل ایپ کا ہی استعمال کیا تو آپ کے گھر کی لڑکیوں کا فوٹو اس کے موبائل ایپ پر جائے گا اور پھر اس فوٹو کے بعد جو مفاسد پیدا ہو رہے ہیں آپ ان کو روک نہیں سکتے ہیں، اگر اس مفسدہ کو سد ذریعہ میں شامل کر کے آپ نہیں روکیں گے وہ چاہے اصلاح معاشرہ سے متعلق چیزیں ہوں، سد ذرائع کا جو باب ہے آپ اس کو اصولی مباحث میں بنیادی حیثیت کا درجہ دیں یا نہیں دیں، لیکن بہر حال یہ ایک اہم اصول ہے۔ اس کو اپنے معاشرہ کی اصلاح کے لئے استعمال کرنا چاہئے اور ہمارے مفتیان کرام کو اس طرف توجہ ضرور رکھنی چاہئے، فتوی دیتے وقت، نیز علماء کرام کو اپنے جمعہ کے خطاب میں بھی اس طرف توجہ دینی چاہئے، جن ذرائع کے استعمال سے بڑے مفاسد پیدا ہو رہے ہیں ان ذرائع کو روکنے کی بھی کوشش ہونی چاہئے، میں اسی کے ساتھ آپ سب کا، اکیڈمی کے جنرل سکریٹری صاحب کا اور محترم صدر صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

☆☆☆